محرم مجرم اور بے لگام



رفعت سراج

جرم محرم اور بھرم

رفعت سراج

دیدہ زیب اور

خوبصورت کتب کا

واحد مرکز

خزینہ علم و ادب

ضابطہ

اشاعت ۲۰۰۵ء

قیمت 400/ روپے

انتساب

برصغیر کے ہر

"محرم"

کے نام

پیش لفظ

سورہ بقرہ میں ارشادِ ربانی ہے:

"اے ایمان والو۔۔۔! شہادت کو مت چھپاؤ۔ جو شہادت (گواہی) کو چھپاتا ہے یقیناً اس کا دل گنہگار ہے۔"

اس آیت کے معنوں اور گہرائیوں میں اتریئے تو یہ علم ہاتھ لگتا ہے کہ گواہی چھپانے سے کسی بے گناہ پر ضرب پڑتی ہے۔ اس کو نا قابلِ تلافی نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ ظلم کا پلہ بھاری ہو سکتا ہے جو دنیا میں ایک سسکتی ہوئی روح کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

فساد اور آوازِ حق میں فرق پہچانیے۔

اس غریب ملک میں عورت کو زندہ رہنے کے لئے بہت جتن کرنا پڑتے ہیں۔ اپنی عزتِ نفس کو بچانے کے لئے بیچاری کی جان سولی پر لگی رہتی ہے۔ اس کو بھی کھل کر سانس لینے کا حق ملنا چاہیئے۔

عورت کو وجود و غم کا شہری مت سمجھیے۔ اس کو بھی اپنی طرح کا انسان جانیے۔ اس کے حق چھینئے۔ ہر ایک طرف رسموں سے کھیلتی خوفزدہ عورت کو چار دیواری کی مضبوطی کا احساس دیجئے۔

پتھر اٹھانے میں جلدی نہ کیجئے۔ اس کی روح میں سلگتے آتش فشاں کی طرح دہکتی سچائیاں سننے کا وقت نکالیے۔

اگر وہ کسی اور کی محرم ہے تو آپ کی سچائی تو اپنی ہے۔ دیکھئے کہیں تہمتوں سے وہ جیتے جی نہ مر جائے۔ اس کی عزت کو تحفظ دینے والی گواہی کو مت چھپائیے۔ حق کا ساتھ دینے والوں کے ساتھ حق ہوتا ہے۔ بیوی پر ہاتھ اٹھانے کا اختیار شرع اسی صورت میں دے رہی ہے جب اس کے خلاف چار شہادتیں موجود ہیں یا آپ خود عینی شاہد ہیں۔ باقی کسی بھی صورت میں مرد کو عورت پر ہاتھ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ حدود توڑنے والے ہیں۔

"اللہ لایحب المعتدین"

"اللہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا"

وما علینا الا البلاغ المبین

رفعت سراج

حرم محرم اور بھرم

''ہمارے محلے میں ہندوؤں کے گھر زیادہ تھے۔ مسلمانوں کے ہوں گے یہی دو چار۔ ایک دن مجھے شرارت سوجھی۔ ایک کاغذ پر پاکستان زندہ باد لکھ کر جھنڈا بنا کر بلی کی دُم میں باندھ دیا۔ پالتو بلی تو تھی نہیں آوارہ تھی۔''

''چھوٹی دادی بلی بھی آوارہ ہوتی ہے؟'' ہما نے دور بیٹھی حنا کو آنکھ مار کر شرارت سے پوچھا۔

''اے سنو تو......!'' چھوٹی دادی اپنی دھن میں تھیں۔

''بلی تو جھنڈے کی وجہ سے بوکھلاتی اس دیوار سے اُس دیوار بھاگتی پھری۔ منزلہ دو منزلہ گھر تو تھے نہیں۔ نیچی نیچی دیواروں والی انگنائیاں...... ہر طرف سے بچوں کی ہنسی کی آوازیں۔ بڑوں کی البتہ جان، جل کر خاک ہو رہی ہو گی پاکستان زندہ باد دیکھ کر۔''

''ارے خیر النساء تم ہوئیں اپنی فطرت سے مجبور۔ جان جلانا تمہاری فطرت۔'' بڑی دادی نے جل کر گرہ لگائی۔

''چھوٹی دادی پہلے تو یہ بتائیں آپ نے بلی کی دُم پر جھنڈا باندھا کیسے جبکہ بلی بھی پالتو نہیں تھی۔'' حنا نے اس سے پیشتر دونوں دادیوں کی تو تو آپ آپ اسٹارٹ ہوتی اپنی اُلجھن رفع کرنے کی کوشش کی۔

''لو! کون سا مشکل کام ہے۔ گوشت دھوتے ہوئے چھیچھڑے اکٹھے کیے۔ کٹوری میں دودھ رکھا اور پھانس لیا۔''

"ہاں! یہ کام تو تمہیں خوب آتا ہے۔" بڑی دادی نے پان کی پیک کنٹرول کرتے ہوئے اِدھر اُدھر جھانک کر اُگالدان تلاش کیا۔

"بیچ میں بولی جاؤ گی...... ذرا دیر کو بچیوں سے ہنسی مذاق کی بات بھی نہیں کر سکتی میں؟"

"دل کے پھپھولے پھوڑنے کا کام کسی اور وقت پر اُٹھا رکھو۔" چھوٹی دادی کے اس مرتبہ صحیح "تنک" گئی۔

"ہمدووں نے پھر اُس کے بعد بلوا تو نہیں کر دیا تھا چھوٹی دادی......؟" حرا نے بڑی فکرمندی سے پوچھا۔

"برسوں سے تعلقات تھے...... اب اتنے بھی بدلحاظ نہیں تھے...... ذرا سی بچی ہی تو تھی اُس وقت۔"

"اے ہاں بچی تھیں یہ...... کیا کہنے...... میرے میاں نکاح کر کے رات کے اندھیرے میں انہیں گھر لائے تو مار اُونٹ کی طرح لمبا قد تھا۔ پوری کی پوری عورت۔" بڑی دادی جل بھن کر بولیں۔

"اللہ جنت نصیب کرے...... دنیا سے چلے گئے...... مگر تمہارے کلیجے کی آگ آج تک ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ شریعت میں چار نکاح جائز ہیں۔" چھوٹی دادی اب زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکیں اور آڑے ہاتھوں لیا۔

"شریعت میں اور بھی بہت کچھ ہے وہ بھی سیکھ لیتیں۔ بس چار نکاح کی اجازت کا ہی پتہ ہے۔"

"میں نے اس کٹوری میں بالائی رکھی تھی...... منہ پر لگانے کے لئے...... ساری جلد خشک ہو کر کھچ رہی ہے...... کٹوری تو خالی پڑی ہے۔" ہما نے اپنی الگ سے تان اُٹھائی۔

"وہ تو میں نے شکر ڈال کر پراٹھے سے کھائی تھی۔" حنا نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"موٹی بھینس ہوئی جا رہی ہے کھا کھا کر...... ایک تو دودھ پہ پانی ملا دو...... بالائی ہی تھوڑی سی آتی ہے وہ بھی یہ کھا گئی۔" ہما چلائی۔

خبردار جو مجھے موٹی بھینس کہا...... تمہیں دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے جیسے پاکستان میں قحط پڑا ہوا ہے...... حنا نے دانت پیس کر کہا۔

تم سے کچھ بچے تو ہم کھائیں...... جب دیکھو منہ چلتا رہتا ہے...... پراٹھے کھاتی ہے وہ

گی ملائی کے ساتھ۔

"تم جل جل کر کوئلہ بنتی رہنا۔" ہما پھر چلا کر بولی۔

"ارے غضب خدا کا کیا کتر کتر زبانیں چلتی ہیں ان لڑکیوں کی...... پرائے گھر جائیں گی تو تھو تھو کروائیں گی...... ازلی دشمنوں کی طرح لڑتی ہیں...... بہنوں والی تو بات ہی نہیں۔" طاہرہ بانو چھت پر مرغیوں' کبوتروں کو دانا دنکا ڈال کر زینہ اُتر رہی تھیں نیچے کی چیخ پکار پر برہم ہو کر صلواتیں سنانے لگیں۔

"امی دیکھیں ناں میری بالائی کھا گئی ہے یہ موٹی۔" ہما نے شکایت لگائی۔

"نام لکھا تھا اُس پر تمہارا جس کے نصیب کی تھی کھالی...... جب دیکھو اس گھر میں ہر وقت کسی نہ کسی بات پر چخ چخ...... اسی وجہ سے تو تمہارا باپ تو گھر میں ٹکتا ہی نہیں۔"

"ارے کسی نے انہیں تمیز سکھلائی ہوتی تو بات ہوتی۔" بڑی دادی بڑبڑائیں۔

"ان کے دادا نے دو نکاح کر کے دو دادیاں ان کے سر پر بٹھا دیں وہی کچھ سکھا دیتیں۔ اگر ہم میں کوئی ڈھنگ سلیقہ نہیں تھا۔" طاہرہ بانو جل کر بولیں۔

"نکاح کر کے لائے تھے تمہارے سر بھگا کر نہیں لائے تھے...... بڑا بول مت بولو دلہن...... آگے چار بیٹیاں بٹھا رکھی ہیں۔" چھوٹی دادی نے غضبناک ہو کر کہا۔

"یہی ملے گا ساری عمر کی خدمت کا صلہ...... اب آپ لوگ میری اولاد کو کوسو گی...... میری بیٹیاں ہیں تو آپ کی بھی کچھ لگتی ہیں۔"

اسی دوران داخلی دروازے سے دو خواتین اندر آتی ہیں۔

"السلام وعلیکم! بڑی آپا...... چھوٹی آپا۔"

حیا نے گھور کر آنے والی تو وارد خواتین کی طرف دیکھا۔

"ہو گئی صبح...... مگر اوندھے پڑے ہوئے ہیں صبح صبح "آیا آیا" کھیلنے نکل کھڑی ہوتی ہیں۔" وہ ماں کو سنانے کی غرض سے بڑبڑائی "یہی ہوتا ہے ان چھوٹے محلوں میں...... اپنے باپ سے کہو ڈیفنس یا کلفٹن میں کوٹھی خرید لے...... جہاں کوئی مر بھی جائے تو پڑوس میں خبر نہیں ہوتی۔" وہ بھی بڑبڑائیں۔ پھر ایک دم گرم جوشی سے پڑوسیوں کے سواگت کو آگے بڑھیں۔

"آؤ آؤ...... سلمیٰ...... بڑے دنوں بعد آئیں؟"

"اب بیٹھ جائیں گی اپنے اپنے غیبت کے تھیلے لے کر...... پھر انہیں اللہ ہی

اٹھائے۔" حنا نے حبا کے کان میں سرگوشی کی۔
"اللہ بھی ایسے لوگوں کو نہیں اٹھاتا...... فالتوں لوگوں کو وہ بھی جلدی نہیں بلاتا کہ آکر شور کریں گے امن امان کی صورت حال خراب کریں گے۔" حبا نے گرہ لگائی...... حنا ہنسی روکتی ایک طرف چلی گئی۔
"دیکھو نور محمد خان میری ایک ہی بیٹی ہے...... میری دولت میرا کل اثاثہ...... اس کے رشتے تو اس وقت سے آ رہے ہیں جب اس نے چلنا بھی نہیں سیکھا تھا۔ جو بچی سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہوئی ہو اس کے لئے اس قدر پیام آنا کوئی حیرت کی بات نہیں مگر ایک مسئلہ ہے کہ انسان کی پرکھ کا کوئی پیمانہ نہیں...... وہ جو کہتے ہیں انسان اور پتھر کی پرکھ بہت مشکل کام ہے۔"
"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر لیکن یہ رسک تو ہر کوئی لیتا ہے...... کوئی نہ کوئی پرپوزل...... اوکے کر کے یہ فرض تو بہرحال آپ نے ادا کرنا ہی ہے۔" نور محمد خان جو فواد انٹر پرائزز میں سینئر اکاؤنٹنٹ اور شیخ موثر علی کے معتمد خاص تھے۔ نور محمد خان اور شیخ صاحب کا ساتھ اتنا پرانا تھا کہ برس کی گنتی نہیں ہوتی تھی اور یہ کہا جاتا تھا کہ جب فواد انٹر پرائزز On Paper تھی تب سے وہ دونوں ساتھ ہیں۔
"نور محمد خان مڈل کلاس کے بھی کئی رشتے ہیں مگر ہم ان میں سے کسی کو سلیکٹ نہیں کرنا چاہتے۔ وجہ بہت اہم ہے...... مڈل کلاس کے لڑکے عموماً ایک جست میں دولت مند ہونے کے خواب دیکھتے ہیں...... اس طرح کی شادی ٹارگٹ شادی ہوتی ہے۔"
"قطع کلامی معاف سر......" نور محمد خان کے انداز میں عجلت تھی۔ موثر علی ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔
"اس طرح کی گارنٹی تو آپ کو اپر کلاس سے بھی نہیں مل سکتی...... عموماً دولت مند کو بہت زیادہ دولت مند ہونے کا خبط ہو جاتا ہے...... آپ کسی شریف با کردار بچے کی طرف توجہ کیجئے اور باقی معاملہ اللہ پر اور بچی کے نصیب پر چھوڑ دیئے۔"
"ہاں...... اس طرح کے خیالات تو مجھے آتے ہیں نور محمد خان...... آپ ایسا کیجئے اخبار میں اشتہار دے دیجئے...... ساتھ یہ ضرور لکھئے کہ لڑکا سرپرست کے ساتھ رجوع کرے تاکہ پہلی ہی میٹنگ میں خاندان اور رہن سہن کا آئیڈیا ہو جائے۔ بچی بہت خوبصورت ہے...... آپ صرف خوش شکل لکھئے۔ دولت مند لکھنے کی بجائے خوشحال لکھئے...... دیکھتے ہیں کس طرح کے لوگ کونٹیکٹ

کرتے ہیں..... اللہ مالک ہے۔"

"جیسے آپ حکم کریں..... اس کا مطلب یہ ہوا کہ جان پہچان والوں کے ہاں سے جو پرپوزل آرہے ہیں آپ کو اُن سے دلچسپی نہیں۔" نور محمد خان غور کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"یہی سمجھ لیجیے..... ابھی تو شاید ہمیں خود بھی علم نہیں کہ ہم کیا چاہ رہے ہیں۔ تمھی کی ماں زندہ ہوتی تو یہ کام ہمارے لیے آسان ہو جاتا..... خیر۔" موثر علی تھکے لہجے میں کہہ رہے تھے.....

"اوکے سر..... میں آج ہی ایڈ تیار کر کے بھجوا دیتا ہوں۔" نور محمد خان اپنی فائلوں کا پلندہ اُٹھاتے ہوئے گویا ہوئے۔

غضب کی گرمی پڑ رہی تھی۔ عجیب حبس سا تھا۔ آج ویسے بھی کھچڑی اور لہسن املی کی چٹنی بنی تھی دوپہر میں..... خوب سیر ہو کر کھانا کھایا گیا تھا..... اب برآمدے کی چقیں گرا کر گھر میں اندھیرا کر کے قیلولہ ہو رہا تھا..... سب لائن لگا کر سو رہے تھے۔ دونوں دادیاں اپنے کمرے میں تھیں۔ طاہرہ بانو اپنے کمرے میں اور چاروں لڑکیاں برآمدے میں رنگ اڑے کارپٹ پر اوندھی ہو گئی تھیں۔ چھت کا پنکھا بھی چل رہا تھا اور ایک ٹیبل فین بھی کڑکڑ کی آواز کے ساتھ چل رہا تھا۔ جوانی کی مستی بھری نیند کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

یہ ایک لوئر مڈل کلاس ہے۔ اس کے سربراہ صادق حسین صدیقی ہیں جو گورنمنٹ ملازم ہیں۔ ان کی صرف چار بیٹیاں ہیں۔ ہما، حنا، حبا اور حرا۔ اولاد نرینہ کوئی نہیں۔ دو مائیں ہیں..... ان کے باپ نے دو نکاح کیے تھے..... یہ اچھے وقتوں کی کہانی تھی۔ تقسیم ہندوستان کے وقت بہت کچھ تہہ و بالا ہوا۔ ان متاثرین میں اُن کا خاندان بھی تھا۔ پاکستان آ کر بہت بلکہ بے شمار لوگوں نے تنکا تنکا جوڑ کر نئے سرے سے آشیانے تعمیر کیے۔ کچھ فوراً سنبھل گئے اور کچھ آج تک تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں جن میں صادق حسین بھی شامل ہیں۔ صادق حسین صدیقی کے والد واصف حسین صدیقی کی دو بیویوں میں سے پانچ اولادیں ہوئیں۔ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا یعنی صادق حسین صدیقی۔ پہلی بیوی کی تین بیٹیاں اور دوسری بیوی سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا۔ واصف علی صدیقی دس سال پہلے بقضائے الٰہی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تھے۔ چاروں بیٹیاں اس وقت شادی شدہ تھیں۔ شروع ہی سے مشترکہ خاندانی نظام تھا جو اب تک چلا آ رہا تھا۔ ہر وقت برتن کھڑکتے تھے مگر ایک دوسرے سے الگ ہو کر زندگی گزارنے کی سوچ کسی کے ذہن میں نہیں آتی تھی۔ اپنی اپنی عادتوں کی غلامی کے ساتھ زندگی کی گاڑی رواں دواں تھی۔

اس وقت بھی مختلف قسم کے بحث مباحثوں سے فارغ ہو کر قیلولہ فرمایا جا رہا تھا......

دروازے پر تھاپ پڑی۔

سب سے پہلے حبا نے منہ پر پھیلایا ہوا دوپٹہ ہٹا کر ادھر ادھر سوتی ہوئی بہنوں پر نظر دوڑائی۔ اس کا بہنوں میں تیسرا نمبر تھا...... پھر آہستگی سے اٹھی اور دوپٹہ درست کرتی باہر نکل گئی۔ صحن میں گویا آگ برس رہی تھی...... حبا جلے پاؤں کی بلی بنی دروازے تک پہنچی۔ آہستگی سے دروازہ کھولا...... سامنے دانیال کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کی سگی پھوپھی صادقہ کا اکلوتا بیٹا اور دو بہنوں کا اکلوتا بھائی۔

ہاتھ میں فائلیں اور چند کتابیں تھامے ہوئے۔

"اتنی سخت گرمی تیز دھوپ میں آپ کو چین نہیں ہے۔" حبا نے ایک ادائے دلبرانہ سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"جو آگ اس وقت ہمارے اندر دہک رہی ہے اس گرمی و دھوپ کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے......؟" برجستہ جواب آیا...... حبا کے چہرے پر کئی رنگ بکھر گئے۔

"اسی طرح بے وقوف بناتے ہیں لوگ۔" حبا نے خفگی کی آڑ میں اس حملے سے بچنے کے لئے پناہ لی۔

"کیوں بن رہی ہو بے وقوف...... کس حکیم دانا نے مشورہ دیا ہے بے وقوف بننے کا...... کہتے ہیں شادی کرنا بڑی حماقت ہے...... مگر اس سلسلے میں سب کو احمق بننے کی جلدی بڑی ہوتی ہے...... شادی کے بعد مختلف مرحلوں میں "متاثرین" سے پوچھا جاتا ہے کہ شادی کرنے کا مشورہ آپ کو کس حکیم نے دیا تھا......؟"

دانیال بولتے بولتے ایک دم بڑی سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"یار...... حبا کیا یہ حکیم لوگ خود شادی شدہ نہیں ہوتے......؟ پھر یہ شادی شدہ ہوتے ہوئے "حکیم" کیسے بن جاتے ہیں......؟ شاعر مشرق تو غالباً تین مرتبہ شادی شدہ ہوئے اور عام سادہ سے حکیم بھی نہیں ہے...... حکیم الامت ہیں...... ہاؤ اسٹرینج۔"

حبا کا ہنسی روک روک کر برا حال ہو رہا تھا...... وہ پیٹ دبائے جلدی سے چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں گھس گئی اور منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگی۔

"توبہ ہے دانیال بھائی...... حد ہے آپ سے بھی ایک ذرا سی بات ہوتی ہے پورا

مضمون پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں۔"

"یہ کزن وغیرہ کے نام کے ساتھ بھائی لگانے کا رواج تو زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے...... مگر یار اکیلے میں کوڈبل منافقت ہے۔" وہ پرانے ڈیزائن کے رنگ اُڑے صوفے پر گرتے ہوئے بڑے انداز سے گویا ہوا۔

"اچھا چلیں چھوڑیں...... لگتا تو یہی ہے یونیورسٹی سے سیدھے یہیں آرہے ہیں۔ کھانا کھائیں گے......؟" حبا نے جلدی سے بات بدلی۔

"بہت اُستاد ہو...... بارہ بجے ہم نے "جیو" (برگر) کھایا تھا...... بھوک تو کوئی خاص نہیں مگر تمہارے ہاں وہ دوپہر کی روٹین کی کھچڑی بنی ہوئی ہوگی...... اس کھچڑی کا تو اپنا ایک ٹیسٹ ہے...... ہمارے ہاں تو جب کوئی بیمار ہوتا ہے تب ہی پکتی ہے۔ ربیعہ اور میلا تو چاول سے یوں گھبراتی ہیں جیسے بچے بھوت کے نام سے ڈرتے ہیں...... کہتی ہیں چاول کھانے سے وزن بڑھتا ہے...... یار تم تو روز کھچڑی کھاتی ہو تم اتنی اسمارٹ کیسے ہو......؟" دانیال نے حبا کے سراپے کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"چاول کھا کر آرام فرماتے رہیں تو گول تانی سے بھی موٹے ہو جائیں...... وہ داریاں ایک اماں وہ چک پھیریاں لگواتی ہیں کہ جسم میں پانی کی قلت ہو جاتی ہے...... حیرت ہے صادقہ پھوپھی اپنی بیٹیوں سے اس طرح کام کیوں نہیں کرواتیں...... وہ بھی تو اسی خاندان کی ہیں۔" حبا نے بات کرتے کرتے فوراً ہی ٹرن لیا۔

"وہ میڈیکل اسٹوڈنٹس ہیں اس لئے اماں انھیں ایزی رکھتی ہیں۔" دانیال نے شان بے نیازی سے جواب دیا۔

"ہمیں بہت شوق تھا میڈیکل میں جانے کا...... لیکن پہلے اسکول کالج سے آگے نہیں جاسکتے۔"

"تم نے کبھی اپنی یہ خواہش ظاہر نہیں کی ورنہ اماں سے کہہ کر میں تمھیں ضرور سپورٹ دلوا دیتا۔"

"خواہش تو تھی مگر اس طرح سے پوری ہو یہ کبھی نہیں چاہا۔" حبا نے دانیال کی بات کاٹتے ہوئے فوراً واضح بات کی۔

"خوددار ہو۔" دانیال چھیڑنے لگے۔

ناکامیوں نے اور بھی سرکش بنا دیا
اتنے ہوئے ذلیل کہ خوددار ہو گئے

حبا اُٹھتے ہوئے اور قمیض کو درست کرتے ہوئے شعر پڑھ کر تیزی سے کھانا لیتے باہر نکل گئی...... دانیال بڑے خوشگوار احساسات کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔



''کہاں کی تیاری ہے اماں جان......؟'' بیلا وضو کر کے لاؤنج میں آئی تو ماں کو بڑی اچھی طرح تیار ہوا پا کر پوچھا۔

''کول نانی کی طبیعت بہت خراب ہے...... سنا ہے رات تو یٰسین تک پڑھی گئی...... اُدھر جاؤں گی تو تمہارے ماموں کے ہاں بھی خیریت پوچھنے چلی جاؤں گی...... روز روز کہاں نکلنا ملتا ہے گھر سے۔''

''آپ ہی کو فکر رہتی ہے ماموں کے گھرانے کی خیر خیریت کی...... وہاں سے تو کوئی نہیں آتا...... کسی کو ہماری فکر نہیں ہوتی۔'' بیلا نے منہ بنا کر کہا۔

''بیٹی ان کے اعمال ان کے ساتھ خود جوابدہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ...... کوئی اچھا کرتا ہے تو اپنے ہی لئے اچھا کرتا ہے جو بُرا کرتا ہے اپنا بُرا کرتا ہے...... ذہن کو صاف رکھا کرو...... یہ بہت ہی معمولی باتیں ہیں...... ہوش مند لوگوں کو زیب نہیں دیتیں۔''

''خیر ہمیں تو خود اُن سے ملنے کا کوئی شوق نہیں...... ذرا سی دیر میں مچھلی بازار بن جاتا ہے ماموں کا گھر...... ہر وقت جنگ کا ماحول...... پتہ نہیں کس طرح رہتے ہیں وہ لوگ۔'' بیلا بڑبڑائی۔

اسی وقت ربیعہ اندر آئی۔ خوبصورت سا شلوار قمیض دوپٹہ' مسحور کن خوشبویات' آنکھوں پر سن گلاسز...... کار کی چابی سے کھیلتی چھوٹا سا بیگ جھلاتی۔

''آپ تیار ہیں اماں جان......؟''

''آپ بھی جا رہی ہیں آپا......؟'' بیلا نے حیران ہو کر پوچھا

''میں تو اماں جان کو ڈراپ کر کے ایکسٹرا کلاسز کے لئے جاؤں گی...... مگر تم نے اتنی حیرت سے کیوں پوچھا......؟'' اب ربیعہ نے حیران ہو کر سوال کیا۔

بس چھوڑیں آپا...... سارا وضو خراب ہو رہا ہے میرا...... آپ لوگ جائیں۔'' بیلا نے

آف موڈ میں جواب دیا۔ ربیعہ کندھے اچکا کر آگے بڑھ گئی۔ پیچھے پیچھے صادق چل پڑیں۔

"یار...... پچھلے سنڈے کو تو اخبار دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملی...... ضرورت رشتہ کے کالم میں سب سے بہترین پر ٹک تو لگا دی ہو گی......؟" دانیال صوفے پر دراز اخبار الٹ پلٹ کرتے ہوئے اپنے جگری یار ولی سے پوچھنے لگا۔ ہر سنڈے کو ان کا یہ پسندیدہ مشغلہ تھا۔ پہلے "ملازمت کے مواقع" پر نظر ڈالتے پھر با آواز بلند "ضرورت رشتہ" کا کالم پڑھا جاتا...... شریف' نیک' گریجویٹ' پابند صوم وصلوٰۃ' سلیقہ شعار پڑھتے ہوئے دو چار مرتبہ ہنس ہنس کر لوٹنیں لگائی جاتیں...... ولی آفندی سرحد کے ایک دور افتادہ قصبے سے کراچی بغرض تعلیم آیا ہوا تھا۔ باپ بہت بڑا ٹرانسپورٹر تھا۔ ایک بھائی پولیس افسر' دوسرا بیوروکریٹ' تیسرا سیاستدان۔ یہاں ایک اچھے علاقے میں ایک کرائے کے اپارٹمنٹ میں رہ رہا تھا۔ این ای ڈی مکینکل کا سال دوئم کا طالب علم تھا جبکہ دانیال سال اول کا طالب علم تھا۔ ایک سال کے فرق کے باوجود ان میں بڑی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ سنڈے کو دانیال اس کے اپارٹمنٹ میں ڈیرہ ڈالتا تھا۔ کوکنگ میں تجربات ہوتے موویز دیکھی جاتیں۔ ضرورت ہے اور ضرورت رشتہ کے اشتہارات پڑھ کر خوب انجوائے کرتے۔

آج اگرچہ جمعہ تھا مگر دانیال شام کو ولی کے پاس چلا آیا تھا۔ یوں بھی تین خواتین یعنی والدہ اور دو بہنوں کے ساتھ وہ بہت جلدی بور ہو جاتا تھا۔ والدہ بھی بڑی نفیس اور وضع دار تھیں۔ فالتو بات اور غیر ضروری ہنسی مذاق پسند نہیں کرتی تھیں۔ وہ گھر میں خود کو بہت پابند محسوس کرتا تھا۔ ولی آفندی کا اپارٹمنٹ اس کا پسندیدہ ٹھکانہ تھا۔ دل کھول کر آزادی انجوائے کرتا تھا۔ باپ بزنس مین تھے۔ بہت کم ان کی کمپنی نصیب ہوتی تھی...... بات چیت کی نوبت آتی تو اس کی تعلیمی کارکردگی تک محدود رہتی۔ گھر میں تو جیسے اس کا دم گھٹتا تھا۔

"یار دو تین بڑے اچھے ایڈز آئے ہیں...... ایک مالدار ساہوکار کی اکلوتی بیٹی کا ہے جو نہایت خوبصورت' نیک شریف' کم عمر' سلیقہ شعار' دینی ارکان پابندی سے ادا کرنے والی اور تو اور کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز کیا ہوا ہے۔" ولی نے مطلع کیا۔

"اوہ" دانیال نے سیٹی بجائی۔ "پھر بھی کم عمر ہے۔ کیا پیدا ہوتے ہی پڑھنا شروع کر دیا تھا......؟" اس نے اظہار تعجب کیا۔

"دو دو کلاسز ایک ساتھ پڑھتی ہو گی۔" ولی نے اندازہ لگایا۔

"یار عمر کے معاملے میں تو صاف لکھنا چاہیے۔ فرض کرو اس ایڈ کے تھرو ہی بات

بن گئی کہیں شادی ہو گئی تو N.I.C سامنے آئے گا ناں......؟"

"جھوٹ تو ویسے بھی نہیں بولنا چاہئے......اور اس معاملے میں تو اس قسم کے رسک نہیں لینا چاہئے......کیوں......؟" دانیال نے رائے زنی کی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو......اور یار تم تو ٹھیک ہی کہتے ہو......ویسے بھی تمہارا باپ میرے باپ سے زیادہ دولت مند ہے اس لئے زیادہ عقل تمہارے پاس آئی ہو گی۔ کہتے ہیں ناں دولت مند سمجھتا ہے اس کی عقل کی وجہ سے اس کی پاس دولت آئی ہے۔"

دونوں کے مشترکہ قہقہوں سے اپارٹمنٹ گونجنے لگا۔

چند لمحے بعد ولی سنجیدہ ہو کر مخاطب ہوا۔

"اب ذرا میری سنو......میں بحیثیت اُمیدوار دیئے گئے P.O Box نمبر پر ایک عدد درخواست ارسال کر چکا ہوں۔" ولی نے مسکرا کر ہوشربا اطلاع دی۔

"یعنی اتنے متاثر ہوئے......؟" دانیال اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"او چھوڑو یار متاثر وتاثر کو......میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا چکر بازی ہوتی ہے۔ ایک لڑکی جس میں صرف خوبیاں ہی خوبیاں ہیں وہ اپنے قریب کے لوگوں کو نظر کیوں نہیں آتی......؟ اس کی خوبیوں کا اشتہار چھپوانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔ یار ہر چیز کا پتہ ہونا چاہئے بندے کو۔" ولی نے اپنے اقدام کو درست قرار دینے کی ممکنہ سعی کی۔

"بالکل......بالکل......علم حاصل کرو......خواہ چین جانا پڑے......اچھا یہ بتاؤ کوئی جواب آیا یا نہیں......؟"

"جواب آتا تو آخر میں یہ بھی بتاتے۔" ولی نے تصور میں کچھ دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"اوہ......اچھا آخر بھی آ گیا پتہ ہی نہیں چلا یار۔" دانیال نے حیران ہو کر کہا۔

دونوں کے مشترکہ قہقہوں سے یوں لگتا تھا کہ ان بے فکروں کو غم کے معنی بھی معلوم نہیں۔



"اے ہو تم "گولو" کو دیکھ بھی آئیں......پہلے ادھر آ جاتیں تو ہم تمہارے ساتھ ہی موٹر میں بیٹھ جاتے اس کی خیر خیریت پوچھ لیتے......مار اس عمر میں کہاں اتنا پیدل چلا جاتا ہے۔"

بڑی دادی نے صادقہ کو جتاتے ہوئے کہا۔

''اماں بیلا کو دیر ہو رہی تھی اور گول اماں کا سنا تھا کہ بہت حالت خراب ہے تو رہا نہیں گیا...... انہوں نے ہم لوگوں کی بہت خدمت کی ہے...... غربت بہت ہے...... بے چاری کا ڈھنگ سے علاج معالجہ کہاں ہو رہا ہوگا...... میں سچی بات ہے گھر سے صرف اُن کو دیکھنے نکلی تھی بچیوں کے امتحان ہو رہے ہیں...... گھر سے نکل نہیں پاتی۔'' صادقہ نے وضاحت کی۔

''دنیا سے نرالی تمہاری بچیاں...... اوروں کی بچیاں نہیں پڑھائی کرتیں...... تمہارے ہاں تو امتحان ہوا بن جاتے ہیں...... یوں ایک کونے میں بیٹھ جاتی ہیں بچیاں مار چلا کاٹ رہی ہوں۔'' چھوٹی دادی نے تنقید کی۔

''یہ بات نہیں اماں...... میڈیکل کی پڑھائی آسان نہیں ہوتی پھر پیسہ بہت اٹھتا ہے۔'' صادقہ بیگم یوں گویا ہوئیں جیسے کسی جرم کا اعتراف کر رہی ہوں۔

''بیٹیاں بھلے ڈاکٹری پڑھیں یا کمشنری کرنا تو وہی ہانڈی چولہا ہے۔ ایک دن گھر گرہستی سنبھالنا ہے۔ ان کو کچھ گھرداری بھی سکھاؤ...... لوگوں سے ملنا جلنا سکھاؤ...... آگے مشکل ہو گی۔'' بڑی دادی نے تیکھے تیور کے ساتھ نصیحت کی۔

''ماشاء اللہ کام دام سب جانتی ہیں اماں...... آج کل عورتیں سب کچھ کر رہی ہیں...... کما بھی رہی ہیں بال بچے بھی پال رہی ہیں...... سر پر پڑتی ہے تو سب ہی کر لیتی ہیں۔'' صادقہ اسی طرح صبر و تحمل سے بات کر رہی تھیں۔

پھر ادھر اُدھر دیکھ کر بولیں...... ''بچیاں کہاں ہیں نظر نہیں آ رہی ہیں اور طاہرہ بھابھی بھی......؟''

''پڑوس میں قرآن خوانی ہے ابھی تمہارے آنے سے پہلے ہی گئی ہیں ماں کے ساتھ...... ہاں وہ حبا نہیں گئی...... چھت پر کپڑے پھیلانے چڑھی تھی...... ابھی تک نہیں اُتری۔'' بڑی دادی نے جواب دیا...... پھر دبے دبے لہجے میں آگے کی طرف جھک کر...... ''اے بیٹی...... آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے...... ہر وقت کی گھر میں نحوست...... مار یہ لمبی لمبی زبانیں...... میری تو فکر سے نیند اُڑ جاتی ہے ان کا کیا ہوگا...... خالی شکل و صورت پر انہیں کون لے کر جائے گا...... کوئی تو ہنر نہیں...... زمانے بھر کی منہ پھٹ اور بدلحاظ...... صادق حسین کے پلے کیا دھرا ہے جو دان دہیز دے کر رخصت کریں گے......؟

صادقہ نے افسوس کے انداز میں گہری سانس کھینچی۔

"کوئی بات نہیں اماں..... ہر انسان اپنا نصیب لاتا ہے اس دنیا میں جو اُن کے نصیب میں لکھا ہے اُنہیں مل جائے گا..... آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں۔"

"ایسی ویسی پریشانی..... ارے ایسے لڑتی ہیں آپس میں کہ ہم سوکنیں کبھی اس طرح نہیں لڑیں۔"

"بُرا مت منائیے گا اماں..... آپ دونوں جب لڑتی ہیں تو سب کچھ بھلا دیتی ہیں۔ بچے اپنے ماحول سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔" صادقہ نے صاف گوئی سے کہا۔

"ارے تو بی ہمارا رشتہ تو دیکھو..... شراکت کا رشتہ ہے یہ آسان نہیں..... خون کے رشتے کی بات دوسری ہوتی ہے۔" چھوٹی دادی بلدی سے بولیں۔

"اچھا بتاؤ اس قصے کو..... گولو کا بتاؤ۔" بڑی دادی نے بیزاری سے کہا۔

"سنا ہے رات حالت بہت بگڑ گئی تھی..... اس وقت تو بہتر لگیں بات وات کر رہی ہیں۔" صادقہ نے جواب دیا۔

"ارے اس کے تو بہت احسان ہیں ہمارے خاندان پر..... خاندان میں اگر سو شادیاں ہوئیں تو سو میں سے ستر تو گولو نے کرائی ہیں۔ تمہارے لئے اشرف علی کا رشتہ تو گولو ہی لے کر آئی تھیں..... تمہاری پھوپھیوں کے رشتے اُنہوں نے کرائے..... طاہرہ کا رشتہ اُنہوں نے نکالا پھر شادیوں میں سارا انتظام سنبھالتی تھی..... اتنا موٹا پا تھا مگر کاہلی نام کو نہیں تھی۔" بڑی دادی ماضی کی کچھ تصویریں خیالی اسکرین پر دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"اب تو بے چاری بہت کمزور ہو رہی ہے۔" صادقہ نے تاسف بھرے انداز میں کہا۔

بڑی دادی چھوٹی دادی کو دیکھ کر بولیں۔

"آج کل میں لگاؤں کی چکر ٹریا (چھوٹی دادی) کو ساتھ لے کر۔"

صادقہ بے اختیار مسکرا پڑیں۔

"ویسے بھی آپ دونوں کی کبھی نہیں بنی مگر جنم جنم کا ساتھ ہے آپ دونوں کا..... کھانا پینا سونا اکٹھے..... کہیں خوشی میں جائیں یا غمی میں دونوں ساتھ جائیں گی..... کمال رشتہ ہے آپ دونوں کا۔"

چھوٹی دادی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے..... پونچھتے ہوئے بولیں۔

''ہیں...... جن کی وجہ سے شراکت کا رشتہ چبھتا تھا وہی نہیں رہے تو اب کس بات کے پیچھے لڑیں۔'' وہ بڑی معصومیت سے کہہ رہی تھیں۔

''خیر اماں لڑتی تو آپ دونوں اب بھی ہیں۔'' صادقہ نے اُٹھنے کے لئے پر تولتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں...... بس کبھی کبھی پرانے زخم پر کوئی چوٹ پڑ ہی جاتی ہے۔'' چھوٹی دادی یعنی ثریا بیگم نے آہ سرد کھینچتے ہوئے کہا۔

''تمہارے کون سا زخم پڑے ثریا بیگم......؟ تم تو مجھ پر آئی تھیں...... ناؤ تو میری ڈوبی تھی۔'' بڑی دادی یعنی گل بانو نے تلخ لہجے میں کہا۔

صادقہ ایک دم گھبرا گئیں...... ''خدا کے واسطے اب لڑنا شروع نہ کر دیجئے گا بہت سے لوگ تو آپ دونوں کی مثال دیتے ہیں اپنے گھرانے میں کہ بہن بہن کو برداشت نہیں کرتی...... نند بھاوجوں میں دانت کاٹے کا بیر...... ساس بہو میں دشمنی...... دیورانی جٹھانی ایک دوسرے کو چھوٹی آنکھ نہیں بھاتیں اور آپ دونوں سوکنوں نے اتنا وقت ایک دوسرے کے ساتھ کیسے نباہ لیا...... بہت بڑی بات ہے۔''

''ہاں بیٹی بھرم رکھنا ہوتے ہیں...... مفت کی رسوائیوں سے فائدہ بھی کیا ہے۔'' ثریا بیگم کی آواز آنسوؤں سے بوجھل ہو گئی...... جانے کیا یاد آ گیا تھا۔

''اچھا اب میں چلتی ہوں...... آپ دونوں کے کپڑے دیئے ہوئے تھے سلنے کو آج کل میں مل جائیں گے تو لے کر آؤں گی۔''

''کیوں درزیوں کو پیسے دیتی ہو...... طاہرہ بہت اچھے سیتی ہے۔'' گل بانو دادی نے کہا۔

''اماں طاہرہ بھابھی کے پاس پہلے ہی بہت بکھیڑے ہیں...... سلائی کے کپڑوں کا ڈھیر پڑا ہوتا ہے...... ٹھیک ہے میں دو چار روز میں چکر لگاؤں گی۔''

''اب کیسے جاؤ گی......؟ ربیعہ لینے نہیں آئے گی تمہیں......؟'' ثریا بیگم جو صادقہ کی حقیقی والدہ تھیں پوچھنے لگیں۔

''نہیں اماں اسے دیر ہو جائے گی...... میں رکشے سے چلی جاؤں گی...... اشرف علی نے جب سے بندو خان کو نکالا ہے بڑی مشکل ہو گئی ہے۔''

''ڈرائیوروں کی کمی ہے..... کوئی اور رکھ لو۔'' بڑی دادی نے اپنا تیکھا لہجہ کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں..... دیکھ تو رہے ہیں جوان بیٹیاں ہیں اماں اب ہر کسی کو تو نہیں رکھ سکتے..... چھان بین تو کرنا ہوتی ہے..... اچھا اماں خدا حافظ۔'' وہ قدم آگے بڑھا کر بولیں۔

''توبہ..... تمہیں تو ہر وقت اپنے حسن کو نکھارنے کی پڑی رہتی ہے۔ کون سے مقابلہ حسن میں حصہ لے رہی ہو.....؟'' حنا نے مساج کرتی ہوئی حیا کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ کہا۔

''آپ کو کیا تکلیف ہے میرے حسن سے.....؟'' حیا نے اپنا کام روک کر بہت چڑ کر پوچھا۔

''بھئی بڑا عجیب سا لگتا ہے ہمیں..... اچھی خاصی ہو شکر ہے پھر بھی ہر وقت پریشان رہتی ہو..... کبھی سیکا کائی آملہ سر پر تھوپے بیٹھی ہو کبھی لیموں اور عرق گلاب سے چہرہ رگڑ رہی ہو..... کبھی بالائی کی تہیں جمائے بیٹھی ہو..... بھئی مسئلہ کیا ہے.....؟'' حنا نے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

''مسئلہ میرا نہیں آپ کا ہے..... اپنی طبیعت سے حسد جلن کو نکال دیجیے ہلکی پھلکی ہو جائیں گی۔'' حیا نے پُرسکون انداز میں جان جلائی۔

''بڑا زعم ہے تمہیں..... ارے بھئی تیسرا نمبر ہے تمہارا..... کافی انتظار کرنا ہوگا۔'' حنا نے پھر جان جلانے کی کوشش کی..... پھر اُٹھتے ہوئے بڑے انداز سے گویا ہوئی۔

''بعض لڑکیوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ وہ شکل وصورت کے زور پر سب کچھ حاصل کر لیں گی حالانکہ یہ کوئی فارمولا نہیں..... میں نے ڈارک کامپلیکشن والی لڑکیوں کو بھی بہت لکی دیکھا ہے..... وہ عامر صاحب نہیں تھے پڑوس میں جو کہیں اور شفٹ ہو گئے ہیں کتنی حسین تھیں اُن کی بیگم..... عامر صاحب نے شادی کے تیسرے مہینے ہی طلاق دے کر فارغ کر دیا تھا..... ہائے واقعی کتنی پیاری تھیں..... پتہ نہیں عامر صاحب کو کیوں نہیں بھائیں۔

قصہ مختصر کہ آپ کی دلی تمنا ہے کہ میں بھی کسی طرح بدنصیبوں کی لائن میں نظر آؤں۔'' وہ حنا سے پہلے پاؤں پٹختی کمرے سے باہر نکل گئی۔

بڑی دادی بڑے انہماک سے کرتے کی ترپائی کر رہی تھیں۔ انہوں نے عینک کے اوپر سے جھانک کر دھب دھب کرتی حیا کو دیکھا تو پیشانی پر بل پڑ گئے۔

''پاؤں دبا کر چلا کرو لڑکی...... یہ کیا طریقہ ہے......؟''

''بزرگوں نے کہا ہے کہ جب بیٹی پاؤں پٹختی ہے تو بر مانگتی ہے۔'' ثریا بیگم نے اضافہ کیا وہ حلیم کی تیاری کے سلسلے میں گیہوں اور دالیں صاف کر رہی تھیں۔

ہما نے کچن سے جھانک کر حیران ہو کر پوچھا۔

''کیا مانگتی ہے دادی......؟''

''بر...... یعنی دولہا۔'' بڑی دادی نے وضاحت کی۔

''ہائے اللہ توبہ۔'' ہما کو سچ مچ شرم آ گئی۔

''قیامت کی نشانیاں ہیں یہ سب...... اے ہے۔'' ثریا بیگم نے چھاج پھٹکتے ہوئے افسوس کیا۔

''پتہ نہیں کب آئے گی قیامت...... آ بھی چکے۔'' طاہرہ بیگم...... سلائی کے کپڑوں کا گٹھڑ لئے ایک دوسرے کونے سے باہر آتی ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔

''قیامت آئے یا موت...... کسی طرح جان تو چھوٹے۔'' انہوں نے گٹھڑ تخت پر پٹخا۔

''اوں...... ہوں...... دلہن کفران نہیں کرتے...... کسی کا وقت ایک سا نہیں رہتا...... بارہ برس تو گھورے کے بھی دن پھرتے ہیں...... یہ کہاوت نہیں سنی تم نے......؟'' ثریا بیگم نے سرزنش کی۔

''ہم تو گھورا (کوڑا کچرا) بھی نہیں ہیں اماں...... بارہ برس چھوڑیں یہاں تو چوبیس برس گزر گئے گھورے کے دن دو مرتبہ پھر گئے ہوں گے...... ہمارا نمبر نہیں لگا...... مگر۔'' ہما ایک دم سے کچن سے باہر آ گئی۔

''امی...... میں آ رہی ہوں...... ساری شلواروں کی کلیاں جوڑ دوں گی...... تب تک آپ آرام کر لیں۔'' ظاہر ہے مشین پر جھکے جھکے کمر تھک جاتی ہے...... اس نے بہت محبت و ہمدردی سے ماں سے بات کی۔

''جیتی رہو بیٹی...... اللہ نصیب اچھے کرے۔'' ثریا بیگم نے پوتی کے جذبے کو سراہتے ہوئے گویا اس کی حوصلہ افزائی کی۔

''شکر ہے کوئی تو ہمدرد ہے اس گھر میں ماں کا۔'' بڑی دادی بڑبڑائیں۔

''ہم کیا کریں...... ہم اگر کچھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو امی کو پسند ہی نہیں آتا۔''

پھر کیا کریں۔" حبا نے منہ بنا کر کہا۔

"دیدہ لگا کر کرو تو کیوں پسند نہیں آئے گا...... مگر تم تینوں تو زمانے بھر کی کام چور ہو۔"

بڑی دادی کی صلواتیں شروع ہو گئی تھیں۔



"سر یہ کچھ لفافے آئے ہیں P.O. Box کی معرفت آپ کہیں تو پڑھ کر سناؤں......؟"

"ہاں...... ہاں نور محمد خان...... ہم تو سوچ رہے تھے ابھی تک کوئی رسپانس نہیں آیا...... بسم اللہ کرو۔" شیخ موثر علی ایک دم پرجوش ہو گئے۔

"یہ ایک صاحب ہیں جاوید بھٹی صاحب...... دوسری شادی کے خواہش مند۔"

"لیکن ہم نے یہ تو نہیں لکھا تھا کہ دوسری شادی کے خواہش مند بھی رجوع کریں۔" شیخ صاحب نے تڑپ کر قطع کلامی کی۔

"ایک منٹ سر...... آپ سن لیں یہ کیا لکھتے ہیں۔" نور محمد خان نے درخواست کی۔

"ارے بھئی پھاڑ کر پھینکوا دے...... ہماری بچی کم عمر ہے...... ہم کیوں دوہاجو کے رشتہ پر غور کرنے لگے...... لاحول ولاقوۃ...... ان صاحب کی اتنی مجال کیسے ہوئی...... دوسرا لفافہ دیکھو۔"

نور محمد خان دوسرا لفافہ چاک کرنے لگے۔

"یہ ایک میڈیکل اسٹور کے مالک کے کوائف ہیں...... عمر بتا رہے ہیں تقریباً 38 سال۔"

"لازمی 45 سال کا ہو گا...... 38 سال تک غیر شادی شدہ ہے...... ضرور اس کے ساتھ کوئی پرابلم ہو گی...... ایک طرف پھینکو اسے بھی...... اگلا کھولو۔"

نور محمد خان نے گہری سانس لے کر ذرا ایک خوبصورت سا لفافہ کھولا...... کھولتے ہی دو تین تصویریں پھسل کر نیچے گریں...... نور محمد خان جھک کر تصویریں اٹھانے لگے۔

"فل تیاری ہے بھئی......" شیخ صاحب کسی خوش امیدی کے زیر اثر آ کر مسکرانے لگے۔

نور محمد خان نے تصاویر پر نظر دوڑائی...... چہرے کے تاثرات عجیب سے ہو گئے انہوں نے خاموشی سے تصویریں شیخ صاحب کی طرف بڑھا دیں۔

ایک صاحب اسکواش کورٹ میں ریکٹ تھامے مسکرا رہے تھے...... باڈی بلڈر ٹائپ کی شخصیت...... دہانہ چھوٹا...... دانت خوبصورت...... سولجر کٹ ہیئر اسٹائل...... دیکھنے میں تو بڑی زوردار شخصیت تھی...... شیخ صاحب قدرے متاثر نظر آئے نام کیا ہے موصوف کا ان کے کوائف پڑھیے۔''

نور محمد خان عینک درست کرتے ہوئے کوائف پڑھنے لگے۔

''نام جمشید خان...... تعلیم انٹر...... اتھلیٹ بھی ہیں...... اسکواش کھیلتے ہیں...... آبائی زمین ہے جو ذریعہ آمدنی ہے...... عمر تقریباً پینتیس (35) سال۔''

''لاحول ولا قوۃ...... یہ تو ایک نمبر کا نکما ہے...... تعلیم بھی کم...... باپ دادا کی محنت سے پیٹ پال رہا ہے...... یہ حال ہے اس ملک میں نوجوانوں کا...... زندگی کا مقصد لائف انجوائے کرنا بنا رکھا ہے...... کوئی احساس ذمہ داری نہیں ہے...... جوانی میں مفت کی روٹیاں توڑتے ہوئے شرم نہیں آتی...... اسی لئے دولت مند لڑکی سے شادی کے خواہش مند ہیں تاکہ عمر بھر لیٹ کر کھاتے رہیں...... ہاتھ پاؤں ہلانا نہ پڑیں۔'' شیخ صاحب اپنی چندیا سہلانے لگے...... ان کا بھی یہی حال تھا دولت بڑھتی گئی بال کم ہوتے گئے۔

''اوہ...... فوہ...... ہمارا خیال ہے نور محمد خان باقی لفافوں میں بھی یہی کچھ ہوگا...... مگر خیر دیکھ لیں۔'' شیخ صاحب کے چہرے پر مایوسی کے رنگ گہرے ہونے لگے۔

نور محمد خان بھی دل برداشتہ سے ہو کر لفافہ چاک کرنے لگے...... جیسے کوئی مجبوراً اپنا فرض نباہ رہا ہو۔

لفافہ کھلا...... ایک پیپر ٹائپ شدہ تھا...... جو غالباً C.V تھا۔

دوسرا اُس کے ساتھ خط کی صورت اٹیچڈ تھا...... نور محمد خان نے C.V پر نظر دوڑائی...... ''عبدالولی آفندی...... N.E.D یونیورسٹی میں سال دوئم کا طالب علم...... ولدیت...... عمر...... ان تعلیمی اداروں کے نام جہاں تعلیم حاصل کی تھی۔'' نور محمد خان نے مختصر بائیوڈیٹا بتا دیا۔

شیخ صاحب کے چہرے پر ایک دم تازگی دوڑ گئی...... زندگی جھلکنے لگی...... بڑے پرجوش انداز میں بولے۔

''اس لڑکے کو دیکھیں نور محمد خان...... N.E.D میں پڑھ رہا ہے...... عمر بھی کم ہے

قابل بچہ ہے جب ہی N.E.D تک پہنچا ہے...... اسے فوراً کونٹیکٹ کریں...... یہ زندگی میں کچھ نہ کچھ کر سکتا ہے...... ہمیں اس کا فوراً انٹرویو کرنا ہے...... سب سے پہلے تو یہی معلوم کرنا ہے کہ وہ واقعی جلدی یعنی دورانِ تعلیم شادی کیوں کرنا چاہتا ہے...... عموماً کیریئر والے بچے ٹارگٹ Archieve کرنے سے پہلے شادی کرنا پسند نہیں کرتے...... بہرحال وہ اُمیدوار ہے...... ہم پہلی فرصت میں اس سے ملنا چاہیں گے...... ویسے تو تیمی کے لئے ایک ڈاکٹر کا بھی پرپوزل آیا ہوا ہے مگر وہ بہت ذمہ داریوں میں پھنسا ہوا ہے...... جوائنٹ فیملی سسٹم ہے...... ہمارا اندازہ ہے تیمی اس طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکے گی...... ذمہ داریاں اُٹھانے کی تو اُسے عادت بھی نہیں ہے...... فون نمبر دیا ہے اس بچے نے......؟" شیخ صاحب نے پوچھا۔

"جی...... موبائل نمبر ہے۔" نور محمد نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... آپ یہ لفافہ اِدھر چھوڑ جائیں...... ہم اُس سے خود بات کرتے ہیں...... باقی یہ سب اُٹھا لیں آپ...... اور قیوم صاحب سے پتہ کریں اُنہوں نے بن رائز فارما کو لیگل نوٹس کا جواب بھجوا دیا یا نہیں۔"

"اوکے سر۔" نور محمد خان بکھیڑا سمیٹتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

♥♥♥

"کومل باجی کو دیکھنے جا رہے ہیں سب...... تم نہیں چل رہیں......؟" ہما نے حبا سے پوچھا جو ایک ڈائری کھولے جانے کیا لکھ رہی تھی۔

"پوری بارات جا رہی ہے حد ہو گئی...... دونوں دادیاں اور امی چلی جائیں گی...... اتنا رش دیکھ کر تو مریض بے چارہ ویسے ہی پریشان ہو جاتا ہے۔"

"بے چاری سب کے کام آتی ہیں...... سب اُن کی خیر خیریت پوچھیں گے تو اُن کو خوشی ہو گی۔" ہما نے ہمدردی سے کہا۔

"آپ لوگ جائیں...... کیا خبر وہ جلد اچھی ہو کر آپ لوگوں کے لئے کوئی اچھا سا رشتہ ڈھونڈنے نکل کھڑی ہوں۔" حبا نے مصروف ہوتے ہوئے بھی طنز کرنے کی مہلت نکالی۔

"تم نے تو اپنی طرح سمجھا ہوا ہے سب کو...... بس شادیوں، فنکشنوں میں جانے ہی کا شوق ہے۔" ہما بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

اسی لمحے حرا اندر داخل ہوئی۔

"آپ کہیں چل رہیں آپی سب لوگ جا رہے ہیں......؟" اس نے اطمینان و فرصت سے بیٹھی ہوئی حبا پر حیرت بھری نظر دوڑا کر پوچھا۔

"گول نانی بیمار ہیں ناں......؟"

"اب بھی جب اتنا وزن بڑھائیں گے لوگ تو بیماریاں تو لگیں گی...... دنیا میں سب سے زیادہ شادی کے کھانے گول نانی ہی نے کھائے ہوں گے...... مرغن غذائیں تو ویسے ہی روگ لگاتی ہیں۔"

"توبہ ہے آپی...... یہ تو گھمنڈ کی باتیں ہیں بیمار تو کوئی بھی ہو سکتا ہے۔" حرا نے بُرا مان کر کہا۔

حبا خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔

حرا چلی گئی تو طاہرہ بانو آ گئیں...... ایک نظر حبا پر دوسری اُس کی ڈائری پر ڈالی اور بولیں:...... "تم گھر پر ہو...... تمہارے ابو نو بجے تک آئیں گے اُنہیں کھانا گرم کر کے دے دینا...... اور چائے کا پوچھ لینا...... اور تم کر کیا رہی ہو...... ٹیسٹ ہو رہے ہیں......؟"

"بس ویسے ہی امی...... ٹھیک ہے آپ لوگ جائیں میں ابو کو کھانا دے دوں گی۔"

"بغیر نام پوچھے دروازہ مت کھولنا...... حالات ٹھیک نہیں ہیں۔" وہ جاتے جاتے تاکید کرتے ہوئے بولیں۔

"ساٹھ سال کا ہو گیا پاکستان...... مگر حالات ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئے...... یہ سب کو اس پر غور کرنا چاہیے۔" حبا کو اپنی پسندیدہ مصروفیات کے دوران ہر مداخلت کھل رہی تھی۔

"ہاں بس...... یہی کسر ہے...... تم سیاستدان بن جاؤ اور تو کوئی کام ڈھنگ سے کر نہیں سکتیں۔" وہ بھی بڑبڑاتی ہوئی باہر چلی گئیں۔

دس منٹ بعد آواز آئی...... "حبا دروازہ ٹھیک سے بند کر لو۔"

حبا ڈائری رکھ کر بڑے پُرسکون انداز میں اُٹھی اور باہر نکل کر گیٹ اندر سے بند کیا اور خالی گھر پر طائرانہ نظر دوڑاتی واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی...... جس گھر میں طرح طرح کی آوازیں گونجتی ہوں وہاں تو گہری خاموشی بہت نامانوس لگتی ہے...... حبا نے اُٹھ کر T.V آن کر دیا اور چینل بدل کر اپنے مطلب کا پروگرام تلاش کرنے لگی۔

اسی لمحے گیٹ پر دستک ہوئی...... اُس نے چونک کر کلاک کی طرف دیکھا...... کیا ابو

آج جلدی آ گئے...... ؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا اور گیٹ تک چلی آئی۔

"کون...... ؟"

"کونے میں نہیں بالکل سامنے کھڑے ہیں گیٹ کھول کر دیکھیں۔" دانیال کی شریر آواز سماعت سے ٹکرائی۔

دل خوشگوار انداز میں بڑے زور سے دھڑکا...... گویا دل کی مراد پوری ہوئی تھی...... اس نے کھٹاک سے پٹ وا کر دیا۔

جینز اور بلیک ٹی شرٹ میں خوشبوؤں میں بسا دانیال مسکرا رہا تھا۔

"راستہ دو بھئی...... بائیک اندر کھڑی کرنا ہے۔"

"کوئی بات نہیں کوئی لے گیا تو دوسری لے لیجیے گا...... بہت پیسہ ہے۔" وہ شوخی سے کہتی ہوئی ایک طرف ہٹ گئی۔

"باپ کا مال ہے...... مانگنے سے ملتا ہے محترمہ...... پیدل چلنے کا مشورہ دیں گے آسانی سے نئی بائیک نہیں دیں گے...... کہیں آپ ہمارے باپ کی خوشحالی کی وجہ سے تو ہم سے خوش نہیں رہتیں...... ؟" وہ دبی دبی آواز میں شرارت سے پوچھنے لگا پھر پلٹ کر بائیک اندر کی طرف دھکیلنے لگا...... حیا بہت حسین رنگوں میں گھری کھڑی تھی...... اُسے قسمت کی اس مہربانی کا یقین نہیں آرہا تھا۔

"ہم ایسے نہیں ہیں۔" وہ بڑے ناز سے کہتی ہوئی گیٹ بند کرنے لگی۔

"یہ بھی یاد رکھیے ہم بھی ایسے ویسے نہیں ہیں۔" دانیال نے گھر پر ایک تفصیلی نظر ڈالتے ہوئے اسی سابقہ انداز میں سرگوشی کی۔

حیا کے چہرے پر حیا کے رنگ بکھر گئے۔

"خیریت...... کیا شادی میں گئے ہیں سب لوگ...... اس طرح تو گھر خالی کر کے عموماً لوگ شادی ہی میں جاتے ہیں...... ؟" تنہائی کا احساس پاتے ہی دانیال کے لہجے کی دھن ہی بدل گئی تھی۔

"شادی میں تو نہیں گئے البتہ شادی کرانے والی بلکہ شادیاں کرانے والی گول نانی کی عیادت کرنے گئے ہوئے ہیں...... آپ کی امی...... یعنی ہماری پھوپھی جان یہ نیک فریضہ انجام دے کر اور پھل کا ثواب لا کر جا چکی ہیں۔" حیا نے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''ہاں کہاں جا رہی ہو..... کمرے میں اتنی اچھی ہوا لگ رہی ہے..... گرمیوں میں اوپر سے AC's کی بات ہی کیا ہے۔'' دانیال کے احساسات اس وقت بہت لطیف ہو رہے تھے..... وہ جیسے اپنے اختیار میں نہیں تھا۔

''آپ بیٹھیں میں T.V بند کر کے آتی ہوں۔''

دانیال ایک پلاسٹک کی کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

حیا واپس آ گئی۔

''تم کیوں نہیں گئیں.....؟ کیا فرشتے کوئی خاص پیغام دے گئے تھے.....؟'' وہ حیا کو گہری نظروں سے تولتے ہوئے بولا۔

''بس یونہی اپنا کچھ کام تھا اس وجہ سے موڈ نہیں بنا۔'' وہ نظریں چرا کر کہہ رہی تھی..... دانیال کی نظروں سے اُسے بہت حجاب سا آ رہا تھا۔

''آپ کیلئے چائے لاؤں یا شربت.....؟'' وہ اب خود کو سنبھال کر اخلاق برتنے لگی۔

''کچھ بھی نہیں پینا..... کچھ اور پی چکے..... بلکہ سب کچھ پی چکے طبیعت سیر ہے..... اور یہ بڑے راز کی بات ہے۔'' وہ ادائے دلبرانہ سے بول رہا تھا۔

آپ کی مخمور نگاہوں کی قسم

میری مے خواری ابھی تک راز ہے

''توبہ ہے دانیال بھائی..... آپ کو کچھ احساس کرنا چاہئے..... بُری بات ہوتی ہے..... آپ شاید کچھ غلط سمجھ رہے ہیں..... اگر آپ کی دونوں نانیوں کو آپ کی ان حرکتوں کی بھنک بھی پڑ گئی تو ایک قیامت برپا کر دیں گی۔'' حیا نے خوف و حیا کے بوجھ سے نجات حاصل کرنے کے لئے فوراً ہی پینترا بدلا تھا..... دانیال تو ایک دم ہونق سا ہو کر اس کی صورت تکنے لگا۔

''کیا مذاق ہے یار..... میں ہی سارے شہر میں تمہیں احمق نظر آ رہا تھا..... اتنے حسین جذبات کی تم نے کھڑے کھڑے اتنی بڑی توہین کر ڈالی..... بڑی ٹھلو بٹلرہ ہو تم..... دیکھو میرے ساتھ کوئی زگ زیگ گیم کھیلنے کی ضرورت نہیں..... میں فلرٹ نہیں ہوں ورنہ شہر بھرا پڑا ہے لڑکیوں سے۔'' دانیال کی نازک طبع پر حیا کا خلاف توقع ری ایکشن بہت شاق گزر رہا تھا۔

حیا اپنی انگلیوں سے کھیلتی کچھ سوچ رہی تھی..... اس نے بڑا دل کر کے یہ مظاہرہ کیا تھا ملال تو اُسے بھی تھا مگر وہ اس باؤلے پن میں اُسے کچھ سمجھ نہیں آئی تھی..... دانیال کا کھلا پن بڑا غیر متوقع تھا۔

دانیال نے ریسٹ واچ پر نظر ڈالی اور ایک دم گڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔

اوفوہ...... فائنل چل رہا تھا...... میں تو اس چکر میں یہاں آیا تھا کہ گھر پہنچتے پہنچتے میچ ختم ہو جائے گا...... اور سب کچھ بھول گیا...... اب وہ بڑی اجنبیت سے بات کر رہا تھا۔

حبا کا دل بیٹھنے لگا...... اُس نے کیا کر دیا...... اس مہکتے مسکراتے نوجوان نے تو اُس کی دنیا میں دور تک گلاب بکھیر دیئے تھے...... چاند سے باتیں کرنا سکھائی تھیں...... دھڑکنوں میں سرگم اُتار دیئے تھے...... دل کی دنیا باغ و بہار کر دی تھی...... یہ اُس نے کیا کر ڈالا۔

اسے مناؤں کہ اپنی انا کی بات سنوں
الجھ رہا ہے میرے فیصلوں کا ریشم پھر

اُسے ایک شعر برجستہ یاد آیا...... اُس نے نظریں اُٹھائیں دانیال T.V والے کمرے میں جا چکا تھا...... وہ چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر کچن میں چلی آئی اور چائے بنانے لگی...... بس یہی سوچا تھا...... کمرے سے میچ کا شور باہر آنے لگا۔

اُس نے چائے تیار کی...... کچھ نمکو وغیرہ ساتھ رکھی اور بجھے بجھے انداز میں کمرے میں چلی آئی...... لیکن کمرے میں قدم رکھتے ہی دل دھک سے رہ گیا...... اُس کی ڈائری دانیال کے ہاتھ میں تھی...... اس کے قدم من من بھر کے ہو گئے۔

دانیال نے نظریں اُٹھا کر بہت غور سے اُس کی شکل دیکھی...... اور ڈائری کی طرف اشارہ کر کے بولا...... ''یہ کیا ہے......؟''

حبا کی نظریں نہ اُٹھ سکیں۔

جس صفحہ پر اس نے لکھا تھا کہ ''جلدی دوپہر میں کسی کی آمد کے بعد اچانک پھوار کیوں پڑنے لگتی ہے۔''

نہ رستے میں ٹھہریں نہ اپنے گھر جائیں
یہ فیصلے کی گھڑی ہے چلو بکھر جائیں
میرا وجود بھی سچ ہے مگر ہمیں تجھ سے
وہ عشق ہے کہ تجھے سوچ کر ہی مر جائیں

اس قطعہ سے نیچے ایک شعر لکھا تھا۔

یہ میرے چاروں طرف کس لئے اُجالا ہے

تیرا خیال ہے یا دن نکلنے والا ہے

حبا کی ٹانگوں میں لرزش سی ہو رہی تھی...... بڑی عجیب سی چویشن تھی...... نہ جانے رفتن نہ پائے ماندن...... اس پر مستزاد کلی تنہائی...... اُس نے دیکھا دانیال نے اپنی جیب سے قلم کھینچا اور کچھ لکھنے لگا...... پھر کھٹاک پین بند کر کے دوبارہ جیب میں اٹکایا اور ڈائری ذرا زور سے ٹیبل پر رکھی...... ایک نظر حبا کی طرف دیکھا اور تیزی سے باہر نکل گیا...... حبا پتھری بنی اپنی جگہ کھڑی تھی...... گیٹ کھلنے سے بند ہونے کی آواز آئی پھر بائیک اسٹارٹ ہونے اور روانہ ہونے کی آواز آئی...... تب اُس نے گہری سانس لے کر ٹرے ٹیبل پر رکھی اور بڑے شوق و تجسس سے ڈائری اُٹھائی اور جلدی جلدی اوراق پلٹنے لگی۔

بڑی شکستہ سی تحریر میں لکھا تھا جیسے کوئی عموماً جلدی میں لکھی جاتی ہے۔

کوئی بھی پہل نہ کرنے کی ٹھان بیٹھا تھا

انا پرست تھے دونوں مفاہمت نہ ہوئی

وہ شخص اچھا لگا اُس سے صاف کہہ ڈالا

یہ دل کی بات تھی ہم سے منافقت نہ ہوئی

وہ دھب سے کرسی پر بیٹھ گئی...... ہونٹ کاٹتے ہوئے آنسو بہنے لگے جو نہ جانے کیوں بلاوجہ اُمڈ اُمڈ کر آرہے تھے...... نہ خوشی کی انتہا تھی نہ رنج...... پھر یہ آنسو...... وہ اُلجھ رہی تھی۔



دانیال اُوندھا لیٹا بڑی بے فکری کی نیند سو رہا تھا کہ اُس کے موبائل پر رنگ ہوئی...... گہری نیند ٹوٹی تو بڑی جھلاہٹ ہوئی...... اُس نے موبائل اُٹھا کر نیند بھری آواز میں کہا...... نمبر دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی...... "ہیلو۔"

"او یار...... کہاں ہو...... ابھی تک سو رہے ہو۔" دوسری طرف ولی آفندی تھا۔

وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا "کیا ہو گیا یار...... اتنا خوبصورت خواب دیکھ رہا تھا اُٹھا دیا نے کر تمہاری کیا بات ہے یار تم تو جاگتے میں بھی خواب دیکھتے ہو...... منہ دھو کر دیکھ لینا...... آپ کو کیا تکلیف ہوئی جو ہماری یاد آئی......؟" وہ جھلا کر پوچھ رہا تھا۔

"یار تکلیف سی تکلیف...... یو کے فون آگیا ہے...... وہ بھی ڈائریکٹ والد صاحب کا۔"

"والد صاحب ہیں آخر ڈائریکٹ ہی کرنا چاہیے...... یہ تو کوئی خاص بات نہیں...... یار

آئی ہوگی کرلیا ہوگا...... اینڈ ویٹس آل...... او کے۔''

''ار...... رے...... رے منو بھائی میرے والد صاحب کا نہیں اُس کے والد صاحب کا...... وہی ضرورت رشتہ والی۔''

''اوہ...... دانیال نے گہری سانس لی...... تو کیا ہوا آخر تم اپنی ویلیو چیک کرنا چاہ رہے تھے کرلو...... جا کر انٹرویو دو...... اللہ اللہ خیر صلا۔''

''تم ساتھ نہیں چلو گے...... یار ذرا مورال بلند ہو جاتا ہے کوئی Sincare دوست ساتھ ہوتو۔'' ولی بڑی اپنائیت سے کہہ رہا تھا۔

''یہ پیور تمہارا کیس ہے...... میرا اس میں کوئی رول نہیں...... اور ہاں لڑکی دیکھنے کے لئے ضرور اصرار کرنا...... ایسا نہ ہو اونچی دوکان پھیکے پکوان...... سن رہے ہو......؟''

''او یار...... میں نے کون سا شادی کرنا ہے...... جو میں اصرار کروں جو ہے جیسی بھی ہے اللہ اُسے مبارک کرے جس کے مقدر میں لکھی ہے۔''

''خیر ہے چلے جاؤ بات چیت تو کرو...... اگر واقعی کوئی کمال شے ہے تو میں تمہارے والد سے خود بات کر کے یہ سلسلہ آگے بڑھاؤں گا...... کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی تو کرنا ہی ہے ناں......؟ اور ہاں بلایا کب ہے......؟'' دانیال نے کسی دھیان سے چونک کر پوچھا۔

''آج...... شام چھ بجے چائے پر...... اپنے دولت کدے پر...... دارالانعام...... نام ہے رہائش گاہ کا...... کلفٹن بوٹ بیسن۔''

''واؤ'' دانیال نے سیٹی بجائی...... ''دارالانعام...... یار...... انعام بٹ رہے ہیں اُدھر تو یہ اچھا شگون ہے...... مگر یار ''انعام'' تو اُدھر ایک ہی ہے...... یعنی ایک انار اور سو بیمار والی مثال ہوئی...... لڑکی بوٹ بیسن جیسے علاقے میں رہتی ہے...... خوبصورت ہے...... مگر رشتہ نہیں مل رہا...... اشتہار لگانا پڑ رہا ہے...... جا کر پتہ تو کرو انسانیت کے ناتے آخر یہ ہمارا اخلاقی فرض ہے...... اللہ حافظ۔'' اُس نے فون آف نجانے کیا سوچ کر ہی آف کر دیا اور تکیے میں منہ گھسا کر دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔

آج کل یونیورسٹی کی تین چار دن کی چھٹیاں تھیں...... اسے نیندیں پوری کرنے کا موقع ملا ہوا تھا جو وہ کسی صورت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔

''صادق حسین چاروں کی چاروں شادی کی عمر کو پہنچ گئی ہیں اب اس طرف سوچو......
راتوں کو تاش کھیلنا...... مسائل سے آنکھیں چرانا کوئی عقل کی بات نہیں۔'' بڑی دادی یعنی کل بانو
اس وقت دیر سے آنے پر بیٹے سے اظہار ناراضگی کر رہی تھیں...... جو درحقیقت ان کے سوتیلے اور
ثریا بیگم کے سگے اور اکلوتے بیٹے تھے۔

''کیا کروں اماں کیا روڈوں سے رشتے اُٹھا کر لاؤں جو اُن کے نصیب میں ہوگا اُن
تک پہنچ جائے گا...... فکر تو ظاہر ہے مجھے بھی رہتی ہے آپ گول اماں سے بات کیوں نہیں
کرتیں......؟'' صادق حسین منہ ہاتھ دھونے والے واش بیسن کی طرف بڑھتے ہوئے جواب
دے رہے تھے۔

''گولو تو مہینوں سے بیمار چلی آرہی ہے...... اب تو بالکل ہی بستر سے لگ گئی ہو......
اس بے چاری کے بس کی بات نہیں رہی اب۔'' ثریا بیگم نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''اب دیکھیں ناں اماں...... خاندان میں تو سب کو پتہ ہے کہ اس گھر میں چار جوان
بیٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں...... میری اپنی بہنوں کے بھی لڑکے ہیں...... اب کیا ہم اُن کے دروازوں پر
جا کر بھیک میں رشتہ مانگیں...... ان سب کو کیا نظر نہیں آتا......؟'' اس مرتبہ صادق حسین ذرا تلخ
لہجے میں بولے۔

''بیٹا بات کڑوی ہے مگر حوصلے سے سنو...... بچوں کے رشتوں ناتوں میں ماں باپ کا
اخلاق اطوار نیک نامی شرافت بہت اہمیت رکھتی ہے...... صرف لڑکی خوبصورت ہونے کی وجہ سے
نہیں بیاہی جاتی اور نہ صرف دولت مند ہونے سے اچھا رشتہ ملتا ہے...... تم اپنے حال پر غور کرو......
پانچ بجے دفتر سے آکر باہر چلے جاتے ہو...... رات بارہ بجے پھر گھر کی صورت دیکھتے ہو...... بیوی
تمہاری سلائیاں کر کے اس گھر کا بھرم رکھے ہوئے ہے...... اس گھر میں سہولت ضرورت کی ہر شے
اسی کی محنت سے آئی ہے...... ٹیلی فون کے پیسے تک بھر کر آئی ہے کہ آج کل اس کے بغیر گزارہ
نہیں...... دو تین دن میں وہ بھی لگ جائے گا۔''

''لاحول ولا قوۃ...... ویسے ہی کھینچ تان کر گزارا ہوتا ہے اب یہ ہاتھی بھی باندھا جارہا
ہے...... ٹیلی فون تو لگ جائے گا اس کا بل بھی تو ہر مہینے بھرنا ہوگا...... تالا بھی لگا کر رکھیں گے تو لائن
رینٹ ٹیکس وغیرہ تو بھرنا ہی ہوں گے۔'' صادق حسین تو برہم ہونے لگے۔

''ہاں تو ہونا ہے وہ انکھوا کر دوں...... کے گھر میں ٹیلی فون لگا ہے وہ بل دیکھ دیکھ کر ...

زندگی کو سہولت سے گزارنے کے لیے زیادہ محنت کرتے ہیں۔" ثریا بیگم نے چڑ کر کہا۔

"یہ کون سا طریقہ ہے کہ شام سے پہلے آ کر گھر بیٹھ جاؤ اور جگہ ہاتھ پاؤں کیوں نہ مارتے دنیا کے مرد دن رات محنت کرتے ہیں...... تم تو پانچ بجے سے چھٹی منانا شروع کر دیتے ہو...... بیوی تمہاری دن رات سلائیوں میں جتی ہوتی ہے...... بچیاں جوان ہو گئی ہیں اب تو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرو۔" گل بانو خفگی سے کہہ رہی تھیں۔

"اس عمر میں بھی ہم تمہارے در پر بیٹھ کر مفت کی نہیں کھا رہے...... بہو کا سلائی میں ہاتھ بٹاتے ہیں...... تا کہ چار کپڑوں کی بجائے روز آٹھ دس کپڑوں کی اجرت گھر میں آئے...... اللہ کا بڑا احسان ہے چار سو روپے روز کی سلائی کرتے ہیں...... سات ہزار تم ہاتھ پر دھرتے ہو تب ہی یہ گھر چل رہا ہے اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آتی...... مگر بھی تمہاری طرف دیکھنے کے بعد کوئی اس گھر کی چمک سے متاثر نہیں ہوتا...... دنیا زمانہ اس گھر میں آ کر چلا جاتا ہے مگر کسی کی تم سے ملاقات نہیں ہوتی...... یوں جیسے کوئی گنہگار دنیا سے منہ چھپاتا پھر رہا ہو...... بچیاں تو رحمت ہوتی ہیں تمہیں کاہے کی شرمندگی ہے......؟" ثریا بیگم نے ایک سانس میں بے بھاؤ کی سنائیں۔

"دل تو نہیں چاہتا ہے اماں رات کو بھی گھر نہ آیا کرو۔" صادق حسین اب ناراض ہونے لگے۔

"یہ طاہرہ کہاں ہے رات ایک بجے بھی کھانا نہیں ملے گا......؟"

"سو گئی ہے وہ...... شادی کے گھر کا کام آیا ہوا ہے...... بہت سلائی ہے تھک جاتی ہے...... سویرے اٹھنا ہوتا ہے اسے۔" ثریا بیگم بڑبڑاتی ہوئی کچن کی طرف بڑھیں۔



"نور محمد خان...... لڑکے کو اشارے میں بھی بتانے کی کوشش نہ کرنا کہ لڑکی گرین کارڈ ہولڈر ہے...... نوجوان آج کل اسی چکر میں رہتے ہیں کہ کوئی آسان راستہ ملے اور وہ ڈالر کمانے جائیں اپنا خواب پورا کرنے کے لیے غلط بیانی سے بھی کام لے سکتے ہیں اور ہمارے پاس واقعی برباد کرنے کے لیے فضول وقت نہیں۔" شیخ صاحب اس وقت ڈرائنگ روم میں بیٹھے امیدوار کی متوقع آمد کے منتظر تھے اور اسی سے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔

نور محمد خان نے آستین اوپر کر کے ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی اور [illegible] کی طرف

متوجہ ہوئے...... "ایک عرض ہے سر کہ خلوص ہمیشہ نصیب سے ملتا ہے پٹھان مین سے نہیں......
بہر حال آپ کی تاکید میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔"

"نور محمد خان...... آپ یقین کریں واقعی ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ بیٹی کو اپنے گھر کا کرنا اتنا مشکل کام ہے اور جب سے ہمارا بائی پاس ہوا ہے ہم ذرا سی بات کو بہت اہمیت دینے لگے ہیں...... موت کا گھر جھانک کر آگئے ہیں ناں نور محمد خان...... آپ مائنڈ نہ کیا کریں...... ہم تو بے زار ہو گئے ہیں...... دولت کی کثرت...... اور تنہائی...... کیا زندگی ہے یہ...... فواد ہر سال چکر لگا سکتا ہے مگر نہیں آتا...... ہم سے کہتا ہے کہ آپ آجایا کریں وہاں کیا رکھا ہے...... نادان لڑکا...... اسی سرزمین نے تو تمہیں اس زمین پر پہنچایا ہے...... بہت بے حس و خود غرض ہے آج کی نسل...... کسی کا احسان نہیں مانتی۔" وہ بہت دل شکستہ لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"آپ ٹھیک فرما رہے ہیں سر...... مگر ہدایت تو اللہ ہی دیتا ہے...... ہم دعا ہی کر سکتے ہیں۔" اسی لمحے ملازم نے اندر آکر اطلاع دی۔

"سر کوئی عبدالولی آفندی صاحب آئے ہیں بولتے ہیں آپ کے ساتھ میٹنگ ہے......؟"

شیخ صاحب ایک دم پُر جوش ہو گئے...... "ہاں بھئی...... بھیجو بھیجو۔"

"Punctual بچہ ہے...... ٹائم پر پہنچ گیا ہے۔" وہ ذرا سیٹ ہو کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے...... جو کہ عموماً اضطراری کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔

ملازم واپس چلا جاتا ہے...... نور محمد خان بھی فل الرٹ ہو جاتے ہیں۔

چند منٹ گزرتے ہیں اور ڈرائنگ روم میں ایک خوبرو جوان داخل ہوتا ہے...... پورا قد، چھریرا بدن انداز میں شائستگی و وقار۔

شیخ مؤثر علی اور نور محمد خان دونوں پر اس نے پہلا خاموش تاثر ہی بہت خوشگوار ڈالا تھا...... اُس نے بڑے اعتماد سے ہاتھ کے استعمال کے ساتھ بڑا اسمارٹ سا سوبر اسٹائل سلام کیا تھا۔

شیخ صاحب جو اُس کی طرف بڑی محویت سے دیکھ رہے تھے اس کے انداز سلام نے جیسے اُن کا دل موہ لیا...... انہوں نے کمال محبت سے اُسے بیٹھنے کا اشارہ دیا۔

ولی آفندی بھی کمال کی ایکٹنگ کر رہا تھا...... شکل تو اللہ نے اچھی دی ہی تھی اس پر سے

معصومیت کا عکس اُسے قدرتاً رعایت مل رہی تھی۔

"بیٹے...... دیکھیں ہم آپ کا زیادہ وقت نہیں لیں گے سب سے اہم سوال جو ہمارے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ آپ دورانِ تعلیم ہی شادی کا سوچنے لگے...... بہرحال شادی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے...... اخراجات قدرتاً بڑھ جاتے ہیں...... شرعاً بیوی کا Maintainanee ڈیو ہوتا ہے...... بچے ہو جائیں تو ذمہ داریاں واخراجات اور بڑھ جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔" اب شیخ صاحب نے بڑی سنجیدگی گی لپٹی کے بغیر صاف بات کی...... اور بڑی گہری نظروں سے ولی کی طرف دیکھنے لگے جیسے کچھ گرفت میں لینے کے لئے الرٹ ہوں۔

"سر...... ایکچوئلی میرا تعلق ایجنسی (Agency) سے ہے۔"

"ہیں......؟!!! شیخ صاحب کا متاثرہ دل بڑے زور سے اُچھلا۔

"ایجنسی...... کس ایجنسی سے...... ایف آئی اے...... یا افغان...... وہ۔"

"سر...... آئی مین میرا تعلق علاقہ غیر یعنی آزاد علاقے سے ہے...... ہمارے ہاں ذریعہ روزگار ہماری پراپرٹی...... زرعی زمین و باغات ہوتے ہیں...... تعلیم کو روزگار حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھا جاتا...... سرے سے اس طرح کا Concept ہی نہیں ہے...... ہم لوگ تو تعلیم کی طرف اس لئے آئے ہیں کہ اس سائنٹفک دور میں کسی بھی جگہ ان فٹ فیل نہ ہوں...... دولت تو ہمارے پاس بہت ہوتی ہے...... ہم لوگ سوچتے ہیں جب ہم لوگ ایک اسٹرونگ پاور آف پرچیز (Power of Purchase) رکھتے ہیں تو سوسائٹی میں کسی سے کم کیوں نظر آئیں...... ایکچوئلی ہم سرداروں میں سے ہیں۔"

"او......" شیخ صاحب سے زیادہ بلکہ بہت زیادہ تو نور محمد صاحب ولی آفندی سے مرعوب نظر آ رہے تھے۔"

اسی لمحے ملازم کولڈ ڈرنک لئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا...... نور محمد خان بڑی پھرتی سے سرو کرنے لگے۔

شیخ صاحب بہت غور وفکر کے انداز میں تصویر سے بنے بیٹھے تھے۔

نور محمد صاحب نے انہیں گلاس پیش کیا تو انہوں نے معذرت کر لی کہ اس وقت ہوا نہیں...... ان کی پیشانی پر پڑی گہری لکیریں ان کی گہری سوچ کا پتہ دے رہی تھیں جیسے کچھ انہیں بلکہ بہت ہی خاص سوچ رہے ہیں...... پھر ایک دم سر اٹھا کر بہت غور سے ولی کی طرف دیکھ کر

بولے...... ''تو آپ لوگوں کے ہاں تو باہر شادی کو ناپسند کیا جاتا ہے...... کیا آپ اپنے بڑوں اپنے قبیلے والوں سے چھپ کر شادی کرنا چاہتے ہیں......؟''

انتہائی غیر متوقع سوال تھا ولی ایک لمحے کو تو واقعی چکرا کر رہ گیا...... پھر کمال ذہانت سے خود کو کنٹرول کیا اور بڑے اعتماد سے مسکرا کر جواب دیا۔

''سر...... آپ جیسے معزز شخص سے کوئی اس طرح کا مذاق کر سکتا ہے......؟ شادی کے سلسلے میں مجھے اپنے خاندان کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا خطرہ نہیں...... ہمارے ہاں بھی جدید دور کے تقاضوں کو اپنا لیا گیا ہے...... اب پہلے والی رسم و روایات نہیں ہیں...... پھر میں تعلیم حاصل کر رہا ہوں مجھے پریشرائز اس لئے بھی نہیں کیا جا سکتا کہ میں اب خاندانی دولت کا محتاج نہیں ہوں اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی اہلیت رکھتا ہوں۔'' ولی نے بڑے اعتماد و سکون سے جواب دیا۔

''ہوں۔'' شیخ صاحب کو اس کے الفاظ سے زیادہ اُس کا اعتماد متاثر کر رہا تھا۔

''فرض کریں آپ باہر شادی کرنے میں یا رشتہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو کیا آپ کے خاندان والے شادی میں شرکت کریں گے یا اُنہوں نے آپ کو آزاد چھوڑ دیا ہے کہ جو مرضی ہو کرتے پھریں۔'' اُنہوں نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''آف کورس...... وہ شادی میں شرکت ضرور کریں گے اس لئے کہ میرا اُن کے ساتھ کوئی جھگڑا تو نہیں ہے۔'' اُس نے سابقہ انداز میں جواب دیا۔

''اچھی بات...... بلکہ بہت ہی اچھی بات ہے...... ہمیں یہ سن کر خوشی ہوئی اب اگر بات آگے بڑھتی ہے تو ہم چاہیں گے اگلی مرتبہ آپ کے والدین ہم سے بات کریں۔'' شیخ صاحب نے حتمی بات کر کے قصہ کوتاہ کیا۔

''جی سر...... ایسا ہی ہونا چاہئے...... کیونکہ میں اب شہری زندگی کا عادی ہو گیا ہوں اور قبائلی زندگی گزارنا نہیں چاہتا اس لئے میرے والدین ضرور میری خواہش کا پاس کریں گے اور میری خوشی کا خیال کریں گے۔'' ولی نے بڑی سعادت مندی سے سر جھکا کر جواب دیا۔

''اچھی بات تو پھر آپ اپنے والدین کو ہمارے پاس بھیجیں رشتہ ہونا یا نہ ہونا یہ تو مقدر کی بات ہے لیکن آپ کے والدین سے بات چیت ہونا ضروری ہے۔'' شیخ صاحب نے صاف گوئی سے کہا۔

"جی بہتر...... اب مجھے اجازت؟"

"ارے اس طرح سے نہیں...... ابھی آپ چائے وغیرہ تو پئیں ہمارے ساتھ۔" شیخ صاحب اخلاقیات نبھانے لگے۔

"اوہ...... تھینکس سر...... آئندہ سہی...... اس وقت تو بس آپ مجھے اجازت دیں۔" وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا...... "وہ مجھے چند ضروری کام نمٹانا ہیں۔"

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... ہم نے اپنی بچی سے متعلق آپ سے کوئی بات نہیں کی وہ آپ کے والدین کی موجودگی میں ہوگی۔" شیخ صاحب اور نور محمد خان بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ولی اُن سے مصافحہ کر کے یوں باہر کی طرف دوڑا گویا اُسے پیچھے سے پکڑے جانے کا خطرہ ہو اور وہ جان بچا کر بھاگ رہا ہو۔



"چاروں کی چار پورے قدوں سے تیار...... مگر کوئی ڈھنگ کا رشتہ ہی نہیں آتا...... صورت شکل سے بُری نہیں...... اَن پڑھ جاہل نہیں پتہ نہیں لوگ کیا سوچے بیٹھے ہیں۔"

"لوگوں کی بات چھوڑیں اماں...... جب اپنوں ہی کو نظر نہیں آرہیں۔" طاہرہ بیگم ایک پشواز کی چُنیں سنبھالتے ہوئے تلخ لہجے میں بولیں۔

"اپنوں میں بھی لڑکے کہاں جدھر نظر اُٹھاؤ بَر کے انتظار میں بیٹھی نظر آرہی ہیں...... ایک صادقہ کا بیٹا ہے وہ بھی ابھی پڑھ رہا ہے...... پڑھائی پوری ہوگی پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگا تب جا کر اُس کی شادی بیاہ کا سوچا جائے گا...... اِدھر بھی دو بچیاں جوان ہیں پہلے اُن کا سوچنا ہو گا۔" ثریا بیگم نے جلدی سے کہا مبادا بڑی دادی کا کوئی جملہ طاہرہ کا موڈ مزید خراب کر دے پھر سنانے پر اُن کی بیٹی اور نواسہ تھا۔

"ارے تم بیچ میں پڑو تو کچھ نہ کچھ ہو سکتا ہے...... رشتہ تو طے کر سکتی ہے...... شادی دانیال کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد ہو جائے گی...... مگر بھئی وہ بڑے لوگ ہیں اکلوتے بیٹے کے لئے ایسا گھر دیکھیں گے جو اُن کی دولت میں اضافہ کرے...... اِدھر انہیں کیا ملے گا۔" بڑی دادی یعنی گل بانو بھلا گرہ لگائے بغیر رہ سکتی تھیں۔

"یہ تو خیر صادقہ نے کبھی نہیں کہا...... اور نہ ہی کسی کے سوچنے سے رشتے ناطے ہوتے ہیں جو جس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے آ کے مل کر رہتا ہے جو مقدر ہی میں نہ ہو وہ کیوں ملے گا۔" ثریا

بیگم نے اپنی پوری کوشش کی کہ ناگواری کم سے کم ظاہر ہو۔

''ہم کنوارے تھے عمر بھی تیس برس کی مگر نصیب میں دوہاجو لکھا تھا...... رشتے بھی اچھے بھلے تھے مگر ہمارے ابا اُن کی شرافت پر مر مٹے۔''

''شرافت نہیں دولت پر بھی فدا ہو گئے ہوں گے۔'' گل بانو دادی جل کر بولیں۔

''ہم بھی اپنے گھر میں اچھا کھاتے پہنتے تھے...... ہمارے باپ کو تو یہی بتایا گیا کہ بیوی سے بنتی نہیں ہے...... ماں باپ کی کی ہوئی ہے نباہنا پڑ رہی ہے...... عمر میں تین برس بڑی بیوی سے نہ دل مل رہا ہے نہ ذہن...... آگے عمر پڑی ہے کیسے گزرے گی......؟'' ثریا بیگم بھی آخرکار پھٹ پڑیں کیونکہ اب اُن کی بیٹی کے خلاف بھی فضا تیار کی جا رہی تھی جو اُن کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

''میں کیوں اُن سے عمر میں تین برس ہونے لگی...... جب مرد نے دوسری شادی کرنے کی ٹھان لی ہو تو یونہی کہانیاں سنا کر اپنا کام بنانے کی کوشش کرتا ہے...... تمہارے ابا نے چھان بین بھی کرنے کی کوشش نہیں کی اور کنواری بچی شادی شدہ سے راتوں رات بیاہ دی۔'' گل بانو نے اب انتہائی غیض وغضب کا مظاہرہ کیا تھا۔

''ارے اماں چھوڑیں بھی آپ لوگ بات کوئی ہو آپ لوگ گڑے مردے اُکھاڑنے بیٹھ جاتی ہیں جو ہونا تھا وہ ہو چکا...... اب جو کرنے کو آگے دھرا ہے اُس کا سوچیں۔'' طاہرہ بیگم کی بات تو گم ہی ہو گئی تھی اور جو اُن کا مقصد تھا کہ حیلے بہانے سے اپنی تمنا چھوٹی دادی پر ظاہر کریں کہ وہی اپنی بیٹی سے کھل کر بات کر سکتی تھیں دونوں کی بحث وتکرار میں وہ مقصد ہی فوت ہو گیا تھا۔

''بلاوجہ کی تہمت کسی سے برداشت نہیں ہوتی...... ان سی اتنی بات کرنے کی نوبت ہی کیوں آئی...... اُنہیں خود ہی احساس ہونا چاہئے کہ گھر میں چار پہاڑ دھرے ہیں...... بیٹی سے بولیں کہ بھائی کا بوجھ بٹائے۔'' گل بانو دادی اسی طرح چیخ کر بولیں۔

''بیاہی اولاد پر کوئی زور نہیں ہوتا...... بیٹی کا شوہر بھی ہے اس کی بھی کوئی بات ہو گی ہم اپنے طور پر آپ ہی تیل کی آپ ہی گھی کی کر کے بیٹھ جائیں۔'' ثریا بیگم نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''ماں کے گھر سے خیر النساء نام لائی تھیں میاں نے مارے لاڈ کے ثریا رکھ دیا اور یہ خود کو عرش کا تارا سمجھنے لگیں...... ہٹاؤ دلہن اس قصے کو...... ان سے کون جیتا...... اللہ رکھے ایک بیٹا پیدا

کیا ہے...... دنیا کو احسان ماننا چاہیے۔"
طاہرہ بیگم چپ چاپ قینچی چلا رہی تھیں...... ثریا بیگم بڑبڑاتی ہوئی کچن میں چلی گئیں۔



"یار معاملہ بڑا سیریس ہو گیا ہے...... ماں باپ تک نوبت آ گئی۔" ولی آفندی الیکٹرک کیتلی کا پلگ لگاتے ہوئے بڑی فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔

"تو تمہیں اتنا سیریس ہونے کی کیا ضرورت ہے......؟ کہہ دو کہ پیرنٹس راضی نہیں ہو رہے بات ختم...... یار جب جوک کیا ہے تو جوک کی طرح اینڈ کرو اس ڈرامے کا۔" دانیال نے تازہ اخبار الٹ پلٹ کرتے ہوئے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"یار بڑی معتبر سی شخصیت ہیں شیخ صاحب...... بڑا گلٹی سا فیل ہو رہا ہے۔" ولی نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو شادی کر لو...... بلا لو...... بابا اور اماں کو...... ویسے بھی کیریئر تمہاری مجبوری یا ضرورت تو ہے نہیں۔" دانیال نے اسی طرح بے نیازی سے جواب دیا۔

"شادی کر لوں...... دماغ خراب ہے میرا...... لڑکی تو دیکھی نہیں...... کیا معلوم آنکھوں میں فرق ہو...... کیا معلوم کسی اور سے چکر چل رہا ہو...... اتنی ماڈ سوسائٹی میں رہ رہی ہے۔ ہاتھوں میں دستانے پاؤں میں موزے اور چہرے پر نقاب تو نہیں پہنتی ہو گی۔" ولی جھلایا۔

"پھر میں کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی...... آخر آپ میرے منہ سے کیا سننا چاہتے ہیں......؟" دانیال چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔

"بس یار کل تم میرے ساتھ چلنا دونوں مل کر شیخ صاحب سے سوری کر لیتے ہیں...... کم از کم گلٹی فیل تو نہیں ہو گا۔" ولی نے اب ذرا نارمل اور پُرسکون انداز میں بات کی۔

"دونوں مل کر کیوں......؟ میں کیا کیا ہے بھئی......؟" دانیال کو غصہ آ گیا۔

"دونوں کی باہمی مشاورت سے ہی یہ ڈرامہ شروع ہوا تھا اگر میں کچھ کرنے جا رہا تھا تو تم نے مجھے روکا کیوں نہیں...... تمہارا اخلاقی فرض بنتا تھا...... لہٰذا اب تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا...... ختم بات۔"

"یار خوامخواہ گلے پڑ رہے ہو...... سیدھے سیدھے فون پر کہہ دو کہ سوری میرے والدین مجھ سے پوچھے بغیر میری کزن سے رشتہ طے کر بیٹھے ہیں اور کیونکہ خاندان کی بات ہے اس

لیے میں اُن سے ضد نہیں کر سکتا...... تم نے کون سالڑکی سے کمٹ منٹ کی ہے جو وعدہ خلافی کا چارج لگنے کا ڈر ہو...... کوئی نہیں ماردیں گے تمہیں۔" دانیال نے بُری طرح جھلا کر جواب دیا۔

ولی اب ذرا پُرسکون ہو گیا۔

"کہتے تو تم ٹھیک ہو...... بے چارے کیا کر سکتے ہیں خاموش ہو کر کسی اور پروپوزل کی طرف متوجہ ہو جائیں گے...... ویسے بھی لڑکی تو دکھائی نہیں کوئی اٹریکشن تو ہے نہیں...... چھوڑو یار میں خود سے کیوں فون کروں...... فون کیا تو جواب دے دوں گا...... وہ خاموش رہے تو ہم بھی خاموش ہو جائیں گے...... چلو...... اب تم ایزی ہو کر چائے پیو۔" اس بحث کے دوران چائے تیار ہو چکی تھی اور یوں بھی چائے تیار ہونے میں وقت ہی کیا لگتا تھا...... بوائل پانی میں ٹی بیگ ڈالا ایک چمچ شوگر ایک چمچ ایوری ڈے...... چائے تیار۔

"میں تو یہ سوچ کر گیا تھا کہ انٹرویو کے دوران کوئی حسین مہ جبیں ویل ڈریسڈ خوشبو سے مہکتی اندر آئے گی اور شیخ صاحب تعارف کروائیں گے کہ یہ میری بیٹی ہے...... دو بوڑھوں سے مل کر سارا مزہ ہی کرکرا ہو گیا۔" ولی نے سپ لیتے ہوئے کوفت بھرے انداز میں کہا۔

"اسی طرح ہوتا ہے...... یہ اخباری اشتہار یونہی خوار کراتے ہیں...... لڑکی دکھا دیتے تو شاید اس پر دل ہی آ جاتا...... اگر وہ اشتہار والی خوبیوں کی مالک ہے۔" دانیال نے مسکرا کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"اس دل کا کیا اعتبار یہ تو روز ہی کسی پر آ جاتا ہے...... دیکھتے ہیں ٹھہرتا کہاں ہے۔" ولی نے اپنی بات کے اختتام پر بھرپور قہقہہ لگایا۔

"او دل پھینک انسان...... اگر کسی انتہا پسند کے ہتھے چڑھ گیا تو ڈارک گلاسز بھی لگانے نہیں دے گی تیز دھوپ میں کہ گلاسز سے ضرور فلاں فلاں کو دیکھ رہے ہوں گے...... ہلکی آواز میں کسی سے فون پر بات کی تو ہنگامہ کر دے گی کہ اتنی رازداری سے کسی کلموہی سے بات کر رہے تھے۔"

"اتنا مت ڈراؤ یار کہ میرے حصے کی کنواری بیٹھی رہ جانے میں ڈر کے مارے شادی ہی نہ کروں۔" ولی نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرنے کی کوشش کی۔

دونوں بے فکروں کی ہنسی سے اپارٹمنٹ کا سناٹا ٹوٹ رہا تھا۔

❤❤❤

ہما ایک کرتے کی ترپائی میں بری طرح منہمک تھی...... حبا دھلے ہوئے کپڑے تہہ کر ایک طرف رکھتی جاتی تھی...... بڑی خاموش سی فضا تھی...... اچانک حبا نے ٹیپ ریکارڈر پر کیسٹ لگادی اور دوبارہ کپڑے تہہ کرنے لگی...... لتا کی پرسوز آواز اور دل نشین آواز نے کمرے کا سکوت توڑ دیا۔

جل کے دل خاک ہوا آنکھ سے رویا نہ گیا......!

ہما نے بڑی تولتی ہوئی نظروں سے حبا کا چہرہ دیکھا۔

”خیر تو ہے دو تین روز سے مسلسل بڑے غمگین گیت سن رہی ہو۔“ اُس نے کھوج بھرتے ہوئے بڑے معنی خیز انداز میں سوال کیا تھا۔

”اللہ کا کرم ہے خیر ہی ہے...... کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غمگین گیت سننا اچھا لگتا ہے اس کی وجہ صرف اپنا موڈ ہی نہیں ہوتا...... اچھی آواز، اچھی شاعری، اچھی دھن...... سننا اچھا لگتا ہے...... آپ کا بس چلے تو سوچ پر بھی پہرے بٹھا دیں...... بڑی دادی پر گئی ہیں آپ۔“ حبا فوراً چڑ کر بولی تھی اور اپنی ایک بہت مضبوط تخیلاتی دنیا سے باہر آنے پر جھلا رہی تھی۔

”بڑی دادی تمہاری بھی دادی ہیں...... ذرا تمیز سیکھو...... وہ بے چاری کسی کو کیا کہتی ہیں...... ایک دکھی عورت جس کا آنگن تقسیم ہو گیا تھا...... کبھی کبھی اپنے دل کا غبار نکال دیتی ہیں اور کیا کہتی ہیں کسی کو۔“

”اس میں دکھ والی کیا بات ہوئی...... مردوں کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے...... اگر یہ غلط بات ہوتی تو اجازت کیوں ملتی...... بھئی اب اگر خود ہی اس تبدیلی کو دکھ کا نام دے دے تو اس کی مرضی...... مل جل کر بھی خوشی خوشی بھی تو رہا جا سکتا ہے۔“ حبا نے اپنے لاپرواہ و بے دھڑک انداز میں بات کی۔

ہما کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا...... پھر ایک دم اپنے ہی کسی دھیان سے چونک کر بولی...... ”توبہ کرو حبا...... توبہ...... کتنا سخت امتحان ہوتا ہے یہ عورت کا...... سوسائٹی تو یہی سمجھتی ہے ناں کہ پہلی بیوی میں ہی ضرور کوئی ایسی خامی ہوگی کہ مرد کو دوسری عورت سے شادی کرنا پڑی...... بے چاری پہلی والی تو عمر بھر کے لئے شرمندہ ہو جاتی ہے...... سارا زور ٹوٹ جاتا ہے۔“ ہما نے بڑی بزرگانہ سنجیدگی سے کہا۔

”یہ تو انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے فارمولے ہیں...... اپنی اپنی سوچ کی بات

ہے..... اگر شوہر اپنی تمام بیویوں کو ایک سی توجہ دے تو ہر چیز برابر دے..... تو کسی کے دل میں بھی بدمزگی پیدا نہیں ہو سکتی..... ایک ذمہ دار منصف مزاج بندہ بہت اچھی طرح اپنی تمام بیویوں کو لے کر چل سکتا ہے بلکہ دوسروں کی نسبت زیادہ بھرپور لائف گزار سکتا ہے مگر عورت خود ہی اپنی شر پسندانہ حرکتوں سے ماحول خراب کرتی ہے۔"

ہما ہکا بکا حبا کی صورت دیکھ رہی تھی۔

"حبا مائی گاڈ..... اتنی خوفناک باتیں نہ کرو..... تمہیں اندازہ ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو.......؟" وہ پلکیں جھپکائے بغیر حبا کو دیکھ رہی تھی۔

"فرض کرو..... خدانخواستہ اگر تمہاری شادی اس شخص سے ہو جاتی ہے جو پہلے سے شادی شدہ ہو تو تمہاری فیلنگ کیا ہوں گی یہ جانتے ہوئے کہ اس کے گھر میں پہلے سے عورت موجود ہے۔" ہما نے گہری نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بڑا مشکل سوال کر ڈالا تھا۔

حبا نے کپڑا تہہ کرتے ہوئے چند لمحوں کے لئے کچھ سوچا پھر کپڑا موڑتے ہوئے بولی۔

"یہ تو سچوئیشن پر ڈیپنڈ کرتا ہے کہ ایک شخص دوسری شادی کرنے کی کیا وجہ بیان کر رہا ہے اور اس کی پہلی بیوی اُسے اجازت کیوں دے رہی ہے.......؟ اگر کوئی دولت مند ہے اُسے ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا شوق ہے اور وہ افورڈ بھی کر سکتا ہے مثلاً..... ہر بیوی کو کار کوٹھی دے رہا ہے برابر میں ٹائم بھی دے رہا ہے..... خاص موقعوں پر سب یعنی ایک دو جتنی بھی ہیں ساتھ ہوتی ہیں کسی کے جھگڑے میں آ کر کسی بیوی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا تو میں سمجھتی ہوں کہ کوئی حرج نہیں۔"

"بالکل احمق ہو تم..... عقل سے چوپٹ..... پتہ نہیں کس تصوراتی دنیا میں بیٹھی ہوتی ہو اور کبھی اس دنیا میں آنکھیں کھول کر جیو۔" ہما تو جیسے اس کی عقل پر حیران ہو کر ماتم کرنے لگی۔

"ہیں..... اس میں بے عقلی والی کیا بات ہوئی اس میں کیا ایسا ہوتا نہیں..... خواہ کسی کو پسند ہو یا نہ ہو..... ایسا ہوتا تو ہے۔" حبا نے ناگواری و الجھن کے ساتھ جواب دیتے ہوئے ہما کی طرف دیکھا جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کوئی مذاق بات ہے کہ آپ کے سامنے کوئی عورت آپ ہی کی طرح آپ کے شوہر سے لگاوٹ و محبت سے بات کر رہی ہو اپنائیت کے مظاہرے کر رہی ہو..... کسی عورت سے یہ سب کچھ برداشت ہو سکتا ہے.......؟ ذرا غور کرو۔"

"یہ بات تو خیر غلط ہے یہ باتیں تو پرائیوسی کی ہوتی ہیں...... شوہر کی پہلی دوسری تیسری بیوی ہو یا کوئی اور ایکس وائی زیڈ...... کسی کے سامنے تو عورت کو فلمی ہیروئن نہیں بننا چاہیے ویسے بھی بڑا ہی غیر اخلاقی رویہ ہے میاں بیوی کے پرائیویسی کے معاملات پبلک کے سامنے لانا ہوں۔" حبا نے بڑے ٹھہرے ہوئے نارمل انداز میں جواب دیا۔

"لیکن اس طرح کوئی نہیں سوچتا...... عورت اپنی دلی تمنا کے ساتھ ایسا نہیں کرتی وہ دوسری عورت کو جلانے چڑانے کے لئے ایسا کرتی ہے۔" ہما نے کوفت بھرے انداز میں جواب دیا۔

"ہاں تو پھر ایسے احمق شخص کے ساتھ تو کسی بھی عورت کو شادی نہیں کرنا چاہیے جو عورت کو کنٹرول نہ کرسکتا ہو...... اس کی اخلاقی حالت درست نہ کرسکتا ہو...... ایک عورت اس کے سامنے دوسری عورت کو خوامخواہ جلانے چڑانے والی حرکتیں کررہی ہو اور وہ خاموش بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہو حق بات منہ سے کہنے کی جرأت نہ رکھتا ہو تو ایسے کمزور کردار شخص کی تو ایک شادی بھی نہیں ہونی چاہیے۔" حبا نے دوٹوک فیصلہ سنادیا۔

"ہاں یہ دنیا تمہارے بنائے ہوئے اصول وقوانین پر ہی تو چلنے کے لئے بیٹھی ہے...... اس طرح کی باتیں صرف سوچی ہی جاسکتی ہیں اس لئے کہ ہم لوگوں کے ذہن تبدیل کرنے کے لئے کوئی جادو کی چھڑی اپنے ساتھ نہیں رکھتے...... زیادہ افلاطون بننے کی ضرورت نہیں اللہ سے پناہ مانگو...... اس طرح بے دھڑک مت بولا کرو...... اپنی خیالی دنیا سے باہر آؤ پریکٹیکل ہو...... آنکھیں کھول کر اس دنیا میں جیو تو آٹے دال کا بھاؤ پتہ چلے۔" ہما کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا...... غصے کے ساتھ ساتھ اُسے حیرت بھی بہت تھی۔

"توبہ ہے آپی...... آپ تو یوں موڈ خراب کیے ہوئے ہیں جیسے سچ مچ میں کسی شادی شدہ سے شادی کررہی ہوں۔" بالآخر اسے ہما کا چہرہ دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آگئی۔

جبکہ ہما حقیقتاً اُس کے خیالات سن کر پریشان ہوگئی تھی۔

حبا نے ایک نظر ہما کی طرف دیکھا اور دونوں دادیوں کے تہہ شدہ کپڑے اٹھا کر نکل گئی۔

♥♥♥

"نور محمد خان مورے اچھے وا...... گزرے..... کی طرف سے تو مکمل خاموشی ہے

آزادی دی ہوئی ہے اس لیے کہ ہمیں اس پر پورا اعتماد ہے اس کے باوجود وہ زیادہ سوشل نہیں ہے۔ کہانیاں لکھتی رہتی ہے یا تصویریں بناتی رہتی ہے۔ بس جیسے کہ اسے اکیلے رہنے کی عادت ہوگئی ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ تنہائی کو بہت انجوائے کر رہی ہوتی ہے...... وہ ابھی تصوراتی دنیا میں ہے۔ جو بہت خوبصورت ہوتی ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد پریکٹیکل لائف میں آ جائے۔ پختہ عمر میں سب عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں پھر خود میں تبدیلی لانا آسان نہیں ہوتا۔"

"بہت پتے کی بات کی آپ نے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج کل شادیاں دیر سے ہوتی ہیں اور طلاقیں جلدی۔ صلح کی تب ہی ہوتی ہے جب ایک فریق بھی ہتھیار نہیں ڈالتا۔" نور محمد خان نے اتفاق کیا تھا۔

"اللہ ہے ہماری بیٹی کے نیک نصیب کی دعا کریں نور محمد خان۔" شیخ صاحب نے بھیگے دل کے ساتھ دعا کی۔

"آمین...... اتنی پیاری بچی ہے ہر وقت دل سے دعا ہی نکلتی ہے شیخ صاحب...... جب گود میں تھی تب گود میں لے کر گھومتے تھے اور جب چلنے لگی تو انگلی پکڑ کر ہمارے ساتھ سیر کو جاتی تھی...... شاید آپ کو اندازہ ہو ہمیں بھی بیٹا سے کس قدر پیار ہے۔"

"ہاں...... نور محمد خان...... میری بیٹی ہے ہی اسی لائق...... کتنے ناز و نعم میں پلی ہے کبھی نے کبھی پھول کی چھڑی سے بھی نہیں چھوا...... مگر دیکھئے کتنی عاجزی ہے اس کی طبیعت میں...... ہم نے آج تک نہیں سنا کہ کسی نے اسے بدتمیز کہا ہو۔" شیخ صاحب بیٹی کو تصور میں دیکھ دیکھ کر خوشی سے مسکرا رہے تھے۔

♥♥♥

"افطار کے بعد چائے نہ پیو تو یوں لگتا ہے...... جیسے نیند پوری نہ ہوئی ہو رات بھر جاگے ہوں۔" گل بانو دادی نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"عادت کی بات ہے بعض لوگ تو بالکل چائے نہیں پیتے ناشتے تک میں نہیں پیتے مگر بڑے چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔" ثریا دادی نے جواب عرض کیا۔

"تم تو ہر معاملے میں میری بات کاٹنے کے لئے میرے سر پر آئی ہو...... تمہیں کیا لت نہیں ہے۔" [illegible] گل بانو دادی نے ناگواری سے کہا۔

"سنا ہے رمضان میں شیطان کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے۔" حرا نے شرارت سے صبا کی طرف دیکھ کر آنکھ ماری۔

"ڈھیلی باندھی ہوں گی لگتا ہے کھل گیا ہے۔" حبا نے بھی گرہ لگائی۔

طاہرہ بیگم نے تنبیہ کے انداز میں بیٹیوں کو گھورا تو وہ جلدی سے ادھر ادھر ہوگئیں۔

"دیکھو ذرا آج کے بچوں کو کیسے منہ کی بات پکڑتے ہیں...... توبہ کوئی بات کرنا مشکل ہے یہاں۔"

"چھوڑیں اماں...... بچیاں ہیں۔" صادق حسین نے امن کا پرچم لہرانے کی کوشش کی اور گل بانو دادی کو ٹھنڈا کرنے کی سعی کی۔

"بچیاں ہیں...... باتوں بانیں بن رہی ہیں ہماری...... کچھ سننا اور سہنا نہیں جانتیں...... ہر بات کا جواب تیار...... ہمارے زمانے میں تو سامنے نہیں بولتی تھیں ادھر ادھر اپنے کاموں میں لگی رہتی تھیں...... ہر وقت T.V کے سامنے بیٹھیں گی تو یہی کچھ سیکھیں گی...... دو گز کپڑا کفن کرنا پہننے والیوں کو دیکھیں گی تو شرم و لحاظ کہاں رہے گا۔" گل بانو دادی کے مزاج پر کوئی فرق نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ارے رمضان کی وجہ سے صادق حسین شام کو گھر میں دکھائی دے رہے ہیں تم انہیں تھکن سے گھر میں بیٹھنے نہ دینا۔" ثریا بیگم کو بیٹے کی کوفت کے احساس نے برہم کر دیا۔

اس سے پیشتر کہ گل بانو دادی کچھ بولتیں دروازے پر کوئی شور کرتی موٹر بائیک آ کر رکی...... سب متوجہ ہو گئے۔

"لگتا ہے وانیال آیا ہے...... اسی کی "اسکوٹر" لگ رہی ہے۔" گل بانو دادی نے اندازہ لگانے میں اور بولنے میں پہل کی۔

حبا کچن میں حنا کے ساتھ افطار اور کھانے کے برتن دھو رہی تھی...... اس کے چہرے پر رنگ بکھر گئے...... کان آنے والے کی آہٹوں پر لگ گئے...... اتنی دیر میں دستک ہو چکی تھی دروازہ صادق حسین نے کھولا تھا۔

"السلام علیکم...... تمام اہل خانہ کو۔" اس کی شریر آواز حبا کے کانوں میں آئی تو برتن کھنگالنا دوبھر لگنے لگا...... دل چاہا دھم سے اس کے سامنے جا کھڑی ہو...... گزرے دنوں کی ناگواری کا اثر مٹانے کی کوشش کرے۔

"ایک تو دانیال بھائی کو چین نہیں...... ایک بائیک کیا ملی ہوئی ہے بس سڑکیں ناپتے
پھرتے ہیں...... پتہ نہیں پڑھائی کس وقت کرتے ہیں۔" حنا نے یونہی عام سے انداز میں کہا
"تو وہ کون سا کچھ کما کر جاتے ہیں...... پھوپھی ہی بھیجتی ہوں گی اپنی اماں کی
خیر خیریت لینے۔" حبا کو حنا کا تبصرہ شاق گزرا تھا۔
"تمہیں برا لگتا ہے اُن کا آنا۔" اُس نے دھلے ہوئے برتن ٹھکانے لگاتے ہوئے
انداز میں پوچھا۔
"میرے کون سا سر پہ بیٹھتے ہیں...... میں تو ویسے ہی کہہ رہی تھی...... مجھے تو یوں لگتا
جیسے ہمارے ہاں شو مارنے آتے ہیں...... کھانے پینے سے بھی اس لئے پرہیز کرتے ہوں گے
ہمارے ہاں مٹن فرائی اور امپورٹڈ کوک تو ملتی نہیں ہے۔" حنا نے اب ذرا تلخی سے کہا۔
"خیر یہ بات تو نہیں ہمارے ہاں کی کھچڑی اور لال مرچوں پودینے کی چٹنی تو
بے حد پسند ہے...... کئی مرتبہ تو وہ صرف کھچڑی کھانے آئے ہیں۔"
"مجلس میں دو چار لوگ کم نظر آ رہے ہیں...... کورم پورا نہیں ہے۔" باہر سے ابھرتی
ثریا آواز نے بحث کا سلسلہ منقطع کر دیا۔
"یہ کورم کیا بلا ہے دانیال۔" ثریا بیگم الجھیں۔
"یہ بہت بری بلا ہے نانی جان...... یا اسمبلی میں ہوتا ہے...... اس بلا کی وجہ سے
آئے دن بلائیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔"
صادق حسین کا قہقہہ بہت بھرپور تھا...... ہما مسکرا رہی تھی...... باقی سب کے
گیا...... گل بانو دادی بڑی حسرت سے دانیال کو گھور رہی تھیں۔
"توبہ اتنا پڑھ لکھ گئے پاکستان میں لوگ کہ ہم اُن کی باتیں نہیں سمجھ پا
بڑبڑا اٹھیں۔
"توبہ ہے اماں...... آپ تو یوں باتیں کرتی ہیں جیسے پاکستان بنے کوئی ابھی
ہوئے ہوں...... اب تو پاکستان سٹھیانے والا ہے...... پورے ساٹھ سال کا ہو جائے
بعد۔" صادق حسین نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تو پھر دادی کی عمر کتنی ہو جائے گی......؟" حرا نے معصومیت سے پوچھا
دادی کا قہقہہ [illegible]

"تمہیں میری مرنے سے مطلب...... میرے مرنے کے انتظار میں دن گن رہی ہو۔" وہ
برہم ہوئیں...... اب دانیال سچ مچ گھبرا گیا...... ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"پلیز نانی جان...... اس وقت میں بہت جلدی میں آیا ہوں...... اماں جان کا خاص
پیغام ہے کہ کل آپ سب ہمارے ہاں افطار کریں اور رات کا کھانا بھی کھائیں...... کچھ لوگ ربیعہ
کے رشتے کے سلسلے میں آ رہے ہیں امکان تو یہی ہے کہ بات بن جائے گی...... اس لئے اماں جان
چاہ رہی ہیں کہ اُن کی دونوں مائیں کل کی گیدرنگ میں ضرور شامل ہوں۔" دانیال نے ایک سانس
میں سب کچھ کہہ کر سانس لی...... جھگڑا رُک گیا...... ماحول بدل گیا...... کچھ دیر پہلے کی فضا بالکل
چینج ہو گئی...... دونوں دادیوں کے چہروں پر خوشگوار تاثر نظر آنے لگا...... البتہ طاہرہ بیگم کے حال
میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔
"تمہارے باپ کے برابر کے پیسے والے لوگ ہی ہوں گے۔" وہ بے تاثر سے لہجے
میں بولی تھیں۔
دانیال کی سرسری نگاہ میں بھی گہرائی تھی۔
"ویسے کوئی خاص پیسے والے نہیں ہیں ممانی جان...... اکیلا لڑکا ڈاکٹر ہے اس لئے
اماں جان چاہ رہی ہیں کہ یہاں رشتہ ہو جائے...... ربیعہ کی لائن بھی یہی ہے۔"
"ارے یہ تو بہت اچھی خبر لے کر آئے تم...... اللہ بچی کا نصیب اچھا کرے...... شکر
ہے مولا کا کسی بچی کا نصیب تو وقت سے کھلے...... ہم ضرور آئیں گے بیٹے...... ہماری بچی کی خوشی
ہے ہم کیوں نہیں آئیں گے۔" ثریا بیگم کی تو گویا بیٹری چارج ہو گئی...... دانیال کی بات کاٹ کر
بڑی بے ساختگی سے بولی تھیں۔
"ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں...... سب لوگ آیئے گا...... ایک بھی کم نہ ہو۔" اس نے
کن انکھیوں سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔
"یاد سے موٹر بھجوا دینا۔" گل بانو دادی پر سفر سوار ہونے لگا...... جلدی سے تاکید کی۔
"آج کل ڈرائیور تو کوئی نہیں ہے لیکن آپ فکر نہ کریں میں خود لینے آ جاؤں گا......
شام پانچ بجے تک آپ لوگ بالکل تیار رہیں۔"
"اے میاں پانچ بجے نہیں تین بجے تک آ جانا...... پانچ بجے نکلے تو عین اذان کے
وقت پہنچیں گے...... آخر آنے والوں سے دو چار باتیں بھی کرنا ہوں گی۔" ثریا بیگم بولیں۔

"چلیں ٹھیک ہے۔" اُس کی نظریں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں...... حنا بھی کچن سے آ کر وہیں برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ چکی تھی...... مگر حیا ابھی تک کچن سے باہر نہیں آئی تھی...... خواہ مخواہ فریج میں چیزیں اِدھر سے اُدھر سیٹ کرنے لگی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔" اُس نے یوں کہا جیسے خاص طور پر کسی کو اپنی روانگی کی اطلاع دے رہا ہو۔

حیا کا دل اندر سے مچلا...... ایک نظر دیکھنے کو...... مگر اس نے دل کی اُڑان پر فوراً قابو پا لیا۔

"کچھ کھا پی لیتے بیٹا۔" طاہرہ بانو نے تکلفاً کہا۔

"آج تو میں ایک افطار پارٹی سے سیدھا یہاں آ رہا ہوں...... کھا کھا کر بُرا حال ہے اچھا تو پھر میں چلتا ہوں۔" اس مرتبہ اس کی آواز میں توانائی نہیں تھی۔

"اللہ نگہبان بیٹا۔" گل بانو واری کی آواز آئی...... پھر دروازہ کھلنے بند ہونے کی پھر بائیک اسٹارٹ ہونے کی۔

حیا نے گہری سانس لی اور دوپٹے سے چہرے کا پسینہ پونچھتی باہر آ گئی۔

♥♥♥

سب لوگ تو نماز تراویح سے فارغ ہو کر سو گئے تھے کہ صبح سحری میں اُٹھنا تھا...... لیٹ تو وہ بھی گئی تھی مگر نیند کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا...... دیر تک کروٹیں بدل بدل کر سونے کی کوشش کرتی رہی مگر نیند تو جیسے راستہ بھول گئی تھی۔

بالآخر وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سب سوئے ہوئے لوگوں پر نظر دوڑانے لگی...... صادق حسین برآمدے میں سو رہے تھے...... دونوں دادیاں اپنے کمرے میں تھیں...... طاہرہ بانو اپنے کمرے میں...... چاروں بچیاں ڈرائنگ روم میں کارپٹ پر سوتی تھیں...... اس نے حیا، حنا اور حرا پر نظر ڈالی تینوں گہری نیند سو رہی تھیں۔

وہ دوپٹہ اٹھا کر باہر نکل آئی...... صادق حسین کے خراٹے ان کی نیند گہری ہونے کی علامت تھے۔ ایک کمرہ رات کو ہمیشہ خالی ہی ہوتا تھا۔ چھوٹا سا تھا...... وہاں T.V چند کرسیاں ایک طاہرہ بیگم کا مسہری تخت جس پر سلائی مشین دھری تھی...... ایک اور بڑا سا تخت جس پر رلی پڑی ہوتی تھی اور [illegible] ایک کونے میں پرانی پیٹی کی [illegible] اور کرسی بھی پڑی ہوتی خوب بھرا ہوا

کمرہ نظر آتا تھا جو اصل میں اس گھر کا کامن روم تھا۔ تمام فارغ لوگ اِدھر ہی دھرنا مارتے تھے کھانا پینا بھی اِدھر ہی ہوتا تھا کہ کچن کے بالکل ساتھ تھا۔ پرانے ڈیزائن کا بنا ہوا گھر تھا۔ ایک اور کامن واش روم، ایک اسٹور، ایک کچن، ایک برآمدہ، ایک صحن یہ اس کی کل کائنات تھی۔ صحن سے ایک زینہ چھت پر جاتا تھا۔ لڑکیوں کی وجہ سے دادیوں کی خصوصی تاکید پر صادق حسین نے اوپر کی چاردیواری بہت اُونچی دیواروں کی بنوائی تھی۔ نیچے جھانکنے کے لیے کسی چوکی کرسی کی لازمی ضرورت ہوتی تھی۔ چھت پر پہنچتے ہی یوں لگتا تھا گویا بیرونی دنیا سے رابطہ ختم ہو گیا ہو۔

حیا کامن روم میں آئی، نائٹ بلب جلا کر اپنی ڈائری اور پین تلاش کیا پھر چھت کی طرف جانے کے لیے زینے کی طرف بڑھی...... پھر رُک گئی...... جیسے اُسے خود پتہ نہ ہو کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ ٹیلی فون سیٹ بہت اہتمام سے کافی اونچائی پر ایک بریکٹ میں فٹ تھا اور عین برآمدے کے درمیان تھا...... اس نے سوتے ہوئے باپ کی طرف کھوجتی نظروں سے دیکھا پھر کچھ سوچ کر فون کی طرف بڑھی۔

سارے گھر میں رات کو صرف برآمدے ہی میں ہلکی روشنی ہوتی تھی...... اس نے فون سیٹ اُتارا اور ایک کرسی پر گود میں لے کر بیٹھ گئی۔

اور بہت محتاط انداز میں ایک نمبر ڈائل کرنے لگی...... جیسے ہی پہلی رنگ گئی اس نے گھبرا کر خود ہی لائن ڈسکنکٹ کر دی...... دل بری طرح دھک دھک کر رہا تھا...... چند لمحوں بعد پھر ملایا پھر کاٹ دیا...... چوتھی مرتبہ کاٹنے کے بعد خود ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ اس کے بس کی بات نہیں۔ وہ اُٹھی اور بجھے بجھے انداز میں سیٹ واپس اپنی جگہ رکھ دیا۔ عجب سی بے کلی لاحق تھی...... اس نے پین ڈائری سنبھالی اور باہر کا رخ کیا...... لیکن چند قدم آگے رکھتے ہی ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی...... وہ بدحواس ہو کر پلٹی اور دوسری رنگ سے پہلے ہی ریسیور اُچک لیا...... اور کانپتی گھبرائی ہوئی آواز میں بہت ہی آہستہ سے ہیلو کہا...... ساتھ ہی باپ کی طرف دیکھا۔

دوسری طرف سے دانیال نیند بھری آواز میں کہہ رہا تھا۔

"احمق لڑکی...... موبائل پر تمہارا نمبر نظر آ جاتا ہے...... ویسے اگر P.T.C.L پر بھی ڈائل کرتیں تو بھی پتہ چل جاتا کیونکہ C.L.I لگی ہوئی ہے...... کیا تکلیف ہے آپ کو......؟" حیا کا تو منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اپنی حماقت پر جی بھر کر سر پیٹنے کو جی چاہا۔

گھبرا کر بولی...... "بس...... سوری......" اور جلدی سے ریسیور رکھ دیا...... ہاتھ لرز رہے

نکما بیسٹ نکلا۔

ابھی لمحے ظاہرہ بیگم تو تھکی تھکی سی آتی نظر آئیں...... چار جوان بیٹیوں کی ماں گدھے گھوڑے بیچ کر نہیں سو سکتی۔

"کس کا فون تھا حبا......؟" وہ حبا کو سامنے پا کر ایک دم اٹینشن ہو گئیں......

"کسی کا نہیں امی...... رانگ نمبر تھا۔" اس نے بمشکل خود کو سنبھال کر جواب دیا۔

"ایک تو کمبخت ٹیلی فون سہولت بھی ہے اور ایک عذاب بھی...... وقت بے وقت رانگ نمبر لگتے ہیں۔" وہ واپس پلٹتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔

حبا نے سکون کی گہری سانس لی پھر بے زار ہو کر ڈائری اور پین واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا اور ڈرائنگ روم میں آ کر ہما کے پہلو میں لیٹ گئی۔

چند آنسو گرے تھے اور تکیے میں جذب ہو گئے۔

دل کی لگی کی نشانی...... آنکھ ہر دم پُرنم رہتی ہے...... جیسے پیمانہ چھلکنے کو تیار۔

♥♥♥

ولی بڑے انہماک سے اسٹڈی کر رہا تھا۔ مغرب کی نماز ہو چکی تھی۔ عشاء اور تراویح کی تیاریوں کی چہل پہل شروع تھی۔ برابر والے اپارٹمنٹ میں ہر سائز کے بچے تھے۔ سحر و افطار کے وقت گھڑی اور T.V سے زیادہ ان کے ہاں کی آوازوں و رونق سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ کیا وقت ہوا ہے...... صاحب خانہ اپنے چار سمجھدار بیٹوں کے ساتھ تراویح کے لئے جاتے تھے...... اور جانے سے پہلے ان کی غصے سے بھری آواز کئی مرتبہ سماعت سے ٹکرائی تھی...... ابھی تک T.V کے آگے بیٹھے ہوئے ہو...... تراویح کے لئے نہیں جانا۔

ان کا مین دروازہ کبھی لاک نہیں ہوتا تھا...... بھرا ہوا گھر کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے...... دروازہ کیسے لاک ہو سکتا تھا......؟

ان کے ہاں کی رونق کی وجہ سے بار بار اس کی توجہ بکھر رہی تھی...... اب تو وہ بے زار ہو چلا تھا اور چائے بنانے کے لئے اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے موبائل پر رنگ ہوئی۔

اس نے نمبر دیکھا اور سوئچ آف کر دیا...... کتاب ایک طرف رکھی اور سر تھام کر کچھ سوچنے لگا...... پھر باہر کی آوازوں کی طرف متوجہ ہوا...... مگر جیسے توجہ کی رسی کٹی ہو...... پھر کتاب اٹھا کر دیکھنے لگا۔

...... اس نے پھر اپنا موبائل اٹھایا، سوئچ آن کیا اور

دانیال کا نمبر ملانے لگا۔

دوسری بیل پر ہی دانیال نے اٹینڈ کر لیا تھا...... اس کی شریر آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"آج کل کچھ لوگوں کو ہم بہت یاد آنے لگے ہیں۔"

"بھاڑ میں گئے لوگ...... اس وقت تو صرف میری بات کرو۔" ولی نے جھنجھلا کر کہا۔

"کیا ہوا...... بہت موڈ خراب ہے......؟ یار تمہاری تو کوئی مجبوری بھی نہیں ہے جو کسی چخ چخ کا خطرہ ہو۔"

"وہ نور محمد خان صاحب کئی مرتبہ ڈائل کر چکے ہیں میں کب تک فون بند رکھوں...... عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر تم فوراً یہاں پہنچو میں تمہارے ساتھ وہاں جا کر سب کچھ کلیئر کر دینا چاہتا ہوں۔" ولی نے بڑے بیزار لہجے میں کہا۔

"میرے ساتھ گئے تھے بے وقوف بنانے......؟" فوراً سوال ہوا جو بہرحال جواب بھی تھا۔

"یار میں نے تو سوچا تھا اتنی دولت مند لڑکی کا اشتہار دیکھ کر ہزاروں لوگ انٹرویو دینے پہنچیں گے بھلا کس کھاتے میں لکھے جائیں گے......؟ مگر یوں لگتا ہے کہ میرے علاوہ تو وہاں کوئی پہنچا ہی نہیں...... ہاتھ دھو کر نہیں نہا دھو کر پیچھے پڑ گئے ہیں...... پریشان ہو گیا ہوں میں تو۔" وہ اسی طرح بے زار لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو خوشی سے پھولا نہ سماتا کہ اتنے بڑے لوگ تم پر مرتے ہیں۔" دانیال پھر شریر ہوا۔

"مجھے کچھ پتہ نہیں آج رات میں ایزی ہو کر سونا چاہتا ہوں...... بس تم نماز کے بعد آ جاؤ پھر چلتے ہیں اور معذرت کرتے ہیں...... مت ماری گئی تھی میری...... مجھے کون سا شادی کرنا تھا...... لیزے میری بچپن کی مانگ ہے کسی کی طرح مجھ سے عشق کرتی ہے...... اگر میں نے کسی اور طرف دیکھا تو خودکشی کر لے گی وہ۔" ولی آفندی اب سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں...... او کے......؟" یہ کہہ کر اس نے موبائل آف کر دیا...... اب چاروں طرف ایک محسوس ہونے والا سناٹا بول رہا تھا۔ غالباً پڑوسی اپنی بٹالین کے ساتھ تراویح کے لئے جا چکے تھے...... اس نے کلاک کی طرف دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

♥♥♥

دونوں تقریباً رات ساڑھے دس بجے کے لگ بھگ شیخ سونز علی کے دولت خانے المعروف دارالانعام پہنچے تھے...... گیٹ پر چند ایک بلب روشن تھے اور چار سو مخصوص خاموشی تھی جو پوش علاقوں میں چھائی ہوتی ہے...... نہ ان علاقوں میں پرچون کی کوئی دوکان ملتی ہے نہ پھیری والے آوازیں لگاتے پھرتے ہیں راتوں کو...... بند گیٹ، بند دروازے، دروازوں کے پیچھے...... کروفر کرو چھپائی۔

دو مرتبہ بیل دی تو واچ مین نے اپنی مخصوص کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔

"کس سے ملنا ہے......؟" سوال ہوا۔

"شیخ سونز علی صاحب سے۔" دانیال نے اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر جواب دیا۔

"وہ تو نہیں ملتا۔" روڈلی جواب آیا۔

ہائیں...... چند لمحوں کے لئے دونوں حیرت سے پتھرا گئے۔

"مطلب......؟ کیوں نہیں ملتا...... ہم مل چکے ہیں۔" دانیال جھلایا...... پھر ولی سے کہا...... "اس سے اپنی خاؤس خاؤس" (پختون) میں بات کرو۔

اس نے پشتو میں وضاحت کرنا شروع کی...... پٹھان بچہ اپنے ہم زبان سے مل کر خوشی سے ریشہ خطمی ہونے لگا...... پھر جواب عرض کرنے لگا...... ولی غور سے سن رہا تھا...... اس کے خاموش ہوتے ہی ولی نے دانیال کو بتایا کہ...... "یہ کہہ رہا ہے کہ سیٹھ صاحب ہارٹ پیشنٹ ہیں رات کو دوا کھا کر نو ساڑھے نو بجے تک سو جاتے ہیں...... کسی بھی صورت ان کو جگانے کا حکم نہیں ہے...... معذرت کر رہا ہے۔"

"اب کیا ہو سکتا ہے پھر واپس چلتے ہیں...... سنڈے کو پھر شام و دام میں دیکھتے ہیں۔" دانیال بائیک کی طرف پلٹتے ہوئے بولا۔

اس پر بھی جیسے اوس سی پڑ چکی تھی...... وقت ضائع ہونے کا قلق تھا...... وہ بھی تھکے تھکے قدموں سے بائیک کی طرف بڑھا...... اتنی دیر میں دانیال بائیک پر بیٹھ کر چابی اگنیشن میں لگا چکا تھا ولی نے اس کے شانے تھام کر اس کے پیچھے بیٹھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ ایک لگژری کار بڑی اسپیڈ میں آکر چرچراہٹ کے ساتھ رکی...... ولی اور دانیال اس اچانک افتاد پر بڑی مشکل سے سنبھل کر ایک طرف ہوئے۔

صرف چند لمحوں میں ایک لمبا تڑنگا سرخ و سفید نوجوان کار سے اترا تھا اور بڑی عجلت

میں کار کا دروازہ بند کیا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی مقصد کے تحت آیا ہو اور بڑی جلدی میں ہو۔ اس نے کال بیل کا بٹن پش کرتے ہوئے ایک نگاہ غلط ان دونوں پر ڈالی تھی مگر یوں جیسے کوئی ہاتھی چیونٹی کو دیکھ رہا ہو بڑا ابراؤڈ اور بدلحاظ قسم کا انسان نظر آ رہا تھا۔

وہ دونوں بھی فل الرٹ ہو کر اس غیر معمولی انداز کے نوجوان کا جائزہ لے رہے تھے۔

واچ مین کا چہرہ چھوٹی سی کھڑکی کے فریم میں دوبارہ فٹ ہو چکا تھا...... وہ دونوں اب چوکیدار کی طرف متوجہ تھے۔

چوکیدار کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمودار ہوئے...... اس نے بڑے ترش لہجے میں کہا۔

"گل ریز صاحب ابھی آپ اِدھر سے جاؤ...... دس بجے کے بعد گیٹ کھولنے کا آرڈر نہیں ہے۔" اتنا کہہ کر اس نے کھڑکی کا پٹ بند کر دیا۔

نو وارد نے جس کا نام گل ریز ظاہر ہوا تھا اپنی رنگ سے کھڑکی پر ٹھک ٹھک کی۔

پٹ فوراً ہی کھل گیا۔

"آپ کو بولا ہے ناں۔"

"مائی فٹ...... آرڈر...... گیٹ کھولو...... یہ آرڈر باہر کے لوگوں کے لئے ہوتا ہے...... بلڈی...... اسٹوپڈ۔" متکبر و مغرور انسان کی نشانی یہی بتائی گئی ہے کہ غصہ اس کی ناک پر دھرا ہوتا ہے۔

معاً اسے ان دونوں کی موجودگی کا احساس ہوا...... وہ بڑی پھرتی سے ان کی طرف متوجہ ہوا...... "آپ لوگ...... میرے گیٹ کے سامنے کھڑے کیا کر رہے ہیں اس وقت......؟" اس نے اچانک حملہ کر دیا تھا...... بمشکل دونوں نے خود کو سنبھالا تھا۔

"ایکچوئلی ہم شیخ صاحب سے ملنے آئے تھے...... کیونکہ وہ سو چکے ہیں اس لئے واپس جا رہے ہیں۔" دانیال نے بڑے اعتماد سے جواب دیا...... "میرے گیٹ کے سامنے" یہ جملہ دونوں کو چبھ رہا تھا...... کہ اگر یہ گھر اس کا ہے تو چوکیدار گھر والوں سے کیوں پوچھ گچھ کر رہا تھا......؟ ان کو گھر میں داخل ہونے سے کیوں روک رہا ہے......؟

"واپس جائیے...... کھڑے تماشہ کیا دیکھ رہے ہیں۔" وہ جیسے برس پڑا۔

حد ہو گئی تھی بدتمیزی کی...... دونوں کا اگرچہ خون کھول گیا تھا مگر خود پر کنٹرول کر گئے

کا تذکرہ تھا۔

دونوں بائیک پر بیٹھ گئے۔

"یہ بھی جانا ہے..... آپ بھی جاؤ..... سویرے سیٹھ سے فون پر پرمیشن لے کر ادھر آنا..... ام گیٹ نہیں کھول سکتا۔" چوکیدار نے کہا اور کھڑکی کا پٹ دوبارہ بند کر دیا۔

دانیال نے زن سے بائیک یوں آگے بڑھائی جیسے کوئی جان بچا کر بھاگتا ہے۔

"یار یہ کیسا گھر والا تھا جسے اپنے گھر میں داخل ہونے کے لئے چوکیدار سے اُلجھنا پڑتا ہے.....؟" ولی نے بڑے متفکرانہ انداز میں پوچھا تھا اس وقت وہ ایک معروف شاہراہ پر آ چکے تھے..... سامنے سگنل ریڈ ہوا تو دانیال نے بائیک کو بریک لگایا۔

"بڑی مسٹری ہے یار..... مجھے تو اس نازوں کی پالی اکلوتی حسینہ کا خیال آ رہا ہے..... تمہیں تو مجھ سے زیادہ اُس کا خیال آنا چاہئے کہ تم تو باقاعدہ رشتہ ڈال چکے ہو..... ایک روحانی تعلق تو ہو گیا ہوگا اُس سے.....؟" دانیال نے اپنے مخصوص لااُبالی پن سے جواب دیا تھا۔

"لاحول ولاقوۃ..... میرا کیوں روحانی تعلق ہونے لگا۔"

سگنل کھل گیا اور شاہراہ پر مخصوص شور برپا ہو گیا..... ولی کی آواز شور میں ڈوب گئی تھی۔



صبح سے ایک آفت مچی ہوئی تھی..... کپڑوں کا سلیکشن ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔

دونوں دادیوں کی تیاری سوا تھی سب سے پہلے تو کہیں جانے کا سن کر ان کا پاندان کھل جاتا تھا..... پان لگا لگا کر ایک چاندی کی ڈبیہ میں اہتمام سے رکھے جاتے تھے..... چھالیہ کتری جاتی..... جیسے اس سے زیادہ خاص تیاری کوئی نہ ہو..... پان کے بیڑے بنا کر چھالیہ کاٹ کر لونگ الائچی کے ساتھ پیکنگ کے بعد دونوں باری باری نہاتی تھیں..... پھر بال سکھا کر اہتمام سے سر میں تیل کا مساج ہوتا تھا جو کسی نہ کسی پوتی کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ تیار ہونے کے بعد دونوں بیگمات کھانا چنتی نہیں تھیں روانگی کے انتظار میں بیٹھ جاتی تھیں۔

لڑکیوں کا بڑا مسئلہ ہوتا تھا ایک تو باہر جاتی کم تھیں کبھی جانا پڑ جاتا تو انہیں کپڑوں کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوتا تھا۔

یہ فیشن میں نہیں ہے..... اس کا دوپٹہ نہیں ہے..... اس کا دوپٹہ بہت چھوٹا ہے..... آج کل چھوٹے دوپٹے کا فیشن نہیں ہے..... اس کی قمیص میں کھونچ لگ گئی تھی

"حبا..... وہ تمہارے پاس ریڈ نیٹ کا دوپٹہ ہے ناں..... وہ پہن لوں اس کے ساتھ۔" حرا اپنا ایک بے دوپٹہ سوٹ لئے حبا سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں بھئی تم بہت بے تکے پن سے کپڑے استعمال کرتی ہو..... اپنا کوئی دوپٹے والا ہی ڈھونڈ نکالو۔" حبا نے بڑی بدلحاظی سے جواب دیا۔

"اے ہے..... یہ حال ہے تم بہنوں کا..... ایک دوسری کو پہننے اوڑھنے کی چیز بھی نہیں دے سکتیں.....؟" ثریا بیگم نے جھاڑ پلائی۔

"ارے ہم نے پورے کا پورا مرد کسی کو سونپ دیا تھا یہ برتنے کی چیز نہیں دے سکتیں.....؟" گل بانو دادی بہت اہتمام سے چوٹی بناتے ہوئے تلخ لہجے میں بولیں تھیں۔

"اے ہٹاؤ..... تم نے سونپا تھا.....؟ خود نکلے تھے دوسری ڈھونڈنے..... میرے سر پہ مفت کا احسان رکھنے کی ضرورت نہیں۔" ثریا بیگم کا پارہ ایک دم ہائی ہو گیا۔

"خدا کے لئے..... خدا کے لئے..... غصہ تو ویسے بھی حرام ہے روزے میں تو ویسے ہی منع ہے۔" ہما جو سب سے زیادہ اطمینان کی حالت میں تھی ایک دم گھبرا کر امن کی بحالی کے اقدامات کرنے لگی اور روزے کا سن کر تو جیسے سب ہی اپنی اپنی جگہ سنبھل گئے۔

"بیٹی..... بُری بات ہے..... دو چار گھنٹے کو بہن دوپٹہ پہن لے گی تو کیا گھس جائے گا..... اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں لے کر بیٹھو گی تو پرائے گھر کیسے گزارہ ہوگا۔" ثریا بیگم جلدی سے ٹھنڈی ہو کر اپنے روزے کی حفاظت کرنے لگیں۔

"بات دوپٹے کی نہیں ہے دادی یہ تو اس بُری طرح چیزیں استعمال کرتی ہے کہ ایک مرتبہ کے استعمال ہی سے پرانی لگنے لگتی ہیں..... پھر ہمیں کوئی دوسرا تھوڑا ہی لا کر دیتا ہے۔" حبا نے اب بہت سکون اور تحمل سے جواب دیا۔

"خیر یہ بات تو ہے..... حبا ہر چیز بہت سلیقے سے رکھتی ہے..... مدت بعد بھی کوئی کپڑا پہنتی ہے تو نیا ہی نظر آتا ہے۔" طاہرہ بیگم نے حبا کے سلیقے کو سراہا۔

"ہاں اسی لئے اُن کی پسندیدہ لپ اسٹک میں سے خوشبو کے بجائے بدبو آتی ہے کیونکہ وہ دس سال سے سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔" حرا نے چیخ کر کہا آخر زمانے والی بات تھی سب ہی اُس کو بدسلیقہ ثابت کرنے پر تل گئے تھے۔

"میرے پاس ریڈ سلک کا دوپٹہ ہے..... وہ لینا ہے تو لے لو ویسے بھی میں تو اب ریڈ کلر

پہنتی نہیں ہوں۔" کیسے بال سلجھاتی حیا کو حرا پر ترس آ گیا۔

"آپ کیوں ریڈ کلر نہیں پہنتیں۔" حیا بے کچھ بھول بھال تعجب سے پوچھنے لگی۔

"ان کو خواب میں پتہ چل گیا ہے کہ ان کی شادی ہونے والی ہے...... بہت دنوں بعد اپنی شادی پر ریڈ کلر پہنیں گی تو بہت اچھا لگے گا۔" حرا نے چھیڑ چھاڑ کے انداز میں کہا۔

"آج کل کہاں رواج رہا...... ایسے نیلے پیلے اودے ہرے شرارے غرارے بن رہے ہیں نکاح کے۔" طاہرہ بیگم سلائی کا ڈھیر ایک طرف سرکا کر پاؤں میں چپل پہنتے ہوئے اضافہ کیا۔

"ہوتے رہیں ماریہ ادث چائنگ فیشن...... میں تو اپنی پوتیوں نواسیوں کو نکاح پر لال جوڑا ہی پہناؤں گی...... اے ہے وہ نکاح ہی کیا جس میں بچی لال کپڑے نہ پہنے۔" گل بانو دادی کا موڈ پھر خراب ہو گیا...... وہ تو رسموں رسموں کو قانون سے بڑھ کر اہمیت دیتی تھیں...... ان کی پسندیدہ رسموں پر تنقید کرنے کا مطلب تھا کہ ہمیشہ کے لئے ان کی دوستی سے ہاتھ دھونا۔

"اے...... بچی حیا...... تم تیاری نہیں کر رہیں۔" ثریا بیگم کو اطمینان سے بیٹھی حیا پر حسرت ہوئی۔

"کیا تیاری دادی...... نہانے کو تو دل نہیں چاہ رہا...... کپڑے استری کر کے لٹکا دیئے ہیں جانے کا وقت ہوگا تو پہن لوں گی پانچ منٹ میں۔" وہ بے زاری سے کہتی ایک طرف بڑھ گئی۔

طاہرہ بیگم نے بڑی فکرمندی نظروں سے جاتی ہوئی حیا کی طرف دیکھا تھا۔

"پتہ نہیں کیا ہوا ہے اس لڑکی کو بہت ہی آدم بیزار ہوتی جا رہی ہے۔" وہ خود کلامی کے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"یہ تو خیر میں بھی محسوس کرتی ہوں وہاں کہ یہ بہت الگ تھلگ رہنے لگی ہے...... خبر نہیں کیا مسئلہ ہے...... پہلے تو ہماری لڑائیاں لڑتی تھی اب تو فوراً چپ ہو جاتی ہے۔" ثریا بیگم نے بھی بہو سے اتفاق کیا۔

"تمہیں خبر ہے اس کی تو ابھی شادی بھی نہیں کر سکتے۔" گل بانو دادی نے الگ سے تان اٹھائی۔

"پھر مسئلے کا حل رہ گئی بچی...... صرف شادی۔" حرا قل قل کر کے کھلکھلائی۔

"اے بچی دیر ہو جائے گی ہنسی مذاق چھوڑو...... دانیال لینے آتا ہوگا۔" گل بانو دادی

پر جانے کی عجلت سوار ہونے لگی...... آج تو یوں بھی وقت کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔ افطار کی تیاری کھانے کی تیاری کچھ کام نہیں تھا...... ورنہ تو وہ صبح کے ضروری دھندوں سے فارغ ہو کر افطار کے اہتمام میں لگ جاتی تھیں...... چنے ابل رہے ہیں تو ساتھ کڑاہی بھی چولہے پر چڑھ گئی ہے پکوڑوں کے لئے پیاز آلو پالک بینگن کاٹ کاٹ کر بڑے سلیقے سے رکھے جا رہے ہیں آج تو انہیں فراغت کی وجہ سے روزہ بھی لگنا شروع ہو گیا تھا۔

دانیال کی "موٹر" کی آواز پر کان لگا کر بیٹھی ہوئی تھیں۔



ہم تو کہہ بھی رہے تھے کہ ہم ماں بیٹیاں ٹیکسی میں چلی جائیں گی آٹھ جانیں ایک موٹر میں کیسے سمائیں گی...... دانیال کمرے کی رنگ جھاڑ رہا تھا اور طاہرہ بیگم اپنے خیالات کا اظہار کر رہی تھیں۔

"ممانی جان...... آپ اتنا تکلف کیوں کرتی ہیں...... ہم کیا غیر ہیں کیا ہوا دو چکر میں چلے جائیں گے۔" دانیال نے اپنائیت سے کہا۔

"پہلے دونوں نانی جان اور ہما حنا چلی جائیں گی...... دوسرے چکر میں آپ کو اور حیا اور حرا کو لے جاؤں گا۔" دانیال ماہ رمضان کے احترام میں بہت محتاط نظر آ رہا تھا...... نظریں جھکی ہوئیں اور لہجہ دھیما۔

"امی اگر میں نہ جاؤں تو چار بندے پیچھے اور دو آگے سیٹ پر بیٹھ کر آرام سے جا سکتے ہیں...... ابا جان تو اپنے آفس سے ہی چلے جائیں گے۔" حیا نے آہستہ آواز میں طاہرہ سے کہا۔

"تم اکیلی کیا کرو گی یہاں......؟ اکیلے گھر میں تمہیں کیسے چھوڑ دیں......؟" گل بانو دادی نے ناگواری سے پوچھا۔

"تو اپنے ہی گھر میں تو ہوں۔" حیا نے بھی تنک کر جواب دیا۔

دانیال کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا...... اس نے حیا کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ٹائم بہت ہو گیا ہے میں باہر گاڑی میں بیٹھا ہوں...... پلیز آپ لوگ جلدی کریں۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

"بھئی...... آ ہی جائیں گے پھنس پھنسا کر...... بڑی موٹر ہے...... کوئی سائبن وانی تو نہیں ہے۔" ثریا بیگم کے نزدیک چھوٹی کار سائبن وانی ہوتی تھی۔

''امی پلیز...... مجھ پر زبردستی مت ڈالیں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' حیا اپنی جگہ اڑی ہوئی تھی۔

''یہی بات زبردستی کی نہیں ہے...... اکیلی بچی کو اکیلے گھر میں چھوڑنا مناسب نہیں۔ خواہ مخواہ وسے دھڑکے لگے رہتے ہیں...... تمہاری طبیعت اچھی نہیں تو کوئی بات نہیں بہت بڑا ہے تمہاری پھوپھی کا گھر...... اوپر کسی کمرے میں جا کر آرام کر لینا۔'' طاہرہ بیگم نے سمجھایا۔

''امی کیا باہر بورڈ لگا کر جاتے ہیں کہ اندر کتنے بندے ہیں...... یا میں چھت پر چڑھ کر اعلان کروں گی کہ آج میں گھر پر اکیلی ہوں۔'' حیا نے جھلا کر کہا...... ''بس میں نہیں جا رہی ضروری نہیں کہ سب جائیں۔'' وہ اتنا کہہ کر اندر کمرے میں چلی گئی۔

''دلہن باہر بچہ انتظار میں بیٹھا ہے...... چھوڑو اسے...... ارے اس لڑکی کے تو مزاج ہی نہیں ملتے کون کرنل جنرل اسے بیاہنے آئے گا...... خدا معلوم۔'' گل بانو دادی اپنی چادر اور ضروری سامان کی باسکٹ سنبھالتی گھر سے باہر چلی گئیں۔

باقی سب اُن کے پیچھے پیچھے...... طاہرہ بیگم نے گہری سانس لی پھر اپنی چادر درست کرتے ہوئے باہر کی طرف بڑھیں...... اور داخلی دروازہ بند کرتے ہوئے زور سے بولیں۔

''حیا...... اندر سے دروازہ بند کر لو۔''

دانیال کی نظر میں غبار سا اڑنے لگا...... اس نے بڑی بے دلی سے کار اسٹارٹ کی تھی۔



حیا افطار کے بعد نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو گھر کا سناٹا روح میں شور سا برپا کرنے لگا۔ ادھر اُدھر چھت پر کبھی نیچے یونہی بے کل بے کل سی پھرتی رہی...... سارے گھر کی لائٹیں روشن تھیں جبکہ طاہرہ بیگم کا آرڈر تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد فالتو روشنیاں بجھا دیا کرو...... خواہ مخواہ بل زیادہ آتا ہے۔ گھومتے پھرتے تھک گئی تو بچا ہوا جام شیریں بھی پی کر ختم کر دیا جو اس لئے زیادہ بنا لیا تھا کہ شاید ابا جان آ جائیں...... شربت پی کر جیسے بیٹری چارج ہو گئی...... دل و دماغ میں بکھری دھند چھٹنے لگی...... کیا لالہ سا امڈنے لگا...... اس نے اپنی سب سے راز دار سہیلی یعنی ڈائری نکالی اور قلم اٹھایا پھر باہر آمدے میں آ کر کرسی پر بیٹھ گئی...... اس ڈائری میں وہ بے خوف و خطر غیر محتاط گفتگو کرتی تھی...... کوئی نادیدہ مخاطب ہوتا تھا اور وہ منافقت سے پاک حروف [illegible] کی طرح تا گئی

اُس نے آسمان کی طرف دیکھا...... ماہ صیام کے شروع کے دن تھے ابھی چاند کی تابندگی جلد ماند پڑ جاتی تھی...... البتہ تاروں کا منظر دل آویز تھا اُس نے لکھنا شروع کیا۔

''وہ لوگ جو دل کی بات کہنے اور اپنے سوچے پر عمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ سب سے بڑے معذور ہوتے ہیں...... محبت طبقات کی پابند نہیں ہوتی جو لوگ طبقاتی تقسیم کے ذمہ دار ہیں وہ محبت کے مجرم ہیں...... جست تو بھرپور اڑان مانگتی ہے...... جب دل ہر سینے میں دھڑکتا ہے...... آنکھ دل پسند مناظر سے روشن ہوتی ہے...... جب مسکراہٹ خوش اُمیدی کا آنچل اوڑھ کر بے اختیار آزاد ہوتی ہے تو محبت آشکار ہونے پر بھی کوئی پابندی نہیں ہونا چاہئے...... یہ میں نے کیسے خوف اوڑھ پہن لئے ہیں مجھے دانیال سے صاف صاف کہہ دینا چاہئے۔''

روانی سے چلتا ہاتھ ایک دم رک گیا...... وہ اپنے لکھے کو چند لمحے گھورتی رہی...... پھر قلم رکھ دیا اور ڈائری بند کر دی۔

''ہونہہ...... صاف صاف کہنے سے ہو گا بھی کیا......؟ کیا دل کی باتیں منہ سے کہہ دینے یا لکھ دینے سے تمام مرحلے طے ہو جاتے ہیں...... سب مسئلے حل ہو جاتے ہیں......؟'' حیا کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور فوراً ہی معدوم ہو گئی...... آنکھوں سے چند قطرے ٹپکے اور نیچے فرش پر گر گئے۔



''وہ اکیلی کیا کر رہی ہو گی...... آپ نے بھی حد کر دی...... ویسے بھی لڑکیوں کو یوں گھر میں تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے۔'' صادقہ بیگم اپنی بھاوج سے کہہ رہی تھیں۔

''بھئی ہم نے تو بہت کہا اور صبح سے تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ جانے کی تیاری کر رہی ہے مگر عین وقت پر اُس نے انکار کر دیا کہ موٹر میں جگہ نہیں نکلے گی...... میرا ویسا بھی دل نہیں چاہ رہا۔'' دادی گل بانو نے طاہرہ کی بجائے اپنے مخصوص دوٹوک انداز میں جواب دیا۔

''یہی تو میل جول کے بہانے ہوتے ہیں...... ورنہ گھروں کے دھندے کہاں فرصت کی سانس لینے دیتے ہیں...... یہ کیا بات ہوئی کہ گاڑی میں جگہ نہیں تھی...... دانیال دو چکر لگا لیتا...... ویسے بھی تو دس چکر گھر سے باہر کے روز کرتا رہا ہے...... بھیجوں اسے......؟'' صادقہ بیگم نے طاہرہ سے پوچھا...... ''ابھی افطار میں خاصا ٹائم باقی تھا اور خاص مہمان بھی ابھی تک نہیں آئے تھے۔

''رہنے دو صادقہ...... مجھے لگ رہا ہے کہ اس کا موڈ نہیں تھا اسے تو جیسے منانے کا بہانہ مل گیا۔'' ثریا دادی نے ہاتھ اٹھا کر روکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کیا پتہ اماں دانیال جائے تو وہ لحاظ کے مارے چلی آئے کہ پھوپھی نے بلایا ہے...... کتنی مدت کے بعد سب ساتھ بیٹھ کر افطار کریں گے۔''

''اماں جان اب میں کہیں نہیں جاؤں گا...... مجھے مغرب کے بعد بہت ضروری کام سے جانا ہے...... میں اپنی تیاری کر رہا ہوں۔''

''دانیال جو دور فاصلے پر پنجرے میں قید مینا کو کچھ کھلا رہا تھا نہایت بدلحاظی سے بولا۔''

صادقہ بیگم تو جیسے چوری ہو گئیں...... دونوں دادیاں طاہرہ سمیت اس کو بہت تعجب سے دیکھنے لگیں...... تینوں لڑکیاں تو پہلا ربیعہ کے کمرے میں گھسی ہوئی تھیں۔

''اے ہاں...... بچوں کے اپنے بھی تو کام ہوتے ہیں...... میں بھی دانیال سے پوچھے بغیر بول بیٹھی چلیں اماں...... آپ لوگ عصر کی تیاری کر لیں مہمان بھی بس آتے ہی ہوں گے۔''

صادقہ بیگم نے صورت حال کو سنبھالتے ہوئے خاصی تنقیدی نظروں سے دانیال کی طرف دیکھا اور کچن کا جائزہ لینے کے بہانے وہاں سے چل پڑیں۔

''دلہن تم کچھ خیال نہ کرنا...... بچوں کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔'' ثریا دادی نے نواسے کے تیر چھوڑنے کی وجہ سے بہو کی دلجوئی کرنے کی کوشش آواز نیچی اور لہجہ دھیما تھا۔

مہمان افطار سے آدھا گھنٹہ پہلے آئے تھے پانچ خواتین' چار لڑکیاں اور دو مرد جن میں سے ایک بے حد سن رسیدہ تھے تعارف ہونے پر پتہ چلا کہ یہ لڑکے کے دادا ہیں۔ خواتین بڑی وضع داری میں تھیں البتہ لڑکیاں بے حد فیشن ایبل نظر آ رہی تھیں کپڑے بے حد قیمتی اور جدید تراش خراش کا نمونہ تھے...... غضب کی خوشبوئیں اُن کے وجود سے پھوٹ رہی تھیں...... دو لڑکے کی حقیقی بہنیں اور دو کزنز تھیں...... بہنیں بہت خوبصورت اور کزنز عام سی شکل کی تھیں مگر ناز و انداز قیامت تھے...... پتہ چلا کہ آنے والے مہمان ایک ہی گھر سے آئے ہیں سب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔

''ان کے تو اپنے گھر میں لڑکیاں بیٹھی ہیں پھر یہ باہر رشتہ کیوں ڈھونڈ رہے ہیں۔'' گل بانو دادی کے تنقیدی ذہن میں ایک نکتہ آیا تو انہوں نے ثریا دادی سے سرگوشی کی۔

''اے یہ تو دیکھو کہاں ربیعہ اور کہاں یہ اُن کی چچا زاد...... ہماری ربیعہ کو دیکھو مار چے

شیشے میں رنگ پڑا ہو...... بہو کے معاملے میں سب عورتیں یہی دیکھتی ہیں کہ بہو ان کی سب سے خوبصورت ہو...... اللہ بخشے ہماری ساس کو مجھے ایک گیارہویں میں دیکھ لیا تھا میلاد پڑھتے ہوئے...... اُس دن سے مجھو ہمارے در کی مٹی لے لی...... اماں نے لاکھ کہا کہ ہم غیروں میں نہیں کریں گے...... ہمارے اپنے گھر میں بہت رشتے ہیں مگر توبہ کرو جی...... مان کے نہیں دیں...... بولیں اتنی خوبصورت لونڈیا مجھے کہاں ملے گی اپنے گھر میں رانی بنا کر رکھوں گی...... اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔''

''بس تمہیں یہی حسن کا غرور لے ڈوبا ہو گا...... سنا تو یہی ہے جس عورت میں گھمنڈ غرور بہت ہو گا اُس پر سوت آئے گی۔'' ثریا دادی سے گل بانو دادی کے حسن کا بیان برداشت نہ ہوا تو ایک دم چیخ کر بڑبڑاہٹ کے انداز میں بولیں۔

''تو تم میں نخرہ کیا کم تھا تم پر کیوں نہ آئی سوت......؟'' گل بانو دادی غضب ناک ہوئیں۔

''کیسا نخرہ...... اور کیا نخرہ...... آتے ہی جو تمہاری جوتیاں سیدھی کرنا شروع کر دی تھیں۔''

''یہ تو مرد اپنے بس میں کرنے کا ایک حربہ تھا۔'' گل بانو دادی کی پیشانی پر بڑے بل نمودار ہوئے۔

''تمہاری اس کل کل سے گھر ویران ہو گیا...... چوڑیاں میرے ہاتھ سے بھی اتریں اور تمہارے ہاتھ سے بھی۔'' گل بانو دادی کی بات سے تو ثریا بیگم کے تن بدن میں جیسے آگ سی بھر گئی اُن کو وہ وقت یاد آ گیا جب وہ اپنی جگہ بنانے کے لئے گدھوں کی طرح کام کرتی تھیں اور ہر کسی کو خوش رکھنے کے جتن کرتی تھیں۔

اسی لمحے صادقہ بیگم ان دونوں کے قریب آ گئی تھیں...... انہوں نے ماں کا کندھا دبا کر خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

''آپ دونوں سے تو حد ہے...... گھر میں مہمان بیٹھے ہیں...... آپ ان سے بات چیت کریں آپ کو ان سے ملوانے کا مقصد ہی یہی ہے۔'' انہوں نے جان بوجھ کر ناگواری کا اظہار کیا تاکہ دونوں امائیں اب ذرا خیال کریں تو وہ ڈر ہی گئی تھیں کہ مہمانوں کے سامنے دونوں سوکنیں کھل کر ایک دوسرے کے بارے میں اظہار خیال کرنا شروع کر دیں...... بہرحال اُن کی

مذاق سے جنگ چھڑنے کا خطرہ تو فوری ہی ٹل گیا..... دونوں بلکہ ذرا خجل سی بھی نظر آئیں۔

ثریا بیگم تو فوراً ہی لڑکے کی ماں کے پاس جا کر بیٹھ گئیں۔

پانچوں لڑکیاں یعنی ربیعہ، بیلا، ہما، حنا، حرا ملازموں کے ساتھ لگ کر افطار کے اہتمام میں لگی ہوئی تھیں..... اور چاروں انتہائی حسین مہمان دوشیزائیں بڑی تنقیدی نظروں سے سب کاموں کا جائزہ لے رہی تھیں..... اُن کی استہزائیہ سی مسکراہٹیں اُن کا کمتر پن ظاہر کر رہی تھیں اس لئے کہ جو خود کچھ نہیں کر سکتا اُس کے پاس کرنے والوں پر تنقید کرنے کا بڑا وافر مواد ہوتا ہے۔

دونوں دادیاں اب لڑکے کی ماں کو گھیر کر بیٹھ گئی تھیں..... صادقہ بیگم متوقع سمدھن کو اپنے خاندانی پس منظر سے اچھی طرح آگاہ کر چکی تھیں اس لئے مہمان خواتین کے لئے دونوں دادیوں کی موجودگی بڑی دلچسپی کا باعث تھی..... وہ ان کو بڑی دلچسپی سے سننا چاہتی تھیں..... "آپ دونوں خواتین ایک ساتھ رہ رہی ہیں.....؟" لڑکے کی والدہ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"ظاہر ہے..... ہمارے میاں کوئی نواب ابن نواب تو تھے نہیں کہ بیگمات کے لئے الگ الگ حویلیاں خریدتے یا تعمیر کراتے..... شوق نوابوں والے تھے حال نوابوں والا نہیں تھا۔" گل بانو دادی نے اپنی عادت کے مطابق صاف صاف جواب دیا..... صادقہ بیگم نے گھبرا کر ماں کی طرف دیکھا۔

ثریا دادی نے فوراً ہی بیٹی کا منشاء سمجھ کر صورت حال سنبھالی..... اور بڑی متواضع مسکراہٹ کے ساتھ لڑکے کی ماں سے گویا ہوئیں۔

"بچیاں تو بہت تیار کرنے کے لئے..... بس افطار کا وقت ہوا چاہتا ہے آپ لوگ دسترخوان پر چلئے..... اگر کسی کو وضو کرنا ہے تو کر لے کھانے پینے کے چکر میں نماز کا وقت تنگ ہو جاتا ہے..... یہ کہہ کر خود کھڑی ہونے میں پہل کی۔" اور صادقہ بیگم سے بولیں..... "مردانے میں سب پہنچا دیا ناں.....؟"

"جی..... سب تیاری ہے اماں..... وہ..... صادق بھائی ابھی تک نہیں پہنچے۔" انہوں نے کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"بس تم اس وقت بات رہنے دو..... اپنے مہمان سالو (سنبھالو)" گل بانو دادی نے بڑی خفگی سے کہا تھا اور صادقہ بیگم کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا تھا۔

❤❤❤

"صاحب..... کل ریز صاحب آیا ہے آپ سے ملنا چاہتا ہے۔" ملازم نے شیخ معیز علی کو مطلع کیا جو دوائیاں اور پانی کا گلاس سامنے رکھے کسی گہری سوچ میں گم تھے..... ملازم کی آمد جیسے اُن کے لئے نہایت غیر متوقع تھی بُری طرح چونک پڑے..... پُرسکون تالاب میں گویا کسی نے پتھر پھینکا تھا..... ماتھے پر ناگواری کی لکیریں نمودار ہوئیں۔

"تم نے کیا کہا تھا.....؟"

"ہم بولا تھا شاید صاحب آرام کرتا اے اس کا طبیعت ٹیک (ٹھیک) نہیں اے۔" ملازم اُن کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر بوکھلا کر بولا۔

"اب پھر یہی بولو جا کر..... اس وقت ہم کسی سے نہیں مل سکتے کل ریز ہو یا کوئی بھی زید وبکر۔" وہ ناراض لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"اِبی (ابھی) زید بکر بی (بھی) آئے گی.....؟" ملازم نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"اوہ..... احمق..... گو آؤٹ..... ہری آپ..... ہٹ جاؤ اِدھر سے۔" شیخ صاحب بڑی طرح جھلا کر بولے۔

ملازم خوفزدہ سا ہو کر تیزی سے پلٹ گیا۔

شیخ صاحب نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"او میرے خدا..... رحم کر مجھ پر..... اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بہت گنہگار ہوں مگر اے رحم کرنے والے مجھ پر رحم کر دے۔" وہ بڑبڑا رہے تھے..... بڑبڑاہٹ کے انداز میں دعا مانگ رہے تھے۔

❤❤❤

"یار مجھے بڑی مسٹری محسوس ہو رہی ہے۔" ولی آفریدی دانیال کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا بڑی فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے تو شیخ صاحب کی زندگی خطرے میں محسوس ہو رہی ہے کوئی بڑا چکر ہے اسٹائل دیکھا تھا تم نے اُس جوان کا..... کوئی کریمنل کیس ہو سکتا ہے اِدھر۔" دانیال نے حتمی اور فیصلہ کن انداز میں رائے زنی کی۔

"حد ہے تم سے ایک دم ایکسٹریم پر پہنچ جاتے ہو..... ذرا ہلکا ہاتھ رکھا کرو۔" دانیال کی رائے سے تو ولی کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔

"شکر کرو تم مذاق کر رہے تھے دوسری صورت میں تو سمجھو تم بُری طرح پھنس گئے تھے۔ میری مانو تو یہ اخلاقیات وخلاقیات چھوڑ کر بالکل خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ...... ہمارے کون سا رشتے دار لگتے ہیں جو ہم فضول میں اپنی انرجی ویسٹ کریں...... دو چار مرتبہ کونٹیکٹ کرنے کی کوشش کریں گے پھر خود ہی خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے۔" دانیال نے گویا بات ہی ختم کر دی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو مگر میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔" ولی آفندی ہنوز متفکر نظر آ رہا تھا۔

"سوچو... سوچنے پر کوئی پابندی ہے نہ ٹیکس لگتا ہے۔" دانیال نے لاپرواہی سے کہا۔

"مگر یار پوچھو تو میں کیا سوچ رہا ہوں۔" ولی جھلایا۔

"بہت دل چاہ رہا ہے تو بتا دو...... میں کسی کی سوچ کے لئے تجسس نہیں رکھتا۔" دانیال نے اب ذرا شرارت سے کہا۔

"لگتا ہے وہ لڑکی بہت مشکل میں ہے شاید اسی وجہ سے شیخ صاحب نے اخبار میں اشتہار دیا ہو ان کو اس نوجوان سے ضرور کوئی خطرہ ہوگا...... وہ اس فیملی کو ٹینشن دے رہا ہے...... بیک گراؤنڈ میں کوئی اسٹوری چل رہی ہے یار۔" ولی نے سر کھجا کر کہا۔

"سو واٹ... ہمیں کیا...... پتہ نہیں اس ملک میں کتنی اسٹوریز چل رہی ہوں گی...... بہرحال تم ایزی فیل کرو...... ہماری اس کیس میں کوئی ذمہ داری نہیں بنتی۔" دانیال نے بہت پرسکون انداز میں کہا۔

"ویسے یار مجھے شیخ صاحب پر بہت ترس آ رہا ہے بے چارے ہارٹ پیشنٹ ہیں بیٹی کا ٹینشن الگ اور وہ گل ریز صاحب اُن کے سر پر ایک اللہ کا عذاب۔"

"اوہ... بھائی بہت زیادہ ترس آ رہا ہے تو اُن کی بیٹی سے شادی کر لو...... کم از کم ان کا ایک مسئلہ تو حل ہوگا۔" دانیال نے بیزاری سے کہا۔

"بھائی میں تو اظہار خیال کر رہا ہوں تم ہو کہ مذاق اڑائے جا رہے ہو حالانکہ اس مذاق میں تم میرے ساتھ برابر کے شریک ہو مگر میں تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈال رہا۔"

"ٹھیک ہے میرے بھائی...... میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔" دانیال شرم...

عین اسی لمحے ولی کے موبائل پر رنگ ہوئی تھی...... ولی نے موبائل جیب سے نکال کر دیکھا اور پھر دانیال کی طرف ... بے بسی سے دیکھا۔

"نور محمد خان کو ہماری یاد نے ستایا ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے موبائل کا سوئچ ہی آف کر دیا۔

"آٹھ دس مرتبہ سوئچ آف کرو گے تو خود ہی سمجھ جائیں گے...... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" دانیال نے تسلی دی۔

اُسی وقت صادقہ بیگم اندر آئی تھیں...... ولی نے ایک دم سنبھل کر سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام...... ولی آپ کیسے ہیں......؟" انہوں نے تکلفات پورے کئے۔

"جی آنٹی...... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" ولی نے مؤدبانہ جواب دیا جبکہ دانیال سوالیہ نظروں سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

"دانیال...... یہ تمہاری نانوں کے کپڑے ہیں...... یہ پہنچانا ہیں عید میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں...... ابھی سلائی ہونا ہے...... یہ کام تم آج ضرور کر دینا۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑا شاپنگ بیگ ٹیبل پر رکھا۔

"ٹھیک ہے اماں جان...... میں پہنچا دوں گا۔"

صادقہ بیگم واپس پلٹ گئیں۔

"یار بڑا لوڈ (Load) ہے لوگ خاص موقع پر ایک نانی کو یاد کرتے ہیں یہاں دو دو کو یاد کرنا پڑتا ہے...... کسی کو نانی یاد آتی ہے ہمیں نانیاں۔" دانیال مزید پھیل کر بیٹھتے ہوئے ہنس رہا تھا...... ولی کیونکہ اُس کا بہت قریبی اور واقف حال قسم کا دوست تھا اُسے دانیال کے بارے میں سب کچھ پتہ تھا اس لئے اُس کے جملے سے انجوائے کر رہا تھا۔

"چلو پھر دونوں چلتے ہیں واپسی میں تمہیں ڈراپ کر دوں گا۔" ولی نے پیشکش کی۔

دانیال نے ایک سوچتی ہوئی نظر ولی پر ڈالی...... جیسے ولی کی پیشکش پر اُلجھ گیا ہو...... پھر نظر چرا کر بولا۔

"اب اتنی بھی جلدی نہیں ہے...... میں دے آؤں گا۔" یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اُس کا ذہن کہیں اور پہنچا ہوا ہے وہ اپنے ماحول میں IN نہیں ہے۔

بڑا سا دوپٹہ...... ناگن سی لہراتی دراز چوٹی...... اور بہت سی اُلجھنیں۔

"کیا سوچنے لگے...... میں چلتا ہوں مجھے وہ نوید والی CD دے دو۔" ولی نے ریسٹ واچ پر نظر ڈالی اور اُٹھ کھڑا ہوا...... ساڑھے آٹھ ہو گئے باتوں میں پتہ ہی نہیں چلا...... اب چلتے

اس پر عجلت سوار ہو چکی تھی۔

دانیال بھی اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔۔ اس نے ولی کو تکلفاً بھی مزید کچھ دیر بیٹھنے کے لئے نہیں کہا۔



"عید سر پر آ گئی اور لوگ ہیں کہ ابھی تک کپڑے لئے چلے آ رہے ہیں۔" طاہرہ بیگم کٹنگ کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔

"تو آپ کیوں لے رہی ہیں منع کر دیں۔" حرا نے بے نیازی سے ماں کو کہا۔۔۔۔ ماں کے ساتھ تہہ شدہ کپڑے کھول کر سیٹ کر کے ماں کو دیتی جا رہی تھی۔

"سب پرانے جاننے والے ہیں جس کو بھی انکار کرو وہ اصرار کرنے لگتا ہے۔۔۔۔ کیا کروں۔۔۔۔؟"

"اتنا خود پر بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں دلہن۔۔۔۔ خدانخواستہ بیمار پڑ گئیں تو سب کام دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔" ثریا دادی نہا کر باتھ روم سے باہر آتے ہوئے بولیں۔۔۔۔ انہوں نے ماں بیٹی کی بات چیت سن لی تھی۔

"چاروں کی چاروں لڑکیاں ہو گئی ہیں۔۔۔۔ ماں سے کچھ سیکھ لیتیں تو آج ماں کا بوجھ لیتیں۔" وہ بڑبڑائیں۔

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی تھی۔۔۔۔ اور سب کی توجہ فون کی طرف ہو گئی تھی۔۔۔۔ یوں بھی نیا فون لگا تھا۔۔۔۔ ہر گھنٹی پر تجسس جاگتا تھا کہ کس کا فون ہے۔۔۔۔ ابھی چند لوگوں ہی کو نمبر دیا گیا تھا۔۔۔۔ گھنٹی کی آواز پر اندازوں کا کھیل شروع ہو جاتا شاید اس کا ہو یا شاید اس کا ہو۔۔۔۔ کسی طرف سے حنا بھاگتی ہوئی آئی تھی اور ریسیور اٹھایا تھا۔

"یہ کمری اور بندھ گئی اس گھر میں۔۔۔۔ مفت کا ہزار بارہ سو کا خرچہ۔" اندر سے گل بانو دادی باہر آتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔

"بڑی دادی عائشہ پھوپھو کا فون ہے آپ کو بلا رہی ہیں۔" حنا چلا کر بولی۔

"کیسے یاد آ گئی ماں کی۔" گل بانو دادی اشتیاق و خوشی چھپاتے ہوئے بظاہر دو سرد مہر انداز میں بولتی ہوئی فون کی طرف بڑھیں۔

"ہیلو۔۔۔۔ کون عائشہ۔۔۔۔ وعلیکم السلام بیٹی۔۔۔۔ کیسے یاد کر لیا ماں کو۔۔۔۔ نمبر کہاں سے

لیا۔۔۔۔ اچھا اچھا صادق سے۔۔۔۔ اے ہاں یہ خرچے والی چیز تو ہے مگر سہولت بھی بہت ہے۔۔۔۔ اور باقی سب خیر خیریت ہے ناں۔۔۔۔ آ رہی ہو۔۔۔۔؟ جم جم آؤ۔۔۔۔ رستہ تو بھولو کسی طرح۔۔۔۔ ماں سے ملنے کا تو دل ہی نہیں چاہتا۔۔۔۔ حفصہ اور تمنا کی بھی دنوں سے خیر خیریت پتہ نہیں چلی۔۔۔۔ تم سے تو بات چیت رہتی ہوگی۔"

گل بانو دادی نے اپنی دونوں بیٹیوں کی بابت خیر خیریت پوچھی جو عرصہ دراز سے امارات میں سکونت پذیر تھیں اور سالوں میں آتی تھیں۔۔۔۔ سب گھر میں موجود افراد اس وقت گل بانو دادی کی طرف متوجہ تھے یوں جیسے جلسہ گاہ میں حاضرین اپنے من پسند لیڈر کی تقریر بہت محبت و توجہ سے سن رہے ہوتے ہیں۔

"ہاں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ شکر ہے مولا کا بڑا کرم ہے۔۔۔۔ اب تم آ رہی ہو تو سامنے بیٹھ کر بات چیت ہوگی۔۔۔۔ ٹھیک ہے تم پہنچو خیریت سے۔۔۔۔ خدا حافظ۔"

گل بانو دادی نے ریسیور رکھ دیا۔۔۔۔ وفور شوق سے چہرہ تمتما رہا تھا۔۔۔۔ خوشی سے بری حالت تھی۔۔۔۔ بیٹی نے فون کیا تو گویا ان کی تو قیر بڑھا دی۔۔۔۔ ذرا دیر میں دنیا جگمگ جگمگ کرنے لگی۔۔۔۔ بڑی ادا سے اپنا سفید دوپٹہ سیٹ کرتی ہوئی بہو کی طرف بڑھیں۔

"کب آ رہی ہیں عائشہ آپا۔۔۔۔؟" طاہرہ بیگم تو نند کی آمد کا سن کر الجھ گئیں تھیں۔۔۔۔ کپڑوں کا ڈھیر اور مہمانوں کی آمد۔۔۔۔ وہ تو سوچ کر ہی شل ہو گئیں۔

"عید کے دوسرے تیسرے روز پہنچے گی ساتھ اس کی نند بھی آ رہی ہے۔" وہ بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"عائشہ آپا کی نند۔" قینچی طاہرہ بیگم کے ہاتھ سے نیچے گر گئی جو حرا نے لپک کر اٹھالی۔

"اللہ نے سن لی تمہاری۔" گل بانو دادی کے انداز میں ایک شان بے نیازی تھی۔

"کیا مطلب۔۔۔۔؟" ثریا دادی اور طاہرہ کے منہ سے بیک وقت نکلا۔۔۔۔ بڑی حیرت سے گل بانو دادی کو دیکھ رہی تھیں۔

"پانچ بیٹے ہی بیٹے ہیں عائشہ کی نند کے یاد نہیں تمہیں۔۔۔۔؟ آج کل لڑکیاں دیکھتی پھر رہی ہیں اپنے بچوں کے لئے۔" اپنی دانست میں گویا انہوں نے دھماکہ کر ڈالا۔

"دیکھ لو۔۔۔۔ آخر خیال آیا تو میری بیٹی کو۔۔۔۔ سگا سوتیلا تو ہم نے اپنے بچوں کو سکھایا ہی نہیں۔۔۔۔ جان دیتی ہیں میری بچیاں اپنے بھائی پر۔" انہوں نے معنی خیز لہجے میں ثریا دادی پر کچھ

جتانے کی کوشش کی۔

"اے بہناؤ..... تمہارا بس چلتا تو اچھی خاصی پھوٹ پڑوا دیتیں بچوں میں وہ تو میں نے بچوں کے لیے جان ہلکان کی ہے میرے بچے تو بعد کے ہیں..... تینوں بچیاں میاں کی طرف سے سوغات میں ملی تھیں مجھے..... گھونگھٹ اُٹھاتے ہی کلیجے سے لگا لیا تھا۔" ثریا دادی گویا پھٹ پڑیں۔

"آج عائشہ کو بھائی کا خیال آیا ہی میری وجہ سے ہے..... تم نے تو ساری زندگی اپنی مرضی سے کام کیا ہے کبھی کسی کی خاطر خود کو تھکایا نہیں..... چھوٹا بڑا کوئی کام ہو بچیاں میرے ہی پاس رہتی تھیں انہیں پتہ تھا کہ انہوں نے ماں کے آرام میں خلل ڈالا تو بے بھاؤ کی سننے کو ملے گی..... "ثریا دادی نے بڑے اعتماد، ٹھہراؤ اور سکون سے جواب دیا۔

"ثریا چتر..... زمانے میں مشہور ہیں..... میاں بھی ہتھیا لیا تھا اور میری اولاد بھی۔" گل بانو دادی بے بڑی بے رحمی سے الفاظ کے تیر برسائے کہ طاہرہ بیگم تڑپ کر رہ گئیں۔

"ماں..... آپ کی بھی حد ہے..... بولتے ہوئے تھوڑا سا تو سوچ لیا کریں..... ہر وقت سوت بنا تو نہیں چلتا انسانیت کا بھی تو کوئی رشتہ ہوتا ہے..... آپ نے تو کسی کی سالوں کی محنت ایک سیکنڈ میں اکارت کر دی..... دنیا دکھاوے کو کوئی عمر بھی اپنی ہڈیاں نہیں گھساتا۔" طاہرہ بیگم حق بات بولے بنا نہ رہ سکیں۔

"جیتی رہو دلہن..... اللہ تمہیں حق بولنے کی جزا دے تمہیں اپنی اولاد کا سکھ دکھائے..... آمین۔" ثریا دادی نے آنچل پھیلا کر دعا دی۔

"ایک تو ذرا سی بات پر وہ ہنگامہ شروع ہو جاتا ہے کہ اصل بات ہی گم ہو جاتی ہے..... عائشہ پھوپھی کی آمد پر بات ہو رہی تھی۔" ہما نے جل کر کہا۔

"ہاں تو ختم ہوئی بات..... عید بعد پہنچ رہی ہیں..... اللہ تمہارے نصیب کھول دے..... پانچ بیٹے ہیں کیا معلوم ایک گھر سے دو دو لیا چاہ رہی ہوں۔" گل بانو دادی نے اب خود پر قابو پا کر نرم انداز میں بات کی۔

"ماں..... آپ تو بس ایک ہی انتہا پر پہنچ جاتی ہیں..... ٹھیک ہے ہمیں چار بیٹیوں کے امتحان میں اللہ نے ڈالا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آنکھ بند کر کے ان کو کہیں بھی پھینک دیں..... بھی دیکھنا ہو گا کہ ان کے بیٹے کس لائق ہیں..... ان کا اخلاق کردار کیسا ہے۔"

"میری بچی بھائی کے گھر میں اوندھے سیدھے رشتے لے کر بھی نہیں آئے گی..... یہ بات یاد رکھنا۔" گل بانو دادی نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے تو ربیعہ کی ہونے والی ساس کے انداز میں بھی کچھ اشارہ ملا ہے دلہن۔" ثریا دادی نے اچانک نئی بات شروع کر دی..... لڑکیوں کے بھی کان کھڑے ہوئے۔

"کیسا اشارہ اماں.....؟" طاہرہ بیگم نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہماری بچیوں میں بہت دلچسپی لے رہی تھیں لگتا ہے ان کے اور بھی بچے شادی لائق ہیں۔"

"چھوڑیں اماں..... کہاں وہ..... کہاں ہم..... اُن کے گھر سے جو تین موٹریں آئی تھیں انہی سے اُن کے مال و دولت کا اندازہ ہوتا ہے..... ایسے گھروں کے بچوں کو لڑکیاں بہت وہ کیوں محلوں گلیوں میں لڑکیاں ڈھونڈنے آئیں گے۔" استہزائیہ مسکراہٹ طاہرہ بیگم کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

"یہ بات بھی نہیں ہے، بہت سے سمجھدار لوگ مال چیز سے زیادہ اچھے گھر کی اچھی لڑکی کو ترجیح دیتے ہیں..... ہمارے گھر میں بیلا کو ملا کو پانچ بچیاں بیاہنے کو بیٹھی ہیں..... صادقہ سے کہتی ہوں کہ وہ ذرا کھوج کرے۔"

"ابھی رہنے دیں اماں..... ابھی ربیعہ کا تو کچھ طے ہونے دیں۔" طاہرہ بیگم نے ٹوکا۔

لڑکیوں کی چال ڈھال میں بھی ایک تبدیلی محسوس ہو رہی تھی..... ماں اور دونوں دادیاں وہ باتیں کر رہی تھیں جو جوان لڑکیوں کے لیے سب سے خوش رنگ اور سریلی باتیں ہوتی ہیں۔

آنکھوں پر ٹھہری ہوئی سہا حسین سا۔

رت جگوں سے جلتی آنکھیں۔

چھوٹی چھوٹی اُمیدوں پر چھڑی دھڑکنیں۔

بادبان کھلی جوانی کی نیا کو ایک کنارا چاہیے ہوتا ہے..... اس اُدھورے پن کا کوئی علاج نہیں۔

اس عمر کے خوابوں کا خزانوں سے کچھ نہیں۔

مکمل ہونے کی تڑپ کسی زخم کی طرح ہر آن ٹیس دیتی ہے۔

آج چاروں کی چار کے تمام مر دہے تھے ـــــ یوں جیسے کوئی آیا ہی چاہتا ہو۔

♥♥♥

"کیا میں بیٹھ سکتا ہوں......؟"

نور محمد خان ناک کی نوک پر عینک ٹکائے ٹھکا ٹھک Key Board پر انگلیاں چلا رہے تھے کہ ایک دم اپنی محویت سے چونک پڑے اور عینک کے عدسوں کے اوپر سے جھانک کر آنے والے کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے عینک اُتار کر گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور لاشعوری طور پر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"آپ ـــــ؟ کیسے زحمت کی تشریف رکھئے۔" انہوں نے مقابل بڑی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ہم ـــــ کیا کریں آپ کے پاس تو زیارت کا موقع ہی نہیں دے رہے مجبوراً آپ سے کو تکلیف کر رہے ہیں۔"

"حکم ـــــ فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں......؟" نور محمد خان نے متانت و وقار سے بات کی۔

"آپ کیا خدمت کریں گے خان صاحب ـــــ البتہ خدمت کرا سکتے ہیں...... اتنی بات تو ہوگی آپ کی۔" گل ریز بڑی بدتمیزی سے ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گیا تھا۔

"میرے اختیار کی حدود میں جو کچھ ہوگا وہ میں ضرور کروں گا...... اور آپ کی آمد کا مقصد جاننا چاہوں گا۔" نور محمد خان ہنوز بڑے سلیقے اور سبھاؤ سے بات کر رہے تھے۔

"مجھے ایک کار بک کروا رہا ہوں مجھے خاصے پیسے تو ہیں میرے پاس...... صرف سات لاکھ کی ضرورت ہے۔" وہ بڑے انداز سے گویا ہوا۔

"صرف سات لاکھ ـــــ؟" نور محمد خان نے اپنی ناگواری پر مہارت سے کنٹرول کرتے ہوئے بڑے معنی خیز انداز میں کہا۔

"فقط ایسے کتنے میں کار آرہی ہے کہ بہت سارے پیسے ہونے کے باوجود آپ کو صرف سات لاکھ کی ضرورت پیش آگئی ہے ـــــ؟" انہوں نے طنز کو بہت سلیقے و شائستگی سے استعمال کیا۔

"ممبرا لاکھ کی ـــــ" انہیں ان سے جواب دیا گیا۔

"ت ـــــ تیرہ لاکھ کی......؟!!!!! اتنی مہنگی کار کیوں لے رہے ہیں آپ ـــــ؟ آج کل تو کلٹس اور آلٹو بہت اچھی گاڑیاں آرہی ہیں اور قیمت بھی مناسب ہے ـــــ ساڑھے چار پانچ لاکھ میں آرام سے زیرو میٹر مل جاتی ہے۔" نور محمد خان نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"ان گاڑیوں میں دم کہاں خان صاحب ـــــ دو تین سال میں بول جاتی ہیں ـــــ کام مانگنے لگتی ہیں...... پھر آٹو میٹک کار کا اپنا مزہ ہے۔" گل ریز نے ڈھٹائی سے مسکرا کر جواب دیا۔

"بیٹے بچی بات ہے کڑوی ضرور لگے گی...... مزہ تو اپنی محنت کی کمائی کا ہوتا ہے ـــــ انسان کو واقعی اپنی محنت سے حاصل کی گئی نعمت سے حقیقی سرور ملتا ہے ـــــ سچی خوشی کی لذت کا ذائقہ پتہ چلتا ہے...... شیخ صاحب ہارٹ پیشنٹ ہیں آپ کو ان کا خیال کرنا چاہئے۔" نور محمد خان نے اب بہت سنجیدگی سے بات کی تھی۔

"اسی لئے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ انہیں سمجھائیے کہ اپنی زندگی ہی میں حق داروں کو دے دیں...... انہیں بڑا روحانی سکون ملے گا۔" گل ریز ہنوز اسی طرح ڈھٹائی سے کہہ رہا تھا۔

"بیٹے ـــــ بات ہے تو ذاتیات پر مگر حق ہے ـــــ آپ کو اپنے حق سے بہت زیادہ مل چکا ہے ـــــ جو کچھ ہے وہ تو قواد کا اور بھی بیٹا کا ہے۔" نور محمد خان نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"حق داروں کا حق مار رہے ہیں آپ کے پاس ـــــ گھر میں تیار رشتہ ہوتے ہوئے بھی باہر شادی کرنا چاہتے ہیں بھی کی ـــــ دوسروں کو حرجے کرانا چاہتے ہیں ـــــ ہم مر گئے ہیں کیا......؟" گل ریز ایک دم ہی غضبناک ہو گیا۔

نور محمد خان خاموش ہو کر ضبط کے مراحل طے کرنے لگے ـــــ پھر آہستہ سے بولے۔

"شیخ صاحب کے ذاتی معاملات ہیں ـــــ ہم ان معاملات پر کوئی اظہار خیال نہیں کر سکتے...... البتہ آپ نے جو سات لاکھ کی بات کی ہے وہ ہم شیخ صاحب تک ضرور پہنچا دیں گے پھر ان کی مرضی کہ وہ آپ سے خود بات کریں یا نہ کریں۔"

"مائی فٹ ـــــ بھئی مجھے بات نہیں پہنچانا ـــــ سات لاکھ کا چیک آپ کے ہاتھ سے ہمیں آفس میں وصول کرنا ہے۔" گل ریز کرسی زور سے دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ بچانے کے لئے چہرہ چھپا لیا ہے ـــــ ان سے کہئے ٹھیک نہیں کر رہے کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر شکایت مت کیجئے گا۔" وہ دھمکی دے کر جانے کے لئے مڑا۔

نور محمد خان گہری نظروں سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"میں کل اسی وقت آؤں گا چیک لینے ...... وہ دروازہ کھولتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"

نور محمد خان کی نگاہوں میں گہرے تفکر کی دھند تھی۔



عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر سب کی سب بڑی فرصت سے بیٹھی تھیں اور بچی ہوئی افطاری سے نئے سرے سے لطف اندوز ہوا جا رہا تھا کوئی چارپائی پر کوئی تخت پر کوئی کرسی پر جس کو جہاں جگہ ملی پلیٹ لے کر بیٹھ گیا البتہ دونوں دادیاں اپنی اپنی تسبیح کے دانے گرا رہی تھیں۔ طاہرہ بیگم بھی کمر سیدھی کر رہی تھیں۔ کال بیل کی آواز خاموش ماحول میں یوں لگی جیسے کان کے پاس ڈھول پیٹا ہو۔

"اے ہاں ...... یہاں مار کوئی بہرے تو نہیں بستے کوئی ہلکی آواز کی گھنٹی لگائی ہوتی دلہن۔" گل بانو دادی زیادہ استغراق میں تھیں اسی حساب سے اُن کا ری ایکشن تھا۔

"آپ کے بیٹے ہی لائے تھے چالیس پچاس روپے والی گھنٹی تو ایسی ہی ہوتی ہے۔"

طاہرہ بیگم آلکس سے اُٹھتے ہوئے بڑبڑائیں ...... ساتھ ساتھ داخلی دروازے کی طرف بھی دیکھنے لگیں ...... حبا دروازہ کھول چکی تھی اور سامنے دانیال کھڑا نظر آ رہا تھا۔

"اوہ دانیال بھائی۔" حرا نے خوشی سے چیخ ماری۔

"آپ کے ہاتھ میں کیا ہے کیا کچھ کھانے کی چیز لائے ہیں ......؟" اُس نے عیدوں کی طرح دانیال کے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں تو ...... تم ہر وقت کھانے پینے کے چکر میں رہتی ہو۔" دانیال نے چھیڑا اور چور نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا ...... حبا تخت کے کنارے پلیٹ تھامے جیسے بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔

بہت غیر متوقع آمد تھی آج دانیال کی اُس کی آمد کا نقارہ بھی نہیں بجا تھا یعنی اُس کی بائیک کی بھی آواز نہیں آئی تھی۔

"السلام علیکم۔" اُس نے مشترکہ سلام کا ثواب سمیٹا۔

"جیتے رہو ...... خیریت سے آئے ہو ناں ...... آج تو تمہاری اسکوٹر کی آواز بھی نہیں آئی ......؟" ثریا بیگم نے اُٹھ کر ...... سر پر ہاتھ پھیرا۔

"جی ذرا پرابلم کر رہی ہے میری اسکوٹر ...... گاڑی میں آیا ہوں ...... وہ بھی گلی کے کونے

پر کھڑی کی ہے ...... اندر لاتا ہوں تو راستہ بند ہو جاتا ہے۔"

"ہاں ہمارے گھر چھوٹے اور گلیاں تنگ ہیں۔" حبا نے اُس کی بات کاٹ کر بڑی تیکھی سے کہا اور پلیٹ رکھ کے کچن میں چلی گئی۔

بہت غیر متوقع جملہ تھا چند لمحے کے لئے تو جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ...... طاہرہ بیگم بڑی خجل سی نظر آئیں ...... اور دلجوئی کرنے کے انداز میں بولیں۔

"آؤ بیٹا ...... بیٹھو ...... چائے ٹھنڈا کیا پیو گے ......؟"

"میں چلتا ہوں ممانی جان یہ دینے آیا تھا ...... امی نے یہ کپڑے بھجوائے ہیں بڑی اور چھوٹی نانی کے۔" اُس نے شاپنگ بیگ گل بانو دادی کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"خواہ مخواہ ہلکان ہوتی ہے تمہاری ماں ...... ڈھیر کپڑا دھرا ہے۔" گل بانو دادی نے بولتے ہوئے فوراً ہی کپڑے دیکھنا شروع کر دیئے تھے۔

"ذرا دیر کو بھی نہیں بیٹھو گے بہت جلدی میں ہو ......؟" طاہرہ بیگم نے پوچھا۔

"جی ممانی جان واقعی بہت جلدی میں ہوں۔" وہ کچن سے باہر آتی حبا پر ایک سرسری سی نگاہ ڈال کر بولا ...... اور ایک دم پلٹ کر خدا حافظ کہتا باہر نکل گیا۔

"توبہ ...... آج تو واقعی ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا تھا ...... دو جوڑے کپڑے کے پہلے بھیج تو دیئے تھے صادقہ نے ...... پھر دو بھیج دیئے ...... پیسہ فضول پھینکنے کا شوق ہے ...... کپڑا بھی اچھا خاصہ مہنگا دکھائی دیتا ہے۔" ثریا دادی نے کپڑا اُلٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"وہ کپڑے تو جمعۃ الوداع کے لئے بھجوائے تھے ...... بتایا بھی تھا آپ کو۔" طاہرہ بیگم نے یاد دلایا۔

"اے ہم کون سا بچے ہیں ...... بس ہو گئے تھے کپڑے۔"

"یہ تم چھت پر کہاں جا رہی ہو اس وقت ......؟" گل بانو دادی نے اپنی بات اُدھوری چھوڑ کر زینہ چڑھتی حبا کو ٹوکا۔

"یہ چھت بھی تو گھر ہی میں شامل ہے ناں ...... روڈ پر تو نہیں جا رہی۔" حبا نے تنک کر جواب دیا اور کھٹ کھٹ کرتی زینہ چڑھ گئی۔

"اے میری ماں ...... دیکھ رہی ہو دلہن ...... کتنی گز بھر لمبی زبان ہے اس کی ...... سے پہلے تم اسے اپنے گھر کا کرو ...... بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے ...... باپ کا آنگن

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر..... اصل میں تو ہم گل رخ کی طرف سے پریشان ہو کر اس طرح سوچنے لگے تھے۔" نور محمد خان نے اعتراف بھی کیا۔

"اللہ مالک ہے..... جس نے ہمیں بیٹی دی اسی نے اس کی تقدیر بھی لکھی ہے جو بھی مقدر میں ہو گا وہ اسے مل کر رہے گا..... البتہ کوشش کرتے رہنا ہمارا کام ہے۔" شیخ صاحب نے بہت سکون سے کہا اور اپنا سر سہلاتے ہوئے کچھ سوچنے لگے۔

"پھر سر گل رخ کے لئے کیا حکم ہے.....؟" نور محمد خان اپنا کل کا شیڈول مرتب کرنے لگے۔

"ہم نے کہا ناں آپ ہماری بات کرا دیجئے گا..... اس کے بعد ہی ہم کچھ طے کریں گے۔" شیخ صاحب نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھی بات سر..... پھر ہمیں اجازت.....؟" نور محمد خان اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ جا سکتے ہیں..... مگر دیکھیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ آٹھ دس مہینے میں اس طرح کی حرکت کرتا ہے..... کبھی اس کو اپارٹمنٹ کی ڈیکوریشن کرنا ہوتی ہے کبھی سیر کرنے سوئزرلینڈ جانا ہوتا ہے کبھی اسے کار چینج کرنا ہوتی ہے..... اب ہم اس کا کوئی مکمل بندوبست کرنے کا سوچ رہے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ بچی جلد سے جلد اپنے گھر کی ہو جائے۔"

"او کے سر..... بیسٹ آف لک۔" نور محمد خان مؤدبانہ انداز میں کہتے ہوئے باہر چلے گئے اور شیخ صاحب نئے سرے سے گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

♥♥♥

"لو بھئی خیر سے عید بھی گزر گئی..... عائشہ بھی آج کل میں آ جائے گی..... ایک کمرہ ان دونوں نند بھاوج کے لئے تیار کر لینا دلہن..... عائشہ تو خیر بیٹی ہے..... جہاں بستر لگا دیں گے سو جائے گی..... مگر اس کی نند تو پہلی مرتبہ یہاں رکنے کے لئے آ رہی ہے..... بیٹی کے سسرالیوں کو جتنی عزت دو اپنی بیٹی کی ہی عزت ہوتی ہے سسرال میں۔" گل بانو دادی طاہرہ بیگم سے بہت محبت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں..... کوشش کر رہی تھیں کہ بہو کا موڈ ان کی طرف اچھا رہے تا کہ وہ ان کی بیٹی کی دل سے آؤ بھگت کریں..... جبکہ حقیقت یہ تھی کہ طاہرہ بیگم فطری طور پر بہت مہمان نواز تھیں..... وہ گھر آئے کو بہت عزت دیتی تھیں اور خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتی تھیں۔

"اماں آپ بالکل فکرمند نہ ہوں..... عائشہ اور اس کی نند کو انشاء اللہ کوئی شکایت نہیں

اسے تنگ پڑ رہا ہے۔" گل بانو دادی انکار سے چبانے لگیں۔

طاہرہ بیگم ہر موسم کی طرح خاموش تھیں درحقیقت انہیں بھی ساس کی بدتمیزی بہت کھلی تھی۔

♥♥♥

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں نور محمد خان صاحب..... کل آ کر آپ اس سے میری فون پر بات کرا دیجئے گا۔"

"سر اصل پریشانی تو یہ ہے کہ وہ آپ کو ٹینشن دے رہے ہیں اور آپ کی طبیعت اب مزید ٹینشن کی متحمل نہیں ہو سکتی۔" نور محمد خان بڑی اپنائیت و دل سوزی سے کہہ رہے تھے۔

"بہر حال ایک زندہ انسان کو بہت کچھ فیس تو کرنا ہوتا ہے..... کچھوے کی طرح ریت میں سر دھنسا کر تو مسئلہ حل نہیں ہو گا۔"

"سر آپ اسے کوئی پولیس کیس بنا کر اس سے جان چھڑائیں..... سر..... گل رخ صاحب اب حد سے تو بڑھ چکے ہیں۔"

"ضمانت پر باہر آ کر پہلے سے زیادہ خطرناک ہو جائے گا..... چھتوں میں اور زہر اتر جائے گا..... ہمیں اپنی نہیں اصل میں تو اپنی معصوم بچی کی فکر ہے۔" بات کرتے کرتے اچانک شیخ صاحب کسی دھیان سے چونکے۔

"ہاں یاد آیا آپ کا کونٹیکٹ ہوا وہی آفندی سے.....؟"

"پتہ نہیں سر کیا مسئلہ ہے..... کبھی موبائل آف ملتا ہے تو کبھی نو آنسر (Answer) آ جاتا ہے..... ہم سوچ رہے ہیں کہ خود چلے جائیں اس کے اپارٹمنٹ میں جا کر پتہ کریں کہ کیا وجہ ہے خاموشی کی۔" نور محمد خان نے سوچ سوچ کر اپنا خیال ظاہر کیا۔

"نہیں نور محمد خان یہ مناسب نہیں..... ہم نے ضرورت رشتہ میں اشتہار دیا..... اب ہم خود ہی اُن سے اُن کا پروگرام پوچھنے جائیں..... اس طرح شکوک و شبہات پیدا ہوں گے..... لوگ سوچ سکتا ہے کہ ہم اس کے پیچھے پڑ رہے ہیں..... ہماری بیٹی کو رشتہ نہیں مل رہا تو کیوں.....؟ اگر اتنی خوبیوں والی لڑکی ہے تو اس کے رشتے میں مسئلہ کیا ہے.....؟ اس طرح تو وہ پیچھے ہٹ سکتا ہے..... ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا انتظار کیا جا سکتا ہے۔" شیخ صاحب نے بڑے مدبرانہ انداز میں سمجھایا۔

ہوگی اور پھر وہ ہماری بچیوں کے رشتے کے سلسلے میں آ رہی ہیں تو اس لحاظ سے تو بہت خاص مہمان ہیں..... آپ فکر نہ کریں..... اماں..... سب ٹھیک ہو جائے گا۔" طاہرہ بیگم نے ساس کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"اللہ کرے بچیوں کے نصیب کھل جائیں..... ساتھ خیریت اپنے گھر کی ہوں۔" کل بانو دادی نے دعا کی۔

"اماں..... آج کل سب جگہ اچھے رشتوں کا مسئلہ ہے..... ان کی تو ابھی عمریں کچھ نہیں ہیں جس طرف نظر ڈالو لڑکیاں بیٹھی نظر آ رہی ہیں..... سروں میں چاندی اتر رہی ہے مگر ڈھنگ کے رشتے نہیں مل رہے۔" طاہرہ بیگم نے دکھ سے کہا۔

"تم ٹھیک بولیں دلہن..... مگر اس میں کچھ غلطی لڑکی والوں کی بھی ہے جہاں رشتے آتے رہتے ہیں ان کے دماغ عرش پر پہنچے ہوتے ہیں..... کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کوئی ڈاکٹر، انجینئر کمشنر سے کم پر راضی نہیں ہوتا..... سیدھی سی بات ہے دلہن لڑکے کا اخلاق کردار اچھا ہونا چاہیے روزی روزگار سے لگا ہونا چاہیے..... بچی کا اپنا نصیب بھی تو ہوتا ہے مگر لوگ اتنے اونچے معیار بنا لیتے ہیں اور وقت نکال دیتے ہیں..... عمر نکل جاتی ہے تو اچھے رشتے آنا بند ہو جاتے ہیں..... تم اس طرح کی غلطی نہ کرنا دلہن..... لڑکا نیک شریف ہو اور گزارے لائق کما لیتا ہو تو فوراً رشتہ قبول کر کے بچی اپنے گھر کی کرنا..... بلاوجہ بیٹی بٹھائے رکھنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں بہت سے گھروں کی پریشانی دیکھ کر میں بھی یہی سوچتی ہوں کہ بچے کی شرافت سے زیادہ میں کسی بات کو اہمیت نہیں دوں گی۔" طاہرہ بیگم نے گویا اپنی ساس کو تسلی دی۔

"اس عید پر تو دانیال بھی نہیں آیا..... ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔" اچانک طاہرہ بیگم کو دانیال کا دھیان آیا جو ان کو بہت پسند تھا اور ہمیشہ ان کی خاموش تمناؤں کا محور رہا..... بچیوں کی شادی کی بات چلی تو ان کا ذہن اس کی طرف چلا گیا۔

"آپ لوگوں کو تو کوئی ادھر ادھر کی فکریں رہتی ہیں..... جیسے لوگ ہمیں کھانے کو دیتے ہیں..... [illegible]

"یہ کیا بات ہوئی رشتے ناطے ہوتے ہیں تو ذکر بھی ہوتا ہے..... یوں تو جنگل میں جا کر پڑ جائیں۔" ثریا دادی نے ناک بھوں چڑھا کر کہا..... ان کے لاڈلے لواسے کے ذکر پر جانے جل فٹ کیا تھا انھیں بُرا لگا ہی تھا..... اس وقت وہ بہت اہتمام سے اپنی بالشت بھر کی چوٹی بنا رہی تھیں۔

"بیٹی اپنے طور طریقے بدلو..... یہ لب و لہجہ پرائے گھر میں برداشت نہیں ہوتا..... مثل مشہور ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔" طاہرہ بیگم نے یہ سوچ کر جلدی سے بیٹی کو نصیحت کی اگر وہ چپ رہیں تو دونوں دادیاں آدھے گھنٹے تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی اور ان کی یہ ترکیب کارگر ہوئی دونوں ٹھنڈی سی ہو گئیں..... اور بہو کے لئے بڑے اچھے جذبات پیدا ہونے لگے باقی تینوں لڑکیاں اندر کمرے میں گھس جانے کیا کہہ رہی تھیں بڑی دیر سے خاموشی تھی اس طرف..... حیا کے چہرے پر ناگواری و تناؤ کی کیفیت ہنوز تھی۔



شام چھ بجے کا وقت تھا دانیال اور ولی ایک موبائل شاپ سے کارڈ لے کر تیزی سے اپنی بائیک کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ایک کار چرچراہٹ کے ساتھ ان کے قریب رکی..... دونوں بے اختیار سنبھل کر پیچھے کی طرف ہٹے تھے اور کار کی طرف خاصی برہم نظروں سے دیکھا تھا ان کے حساب سے کار غیر محتاط انداز میں ڈرائیو کی جا رہی تھی..... ذہن میں یہی آیا کہ کوئی بے فکرا ڈرائیونگ کا شوق پورا کر رہا ہے۔

مگر ولی اس وقت ششدر رہ گیا جب ڈرائیونگ سیٹ کی طرف کے دروازے سے اس نے نور محمد خان کو باہر آتے دیکھا۔

"مارے گئے یار۔" وہ بڑبڑایا۔

"کیا ہوا.....؟" دانیال چونکا۔

"نور محمد خان صاحب یار..... وہی ضرورت رشتہ والے۔" اس نے جلدی سے کہا اور سنبھل کر نور محمد خان کو اپنی طرف آتا دیکھنے لگا۔

"السلام علیکم..... انکل۔" ان کے قریب آتے ہی ولی نے سلام کرنے میں پہل کی۔

"جی سر۔۔۔ وہ بس دو چار بہت ضروری کام اپائنٹ منٹس سے تھے بہت مصروفیت ہو گئی تھی۔"

"تو بتا دیا تھا۔۔۔ آپ فون پر تو کو بات کر سکتے تھے۔۔۔ آپ نے آتی وہ سے ہماری سے بات شروع کی تھی تو ہم اس کو مکمل تو رکھنا چاہیے تھا۔۔۔؟" انہوں نے بڑی شائستگی سے اسے اس کی کوتاہی کا احساس دلایا۔

"جی سر۔۔۔ بس غلطی ہو گئی۔۔۔ لیکن میں اپنے ان دوست کے ساتھ دارالسلام گیا تھا بہت ضرورت بات کرنے مگر پتہ چلا کہ شیخ صاحب کی طبیعت خراب ہے اور وہ دوا کھا کر سو رہے ہیں۔" ولی نے اب بہت احترام سے بات کی۔ محمد دانیال کی موجودگی سے بھی صورتحال بہتر لگ رہی تھی۔۔۔ دانیال البتہ چپ سا کھڑا تھا۔۔۔ نور محمد خان کی شخصیت بہت متاثر کن تھی۔۔۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے دل خود بخود جن کے احترام میں جھکنے لگتے ہیں۔

"اوہو۔۔۔ اچھا۔۔۔ یہ کب کی بات کی آپ نے۔" نور محمد خان بڑے جوش سے نظر آنے لگے۔

"زیادہ دن نہیں ہوئے شاید ہفتہ دس دن پہلے کی بات ہے۔" ولی نے ماتھے پر زور ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"تو آپ مجھ سے کو رابطہ کر لیتے میرا نمبر تو ہے ناں آپ کے پاس۔" وہ دوبارہ گویا ہوئے۔

"جی سر۔۔۔ بات دراصل یہ تھی کہ میں ڈائریکٹ شیخ صاحب سے کرنا چاہتا تھا۔" ولی نے نظریں چراتے ہوئے بہت جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ آپ کل شام کو تشریف لے آئیں میں شیخ صاحب کو بتا دیتا ہوں یا آپ کے دوست بھی آپ کے ساتھ تشریف لے آئیں تو بات کرنے گئے۔۔۔؟" نور محمد خان پہلے دانیال کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولے جو سفید کرتے اور پاجامے میں بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔۔۔ وہ چاند سا رنگ سفید بہت نفاست سے بنے بال صحت مند جوان۔۔۔ دانیال کی شخصیت کا پہلو ظاہری تاثر تھا۔

"جی سر۔۔۔ یہ میرے ساتھ ہی ہیں۔۔۔ ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں۔" ولی نے جواب دیا۔

"آپ کے ساتھ ہی پڑھتے ہیں N.E.D میں۔۔۔؟" وہ بہت دلچسپی سے دانیال کو دیکھنے لگے۔

"جی سر۔۔۔ ہماری دوستی یونیورسٹی ہی میں ہوئی ہے لیکن اب یہ میرے بہت قریب ہیں۔" ولی نے مسکرا کر دانیال کی طرف دیکھا۔

"اچھی بات۔۔۔ کل آپ ان کو بھی ساتھ لے آئیں۔۔۔ مجھے آپ جیسے نوجوان اچھے بچوں سے بات کر کے بھی خوشی ہوتی ہے۔۔۔ میں شام چھ بجے کا کہہ دیتا ہوں شیخ صاحب سے ٹھیک۔۔۔؟" انہوں نے دونوں سے باری باری الوداعی مصافحہ کیا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گئے۔۔۔ دونوں گویا سانس روکے ان کو دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ ان کی کار اسٹارٹ ہوئی اور آگے بڑھ گئی۔

"چلو بھئی کل کی تیاری کرتے ہیں۔۔۔ آخر اس ڈرامے کا ڈراپ سین تو کرنا ہی ہے۔" ولی نے گہری سانس لے کر فضا میں نظر دوڑائی۔

"یار۔۔۔ ان سے مل کر تو بڑا عجیب فیل ہو رہا ہے۔۔۔ اتنے گریس فل اور سوبر لوگوں سے تھوڑا سا مذاق کیا جا رہا ہے۔" دانیال نے کسی خیال میں کھوئے کھوئے اپنے احساسات آشکار کیے۔

"ہاں۔۔۔ یار۔۔۔ بس غلطی ہو گئی۔۔۔ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لیں گے۔" ولی نے بھی جیسے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔۔۔ دونوں بائیک کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"دانیال۔۔۔ یار ایک بات ہے مائنڈ مت کرنا۔" ولی بائیک پر دانیال کے پیچھے بیٹھ کر بولا۔

"چلو۔۔۔ کہو۔۔۔ تم کون سا میرے مائنڈ کرنے کی پرواہ کرتے ہو۔" دانیال نے بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے فوراً کہا۔

"یار لوگ بہت اچھے ہیں۔۔۔ تم کر لو ناں یہاں شادی۔"

"واہ بھئی۔۔۔ کیا خوب فرما رہے ہیں۔۔۔ ایک ان دیکھی انجانی لڑکی سے تو میں بھی شادی نہیں کروں گا۔۔۔ خود کو ادھر مر جاؤں۔" دانیال نے قطعی اور صاف جواب دیا۔

"کوئی دیکھ لی ہے کیا۔۔۔؟" ولی نے چھیڑا۔

"ہیں کچھ تو۔" دانیال نے اڑتے چھوٹے بالوں کے بکھروں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بات اڑا دی۔

دیکھا۔

"واہ یار...... اتنی اہم بات مجھ سے چھپائی...... بڑا دکھ ہوا۔" ولی نے گلہ کیا۔

"ابھی تو کچھ واضح ہی نہیں ہے...... کوئی بات ہوتی تو تم سے کرتے۔" دانیال نے تیزی سے موڑ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"اتنا نروس ہونے کی کیا ضرورت ہے اماں جان سے کہہ دو جا کر رشتہ مانگ لیں گی۔" ولی نے حیرت و الجھن میں کہا۔

"ان کے ہاں نمبر سے ہوگی۔ ابھی اُس کا نمبر دور ہے...... میرے پاس وقت ہے اچھا ہے اس وقت تک اسٹڈی بھی کمپلیٹ ہو جائے گی۔" دانیال نے اطمینان سے جواب دیا۔

"دیکھ لو...... اچھی طرح کنفرم کر لو کہ واقعی نمبر سے ہوگی...... کہیں ایسا نہ ہو اس کا نمبر سب سے پہلے لگ جائے...... آج کل لوگ نمبر وغیرہ سے کرنے کو اہمیت نہیں دیتے اچھا رشتہ مل جائے تو بے تکلف [illegible] کر دیتے ہیں۔" ولی نے اُسے ہوشیار کرنے کی کوشش کی۔

"وہاں ایسا نہیں ہے...... بڑی زبردست مینجمنٹ بنی ہوئی ہے اُدھر۔" دانیال بھی ولی کو دیکھتے ہوئے شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"کون ہے......؟" ولی نے پوچھا۔

"اب تو سب کچھ ہے۔" دانیال نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"خوبصورت بہت ہے......؟" ولی کی آتش شوق پوری قوت سے بھڑک اٹھی تھی ایک تجسس لاحق ہو چکا تھا۔

"ساری دنیا میں بس وہی تو خوبصورت ہے۔" اپنی بات کے اختتام پر دانیال نے زوردار قہقہہ لگایا۔ فوراً ہی ولی کا قہقہہ بھی شامل ہو گیا تھا۔

♥♥♥

"اوہو...... اچھا...... آ گئے تھے صاحبزادے......؟ بتایئے...... ہم یہاں بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے...... مگر غلطی ان کی بھی ہے...... کم از کم انہیں فون کر دینا چاہیے تھا...... بیٹھ گیا...... ہو جاتی ہے [illegible] سے اچھا اتفاق۔" شیخ صاحب تو ولی کی آمد کا سن کر جیسے ایک دم [illegible] ہو گئے۔

"کوئی دوست بھی ساتھ تھا......"

"...... پورے شہر سے تو بہت اچھے خاندان کا لڑکا

رہا تھا اور رہتا بھی اسی شہر میں ہے...... خیر چھوڑیں سر...... دیکھتے ہیں ولی کیا بات کرتے آ رہے ہیں۔" نور محمد خان جیسے کسی خیال کے تانے بانے میں الجھے ہوئے تھے۔

"ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھے......؟" شیخ صاحب ذرا چونکے۔

"مطلب یہ کہ اگر ولی کی طرف سے کوئی مسئلہ ہے یا خدانخواستہ بات نہیں بن پاتی تو اُس بچے کو دیکھ لیجئے...... ستر برس کی عمر ہو رہی ہے...... اب چہروں سے بہت کچھ اندازہ لگا لیتے ہیں۔"

"کیا آپ نے اُس بچے کو بھی یہاں آنے کے لئے کہا ہے......؟" شیخ صاحب نے بھی دلچسپی ظاہر کی۔

"جی سر...... ویسے سرسری سا کہہ دیا تھا۔" نور محمد خان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے...... اللہ بہتر کرے...... آج ہم آپ کے فون کا انتظار کرتے رہے کسی کام میں دل ہی نہیں لگا...... کیا آج گل ریز آیا نہیں......؟ اگر نہیں تو بہت تعجب کی بات ہے۔" شیخ صاحب کو ایک دم گل ریز کا خیال آیا۔

"سر آج ہم آفس سے نو بجے ہی اُٹھ گئے تھے...... سائٹ پر اکرم صاحب نے بلا لیا تھا آج سارا دن وہیں صرف ہو گیا ہمارا خیال ہے گل ریز آئے ضرور ہوں گے...... سائٹ سے نکلے تو ساڑھے پانچ بج چکے تھے سوچا اب تو جانا بے کار ہے ہمارے خیال میں وہ اب صبح آئیں گے۔"

"چلو خیر...... ایک دن کی اذیت سے اللہ نے بچا لیا...... پیسے کا تقاضا اتنا بھاری نہیں لگتا اصل بات اُس کا رویہ ہے نہایت بے ادب اور گستاخ ہے جتنی دیر اُس سے بات چیت رہتی ہے اتنی دیر جیسے سر پر کوئی پہاڑ رکھا ہوتا ہے...... دعا کیجئے اللہ اسے ہدایت دے۔"

"آمین۔" نور محمد خان نے شیخ صاحب کی دعا پر مہر لگانے میں دیر نہیں کی۔

"ویسے آپ کو ولی آفندی کی بات چیت سے کیا اشارہ ملا...... اپنے والدین کے ساتھ آ رہا ہے یا اکیلا......؟" شیخ صاحب پھر پہلے موضوع پر آ گئے۔

"اس طرح کا تو کوئی اشارہ نہیں ملا۔" نور محمد خان حافظے پر زور ڈالنے لگے۔

"چلیں خیر...... کل تو آ رہا ہے...... جو کچھ ہے سامنے آ جائے گا۔" شیخ صاحب نے خود ہی بات ختم کر دی۔

"ابھی بیٹا گھر پر نہیں ہیں کیا...... ورنہ اتنی دیر میں تو آپ کے گھر کے دو چکر لگا لیتے

ہیں۔" نور محمد خان کو گھر میں پہلی بار غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا تو پوچھنے لگے۔

"ہاں وہ گھر پر نہیں ہے..... اس کی چھوٹی خالہ کی شادی ہو رہی ہے اسی کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی ہے۔" شیخ صاحب نے جواب دیا۔

"خالہ بھانجی میں..... زیادہ فرق نہیں ہے ناں..... دونوں بچپن کی سہیلیاں بھی تو ہیں۔" نور محمد خان ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

شیخ صاحب بھی بیٹی کا تصور کر کے بڑی شفقت سے مسکرا رہے تھے۔

♥♥♥

"اب یہ لوگ حیلے بہانے گول ہانی کی زیارت کو کیوں جاتے رہتے ہیں..... وہ بے چاری تو اب ریٹائرڈ ہو چکی ہیں۔" حنا شرارت سے کہہ رہی تھی۔ چھوٹی دادی، بڑی دادی اور طاہرہ بیگم تینوں ابھی ابھی گھر سے نکل گئی تھیں۔ لڑکیوں کو کام سمجھا کر اور یہ کہہ کر گول ہانی کی خیریت پتہ کرنے جا رہے ہیں۔

"بے چاری بستر سے لگ گئی ہیں ساری عمر ساتھ دیا ہے انہوں نے اس گھر کا..... ہماری دو عدد دادیاں اور ہماری والدہ محترمہ اتنی آسانی سے ناامید ہونے والوں میں سے نہیں ہیں وہ امید کرتی ہیں کہ گول ہانی بہت جلد بستر چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوں گی اور بہت سے جنت کے بچھڑے ہوئے لوگوں کو ملانے کا نیک کام کرنے لگیں گی..... بغیر خرچے کے حج شروع ہو جائیں گے۔" حبا نے ہنس کر ٹکڑا لگایا۔

"کیا مطلب.....؟" حرا حیران ہوئی۔

"بھئی وہ کہتے ہیں نا کسی کی شادی کرانے پر حج کا ثواب ملتا ہے..... تو اس حساب سے تو گول ہانی "الحاجن" ہیں۔" حنا [illegible]

"ایسی بات نہیں ہے..... گول ہانی بہت اچھی طبیعت کی ہیں..... شروع ہی سے بہت سوشل رہی ہیں لوگوں کے بڑے بڑے مسئلے حل کرانے میں پیش پیش رہتی تھیں..... ہماری دادیاں ان کے بہت احسان مانتی ہیں ان کی قدر کرتی ہیں۔" ہما سلائی کا کرتا تہہ کرتے ہوئے بولی۔

"اتنے وزن (Weight) کے ساتھ گول ہانی اتنی سوشل کیسے تھیں..... وہ تو ذرا سی دیر میں تھک جاتی ہوں گی۔" حرا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ گول ہانی بھی بہت سوشل تھیں۔

"تمہاری ہی طرح کی ہوں گی گول ہانی کو اب ہی بیمار پڑ گئی ہیں۔" حنا پھر ہنسی۔

"ہماری اتنی سی نظر بھلا کیا اثر کرے گی..... اتنے بڑے علاقے میں کہاں کہاں لگے گی۔" حرا نے منہ بسور کر جواب دیا۔

"باتیں ہی کیے جاؤ گی تم لوگ یا کام بھی کرو گی..... شام تک مہمان بھی پہنچ جائیں گے۔" ہما نے ٹوکا..... اسے اندازہ تھا کام ادھورے ملے تو آدھے گھنٹے سے پہلے [illegible] کی صلواتیں نہیں ہوں گی ماں اور دادیوں کی۔

"آپا کو بڑی فکر ہے مہمانوں کی..... لگتا ہے ہمارے ساتھ رہتے رہتے تنگ آ گئی ہیں۔" حبا نے آنکھ مارتے ہوئے کہا اور کچن میں گھس گئی..... تقریباً ایک کلو پیاز چھیلنے کاٹنے کا ذمہ تھا اس کا اور حرا کا۔

"لو ہم تو صبح شام دادیوں سے یہ سن رہے ہیں کہ حبا کو اس گھر سے چلتا کرو یہ بہانے بہانے سے کہہ رہی ہے کہ میری جلدی سے شادی کرو۔" ہما نے فوراً بدلہ لیا۔

"کہہ تو نہیں رہی..... اس لئے کہ میں ابھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتی..... ہاں مجھے کوئی اچھا لگا اور اس کو میں اچھی لگی تب میں شادی کروں گی..... خالی کسی کی اماں کی پسند سے نہیں کروں گی۔" حبا نے بڑے اعتماد اور بے خوفی سے جواب دیا۔

ہما حیرت سے چند ثانیے کو گھورتی رہیں..... انہیں جیسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ جملہ حبا نے کہا ہے۔

"توبہ..... حبا..... حد ہو گئی تم سے..... یعنی لو میرج کرنا چاہتی ہو..... آئندہ کبھی اس طرح کی بات منہ سے بھی مت نکالنا سمجھیں..... ایک دن میں تمہاری شادی کر کے دادیاں تمہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیں گی۔" ہما نے خبردار کیا۔

"ہاں نہیں تو..... اور کیا۔" حنا جس کو گھر میں سب سے تیز سمجھا جاتا تھا ابھی تک ہونق کی طرح حبا کو دیکھ رہی تھی۔

"لگتا ہے اور دوسرے احمقوں کی طرح تم پر بھی کیبل نے بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔" ہما اب ایک بڑی بہن والی سنجیدگی کے ساتھ رائے زنی کر رہی تھی۔

"اتنی بھی احمق نہیں ہوں کہ تھرڈ کلاس فلمیں دیکھ کر خود کو کوئی ہیروئن سمجھنے لگوں..... بھئی شادی زندگی میں ایک مرتبہ ہوتی ہے اور ہونی ہی ایک مرتبہ چاہئے..... یہ تو عورت کا بھی اسٹیٹس سمبل ہے سوسائٹی میں اس کو زیادہ بلکہ زیادہ عزت ملتی ہے..... ساتھی وہ ہونا چاہئے جس کا ساتھ دل

باتیں ہو...... مجبوری میں ساتھ رہنا کوئی مذاق بات ہے...... دن رات کی اذیت...... میں تو شادی اپنی پسند سے کروں گی ورنہ زندگی بھر شادی نہیں کروں گی...... میرا رزلٹ آنے والا ہے...... اب میں ایم۔ بی۔ اے میں ایڈمیشن لوں گی...... شادی مرضی کی ہوگی تو ٹھیک ورنہ اچھی سی جاب کروں گی...... مزے سے زندگی گزاروں گی۔" حبا پیاز چھیلتے ہوئے بولتی ہوئی بہت دلچسپ لگ رہی تھی۔

ہما کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی۔

"ذرا اپنے ان حسین خیالات کا اظہار دادیوں کے سامنے تو کرو...... کیسی بونگی لگ رہی ہے پیاز کاٹتے ہوئے خوابوں کی باتیں کرتی ہوئی۔" ہما نے اُٹھ کر ایک دھپ اُس کی کمر پر رسید کی اور اندر لاؤنج میں اپنی ضرورت کی کوئی چیز لینے چلی گئی۔

"وقت آئے گا تو دادیوں کے سامنے بھی کر لیں گے یہ خوابوں کی خراب باتیں۔" وہ دوپٹے سے آنکھیں رگڑتی ہوئی بولی۔

"یعنی کہ یہ دادیوں سے پیاز کٹوانے کا بدلہ ضرور لے کر رہے گی۔" حبا پھر قہقہہ لگا کر ہنسی۔

"انشاءاللہ۔" حبا کے بھی آنسو بہنا شروع ہو گئے وہ بھی آنکھیں مسلتے ہوئے گویا تڑپ کر بولی۔۔۔ جواب میں حبا کے قہقہے مسلسل گونج رہے تھے...... عین اسی لمحے کال بیل کسی سائرن کی طرح گونجی۔۔۔ جو جس حال میں تھا اسی پوز میں اپنی جگہ کھڑا بیٹھا رہ گیا۔

"پوچھ کر کھولنا...... ویسے ہی آج کل بہت ڈاکے پڑ رہے ہیں۔" ہما نے باہر آ کر دروازہ کھولنے کو بڑھتی حبا کو آہستہ آواز میں تاکید کی۔

"کون ہے...؟" حبا نے بہرحال ہدایت پر عمل کیا ہما کا مسئلہ نہیں بنایا۔

"دروازہ کھولو بیٹا...... دھوپ میں بُرا حال ہو گیا ہے۔" عائشہ پھوپھو کی آواز آئی تو لڑکیاں خوشی سے دروازے کی طرف دوڑ پڑیں۔

دروازہ کھلا اور خوبصورت کام کی چادر اوڑھے عائشہ نظر آئیں...... ٹیکسی ڈرائیور سامان اتار رہا تھا اُن کے ساتھ ہی ایک اور گول مول سی شفیق سی مسکراہٹ والی اُن کی نند حور بانو کھڑی تھیں اور بڑے اشتیاق سے لڑکیوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"سامان ہم اندر لے آئیں گے پھوپھو...... آپ اندر آ جائیں...... واقعی باہر بہت

گرمی ہے۔" حنا نے کہا...... عائشہ اپنی نند حور بانو کے ساتھ اندر چلی آئیں۔

دو چھوٹے سوٹ کیس ایک بیگ اور ایک کھانے پینے کی اشیاء کی باسکٹ جس میں ایک پلاسٹک کا لوٹا بھی جھانک رہا تھا یہ سامان تھا جو ہما اور حنا دونوں اُٹھا کر اندر لے آئی تھیں...... عائشہ ٹیکسی ڈرائیور کو پہلے ہی کرایہ دے چکی تھیں اس لئے کہ اب وہ بھتیجیوں کو گلے سے لگا کر پیار کرنے میں مصروف ہو چکی تھیں...... اُن کی نند بھی باری باری لڑکیوں کو گلے سے لگا کر ایک ناقدانہ نظر بھی ڈالتی جاتی تھیں۔

"اماں اور چھوٹی اماں نظر نہیں آ رہیں بلکہ بھابی بھی تو نظر نہیں آئیں۔" عائشہ نے اب پُرتجسس نظر چہار اطراف دوڑائی۔

"وہ گول نانی کے گھر گئی ہیں اُن کی طبیعت بہت خراب ہے آج کل۔" ہما نے اُن کی چادر تہہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا...... بے چاری گول اماں...... ایک وقت تھا کہ ایک پل چین سے نہیں بیٹھتی تھیں کتنے گھر بسائے ہیں کتنوں کی دعائیں لی ہیں۔" عائشہ کو اُن کی بیماری کا سن کر جیسے دلی افسوس ہوا۔

"یاد ہے بھابی عفیفہ آپا ایک مہینے کے لئے پاکستان آئی تھیں کہ بچی کا اچھا سا رشتہ دیکھ کر ایک مہینے کے اندر اندر اُس کی شادی کر دوں گی آتے ہی انہوں نے گول اماں کو ٹارگٹ دے دیا تھا اور گول اماں نے پندرہ دن کے اندر اندر ان کی بیٹی کی شادی کرا دی تھی کیا رشتہ لے کر آئی تھیں اتنا قابل ڈاکٹر تھا کہ آج اُس کا گلشن میں اپنا ہاسپٹل ہے...... عفیفہ آپا نے پورے دس تولے کا سیٹ دیا تھا گول اماں کو۔"

ہما کچن میں کھڑی شربت بنا رہی تھی ساتھ ہی گول نانی کی "پرفارمنس" سے بھی لطف اندوز ہو رہی تھی...... لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی کھیل رہی تھی۔

حبا اس وجہ سے کہ مہمانوں کو پیاز کی وجہ سے اُلجھن نہ ہو سب کچھ اُٹھا کر کچن میں جا چکی تھی۔

"بتاؤ گول نانی کو پندرہ دن میں دس تولے سونا مل گیا تھا ہم نے تو پوری بائیس سالہ زندگی میں دس تولے سونا نہیں دیکھا۔" وہ آنکھیں ملتے ہوئے بڑبڑائی۔

"ماشاءاللہ چاروں ایک برابر ہو گئی ہیں...... اُٹھان اچھی ہے۔" عائشہ کی نند کی آواز

سنائی دی۔

"ہاں تو ماشاءاللہ بھائی بھابی دونوں ہی اچھے ہیں اولاد ماں باپ پر ہی زیادہ پڑتی ہے۔ حنا کو دیکھ کر تو جیسے سورۃ کا خیال آتا ہے...... اللہ نصیب اچھا کرے۔" عائشہ نے کچن سے باہر آتی حنا پر بڑی محبت بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

وہ خود کو موضوعِ بحث دیکھ کر ذرا گھبرا کر شرمندہ سی ہو کر مسکرائی۔

"مگر بھئی جان حنا ہی نے بتائی ہے اُس کی تو کسی تھانیدار سے شادی ہو جائے تھانیداری یہ کرے گی۔" عائشہ نے ہنستے ہوئے حنا سے مذاق کیا۔

"کیا کروں پھوپھو...... اسمارٹ ہونے کے لیے کھانا کم کرتی ہوں تو B.P لو ہو جاتا ہے چکر آنے لگتے ہیں پھر نمک لیموں کا پانی پی پی کر کام کرنا پڑتا ہے۔" حنا ذرا شرمندہ ہو کر وضاحت کرنے لگی۔

"کوئی ضرورت نہیں بھوکا رہنے کی...... ہر ایک کا اپنا اپنا حساب ہوتا ہے...... فاقے کر کے اسمارٹ ہو گی تو کون سا تمہیں انعام دینے آ جائے گا...... اللہ نے دیا ہے تو کھاؤ پیو۔" عائشہ نے تڑپ کر کہا یوں جیسے بھتیجی کے فاقوں سے اُن کو بہت روحانی اذیت پہنچی ہو...... اتنے میں حنا شربت تیار کر کے اُن کے قریب آ چکی تھی...... اُس نے تخت پر ٹرے رکھ کر گلاس بھرنا شروع کیے۔

"کون سی جماعت میں پڑھ رہی ہو بیٹی......؟" عائشہ کی نند نے بڑی دلچسپی سے اُس کا جائزہ لیا۔

"بی ایس سی کر چکی ہوں...... بی ایڈ کی کلاسز شروع ہونے والی ہیں۔" حنا نے اُن کی پُرشوق نظروں سے بچتے ہوئے تھوڑا سا نروس ہو کر جواب دیا۔

"تم کیا بننا چاہتی ہو......؟" عائشہ کی نند جن کا نام حور بانو تھا بڑے پُرجوش انداز میں پوچھ رہی تھیں۔

"بس ویسے ہی کچھ تو کرنا ہی تھا...... کمپیوٹر بھی سیکھ رہی ہوں...... بی ایڈ کے ساتھ ساتھ I.T بھی کرنے کا پروگرام ہے۔" حنا نے اب ذرا اعتماد اور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ماشاءاللہ۔" عائشہ نے ماشاءاللہ کہہ کر اپنی نند کو باور کرانے کی کوشش کی کہ اُن کی بھتیجی قابلیت کی حامل ہے...... فضول قسم کی لڑکی نہیں ہے۔

"اور بھئی یہ حنا جان بنانے کے علاوہ بھی کچھ کر رہی ہے؟" عائشہ نے گلاس [illegible] بھرتی حنا سے مذاق کیا۔

"سچی بات ہے پھوپھو میرا میتھ شروع ہی سے کمزور ہے...... ہمیشہ میتھ کے پیپر میں 30 نمبر میرے اپنے ہوتے تھے اور تھری (3) نمبر ٹیچر ڈونیٹ کرتی تھیں تب ہمارا پیپر کلیئر ہوتا تھا اس لیے سیدھے سیدھے آرٹس پڑھی...... اور ساتھ خیریت و عزت کے گریجویٹ ہو گئے۔" حنا نے اپنے مخصوص لاابالی پن سے جواب دیا...... عائشہ اور حور بانو قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں۔

"چلو شکر ہے کچھ تو پڑھ گئیں...... آج کے زمانے میں تو پڑھائی کی بہت اہمیت ہے...... تعلیم کی کمی بہت بڑی کمی سمجھی جاتی ہے۔" عائشہ نے اظہارِ خیال کیا۔

"اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی ساتھ ہی دو مسلسل گھنٹی بھی بجائی گئی...... یقیناً دونوں دادیاں اور طاہرہ بیگم تشریف لے آئی تھیں کیونکہ اتنی بے صبری بڑی دادی ہی دکھاتی تھیں...... اُن کا بس نہیں چلتا تھا کہ دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے کی بجائے دروازہ توڑ کر اندر چلی آئیں۔

حنا سرپٹ دوڑی تھی اور کھٹاک دروازہ کھولا تھا...... سامنے واقعی تینوں ساس بہو کھڑی تھیں۔

"مارا ایک تو دھوپ اتنی تیز اوپر سے دروازہ اتنی دیر میں کھولتی ہیں جیسے دوسرے شہر سے آ رہی ہوں۔" دادی گل بانو کی بڑبڑاہٹ سماعت سے ٹکرائی...... عائشہ اور حور بانو بڑے شوق و محبت سے کھڑی ہو چکی تھیں۔

سب سے پہلے گل بانو دادی کی نظر پڑی گرتی پڑتی آگے بڑھیں اور عائشہ سے لپٹ گئیں...... عائشہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"کتنی کمزور ہو رہی ہیں اماں۔" وہ محبت سے ماں کا چہرہ دیکھ کر بولیں...... ماں کو شانوں سے تھام رکھا تھا اور ترسی ہوئی نظروں سے اُن کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"اے بیٹی بڑھاپا ہے اب اس عمر میں کیا جان بچے گی...... [illegible] جیتی رہو سدا سہاگن رہو اپنی اولاد کی خوشیاں دیکھو......" وہ دعا دیتی ہوئی عاصمہ کی طرف بڑھیں...... "عاصمہ تو بہت بدل گئی ہے ایک نظر میں تو میں پہچانی نہیں۔" ماشاءاللہ وہ عاصمہ کو گلے لگا کر بہت اپنائیت سے کہہ رہی تھیں۔

عائشہ اب باری باری ثریا دادی اور طاہرہ بیگم سے مل رہی تھیں ...... لڑکیاں بڑی دلچسپی سے ملن کا یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔

''چھوٹی اماں آپ کو تو روز ناشتے کے وقت یاد کرتی ہوں ...... کبھی آٹے کی پوریاں بناتے ہوئے کبھی بچوں کے لئے ہریرہ بناتے ہوئے۔'' عائشہ کے لہجے میں ثریا دادی کے لئے بہت محبت اور خلوص جھلک رہا تھا پھر اپنی نند کی طرف پلٹ کر بولیں۔

''ناصرہ آپا ...... آپ جو میرے کھانوں کی تعریف کرتی رہتی ہیں ناں یہ سب چھوٹی اماں کا سکھایا ہوا ہے ...... بہت لذت ہے ہماری چھوٹی اماں کے ہاتھ میں ...... ہم سب بہنوں نے ان ہی سے سب کچھ سیکھا ہے۔''

''اے بس چھوڑو بیٹی۔ گل بانو کو غصہ آجائے گا۔'' ثریا دادی ہنستے ہوئے کہنے لگیں۔

''یہ آپ لوگوں کا مسئلہ ہے ہمارے دل میں تو جو ہو گا وہی بولیں گے۔'' عائشہ بھی ہنس کر کہہ رہی تھیں ...... ماحول بہت خوشگوار ہو چکا تھا ...... ایک عجیب سے رونق در و بام پر اتر آئی تھی ...... ہر کوئی اپنی جگہ اپنے وجود میں خون کی گرمی محسوس کر رہا تھا جیسے بہت کچھ کرنے کی اُمنگ جاگ پڑی ہو۔



"May I Come in Sir?" ...... گل ریز نے دروازہ کھول کر جھانکا۔

نور محمد خان نے عینک اُتار کر بڑے پُر سکون اور ٹھہرے ہوئے انداز میں دروازے کی سمت دیکھا۔

''او ...... یس ...... ویسے بھی تو آ گئے ہیں اس فارمیلٹی پر بہر حال آپ کا شکر گزار ہوں۔'' نور محمد خان نے بڑی متانت و وقار کے ساتھ گل ریز کا سواگت کیا۔

''بنڈل آف تھینکس ...... اصل اَن داتا تو آپ ہیں سرکار ...... اللہ آپ کو خوش رکھے۔'' گل ریز نے بڑے اسٹائل سے نشست سنبھالی اور بالکل سیدھا ہو کر بیٹھنے کی بجائے ذرا ترچھا ہو کر بیٹھا اور ٹانگ پر ٹانگ رکھ لی ...... جیسے تصویر کھنچوانے کے لئے پوز بنا رہا ہو۔

''کل تو مائی باپ ...... منظر ہی سے غائب ہو گئے ...... صرف سات لاکھ کی تو بات ہے اتنے ٹینس ہونے کی کیا ضرورت ہے ...... سات کروڑ کی بات ہوتی تو واقعی سوچنے والی بات تھی ...... ابھی تین مہینے پہلے جو آپ کے Boss نے میانوالی کی زرعی اراضی سیل کی ہے سنا ہے کھرے

آٹھ کروڑ میں گئی ہے ...... تھوڑا صبر سے سیل کرتے تو دس کروڑ میں جا سکتی تھی ...... آٹھ کروڑ میں سے سات لاکھ نکال دیئے جائیں تو کیا پتہ لگتا ہے یوں جیسے سمندر میں سے کسی نے ایک گلاس پانی بھر لیا ہو ...... کتنی محبت ہے شیخ صاحب کو مال سے لگتا ہے اُن کی جان ہی اپنے مال میں اٹکی ہوئی ہے ورنہ تو شاید۔'' گل ریز نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''بیٹے ...... شیخ صاحب نے یہ دولت اسمگلنگ یا رشوت سے حاصل نہیں کی ہے اُن کی جوان اُن تھک محنت کرتے گزر گئی ...... آپ کو جتنی آسانی سے لاکھوں کا چیک مل جاتا ہے شیخ صاحب کو اتنی رقم کبھی بغیر محنت کئے ہاتھ نہیں لگی۔''

نور محمد خان نے بڑے صبر و تحمل سے اپنی بات مکمل کی۔

''اپنی اپنی لک ہوتی ہے ...... خیر چھوڑیں آپ یہ بتائیں چیک تیار ہے ...... ؟'' گل ریز فوراً اصل مقصد کی طرف آ گیا۔

''میں ابھی شیخ صاحب سے آپ کی بات کرا دیتا ہوں۔'' نور محمد خان نمبر پش کرنے لگے۔

''یعنی کہ ابھی بات ہو گی ...... یہ کیا ڈرامہ ہے ...... ؟ کیا شو کر رہے ہیں شیخ صاحب کہ ابھی اُن کے اکاؤنٹ میں پیسہ نہیں ہے ...... او ...... بھئی مجھے سیدھے سیدھے چیک دیں اور جو بات کرنا ہے خود ہی کریں۔'' گل ریز نے ہاتھ بڑھا کر لائن ڈسکنکٹ کر دی۔

نور محمد خان لمحے بھر کو اُلجھن میں پڑ گئے ...... پھر آہستگی سے گویا ہوئے۔

''آپ اُن سے بات کریں گے تو چیک کی نوبت آئے گی ...... میں اُن کے چیک پر خود سائن تو نہیں کر سکتا ...... میں اکاؤنٹ دیکھتا ہوں بل بناتا ہوں ...... کلیئر کرتا ہوں ...... اینڈ دیٹس آل۔'' نور محمد خان اسی سابقہ متحمل انداز میں جواب دے رہے تھے۔

''چیک تیار کرا کے سائن کرانا بھی آپ کا کام ہے ...... مجھے لالی پاپ دے کر خاموش کرنے کی کوشش مت کیجئے خان صاحب۔'' گل ریز بڑی بدلحاظی سے گویا ہوا۔

''میں چیک کے سلسلے میں ہی شیخ صاحب سے بات کر رہا تھا تو اُنہوں نے کہا کہ میں پہلے فون پر آپ کی اُن سے بات کرا دوں ...... ؟'' نور محمد خان نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

''ہونہہ ...... فون پر ...... سامنے بات کرتے ہوئے کیا مسئلہ ہے میں ان کو شوٹ تو نہیں کروں گا آخر آل۔'' گل ریز نے معنی خیز انداز میں پھر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"تو پھر آپ کی بات کراؤں یا آپ اس قصے کو یہیں ختم کر رہے ہیں۔" نور محمد خان نے پوچھا۔

"قصہ ختم کرنے کا تو سوچئے بھی مت ——— مجھے تو آج کی ڈیٹ میں چیک چاہیے ——— آپ کرائیں بات۔" گل ریز نے جیسے بہت مجبور ہو کر بے حد زاری سے کہا۔

نور محمد خان نے نمبر ڈائل کیا پھر چند ثانیے انتظار کے بعد بولے۔

"جی سر ——— السلام علیکم ——— خیریت ہے ...... وہ گل ریز آپ سے بات کریں گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور گل ریز کو تھما دیا۔

"ہیلو ...... پاپا ڈی گریٹ ——— کیسے ہیں آپ ......؟" گل ریز نے بڑے گرم جوش انداز میں بات شروع کی ——— نور محمد خان ایک کاغذ پر یونہی قلم چلانے لگے ...... کان گل ریز کی طرف لگے ہوئے تھے۔

"میں مزید انتظار نہیں کر سکتا ——— مجھے تو صرف چیک چاہیے۔" گل ریز نے بلاتکلف بیشتر ابول کر بات کی اور دوسری طرف کی بات سننے لگا۔

"تم پھنسے ہوئے ہیں لیکن اس سے زیادہ فرق پڑتا ہے ——— آپ کا اکاؤنٹ خالی تو نہیں ہو سکتا ——— آپ مجھ سے ملتے کیوں نہیں ہیں ——— میں آپ کو کیا تکلیف دیتا ہوں ......؟ یہ چھوٹی موٹی رقم آپ کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی مگر میرے بڑے کام ہو جاتے ہیں ...... جی جی ——— سن رہا ہوں۔" وہ پیشانی پر لاتعداد شکنیں ڈال کر کہہ رہا تھا۔

نور محمد خان کے چہرے پر تناؤ کی کیفیت تھی۔

"دو دن ......؟ چلیں ٹھیک ہے صرف دو دن کی ہی تو بات ہے ...... میں امید کرتا ہوں دو دن بعد آپ کی غربت ختم ہو جائے گی ——— اس نے یہ کہہ کر فوراً ریسیور ٹیبل پر پٹا کر کرسی دھکیلی اور اٹھ کر تیزی سے آفس سے باہر چلا گیا۔

نور محمد خان نے آہستگی سے ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا کر ہیلو کہا مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

انہوں نے گہری سانس لے کر ریسیور کریڈل پر آہستگی سے رکھ دیا۔

♥♥♥

"گول اماں کا سن کر بہت افسوس ہوا ——— وہ تو محفلوں کی رونق ہوا کرتی تھیں ——— شیز

رنگ کے کپڑے خس کے عطر سے مہکی ہوئیں ——— شادی بیاہ کرانا تو ان کا مشغلہ ہے اور سچی بات یہ کہ شادیوں میں ہونے والے ہر کام میں آگے آگے ——— ڈھولکی ان سے اچھی کسی نے نہیں بجائی ——— گانے گائیں تو ان سے اونچی آواز کسی کی نہیں ...... کلکلے وہ پکائیں ——— پان کے بیڑے وہ بنائیں ——— بازار کے جتنے مرضی چکر لگوالو ——— مجال ہے جو کہہ دیں کہ تھک گئی۔" عائشہ بہت دلسوزی سے گول اماں کو یاد کر رہی تھیں۔

"اے بیٹی ...... ساری عمر ایک جیسی تو نہیں ہوتی ...... بڑھاپا تو خود ایک بیماری ——— اب تو بستر سے لگ گئی ہے۔" ثریا بیگم نے بھی دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"کل چلوں گی اماں ان کی عیادت کو ...... ان کے وسیلے سے بہت اچھا خاندان مجھے ملا۔ جہاں محبت و عزت دونوں ملتی ہیں ...... اب بھی دیکھ لیں حور بانو آپا اپنے ہر کام میں مجھے آگے رکھتی ہیں ...... ہم نے بھی کبھی نند نہیں سمجھا ہمیشہ بڑی بہن ہی سمجھا ہے۔" عائشہ نے بہت محبت سے اپنی نند کی طرف دیکھا جو ان کی بات سن کر مسکرا رہی تھیں۔

"بس خالہ تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا۔ ایک انسان بھلائی کرتا رہے جواب میں ناقدری ملے تو کیا نتیجہ نکلے گا۔ عائشہ نے جس طرح اتنے بڑے خاندان کو سنبھالا ...... کبھی کام کی زیادتی کا شکوہ نہیں کیا ...... ہماری ماں کی تو اتنی خدمت کی کہ وہ دعائیں دیتی دنیا سے رخصت ہوئیں۔"

حور بانو نے بھاوج کی تعریف کی ...... دونوں ماؤں کے چہرے خوشی و فخر سے چمکنے لگے۔

"سچی بات کہوں خالہ مثل مشہور ہے ماں بیٹی دو ذات پھوپھی بھتیجی ایک ذات اسی لئے میں تو عائشہ کی بھتیجیاں دیکھنے آئی ہوں ...... کوئی تو پھوپھی پر پڑی ہوگی۔" حور بانو نے بغیر لگی لپٹی صاف بات کی۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹی ...... مگر جوڑے آسمان پر بنتے ہیں ...... دیکھو ان کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔" دادی گل بانو نے دور کام میں مصروف لڑکیوں پر نظر دوڑا کر ایک گہری سانس کھینچی۔

"ہنرمند محنتی ماں کی بیٹیاں ہیں ...... ماں کا بہت سہارا لگتی ہیں ——— ذہن میں یہی بیٹھا ہے کہ کرنے والی سنبھالنے والی ماں موجود ہے ——— یہ تو پرائے گھر جا کر کھلے گا کہ کتنے پانی میں ہیں ——— بہرحال اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ——— نیک بچیاں ہیں ——— زیادہ وہ اپنے گھر میں ہی مصروف

رہتی ہیں باہر گھومنے پھرنے کے چکر میں نہیں رہتیں۔"

ثریا دادی نے اپنی فطرت کے بموجب حق بات کہنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔

"ایک بات اور بالکل صاف کروں گی...... ٹھیک ہے میرے دو بیٹے تو شادی کے قابل ہیں مگر میں ایک گھر کی دو ایک ساتھ نہیں لوں گی...... ایک کو بہت لوں پرکھ لوں پھر دل ہوا تو دوسری بھی لے لوں گی۔" نور بانو نے جس طرح صاف گوئی سے بات کی وہ بہت بھاری تھی۔ سب خاموش سی بیٹھی تھیں دراصل یہ امید نہیں تھی کہ ایک دم سے رشتہ کی بات بھی شروع ہو جائے گی ..... وہ بھی دو چار رسمی باتوں کے بعد۔

طاہرہ بیگم تو اپنے سلے ہوئے کپڑے اٹھا اٹھا کر چیک کرنے لگیں ساتھ ہی تہہ کر رہی تھیں۔ "آپ یہ ضرور اشارہ دیں کہ آپ نمبر سے کریں گی یا جس کا رشتہ پہلے ہو جائے اس کی کریں گی ..... اس کے بعد ہی میں کچھ سوچ کر آپ سے سوال کروں گی۔" عاصمہ نے کہا۔

دونوں دادیاں اور طاہرہ بیگم بالکل خاموش تھیں جیسے واقعی سوچ میں پڑ گئی ہوں۔

"یہ تو اب صادق حسین پر ہے بہرحال وہ بچیوں کا باپ ہے اس کا حق ہے کہ وہ جو مرضی فیصلہ کرے ہم تو صرف رائے ہی دے سکتے ہیں۔" ثریا دادی نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے اماں لیکن صادق حسین بھی آپ کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے ..... خیر ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے...... ہم آپ کو سوچنے سمجھنے کا وقت دیں گے...... شادی بیاہ کا معاملہ بچوں کا کھیل نہیں ہوتا اس کام میں جلد بازی بالکل بھی مناسب نہیں ہوتی۔" عائشہ اس وقت جھگڑے کے بجائے سسرال کا پُرخلوص نمائندہ ثابت ہو رہی تھیں۔

"لڑکی کو اپنے گھر کا کرنا ہوتا ہے یہ وہ زمانہ نہیں کہ باریوں کے چکر میں بچیوں کی عمر نکال دی جائے جس بچی کو مناسب رشتہ مل جائے اسے بیاہ دینا چاہیے بغیر عذر بچی کو بٹھائے رکھنا بہت بھاری گناہ ہے۔" ثریا دادی نے بڑے قرینے و سبھاؤ سے بات کی مبادا ایک اچھے رشتے کا امکان معدوم ہونے لگے وہ ہزار مزاج کی تیز تھیں مگر ان کے خلوص پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا...... جتنی مشقت کی زندگی کاٹ کر یہاں پہنچی تھیں انہیں بہت سے خوف لاحق ہو چکے تھے سب سے بڑا خوف تو یہی تھا کہ کہیں لڑکیوں کی عمریں نہ ڈھل جائیں اور ان کی پوتیوں کو سوکن کے عذاب سے گزرنا [illegible] معیار کے [illegible] دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں پھر لڑکیوں کو [illegible]

لگانے کی فکر پڑ جاتی ہے اسی لیے انہوں نے وہ کلمات منہ سے نکالے جن میں عاصمہ کے لیے حوصلہ افزائی تھی...... امید تھی۔

"بہت سمجھداری کی بات کی آپ نے چھوٹی خالہ۔" عاصمہ نے بھی فوراً سراہا۔

ہما اور حبا اندر کمرے میں بیٹھی ایک غرارے کی تُرپائی کرتے ہوئے کافی دیر سے باہر لاؤنج نما برآمدے میں بیٹھی خواتین کی باتیں سن رہی تھیں۔

"لو بھئی...... یہاں تو "پزل" کھیلا جا رہا ہے...... عائشہ پھوپھو کی نند تو چھانٹی کرنے آئی ہیں۔" حبا نے اندر سے سہم کر خاصی تلخی سے کہا۔

"چوائس تو ہر انسان کا حق ہے اس پر کسی کو برا نہیں منانا چاہیے۔" ہما نے بڑے وقار سے جواب دیا اس کی سوئی میں دھاگہ ختم ہو گیا تھا وہ تھوک لگا کر دھاگے کی نوک بنا کر سوئی کے ناکے میں ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ہونہہ...... اگر آپ کو چھوڑ کر حنا آپا کو چن لیا تو آپ کی فیلنگ کیا ہوں گی۔" حبا کی تیوری پر بل پڑے ہوئے تھے......

"تو یہ تو اپنی اپنی لک ہے...... آرزو و تقدیر نہیں ہوتی۔" ہما نے دھاگے کو پورا ہاتھوں سے کاٹا اور گرہ لگانے لگی۔

"یہ کیا منڈی کی "یاترا" تو کھلی دل آزاری ہے۔" حبا کا موڈ ہنوز اور خیالات اپنی جگہ قائم تھے۔

"اپنی اپنی سوچ اپنے اپنے دل کی گنجائش ہے...... تم کیوں اپنی جان جلا رہی ہو...... تمہیں ڈراپ کر کے بھی ہما کی طرف نہیں آئیں گی...... وہ سب سے چھوٹی ہے وہ اس کا رشتہ نہیں مانگیں گی کہ جب لگانے کی بھی حد ہوتی ہے۔" ہما اپنی ہی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اوہو...... بڑی خوش نظر آ رہی ہو آپا...... خیر تو ہے مہمانوں نے کوئی اچھی خبر تو نہیں سنا دی۔" حنا چھت سے ڈھلے کپڑوں کا ڈھیر اٹھائے اندر آئی اور ہما کی ہنسی پر رائے زنی کی۔

"ابھی کہاں خوشخبری...... ابھی تو لاٹری کی پرچیاں پڑیں گی...... دیکھیں کس کی نکلتی ہے۔" حبا شرارت سے ہنس پڑی۔ ہما بھی بے اختیار مسکرا پڑی۔

"اگر تمہاری نکل گئی......؟" حنا نے کپڑوں کا ڈھیر ایک طرف پھینکتے ہوئے حبا کو چھیڑا۔

"اول تو ایسا ہوگا نہیں..... آخر انہیں ہماری پھوپھو کا بھی لحاظ ہوگا اگر نکل گئی تو ڈونیٹ کردوں گی اپنے اکاؤنٹ میں جمع نہیں کراؤں گی۔" حیا نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا۔

"وہ کیوں..... اگر لڑکا شاندار ہوا تم جیسی آئیڈیل پرست لڑکی کے آئیڈیل جیسا کیا تب بھی.....؟" حنا کو بڑی حیرانی تھی۔

"تب بھی۔" حیا نے پرسکون انداز میں جواب دیا اب ہما اور حنا دونوں اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

"کیا کسی سے وعدہ کرچکی ہو.....؟" حنا نے اب سنبھل کر مسکرا کر حیا کو چھیڑا۔

"میں بھی کسی سے وعدہ نہیں کروں گی..... یہ کام تو دوسری پارٹی کرے گی..... میں بھی پنجابی فلم کی ہیروئن نہیں بنوں گی کہ ساری انا خودداری ایک طرف رکھ کر منہ موڑ کر جانے والے کی منتیں خوشامدیں کروں۔" حیا کے انداز میں ایک محسوس ہونے والا غرور چھپا ہوا تھا۔

"اب اتنی بھی حسین نہیں ہو کہ کوئی تمہارے پیچھے بھاگے اور ظالم سماج سے ٹکرا کر تمہیں اپنا بنانے آئے..... برتن کی گہرائی دیکھ کر پانی بھرو..... زیادہ اونچی اڑان بھی بعض دفعہ پر توڑ دیتی ہے۔" حنا نے اب اسے آڑے ہاتھوں لیا..... حیا کے خیالات اسے ہضم ہی نہیں ہو رہے تھے.....

"تمہاری کوئی خاص خوبی جو سارے شہر کی لڑکیوں میں تمہیں الگ کر رہی ہو..... جس کی وجہ سے تم اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہی ہو.....؟" ہما نے حیرت چھپا کر قدرے سنجیدگی سے سوال کیا تو حنا بھی حیا کی طرف دلچسپی سے دیکھنے لگی۔

"وہ آپ لوگوں کو بھی نظر نہیں آئے گی..... کسی صاحب دل صاحب نظر کو نظر آئے گی..... کسی کی خوبی ہضم کرنے کے لئے بہت بڑا دل چاہیے ہوتا ہے۔" حیا نے جلدی جلدی تباہی کرتے ہوئے خود اعتمادی سے جواب دیا۔

"اللہ رحم کرے تم پر..... آج کل تو نفسیاتی علاج بھی بہت مہنگا ہو گیا ہے پتہ نہیں ہم لوگ افورڈ بھی کرسکیں گے یا نہیں۔" حنا ہار جاتے ہوئے بولی۔

"اللہ کرے ان کی شادی سب سے پہلے ہو جائے تاکہ ان کا کامپلیکس ختم ہو جائے۔" حیا نے جاتی ہوئی حنا پر چوٹ کی..... ہما نے تنبیہہ کے انداز میں حیا کو گھورا۔

"یہ حرا کہاں ہے.....؟ بہت دیر سے نظر نہیں آئی۔" ہما کو اچانک حرا کا خیال آیا جو زیادہ تر سلائی کے کام میں ماں کا اور ہما کا کافی ہاتھ بٹاتی تھی۔

"سو رہی ہے دوسرے کمرے میں ٹانگیں پھیلا کر..... اسے یقین ہے کہ اس کا نمبر کسی صورت نہیں لگ سکتا اس لئے پرفارمنس دینا بے کار ہے۔" حیا نے برجستہ کہا ہما کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"یہ تو درست ہے کہ وہ اپنی شادی وادی کے بارے میں تو سوچتی بھی نہیں..... بے چاری گھر میں ہونے والی کسی کی بھی شادی کے لئے پروگرام بناتی رہتی ہے..... اپنے مہندی مایوں، برات ولیمے کے ڈریسز کے ڈیزائن ترتیب دیتی رہتی ہے۔"

باہر سے ہنوز باتوں کی آواز اندر آرہی تھی مگر اب موضوع بدل چکا تھا۔



دانیال اور ولی آفندی..... شیخ موز علی کے دولت کدے پر پہنچے تو انہیں بہت عزت و احترام سے ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا اور کہا گیا کہ شیخ صاحب ابھی تشریف لا رہے ہیں آپ انتظار کیجئے..... ولی چونکہ پہلے بھی آچکا تھا اس لئے اس نے تو اطراف کا جائزہ عام سے انداز میں لے کر ایک میگزین اٹھا کر ورق گردانی شروع کردی تھی جبکہ دانیال بڑی دلچسپی سے ڈرائنگ روم کا جائزہ لے رہا تھا ہر شے سے امارت کا اظہار ہو رہا تھا وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں چھ صوفہ سیٹ تھے..... دیواروں پر قیمتی پینٹنگز آویزاں تھیں اس کے علاوہ Anteex نادر اشیاء ڈرائنگ روم کی زینت تھیں۔

ملازم مشروبات کی ٹرے لے کر اندر آیا اور سرو کرنے لگا۔

چند لمحے بعد ہی شیخ موز علی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے..... آف وائٹ سفاری سوٹ قیمتی بالی شوز ویسی مسحور کن خوشبو میں بسے گولڈن فریم کے گلاسز..... بال سر پر کم تھے مگر نفاست سے سنورے ہوئے تھے انہیں دیکھ کر پہلا تاثر یہی ابھرتا تھا کہ یا تو کسی تقریب میں جا رہے ہیں یا تقریب سے آئے ہیں..... دانیال اور ولی آفندی انہیں سامنے پا کر احتراماً کھڑے ہو گئے تھے۔

"السلام علیکم۔" دونوں نے ہم آواز ہو کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام..... بیٹھو بیٹھو ینگ مین۔" انہوں نے دونوں کو باری باری بہت دلچسپی سے دیکھتے ہوئے جواب دیا..... ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے بھی بیٹھنے کی تاکید کی اور خود بہت محتاط انداز میں ان کے مقابل بیٹھ گئے۔

"یہ اور لیں ناں..... گرم ہو جائے گا۔" انہوں نے کولڈ ڈرنکس کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے آداب میزبانی نبھائے۔

"جی سر ــــ تھینکس۔" دانیال نے خالی گلاس رکھتے ہوئے تشکرانہ کہا۔

"آپ کی رہائش یہاں قریب ہے...... بیٹا۔" شیخ صاحب نے دانیال سے پوچھا اور ولی سے مکمل طور پر تعارف ہو ہی چکے تھے۔

"جی ــــ مجھے قریب ہی ڈیفنس میں ــــ خیابان مجاہد۔"

"گڈ۔" ڈیفنس کا سن کر اب شیخ صاحب نے دانیال کا بڑی گہری نظروں سے جائزہ لیا ــــ ڈیفنس میں رہائش ہی ایلیٹ کلاس کی علامت تھی۔

"کیا کرتے ہیں آپ کے والد ــــ؟" وہ پوچھ رہے تھے کہ بیان کردہ ایلیٹ کلاس کا بچہ [illegible] کے انداز ہی ہو سکتا تھا وہ خود تو ابھی اسٹوڈنٹ تھا۔

ولی شرافت چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے مسلسل ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

"جی ــــ بزنس کرتے ہیں ــــ گارمنٹ فیکٹری ہے ــــ اور مختلف گروپس میں شیئرز ہیں۔"

"ماشاء اللہ ــــ ماشاء اللہ ــــ یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ آپ کی بیک گراؤنڈ [illegible] ہے آپ [illegible] اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں ــــ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ [illegible] کہ آپ اپنے شوق سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ــــ مجھے واقعی بہت خوشی ہوئی ــــ ورنہ آج کل تو اچھے گھروں کے لڑکے بس لائف انجوائے کرنے پر [illegible] ہیں ــــ جوانی میں وقت ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آگے کچھ امکان [illegible] ختم ہو جاتے ہیں۔"

"بہت شکریہ سر ــــ انکل کی [illegible] میری والدہ کو بہت شوق تھا کہ ان کے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں ــــ میری دو بہنیں میڈیکل میں ہیں ــــ ولی میرے ساتھ ہے ــــ میری والدہ نے ہم پر بہت محنت کی ہے ــــ میں نے بہت کم والدین کو اتنا مخلص دیکھا ہے جو کبھی انہیں کہیں Loose کرتے نہیں دکھا۔" دانیال نے [illegible] کا کریڈٹ لینا پسند نہیں کیا اور حقیقت سے آگاہ کرنے کی لاشعوری کوشش کی۔

"ویری گڈ ــــ ایک خاتون کی کامیابی کا ثبوت ہے کہ اس کی اولاد اسے ایڈمائر کر رہی ہو ــــ مجھے امید ہے کہ تم دوستی رہیں گی ــــ ولی سے ابھی تک کوئی بات نہیں ہوئی ...... ویسے تو تعارف

ہو چکا ہے کہ ان سے بہت ضروری باتیں کرنا ہیں۔" اب وہ ولی کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہمیں آپ سے خاصی شکایت ہے...... آپ نے بہرحال اس ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی ہمیں آپ سے توقع تھی۔" شیخ صاحب نے صاف گوئی سے بات کی۔

"جی ...... میں واقعی آپ سے بہت شرمندہ ہوں اور آج اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے بہت کچھ کہہ کر معافی کی درخواست کروں...... دوسری صورت میں آپ جو بھی سلوک کریں میں سمجھوں گا کہ میں اسی کا حق دار ہوں ...... یہی کچھ Deserve کرتا ہوں۔" ولی نے سر جھکا کر بہت شرمندگی کے ساتھ مگر حوصلے کے ساتھ بات شروع کی۔

دانیال نے بے قراری سے پہلو بدلا ...... دل میں کچھ دھکڑ پکڑ سی ہوئی ساتھ ہی ایک نہایت شریف اور وضع دار انسان کو ہرٹ کرنے کے احساس سے دل ملول بھی ہوا۔

شیخ صاحب گویا سانس روکے ولی کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے کچھ بھی پلے نہ پڑا ہو یا وہ برداشت کرنے کی بجائے تجاہل کا سہارا لے رہے ہوں۔

"ہم آپ کی بات سمجھ نہیں پا رہے ...... بیٹے آپ کھل کر بات کریں۔" وہ بہت کمزور سی آواز میں گویا ہوئے۔

"سر ...... آپ ہمیں بہت ذمہ دار اور حساس سمجھ رہے ہیں مگر ہم سے جو غلطی ہوئی ہے اس نے ہمیں اپنی ہی نظروں میں گرا دیا ہے ...... آپ بڑے دل بڑے ظرف والے ہیں ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں ...... باقی یہ کہ اگر اس غلطی اور غیر ذمہ دارانہ حرکت کی کوئی سزا ہو سکتی ہے تو۔" ولی نے بڑے سلیقے سے بات کرتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

کمزور و متاثرہ دل کے مالک شیخ صاحب دکھ، صدمے و حیرت کی آندھیوں میں گھر چکے تھے ...... قوت گویائی صفر ہو چکی تھی ...... پلکیں جھپکائے بغیر ایک ٹک وہ ولی کی صورت دیکھ رہے تھے۔

"سر یہ ایک بہت غیر اخلاقی حرکت ہے ...... ایک معزز انسان کے ساتھ ہم نے بہت زیادتی کی ہو سکے تو دل بڑا کر کے ہمیں معاف کر دیجئے۔" دانیال نے بھی بہت نادم انداز میں کہا۔

شیخ صاحب کی حالت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا ...... اب دانیال اور ولی دونوں گھبرا گئے۔

"شیخ صاحب ...... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں ...... ؟" ولی نے آگے بڑھ کر ان

کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

شیخ صاحب کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا بلکہ کنپٹیوں کے پاس سے یوں بہہ رہا تھا جیسے کوئی پانی گرا رہا ہو۔

"یار…… کسی نوکر کو بلاؤ۔" ولی نے بہت پریشان ہو کر دانیال سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

دانیال حواس باختہ باہر کی طرف دوڑا۔

ولی جیب سے رومال نکال کر شیخ صاحب کے چہرے سے پسینہ پونچھنے لگا…… اس کے اپنے ہاتھوں پر لرزہ سا طاری ہو رہا تھا۔

چند منٹوں بعد ہی دانیال ایک ملازم کے ساتھ اندر آیا…… ملازم تیزی سے شیخ صاحب کی طرف بڑھا۔

"سیٹھ صاحب…… سیٹھ صاحب۔" وہ شیخ صاحب کو آواز دینے لگا۔

"پتہ نہیں ایک دم کیا ہو گیا۔" ولی پریشان ہو کر لاشعوری طور پر وضاحت کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"سیٹھ صاحب کا طبیعت اچانک اے…… یہ دل کا مریض ہے…… ایسے ہی بیٹھے بیٹھے طبیعت خراب ہو جاتا ہے۔" ملازم انہیں سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

دونوں یہ سن کر شدید احساسِ جرم میں مبتلا ہو گئے…… اور ایک دوسرے سے نظریں چرانے لگے۔

"گھر میں ان کی بیگم یا بچہ وغیرہ۔" دانیال نے ملازم سے کچھ پوچھنا چاہا۔

"ان کا بیگم تو فوت ہو چکا…… بیٹا باہر ملک میں ہے…… بیٹی اپنے خالہ کے گھر گیا ہوا ہے۔" ملازم ان کو اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔

"دیکھو…… انہیں بیڈ پر سونے پر لٹا دو اور کوئی میڈیسن یہ لیتے ہیں تو لے آؤ ایک گلاس ٹھنڈا پانی پہلے لے کر آؤ۔"

اسی لمحے یوں محسوس ہوا جیسے پورچ میں کوئی گاڑی آ کر رکی ہو…… دانیال اور ولی کی گھبراہٹ عروج کو پہنچ گئی…… ان کا حال ایسا تھا جیسے کسی مجرم کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہو…… عجیب سی بے بسی کا عالم تھا۔ ملازم پانی لینے جا چکا تھا…… وہ دونوں شیخ صاحب کے قریب بیٹھے تھے

اور انتہائی پریشانی کے لمحات میں نور محمد خان اندر داخل ہوئے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی جو فوراً ہی غائب ہو گئی۔

"ارے…… یہ کیا ہوا…… سر کی طبیعت خراب ہو گئی……؟ اوہ مائی گاڈ…… میں پندرہ منٹ لیٹ ہو گیا راستے میں ٹریفک جام تھا۔" وہ تیزی سے آگے بڑھ کر شیخ صاحب کو چھو چھو کر دیکھنے لگے۔

وہ دونوں نور محمد خان کو دیکھ کر کھڑے ہو چکے تھے…… اور بہت دبی آواز میں سلام کیا تھا مگر اس وقت نور محمد خان سلام و جواب کے تکلفات سے قطعی بے نیاز تھے اور بے حد بدحواس نظر آ رہے تھے…… اور مسلسل شیخ صاحب کو آوازیں دے رہے تھے۔ ولی اور دانیال اپنی جگہ شدید احساسِ جرم میں مبتلا گم صم سے کھڑے تھے اور فکرمندی سے شیخ صاحب کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔

فوراً ہی نور محمد خان نے اپنا موبائل نکالا تھا اور بات کر رہے تھے۔

"جی…… ڈاکٹر اونوالہ سے بات کرائیں…… شیخ موثر علی کے گھر سے بات کر رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ دوسری طرف سے آنے والی آواز کا انتظار کرنے لگے ساتھ ہی بے قراری سے اپنی ریسٹ واچ پر نظر ڈال رہے تھے…… پھر ایک دم بولے۔

"جی…… ڈاکٹر صاحب…… نور محمد خان بات کر رہا ہوں…… اس وقت بہت ایمرجنسی ہو گئی ہے شیخ صاحب کی طبیعت اچانک سیریس ہو گئی ہے…… جتنی جلد ممکن ہو آپ گھر آ جائیں…… پلیز۔" چند لمحے انہوں نے دوسری طرف کی بات سنی اور پھر موبائل بند کر دیا…… اور شیخ صاحب کے ہاتھ ٹھیک سے رکھنے لگے…… پھر اچانک پلٹ کر دانیال اور ولی کی طرف دیکھا۔

"ینگ مین…… پلیز آپ لوگ تشریف رکھئے…… اصل میں شیخ صاحب پر دو مرتبہ شدید اٹیک ہو چکا ہے…… بہت زیادہ دکھ یا خوشی اب یہ سہہ نہیں پاتے…… اسی لئے اب بہت زیادہ الگ تھلگ رہنے لگے ہیں…… آپ سے تو کسی قسم کی بات نہیں ہوئی…… آئی مین کوئی بہت زیادہ ایموشنل قسم کی……؟" انہوں نے مشتبہ نظروں سے اپنی عینک کے شیشوں سے جھانک کر پوچھا…… لہجہ بہت محتاط اور آواز بہت آہستہ تھی۔

ان دونوں کو تو جیسے کوئی جواب سجھائی نہیں دیا…… اپنی اپنی جگہ کوئی مناسب جواب سوچنے لگے…… پیشانی پر پسینہ پھوٹنے لگا۔

"نو…… سر…… وہ میرا خیال ہے ایسی کوئی خاص بات ابھی شروع ہی نہیں ہوئی تھی۔"

ولی نے ہمت جمع کر کے مصلحت آمیز جواب دینے میں پہل کی۔

"ابھی بیٹا گھر پر نہیں ہیں۔" نور محمد خان نے اب کسی دھیان سے چونک کر ملازم سے پوچھا۔

"وہ اپنی خالہ کے گھر گئے صاحب...... سویرے اُن کا فون آیا تھا صاحب سے بات ہوئی تھی۔"

"میرا خیال ہے تمہیں گھر بلا لینا چاہیے۔" نور محمد خان خود کلامی کے انداز میں گویا ہوئے اور پھر اپنا موبائل استعمال کرنے لگے۔

"جی...... بیٹا...... وعلیکم السلام...... آپ خیریت سے ہیں......؟"

"جی...... جی...... ٹھیک ہے...... آپ ایسا کریں ابھی گھر آ جائیں...... جلد سے جلد...... جی...... گھبرانے کی بات نہیں ہے بس وہ ذرا شیخ صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ آپ قریب ہوں گی تو اچھا محسوس کریں گے...... او نہیں بیٹا...... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں...... ایزی رہیں اگر کنوینس کا کوئی مسئلہ ہے تو ہم گاڑی بھجوا دیتے ہیں...... اچھی بات...... اوکے۔" موبائل بند کر کے نور محمد خان پھر اپنی ریسٹ واچ کی طرف دیکھنے لگے۔

"سر کیا ہم آپ کی کوئی ہیلپ کر سکتے ہیں......؟" دانیال نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"تھینک یو...... اینڈ سوری...... آج آپ سے کوئی بات نہ ہو سکے گی۔" نور محمد خان بہت پریشان نظر آ رہے تھے...... اب انہوں نے بہت فارمل انداز میں بات کی تھی۔

دانیال نے ولی کی طرف دیکھا جیسے اٹھنے کا اشارہ کر رہا ہو...... ولی تو جیسے اس اشارے کا ہی منتظر تھا...... دونوں گویا آناً فاناً باہر آ گئے تھے۔

بائیک پورچ ہی میں ایک طرف کھڑی تھی۔ دانیال بڑی عجلت میں سوار ہو کر اسٹارٹ کرنے لگا ولی ابھی قریب کھڑا تھا۔

چار پانچ کک لگانے پر بھی بائیک اسٹارٹ نہ ہوئی جبکہ چوکیدار انہیں بائیک اسٹارٹ کرتا دیکھ کر گیٹ کھول چکا تھا۔

"اس کو کیا ہو گیا...... ٹینشن پہ ٹینشن۔" اب دانیال نے بڑبڑاتے ہوئے زور سے کک لگائی لیکن بے جا سعی...... اب وہ بائیک سے اتر کر بائیک کی پرابلم تلاش کرنے لگا...... ولی دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر دانیال کی کارگزاری کا جائزہ لے رہا تھا...... دانیال نے Tools وغیرہ نکال

کر کے آپریشن شروع کیا...... ولی Help کرنے لگا...... دس منٹ تو گزر ہی گئے ہوں گے کہ ایک لشکارے مارتی سیاہ کار تیزی سے پورچ میں داخل ہوئی۔

دونوں چونک کر کار کی طرف دیکھنے لگے...... ایک لڑکی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف کا دروازہ کھول کر اتری پھرتی سے دروازہ بند کر کے پلک جھپکتے اندر غائب ہو گئی۔

بس نظر اتنا ہی دیکھ سکی کہ لڑکی درمیانے قد کی سلم اسمارٹ اور صاف رنگت کی تھی...... آنکھوں پر ڈارک گلاسز تھے اور کمر سے نیچے تک کھلے ہوئے بال لہرا رہے تھے...... البتہ ایک جھلک میں غائب ہو جانے والی لڑکی نادیدہ طور پر ابھی پورچ میں ہی موجود تھی اس لئے کہ اس کے کار سے اترتے ہی ایک مسحور کن مہک ماحول میں در آئی تھی جو ابھی تک سانسوں میں اتر رہی تھی...... کوئی بہت قیمتی پرفیوم تھا کہ در و بام اس کے زیر اثر آ چکے تھے...... بہت منفرد اور حافظے میں اتر جانے والی مہک تھی۔

دونوں چند لمحے ساکت رہنے کے بعد اچانک اپنے حال پر شرمندہ ہوئے۔

"او تو...... یہ ہیں۔" ولی کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ہائے...... مگر اب تو وہ ہیں...... استادوں نے پڑھایا تھا دور کی شے کے لئے وہ کا اشارہ استعمال کرتے ہیں۔" دانیال نے بظاہر بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"مذاق چھوڑو یار...... غور کرو...... ہم بہت بُری طرح پھنس چکے ہیں۔" ولی نے اب بہت سیریس ہو کر کہا۔

"ہم نہیں صرف تم اس لئے کہ Candidate تم تھے۔" دانیال نے برجستہ کہا۔

"دعا کرو یار شیخ صاحب آج کی Date میں سیٹ ہو جائیں...... ورنہ یہ تو اچھا خاصہ کام نکل آیا ہے۔" ولی نے تشویش کے انداز میں بات کی۔

"کام پر کام نکل آیا ہے...... یہ بائیک بھی آج ناز و ادا دکھا رہی ہے...... گھنٹوں سے بالکل سیٹ جا رہی تھی...... بہت ہی شرمناک منظر ہو گا اگر اسٹارٹ نہ ہوئی اور کھینچ کر یہاں سے لے جانا پڑا۔" ولی نے اطراف میں نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

"جان لڑا دوں گا مگر گھسیٹ کے بے آبرو ہو کر نکلنا پسند نہیں کروں گا۔" دانیال نے عزم صمیم کا اظہار کیا اور بائیک کو فرش پر یوں لٹا دیا جیسے قربانی کا جانور ذبح سے قبل زمین پر لٹایا جاتا ہے پھر وہ تین جھٹکے دیے اور بائیک کو دوبارہ پہلی والی پوزیشن پر کھڑا کر دیا۔

چوکیدار گیٹ بند کرکے خاصی دیر سے اُن کی کاروائی دیکھ رہا تھا اب جیسے رہا نہ گیا تو قریب آگیا اور اپنی ٹوپی سیٹ کرتے ہوئے بولا۔

"آپ کا اسکوٹر خراب ہوگئی اے ......؟ آپ صاحب سے بات کرو اور صاحب کا جیپ بھی ہوتا ہے...... اسے جیپ میں ڈال کر ورکشاپ لے جاؤ...... ڈرائیور اندر ای ہو اے۔"

"او بھی...... شکریہ...... بلکہ بنڈل آف تھینکس...... اتنی سیریس بھی بیمار نہیں ہے۔"

دانیال کپڑے سے ہاتھ پونچھتے ہوئے "ذلالت بے جا" پر جھلایا۔

عین اُسی لمحے گیٹ کے باہر ایک کار آ کر رکی اور زور سے ہارن بجا...... چوکیدار واپس گیٹ کی طرف سرپٹ دوڑا...... گیٹ کھلا اور ایک سرخ رنگ کی Ballino اندر داخل ہوئی......

دانیال بائیک کو کک لگاتے ہوئے اب کار کی طرف بھی متوجہ تھا...... کار سے ایک اُدھیڑ عمر کے باریش صاحب اُترے...... ہاتھ میں جیسے کوئی چھوٹا سا سوٹ کیس تھا...... وہ بہت پُرسکون انداز میں اُترے تھے اور بہت اطمینان سے قدم اُٹھائے تھے۔ ملازم اندر سے اُن کے خیر مقدم کو آ رہا تھا...... اُس نے ہاتھ سے ڈرائنگ روم کی طرف اشارہ کیا جس سے وہ دونوں سمجھ گئے کہ یہ شیخ صاحب کے معالج ہیں۔

"او بھائی...... جلدی نکلو یہاں سے ڈاکٹر صاحب اندر بلوا کر چھان بین شروع کر سکتے ہیں۔" ولی نے خوف بھری نظر بائیک پر ڈالی۔

دانیال نے بھی گھبراہٹ میں جلدی جلدی کک لگائی اور آخر بائیک اسٹارٹ ہوگئی...... چوکیدار نے آواز سنتے ہی گیٹ وا کر دیا۔

♥♥♥

دونوں اب شیخ صاحب کی کوٹھی سے کافی دور نکل آئے تھے۔

"یار...... کچھ نہیں آ رہی یہ کیا ہو گیا......؟ شیخ صاحب ہوش میں آنے کے بعد نور محمد خان کو ساری بات ضرور بتا دیں گے اور نور محمد خان ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔" ولی نے متفکرانہ انداز میں کہا وہ دونوں اِس وقت دانیال کے کاندھوں پر جھکا کر بیٹھا ہوا تھا اور اُس کے کان کے قریب منہ کر کے بات کر رہا تھا۔

"چھوڑیں گے نہیں کیا مطلب...... ؟ گن پوائنٹ پر تمہارا نکاح پڑھوا دیں گے......؟"

دانیال نے نئے ارمان کر جواب دیا جو سوال نما تھا۔

"کسی کی جان بچانے کے لئے شاید یہ بھی کر گزریں۔" ولی نے بھی تیکھے لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر جان بچانے کی خاطر اماں کے پاس بھاگ جاؤ اور اُن کی گود میں بیٹھ کر "ببا" کھاؤ اس دوران علیحدہ سے پنکھا جھلتی رہے گی۔" دانیال جھلایا اور زن سے موڑ کاٹا۔

"فی الحال تو اپنے موبائل آف رکھو۔ نور محمد خان صاحب کسی وقت بھی طلب کر سکتے ہیں۔" ولی نے احتیاطی تدابیر سوچنا شروع کر دیں۔

"تم اپنا بند رکھو...... میں نے انہیں نمبر دینے کی غلطی نہیں کی...... سو تھینکس گاڈ۔"

"یار مجھے اس وقت تمہاری ہمدردی کی ضرورت ہے اور تم دشمنوں کی طرف بات کر رہے ہو۔" ولی نے بہت افسوس کے...... ساتھ کہا۔

"تمہیں تمہارے ٹھکانے پر ڈراپ کر رہا ہوں یہ ہمدردی نہیں ہے...... ؟ اگر چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا......؟" دانیال نے اپنی مہربانی کی طرف متوجہ کیا۔

"مذاق کی بات نہیں دانیال میں سیریس ہوں خدانخواستہ اگر شیخ صاحب کو کچھ ہو گیا تو یہ عمر بھر کا گلٹ (Guilt) مجھے پڑ جائے گا۔" ولی نے کہا۔ "یار بائی گاڈ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس طرح کی صورت حال بھی پیش آ سکتی ہے۔"

"اتنا اُلجھنے کی ضرورت نہیں...... دیکھو تو سامنے کیا آتا ہے...... پھر سوچتے ہیں کہ اب کیا کرنا ہے۔" اب دانیال نے بڑی فراست کا مظاہرہ کیا...... ولی کو عجیب سی ڈھارس کا احساس ہوا تھا...... لیکن یہ حقیقت تھی کہ اُن کا حال اب یوں تھا گویا ہرن چوکڑیاں بھرنا بھول گیا ہو۔



ثریا دادی کی جانے کون سی نادر و نایاب شے گم ہو گئی تھی کہ آدھے گھنٹے سے اسٹور میں اُٹھا پٹخ میں مصروف تھیں...... حبا کو بالآخر اُن پر ترس آ گیا سوچا لاؤ دادی کی مدد کی جائے ایک تو اسٹور میں پنکھا وغیرہ بھی نہیں تھا...... حفاظتی نقطۂ نظر سے اس میں کوئی بلب تک نہیں رکھا گیا تھا اس کو [illegible] کالا کر کہنا ہی مناسب تھا۔

"ہائے دادی...... کیا ڈھونڈ رہی ہیں اتنی دیر سے...... کوئی سونے کی چیز تھی کیا......؟"

حبا نے بڑے ہمدردانہ انداز میں پوچھا۔

"اب دھرا ہے سونا۔۔۔ سب دے دیا بچیوں کو اللہ اُن کو مبارک کرے۔" وہ بڑبڑائیں پھر اپنے کام میں معروف ہوگئیں۔

"ہائے اللہ۔۔۔ تو پھر ایسی کیا چیز تھی جو ڈھونڈتے ڈھونڈتے پسینے میں نہا گئی ہیں آپ مجھے بتا دیں۔۔۔ میں دیکھ لیتی ہوں۔" حبا نے کہا۔

"جب مجھے نہیں دکھائی پڑ رہی تو تمہیں کیا سوجھے گی۔" وہ اِدھر اُدھر ہاتھ مارتے ہوئے بڑا بکس چھان رہی تھیں۔

"ایک چھوٹی سی لال جلد کی کتاب اس کے اندر رکھی تھی مدت سے۔۔۔ اے ہے کسی نے ردی میں نہ دے دی ہو وہ کتاب۔" اچانک ایک اندیشے سے اُن کے چہرے کا رنگ بدلا۔۔۔ دل زور سے دھڑکا۔۔۔ عجیب سی مایوسی طاری ہوئی۔

"ہیں کیا رکھا تھا آپ نے چھوٹی سی کتاب میں۔۔۔؟" حبا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اے ہے تمہارے دادا کی تصویر تھی۔" وہ اسی معروف انداز میں جواب دے رہی تھیں۔

"لیکن اب کیا ضرورت پیش آ گئی ان کی تصویر کی۔" حبا کی حیرت دوچند ہوگئی۔

"اے ہے وہ گولو کا نواسہ چنبل سے بڑے اچھے فوٹو بناتا ہے کہہ رہا تھا نانی آپ نانا کا کوئی اچھا سا فوٹو دے دو بنگلے سے چھوٹا ہوں میں اس کا کمرے کی برابر فوٹو بنا کر دوں گا دیوار پر لگانا فریم کرا کر۔"

"اوہ" حبا نے یوں سانس لی جیسے دیر سے رکی تھی۔ تو یہ دادی میں تو پریشان ہی ہوگئی تھی کہ خدا معلوم کیا قیمتی چیز گم ہوگئی۔

"اے میرے لئے تو ہیرے سونے سے قیمتی ہے۔۔۔ تب ہی تو اتنی سال (سنبھال) کر رکھی تھی۔۔۔ باہر ملک گئے تھے دورے پر تب کھنچوائی تھی۔۔۔ ایک میں نے سنبھال کر رکھ لی تھی۔ اتنی اچھی فوٹو تو ان کی کبھی نہیں اتری۔۔۔ کوٹ پتلون ٹائی میں بالکل انگریز معلوم پڑتے تھے۔" ثریا دادی کا تصور حال پر حاوی ہو گیا۔۔۔ حبا بڑی دلچسپی سے اُن کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"ابھی بھی دادا آپ کو بہت یاد آتے ہیں۔۔۔؟" اس کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

"تو بھولتی کب ہوں اُن کو۔۔۔ اتنی نازوں پلی تھی۔۔۔ اتنے دلدر اُٹھانے کی کہاں طاقت تھی۔۔۔ اُن کی محبت میں تو سب کچھ سہہ لیا۔۔۔ سارے بوجھ کھینچے اُن کو ہلکا کرنے کے لئے۔" وہ تھک کر ہانپ رہی تھیں۔۔۔ "سوکن سے بڑا بوجھ کیا ہوا۔۔۔؟" وہ بڑبڑائیں ایک تازیانہ سا حبا کے دل پر پڑا تھا۔

"کیا محبت کے بوجھ اُٹھانا صرف عورت ہی کا کام ہے۔" بے ساختہ جملہ تھا لہجہ زہریلا تھا۔

"تو کوئی وصف تو ہوتا ہے بٹیا مرد میں کہ عورت ایسے وزن اٹھا کر زندگی کرنے لگتی ہے ہونہہ۔۔۔ محبت برابر کی تو بوجھ میں شیئر کیوں نہیں۔" وہ بڑبڑائی۔۔۔ اور آگے بڑھ کر پھیلی ہوئی اشیا ٹھکانے پر رکھنے لگی۔

"چھوڑیں دادی۔۔۔ مرد صرف اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے عورت کو بے وقوف بناتا ہے خود آرام میں رہتا ہے عورت بے چاری بے حال ہو جاتی ہے۔۔۔ پہلے دل میں تو ٹو لگاتی ہے پھر دیوار پر۔۔۔ اور پھر بھی حاصل وزن اور تھکن۔"

"آپ کے دل میں جو دادا کی تصویر ہے گول نانی کا نواسہ اس سے اچھی تو نہیں بنا سکتا۔" وہ ایک سوٹ کیس واپس بڑے بکس پر رکھتے ہوئے بولی۔

ثریا دادی نے تعجب سے دیکھا پھر مسکرا پڑیں۔۔۔ "یہ تیرے دماغ میں اتنی بڑی بڑی باتیں کہاں سے آنے لگیں۔۔۔ حبا یہ تو تو اپنی عمر سے بہت بڑی باتیں کر رہی ہے۔"

"ہمیں تو خود نہیں پتہ دادی کہ ہمیں یہ باتیں کس نے سکھائیں۔۔۔ کہاں سے آتی ہے یہ سوچ۔۔۔ بلکہ اچھی سوچ تو اب آتی ہی نہیں ہے۔۔۔ ہر خیال تلوار کی طرح دل میں اترتا تھا۔۔۔ آگ کی طرح لہو میں انگارے بھرتا تھا۔"

"اُف۔۔۔ کیا قیامت ہے۔۔۔ پچاس پچاس سال ہو جاتے ہیں۔۔۔ پوری آدھی صدی۔۔۔ ہاف سنچری۔۔۔ ایک تصویر دل میں بسا کر۔۔۔ محبت مشقت کی طرح نباہ کر۔۔۔ پا پیادہ ننگے پاؤں۔۔۔ جلتی دھوپ کا سفر ایک نظر کرم کی چھاؤں کی خاطر۔۔۔ دادی اب بھی آپ کو ہوش نہیں آیا کوئی اپنے دل کے سارے ارمان پورے کر کے چلا گیا۔۔۔ آپ کولہو کے اندھے بیل کی طرح ابھی تک چکر کاٹ رہی ہیں۔۔۔ اب پنسل اسکیچ بنوا کر دیوار پر بھی لٹکائیں گی۔۔۔؟"

"ابھی پوجا ادھوری ہے۔۔۔ چڑھاوے کے زرد پھولوں میں تازگی ہے۔۔۔؟" پوچھا

...تھال خالی نہیں ہوئے...... یہ ہم عورتیں کب تک دلوں میں تصویریں سجا کر جرمِ محبت کے تاوان ادا کرتی رہیں گی...... کب اس دل کی قدر ہوگی...... مرد محبت کو حق کی طرح کرتا ہے عورت فرض کی طرح ادا کرتی رہے گی...... ایسی کیا مجبوری ہے...... یہ روگ ہم ہی کو کیوں لگتے ہیں......؟"

"مرد محبت کا جھانسہ دے کر عورت پر اختیار حاصل کرتا ہے...... دل بھرنے کا کوئی جواز ڈھونڈ کر ایک نیا جہاں دریافت کرنے کی دھن میں لگ جاتا ہے۔

"کتنی ستانی باتیں ہیں عشق کی...... محبت ہوتی ہے تو نہال کیوں نہیں کرتا...... دل کیوں نہیں رکھتا...... اپنی انا کو مٹا کیوں نہیں...... ہر گام صرف جیت کی ضد کیوں ہوتی ہے ہار کر بھی کیوں نہیں ہو جاتا......؟"

حبا نے نچلا ہونٹ دبا کر آنکھیں بند کیں تو کئی رُکے ہوئے آنسو پھسل پڑے...... دادی گرمی کی شدت سے بیزار ہو کر ہوا کھانے باہر جا چکی تھیں۔

"میں دادا کی تصویر آپ کو ضرور ڈھونڈ کر دوں گی دادی...... ورنہ یہ خلش آپ کی باقی ماندہ زندگی کا رس چوس لے گی...... کہ دل کو کوئی ڈھونڈ پڑی ہو تو نظر کے سامنے پڑی نعمتیں بھی دکھائی نہیں دیتیں...... اس تصویر کی کہانی مجھ سے زیادہ کون سمجھے گا۔"

وہ آنکھیں پونچھتی چیزیں ترتیب سے رکھنے لگی۔

باہر ایک شور شرابہ برپا تھا دونوں دادیاں طاہرہ بیگم اور عائشہ عاصمہ کول نانی کے گھر جانے کی تیاریاں کر رہی تھیں ساتھ ساتھ دلہن کی باتیں بھی ہو رہی تھیں۔

♥♥♥

پانچ خواتین کے گھر سے جانے کے بعد گھر میں ایک دم گھمبیر سناٹا طاری ہو گیا تھا...... ماما شام ہوتے ہی رات کے کھانے کی تیاری میں لگ جاتی تھی...... حنا کتابیں کھولے بیٹھی تھی...... ہما T.V دیکھ رہی تھی...... حبا اپنے سر میں تیل کا مساج کر رہی تھی اور حنا کے قریب فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔

"ایک مزیدار بات بتاؤں حبا۔" حنا نے اچانک کتاب ایک طرف کر کے بڑے اچھے موڈ میں بات شروع کی...... حبا سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"محسن صاحب کے رشتے کی بات شروع ہوئی ہے...... اُن کی فوٹو دیکھ لی ہے میں

نے؟ تم سب کو بھی دکھا سکتی ہوں...... ہائے کیا ڈیشنگ بندہ ہے...... لگتا تو یہی ہے بازی ہما آپی کے نام ہی کھلے گی...... دکھاؤں......؟" حنا کو جیسے گدگدیاں ہو رہی تھیں۔

"دکھائیں...... اور دعا کریں کہ لاٹری آپی کے ہی نام کھلے...... حق تو انہی کا بنتا ہے۔"

حبا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بڑی دادی کو دی تھی پھوپھو نے...... اُن کے بکس میں رکھی ہوئی ہے...... ایک منٹ لاتی ہوں۔" وہ تیزی سے اسٹور کی طرف گئی...... حبا اپنے سر پر ہاتھ چلانے لگی۔

چند منٹ ہی گزرے ہوں گے حنا ایک کارڈ سائز فوٹوگراف لئے واپس آ گئی...... پہلے خود ایک نظر ڈالی پھر حبا کے سامنے کر دی...... چمکتا ہوا صحت مند چہرہ...... گھنے نفاست سے بنے ہوئے بال...... تراشیدہ گھنی مونچھیں...... سیاہ کوٹ آف وائٹ جھلک دکھاتا شرٹ...... سرخ و بلیک ڈیزائن کی ٹائی...... پھول بنا کر جیب میں اٹکا ہوا رومال۔"

حبا کے ہاتھ تیل میں بھرے ہوئے تھے اس لئے اُس نے فوٹو کو ہاتھ لگانے سے اجتناب کیا۔

"اچھی ہے...... لگتا ہے اسی مقصد کے تحت کھنچوائی گئی ہے...... دو گھنٹے بیوٹی پارلر میں تیار ہوئے ہوں گے۔" حبا نے مسکرا کر تبصرہ کیا۔

"بیوٹی پارلر میں......؟" حنا اُلجھی۔

"توبہ ہے آپ پتہ نہیں کون سی دنیا میں رہتی ہیں...... آج کل تو مردوں کے بھی پارلر کھل چکے ہیں۔" حبا نے گویا حنا کی لاعلمی پر اپنا سر پیٹا۔

"ہیں......؟!!! مردوں کو اتنے اہتمام کی کیا ضرورت ہے...... مرد کے لئے تو یہی کافی ہے وہ مرد ہے...... مردانگی تو خود ایک حسن ہے...... بہر حال یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ صاحب بہادر بھی پارلر میں تیار ہوئے ہوں گے فوٹو کھنچوانے کے لئے۔" حنا نے فوٹو کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نام تو بتائیں......؟" حبا نے تیل کی شیشی کا ڈھکن ٹائٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"سرمد۔" حنا نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر نام بتا دیا۔

"تصویر دینے کا مقصد کیا ہے کہ آپی کو تصویر دکھا کر رائے لینا ہوگی......؟" "تصویر دکھا کر رائے لینا کتنی بڑی حماقت ہے اتنی سجی سجائی تصویر کون ناپسند کرے گا...... شوکت حسین رضوی

نے ایک اخباری انٹرویو میں کہا تھا ان دنوں ان کی میڈم نور جہاں کی اخباری جنگ چل رہی
تھی۔ فرمایا۔ نور جہاں کہاں خوبصورت تھی...... خوبصورت تو ہم تھے...... وہ ہمارے حسن پر
ہی تو فدا ہوگئی تھیں اور ہماری شادی ہوگئی تھی...... بڑا ظلم ہے اس جملے میں...... تصویر متحرک ہو
پھر پر فدا ہونے کا عموماً یہی انجام ہوتا ہے۔" حیا نے تلخ ہنسی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار
کیا۔ حنا اس کی طرف تعجب سے دیکھنے لگی...... اُس کے خیال میں حیا اپنی عمر کے مقابلے میں
بہت میچور باتیں کرنے لگی تھی۔

"یہ تم اتنی بڑی بڑی باتیں کرنا کہاں سے سیکھ گئی ہو...... دادیوں کی کمپنی میں کم بیٹھا
کرو۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔" حنا نے اُسے مسکرا کر گھورا۔

"میں تو شاید پیدائشی بوڑھی ہوں۔" حیا پھیکی سی ہنسی ہنس کر بولی۔

"اے۔ کسی کے سامنے مت کہہ دینا...... شادی میں مسئلہ ہو جائے گا۔" وہ اس کے
پاس سے ہٹ کر کچن کی طرف جاتے ہوئے بولی پھر ایک آنکھ دبا کر مسکرائی۔

"اب ذرا آپی سے تو رائے لے لوں...... آج کے بعد اُنہیں بڑے کلرفل خواب آنے
لگیں گے...... موڈ اچھا رہنے لگے گا...... ورنہ تو بقول بڑی چھوٹی دادی غصہ تو ناک پر دھرا رہتا
ہے۔"

حیا بے ساختہ مسکرا پڑی...... "چلو اس گھر میں کسی کو تو کلرفل خواب آئیں ورنہ تو سب
آج تک بلیک اینڈ وائٹ ہی دیکھ رہے تھے...... یا پھر دادیوں کے پیاروں کے جو دوسرے جہان
پہنچ چکے ہیں مگر اکثر ان سے میل ملاقات کرنے آتے رہتے ہیں۔" حنا نے اُس کے جملے پر
زوردار قہقہہ لگایا تھا...... اتنا پاورفل قہقہہ تھا کہ حرا نے ریموٹ سے T.V کی آواز آہستہ کرتے
ہوئے پوچھا۔

"کیا ہوا......؟"

"ابھی تو کچھ نہیں ہوا...... مگر لگتا ہے کچھ ہو جائے گا...... تم کاجول کا ڈانس دیکھو ورنہ مس ہو
جائے گا۔" وہ بولتی ہوئی کچن میں گھس گئی۔

ہما کی ہانڈی آخری مراحل میں تھی وہ جلدی جلدی پھیلی ہوئی چیزیں ٹھکانے لگا رہی تھی
حنا کو دیکھ کر پھر اس کے ہاتھ میں فوٹوگراف دیکھ کر وہ ذرا بھی پھر اس کا چہرہ دیکھا جو بہت خوشگوار
تاثر دے رہا تھا۔

"ہمارا کچن زیادہ بڑا نہیں...... اور کچھ زیادہ ہوادار نہیں...... مگر ان صاحب کے سوٹ
سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا کچن بہت بڑا ہوگا...... ہوادار بھی ہوگا...... خوبصورت ٹائلز بھی لگی ہوں
گی...... امریکن کچن تو اب بہت عام ہوگیا ہے لگتا ہے ان کا اٹالین ہوگا۔" اُس نے بولتے
ہوئے تصویر ہما کے سامنے کردی۔

"توبہ ہے حنا...... کیا وحشت ہے...... کس کی تصویر اُٹھائے پھر رہی ہو......؟" اُس
نے تصویر پر ایک نظر ڈال کر اُلجھی ہوئی نظروں سے حنا کی طرف دیکھا۔

"حالانکہ اُٹھا کر آپ کو پھرنا چاہیے۔" حنا نے برجستہ کہا اور مسکرائی۔

"کیسی ہے...... آئی مین...... کیسے ہیں......؟ غصہ کر کے فضا خراب کرنے کی
ضرورت نہیں صرف ان کے بارے میں رائے چاہیے۔"

"دماغ خراب نہیں ہے میرا تصویر دیکھ کر مفت میں رائے دوں......؟" ہما نے انجان
بنتے ہوئے دُھلے ہوئے برتن لگاتے ہوئے کہا۔

"کیا لیں گے......؟ یعنی رائے دینے کا کیا ریٹ ہے آپ کے ہاں۔"

"اوہ بھی کون ہیں یہ......؟ تم کیوں آپے سے باہر ہوئی جا رہی ہو......؟" ہما نے تنک
کر کہا۔

"عاصمہ آنٹی کے صاحبزادے ہیں...... بڑی دادی کو تصویر دے رہی تھیں میں نے
دیکھ لیا پھر میں جاسوسی میں لگ گئی کہ دیکھیں بڑی دادی کہاں رکھتی ہیں...... وہ اسٹور میں گئیں تو
میں نے جھانک کر دیکھا تو وہ اپنے بکس میں رکھ رہی تھیں اس دن یہ بھی پتہ چل گیا کہ وہ اپنے بکس
کے تالے کی چابی کہاں رکھتی ہیں...... میں تو سمجھتی تھی اپنے کرتے کی جیب میں رکھتی ہیں۔"

"توبہ" ہما کی ہنسی چھوٹ گئی...... "مان گئے بہت بڑی جاسوسہ ہو۔"

"بتائیں ناں کیسے ہیں......؟" حنا نے فوٹو اس کے سامنے لہرائی۔

"اچھا جاؤ واپس رکھو...... بڑی آئی دادی اماں رائے لینے والی...... مجھے نہیں دیکھنا فوٹو
ووٹو۔" ہما نے اپنا بڑا اپن سنبھالنے کی کوشش کی اور دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی حنا سے پہلے کچن سے
باہر نکل گئی...... انداز سخت تھا مگر چال میں ہرنوں کی طرح کا توازن تھا۔

♥♥♥

دانیال کافی دیر تک کروٹیں لیتا رہا...... نیند آنکھوں میں اُترنے کا نام نہیں لے رہی تھی

بار بار شیخ صاحب کا پسینے میں بھیگا چہرہ نظروں کے سامنے آجاتا تھا۔

جب کسی طور پر چین نہ آیا تو سرہانے رکھا موبائل اُٹھا کر ولی کا نمبر ملانے لگا..... ولی نے دوسری رنگ پر ہی اُٹھالیا تھا آواز سے لگتا تھا کہ وہ بھی جاگ رہا تھا۔

"خیریت.....؟" وہ متفکر انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"یار..... وہ شیخ صاحب کی خیریت تو پتہ کرو۔" اُس نے متفکر انداز میں کہا۔

"میری تو ہمت نہیں پڑ رہی..... بہت دیر سے اُنہی کے بارے میں سوچ رہا ہوں..... میں نمبر دیتا ہوں..... دانیال یار تم ہی ہمت کرو..... میں تو دعا کر رہا ہوں کہ شیخ صاحب خیریت سے ہوں۔"

"اصولاً تو تمہیں فون کرنا چاہیے..... خیر تم نمبر بتاؤ۔" اُس نے سائیڈ ٹیبل سے نوٹ بک اور پین اُٹھایا اور ہلکی روشنی ہی میں لکھنے لگا..... ولی نے موبائل اور P.T.C.L دونوں نمبر اسے لکھوادیے..... اور کہا۔

"یار جو بھی بات ہو تم مجھے فون کر کے ضرور بتا دینا..... میں انتظار کروں گا۔"

"اوکے۔" یہ کہہ کر دانیال نے رابطہ منقطع کر دیا اور ولی کا دیا ہوا نمبر ملانے لگا..... پہلے اُس نے Cell No. ٹرائی کیا بیل جاتی رہی پھر ریکارڈنگ آنے لگی کہ آپ کے مطلوبہ نمبر سے جواب موصول نہیں ہو رہا ازراہِ مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کیجیے۔

دانیال نے ہونٹ کاٹتے ہوئے لائن ڈسکنکٹ کر دی اور چھت کی طرف گھورتے ہوئے کچھ سوچنے لگا..... چہرے پر تفکر کی گہری لکیریں کھنچ گئی تھیں۔

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا..... اچانک اُسے گرمی محسوس ہونے لگی..... وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور اسپلٹ آن کر دیا..... پھر چند لمحے سوچنے کے بعد اُس نے ان کا P.T.C.L نمبر ٹرائی کیا..... رنگ پاس ہوتی رہی آخر کار ریسیور اُٹھالیا گیا۔

"ہیلو۔" بچے بھرّوں کا تاثر دیتی ہوئی آواز سماعت سے ٹکرائی تھی۔

ایک لمحے کو تو دانیال کو کچھ سمجھ ہی نہیں آئی کہ کیا بولے..... سارے ایمرجنسی سوچ آف ہو گئے۔

"ہیلو..... ہیلو۔" اُس کی جانب سے مسلسل خاموشی پر دوسری جانب سے دو مرتبہ ہیلو کہا گیا۔

وہ کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ دوسری جانب سے ریسیور رکھ دیا گیا۔

دانیال نے اپنی پیشانی پر زور سے ہاتھ مارا..... "مائی گاڈ یہ کیا ہو رہا ہے.....؟"

پھر بڑے اعتماد سے اس مرتبہ اُس نے ری ڈائل کا بٹن پش کیا..... دوسری طرف رنگ پاس ہونے لگی اور اس مرتبہ فوراً ریسیور اُٹھالیا گیا۔

"دیکھیں آپ جو کوئی بھی ہیں..... تھوڑا سی تمیز اخلاق کہیں سے سیکھ لیں..... یہ وقت ملا ہے آپ کو فون پر تنگ کرنے کا..... اور کون سی دنیا میں رہتے ہیں آپ کو پتہ نہیں کہ C.L.I فیسلیٹی اب تقریباً سب ہی کے پاس ہوتی ہے آپ کا نمبر میں نوٹ کر چکی ہوں آئندہ یہ حرکت کی تو بہت اچھی طرح سمجھوں گی آپ کو۔" وہ بُری طرح برس پڑی۔

"محترمہ..... محترمہ..... پلیز۔" میری بات سنیں اس سے قبل کہ وہ ریسیور رکھتی اس نے تقریباً چلا کر کہا مبادا وہ ریسیور کان سے ہٹا چکی ہو تو سن لے کہ کوئی بول رہا ہے تو سننے کی کوشش کرے۔

"جی..... فرمائیے۔" نہایت بے زاری و ناگواری سے کہا گیا۔

"دیکھیے..... میں قطعاً آپ کو تنگ نہیں کر رہا ہوں..... اصل میں شیخ صاحب کے موبائل پر کوئی رسپانس نہیں ہے اس لئے مجبوراً میں نے یہ نمبر ڈائل کیا۔" اُس نے عجلت بھرے انداز میں وضاحت کی..... "اور پہلے ڈائل کیا تو آپ کی طرف سے آواز نہیں آ رہی تھی..... پھر دوبارہ ٹرائی کیا۔"

"آپ کو اس وقت کیا کام ہے پاپا سے.....؟" اس مرتبہ لہجے میں اخلاق بھی تھا اور نرمی بھی۔

"وہ کام تو نہیں تھا بس اُن کی خیریت پتہ کرنا تھی کہ ان کی طبیعت اب کیسی ہے.....؟" دانیال نے سنجیدگی و وقار سے جواب دیا۔

"پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے..... وہ آغا خان میں ایڈمٹ ہیں اور I.C.U میں ہیں ان سے کسی کو ملنے بھی نہیں دے رہے ہیں..... میں ابھی وہیں سے آئی ہوں..... آپ پاپا کے آفس میں کام کرتے ہیں..... اپنا نام بتا دیجیے..... پاپا کو ہوش آیا تو میں بتا دوں گی..... میں ان کی بیٹی تحریم بات کر رہی ہوں۔" "کیا دل پذیر آواز تھی وہ آواز جو پہلے آڈیشن میں پاس ہو جائے....."

دانیال نے نظریں اُٹھا کر وال کلاک کی طرف دیکھا اور آہستگی سے ریسیور رکھ دیا..... اور آنکھوں پر

بانہوں رکھ کر بیٹھ گیا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

آخری جملہ آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا ...... آواز مدھم پڑ گئی تھی ...... جو دانیال کی سماعت میں ٹھہر گئی تھی ..... اسے یوں لگا بائیں طرف کا فرشتہ ان آنسوؤں کی ذمہ داری اس پر ڈال رہا ہے ..... اور اس کے قلم میں روانی ہے ہچکچاہٹ یا تذبذب نہیں۔

"پانی کا گلاس ..... اس نے نچلا ہونٹ کاٹا اور پانی پینے اٹھ کھڑا ہوا ...... بیڈ روم فریج سے بوتل نکال فریج پر رکھا گلاس لبالب بھرا اور ایک سانس میں گلاس خالی کر دیا ...... اور چند گہری گہری سانسیں جیسے بہت دور تک چلنے سے سانس پھول گئی ہو۔ وہ درحقیقت زیادہ ڈسٹرب تھا اب اس نے پھر بیڈ کی طرف قدم بڑھائے کہ ولی کو فون کر کے صورت حال سے مطلع کرے وہ اس کی کال کا انتظار کر رہا ہوگا ..... اس نے موبائل اٹھایا اور کھڑے کھڑے رنگ کرنے لگا ...... ولی نے پہلی ہی رنگ پر اٹینڈ کر لیا تھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کتنی شدت سے اس کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔

"ہیلو۔" ولی کی بے قراری آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"ہاں ..... یار وہ شیخ صاحب کی طبیعت زیادہ ہی خراب ہے I.C.U میں ہیں۔" اس نے فکر مند لہجے میں مطلع کیا۔

"کس سے پتہ چلا ..... ؟ کوئی نوکر تھا یا کوئی اور ..... ؟" ولی نے جانے کیوں پوچھا تھا۔

"ان کی بیٹی سے پتہ چلا ہے فون اسی نے اٹینڈ کیا تھا۔" یہ کہہ کر دانیال نے فون بند کر دیا اور کچھ سوچ کر سوئچ آف کر دیا جس سے ظاہر ہوتا تھا اب دور دور تک اس کا کسی سے فون پر بات کرنے کا پروگرام نہیں ہے۔

زندگی میں بہت لوگوں سے مذاق کیے تھے مگر یہ مذاق تو گلے ہی پڑ گیا تھا وہ سوچ رہا تھا۔

♥♥♥

ٹرن ٹرن ..... فون کی گھنٹی نے نور محمد خان کو بُری طرح چونکا دیا ...... وہ ابھی ابھی ہاسپٹل سے لوٹے تھے اور اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑے مختلف پریشان کن خیالات میں الجھے ہوئے تھے ..... وہ پلٹے اور فون سیٹ کی طرف بڑھے ..... گھنٹی مسلسل بج رہی تھی انہوں نے نمبر دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی اور عجلت بھرے انداز میں فون اٹینڈ کیا۔

"جی ..." ان کی آواز سے تھکاوٹ کا تاثر واضح تھا۔

"گل ریز بات کر رہا ہوں مائی باپ ...... کیسے مزاج ہیں ..... ؟" دوسری جانب سے گل ریز کی آواز ابھری۔

تھکاوٹ ایک لمحے میں دو چند ہوگئی۔

"جی ..... بیٹا ...... اتنی رات کو کیسے زحمت کی ..... ؟" وہ بدحال سے انداز میں گویا ہوئے۔

"جس کے سر پر کوئی مسئلہ سوار ہو اس کے لیے دن رات برابر ہوتے ہیں سر ...... وہ شیخ صاحب تو سات لاکھ کا سن کر ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہو گئے ہیں اتنے کمزور دل لوگوں کو دولت مند نہیں ہونا چاہیے ..... دولت خرچ کرنے کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔" وہ بول رہا تھا اور نور محمد خان حیرت سے پتھر بنے سن رہے تھے ..... اتنی شقاوت و سفاکی ...... وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے ایک انسان موت و زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے اور کسی کو صرف پیسے کی پڑی تھی۔

"بیٹے یہ تو آپ کو پتہ ہے کہ شیخ صاحب عرصے سے ہارٹ پیشنٹ چلے آ رہے ہیں یہ ابھی کی بات نہیں ہے ..... اور وہ آپ کو بہت کچھ دے چکے ہیں اور دیتے ہوئے ان کی طبیعت کبھی خراب نہیں ہوئی اب یہ اتفاق ہے بہر حال آپ کو ان کی طبیعت سنبھلنے تک تو انتظار کرنا ہوگا۔" انہوں نے بہت تحمل و نرمی سے بات کی ..... ایک بدتمیز اور خر دماغ انسان کے سامنے عموماً سمجھدار لوگوں کا یہی انداز ہوا کرتا ہے ..... صورت حال کو کنٹرول کرنے کی ذمہ داری ہوتی ہی شریف آدمی کی ہے۔

"خان صاحب طبیعت سنبھلنے کی بجائے معاملہ کچھ اور بھی تو ہو سکتا ہے زندگی کا کیا بھروسہ اوپر سے بلاوا ابھی تو آ سکتا ہے ..... کیا معلوم کسی حکیم لقمان کے مشورے پر وہ کوئی ایسی وصیت لکھ بیٹھے ہوں جس میں میرے نام کی ایک پائی پیسہ نہ لکھا ہو ...... میں تو مفت میں مارا گیا ناں ..... کچھ میرا کچھ بندوبست کریں وہ ٹھیک ہوتے رہیں گے مجھے علم ہے ان کا اور بچی کا جوائنٹ اکاؤنٹ بھی ہے ..... میڈیکل سرٹیفکیٹ پر بھی اکاؤنٹ سے پیسہ نکلوا سکتی ہے ..... آپ اس سے سات لاکھ کا چیک لے لیں۔" وہ اپنی مخصوص بد لحاظی سے بات کر رہا تھا۔

"بیٹا گل ریز شیخ صاحب اگر آپ کے کچھ لگتے ہیں کوئی رشتہ تعلق ہے تو آپ اتنے دھڑلے سے مطالبات کر دیتے ہیں پیسہ لینے کسی اور سیٹھ یا مل اونر کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے ..... ؟ اور اگر واقعی کوئی رشتہ ہے تو اس رشتے کے حوالے سے آپ کو شیخ صاحب کا ہمدرد اور

خیر خواہ ہونا چاہیے اور اُن کی صحت یابی اور لمبی عمر کی دعا کرنا چاہیے۔" نور محمد خان نے بے حسی کی آخری حد کو محسوس کرتے بہت دکھ اور دل سوزی سے کہا۔

"ہا ہا۔" گل ریز کا قہقہہ زوردار اور بے ساختہ تھا۔

"بہت خوب.... بہت ہی خوب.... کیا انسانوں کی پرکھ ہے ہمارے شیخ صاحب کو.... خان صاحب کو یا جی کر رکھا ہے اور صرف پیسہ بچانے کے لیے رکھا ہے.... ورنہ اکاؤنٹ کے لیے بہت مل جاتے ہیں.... ایم۔بی۔اے.... آئی۔سی۔ایم۔اے بھرے پڑے ہیں پاکستان میں.... قیامت کی بے روزگاری ہے.... آپ کو پچاس ہزار سیلری ملتی ہوگی جبکہ کوالیفائیڈ بندہ انھیں دس ہزار میں آرام سے مل سکتا ہے لیکن وہ Ten Thousand اُن کے لاکھوں بچانے کی اہمیت تو نہیں رکھتا ہوگا ناں.... ویل ڈن.... ویل ڈن خان صاحب آپ بھی سے بات کیجیے.... میں ایک گھنٹے بعد آپ کو فون کروں گا۔" یہ کہہ کر گل ریز نے ریسیور رکھ دیا۔

نور محمد خان نے بھی آہستگی سے ریسیور رکھ دیا.... ایک گہری سوچ اُنھیں لگ گئی تھی۔

"یا اللہ.... بعض اوقات دولت کتنا بڑا عذاب بن جاتی ہے.... بڑے سے بڑا دسترخوان پرسکون و خوشی کا ایک نوالہ بھی نہیں۔"

وہ صبح اذان فجر سے پہلے بیدار ہوتے تھے اور رات دس بجے تک سو جاتے تھے۔ سات گھنٹے کی نیند انھیں بالکل چاق و چوبند اور تروتازہ کر دیتی تھی اس کے بعد وہ دن میں کبھی بستر کی طرف نہیں دیکھتے تھے نہ کسی کونے میں ستانے کا سوچتے تھے.... آج شیخ صاحب کی وجہ سے بھاگ دوڑ بھی زیادہ رہی اور اپنی روٹین سے ہٹ گئے اسی وجہ سے بہت تھکن محسوس کر رہے تھے اور اس خیال سے مزید پریشان ہونے لگے کہ ایک گھنٹے بعد گل ریز دوبارہ رنگ کرے گا.... پھر کچھ سوچنے کے بعد انھوں نے فون پلگ آف کر دیا اور موبائل سوئچ آف کر دیا.... اور ایک گہری سانس لے کر واش روم کی طرف بڑھ گئے تھے۔



"پلاؤ تو بہت مزے کا بنا ہے.... بڑی بات ہے پلاؤ بنانا بھی کسی کسی کو آتا ہے.... ورنہ تو پلاؤ ایسا ہوتا ہے جیسے بگھارے چاول میں بوٹیاں ڈال دی ہوں۔" حور بانو کھانا کھاتے ہوئے پلاؤ کی تعریف کرنے لگیں.... بڑی دادی کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

"کھانا تو ابھی دادی جاتی ہے.... طاہرہ نے خوب محنت سے سب کچھ پکانا سیکھا

ہے.... ماشاءاللہ ہاتھ میں ذائقہ بھی ہے۔" بڑی دادی نے رشتہ پکا کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا اُن کے زمانے میں تو لڑکی کی یہی خوبیاں دیکھی جاتی تھیں کہ لڑکی صورت شکل کی بھی اچھی ہو اور گھر گرہستی کے کاموں میں بھی طاق ہو۔

"اچھا.... بڑی خوشی ہوئی سن کر ہما کو سب کچھ پکانا آتا ہے.... میں تو دو دن سے یہ بھی دیکھ رہی ہوں کہ سلائی کے کام میں بھی ماں کا بہت ہاتھ بٹاتی ہے.... اللہ نصیب اچھا کرے آج کل تو خیر کھانا پکانے کا شوق کم ہی کو ہوتا ہے.... بازار میں ایک سے ایک چیزیں بن رہی ہیں.... اگر لڑکی کو کچھ نہ بھی آتا ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا سر پر پڑتی ہے تو سب کر لیتی ہے۔" عائشہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تفصیلی تبصرہ کیا۔

"بعض مرتبہ تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لڑکی کھانا بنانے میں نل تھی لیکن شوہر کو اچھا کھانے کا شوق تھا شوہر کی خاطر ایک سے ایک کھانا بنانے لگی.... میاں بیوی میں محبت ہو تو ایک دوسرے کی خاطر بہت کچھ کرتے ہیں.... بات تو شادی کے بعد ایک دوسرے سے پیار و محبت کی ہے۔" حور بانو نے مزید پلاؤ ڈش سے نکالتے ہوئے کہا۔

بڑی دادی نے اُلجھن بھری نظروں سے چھوٹی دادی کی طرف دیکھا.... ہونے والی بات خاصی مبہم تھی کچھ واضح نہیں تھا.... عائشہ اور حور بانو کی سوچ کا رُخ کس سمت ہے۔

"یہ تو بعد کی باتیں ہیں سب سے خاص بات تو یہ ہے کہ لڑکی اتنی سمجھدار ہو کہ گھر میں امن پیار محبت کی فضا بنائے.... بات کا بتنگڑ بنانے والی لڑکی میں گھر بنانے والی کتنی ہی خوبیاں ہوں گھر پھر بھی نہیں بنا پاتی.... روزگار سے تھک کر آنے والے مرد کو اچھا کھانا ہی نہیں گھر میں سکون بھی چاہیے ہوتا ہے.... آئے دن کی چخ چخ سے شادی زیادہ دن نہیں نبھ پاتی.... پھر یہی ہوتا ہے کہ لڑکی آئے دن میکے میں بیٹھی ہوتی ہے.... ان حرکتوں سے پیار تو نہیں بڑھتا البتہ فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔" عائشہ نے کہا۔

"بڑی سمجھ کی بات کی تم نے بچی.... واقعی عورت کی برداشت ہی سے گھر میں سکون ہوتا ہے۔" چھوٹی دادی نے بہت گہری سوچ کے ساتھ کہا۔

"یہ کوئی مجھ سے پوچھے۔" بڑی دادی نے برجستہ کہا اور کن انکھیوں سے چھوٹی دادی کی طرف دیکھا۔

"تم سے کیوں پوچھیں....

بیٹھے تو ہم سے پوچھے کہ دلہن کو یہاں رکھنے کے لئے جگہ کس طرح ڈھونڈی۔۔۔۔۔ وہ کچھ بھی کر
پڑا انھوں ہی کی ذمہ داری نہیں تھا۔۔۔۔ اپنے بچوں کو سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔" پھول
دادی نے رخ کر کے۔۔۔ بچوں کو آرام اور اچھی بے آرامی یاد آئی تو بولے بنا رہ نہ سکیں۔

"چھوڑیں اماں۔۔۔۔ جو گزر گیا سو گزر گیا۔۔۔۔ گئی باتوں اور وقت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔۔۔ صبح کی تیاری ابھی سے کر لیں۔۔۔۔ صادق کی طرف بھی جانا ہے۔۔۔۔ وہ انتظار کر رہی ہوں گی۔۔۔ تیاری ہی میں اچھا خاصا دن نکل آتا ہے۔۔۔ کہہ رہی تھی کہ بھلا کی سسرال بھی لے کر جاؤں گی۔۔۔ اب ایک دو دن تو اس کے گھر بھی ذکر ہوگا۔" عائشہ نے ایک تو ادھر سے بات کر کے پچھلی بات کو ختم کر دیا۔۔۔ بڑی ہوشیاری سے انھوں نے بات کا رخ پلٹ دیا تھا۔۔۔۔ عاصمہ لاکھ بچوں کی طرح تھیں بہر حال رشتہ تو نند کا تھا۔۔۔ دونوں اماؤں سے کچھ بعید نہیں تھا کہ گڑے مردے اکھاڑنے بیٹھ جائیں تو کہاں تک بات پہنچتی۔

"اے کیا تیاری کرنا دو چار کپڑے تو تیار ہی رہتے ہیں۔۔۔۔ پان لگانا ہوتے ہیں چھالیہ کاٹنی ہوتی ہے اسی میں کچھ وقت لگ جاتا ہے۔" بڑی دادی نے شوربے میں روٹی چورتے ہوئے جواب دیا۔

"ماشاءاللہ صادق نے اتنا بڑا گھر کرایہ پر لیا سجا بنا لیا مگر ایک چھوٹا سا پاندان نہیں رکھا گھر میں۔۔۔ ہمارے وقتوں میں تو چاہے گھر میں پان کھانے والا نہ بھی ہو تو پاندان ضرور رکھتے تھے آنے جانے والوں کی تواضع کے لئے۔" چھوٹی دادی بولیں۔

"ہائے اللہ۔۔۔ صرف پان کھلا کر رخصت کر دیا کرتے تھے مہمان کو۔۔۔۔؟" حرا بے ساختہ بولی۔۔۔ سب ہنسنے لگے۔

"اے بی بی آنے جانے والے وقت بے وقت آتے ہی ہیں۔۔۔۔ کسی نے چائے کھانے کی فرمائش کر دی تو۔۔۔ پاندان رکھ دیا۔۔۔ یہ دادی کی باتیں تھیں یہ جو آج کل کہاں رہی ہیں۔"

"کسی بات پر مجھے ایک سردار جی کا لطیفہ یاد آ رہا ہے اجازت ہو تو سناؤں۔۔۔۔؟" حرا

"سردار جی کے لطیفے بہت مزیدار ہوتے ہیں۔" حور بانو

"ایک سردار صاحب نے پہلی مرتبہ پان کھایا انھیں بہت مزے کا لگا تو ایک اور منگوا کر کھایا پھر ایک اور اس طرح کرتے کرتے بہت سارے پان کھا گئے اور چلے گئے۔۔۔۔ کئی دنوں بعد ان کا گزر اسی پان کی دوکان سے ہوا۔۔۔ دوکاندار نے انھیں دیکھ کر آواز دی۔

سردار صاحب آج پان نہیں کھانا۔۔۔۔؟

سردار صاحب نے بے نیازی سے جواب دیا۔۔۔۔ بھائیاں آج تے روٹی کھا کے آیا (بھائی آج تو روٹی کھا کر آیا ہوں)۔" حرا کا لطیفہ مکمل ہوا تو سب ہنس رہے تھے۔۔۔۔ طاہرہ بیگم کو پھندا لگ گیا وہ کھانسنے لگیں۔۔۔۔ چھوٹی دادی نے پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھایا اور حرا کو ڈانٹنے لگیں۔

"دسترخوان پر بیٹھ کر لطیفے نہیں سناتے۔۔۔۔ نوالہ منہ میں ہو تو پھندا لگ جاتا ہے۔"

"اب کچھ بھی ہو لطیفہ بہت مزیدار سنایا ہے حرا نے۔" حور بانو بھی خوب ہنس رہی تھیں۔

اسی لمحے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی ساتھ ہی کال بیل بھی بجی۔۔۔۔ حرا جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔۔ اور دروازہ کھولنے آگے بڑھی۔

"اس وقت کون چلا آیا۔۔۔۔؟" بڑی دادی کل بانو خود کلامی کے انداز میں بولیں۔۔۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور صادق حسین اندر داخل ہوئے۔

"السلام علیکم!" انھوں نے مخصوص دھیمی آواز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔۔ خیر تو ہے آج کیسے بے وقت چلے آئے۔۔۔۔ دشمنوں کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔۔۔؟"

"اللہ کا شکر ہے اماں۔۔۔۔ ہم بھی خیریت سے ہیں اور ہمارے دشمن بھی۔" وہ منہ ہاتھ دھونے کے ارادے سے واش بیسن کی طرف بڑھے اور چھوٹی دادی ثریا بیگم کو تسلی آمیز جواب دیا۔

"کوئی کاروبار بھی کر رہے ہیں صادق بھائی۔۔۔۔؟ یہ بھی ٹھیک خالی سرکاری نوکری سے کہاں گزارا ہوتا ہے بہت سے لوگ بھی کر رہے ہیں دن کو نوکری کرتے ہیں شام کو کوئی پارٹ ٹائم کام۔۔۔ بہت سے لوگ تو اسٹیٹ ایجنسی ہی کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔۔۔۔ ماشاءاللہ۔۔۔۔ اللہ جیسے۔۔۔ ذمہ داری بھی تو بہت ہے صادق بھائی کی۔"

حور بانو اپنی دھن میں بول رہی تھیں اور وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہی

تھیں..... عجیب سماں طاری ہو گیا تھا..... صرف برتنوں کی کھٹر پٹر یا گاہے بگاہے کسی چمچ کی آواز ابھر رہی تھی..... "لگے ہاتھوں کھانا کھا لو صادق حسین گرم گرم دھرا ہے اور بنا بھی بہت اچھا ہے۔" بڑی دادی نے صادق حسین کو دسترخوان کی طرف متوجہ کیا جو بہت گم صم نظر آ رہے تھے۔

"جی اماں آتا ہوں۔" وہ بولے تو طاہرہ بیگم ان کے لئے پلیٹ وغیرہ رکھنے لگیں..... چھوٹی دادی بھی بہت گم صم سی نظر آ رہی تھیں جیسے انہیں صادق حسین کے جلد گھر آنے پر بہت تشویش ہو..... زمانے ہو گئے..... ساری دنیا نیند میں گم ہو جاتی تھی تب کہیں جا کر دروازے پر تھاپ پڑتی تھی..... اور اونگھتی جھومتی طاہرہ دروازہ کھولتی تھیں۔

"اور سناؤ صادق حسین..... کام وام کیسا چل رہا ہے......؟" حور بانو بڑی فکرمند ہو کر پوچھ رہی تھیں کہ صادق بھائی بہت رات کو آتے ہیں کیا کام کرتے ہیں......؟" اماں بولیں کسی دوست کے میڈیکل اسٹور پر بیٹھتا ہے..... بڑا احساس ہوا کہ کتنی محنت کر رہے ہو..... اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کرے..... ادھر آ جاؤ..... میرے ساتھ ہی بیٹھ جاؤ جگہ ہے یہاں۔" عائشہ بولتے بولتے اپنے قریب جگہ بنانے لگیں..... سب کے چہرے یوں تھے جیسے کوئی جرم کر کے بیٹھے ہوں۔

"کہیں نزدیک ہے اسٹور یا بس وین میں آنا جانا پڑتا ہے۔" عائشہ نے اپنائیت بھرے لہجے میں پوچھا۔

صادق حسین نے نظریں اٹھا کر ماں کے چہرے کی طرف دیکھا..... پھر ناگواری کی لہریں دکھاتی بیوی کی طرف جن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اٹھا پٹخ کر کے صادق حسین کے سامنے کھانا رکھیں۔

"زیادہ دور نہیں ہے۔" انہوں نے شرمساری آواز میں مختصراً جواب دیا۔

"یہ اور اچھی بات ہے..... اللہ تمہیں ہمت دے چلو کھانا کھاؤ اچھی بات ہے سب کے ساتھ بیٹھ گئے ہمارا بھائی تو سدا کا آدم بیزار ہے..... دوسرے بولتے بھی بہت کم ہیں صادق حسین۔" عائشہ کے لہجے میں بہت محبت تھی بہت عرصے بعد بھائی کے قریب ہوئی تھیں۔

"ارے بھئی بے چارے صادق حسین کا بھی کیا قصور عائشہ..... تمہارے گھر میں تو صدا سے عورت راج چلا آ رہا ہے..... ان کی سننا بھی کون ہو گا۔" حور بانو ہنس کر بولیں۔

"بھلی کہی تم نے..... دو ماں پانچ بہنیں آگے چار بیٹیاں۔" ثریا دادی نے بھی برجستہ کہا..... سب ہنسنے لگے۔

"اسی لئے ان میں بہت حیا اور سنجیدگی ہے۔" حور بانو پھر بولیں..... "ہم تو چھبیس سال سے عائشہ کو دیکھ رہے ہیں اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کے گھر والوں کا کیا طور طریقہ ہو گا..... بلکہ دلی تمنا ہے کہ یہ خاندان اور قریب آ جائے..... رشتے اور مضبوط ہو جائیں..... اللہ سے توفیق مانگتے ہیں..... یقین کریں اماں اپنے لڑکوں کے لئے بہت فکرمند ہوں بہت گھروں میں گئی سب کچھ نظر آیا مگر وہ جو انسانوں میں خلوص اور سادگی ہونا چاہئے وہ مجھے نظر نہیں آئی..... جہاں بھی گئی بہت عزت ملی خوب آؤ بھگت خاطر تواضع..... بڑے بڑے ڈرائنگ روم مال و دولت شکل صورت سب کچھ تھا مگر جو دل مانگتا ہے وہ دکھائی نہیں دیا..... پڑھی لکھی گڑیوں کی طرح سجی سنوری بچیاں دیکھ کر ان کے مزاج کا تو اندازہ نہیں ہو سکتا..... میں نے اپنے بچوں پر بہت توجہ دی ہے مجھے اس بات سے غرض نہیں کہ بہوئیں میری خدمت کرتی ہیں یا نہیں مگر میری آرزو ہے کہ میری بہوئیں میرے بیٹوں کا خیال رکھیں انہیں سکون اور خوشی دیں..... آپ کے گھر میں بھی بچیاں ہیں..... صادقہ کی بھی ایک بیٹی باقی ہے دیکھیں میرے بچوں کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔" حور بانو بڑے تواتر سے بول رہی تھیں۔

اتنی نازک بات کے چھڑتے ہی لڑکیاں ادھر ادھر ہو گئی تھیں..... مگر سن سب کچھ رہی تھیں..... دل بڑی تیزی سے دھڑک رہے تھے مگر ایک دم "صادقہ کی لڑکی" کا سن کر دھڑکن کی دھن بدل گئی..... چہروں کی چمک ماند سی پڑ گئی۔

صادقہ پھوپھو کے مقابلے میں تو ہم کچھ بھی نہیں ہیں..... ابھی تو یہ معزز خواتین وہاں بھی جائیں گی..... لڑکیوں کے ذہنوں میں ملتے جلتے خیالات کی بھرمار شروع ہوئی..... پھر وہ بے دلی سے کام نمٹانے لگیں..... البتہ حبا کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی وہ اسی طرح لاپرواہ بلکہ "خوش" نظر آ رہی تھی۔



دانیال اور ولی یونیورسٹی کے سرسبز لان میں ٹانگیں پھیلائے بیٹھے تھے دونوں نے سن گلاسز لگائے ہوئے تھے اس لئے دونوں کی آنکھوں کے زاویے اور تاثرات پس پردہ تھے مگر آج ان کی طبیعت کی جولانی بھی رخصت پر تھی دونوں بے حد سنجیدہ تھے۔

"یار ساری رات نیند نہیں آئی..... اگر آج سر گیلانی کی کلاس نہ ہوتی تو پڑا سوتا رہتا..... سر میں درد ہو رہا ہے۔" ولی کہہ رہا تھا۔

''یار...... مذاق مذاق میں بات بڑی سیریس ہو گئی...... شیخ صاحب تو بڑے سیریس پیشنٹ نکلے...... بہت افسوس ہو رہا ہے۔'' دانیال نے بھی اپنے دل کی بات کہی۔

''ایک کام کرو گے دانیال۔'' اچانک ولی نے پوچھا وہ یوں پُر جوش نظر آیا جیسے اُسے مسئلے کا حل سوجھ گیا ہو۔

''بتاؤ...... سن کر ہی کچھ کہہ سکتا ہوں۔'' ولی کے انداز میں اُس کے لئے ڈھارس تھی۔

''ایسا کرو تم نور محمد خان صاحب سے اُن کے آفس میں ملاقات کرو اور سب کچھ بتا دو بعد میں وہ چاہیں گے تو فون پر مجھ سے کنفرم کر لیں گے...... سمجھو ناں میں تو ایز اے کینڈیڈیٹ اُن سے مل چکا ہوں اعتراف جرم وہ بھی سامنے بیٹھ کر کرنا کوئی مذاق بات ہے میری طرف سے تم بات کرو گے تو تمہارے لئے تو کوئی مسئلہ نہیں کچھ کہا سنا بھی تو مجھے ہی کو بلیک کر کے کہیں گے۔''

''اب اس کا فائدہ......؟'' دانیال نے بڑے پُر سکون انداز سے سوال کیا۔

''بھئی نور محمد خان صاحب شیخ صاحب کے رائٹ ہینڈ ہیں...... وہ اُن کو سنبھالنے کی بہت ہی کوششیں کر سکتے ہیں۔'' ولی نے جواب دیا۔

''تو پھر پہلے نور محمد خان صاحب سے ہی بات کرنا چاہیے تھی خواہ مخواہ شیخ صاحب کو مشکل میں ڈالا۔'' دانیال نے جھلا کر کہا۔

''تو یار یہ کب پتہ تھا کہ شیخ صاحب اتنے سیریس پیشنٹ ہیں...... اللہ سے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں آئندہ کسی بڑے بزرگ سے مذاق نہیں کروں گا۔'' ولی نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا اور لاشعوری طور پر دانیال کو اخلاقی تعاون کے لئے پُر جوش کرنے کی کوشش کی۔

''اچھی بات یار...... بات تو دل کو لگی ہے سارا کام اب خان صاحب پر ہی ڈال دینا چاہئے جو کچھ کریں گے...... ہم تو اب کچھ بھی نہیں کر سکتے...... یا اللہ شیخ صاحب کو لمبی عمر دے اور اُن کی بیٹی کی شادی اُن کے دل پسند نوجوان سے ہو اور یہ کہ اللہ دونوں باپ بیٹی کو خوش رکھے...... (آمین)۔'' دعا مانگ کر دانیال نے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے جو دعا میں خضوع و خشوع کا اظہار تھا۔

''دل پسند نوجوان تم بھی ہو سکتے ہو۔'' اب ولی نے دیر بعد چھیڑ چھاڑ کی۔

''نہ مجھے شیخوں اور خانوں سے بچائے...... ظالم تجھے بد دعائیں دینے کے لئے دوست بنایا تھا۔'' دانیال نے رنجیدگی سے گلہ کیا۔

ولی دھیرے سے ہنس پڑا۔

اب دانیال سامنے اُفق پر نظریں جمائے کچھ سوچ رہا تھا چہرے پر پہلے کی نسبت تناؤ کی کیفیت کم تھی...... ولی چور نگاہ سے اُس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔



''ارے...... عائشہ آپا بہت راہ دکھائی آپ نے...... لگتا یوں تھا کہ بس چل پڑی ہیں۔'' صادقہ اپنے گھر میں عائشہ کا سواگت کر رہی تھیں۔

''بڑی اماں اور چھوٹی اماں کے پاس سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا کتنے عرصے بعد تو ماؤں سے باتیں کرنے کا موقع ملا پھر ایک دن گول اماں کے لئے بھی نکالنا پڑا انہوں نے ہمارا بہت خیال کیا ہے اُن کو پتہ چلتا کہ میں اُن کو ملے بغیر چلی گئی ہوں تو اُنہیں بہت دکھ ہوتا۔'' عائشہ نے وضاحت کی۔

''تم دونوں بہنوں کو کوئی بھی اس وقت دیکھ لے یقین نہیں کرے گا کہ یہ دو ماؤں کی اولادیں ہیں...... ماشاء اللہ۔'' حور بانو اُن کے پیار بھرے گلے شکوے سن کر بہت خوش ہو کر کہہ رہی تھیں۔

''یہ تو مقدر کی بات ہے محبتیں بھی نصیب سے ملتی ہیں آج کل تو ایک ماں کے بچوں میں نہیں بنتی ذرا دیر میں آنکھیں ماتھے پر رکھ لیتے ہیں...... خیر چھوڑیں ان باتوں کو آپ لوگ آرام سے بیٹھیں پانی وانی پئیں آج تو دھوپ میں بھی بہت تیزی ہے۔'' صادقہ اُنہیں لاؤنج کی طرف لے جاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''سچی بات پوچھو تو صادقہ تمہاری بھابی بہت مہمان نواز اور سلیقہ شعار عورت ہے ہر طرح سے ہمیں آرام ملا...... اچھے اچھے کھانے کھلائے اچھے خوبصورت بستر دیئے کہ بستر دیکھ کر ہی نیند آنے لگے...... خوبصورت کڑھائی کے چادر تکیے صاف ستھرے کھلی جگہ...... سمجھو وہاں تو سفر کی تھکن ہی آناً فاناً اُتر گئی...... ماشاء اللہ صفائی ستھرائی اتنی کہ طبیعت خوش ہو گئی۔'' حور بانو تعریف کر رہی تھیں اور دونوں بہنیں یوں خوش ہو رہی تھیں جیسے اُن کی تعریف ہو رہی ہو۔

''سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے بھائی کا تو گھر ہی ہماری بھابی نے بنایا ہے بلا کی انتھک عورت ہیں اللہ انہیں ہمت دے۔'' صادقہ نے خلوص دل سے اعتراف کیا۔

''ہمارے بھائی بہت سیدھے سادے ہیں بہت پیسہ کمانے کی اہلیت نہیں......

البتہ یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ جھگڑالو اور غصہ ور نہیں ہیں بہت کچھ سہہ لیتے ہیں اللہ نے چار بیٹیوں کے امتحان میں ڈالا ہے مگر ماتھے پر بل نہیں بلکہ اپنی بیٹیوں پر جان دیتے ہیں۔" عائشہ بولیں۔

"واقعی آج کے دور میں جس طرح سے لوگ رو رہے ہیں ہر طرف جھوٹ، تصنع، بناوٹ ایسے گھرانے تو نایاب ہیں میں نے تو وہ دہلیز چھوڑنے سے پہلے ہی فیصلہ کر لیا کہ اس گھر کی ایک بچی ضرور لوں گی۔" حور بانو نے اعلان کر دیا۔

دونوں بہنوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اس لئے کہ حور بانو بہت خوشحال زندگی گزار رہی تھیں ان کے میاں کا پچیس تیس سال سے مڈل ایسٹ میں وسیع کاروبار تھا..... وہ ڈیپارٹمنٹل اسٹورز اور بہت چلتا ہوا اسنیک بار تھا..... پاکستان میں بھی کافی جائیداد تھی جہاں سے کرائے کی مد میں خطیر رقم ہاتھ میں آتی تھی۔

ماہرہ بیگم نے تو شاید خواب میں بھی اتنے دولت مند اور سادہ مزاج گھرانے میں کبھی بچی کی شادی ہونے کا نہ سوچا ہوگا۔

"ایک بچی..... کیا مطلب..... ؟ نمبر سے نہیں چلیں گی..... ؟ پہلا نمبر تو ہما کا ہے۔" صادقہ نے کریدنے کی کوشش کی۔

"اب سب کچھ ایک ہی دفعہ میں بتا دوں..... ؟ صبر کرو بتا دوں گی..... تھوڑا سسپنس تو رہنے دو۔" حور بانو ہنسنے لگیں تو صادقہ اور عائشہ بھی مسکرانے لگیں۔

"سسپنس..... ؟ اچھا خاصہ پیٹ میں درد شروع ہو گیا ہے۔" صادقہ ہنستے ہوئے عائشہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"اپنی بچیوں اور بیٹے سے تو ملواؤ..... کہاں ہیں بچے..... نظر نہیں آ رہے..... ؟" حور بانو نے کہا۔

"ابھی کالج و یونیورسٹی سے لوٹے نہیں..... آتے ہوں گے تھوڑی دیر میں۔"

"سنا ہے تمہاری تو دونوں بچیاں میڈیکل میں ہیں..... ؟ ماشاءاللہ..... بیٹا کیا کر رہا ہے۔" حور بانو پوچھنے لگیں..... صادقہ ان کو تفصیل سے بتانے لگیں ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ بڑی بچی کا رشتہ طے ہے..... وہ لوگ نکاح پر اصرار کر رہے ہیں جبکہ ہم صرف منگنی کرنا چاہ رہے ہیں۔

"تو ہاں کیا کمی ہے جب بچی دینے کی نیت کر ہی لی تو بسم اللہ کرو۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تو بات ادھوری چھوڑ کر صادقہ فون سیٹ کی طرف بڑھیں۔

دانیال کا ہی ہوگا کہ آج پھر دیر ہو جائے گی..... پتہ نہیں اس لڑکے کو کیوں سب سے زیادہ کام کرنے کو ہوتے ہیں..... ایک بیگر کما کر جاتے کہاں کے دھندے نمٹا رہا ہوگا..... ریسیور اٹھانے تک صادقہ بڑبڑا رہی تھیں۔

♥♥♥

"سر کوئی دانیال صاحب آپ سے ملنا چاہ رہے ہیں۔" انٹرکام پر نور محمد خان کو اطلاع ملی تو وہ سر سے پاؤں تک سرگرم ہو گئے۔

"ہاں بھئی بھیجو اندر..... فوراً۔" انہوں نے جواب دے کر انٹرکام بند کر کے جلدی جلدی آگے پھیلی ہوئی فائلیں سمیٹنا شروع کیں۔

دانیال فوراً ہی اندر آ گیا تھا۔

"السلام علیکم سر۔" اس نے مؤدبانہ سلام عرض کیا۔

نور محمد خان سروقد کھڑے ہو گئے اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا جو دانیال نے فوراً ہی تھام لیا..... مصافحے میں بھی بلا کی گرمجوشی تھی۔

"تشریف رکھئے بیٹا..... اکیلے آئے ہیں..... ولی ساتھ نہیں آئے..... ؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"وہ بس میں نے فون پر آپ کو بتایا تھا ناں کہ مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے..... اس کے لئے ولی کی موجودگی ضروری نہیں تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ آپ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔" دانیال نے بڑے سبھاؤ سے بات شروع کی۔

"مائی گاڈ۔" نور محمد خان کو جیسے شدید دھچکا لگا تھا اور ان کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا..... "خیریت ہے ناں بیٹے..... ؟" وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بڑے تحمل سے پوچھ رہے تھے۔

"ویسے تو الحمدللہ سب خیریت ہے سر..... بس آپ سے اور شیخ صاحب سے ہمیں بہت شرمندگی ہے..... یقین کریں ہم دونوں اپنی اپنی جگہ بہت دکھ اور شرمندگی محسوس کر رہے ہیں اور آپ سے امید کرتے ہیں کہ آپ بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں معاف کر دیں گے۔" دانیال نے نظریں جھکا کر بات کی اور خان صاحب کا تجسس کمال پر پہنچا دیا۔

"آپ کھل کر بات کیجئے دانیال بیٹا..... میرے لئے یہی بہت ہے کہ آپ مجھ سے

بات کرنے آئے ہیں۔"

"سر...... وہ بات یہ ہے کہ ہم نے ایک مذاق کیا تھا...... اتنی غلطی ہمارے ذہن میں بھی یہی تھا کہ اتنا اچھا گھرانہ اتنی اچھی لڑکی کے لئے تمہاری طرف کیوں متوجہ ہوگا کہ ہم تو ابھی اسٹوڈنٹ لائف سے گزر رہے ہیں بس شرارتاً یہ حرکت کر ڈالی...... پھر جب آپ نے بلایا آئی مین ولی آفندی کو تب بھی یہی ذہن میں تھا کہ ملنے کے بعد تو آپ کو مزید مایوسی ہوگی کہ لڑکا کچھ کرتا کراتا تو ہے نہیں...... مگر۔" دانیال بولتے بولتے چپ ہو گیا۔

نور محمد خان مکمل انہماک سے دانیال کا "اقبالِ جرم" سن رہے تھے...... دانیال کے خاموش ہوتے ہی انہوں نے نظریں اٹھا کر عینک کے پیچھے سے دانیال کو بغور دیکھا اور ہنکارا بھر کر سیدھے ہو گئے اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام دہ حالت میں بیٹھ گئے...... چہرے پر تناؤ کی کیفیت ضرور تھی مگر انتہائی قسم کے تاثرات نہیں تھے۔

دانیال اب سر جھکا کر بیٹھ گیا تھا جیسے اب نہ بولنے کی قسم کھا چکا ہو۔

"بات یہ ہے بیٹا۔" خان صاحب نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بات شروع کی۔ "یہ بہت بڑی بات ہے کہ انسان سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ غلطی کا احساس بھی کر لے اور اعتراف بھی...... اگرچہ یہ کوئی ایسا مذاق نہیں جس پر کوئی تعزیر لگتی ہو مگر اخلاقی لحاظ سے یہ کچھ اچھا نہیں ہوا۔"

"ایسا کوئی نقصان نہیں ہوا جس پر Damage پڑتا ہو مگر خدانخواستہ امکان پیدا ہو گیا ہے...... اس وقت بڑی کریٹیکل پوزیشن ہے۔" آخری جملہ خان صاحب نے خود کلامی کے انداز میں کہا تھا۔

دانیال جو قدرے پُرسکون ہو چکا تھا ایک دم پریشان سا ہو کر خان صاحب کی شکل دیکھنے لگا۔ "شیخ صاحب گزشتہ چند مہینوں سے بہت ڈسٹرب ہیں...... اعصابی دباؤ کا شکار ہیں اس لئے یہی سوچا تھا کہ ان کی بیٹی جلد سے جلد اپنے گھر کی ہو جائے تو انہیں ایک ساتھ بہت سے مسائل سے نجات مل جائے گی۔"

دانیال اب صرف سن رہا تھا اور منتظر تھا کہ خان صاحب اپنی بات مکمل کریں تو وہ جانے کی اجازت چاہے...... ان کی باتیں سنتے ہوئے اگرچہ کچھ فطری سوالات ذہن میں پیدا ہوئے تھے مگر وہ پوچھنے سے اس لئے پہلو بچا رہا تھا کہ یہ سوال جواب اسے بہت انوالو کر سکتے ہیں اور وہ

بات ختم کرنے آیا تھا بڑھانے نہیں۔

"لگتا تو یہی ہے کہ ولی آفندی سے باتیں کرنے کے بعد اُن کی حالت سیریس ہوئی ہے۔" خان صاحب پھر سوچتے ہوئے گویا ہوئے۔

"سر...... آپ کوئی سی بھی قسم لے لیں...... یقین کریں ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ مذاق اتنی خوفناک شکل اختیار کر لے گا...... آپ مجھے شیخ صاحب کی جو بھی خدمت تیمارداری کرنے کو کہیں...... میں حاضر ہوں۔" دانیال نے اپنے حساب سے بڑے ناپ تول کر بات کی۔

"دعا کرو برخوردار وہ اس حال میں جلد واپس آ جائیں کہ ہماری خدمات لے سکیں...... آپ کو ایک بات بتاؤں بیٹا...... شیخ صاحب نے بڑی نپی تلی زندگی گزاری ہے اُن کے ہاں ہر کام فکس وقت ہوتا تھا اور اُن کا ہر کام طے شدہ وقت پر ہوتا تھا...... اللہ نے انہیں بے حد نوازا مگر اُن کا کھانا پینا ہمیشہ بہت سادہ رہا...... کوئی شوق بھی نہیں پالا لیکن چند سالوں سے وہ بہت ٹینشن کا شکار رہے اور اُن کی دل کی تکلیف کا سبب بھی یہی ٹینشن ہے بس اب یہ حال ہے کہ کوئی دھچکا بھی سہہ نہیں سکتے...... بہرحال میں اگر آپ دونوں کو بُرا بھلا بھی کہتا ہوں تو اس سے کیا حاصل ہوگا...... دعا کیجئے اللہ شیخ صاحب کو صحت و زندگی عطا فرمائے...... آمین۔" نور محمد خان اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور دانیال اُن کا تحمل دیکھ کر پانی پانی ہونے لگا۔

"میں چلتا ہوں خان صاحب...... بس آپ سے اس بات کی اجازت ضرور چاہوں گا کہ فون پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" خان صاحب نے بے تاثر لہجے میں جواب دیا۔

دانیال تو جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق جیسے وہاں سے بگٹٹ بھاگا۔



"بانو آپا...... ماشاءاللہ آپ کے بچے بہت ہونہار اور خوبصورت ہیں انہیں بھلا رشتوں کی کیا کمی صرف لڑکیاں دیکھنے کے لئے آپ نے اتنا لمبا سفر کیا۔" صادقہ ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھیں ساتھ ساتھ حور بانو کا چہرہ بھی بہت غور سے دیکھ رہی تھیں۔

"خوب کہی تم نے...... ارے بھئی لڑکیاں ملنے جلنے والوں میں دیکھی جاتی ہیں سڑکوں پر جا کر تو لڑکیاں نہیں دیکھی جاتیں...... کل کو تم دانیال کے لئے لڑکی دیکھو گی تو پہلے اپنے آس پاس ہی نظر ڈالو گی یا نہیں۔" حور بانو نے بات کرتے ہوئے عائشہ سے تائید چاہی۔

"اور کیا...... ٹھیک تو کہہ رہی ہیں آپا۔" عائشہ نے جھٹ تائید کی۔

"مطلب یہ کہ بہت ساری دیکھیں گی پھر قدم اٹھائیں گی۔" صادقہ نے اندازہ لگایا۔

"دیکھو صادقہ ابھی غیروں کی طرف تو میں نکلی ہی نہیں ...... جب اپنوں میں بچیاں بیٹھی ہوں تو پھر اپنوں کو ہی خیال کرنا چاہئے ...... تم سے تو بہنوں والی بات ہے ایک بیٹی کی تم طے کر چکی ہو دوسری باقی ہے تو میں اس خیال سے اس طرف آئی تھی کہ تم دونوں بہن بھائی سے ایک ایک مانگ لوں یہ اور بات کہ تم مانو اور میرے بچوں کو قبول کرو۔" حور بانو نے صاف گوئی سے بات کی۔

صادقہ شاید ان سے یہ توقع نہیں کر رہی تھیں کہ وہ ایک دم کھل کر بات کرنے لگیں گی ...... ذرا خجل سی ہو گئیں پھر ایک دم سنبھل کر بولیں۔

"یہ تو آپ کی عزت افزائی ہے آپا ...... ربیعہ کے لئے ابھی کچھ سوچا نہیں ہے پہلے ایک سے تو فارغ ہو جائیں ...... صادق بھائی کی ماشاءاللہ چار بچیاں ہیں اور چاروں ہی شادی کے لائق ہیں آپ ان کے لئے سوچیں۔" صادقہ بہت محتاط ہو کر بات کر رہی تھیں۔

"ایک تو خیر میں ان سے مانگوں گی البتہ دوسری کے لئے سوچوں گی ...... ایک گھر کی دو بچیاں لینے کا ابھی میں نے سوچا نہیں ...... اس کی بھی وجہ ہے جو ابھی بتانا فضول ہے۔" حور بانو نے ڈپلومیسی سے جواب دیا ...... پھر ایک دم اپنی دانست میں موضوع بدلتے ہوئے ہنس کر بولیں۔

"سنا ہے بیٹا پیدا ہوتے ہی ماں بہو لانے کے خواب دیکھنے لگتی ہے تم نے دانیال کے لئے کیا سوچا ......؟"

"دانیال پڑھائی سے فارغ ہو تو سوچوں گی ابھی تو صرف بیٹیوں کے لئے سوچا ہے اللہ ساتھ خیریت کے اس فرض سے سبکدوش کرے اور وہ وقت سے اپنے گھر کی ہو جائیں۔" صادقہ نے بڑے سلیقے سے جواب دیا۔

"بہر حال دیر بدیر کسی بیٹے کی بھی کرنا تو ہے ناں تو پہلے اپنے بھائی کی طرف دیکھنا۔" حور بانو نے کہا۔

"آپ نے ٹھیک کہا پہلا حق تو انہی کا ہے مگر آج کل بچوں سے بھی پوچھنا ہوتا ہے۔ اگلے وقتوں میں تو یہ تھا جہاں ماں باپ نے طے کر دی بس بچوں نے بھی سر جھکا دیا۔" صادقہ نے جواب دیا۔

"لڑکیاں ماشاءاللہ صادق بھائی کی چاروں اچھی ہیں شکل صورت بھی اللہ نے اچھی دی ہے پھر اچھی ماں کی تربیت بھی ان کے ساتھ ہے۔" حور بانو بولیں۔

"مگر آپ بتا کیوں نہیں رہیں کہ آپ نے کس لڑکی کو اپنے بیٹے کے لئے پسند کیا ہے ...... ہم سے کیا چھپانا ......؟" صادقہ نے شوق و تجسس سے سوال کیا۔

"صبر کرو پتہ چل جائے گا ...... گھر جا کر پہلے سفر کی دھول اتاروں گی پھر میاں سے بات کروں گی پھر باقاعدہ پیام دوں گی۔" حور بانو اپنی بات ختم کر کے قل قل کر کے ہنسنے لگیں ...... دونوں بہنیں بھی مسکرانے لگیں۔

"دیکھو ذرا آپا کو مجھ سے بھی چھپا رہی ہیں ...... جو پچیس سال سے سائے کی طرح ساتھ ہے۔" عائشہ ہنسیں ...... حور بانو اسی طرح مسکراتی رہیں جیسے دونوں کو تجسس میں ڈال کر لطف اندوز ہو رہی ہوں۔

♥♥♥

"اے میں نو برس کی تھی جب پہلا رشتہ آیا تھا زردوزی کا کارخانہ تھا ان لوگوں کا ...... گھر میں دو دو موٹریں تھیں۔" ثریا دادی بڑے خوشگوار موڈ میں ماضی کی یاد میں کھو گئی تھیں۔

"تو کیوں نہ کر دی تمہارے اماں باوا نے دو موٹروں والے گھر میں ...... اتنے بڑے گھروں کے رشتے آتے تھے تمہارے لئے پھر بھی سوکن والے گھر میں بیاہ دیا ...... جبکہ یہ تو انہوں نے بھی سنا ہوگا کہ سوکن تو چون کی بھی بری (آٹے کی بھی بنی ہوئی ہو تو بری) ایسا بھاری پتھر تھیں تم بچے میں۔" گل بانو دادی نے ثریا دادی کی بات بھی پوری نہیں ہونے دی ...... تڑخ کر بولیں تھیں۔

"نصیب بُرے تھے شاید اس لئے ...... اب تم اللہ کو بولو جس نے میرا مقدر لکھا ...... ہماری عادت نہیں ہے شیخیاں بگھارنے کی ...... ابھی تم نے بات پوری سنی ہی کب ہے بیچ میں بول پڑیں ...... بات اتنی سی ہے کہ ہمارے باپ پڑھے لکھے تھے ...... بھلے سے چھوٹے موٹے افسر تھے مگر انگریزوں کے ساتھ بیٹھک تھی وہ کہتے تھے کہ بیٹی پڑھے لکھے کو دوں گا بھلے سو (100) روپے ماہوار کا نوکر ہو ...... وہ تھے ان پڑھ کاروباری ...... ابا نے تو تفصیل سے سننا بھی پسند نہیں کیا جیسے سنا کہ لڑکا پرائمری پاس اور کاروباری ہے صاف انکار کر دیا۔"

"ابا نے انکار کر دیا تو تمہیں قلق ہوا کہ دو دو موٹروں والے کو منع کر دیا۔" گل بانو دادی نے پھر طنز کے تیر چھوڑے اور بڑی بے نیازی سے پان بنانے لگیں۔

"اے لو بتاؤ مجھے کیوں قلق ہونے لگا ...... نو برس کی بچی کو ان باتوں کا کیا ہوش ...... ہم

تو انیس برس کے تمہارے گھر میں پہنچے تو دنیا داری کا ہوش نہیں اُس وقت بھی نہیں تھا..... نہیں کیا پتہ کہ سوکن کیا ہوتی ہے..... پتہ ہوتا تو شاید دُکھ سے مر ہی جاتے۔'' ثریا دادی نے اب بہت گلے سے جواب دیا۔

''اے ہے..... تمہیں کاہے کا دُکھ ہوتا تمہیں تو میرے سر پر لا کر بٹھایا گیا تھا دُکھ سے مرنا ہی ٹھہرا تو میں مرتی..... یہ تو اُس عورت کے دل سے پوچھو جس پر سوت آتی ہے۔'' گل بانو دادی نے تند لہجے میں جواب دیا۔

''بس اماں..... خدا کے لئے بس..... ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ زخم ہرے ہو جاتے ہیں۔'' طاہرہ بیگم نے تخت پر کٹائی کے لئے کپڑا بچھاتے دونوں ہاتھ جوڑ کر انہیں روکا..... چاروں لڑکیاں اندر تھیں..... T.V آن تھا باہر صحن میں آواز آ رہی تھی اس سے یہ اندازہ تھا کہ باہر کی باتوں کا اندر کوئی اثر نہیں۔

''اے ہاں یہاں تو منہ سے کچھ نکالنا عذاب ہے..... زبان پکڑنے کو تیار بیٹھی رہتی ہیں کچھ ہاتھ پکڑ کر کام سے نہیں روکا کہ تم بیٹھو صبح سے کر رہی ہو لاؤ میں کر لیتی ہوں۔'' ثریا دادی بڑبڑاتی ہوئی کچن میں چلی گئیں۔

گل بانو دادی نے پھر کچھ بولنے کے لئے منہ کھولا۔ طاہرہ بیگم نے خوشامدانہ انداز میں اشارے سے انہیں روکا کہ اس طرح کی چھڑی ہوئی جنگ کے اثرات رات تک جاتے تھے۔

''دلہن ملکہ مسور میں لوبیا ڈالنے کو کہہ رہی تھیں کہاں دھرا ہے.....؟ ختم تو نہیں ہو گیا.....'' کچن سے ثریا دادی نے صدا لگانے کے انداز میں پوچھا۔

''ختم نہیں ہوا اماں لڑکیوں نے ڈبے آگے پیچھے کر دیے ہوں گے..... آپ کیا کرنے لگیں..... چھوڑیے حنا کر لے گی..... آپ [illegible] کا نقشہ پورا کر دیں حاجی صاحب کی بیگم [illegible] بیٹھی ہوں گی۔'' طاہرہ بیگم نے کہا تو ثریا دادی فوراً باہر آ گئیں مگر ان کی بھنویں [illegible] تھیں [illegible] انہوں نے گل بانو دادی کو دیکھا تھا۔

[illegible] تھا اب تو پیچھے آنا ہی چھوڑ دیا ہے۔'' گل بانو [illegible] بات [illegible] نظر انہوں نے ثریا دادی پر [illegible] جانب دیا گیا ہے۔

[illegible] ماشاء اللہ انجینئر [illegible] کی پڑھائی کوئی

آسان تو نہیں ہوتی..... اچھی بات ہے کہ ساری توجہ اپنی پڑھائی پر دے باقی تو پھر عمر پڑی ہے۔'' طاہرہ بیگم اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے لہجے میں بڑی متانت سے جواب دے رہی تھیں۔

''ایک تو ہمارے خاندان پر اللہ کی خاص رحمت رہی..... لڑکے تو بس اکا دکا ہی نظر آئے بس بچیاں ہی ہر گھر میں پھول کی طرح کھلی نظر آئیں۔'' گل بانو دادی اب خود کلامی سے دوچار تھیں..... کوئی خصوصی طور پر مخاطب نہیں تھا۔

''اللہ کی حکمت مصلحت وہی جانے اماں..... جو اُس نے مقدر میں لکھا ہے وہ مل ہی جائے گا میں تو اب فکر کرتی ہی نہیں فکر کرنے سے ہو گا بھی کیا..... اپنا اپنا نصیب لے کر آئی ہیں تقدیر سے تو کوئی نہیں لڑ سکتا..... جن کے پاس بیٹے ہیں میں نے تو اُن کو بھی پریشان دیکھا ہے..... لڑکوں کے الگ مسئلے ہوتے ہیں۔'' طاہرہ بیگم نے بڑے وقار سے جواب دیا تھا۔

''ٹھیک بولیں دلہن..... ہمارے گھر میں بھی چار بیٹیاں ہوئیں اور بیٹا صرف ایک..... ماشاء اللہ ہماری چاروں بچیاں اپنے اپنے گھر میں سکھی ہیں جبکہ بیٹے نے ہمیشہ فکروں ہی میں رکھا..... تمہارے سسر تو چاہتے تھے کہ اُن کا اکلوتا بیٹا بہت بڑا انجینئر بنے..... کوشش بھی بہت کی مگر صادق حسین کا جی پڑھائی میں لگا ہی نہیں۔'' ثریا دادی بولیں۔

''وہ بھی اس لئے اماں کہ آپ لوگوں نے بیٹا بیٹا کہہ کر اتنے لاڈ نخرے اُٹھائے ہوں گے کہ اُن کو آرام میں رہنے کی عادت پڑ گئی۔'' اس مرتبہ طاہرہ بیگم کے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔

''ٹھیک کہا تم نے دلہن..... تین بیٹیوں کے بعد بیٹا ہوا تو مانو گھر میں کوئی عرش کا تارا اُتر آیا سب نے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا..... اُدھر منہ سے کچھ نکلا اِدھر حاضر۔'' ثریا دادی نے بہو کی تائید کرنے میں دیر نہیں لگائی۔

''بس تو پھر..... وہ تو اب تک شہزادے ہی بنے ہوئے ہیں۔'' طاہرہ بیگم نے اسی طرح ہلکی ہلکی تلخی کے ساتھ گرہ لگائی۔

اتنے میں حنا نے باہر آ کر تینوں کی طرف باری باری دیکھا وہ بہت اچھی طرح تیار تھی گرین اور بلیو کلر کے پرنٹ کا بہت خوبصورت سوٹ پہنے ہوئے تھی..... چہرے پر بھی بڑی تازگی تھی وہ ماں کے قریب چلی آئی۔

''امی میں عرشیہ کے ساتھ انسٹیٹیوٹ جا رہی ہوں..... آج سے ایڈمیشن اوپن ہو رہے ہیں۔'' اس نے کلائی میں ریسٹ واچ ڈالتے ہوئے مطلع کیا۔

"او ہاں ..... میں تو بھول ہی گئی تم نے بتایا تو تھا ..... ٹھیک ہے خیر سے جاؤ ابھی کچھ پیسے بچے ہوں گے ....؟" طاہرہ بیگم نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر بٹوہ نکالا اور پیسے نکالتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"تین چار گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔" حبا نے جواب دیا۔

"کتنے پیسے دوں ....؟" طاہرہ بیگم نے پوچھا۔

"دو ہزار تو دے ہی دیں۔ جو باقی بچیں گے تو آپ کو واپس کر دوں گی۔" حبا بولی۔

"ہائیں ..... کہاں جا رہی ہے یہ دو ہزار روپے لے کر ....؟" گل بانو دادی کی تیوری تن گئیں۔

"کمپیوٹر کلاسز شروع ہو رہی ہیں دادی۔" حبا نے قدرے بے زاری سے جواب دیا۔

"ارے تم نے کیا کرنا ہے کمپیوٹر کا ....؟ عورت کا کام گھر گرہستی کرنا ہے چولہا ہانڈی روٹی کرنا سیکھو گی ....؟" وہ دو ہزار کے خرچ پر بھڑک رہی تھیں۔

"یہ آپ کا زمانہ تھوڑی ہے دادی کہ صبح سویرے کوئی چولہے پر چڑھا دی اور شام تک آرام سے پڑوسیوں سے گپ شپ کرتے رہے۔" حبا چڑ کر بولی۔

"عورت چار دیواری میں اچھی ہے بی بی ..... اتنی آزادی رکھنا چاہیے جو قدرت نے کر رکھی ہے۔" گل بانو دادی کے لئے اچانک دو ہزار کا خرچہ بہت ہی Shocking تھا ..... [illegible] ..... تھا۔

"وقت کے ساتھ تو چلنا پڑتا ہے اماں ..... آج کل تو لڑکیاں باہر جا کر پڑھائی کرتی ہیں کم پڑھی لکھی لڑکیوں کے لئے تو اچھے رشتے بھی نہیں آتے۔" طاہرہ بیگم نے ساس کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"وہ تو تمہاری بات ٹھیک ہے مگر چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانا چاہئیں۔" گل بانو دادی جس جگہ اٹک جاتیں پھر ان کو ہلانا مشکل ہوتا تھا۔

"اماں ..... سفید پوش لوگ بھی اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلاتے ہیں ..... آخر اتنی محنت مشقت انسان اپنی اولاد ہی کے لئے کرتا ہے۔" طاہرہ بیگم نے پھر بڑے تحمل سے جواب دیا۔

"اچھا ..... میں چلتی ہوں ..... خدا حافظ۔" حبا نے لاحاصل بحث سے اکتا کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ثریا دادی نے اس بحث میں حصہ نہیں لیا وہ اپنا لوہیا تلاش کر رہی تھیں اگرچہ گل بانو دادی کے لئے بڑے اچھے اچھے جملے ان کے اندر مچل رہے تھے مگر بہر حال انہوں نے خود پر کنٹرول رکھا اس لئے بھی کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کے حق میں ہمیشہ پرجوش رہی تھیں ..... انہیں خود بھی بہت اچھی تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا مگر مڈل پاس کرتے ہی ان کی شادی ہو گئی تھی مگر مڈل تک پڑھنے کے باوجود ان میں بڑی قابلیت تھی جب پوتیاں چھوٹی چھوٹی تھیں تو وہ بڑی باقاعدگی سے ان کو پڑھایا کرتی تھیں اور ان کا شمار اپنے زمانے کی پڑھی لکھی خواتین میں ہوتا تھا۔

"یہ دو ہزار ہر مہینے دینا ہوں گے یا اسی مہینے کا خرچہ ہے ....؟" گل بانو دادی فکر مند انداز میں پوچھ رہی تھیں۔

"مہینے کا خرچہ تو شاید ہزار روپے کا ہوگا ..... یاد نہیں ٹھیک سے حبا نے بتایا تو تھا۔" طاہرہ بیگم نے حافظے پر زور ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے بھئی کیوں ہلکان ہو رہی ہو اللہ رکھے بچیوں کی ماں کو اسی نے کرنا ہے سب کچھ وہ کون سا کسی سے مانگ رہی ہے ....؟" بالآخر ثریا دادی سے رہا نہ گیا تو یوں بولیں جیسے پھٹ پڑی ہوں ..... اب وہ لوہیا صاف کرتے ہوئے پاس ہی آ بیٹھی تھیں۔

گل بانو دادی نے لاجواب ہو کر کھا جانے والی نظروں سے ثریا دادی کو دیکھا تھا مگر کچھ بولیں نہیں ..... بلکہ ایک شور سا کرتی اندر چلی گئیں۔

"ارے لڑکی! ابھی پیٹ نہیں بھرا ابھی تک ..... کب تک اس ڈبے (T.V) کے سامنے بیٹھ کر وقت گنواتی رہو گی۔"

"کسی کل چین نہیں ان کو لڑکیاں پڑھنے جائیں تو خرچہ ہوتا ہے ..... T.V دیکھیں تو برا ..... وقت سے پہلے ہی سٹھیا گئی ہیں۔" ثریا دادی بڑبڑا رہی تھیں ..... طاہرہ بیگم بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کر رہی تھیں اور اپنی کانٹ چھانٹ میں مصروف تھیں۔



دانیال جم خانہ سے اپنی بائیک پہ واپس آ رہا تھا کہ جیب میں پڑا ہوا موبائل وائبریٹ ہوا اس نے رش پر نظر ڈالی اور بائیک احتیاط سے نکال کر سائیڈ میں کھڑی کی جیب سے موبائل نکالا ..... دلی کا نمبر تھا ..... اس نے قدرے متفکرانہ انداز میں موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو۔" اس نے فل ایکسائٹڈ ہو کر کہا۔

"ہاں..... ہیلو..... دانیال..... یار ولی بات کر رہا ہوں تم اس وقت کہاں ہو.....؟
ٹریفک کا بہت شور ہے..... ہاں میں ادھر کینٹ کی طرف ہوں..... بولو..... خیریت ہے
ناں.....؟" اسے ولی کی سنجیدگی صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"یار..... میں کوہاٹ جا رہا ہوں ایمرجنسی ہو گئی ہے..... بابا کی طبیعت اچانک خراب
ہو گئی ہے مجھے فوراً آنے کے لئے کہا ہے..... میں ایئر پورٹ جا رہا ہوں وہیں سے سیٹ کے لئے
ٹرائی کروں گا آج کی مل گئی تو فلائی کر جاؤں گا..... میری ایپلیکیشن دے دینا ایک ہفتے کی بعد میں
وہاں جا کر میں تم سے کونٹیکٹ کروں گا۔" ولی ایک تواتر سے بولا۔

"ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے تم پریشان مت ہو میری طرف سے بابا کی خیریت پوچھنا
اور میرا سلام کہنا۔" اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"او کے..... اللہ حافظ۔" ولی کی طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا غالباً وہ بہت جلدی میں
تھا۔" دانیال نے موبائل جیب میں رکھا اور سوچتے ہوئے بائیک اسٹارٹ کی۔

اس نے ولی کی کمی کو ابھی سے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا..... وہ اس کی کمپنی کا پکا عادی
ہو چکا تھا۔



"اماں..... صادقہ کا فون آیا تھا تھوڑی دیر پہلے آپ شاید باتھ روم میں تھیں۔" طاہرہ
بیگم نے گل بانو دادی سے کہا۔

"خیریت ہے ناں..... عائشہ اور حور بانو ابھی اس کے گھر ہی ہیں ناں.....؟" گل بانو
دادی فکر مند ہو گئیں۔

"وہ تو ہیں اصل میں اس نے فون اس لئے کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہفتے بھر کے
لئے لاہور جا رہی ہے اچانک ہی پروگرام بن گیا..... کہہ رہی تھی کہ ربیعہ کالج کی طرف سے ٹور پہ
کوئٹہ جا رہی ہے پیچھے ہیلا گھر میں اکیلی ہے اور اس کے ٹیسٹ ہو رہے ہیں شام کے گھر آ رہی
ہے۔"

"پھر.....؟" گل بانو دادی کو اتنی لمبی وضاحت میں ابھی تک "پتے کی بات" نہیں ملی
تھی اس لئے بڑی بے صبری سے "پھر" کہا تھا۔

"پھر یہ کہہ رہی ہے کہ کسی کو بھی وہاں ہیلا کے پاس چھوڑ دوں..... اب بتا کیا

کسے چھوڑوں وہاں.....؟" وہ ساس سے پوچھنے لگیں۔

"بھئی دعا حنا کو تو رہنے دو بہت سلائی کا کام ہے اچھا خاصا ہاتھ بٹاتی ہیں اور سب
شادیوں کا کام ہے وقت سے دینا ہے اب رہ گئیں حبا اور حرا تو دیکھو یہ دونوں ہی گھر میں صفائی
ستھرائی کا کام کرتی ہیں وہ تو خیر ایسی کوئی خاص بات نہیں ایک بھی کرے گی دونوں میں سے کسی کو
بھیج دو۔"

ثریا دادی چھت سے دھلے کپڑے لے کر آ رہی تھیں صرف آخری جملہ سن پائیں اور
پوچھنے لگیں کہ..... "کس کو کہاں بھیجنے کی بات ہو رہی ہے.....؟"

ساری بات سن کر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر انہوں نے کہا۔

"تو پھر حبا کو بھیج دو..... حرا کو بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں..... صفائی ستھرائی کو وہاں نوکر ہیں
گھر کی دیکھ بھال نوکروں سے کام لینا حرا کے بس کی بات نہیں اسے ابھی اتنی سمجھ نہیں۔"

"ٹھیک..... میں ابھی فون کر کے صادقہ کو بتا دیتی ہوں کہ حبا وہاں آ جائے گی..... وہ
فکر نہ کرے آرام سے سفر کے لئے اپنی تیاری کرے۔"

"لو بتاؤ..... یہ بیٹھے بیٹھے صادقہ کو ایک دم لاہور جانے کی کیا سوجھی۔" ثریا دادی
بڑبڑائیں۔

"میرا خیال ہے اماں وہ حور بانو آپا کے لڑکے اور گھر بار دیکھنے جا رہی ہو گی..... کیونکہ
حور بانو آپا نے ظاہر تو کر دیا تھا ناں کہ وہ صادقہ کی بیٹی بھی لینا چاہتی ہیں..... دور کا معاملہ ہے اب
اپنی تسلی تو کرے گی ناں صرف بہن کا منہ دیکھ کر تو رشتہ طے نہیں کرے گی۔" طاہرہ بیگم نے بڑی
حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا تھا..... دونوں دادیاں دور کی کوڑی لانے پر ستائش کرنے لگیں اور بڑی
تعریفی نظروں سے بہو کو دیکھا۔

"ماشاء اللہ..... تمہارا اندازہ یقیناً درست ہو گا اور کیوں نہ ہو آخر خود بھی چار بچیوں کی
ماں ہو..... چار بھاری ذمہ داریاں دھری ہیں کندھوں پہ۔" ثریا دادی بولیں۔

"ذمہ داریاں تو سب ہی بھاری ہوتی ہیں اماں وہی ذمہ داری ہلکی جسے اللہ ہلکا
کرے۔" انہوں نے بہت ظرف سے ساس کی تعریف ہضم کی اور صادقہ کو فون پر جواب دینے
کے لئے اس طرف بڑھیں جہاں فون سیٹ رکھا تھا۔



دانیال اپنے بند کمرے میں خاصی دیر سے نور محمد خان کو ٹرائی کر رہا تھا۔ شیخ صاحب کی خیریت معلوم کر کے وہ ایزی ہونا چاہتا تھا...... دماغ تو اس پوائنٹ سے کسی صورت ہٹتا ہی نہیں تھا...... اندر ایک تمنا شدت سے اُبھر رہی تھی کہ جلد سے جلد یہ خبر مل جائے کہ شیخ صاحب خیریت سے ہیں اور اپنے گھر واپس آ گئے ہیں...... نمبر مسلسل بزی مل رہا تھا...... اب اُس پر کوفت طاری ہونے لگی...... چند لمحے کو سوچا پھر شیخ صاحب کے گھر کا نمبر ڈائل کرنے لگا...... عین اُسی لمحے صادقہ دستک دے کر اندر آ گئیں......

دانیال ماں کو دیکھ کر ایک دم سروقد کھڑا ہو گیا......

''جی اماں...... خیریت ہے ناں۔'' وہ مسکرایا...... ''کوئی بہت ارجنٹ کام تو یاد نہیں آ گیا......؟''

''ہاں تم بڑے کام والے ہو...... اتنی مشکل سے تو ہاتھ لگتے ہو...... خیریت تو تم بتاؤ آج کیسے بے وقت گھر میں نظر آ رہے ہو......؟'' صادقہ نے بیٹے کے چہرے پر بہت محبت بھری نظر ڈال کر پوچھا......

''ولی کوہاٹ چلا گیا ہے...... ورنہ تو زیادہ اُسی کے ساتھ ہوتا ہوں...... اس لئے غلطی سے اس وقت گھر میں نظر آ رہا ہوں۔'' وہ شریر انداز میں گویا ہوا...... آنکھوں میں البتہ ہنوز ایک سوال مقیم تھا کہ ماں کی فرسٹ فلور پر آمد بلاوجہ نہیں ہوئی اور وجہ ہے تو کیا ہے......؟ (ضرور کہیں بھیجنا ہوگا......؟) وہ سوچ رہا تھا...... صادقہ بہت کم اور انتہائی اہم کام کے وقت ہی اس کے کمرے میں آتی تھیں ورنہ ضروری بات چیت نیچے اس کی آمد کے بعد یا ناشتے کھانے کے وقت ہی ہو جاتی تھی......

''خیریت......؟ ابھی تو چھٹیاں بھی نہیں ہیں ولی کوہاٹ کیوں گیا ہے......؟'' صادقہ نے متفکرانہ انداز میں پوچھا...... اُن کو ولی سے ایک خاص لگاؤ تھا کہ وہ دانیال کا سایہ بن چکا تھا اور دانیال کے گھر میں اس کی آمد قریبی رشتہ دار کی طرح ہی سمجھی جاتی تھی...... وہ آنٹی یا خالہ نہیں کہتا تھا بلکہ دانیال کی طرح اماں جان ہی کہتا تھا......

''ہاں...... بس وہ اچانک اُس کے بابا کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اس وجہ سے اُسے جانا پڑا۔'' دانیال نے جواب دیا......

''اوہ...... تو تم نے فون کر کے اُن کی خیریت پتہ کی......؟'' صادقہ جیسے اپنی آمد کا مقصد بھلا کر سنجیدگی سے پوچھ رہی تھیں......

''ولی رات تک ہی پہنچے گا...... رات کو فون کروں گا۔'' وہ جواب دیتے ہوئے پھر سوالیہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھنے لگا......

''ٹھیک ہے فون پر بات ہو تو مجھے بھی بتانا کہ اُن کی طبیعت کیسی ہے......؟ اس وقت تو میں تمہارے پاس اس لئے آئی تھی کہ تمہیں اپنے ماموں کے گھر جانا ہے حیا کو لینے۔'' وہ اپنے مقصد پر آ گئیں......

''صرف حیا کو......؟'' اُس نے حیرت سے پوچھا اس لئے کہ یہ بالکل نئی بات تھی آج سے پہلے وہ دو چار کو یا گھر کے سب ہی افراد کو پک کرنے گیا تھا اس پر خاص طور پر حیا کو لینے دل میں عجیب سی ہلچل شروع ہو گئی پھر بھی اُس نے بظاہر لاپرواہی سے پوچھا تھا......

''ہاں وہ تمہیں بتایا تو تھا کہ میں عائشہ آپا کے ساتھ لاہور جا رہی ہوں...... ہیلا کے لئے انہوں نے باقاعدہ رشتہ دے دیا ہے دوسرے وہ تمہارے ماموں کے ہاں بھی رشتہ کرنے میں دلچسپی لے رہی ہیں ابھی اُنہوں نے یہ تو ظاہر نہیں کیا کہ وہ کس لڑکی کو اپنے بیٹے کے لئے پسند کر چکی ہیں مگر یہ طے ہے کہ وہ ایک لڑکی تو اُن کی لیں گی...... میں نے تو خیر یہ بہانہ بنایا ہے کہ لاہور میں اپنے جیٹھ کے ہاں جا رہی ہوں بہت عرصے سے وہاں جانا نہیں ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اُن کے لڑکوں کو قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں...... چھوٹے چھوٹے تھے جب تب ہی دیکھا تھا۔''

''تو حیا کو ساتھ لے کر جا رہی ہیں......؟'' دانیال نے اُلجھ کر پوچھا......

''ارے نہیں وہ تو یہاں گھر پر رہے گی...... ملازموں کے سر پر کوئی نہ ہو تو گھر اودھم کر دیتے ہیں...... ربیعہ کوئٹہ جا رہی ہے ٹور پر...... ہیلا شام کے گھر آئے گی پیچھے کوئی تو ہو گھر میں۔''

''اوہ...... ایک خوشگوار سی دُھن دل میں چھڑ گئی......'' بے ساختہ اُس کے منہ سے ''اوہ'' نکلا تھا......

''حیا آج کل انسٹیٹیوٹ جا رہی ہے مگر وہ شام کو جاتی ہے...... وہ شام کو چلی جایا کرے گی تب تک ہیلا گھر واپس آ جایا کرے گی۔'' صادقہ وضاحت سے سمجھا رہی تھیں......

''تو آپ کو اتنی جلدی کیا ہے جو اُن کے ساتھ جا رہی ہیں ہیلا کا سیشن مکمل ہونے کے بعد ہی آپ اُس کی شادی کریں گی......؟'' دانیال نے دل کی کیفیت کے برعکس بڑے سنجیدہ

ے تاثرات کے ساتھ ماں کو بتا

"آج کل اچھے رشتوں کا بہت کال ہے...... بعض اوقات ذرا سی لاپرواہی کی وجہ سے اچھا رشتہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو بعد کو بہت پچھتاوا ہوتا ہے...... اور پھر ہر کام اپنے صحیح وقت پر ہو تو یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہوتی ہے۔" وہ اس مرتبہ سمجھانے کے انداز میں بولیں......

"آپ خود ہی کہہ رہی ہیں کہ اچھا رشتہ ہے پھر اتنی چھان بین کیوں......؟ آپ اوکے کردیں اگر آپ کو اور بیلا کو پسند ہے تو۔" دانیال دل میں چھڑنے والی حسین سی دھن کے اثر میں تھا مگر انداز بہت بے نیاز اور سنجیدہ تھا......

"بے وقوف...... ٹھیک ہے بہن کا سسرال ہے اور شکر ہے کہ وہ اپنے سسرال میں بہت خوش ہے مگر آج کل کے لڑکوں کا حساب کتاب دوسرا ہے رجحان تو یہی ہے کہ خود پسند کرکے ماں باپ کو رشتہ کرنے بھیجتے ہیں میں لڑکوں سے مل کر اتنا اندازہ تو کرسکوں گی کہ مارے باندھے ماں کا کہنا مان رہے ہیں یا واقعی وہ اتنے سعادت مند ہیں کہ جہاں ماں باپ کردیں وہ دل سے رضامند ہوجائیں گے...... آپا نور بانو بہت اچھی ہیں مگر ان میں ایک خامی ہے کہ وہ اپنی بات ہر قیمت پر منوانا چاہتی ہیں...... میں نہیں چاہتی کہ وہ شادی بیاہ کے معاملے میں اپنے بچوں پر دباؤ ڈالیں...... دوسرے ایک دو دن اُن کے گھر میں رہوں گی تو رہن سہن اور گھریلو ماحول کا بھی اندازہ ہوجائے گا...... دوسرے شہر کی بات ہے بیٹا...... انسان ٹکے کی ہانڈی خریدتا ہے تو اُسے بھی بجا کر دیکھتا ہے کہ چٹخی ہوئی تو نہیں ہے...... یہ تو پھر عمر بھر کا سوال ہے۔" صادقہ نے جواب دیا......

"اُف...... اتنی گہرائیاں بلکہ کھائیاں...... اماں جان پاکستان میں تو یہ شادی بیاہ بہت ہی مشکل کام ہے۔" وہ خوشگوار انداز میں مسکرا کر کہہ رہا تھا......

"ہائیں تو آسان کس ملک میں ہے......؟" صادقہ نے بڑی سادگی و حیرت سے پوچھا......

دانیال کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا...... صادقہ اُسے تعجب سے دیکھنے لگیں کہ ایسا کون سا لطیفہ سنا دیا ہے اُسے......

"یورپ اور امریکہ میں تو شادی بہت ہی آسان ہے ماں باپ کا تو سرے سے کوئی ہیڈک (Headach) ہی نہیں...... جب دل زور مارے جا کر رجسٹریشن کرالو۔" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا......

"ارے خدا کی مار رجسٹریشن پر...... اس طرح بے سوچے سمجھے شادیاں کرتے ہیں تب ہی تو چار دن شادی نہیں چلتی...... سب سے زیادہ طلاقیں انہی ملکوں میں ہوتی ہیں...... خبردار جو تم نے انگریزوں کے راستے پر چلنے کا سوچا...... شادی بیاہ کوئی مذاق ہے یہ تو ایک بھاری ذمہ داری ہے۔"

"اماں جان...... ابھی تو اپنی راہ پر پورے نہیں چلے انگریزوں کے راستے پر چلنے کا کیا سوچیں لیکن کیا اچھی بات نہیں کہ بچے اس معاملے میں اپنے پیرنٹس کو ٹینشن نہ دیں اُن کو ایزی رکھیں......؟" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا......

"ارے یہ کوئی ٹینشن ہے...... ماں باپ تو یہ کام اتنی خوشی سے کرتے ہیں کہ شاید ہی کوئی اور کام اتنی خوشی سے کرتے ہوں گے...... اچھا...... بس...... اب چھوڑو اس بحث کو...... ماموں کے گھر جانے کی تیاری رکھو سات بجے تک حیا انسٹیٹیوٹ سے آجاتی ہے بھابی بتا رہی تھیں۔" صادقہ پلٹتے ہوئے بولیں......

"میں ابھی چلا جاتا ہوں اماں جان کیوں فکر کررہی ہیں۔" شریری مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی......

"ہاں اگر کوئی ضروری کام نہیں کررہے تو ابھی چلے جاؤ تمہاری نانیاں بھی گلہ کرتی ہیں کہ دانیال نے تو آنا ہی چھوڑ دیا...... بیٹے وقت نکال کر ہفتہ دس دن میں اُن سے مل آیا کرو خوش ہو جاتی ہیں......" صادقہ بیگم باہر نکلتے نکلتے کہہ رہی تھیں......

جبکہ دانیال اُن کے الفاظ پر توجہ دینے کے بجائے کہیں کسی حسین جہاں میں کھو چکا تھا...... حیا اب گھر میں چوبیس گھنٹے نظر آرہی تھی...... زندگی ایک دم بھرپور ہوگئی تھی...... یوں جیسے کوئی کمی نہ رہی ہو...... سرسبز مرغزاروں کا جہاں تسخیر ہو رہا تھا......



"حیا...... بیٹا اپنے دو چار جوڑے کسی بیگ میں رکھ لو ہفتہ بھر کے لئے تمہیں اپنی پھوپھو کے گھر رہنا ہے۔" حیا انسٹیٹیوٹ سے آکر منہ دھونے واش بیسن کے قریب پہنچی تو طاہرہ بیگم نے کچن سے باہر آکر اس سے عام انداز میں کہا......

"پھوپھو کے گھر......؟ کون سی پھوپھو کے گھر......؟؟" حیا نے بُری طرح چونک کر پوچھ رہی تھی جس ہاتھ سے آستین اوپر کررہی تھی وہ جہاں کا تہاں رہ گیا تھا......

"ارے اس شہر میں تمہاری ایک ہی پھوپھو ہے اور کون سی پھوپھو کے گھر...... بیٹے صادق پھوپھا لاہور جا رہے ہیں اور بیٹا کوئٹہ چلا گیا گھر پر اکیلی ہو گی دن میں وہ کالج جائے گی تو پیچھے گھر بالکل اکیلا ہو گا اس لئے وہ کہہ رہی ہیں کہ کسی کو بھیج دو۔" طاہرہ بیگم نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"لیکن امی میں بھی تو انسٹیٹیوٹ جا رہی ہوں اب......؟" دل بڑے عجیب انداز میں تڑپ رہا تھا مگر وہ ذرا سی غیر جذباتی ہو کر سنجیدگی سے کہہ رہی تھی......

"پتہ ہے مجھے...... ہما تو گھر سے باہر جاتی نہیں منگنیوں شادیوں کا بہت کام آیا ہوا ہے...... حرا کو بھی اسکول جانا ہوتا ہے...... میٹرک کے امتحان بھی سر پر ہیں پھر وہ ٹھیک طرح سے گھر کی دیکھ بھال بھی نہیں کر سکتی...... میں نے یہ سب کچھ تمہاری پھوپھو کو بتا دیا تھا تو وہ بولیں جا تو شام کو انسٹیٹیوٹ جاتی ہے وہ وہیں سے چلی جایا کرے گی اور دانیال اُسے لے آیا کرے گا ہفتہ بھر کی تو بات ہے...... بس اب اُن سے بات ہو چکی ہے اس لئے اب تم تیاری کرو...... دانیال لینے کے لئے آتا ہی ہوگا۔"

حبا نے اب پھر چونک کر ماں کا چہرہ دیکھا...... دانیال......؟ اور میرے خدا...... دل کی دھڑکنوں کی لے اچانک تبدیل ہو گئی تھی......

طاہرہ بیگم تو اپنی بات پوری کر کے دوبارہ کچن میں جا چکی تھیں حبا نے آستین فولڈ کرتے ہوئے اطراف پر نظر دوڑائی۔ گھر میں خاصی خاموشی تھی دونوں دادیاں مغرب کی نماز کے بعد کی تسبیحات میں مصروف تھیں...... ہما اور حرا بھی اندر کسی کمرے میں تھیں...... اُس کے چہرے پر گہری سوچ کا واضح عکس تھا جیسے کسی اُلجھن میں ہو...... اسی لمحے طاہرہ بیگم نے ہانڈی میں چمچ ہلا کر کھٹ کھٹ کی تو وہ ایک دم حواسوں میں پلٹ آئی......



دانیال صادق حسین کے ہاں جانے کے لئے بڑے ذوق و شوق سے تیار ہو رہا تھا...... بلیو جینز پر اُس نے چمکتے ہوئے بلیو کلر کی ٹی شرٹ پہنی تھی...... اپنی پسندیدہ تیز خوشبو لگائی اور بالوں میں بڑے مگن انداز میں گنگناتے ہوئے برش چلانے لگا...... آئینے میں خود کو دیکھ کر بڑا خوش ہو رہا تھا اور یونہی بار بار اپنے خوبصورت گیت کی دھن بجا رہا تھا کہ اسی لمحے اُس کے موبائل پر رنگ ہوئی اُس کے چہرے پر ایک دم سنجیدگی چھا گئی اُس نے ذرا جھنجھلا سا ہو کر موبائل اٹھایا اور نمبر دیکھنے

لگا...... فکر ایک دم گہری تشویش کی صورت اختیار کر گئی...... موبائل پر نور محمد خان کا نمبر چمک رہا تھا اب وہ ڈبل مائنڈڈ سا تھا کہ فون اٹینڈ کرے یا نہیں...... پتہ نہیں کیا خبر بتانے کے لئے انہوں نے کال کیا ہے...... رنگ بدستور پاس ہو رہی تھی وہ اُلجھا ہوا نمبر پر نظریں جمائے کھڑا تھا...... ساری مستی ہوا ہو گئی تھی...... سرسبز مرغزاروں سے نکل کر یکلخت بانس کے جنگل میں آ کھڑا ہوا تھا......

بہرحال رنگ بند ہو گئی تھی اور اُس نے فوراً سوئچ آف کر دیا اور کچھ سوچنے لگا...... طرح طرح کے خدشات دل میں پیدا ہو رہے تھے کہ خدانخواستہ شیخ صاحب کو...... اس سے آگے سوچتے ہوئے وہ گھبرا رہا تھا......

پھر ایک دم کسی خیال کے تحت ذرا سرگرم سا ہو گیا اور اپنے موبائل کا سوئچ آن کر کے ایک نمبر ملانے لگا...... نمبر ملا کر موبائل کان سے لگا لیا......

دوسری جانب سے چار رنگ پاس ہونے کے بعد اٹھا لیا گیا...... دانیال کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی...... وہی نقرئی گھنٹیاں بجاتی آواز سماعت سے ٹکرائی...... بہت محتاط اور ڈری ڈری سی......

"ہیلو...... ہیلو۔"

"السلام علیکم...... جی میں دانیال بات کر رہا ہوں۔" اُس نے ہمت مجتمع کر کے بات شروع کی......

"جی...... فرمایئے۔" محتاط لہجہ پُرسکون تو ہوا مگر بیزار سا تھا......

"وہ مجھے شیخ صاحب کی خیریت معلوم کرنا تھی...... اب اُن کی طبیعت کیسی ہے......؟"

اُس نے پہلی مرتبہ خود میں خود اعتمادی کی کمی محسوس کی......

"جی...... ابھی تو وہی حالت ہے...... کوئی خاص فرق نہیں۔" "آپ پاپا کے آفس میں ہوتے ہیں......؟" وہ کچھ اُلجھ کر پوچھنے لگی......

"اوہ۔" دانیال نے اب اطمینان کا سانس لیا...... ذہن اَن دیکھی بندش سے آزاد ہوا......

"جی...... بس یہی سمجھ لیں...... اچھا...... ٹھیک ہے...... جی...... آپ پریشان نہ ہوں انشاء اللہ شیخ صاحب بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔" اُس نے جلدی جلدی چند الفاظ تکلف کے ضمن میں کہہ کر فون بند کر دیا...... اور جیب میں ڈال کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر چھت کی طرف

دیکھا۔۔۔۔

"یا اللہ۔۔۔۔ شیخ صاحب کو اس وقت بچا لے بعد میں تیری مرضی۔۔۔۔ جانا تو سب ہی نے ہے میرے مالک۔۔۔۔ میرے پیارے اللہ۔۔۔۔ اس وقت شیخ صاحب کو زندگی دے دے۔۔۔۔ آمین۔۔۔۔!" دعا کر کے اس نے منہ پر ہاتھ پھیرا اور یوں پُرسکون ہو گیا جیسے دعا کی قبولیت کا یقین ہو گیا ہو اب فائنل تیاری کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔ اپنا والٹ' کی رنگ' رومال جیب میں ڈالے اور کمرے سے نکل گیا۔۔۔۔



"دیکھو بیٹی بڑی ذمہ داری کی بات ہے لاکھ پھوپھی کا گھر ہے مگر احتیاط ضروری ہے۔ تمہارے پھوپھا بہت دھیمے مزاج کے ہیں۔۔۔۔ بہت کم بولتے ہیں اُن سے فالتو باتیں کرنے مت بیٹھ جانا۔۔۔۔ بیلا شام گئے گھر آتی ہے اُس کے آنے سے پہلے ہی کھانا وغیرہ تیار رکھنا۔" ثریا دادی حبا کو سمجھا رہی تھیں۔۔۔۔

"تو کیا میں وہاں کھانا پکانے کے لئے جا رہی ہوں۔۔۔۔؟" حبا نے تنک کر پوچھا۔۔۔۔

"اگر تم وہاں کھانا نہیں بناؤ گی تو کوئی تم سے باز پرس نہیں کرے گا کہ کیوں نہیں پکایا لیکن اگر چار دن وقت سے کھانا پکا کر کھلا دو گی تو اس میں تمہاری ہی نیک نامی ہے۔۔۔۔ سلیقہ شعار بچیوں کو سب ہی پسند کرتے ہیں۔۔۔۔ بیٹی انسان کو کام سے ہی عزت ملتی ہے کوئی شکل نہیں دیکھتا ہے۔۔۔۔ پھر وہ بھی تمہارا ہی گھر ہے خود کو اس گھر کا فرد سمجھو مہمان نہیں تمہیں اپنا سمجھتی ہیں تمہاری پھوپھو تب ہی تو بلا تکلف کہہ دیا کہ کسی بچی کو وہاں بھیج دیں۔۔۔۔ یہ تو بہت اپنائیت کی بات ہے بیٹی۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں۔۔۔۔ کان دھر دان کی بات پر۔۔۔۔ کام کرنے سے نہ انسان گھستا ہے نہ مرتا ہے۔۔۔۔ البتہ اُس کو عزت بہت ملتی ہے خاص طور پر اپنے پھوپھا کا بہت خیال رکھنا وہ بہت محنت کرتے ہیں۔۔۔۔ تھکے ہارے انسان کی منزل اُس کا گھر ہوتی ہے انسان سکون و آرام کی خاطر گھر کا رُخ کرتا ہے۔۔۔۔ اُن کے منہ کھولنے سے پہلے ہی اُن کی ہر ضرورت کو خود محسوس کرو عمر بھر کی بات نہیں ہے چار دن کا معاملہ ہے۔۔۔۔ اچھی طرح گھر کی دیکھ بھال کرو گی تو تمہاری پھوپھو کو بہت خوشی ہو گی۔۔۔۔ اور ہماری عزت ہو گی۔" طاہرہ بیگم نے بھی بیٹی کو سمجھایا۔۔۔۔

حبا اتنی لمبی لمبی تاکیدوں سے کوفت طاری ہو رہی تھی چہرے پر بڑے بیزار کن

تاثرات تھے اور عین اُسی وقت دانیال کی بائیک کا ہارن سنائی دیا۔۔۔۔

سب بڑے سکون میں تھے ایک دم ہلچل سی شروع ہو گئی۔۔۔۔ بڑی دادی بھی کسی طرف سے نمودار ہوئیں۔۔۔۔ "لگتا ہے دانیال آ گیا۔" وہ خود کلامی کے انداز میں کہتی داخلی دروازے کی طرف بڑھیں جو ہمیشہ لاکڈ ہی ہوتا تھا اور نام پوچھنے کے بعد ہی کھولا جاتا تھا۔۔۔۔

وہ دروازے تک پہنچیں اور کال بیل چیخی۔۔۔۔

"ارے بیٹا۔۔۔۔ دھیرج۔۔۔۔ دھیان سے ہاتھ رکھا کرو بٹن پر۔۔۔۔ کھول رہے ہیں دم لو۔" وہ بڑبڑائیں۔۔۔۔ کال بیل کی چیخ سن کر ہمیشہ اُن کا فشار خون بلند ہو جاتا تھا۔ ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے۔۔۔۔ اس تجسس میں کہ کون آیا ہے۔۔۔۔؟ ان کی تو تمنا ہی یہی تھی کہ گھر میں ہر دم کوئی نہ کوئی آتا رہے۔۔۔۔ اور وہ باتیں کرتی رہیں۔۔۔۔

دروازہ کھلا اور دانیال اندر آیا۔۔۔۔ سب سے پہلے تو اس نے استقبالیہ پر موجود بڑی نانی کو ہی سلام کیا جو بڑی نہال ہو کر اس کی بلائیں لینے لگیں۔۔۔۔

"ارے کتنے دن بعد بچے کی صورت دیکھی ہے۔۔۔۔ جیتا رہے۔۔۔۔ آؤ بیٹا آؤ۔" وہ دروازہ بند کرنا نہیں بھولیں۔۔۔۔

دانیال نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔۔۔۔ اور بے قراری نگاہیں اطراف میں دوڑائیں۔۔۔۔

حبا چادر لپیٹے دور کونے میں بیٹھی نظر آئی۔۔۔۔ اس نے ایک نظر اس پر ڈالی اور چھوٹی دادی کے قریب بیٹھ گیا۔۔۔۔

"بیٹے بھوک لگی ہے تو پہلے کھانا کھا لو۔۔۔۔ کھانا بالکل تیار ہے کچھ کرنا نہیں ہے۔" چھوٹی دادی نے محبت سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

"نہیں نانی جان شکریہ۔۔۔۔ کھانا تو میں لیٹ کھاؤں گا۔۔۔۔ دوپہر کا خاصی دیر سے کھایا تھا۔۔۔۔" اُس نے ریسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔

"حبا۔۔۔۔ اپنی روز کی ضرورت کی چیزیں دھیان سے رکھ لینا۔۔۔۔ بعد کو پریشانی نہ ہو۔" طاہرہ بیگم نے حبا کو متوجہ کیا۔۔۔۔

حبا ایک قرار لئے بیٹھی تھیں دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک پائنچہ تھا تیزی سے تُرپائی کر رہی تھیں۔۔۔۔ حبا ادھر بنی ٹھنی ایک کرسی پر بیٹھی تھی اُس کی تیاری سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے بے حساب

سے وہ تمام کاموں سے فارغ ہو چکی ہے......

''ماموں جان ٹھیک ہیں......'' دانیال نے رسمی طور پر بات کی دل تو چاہ رہا تھا کہ جا کوئے کر فوراً نکل کھڑا ہو...... مگر یہ اندازہ تھا کہ ایسا ممکن نہیں۔ دونوں نانیاں اسے اتنی جلدی اٹھنے نہیں دیں گی......

''ارے حرا...... ایک پیالی چائے تو بنا لے بھائی کے لئے...... کیسے مہمانوں کی طرح بیٹھی ہوئی ہے۔'' بڑی دادی کو حرا سب سے زیادہ فرصت میں نظر آئی تو اُسی کو مخاطب کیا......

''پلیز...... چائے رہنے دیں...... شام کو دو کپ چائے پی تھی...... اس وقت بالکل ہوا نہیں۔'' دانیال نے ہاتھ اٹھا کر حرا کو اٹھنے سے روکا اور حرا جھٹ سے دوبارہ کرسی پر یوں بیٹھ گئی جیسے اس وقت دانیال نے اُس کے ساتھ بہت بڑی مہربانی کی ہو......

''اچھی بات ہے صادقہ کو بھی گھر سے باہر جانے کی سوجھی...... ہر وقت گھر میں لگی رہتی ہے...... سال چھ مہینے میں تو انسان کو گھر سے نکلنا چاہیے...... جنھیں دور دور ہیں چلو انھیں سے ملنے چلی جایا کرے...... اللہ کا دیا سب کچھ ہے ہوائی جہاز سے جا سکتی ہے...... مگر بھی اُس کو تو بس اپنے گھر کی ہی فکر لگی رہتی ہے...... ابھی بچوں کے امتحان ہو رہے ہیں...... ابھی یہ...... ابھی وہ...... دنیا کی عورتیں گھر گرہستی کرتی ہیں...... شادی سے پہلے بھی اُس کا یہی حال تھا ہر وقت گھر میں لگی رہتی تھی۔''

''جی نانی جان...... ہم نے بھی اماں جان کو کبھی فرصت سے بیٹھے نہیں دیکھا...... بس عادت ہے اُن کی۔'' دانیال نے بے دلی و بے زاری کی کیفیت کنٹرول کرتے ہوئے بڑی مروت سے جواب دیا......

''ویسے...... ماشاءاللہ...... آج بڑا امن ہے...... یا کچھ دیر پہلے ہی فارغ ہوئے ہیں۔'' دانیال نے شرارت سے ایک نظر دونوں نانیوں پر اور دوسری حرا حیا پر ڈال کر کہا......

سب اُس کی بات کے معنی میں اتر کر مسکرانے لگیں سوائے بڑی دادی کے...... اُن کی پیشانی فوراً ہی شکن آلود ہو گئی تھی...... ایک چبھتی نگاہ ثریا دادی پر ڈالی تھی......

''اے بیٹا ہم تو نے ہمیشہ صبر ہی کیا ہے...... صبر نہ کرتے تو کیا کرتے...... ہمارے وقتوں میں تو بیٹی رخصت کرتے ہوئے یہ کہا جاتا تھا کہ جس گھر جا رہی ہو اسی گھر سے تمہارا جنازہ اٹھے...... بس ختم بات۔'' گل بانو دادی نے بڑے تلخ لہجے میں بات کی تھی......

''اگر شادی کے بعد شوہر گھر شفٹ کر لے تو......'' حرا کی زبان میں کھجلی ہوئی......

''بھئی مطلب یہی ہے ناں کہ شوہر کے گھر سے ہی جنازہ اٹھنا چاہیے۔'' گل بانو دادی نے مذاق کا جواب بڑی سنجیدگی سے دیا......

''ہر انسان خود پر پڑی کو سب سے زیادہ سمجھتا ہے...... صبر تم نے کیا مگر بڑی سہولت کی زندگی گزارتے ہوئے...... صبر تو ہمارا تھا تمہارے ہوتے ہوئے عمر بھر قدم دھرنے کو زمین ڈھونڈتے رہے۔'' ثریا دادی اب ضبط نہ کر سکیں......

''یہ لیجیے تحلیل شروع ناظرین۔'' حنا نے شرارت سے دانیال کی طرف دیکھا...... وہ ایک دم گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا......

''اچھا...... پھر ٹھیک ہے ممانی جان...... اجازت......؟'' وہ حیا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا......

''مجلس میں چنگاری ڈال کر فرار ہو رہے ہیں۔'' حنا نے مصنوعی ناراضگی سے کہا......

''چنگاری کہاں آپا...... شعلوں کو ہوا دے کر بھاگ رہے ہیں۔'' حنا ہنسی......

''تو تم ہو ناں اتنا بڑا فائر بریگیڈ کا ٹینکر...... بجھانے کی کوشش کرنا...... اللہ حافظ۔'' وہ واقعی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا...... حیا نے اپنا چھوٹا سا سفری بیگ اٹھایا اور اُس کے پیچھے چل پڑی......

''ارے بیٹا...... سنو تو...... بیٹھو بھی۔'' ثریا دادی خفیف سی ہو کر پاؤں پلنگ سے نیچے لٹکا کر چپل تلاش کرتے ہوئے بولیں......

''بس نانی جان...... بہت دیر ہو جائے گی...... پھر چکر لگاؤں گا...... اللہ حافظ...... شب بخیر۔'' وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا...... حیا اس کے پیچھے تھی...... طاہرہ بیگم بھی پیچھے دوڑیں...... بیٹے ذرا دھیان سے چلانا...... رات کا وقت ہے...... حیا سنبھل کر بیٹھنا بچی چادر سمیٹ لینا پہیے کے پیچھے (وہیل) میں نہ آ جائے...... وہ دروازے میں کھڑی ہو کر تاکید کرنے لگیں......

حیا نے پیچھے بیگ سیٹ کیا دانیال کک لگا رہا تھا...... بائیک اسٹارٹ ہوئی تو حیا بیٹھ گئی...... بیٹھتے ہی اس نے لاشعوری طور پر اپنا ہاتھ دانیال کے کاندھے پر رکھ دیا تھا...... پھر خود ہی خجل سی ہو گئی تھی......

"اچھی طرح چپک کر بیٹھ جانا..... ڈھونڈنے نہیں آؤں گا۔" دانیال نے ہنس کر کہا۔

طاہرہ بیگم ایک دم دہل کر بولیں—

"اے بیٹا..... اچھی بات منہ سے نکالو..... حیا سفر کی دعا پڑھ لو بیٹی..... اللہ کی امان ہو۔"

"ممانی جان دو منٹ کا سفر ہے آپ ٹینشن نہ لیں۔" اس نے اب دروازے کی طرف دیکھ کر کہا اور یہ دیکھ کر بہت محظوظ ہوا کہ سارے گھر کی خواتین دروازے کے فریم میں فٹ ہوئی کھڑی تھیں—

"بس رونے دھونے کی کسر باقی تھی منظر تو کسی لڑکی کی رخصتی کا تھا۔" وہ کھل کھلا کر ہنستے ہی شریر لہجے میں گویا ہوا—

حیا خاموش رہی وہ دانیال کے ساتھ پہلی مرتبہ بائیک پر بیٹھی تھی اور بہت کانفیوز ہو رہی تھی—

"بھئی ہمارے گھر بطور منیجر آپ کی پوسٹنگ ہو رہی ہے کون منیجر کو (Manage) کرے گا۔" دانیال نے تیزی سے موڑ کاٹتے ہوئے کہا..... حیا نے بمشکل خود کو سنبھالا—

"دانیال بھائی آرام سے چلائیں کوئی ایمرجنسی تو نہیں ہے ابھی گر جاتی میں۔" وہ ناراضگی سے بولی—

"تو ہم ہیں ناں..... گرتوں کو سنبھالنا بڑے ثواب کا کام ہوتا ہے بی بی۔" دانیال اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہا تھا.....

"ثواب کا اتنا ہی شوق ہے تو اس مرتبہ حج پر چلے جائیں جوانی کا حج تو ویسے بھی اللہ کو پسندیدہ ہے..... جذبے میں استحکام ہوتا ہے مناسک حج بہت اچھی طرح ادا کر سکتا ہے۔" حیا نے طنزیہ انداز میں جواب دیا.....

"تم ساتھ نہیں چلو گی حج پر..... حاجن کے بغیر حاجی اچھا نہیں ہے۔" دانیال اس وقت بہت فری ہو رہا تھا..... جو دل میں آ رہی تھی بول رہا تھا.....

"مجھ سے اس قسم کے فضول مذاق کرنے کی ضرورت نہیں..... مجھے اپنی اوقات معلوم ہے کسی خوابوں کی دنیا میں نہیں ہیں۔" حیا نے تلخی اور سنجیدگی سے جواب دیا.....

"اپنی اپنی سوچ کی بات ہے..... پتہ نہیں کیا ہوا ہے تمہاری اوقات کو..... خوامخواہ وہم پال رہی ہو..... میری غلطی بھی نہیں بتاتیں..... ہم تو بہت اچھے دوست تھے حیا..... تم تو بس اچانک ہی بہت فاصلے پر جا کھڑی ہوئی ہو۔"

"پلیز خاموش ہو جائیں..... میں کچھ کہنا نہیں چاہتی۔" حیا نے بات کاٹ دی۔

"آئس کریم کھاؤ گی.....؟" دانیال نے ایک دم لائن بدل دی—

"نہیں..... شکریہ..... میں آپ کے ساتھ آئس کریم کھانے گھر سے نہیں نکلی۔" حیا نے اسی طرح روڈ انداز میں جواب دیا.....

"گاڑی راستے میں تنگ کرنے لگے تو ٹریک چینج نہیں کرتے اسی ٹریک پر مسئلے کا حل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں..... جذبہ خواہ کسی قسم کا ہو بہت قوت ہوتی ہے اس میں..... بہت پاور ہے ہمارے پاس..... ایک دن تم خود مانو گی..... تمہیں تھوڑی سی سائیکی ٹریٹمنٹ کی ضرورت ہے..... انشاءاللہ بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔"

حیا کے اندر لطیف جذبوں کی موسیقی کے سُر بکھرے ہوئے تھے جو ہر وقت دھیان میں رہتا تھا اس وقت حقیقت میں بہت قریب تھا..... وہ اتنی میچور اور پریکٹیکل نہیں تھی کہ لطیف اور فطری جذبوں کو زیر کر سکتی..... دل تو چاہ رہا تھا کہ سفر طویل سے طویل تر ہو جائے مگر دل کی کیفیت سے الٹ بات کرنا جیسے اس کی فطرت تھی..... سخت پابندیوں وروایات کی پروردہ ایک مشرقی لڑکی جس کے خواب ہوش سنبھالتے ہی رہن رکھ دیے جاتے ہیں.....

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم کس حساب میں میری انسلٹ کیے جا رہی ہو..... جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں تمہاری عزت کو ہر شے پر فوقیت دیتا ہوں..... اور پھر ایک مدت سے میں جو کچھ بھی محسوس کر رہا ہوں وہ غلط نہیں ہو سکتا..... تمہارے ذہن میں کوئی بات ہے تو کلیئر کرو۔" اب دانیال بہت سنجیدگی سے بات کر رہا تھا.....

حیا اتنی واضح بات پر بُری طرح گھبرا گئی..... انتہائی قربت اور نازک باتیں..... اس کی تو جیسے حالت غیر ہونے لگی..... وہ بالکل خاموش تھی اور بات کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا.....

"مجھے اس بات کی کوئی خواہش نہیں کہ تم مجھ سے کھل کر دل کی باتیں کرو اور میں تمہیں خواب دکھاؤں..... بس اتنا ضرور چاہوں گا کہ جب تمہارا ساتھ مانگوں تو تمہاری طرف سے انکار نہ ہو..... میں انکار برداشت نہیں کر سکوں گا..... اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ کوئی تمہیں مانگنے آئے تو تم

انکار کر دو...... اس لیے کہ میں زندگی کا سارا سفر تمہارے ساتھ طے کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ آنے والے وقت کا کوئی لمحہ بھی تمہارے بغیر نہیں ہے۔" دانیال شاید ایک طویل مدت کی اندرونی جنگ سے عاجز آ چکا تھا اور اس وقت صاف صاف بات کرنے کا تہیہ کر چکا تھا......

حبا کو اتنی کھلی بات کی امید نہیں تھی اُس کی پیشانی اور ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگیں۔ دل اس بُری طرح دھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا...... اُس کے ہونٹ سلے ہوئے تھے وہ بالکل خاموش تھی......

"ہر بندے کی اپنی چوائس ہوتی ہے...... یونیورسٹی میں بہت ساری لڑکیاں ہیں جو میری کلاس فیلوز بھی ہیں دوست بھی ہیں...... میں روز اُن کے ساتھ اچھا خاصہ وقت گزارتا ہوں مگر آج تک کسی کے لیے کبھی کچھ ایکسٹرا فیل ہی نہیں کیا...... ان میں بہت خوبصورت اور بہت ویل آف بھی ہیں...... اور مجھے لائک بھی کرتی ہیں...... اس پر مجھے خود بھی حیرت ہے...... سن رہی ہو ناں حبا......؟" وہ اس کی مسلسل خاموشی سے اب ذرا ڈسٹرب ہوا......

حبا کے حلق میں تو کانٹے پڑ رہے تھے کیا جواب دیتی......

"چلو خیر آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے یوں بھی گھر آ گیا ہے...... مجھے البتہ بہت اچھا فیل ہو رہا ہے خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا ہوں...... ایک بے وقوف انا پرست سی لڑکی نے مجھے بہت عرصے سے ڈسٹرب کیا ہوا تھا...... تھینکس گاڈ۔"

"اب چاہے بولو یا چپ رہو...... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اس نے گھر کے قریب پہنچ کر زور زور سے ہارن بجانا شروع کر دیا......

حبا بوکھلا کر بائیک سے اتر کر کھڑی ہو گئی...... جیسے اُسے کوئی چوری پکڑے جانے کا خدشہ ہو...... چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا...... دانیال نے حبا کو اندر جانے کا اشارہ کیا وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا......

حبا گھر میں داخل ہوئی تو گھر میں بہت خاموشی محسوس ہوئی البتہ ڈائننگ سے چمچوں پلیٹوں کی کھڑ بڑ سنائی دے رہی تھی...... جو سناٹے میں بہت محسوس ہو رہی تھی وہ آہستہ آہستہ چلتی ڈائننگ میں داخل ہوئی...... ڈائننگ ٹیبل کے اطراف صادقہ پھوپھو اُن کے شوہر اور ربیعہ نیلا بیٹھی ہوئی تھیں...... صادقہ کی نظر اس پر پڑی تو چمچ پلیٹ میں رکھ کر بڑے والہانہ انداز میں اٹھ کر اس کی طرف بڑھیں......

"ارے...... حبا آ گئی...... آؤ بیٹے...... ہاتھ دھو کر کھانا کھا لو...... میں تو سمجھ رہی تھی دانیال کو دیر ہو جائے گی تمہارے پھوپھا کی وجہ سے آٹھ بجے ہی کھانا لگ جاتا ہے...... دانیال کہاں ہے......؟" وہ اُسے گلے لگائے ہوئے پوچھنے لگیں......

حبا نے پھوپھا کو مودبانہ سلام کیا اور مسکرا کر ربیعہ اور نیلا کی طرف دیکھا جواباً وہ بھی خیر مقدمی مسکراہٹ سے جواب دینے لگیں......

"ہاں آ جاؤ بیٹی...... سب گرم گرم ہے فوراً شروع ہو جاؤ۔"

حبا نے رکھی ہوئی اشیائے خورد و نوش پر ایک نظر ڈالی اور ایک طرف لگے ہوئے واش بیسن کی طرف ہاتھ دھونے کے ارادے سے بڑھ گئی......

"چلو کسی بہانے سے ماموں کے ہاں سے کوئی تو آیا۔" ربیعہ مسکرائی......

"آپ تو ہمارے ہاں روز آتی ہیں۔" حبا نے مسکرا کر شیپ کھولتے ہوئے کہا......

"ہائے اللہ دل تو بہت چاہتا ہے مگر کالج سے ہی فرصت نہیں...... ورنہ اپنی نانیوں کی مزیداری باتیں سننے کو بہت دل چاہتا ہے۔" ربیعہ نے مسکرا کر جواب دیا اور ماں سے بولی......

"اماں جان...... یہ حبا تو بہت پیاری ہوتی جا رہی ہے...... کیوں......؟"

"ماشاء اللہ صادق بھائی کی تو چاروں بچیاں بہت پیاری ہیں اللہ نصیب اچھے کرے...... ادھر نیلا کے برابر میں آ جاؤ بیٹی...... ارے یہ دانیال کہاں اٹک گیا کیا کھانا نہیں کھائے گا......؟" بابو خان...... دیکھو دانیال کہاں ہے اُسے بولو کھانا لگا ہوا ہے۔" صادقہ بیگم نے ایک تواتر میں جواب دینے کے ساتھ ساتھ دانیال کو بلوانے کے لیے نوکر کو آواز بھی دے ڈالی تھی......

اسی لمحے دانیال اندر آیا اور بڑے زور سے سلام کر کے باپ کے دائیں جانب بیٹھ گیا بائیں جانب صادقہ بیگم اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ بیٹھی تھیں...... بارہ کرسیوں کی ڈائننگ ٹیبل پر اس وقت چھ افراد بیٹھے ہوئے تھے......

"بھائی آج بابو خان نے آپ کی فیورٹ ڈش بنائی ہے کوفتہ کری۔" نیلا نے قاب اٹھا کر سامنے رکھی...... عائشہ خالہ اور حورا آنٹی تو اچانک لاہور چلی گئیں اصل میں تو آج انہی کے لیے بنی تھی......

"ارے حبا...... شروع کرو ناں کیا سوچ رہی ہو......؟" نیلا حبا کی پلیٹ میں بھی کچھ ڈالو

یہ تو بہت تکلف کر رہی ہے۔'' صادقہ بیگم بولیں

''بیٹے اپنے گھر میں تکلف نہیں ہوتا۔'' پھوپھا جان نے ایک قاب حیا کی طرف بڑھا کر کہا۔۔۔

''شکریہ پھوپھا جان میں لے رہی ہوں۔'' اُس نے قاب تھامتے ہوئے آہستگی سے کہا۔۔۔

''آج یونیورسٹی گئے تھے دانیال۔۔۔۔؟'' پھوپھا نے بیٹے سے دن بھر کی کارگزاری معلوم کرنا شروع کی۔۔۔

''یونیورسٹی تو روز ہی جاتا ہوں ابا جان۔۔۔۔ آپ کے بیٹے کے پیٹ میں کبھی مروڑ نہیں ہوتا۔'' دانیال نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا اور پلیٹ میں کوفتہ کری نکالنے لگا۔۔۔

''اللہ نظر بد سے بچائے نکما نہیں ہے میرا بیٹا۔'' صادقہ بیگم بہت محبت سے دانیال کی طرف دیکھ کر بولیں۔۔۔

''برخوردار کو کچھ فیکٹری میں بھی کچھ وقت دیا کریں۔۔۔۔ آگے چل کر اُسی نے سب کچھ سنبھالنا ہے بنیادی باتیں پتہ ہونا چاہئیں۔'' پھوپھا نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔

''دیکھ لے گا۔۔۔ ابھی تو آپ اسے ایک طرف کار کھیں انجینئرنگ کی پڑھائی بھی کوئی آسان نہیں ہوتی۔'' صادقہ بیگم یوں تڑپ کر بولیں جیسے کسی نے بیٹے پر بھاری بوجھ لادنے کی بات کی ہو۔۔۔

''ماشاءاللہ جوان ہے۔۔۔ چوبیس گھنٹے تو پڑھائی نہیں ہوتی۔۔۔۔ یہی عمر ہوتی ہے کام کرنے کی اور بہت کچھ سیکھنے کی۔''

''ابا جان آپ فکر نہ کریں میں فیکٹری کے لئے ضرور وقت نکالوں گا۔۔۔۔ فی الحال مجھے تھوڑا سا ٹائم دیں ابھی سمسٹرز شروع ہونے والے ہیں۔'' دانیال نے باپ کو پُر سکون کرنے کی کوشش کی۔۔۔

''اگرچہ تمہاری ایکٹیویٹیز فضول نہیں ہیں مگر میری بات پر توجہ دو۔۔۔۔ کیا نام ہے اس لڑکے کا اس کے ساتھ تم بہت ٹائم ضائع کر رہے ہو۔۔۔۔ اُس کا تو یہاں گھر بار نہیں ہے کوئی ذمہ داری نہیں یونیورسٹی سے فارغ ہو کر اس کے پاس تو وقت ہی وقت ہوتا ہے۔'' پھوپھا نے سمجھانے کے انداز میں بڑے نرم لہجے میں کہا۔۔۔۔ وہ اتنا تو سمجھتے تھے کہ جوان بیٹے سے کس لب و لہجے میں

بات کرنا سود مند ہوتا ہے۔۔۔۔ وہ بہت دنوں سے یہ بات کرنا چاہتے تھے مگر جیسے کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔۔۔۔

''ولی کی بات کر رہے ہیں۔۔۔۔ ارے بڑا سیدھا اور باادب بچہ ہے۔۔۔۔ یہ دونوں تو ساتھ بیٹھ کر پڑھتے ہیں اللہ کا شکر ہے غلط صحبت میں نہیں اُٹھتے بیٹھتے۔'' صادقہ بیگم نے جلدی سے ولی کی پوزیشن کلیئر کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔

''بیگم جوانی میں بچوں کو مصروف رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔۔۔۔ روٹی کی طرف سے بے فکری ہو اور فالتو وقت بھی بہت ملے تو بچوں کے بھٹکنے کا خطرہ رہتا ہے۔''

''ارے یہ دونوں تو بے چارے ہر وقت پڑھائی میں ہی مصروف رہتے ہیں یا جم خانہ چلے جاتے ہیں۔۔۔۔ میں تو اللہ کا ہر وقت شکر ادا کرتی ہوں۔۔۔۔ ورنہ پیسوں میں کھیلنے والوں کی اولادوں کو میں دیکھ رہی ہوں نہ پڑھنے لکھنے کے نہ ادب تمیز۔۔۔۔ باپ کی کمائی پٹرول میں پھونکتے پھرتے ہیں روڈوں پر۔۔۔۔ بڑا دل کڑھتا ہے دیکھ دیکھ کر۔'' صادقہ بیگم بولیں۔۔۔۔

''ارے اماں جان آپ نے بھی کیا باتیں شروع کر دیں۔۔۔۔ حیا تو بے چاری بور ہو رہی ہو گی۔'' ہیلا چونکہ اس خشک بے رس سی بات چیت سے خود بھی اُکتا گئی تھی اس لئے شاید اُس نے حیا کے جذبات کا اندازہ لگانے کی بھی کوشش کی کہ اس تمام گفتگو میں اُس کی دلچسپی میں اس کی دلچسپی کا تو کوئی عنصر ہی نہیں تھا۔۔۔۔ حیا نے بڑی رواداری سے مسکرا کر چاول کی ڈش اُٹھائی مگر کچھ بولی نہیں۔۔۔۔

دانیال نے سب کی نظر بچا کر حیا کو دیکھا اور مسکرا کر ہیلا سے کہنے لگا۔۔۔۔

''مہمانوں سے چائے کافی کا ضرور پوچھ لینا۔۔۔۔ بے چارے تھکے ہارے انسٹیٹیوٹ سے آئے تھے فوراً ہی میں اُٹھا نے پہنچ گیا۔''

''ارے بیٹا دانیال انگریزی پڑھ پڑھ کر اُردو کا تو ستیاناس مار دیا ہے تم نے۔۔۔ خدانخواستہ اُٹھا کر کیوں لانے لگے۔۔۔۔ اللہ خیر کرے ہم نے بلوایا ہے عزت سے آئی ہے۔۔۔۔'' لڑکیوں کو گدگدیاں تو بہت ہوئی تھیں مگر باپ کے لحاظ میں صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔۔۔ جبکہ صادقہ بیگم کی تنقید دانیال کے جملے سے زیادہ دلچسپ تھی۔۔۔۔

''اچھا۔۔۔۔ ربیعہ بیٹے تم نے تو صبح سویرے نکلنا ہے۔۔۔۔ اپنی تیاری رات کو ہی مکمل کر لینا ضروری چیزیں رکھنا مت بھول جانا سفر میں کوفت ہو گی۔''

اب صادقہ بیگم کو ربیعہ کی روانگی کا دھیان آیا......تو ربیعہ کو نصیحتیں کرنے لگیں......

"بیگم اب ابھی ہی کافی پلوا دیں تو ڈنر مکمل ہو۔" پھوپھا نے نیپکن سے ہاتھ منہ پونچھتے ہوئے کہا......

"آپ چلیں بیڈ روم میں......میں لے کر آتی ہوں کافی۔" صادقہ بیگم نے سویٹ ڈش حبا کے سامنے رکھتے ہوئے جواب دیا......

حبا پھوپھو کے گھر کا ماحول دیکھ کر بڑے رشک سے سوچ رہی تھی......

اتفاق، پیار و محبت، ہم آہنگی، خوشحالی......آدم و حوا کی جنت گم گشتہ ایسی ہی تو ہوگی بہت کچھ......بلکہ سب ہی کچھ تو ہے اس گھر میں......یہاں کا روٹین کا ڈنر ہے لوئر مڈل کلاس میں تو اسے "دعوت" کہتے ہیں......صرف کھانے کا کمرہ اتنا سجا ہوا......دیوار گیر شیشے کی الماریاں اور ان میں سجی ہوئی بہت قیمتی اور خوبصورت کراکری......ڈیکوریشن پیسز......آرٹیفیشل گرینری (Greenery) اور ہر شے اجلی، چمکدار، بے داغ......وہ چوری چوری اطراف کا جائزہ لے رہی تھی......



دانیال بہت تھک چکا تھا کچھ ذہن بھی ہلکا پھلکا سا تھا اس لئے بستر پر لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی تھی ابھی نیند کا ابتدائی مرحلہ تھا۔ غنودگی کی کیفیت تھی کہ اس کے موبائل پر رنگ ہونے لگی۔ عجیب کوفت اور جھنجلاہٹ سی ہوئی اس نے بے زاری سے نمبر دیکھے بغیر ہی سوئچ آف کر دیا اور تکیے میں منہ دے کر اوندھا ہو گیا۔ مگر اب بدمزگی سی تو ہو گئی تھی کچھ اندیشے اندر کیڑے کی طرح سرسرانے لگے تھے اس نے جھلا کر کروٹ لی اور سیدھا ہو گیا اور ہاتھ بڑھا کر سرہانے سے موبائل اٹھا لیا اور آنے والی کال کا نمبر دیکھا......

"اوہ" سامنے نور محمد خان کا نمبر چمک رہا تھا......

اب یہ تو یقین تھا کہ سوئچ آف ہونے کی اطلاع کے بعد وہ دوبارہ ٹرائی نہیں کریں گے یہ سوچ کر کہ بندہ سو رہا ہوگا......

ذہن سے نیند کا تاثر تو ختم ہو چکا تھا اور ایک الجھن لاحق ہو گئی تھی......بالآخر اس نے فوری فیصلہ کیا اور خود نور محمد خان کا نمبر ڈائل کیا......

کال فوراً ہی ریسیو ہو گئی اور سماعت سے نور محمد خان کی آواز آئی......

"ہیلو......کون دانیال......بیٹا......؟"

"السلام علیکم خان صاحب......جی دانیال بات کر رہا ہوں......ابھی آپ نے رنگ کیا تھا......وہ......میں واش روم میں تھا۔" اس نے بہرحال کوئی وجہ تو بتانا ہی تھی......

"سوری بیٹا میں نے اس وقت آپ کو ڈسٹرب کیا......مگر مسئلہ ہی کچھ ایسا ہے کہ دل چاہتا ہے کسی سے یہ مسئلہ شیئر کروں......آپ مجھے پہلی مرتبہ میں ہی بہت بھائے......ماشاء اللہ......صاف لگتا ہے کہ بڑے اچھے ہاتھوں نے آپ کی تربیت کی ہے......پھر جوان خون ہے حاضر دماغی ہے کوئی بہت معقول اور قابل عمل آئیڈیا بھی آپ سے مل سکتا ہے......یہ سمجھئے یہ آپ کا ایک طرح سے اخلاقی تعاون ہوگا......اللہ آپ کا اقبال بلند کرے......آمین۔" نور محمد خان بڑی نفیس اردو میں بات کرتے تھے......

"جی......جی......فرمائیے......اگر میں آپ کے کسی کام آ سکا تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔" دانیال کہہ رہا تھا یہ اور بات کہ دل بُری طرح دھڑک رہا تھا......

"بیٹے......بات تو بہت اُلجھی ہوئی اور طویل ہے مگر میں اس وقت اشارۃً آپ سے کچھ عرض کروں گا باقی تفصیل سے آمنے سامنے بیٹھ کر ہو گی۔" نور محمد خان کا لہجہ متفکر اور الجھن کا غماز تھا......

"جی......ضرور......مگر مجھے کچھ اندازہ ہونا چاہئے کہ بات کس موضوع پر ہو گی......؟" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا......

"اصل میں بات یہ ہے بیٹا کہ شیخ صاحب اس وقت بہت کرائسس سے گزر رہے ہیں......ایک بندہ ہے جو کریمنل مائنڈ ہے انہیں مدت سے بلیک میل کر رہا ہے۔"

نور محمد خان بول رہے تھے اور دانیال کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا اور شیخ صاحب کے مین گیٹ پر لمبا تڑنگا سا نوجوان بڑی بدتمیزی سے چوکیدار سے بات کرتا ہوا نظروں کے سامنے آ گیا اس نے اب نور محمد خان کی بات زیادہ دھیان سے سننا شروع کی......وہ کہہ رہے تھے......"بے چارے شیخ صاحب تو اس وقت فرشتہ اجل سے پنجہ آزمائی میں مصروف ہیں انہیں تو اس وقت اس دنیا کی کوئی خبر نہیں......مگر ان کی معصوم بچی کو بہت خطرہ ہے......"

"کیا وہ اسے جان سے مار سکتا ہے......؟" دانیال نے بڑی عجلت میں ان کی بات کاٹ دی تھی......

"بیٹے اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی بہت قیمتی ہوتی ہے مگر عزت دار لوگ زندگی کو اپنی عزت سے زیادہ قیمتی نہیں سمجھتے...... بس اس وقت اتنا ہی کافی ہے آپ کو زحمت ضرور ہوگی مگر آپ کل کسی وقت مجھ سے ملے بلکہ اپنے قیمتی وقت میں سے مجھے وقت دیجئے...... میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا۔" نور محمد خان کی عاجزی کمال پر تھی......

"آپ شیخ صاحب کے ملازم ہیں مگر مجھے آپ کی اسپرٹ نے بہت متاثر کیا ہے۔ آپ جس طرح شیخ صاحب کی فیملی کے لئے اپنائیت سے سوچ رہے ہیں آج کے دور میں یہ بہت بڑی بات ہے...... میں انشاء اللہ کل آپ سے ضرور ملاقات کروں گا۔" دانیال بہت ڈسٹرب ہو کر ڈبل مائنڈڈ سا ہو کر جواب دے رہا تھا......

"اور ولی آفندی خیریت سے ہیں بیٹا......؟" نور محمد خان نے خدا حافظ کہنے سے پہلے رسمی انداز میں ولی کی خیریت پوچھی......

ان کا لہجہ اتنا سادہ اور شفیق تھا کہ دانیال پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا......

"جی سر...... خیریت سے ہیں...... ابھی کراچی واپس نہیں آئے۔" اس نے بہت دھیمی آواز میں کہا......

"اچھی بات بیٹا...... پھر انشاء اللہ کل ملاقات ہوگی...... خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" دانیال نے زیر لب کہہ کر فون بند کر دیا......

نیند تو یوں اڑن چھو ہوگئی جیسے آئی ہی نہیں تھی...... اب وہ چت لیٹا چھت کو گھور رہا تھا...... ایک سوال اس کے ذہن کے دائرے میں مسلسل چکرا رہا تھا کہ نور محمد خان اس سے کس قسم کا تعاون چاہ رہے ہیں...... وہ کیا کر سکتا ہے......؟ ان جیسے بارسوخ بندوں کے سامنے ایک اسٹوڈنٹ کی کیا حیثیت ہے......؟



رات ٹھیک طرح سے نیند نہیں آئی تھی۔ صبح اٹھا تو طبیعت بہت مضمحل سی تھی۔ طوعاً کرہاً یونیورسٹی کے لئے تیار ہو کر ناشتے کے لئے ڈائننگ میں آیا تو صادقہ بیگم خانساماں کے ساتھ مصروف نظر آئیں...... ربیعہ اور علا ناشتے میں مصروف تھیں......

"السلام علیکم۔" اس نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے معمول کا سلام کیا......

"وعلیکم السلام اللہ نصیب اچھے کرے...... ناشتہ شروع کرو آج تو تم کچھ لیٹ ہوگئے ہو......

رات کو پڑھتے رہے ہو گے...... آنکھیں بھی لال ہو رہی ہیں...... لگتا ہے ٹھیک سے نیند پوری نہیں ہوئی۔" صادقہ بیگم نے خالی پلیٹ دانیال کے سامنے رکھتے ہوئے بغور اس کی شکل دیکھی......

"جی اماں جان...... بس کچھ ایسا ہی ہے...... ابا جان ناشتہ نہیں کریں گے۔" اس نے خالی کرسیوں پر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا......

"آج وہ دیر سے جائیں گے...... نماز پڑھ کر سو گئے تھے...... نو بجے تک اٹھاؤں گی۔" صادقہ بیگم نے آملیٹ اس کی پلیٹ میں ڈالا اور خانساماں کو گرم پراٹھا لانے کے لئے کہا......

"آپ کے تو عیش کے دن شروع ہونے والے ہیں بھائی...... آخری سمسٹر ہوگا اب تو......؟" ربیعہ نے فریش جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے مسکرا کر دانیال سے کہا......

"عیش...... اب تو مزدوری کے بعد ہی روٹی کھانے کو ملے گی...... ابا جان تو ایک ایک دن گن رہے ہیں کہ کب فارغ ہوں اور کب فیکٹری سنبھالوں۔" وہ زبردستی کے انداز میں مسکرایا......

"تو بیٹا...... آخر یہ سب کچھ ایک دن تمہیں ہی سنبھالنا ہے...... انہوں نے تو الف سے ے تک پڑھا ہے...... ماشاء اللہ تمہیں تو سب کچھ بنا بنایا مل رہا ہے...... صرف دیکھ بھال ہی کرنی ہے...... مزدوری کی روٹی بھی نصیب والوں کو ملتی ہے...... اللہ رزق حرام سے بچائے...... دس ہزار لوگوں کا روزگار لگا ہوا ہے تمہارے باپ کے دم سے یہ اللہ نے انہیں عزت دی ہے انہیں بھی کہتی رہتی ہوں اور تمہیں بھی کہتی ہوں کہ اپنے ماتحتوں کے جائز حقوق کا بہت خیال رکھنا ان کی محنت سے اس باغ میں بہار ہے...... ان کی رہائش، علاج معالجہ ان کے بچوں کی تعلیم سب کا خیال کرنا ہوگا۔" صادقہ بیگم دانیال کے برابر میں بیٹھ کر چائے تیار کرتے ہوئے سمجھانے لگیں......

"اماں جان کون خیال کرتا ہے اتنا......؟ وہ محنت کرتے ہیں ان کو تنخواہ مل جاتی ہے اب باقی ان کا نصیب اور ان کے مسئلے...... آپ تو بہت ہی گہرائیوں میں چلی جاتی ہیں۔" دانیال نے قدرے چڑ کر جواب دیا...... نیند پوری نہیں ہوئی تھی ذہن بھی الجھا ہوا تھا......

"ہمیں کسی سے کیا مطلب بیٹے ہم نے اپنی قبر میں جانا ہے اپنے کٹہرے میں کھڑا ہونا ہے...... جس کو زندگی ملتی ہے وہی جیتا ہی ہے کوشش کرنا چاہیے کہ اچھی طرح جئیں اور بھلے چنگے ہو کر جئیں۔" وہ بہت وقار اور دلسوزی سے کہہ رہی تھیں......

"حبا ابھی تک نہیں آئی کیا کر رہی ہے۔" ربیعہ اور علا دونوں ماں بیٹے کی بحث کے

دوران بہت خاموش تھیں اور خاصی بور ہو رہی تھیں...... اس لئے بیلا نے حبا کی طرف توجہ کرلی
اس لئے بھی کہ آج اُسے بھائی کا موڈ اچھا نہیں دکھائی دے رہا تھا...... یہ خدشہ بھی محسوس ہو رہا
کہ نصیحتوں سے عاجز آکر کہیں دانیال ناشتہ چھوڑ کر ہی نہ اُٹھ کھڑا ہو......

''سو رہی ہے...... میں نے خود ہی نہیں اُٹھایا۔''

''اُٹھی تھی...... میں نماز پڑھ کر باہر آئی تو وہ لاؤنج میں اپنی کتابیں لئے بیٹھی تھی۔
تھوڑی دیر بعد دیکھا تو وہ سو رہی تھی...... بہت سویرے اُٹھ گئی ہوگی شاید...... خیر تم اپنی تیاری
کرو...... عائشہ آپا اور حور بانو آپا بھی آج گیارہ بجے تک آجائیں گی...... تین بجے ہم یہاں سے نکل
جائیں گے پانچ بجے کی فلائٹ ہے۔'' صادقہ بیگم نے اپنا پروگرام بھی ساتھ ہی بتا دیا......

''وہی میں دیکھ رہا تھا کہ مہمان نظر نہیں آ رہے۔'' حبا کا ذکر آتے ہی دانیال کا موڈ
خود بخود خوشگوار ہو چکا تھا...... وہ بڑے فریش موڈ میں بات کرنے لگا......

''الغور میں حور بانو آپا کی نند بیاہی ہیں اُن کے شوہر کی سب سے بڑی بہن...... اُن
سے ملنا بھی ضروری تھا...... رات کھانے پر ذکر ہوا تھا اُن کے الغور جانے کا شاید تمہارا دھیان کہیں
اور ہوگا۔''

''خالہ جان تو اُن کا سایہ بنی ہوئی ہیں حور آنٹی چلی جاتیں خالہ جان تو رک جاتیں ایک
تو آئی بھی دو تین دن کے لئے ہیں۔'' بیلا کے لہجے میں اپنائیت بھری خفگی تھی......

''تو اُن کی نند سے آپا کا ملنا بھی تو بہت ضروری تھا...... یہ بڑے نازک رشتے ہوتے
ہیں...... حور آپا اکیلی جاتیں تو وہ گلہ کرتیں کہ تمہاری بھابی کیوں نہیں آئیں...... پتہ تو سب کو ہے
ناں کہ یہ دونوں کراچی آئی ہوئی ہیں...... آپا دو تین دنوں کے لئے بھی آگئیں تو مہربانی ان کی
گھروں کے دھندوں سے کہاں فرصت ملتی ہے...... ملنے کے لئے تو عورتیں اسی صورت میں گھر
سے نکل سکتی ہیں کہ سب گھر والوں کو لے کر سفر پر نکلیں...... اور یہ ممکن نہیں۔''

''اچھا اماں جان میں چلتی ہوں لیٹ ہو رہی ہوں...... پوائنٹ نکل گیا تو رکشے
جانا پڑے گا۔'' بیلا پہ اب عجلت سوار ہوئی...... کرسی کھسکا کر جلدی سے واش بیسن پہ ہاتھ دھوئے
اسی طرح عجلت کے انداز میں تولیے سے پونچھے اور خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی...... اب دانیال نے
بھی ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی...... اور جلدی جلدی چائے کے سپ لینے لگا......
کوشش کروں گا اماں جان ایئر پورٹ آنے کی اگر دیر سے پہنچ سکا تو عائشہ خالہ اور حور آپا کو

سلام کہئے گا......

''ارے تم تو صبر سے ناشتہ کرو تم کون سا پوائنٹ سے جاتے ہو...... بائیک پر ہی جاؤ
گے ناں......؟'' صادقہ بیگم کو اُس کا بچا ہوا ناشتہ دیکھ کر کوفت ہوئی......

''اماں جان کلاس تو اپنے ٹائم پر شروع ہوگی۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا......

''اللہ حافظ بھائی ایک ہفتے کے لئے۔'' ربیعہ مسکرائی......

''او کے...... او کے...... انشاء اللہ ایک ہفتے بعد ملاقات ہوگی۔'' وہ جلدی جلدی رسمی
کاروائیاں نمٹانے لگا...... یعنی ربیعہ کے کندھے پر یوں ہاتھ رکھا جیسے بہت ضروری فرض ادا کر رہا
ہو پھر اسی تیزی سے باہر نکل گیا......

''گھر سے نکلنے کی جلدی ہوتی ہے واپس آنے کی نہیں۔'' صادقہ بیگم اُس کا بچا کچھا
ناشتہ ایک پلیٹ میں جمع کر کے خود کھانے لگیں......



''ارے بھئی آج تو مٹھائی بانٹو خیر سے کومل اپنے پاؤں پر چل کر آئی ہے۔'' گل بانو
بادی کومل نانی کا سواگت کرتے ہوئے خوشی سے نہال ہو رہی تھیں......

''ارے آپا آپ کی دعا سے اچھی ہوگئی ورنہ تو جو حالت تھی آپ نے اپنی آنکھوں سے
دیکھی تھی ورنہ تو دشمن بغلیں بجانے کی تیاریاں کر رہے تھے...... اللہ نے ان کی خوشیوں پر پانی پھیر
دیا۔''

''آپ کون سا وزیر اعظم کی کرسی کے لئے انتخاب لڑ رہی ہیں...... لوگ کیوں آپ کے
دشمن ہوگئے ہیں......؟'' حبا کی زبان میں کھجلی ہوئی......

''ارے چپ کر موئی...... تجھے تو موئی کہہ کہہ کر نظر لگاؤں گی تاکہ تو کچھ دبلی تو ہو
آج کل لڑکی ذرا موٹی ہو جائے تو اچھا رشتہ ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔'' انہوں نے جھاڑ پلاتے
ہوئے مستقبل قریب کے لئے اندیشہ بھی ظاہر کیا......

''ہم مرے نہیں جا رہے شادی کے لئے...... نہیں ہوتی تو نہ ہو...... ہم تو آرام سے
بیٹھے ہیں۔'' حبا نے اپنی مخصوص لاابالی فطرت کے حساب سے ٹکا سا جواب دیا......

''ارے تیرے منہ میں خاک...... بادشاہ زادیاں تک بیاہی جاتی ہیں شہزادہ بنی نہیں
بٹھائے ہم کیوں تجھے بٹھانے لگے...... چل ہٹ...... بڑی آئی کہیں سے ہر وقت منہ چلانے کی

ضرورت کیا ہے..... خیال رکھو اپنا..... سارے شہر میں دوکانیں سجی ہوئی ہیں لاکھوں خرچ کر رہے ہیں لوگ موٹاپے سے نجات کے لئے۔ ''گول نانی کا اشارہ سلمنگ سینٹرز کی طرف تھا.....

''کوئی موٹا ہے تو کسی کو کیا تکلیف ہے موٹا ہے تو اپنے لئے ہے۔'' حنا کی دعا اُن تھی.....

''زبان تو دیکھو..... یہ موئی نہیں ہوتی کہ بولتے ہوئے ہکلانے لگے..... تو اُسے غیرت کے بندہ کم بولے۔'' اب اس کی زبان درازی پر گل بانو دادی غضب ناک ہو گئیں.....

''اے ہٹاؤ..... بچی ہے..... تم تو دونوں ہی اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئیں۔'' ثریا دادی کو پُر امن ماحول میں اچانک انتشار بہت کھلا.....

''سب باتوں کو چھوڑیں گول اماں..... اپنی سنائیں..... بازار ٹھنڈا ہے یا کام شروع ہے.....؟'' طاہرہ بیگم نے بڑے ذہانت سے بات کا رُخ موڑا.....

''اے بیوی..... بازار تو مدت سے ٹھنڈا ہے..... ہم جیسے اَن پڑھوں کو اب کہاں کوئی گھاس ڈالتا ہے جگہ جگہ شادی دفتر کھلے ہوئے ہیں اخبار میں اشتہار دے دیے جاتے ہیں..... پرانے قدر دانوں کی مہربانی سے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ رہتا ہے..... اولاد تو ہے ہی نا خلف۔'' گول نانی اب بہت دکھی نظر آنے لگیں.....

''پھر آپا..... لوگ اب جھوٹ بھی بولتے ہیں بتاتے کچھ ہیں نکلتا کچھ ہے..... پار سال (پچھلے سال) تو میں بہت بُری طرح پھنس گئی تب سے کانوں کو ہاتھ لگا کر بیٹھی ہوں۔'' وہ گویا ہوئیں.....

''اے کیا ہوا تھا..... پار سال کی بات تو نے اب تک نہ بتائی ہمیں.....؟'' گل بانو دادی نے بڑے تجسس و اشتیاق کا مظاہرہ کیا.....

''ارے مارے شرم کے کسی کو بھی نہ بتائی..... تھانے پولیس تک نوبت آ گئی تھی آپا وہ تو عزت والے نے عزت بچائی..... تو بہ کیا ہو گیا ہے لوگوں کو..... شادی بیاہ کے معاملے میں جھوٹ کب تک چلتا ہے..... شادی کے بعد تو سارا کھوٹا کھرا سامنے آ ہی جاتا ہے۔'' گول نانی بیزاری سے بولیں.....

''اے بی بی واقعی تھانے پولیس تک نوبت آ گئی تھی.....'' گل بانو دادی کو تو اشتیاق سے زیادہ ٹینشن ہونے لگی.....

''میں نے تو لوگوں سے میل جول ہی ختم کر دیا تھا..... پھر اس کے بعد چھ مہینے تک بستر سے لگی رہی.....''

''ارے یہ تو بتا ہوا کیا تھا.....؟''

''ہونا کیا ہے آپا..... لڑکے والوں نے بہت بڑا فراڈ کیا تھا..... عزت دار بھی منہ سے کچھ نہ بولی مکمل کمل کر آدھی ہو گئی۔''

''اے بہنے کچھ بتا تو سہی ہمیں بھی تو پتہ چلے کہ اس کام میں کیا کیا فراڈ ہو رہے ہیں.....؟ اللہ رحم کرے۔'' گل بانو دادی مارے تجسس کے آدھی ہو گئیں.....

''ارے میرے کو بتایا کہ لڑکا مسلم کمرشل بنک میں منیجر ہے..... اس کے لئے کوئی سیدھی سادی پڑھی لکھی کا رشتہ دیکھو..... اگر لڑکی کو جہیز میں سامان کے بجائے کوئی چھوٹا موٹا گھر مل جائے تو بہت اچھا ہے اس لئے کہ لڑکے پر ابھی بہت ذمہ داریاں ہیں اپنا گھر نہیں بنا سکتا اور کرائے میں اچھی خاصی رقم ہاتھ سے چلی جاتی ہے یہی پیسے بچیں گے تو آنے والی کو سہولت رہے گی..... میں اس بات پر بہت خوش ہوئی کہ چلو لڑکے والوں نے صاف صاف بات کی کوئی لاگ لپیٹ نہیں کی میں کوشش کرتی ہوں آگے اُن کی قسمت..... کسی لڑکی کو پڑھا لکھا برسر روزگار رشتہ مل جائے گا اور لڑکے کو کرائے کے گھر سے نجات ملے گی..... میری نظر میں ایک دو رشتے تھے جس میں یہ پتہ چلتا تھا کہ لڑکی کو جہیز میں کوئی فلیٹ یا پلاٹ وغیرہ دیا جائے گا..... لڑکیاں معمولی شکل کی تھیں شاید اس لئے لڑکی والوں نے سوچا کہ زیادہ جہیز کے خواہش مند گھرانے خوشی سے لڑکی بیاہ کر لے جائیں گے میں نے ایک جگہ بات چلائی لڑکی کی شکل نہ بہت اچھی تھی نہ بدصورت تھی پڑھی لکھی تھی گورنمنٹ کالج میں اُستانی تھی..... کرنا خدا کا رشتہ دونوں طرف سے منظور ہو گیا لڑکی کا اپنا چار کمروں کا فلیٹ تھا..... میں بھی خوش کہ لڑکی کو اپنے برابر کا پڑھا لکھا بر مل گیا لڑکے والے بھی خوش کہ اُن کی مراد پوری ہو گئی..... ایک مہینے کے اندر اندر شادی بھی ہو گئی دونوں طرف سے مجھے کپڑے لتے اناج پیسے بہت کچھ دیا گیا بلکہ لڑکی والوں نے تو مجھے سونے کی انگوٹھی بھی دی..... مگر بھیا..... اللہ کی پناہ تین مہینے شادی نہ چلی..... پتہ چلا لڑکا تو میٹرک پاس ہے اس کا کوئی رشتے کا چچا مسلم کمرشل بینک میں ملازم تھا جب لڑکی والے چھان بین کو بینک گئے تو اُن نے اپنی سیٹ پر بھتیجے کو بٹھا دیا اور لڑکی والوں سے خود باتیں بنانے بیٹھ گیا۔''

''اے تو کیا پورے کا پورا خاندان ہی چار سو بیس تھا.....'' ثریا دادی حیران ہو کر کہہ رہی

تھیں.....

"مستو تو آپا..... ایک مہینے بعد ہی یہ پول کھلا کر لڑکا تو بے روزگار اور نکما ہے ماں بہن نے یہ سوچ کر شادی کر دی کہ شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گا..... دیکھنے میں تو اچھا بھلا تھا بڑا ٹھن ٹھن کر سامنے آتا تھا..... خیر ایک مہینے بعد اس نے لڑکی پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ فلیٹ اس کے نام لکھ دے..... مار اس کی ناک میں دم کر دیا..... بچی بیمار پڑ گئی شریف بچی نے اپنے میکے میں بھی نہیں بتایا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے یہ سوچ کر کہ بوڑھے ماں باپ صدمے سے پاگل ہو جائیں گے..... لیکن جب زیادتی کی حد ہو گئی اور لڑکا فلیٹ کی خاطر بچی کو مار پیٹ کرنے لگا تو اس نے اپنی بڑی بہن کو اپنی مصیبت بتا دی وہ تو ماتو غصے سے اکھڑ گئی..... اسی وقت بہن کا ہاتھ پکڑ کر نکل گئی..... پھر تو سب ہی پتہ چل گیا..... ماں باپ نے خود کورٹ سے بچی کو طلاق دلوائی۔" گل اماں سانس لینے کو رکیں.....

"تو بتاؤ..... یہ ہو رہا ہے دنیا میں..... تب ہی کہتے ہیں بیٹی سے نہیں اس کے نصیب سے ڈر لگتا ہے..... اللہ بیٹی دے تو اس کے نصیب اچھے کرے۔" گل بانو دادی دکھ بھرے لہجے میں بولیں.....

"آمین۔" ثریا دادی نے آمین کہہ کر شاید مدت بعد سوکن سے اتفاق کیا.....

"بس گل اماں..... اسی کا نام دنیا ہے..... آپ میری بچیوں کے لئے دعا کریں اللہ ان کے نصیب نیک کرے..... آمین..... شادی تو ایک جوا ہے..... گارنٹی تو کوئی بھی نہیں دے سکتا..... سگے بہن بھائی آپس میں اپنے بچوں کی شادیاں کرتے ہیں مگر شادیاں تو وہ بھی ناکام ہو جاتی ہیں وہاں تو سب کچھ دیکھا بھالا ہوتا ہے کچھ چھپا ہوا نہیں ہوتا۔" طاہرہ بیگم نے کپڑے پالش کرتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا.....

"ٹھیک بولیں دلہن..... یہ سب مقدر کے کھیل ہیں..... مگر بھئی میں تو بہت ڈر گئی ہوں۔" گل اماں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا.....

"اے گل یہ تو بتا کہ پولیس تھانے تک نوبت کیوں آئی.....؟" گل بانو دادی کو اچانک دھیان آیا کہ گل اماں نے پولیس تھانے کا بھی ذکر کیا تھا.....

"ارے دلہن کے والوں نے جو جا کر لڑکی کے گھر آفت اتار دی کہ لڑکی ان کے حوالے کرو اسے بیٹی کر کے جانے لگا تو لڑکی کے بھائیوں نے ہاتھا پائی کی..... سر پھاڑ دیا لڑکے

کا..... پھر تھانے پہنچ کر خوب جھوٹی کہانیاں بنائیں۔" گل اماں نے بتایا.....

"اے کہتے ہیں ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری..... مار بے غیرت قوم تھی کوئی۔" گل بانو دادی نے سلگ کر کہا.....

"دو چار کی وجہ سے پوری قوم کو بے غیرت کیوں کہہ رہی ہیں دادی.....؟" حرا نے معصومیت سے پوچھ لیا.....

"اے بیٹا..... یہ پاکستانی قوم کی بات نہیں کر رہیں..... ہماری زبان میں الگ زبان الگ رہن سہن والوں کے لئے قوم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔" گل اماں نے رسانیت سے سمجھایا.....

"اچھا بڑوں کی باتوں میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت (ضرورت) نہیں جا کر اپنے کام سے کام رکھو۔" گل بانو دادی نے اسے وہاں سے چلتا کیا.....

پھر حنا کو آواز دی.....

"اے بیٹی حنا..... گول نانی کے لئے چائے تو لے آؤ..... مدت بعد آئی ہے تھوڑا سا سوجی کا حلوہ اور پکوڑے بھی بنا لینا..... حرا تم بہن کا ہاتھ بٹاؤ..... ماں کام میں لگی ہے۔" انہوں نے حرا کو بھی کام سے لگا دیا..... اور خود پاندان کھول کر چھالیہ کترنے لگیں

دھوکہ دہی کی کہانی کے اثرات ابھی تک چہروں پر نقش تھے



حنا سو کر اٹھی تو ربیعہ، لیلا اور دانیال جا چکے تھے..... صادقہ بیگم اپنی تیاریوں میں مصروف تھیں اسے جاگا ہوا پا کر انہوں نے ناشتہ کرنے کی تاکید کی اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئیں..... حنا نے سارے گھر میں گھوم پھر کر جائزہ لیا..... خانساماں اس کے لئے ناشتہ بنا رہا تھا وہ بیٹھ کر انتظار کرنے کی بجائے لان میں چلی آئی..... پھولوں کی بڑی سی کیاری کے پاس پائپ پڑا ہوا تھا اور اس میں بہت پریشر سے پانی آ رہا تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا تو پتہ چلا مالی چوکیدار کے ساتھ بڑے جوش و خروش سے سیاست پر تبادلۂ خیال کر رہا تھا..... حنا نے پائپ اٹھا لیا اور پھولوں پودوں پر شاور کرنے لگی..... عین اسی لمحے گیٹ پر گاڑی کا ہارن بجا چوکیدار چونک کر گیٹ کی طرف متوجہ ہوا پھر فوراً ہی گیٹ کھول دیا..... حنا کو یلو کیب کی جھلک دکھائی دی پھر کھٹاک دروازے بند ہونے کی آواز آئی اور چند لمحوں بعد عائشہ اور جوریا تو سامنے تھیں..... وہ پائپ پھینک

کر اُن کی طرف بڑھی۔۔۔

"السلام علیکم۔" قریب پہنچ کر اس نے سلام کیا دونوں اپنے اپنے دھیان سے چونکی تھیں۔۔۔

"ارے حیا۔۔۔ تم۔۔۔؟ کب آئیں اماں اور چھوٹی اماں بھی آئی ہیں۔۔۔؟" [illegible] نے اسے بے ساختہ گلے لگا کر پیار کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ میں اکیلی ہی آئی ہوں پھوپھو میرا مطلب ہے رات آئی تھی [illegible] کے ساتھ وہ پھوپھو آپ کے ساتھ لاہور جا رہی ہیں ناں۔۔۔ ربیعہ آپا بھی کوئٹہ چلی گئی ہیں [illegible] کالج چلی جاتی ہیں تو اسی وجہ سے پھوپھو نے بلوا لیا۔ پیچھے گھر بالکل اکیلا رہے گا۔"

"اچھی بات۔۔۔ بہت اچھا کیا۔۔۔ آج کل نوکر اتنے ذمہ دار کہاں ہوتے ہیں وقت یوں بھی بہت خراب جا رہا ہے۔۔۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے ہم سب کو۔" حور بانو بولیں۔

تینوں اندر آئیں تو صادقہ سامنے ہی نظر آ گئیں۔۔۔

"میں سوچ رہی تھی کہ گیارہ بج گئے آپ ابھی تک نہیں پہنچیں۔۔۔؟" وہ حور بانو کو دیکھتے ہی بولیں۔

"ارے یہاں دھرا ہے انور۔۔۔ کب سے تو بیٹھے ہوئے ہیں ٹیکسی میں۔" [illegible] صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"تو آپ تو یوں تھکن سے بے حال نظر آ رہی ہیں جیسے انور سے پیدل آ رہی ہوں۔" صادقہ بیگم نے ہنس کر کہا پھر حیا سے بولیں۔۔۔

"بیٹے پانی پلاؤ پھوپھو کو اور آنٹی کو۔"

حیا فوراً ہی کچن کی طرف چل پڑی۔۔۔

"میں نے حیا کو دیکھا تو سمجھی کہ شاید اماں اور بھابی آئی ہوئی ہیں۔" عائشہ بولیں۔

"ہاں بس۔۔۔ میں نے بلوا لیا۔۔۔ گھر بالکل اکیلا ہو رہا تھا۔" صادقہ بیگم بولیں۔

"تو اماں یا چھوٹی اماں کو بلوا لیتیں۔۔۔ صادقہ جوان بچی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔۔۔ پھر جوان بچے ہیں گھر میں۔۔۔ میرے منہ میں خاک۔۔۔ بچے تو بہت اچھے ہیں مگر [illegible] ہوتی ہیں پھر بھی بات۔" عائشہ بہت آہستہ آواز میں کہہ رہی تھیں۔۔۔

"وہ تو ٹھیک ہے آپا۔۔۔ اماں اور چھوٹی اماں بہت مشکل ہی سے اپنا ٹھکانہ [illegible]

پھر بڑے ابا پاپا۔۔۔ اتنے بڑے گھر کی ذمہ داری نوکروں پر تو اب ان کے بس کی بات نہیں پھر خواہ مخواہ انہیں تکلیف دینا۔۔۔ بس یہی سوچ کر بچی کو بلوا لیا کہ صادق بھائی کی سب بچیاں ماشاء اللہ بہت سنجیدہ اور سمجھدار ہیں۔" صادقہ بیگم نے وضاحت سے بتایا۔۔۔

"وہ تمہاری بات ٹھیک کہ بچیاں بہت سمجھدار اور باشعور ہیں مگر ہیں تو بچیاں ابھی انہوں نے دنیا کتنی دیکھی ہے۔۔۔؟ کتنا سمجھا ہے جوان بچی کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے میری مانو تو اماں یا چھوٹی اماں کو بھی بلوا لو اصرار کر کے اسی بہانے چار دن وہ بھی سکون سے بغیر جھگڑے گزار لیں گی۔" عائشہ نے سمجھانے کے انداز میں کہا تو صادقہ بیگم متفکر سی ہو گئیں اور بولیں۔۔۔ "اتنی گہرائی تک تو میں نے نہیں سوچا تھا شاید اس لئے کہ بچیاں بھی اپنی ہیں اور اللہ اپنا کرم کرے بیٹا بھی اچھی راہ پر ہے وہ بہنوں کا بھائی ہے بہت ذمہ دار ہے۔۔۔ خیر آپ کہتی ہیں تو میں ابھی فون کر کے اماں کو کہے دیتی ہوں۔"

"صاف صاف بات کر لینا اماں سے اپنی اس سے کیا پردہ۔۔۔؟ صاف بات کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ نہ نہیں کر سکیں گے اور آ جائیں گی۔" حور بانو نے بھی عائشہ سے اتفاق کا اظہار کیا۔۔۔

"اچھی بات۔۔۔ میں پہلے اماں سے بات کرتی ہوں پھر دانیال کو فون کر کے کہہ دیتی ہوں کہ وہ شام کو اپنی کسی بھی نانی کو لے آئے۔۔۔ آپ دونوں چائے تو لیں گی ناں۔۔۔؟ آپ تھکی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔"

"چائے تو خیر پلاؤ۔۔۔ اب تھکن کیا۔۔۔ سامنے پھر ایک سفر ہے تم نے تو اپنی تیاری کر لی ناں۔۔۔؟" عائشہ بولیں۔۔۔

"جی۔۔۔ میری تو تیاری مکمل ہو چکی۔۔۔ ڈرائیور تو آج کل ہے نہیں دانیال جلدی آ گیا تو ائیرپورٹ چھوڑ کر آ جائے گا ورنہ نوکر کو بھیج کر ٹیکسی منگوا لوں گی۔"

"ارے بھئی آتے ہوئے تو ٹرین کا سفر کیا تمہارے شوق کے کہ مدت سے ٹرین میں کوئی لمبا سفر نہیں کیا تھا مگر بس چار گھنٹے ٹرین لیٹ ہوئی تو سارے ارمان ٹھنڈے ہو گئے۔" حور بانو قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔۔۔ عائشہ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔۔۔ صادقہ مسکراتی ہوئی لاؤنج سے باہر نکلیں اور حیا پانی اور کولڈ ڈرنک ٹرے میں سجائے اندر آئی۔۔۔

"یہ کولڈ ڈرنک کیوں لے آئیں بیٹا ایسی کوئی گرمی تو پڑ نہیں رہی اس وقت تو چائے

پینے کا موڈ ہے۔" حور بانو نے ٹرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا......

"آپ پانی پئیں میں چائے لے کر آتی ہوں۔" اُس نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بڑی شائستگی سے کہا......اور سیدھی ہو کر قمیض کھینچ کر درست کرنے لگی......

چائے کا تو صادقہ خانساماں کو کہنے گئی ہیں...... حور بانو بہت گہری نظروں سے حیا کے سراپے کا جائزہ لیتے ہوئے کہہ رہی تھیں...... عائشہ پانی پی رہی تھیں...... ایک گلاس اُنہوں نے حور بانو کے سامنے بھی رکھ دیا تھا......



دانیال بہت ڈبل مائنڈڈ بلکہ بہت اُلجھا ہوا نور محمد خان کے آفس میں داخل ہوا تھا۔ نور محمد خان اُسے دیکھ کر یوں کھل اُٹھے جیسے کوئی دیرینہ دوست مدت بعد اچانک سامنے آ گیا ہو۔ ہاتھ بڑھا کر بڑے تپاک سے اُس کا استقبال کیا......

"السلام علیکم۔" دانیال کے ہونٹوں پر بڑی شرمساری مسکراہٹ تھی......اُس نے نور محمد خان کا ہاتھ تھامتے ہوئے سلام بھی کیا تھا......

"جیتے رہو برخوردار۔" اُنہوں نے کہتے ہوئے ساتھ اُسے بیٹھنے کا بھی اشارہ کیا۔

"یونیورسٹی سے آ رہے ہیں آپ......؟" اُنہوں نے رسمی بات چیت شروع کی......

"جی......ڈائریکٹ...... پہلے تو یہ بتائیے کہ شیخ صاحب کی طبیعت کیسی ہے......؟" اُس نے اب نظریں جھکا کر سنجیدگی سے پوچھا......

"بس بیٹے......ڈاکٹر ان کی طرف کم اور اُن کے پاس فٹ مشینوں کو زیادہ دیکھتے ہیں......کسی پر آفت ٹوٹتی ہے اور ہسپتال کے مالکان کی چاندی ہوتی ہے......بس دعا کرو بیٹا آپ بھی کیجئے...... اک ذرا آنکھ کھولیں تو اُنہیں کوئی اچھی خبر سنائیں جو اس وقت اُن کی اصل دوا ہے جو ضرور کارگر ہو گی......اُن کی جان تو بس اُن کی اکلوتی بیٹی میں اٹکی ہوئی ہے......ورنہ اب یہ دنیا اُن کے کسی کام کی نہیں...... کہانی تو بہت لمبی اور پیچیدہ ہے سمجھ نہیں آتی آپ کو کیا بتاؤں اور کیا چھوڑوں......؟"

اُسی لمحے انٹرکام کی بیل رنگ ہوئی نور محمد خان کی توجہ اس طرف چلی گئی......

"میں نے آپ کو کہا بھی تھا مسٹر بابر کہ آدھے گھنٹے تک مجھے بالکل ڈسٹرب نہ کیا جائے۔" وہ قدرے ناراضگی سے ریسپشنسٹ سے کہہ رہے تھے......

"جی......جی فرمائیے......جی......کون......گل ریز......؟ لگ کیا رہا ہے اُسے وائنڈ کرنے کے علاوہ کوئی اور کام تو آتا ہی نہیں......بھیج دو اندر۔" وہ آف موڈ میں بولے اور انٹرکام بند کر دیا......

اُسی لمحے دروازہ کھلا......اور گل ریز اندر داخل ہوا......

"جب آؤ یہی سننے کو ملتا ہے میٹنگ ہو رہی ہے ارے بھئی یہ دفتر ہے یہاں تو ہر وقت کوئی نہ کوئی میٹنگ ہو گی......گھر پر جاؤ تو لوگ سو جاتے ہیں......دفتر میں میٹنگ کا بہانہ......خان صاحب پلیز آپ مجھے چیک دے دیجئے تاکہ یہ آنا جانا ختم ہو۔" گل ریز نے کسی قسم کی مصلحت یا تکلف سے کام لئے بغیر آتے ہی اپنے مطلب کی بات کی اور دانیال کی طرف ایک نگاہِ غلط انداز بھی پسند نہیں کی......اور نہ ہی کرسی پر بیٹھا......

"میاں صاحبزادے......اگر آپ کو میٹنگ کا بتایا گیا تھا تو کوئی جھوٹ بات نہیں تھی آپ دیکھ رہے ہیں اس وقت آفس میں میں اکیلا نہیں ہوں۔" نور محمد خاں بہت ضبط سے کام لیتے ہوئے نارمل انداز میں بولے......

"کیا تماشہ بنایا ہوا ہے آپ لوگوں نے بڈھا مر جائے گا......؟ اس کی لیگل کمیٹی کے ممبرز فائلیں کھول کر سر جوڑ کر بیٹھ جائیں گے......ان فائلوں میں میرے لئے کہیں ایک گلاس ٹھنڈا پانی نہیں لکھا ہو گا......مجھے اسی وقت چیک چاہئے۔"

دانیال بہت شاکڈ ہو کر سر اُٹھا کر اس لمبے تڑنگے اور نہایت بدتمیز نوجوان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

نور محمد خان بہت جزبز ہو رہے تھے اور کچھ زیادہ ہی ضبط سے کام لے رہے تھے۔ دانیال بھی گل ریز پر نظر ڈال کر پھر سے سنبھل کر بیٹھ گیا تھا اور نور محمد خان کو شرمندگی سے بچانے کیلئے خود کو جتنا بے نیاز ظاہر کر سکتا تھا کر رہا تھا اور ٹیبل کیلنڈر کو الٹ پلٹ کر یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس کی ساری دلچسپی کیلنڈر کی طرف ہو۔

میاں......دنیا میں پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی وضع داری، اخلاق، تہذیب بھی ہوتی ہے۔ جو انسان اور حیوان کے درمیان فرق کی لکیر کھینچتی ہے......" نور محمد خان بہت پروقار اور حلیم انداز میں کہہ رہے تھے نظریں جھکی ہوئی تھیں شاید اس لیے کہ لب و لہجے کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھیں۔

جس کے پاس پیسہ ہوتا ہے اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے...... اخلاقیات انسان کی خواہش پوری نہیں کر سکتیں...... "گل ریز اسی طرح بدتمیزی سے کہہ رہا تھا۔"

اور خواہشات کا غلام ہونا بہت بڑی ذہنی بیماری ہے...... "آپ پلیز بیٹھ کر بات کیجئے میرا خیال ہے اس میں کوئی حرج تو نہیں؟"

آپ کام کی بات کیجئے...... دوسری صورت میں آپ مجھ پر وائلیشن کا چارج نہیں لگا سکتے وہ غضب ناک ہو کر اور ٹیبل پر گھونسا مار کر کہہ رہا ہے۔

"بیٹا سات لاکھ کی بات ہے ساٹھ ستر ہزار کی بات ہوتی تو میں اپنے اکاؤنٹ سے دے دیتا نور محمد خان سمجھانے والے انداز میں بولے۔"

"مجھے کچھ سمجھنا ہی نہیں ہے۔ مجھے کوئی آواز ہی نہیں آ رہی...... میرے ذہن میں تو صرف ایک بات ہے کہ مجھے آپ کی ٹیبل سے سات لاکھ کا چیک اُٹھانا ہے...... گل ریز اب بہت عجیب اور نا سمجھ میں آنے والے لہجے میں کہہ رہا تھا۔"

نور محمد خان جواب میں بالکل خاموش تھے جواب جاہلاں باشد خاموشی کے مصداق وہ بہت بے بسی محسوس کر رہے تھے۔

گل ریز چند لمحے ان کے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر ایک دم سیدھا ہو کر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا۔

میں حمی کے پاس جا رہا ہوں...... اور اس سے سات لاکھ کے بجائے دس لاکھ کا چیک لوں گا اور کوئی کچھ بھی نہ کر سکے گا...... وہ غرانے کے انداز میں گویا ہوا۔

آپ اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتے...... شاید آپ بھول رہے ہیں۔ اب نور محمد خان نے قدرے ناگواری و تلخی سے کہا۔

"گارڈ کو شوٹ کر کے تو اندر جا سکتا ہوں......؟ وہ استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔"

پھر دس لاکھ آپ کے کس کام کے...... مرڈر گارڈ کا ہو یا آپ کا...... مرڈر تو مرڈر ہے نور محمد خان اطمینان سے کہہ کر دراز میں کچھ تلاش کرنے لگے۔

دانیال بہت یکسو ہو کر اس صورت حال پر غور کر رہا تھا اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا اسے نور محمد خان صاحب پر بہت ترس آ رہا تھا ایک ستر سال کا بوڑھا آدمی کس طرح ایک وحشی کو ڈیل کر رہا تھا۔

آپ شام تک حمی کے ساتھ میرا نکاح پڑھوانے پر مجبور ہو جائیں گے گل ریز نے دھمکی دی اور تیزی سے پلٹ گیا۔

آفس میں جیسے سب نے سانس روک لیا تھا۔ سناٹا وحشت ناک ہو گیا یوں جیسے کسی گھر میں اچانک گھر کے کسی فرد کی موت کی خبر آ گئی ہو...... اور ماحول میں ماتم سے پہلے کی حیرت و سکوت ہو۔

"دانیال اور نور محمد خان اپنی اپنی جگہ بالکل پتھر بنے بیٹھے تھے۔"

آپ کو اتنا تو اندازہ ہو گیا ہو گا بیٹے کہ شیخ صاحب کس قسم کے حالات سے گزر رہے تھے اور کیوں بہت جلد اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہ رہے تھے......؟ بالآخر نور محمد خان نے ماحول پر چھایا ہوا سکوت توڑا جیسے پر سکون تالاب میں کوئی پتھر گرا۔

"دانیال نے بھی اپنے دھیان سے چونک کر سر اُٹھایا۔"

"ویری سیڈ سر...... ویری سیڈ...... میں اس فیملی کے لئے بہت اذیت محسوس کر رہا ہوں...... اور بہت سا گلٹ (Guilt) بھی۔ یہ ہم نے کیا کیا...... دانیال کے لہجے میں بلا کی شرمندگی اور تاسف تھا۔"

اب آپ اس طرف توجہ دیجئے کہ ہم نے آپ کو اپنے آفس کیوں بلایا ہے؟ یہ تو قدرت کی طرف سے ایسا ہوا کہ آپ نے بہت کچھ دیکھ لیا بہت کچھ سن لیا...... نور محمد خان نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال کر بڑی متانت سے بات کی اور کچھ دیر پہلے کے پھیلے ہوئے تاثر کو ماحول سے مٹانے کی شعوری کوشش کی......

جی...... جی...... میں اسی بات کا انتظار کر رہا تھا کہ آپ فرمائیں کہ آپ نے کس وجہ سے میری عزت افزائی کی...... دانیال لاشعوری طور پر بہت مکلف الفاظ استعمال کر رہا تھا اور یہ نور محمد خان کی بہت مستحکم شخصیت کا اثر تھا۔

بیٹا...... میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں آپ کو بتانا چاہتا تھا وہ از خود آپ کو پتہ چل گیا ہے کہ شیخ صاحب کتنی پریشانی میں ہیں اور اپنی بیٹی کو پہلی فرصت میں محفوظ ہاتھوں میں دیکھنا چاہتے ہیں...... وہ ٹھیک ہے کہ آپ دونوں دوستوں نے ایک شرارت کی۔ اس عمر میں عموماً نوجوان اسی قسم کی انہونے منٹ کیا کرتے ہیں...... زندگی کو بہت آسان سمجھ رہے ہوتے ہیں...... جو ہوا اب اس پر بحث نہیں مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ لوگوں نے جو مذاق کیا تھا آپ اسے سنجیدگی میں تبدیل کر

دیجئے......

"سوری...... میں سمجھا نہیں...... دانیال نے بہت کچھ سمجھتے ہوئے بھی (Shocked) ہو کر کہا اس کا تو جیسے دل ہی ڈوبنے لگا تھا۔"

لڑکی بہت اچھی ہے۔ اس کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا ہے۔ اس کی طبیعت اس کا مزاج میں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ بڑی پیاری بچی ہے...... اس کا ساتھ کسی بھی شخص کیلئے خوش بختی کا باعث ہوگا انشاءاللہ...... آپ کسی بھی طرح اپنے دوست کو راضی کیجئے...... بلکہ...... بولتے بولتے نور محمد خان کچھ جھجک سے گئے......

"بلکہ......؟ دانیال ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔"

اگر آپ کے دوست کسی مجبوری کی وجہ سے رضامند نہ ہوں تو میں سمجھتا ہوں آپ بھی کے لیے اچھے اور مخلص ساتھی ثابت ہو سکتے ہیں...... نور محمد خان صاحب نے اپنی بات مکمل کی اور سگریٹ نکالنے لگے۔

دانیال کو تو جیسے سکتہ ہو گیا وہ پوری آنکھیں کھولے نور محمد خان صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس رشتے میں آپ کو فائدہ ہی فائدہ ہے...... میری بات کا یقین کیجئے۔ بچی بے حد خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت مہذب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ آپ سے عمر میں چھوٹی نہیں تو برابر ہوگی...... ابھی جو صاحبزادے یہاں کھڑے پھول جھاڑ رہے تھے انہوں نے اس بچی کی زندگی اجیرن کر کے رکھ دی ہے...... آپ نے خود اپنے کانوں سے ان کی دھمکی بھی سن لی...... اگر اس بدبخت نے زور زبردستی سے اس بچی سے شادی کر لی تو یقین کریں وہ جیتے جی مر جائے گی خدانخواستہ۔"

"کمال کی بات ہے اس بچی کے بے حساب رشتے آ رہے ہیں مگر ایک بھی ایسا نہیں جو اس کی دولت کے چکر میں نہ آیا ہو...... نور محمد خان صاحب بہت دکھ سے کہہ رہے تھے۔ دانیال بہت توجہ سے ان کی بات سن رہا تھا اور بجلی کے کوندے کی طرح ایک خیال اس کے ذہن میں لپکا تھا...... "وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔"

"آپ ہماری گارنٹی کیسے دے سکتے ہیں خان صاحب......؟ اب وہ خود پر کنٹرول کر کے بہت سکون سے مخاطب ہوا۔"

"بیٹے آپ کی گارنٹی کیلئے یہی کافی ہے کہ آپ نے مذاق کیا تھا آپ شادی کر...

موڈ میں نہیں تھے اور آپ کو تحریم بی بی کی بے پناہ دولت کا اندازہ بھی نہیں تھا۔"

"خان صاحب بڑی شفقت سے مسکرائے۔"

"دانیال لاجواب سا ہو کر خاموش ہو گیا۔"

ایک منٹ بیٹا ذرا میں تحریم بیٹا کو فون کر کے ہوشیار کر دوں...... یہ وہاں ضرور جائے گا دولت کی ہوس میں یہ لڑکا ذہنی توازن کھو چکا ہے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ نور محمد خان صاحب نے اچانک کسی دھیان سے چونک کر کہا اور کوئی نمبر ڈائل کرنے لگے...... پھر ریسیور کان سے لگا کر دوسری جانب سے کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگے......

دانیال بھی متفکر سے انداز میں فل اٹینشن ہو کر ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بہترین ماں باپ کی رفاقت میں عمر نے یہاں تک کی منزلیں طے کی تھیں اس کیلئے یہ سب کچھ بہت ہی زیادہ اور ٹینس فل تھا۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ دنیا میں لوگ اس قدر عذاب سہتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں جبکہ ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جس کی تمنا ہر زندہ اور ہوش مند انسان کرتا ہے......

ہاں کون...... غفور......؟ تحریم بیٹا کیا کر رہی ہیں؟ نور محمد خان اب ماؤتھ پیس میں بول رہے تھے۔ دانیال کے اعصاب میں سنسناہٹ ہونے لگی وہ پر تجسس انداز میں خان صاحب کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

اچھا ہاسپٹل گئی ہوئی ہیں...... اچھا ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے میں ان کے موبائل پر رنگ کرتا ہوں...... انہوں نے لائن ڈسکنیکٹ کر کے دوسرا نمبر ملانا شروع کر دیا...... دانیال ہنوز ان کی ایک ایک حرکت کی طرف متوجہ تھا۔

"ہاں...... السلام علیکم...... جی وعلیکم السلام بیٹا...... آپ کہاں ہیں؟ ہاسپٹل میں......؟"

"دیکھئے بیٹا آپ وہیں رہیے ہم آپ کے پاس آ رہے ہیں آپ اکیلی گاڑی لے کر کہیں مت نکلیے خواہ کتنی بھی ایمرجنسی ہو۔ ہمارا انتظار کریں...... نہیں نہیں گھبرانے کی بات نہیں ہے آپ آرام سے وہیں بیٹھیں ہم آپ کے پاس پہنچتے ہیں۔ او۔کے؟" نور محمد خان صاحب نے رابطہ منقطع کر کے دانیال کی طرف دیکھا اور بہت آہستگی سے ریسیور رکھ دیا۔ وہ گہری سوچ میں تھے...... دانیال ان کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا......

"خان صاحب...... معذرت کے ساتھ...... آپ اتنا Highly رسک کیوں لے

رہے ہیں۔ مجھے پتہ نہیں معلوم کہ ان صاحب کا شیخ صاحب سے کیا رشتہ ہے لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی قریبی رشتے داری ضرور ہے۔ آپ لوگ پیسہ دے کر اس بندے کو فارغ کیوں نہیں کر دیتے؟ بالآخر دانیال سے رہا نہ گیا بہت دیر سے جو خیال اس کو تنگ کر رہا تھا وہ اس نے الفاظ کے جامے میں ڈال دیا۔"

نور محمد خان چونکہ کسی خیال میں بہت دور پہنچے ہوئے تھے ایک دم دانیال کی بات سمجھ نہیں سکے اور خالی خالی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے...... پھر بڑی مہارت سے خود کو سنبھال کر مسکرائے...... بے تاثر...... بے معنی سی مسکراہٹ۔

یہ سات لاکھ کا تقاضہ پہلی مرتبہ یا آخری مرتبہ نہیں ہے دانیال میاں یہ تو ایک طرح سے مسلسل غنڈہ گردی ہے۔ دو مہینے قبل شیخ صاحب نے بہت عرصے سے پورچ میں کھڑی فور وہیل ڈرائیو ان موصوف کو گفٹ کر دی تھی اور انہوں نے پندرہ دن کے اندر ہی اس کو سیل کر دیا تھا کہ ان کو اپنے لگژری اپارٹمنٹ کے Dues کلیئر کرنا تھے۔ نور محمد خان صاحب بے خیالی کے انداز میں بات کر رہے تھے۔

اتنے بڑے گفٹ تو اسی کو دیئے جاتے ہیں جس سے کوئی بہت قریبی رشتہ یا تعلق ہو۔ اگر رشتہ ہے تو وراثت میں بھی حصہ ہوگا ان کا حصہ دے کر جان چھڑائیے کیوں سب لوگ اتنا ٹینشن لے رہے ہیں۔ دانیال بہت الجھ کر بات کر رہا تھا۔ (لڑکی کی شادی پر تلے ہوئے ہیں اسپتالوں میں جا پڑے ہیں اس وحشی کو پیسہ دے کر ایزی (Easy) کیوں نہیں ہوتے؟) وہ حیرت سے سوچ رہا تھا۔

دانیال بیٹا کچھ باتیں بہت پردے کی ہوتی ہیں...... ان کا پردے میں رہنا ہی بہت سے لوگوں کے حق میں ہوا کرتا ہے۔ شیخ صاحب اس لڑکے کو اتنا کچھ دے چکے ہیں کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا مگر وہ جو ہے ناں کہ مفت کی دولت انسان کو بہت سے شوق لگا دیتی ہے۔ بس کچھ ایسا ہی معاملہ ہے...... اور بیٹا...... اللہ کی پناہ اس انسان سے جس کو بغیر محنت کمانے کی عادت پڑ جائے...... خان صاحب نے بولتے بولتے کانوں کو ہاتھ بھی لگایا۔

"دانیال الجھی ہوئی نظروں سے خان صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔"

بیٹا...... آج آپ کو بہت اہم بات کرنے کیلئے آیا تھا بلکہ سوچا تھا آج بہت کچھ طے کر کے ہی اٹھوں گا مگر وہ بدبخت پریشانی میں ڈال گیا ہے۔ اس وقت مجھے بس ہسپتال کی فکر

ہے...... میں ہاسپٹل جا رہا ہوں۔ انشاءاللہ...... ہم بہت جلد ملیں گے۔ ہو سکتا ہے ایک دو روز میں ولی آفندی بھی تشریف لے آئیں...... پھر آپ انہیں بھی ساتھ لائیے گا میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں......

ارے نہیں...... پلیز آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں...... ہمیں تو اس بات پر بے پناہ شرمندگی ہے کہ ہم نے ایک ڈسٹرب فیملی کو مزید ڈسٹرب کر دیا...... دانیال نے بری طرح شرمندہ ہو کر ان کی بات کاٹی......

میں اجازت چاہوں گا...... انشاءاللہ اگلی مرتبہ کی ملاقات میں ولی بھی ہمارے درمیان ہوگا دانیال نے کھڑے ہو کر مصافحے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھایا......

اجازت؟ اپنا خیال رکھئے گا خان صاحب...... اس نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"اللہ کی امان میں بیٹا...... اللہ حافظ...... خان صاحب نے بھی بہت گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دبایا تھا!"



"دانیال بہت ڈسٹرب، بہت الجھا ہوا گھر میں داخل ہوتا ہے۔"

حبا لاؤنج میں صوفے پر دراز شوبز سے متعلق کسی میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ دانیال کو اندر آتا دیکھ کر ایک دم اٹھ کر بیٹھ جاتی ہے اور شرمگیں سی مسکراہٹ کے ساتھ دوپٹہ سنبھالنے لگتی ہے نظریں اٹھا کر دانیال کا چہرہ دیکھنے کی تاب نہیں تھی۔

اماں جان اور عائشہ خالہ وغیرہ چلی گئیں......؟ دانیال نے سنجیدگی سے پوچھا تھا یوں جیسے ان کے درمیان لطیف جذبات کا سمندر کبھی موجزن نہ ہوا تھا۔

حبا نے اس کی غیر معمولی سنجیدگی کو محسوس کیا اور چونک کر اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی کب سے یہی سوچ رہی تھی کہ کسی بھی لمحے کوئی اندر آئے گا...... ساری دنیا کی غیر مرتب بے ہنگم آوازیں سات سُروں میں ڈھل جائیں گی...... روشنی سات رنگوں میں ٹوٹنے لگی ہر طرف قوس و قزح بکھرے گی

مگر یہ کیا...... ایک دم سے ہر طرف دھند سی پھیل گئی۔ اس کے اندر خوف اترنے لگا...... پھر مجھے جانا ہے آپ کو فون تو کیا تھا گھر سے نکلتے ہوئے...... اور ہاں پھوپھی اداس!

بڑی دادی کو بھی تو لانا تھا...... پھوپھو نے کہا تھا آپ کو یاد دلا دوں...... جنا نے بھی اب سنجیدگی اور معمول کے انداز میں بات کی۔

اوکے...... مجھے یاد ہے...... تم انسٹیٹیوٹ کیلئے کب نکلو گی تمہیں ڈراپ کرتے ہوئے انہیں لے آؤں گا...... وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک کر پوچھنے لگا لاشعوری طور پر وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا اور جنا یہ سب کچھ بہت محسوس کر رہی تھی۔

انسٹیٹیوٹ تو میں بس سے بھی چلی جاؤں گی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ واپسی میں البتہ خاصا اندھیرا ہو جاتا ہے آپ اگر لینے آ جائیں...... اس نے ذرا جھجکتے ہوئے کہا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ اماں جان میری ڈیوٹی لگا کر گئی ہیں۔ بیلا تو ابھی نہیں آئی گی؟" اس نے اپنی ریسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں...... ابھی نہیں آئیں...... آپ کھانا کھائیں گے یا چائے وغیرہ......" جنا نے اپنی ذمہ داری نبھانے کی کوشش کی۔"

تھینکس...... فی الحال کچھ بھی نہیں...... تم تیار ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا...... میں تھوڑا ریسٹ کرنا چاہتا ہوں...... بہت تھکن فیل ہو رہی ہے...... وہ بولا......

"تو آپ ریسٹ کریں ناں...... میں بس سے چلی جاؤں گی...... جب آپ دادی کو لے کر آ گئیں تو مجھے انسٹیٹیوٹ سے Pick کر لیجئے گا...... جنا نے اسے ایزی کرنے کی سعی کی۔"

اچھا ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی...... وہ بے تاثر لہجے میں کہتا ہوا لاؤنج سے نکل گیا۔ پتہ نہیں کہاں سٹرکیں ماپ رہے تھے...... جو اس قدر تھک گئے ہیں۔ جنا نے بیزاری سے منہ بناتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں کہا...... "اور اپنی تیاری کی نیت سے رہائشی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔" رات والا دانیال تو جانے کہاں گم ہو گیا تھا یہ دن والا دانیال تو بری طرح چڑ کر رہا تھا۔

"نیند ٹوٹ گئی تھی...... سہانا خواب آخر خواب ہی ٹھہرا۔"



نور محمد خان بہت عجلت کے انداز میں ہاسپٹل میں داخل ہوئے تھے ان کی نظریں ادھر ادھر تحریم کو تلاش کر رہی تھیں۔ پہلے وہ وہ سیدھے لاؤنج میں پہنچے...... لاؤنج فل تھا مگر تحریم وہاں نہیں تھی...... وہ فوراً وہاں سے مڑ کر پلٹے اور اس طرف آئے جہاں [illegible]

رہے تھے...... اطراف میں دور دور نگاہ دوڑائی مگر تحریم وہاں بھی نظر نہ آئی اب تو خان صاحب کی پیشانی سے پسینہ پھوٹنے لگا۔ انہوں نے فوراً اپنا موبائل نکالا اور تحریم کا سیل نمبر ڈائل کیا۔

"دوسری رنگ پر ہی کال ریسیو ہو گئی۔"

جی انکل...... اسلام علیکم...... آپ کہاں ہیں؟ تحریم کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"اوہ...... خان صاحب نے تحریم کی پرسکون آواز سن کر سکون کا سانس لیا۔"

ہم تو ہاسپٹل میں ہیں بیٹا مگر آپ کہاں چلی گئیں......؟ وہ فکر سے بول کر پوچھنے لگے۔

"انکل...... میں یہاں کینٹین میں چھپی بیٹھی ہوں...... وہ بہت پریشان محسوس ہوئی۔"

کیوں بیٹے...... کس سے چھپ کر بیٹھی ہیں آپ؟ کیا ہوا؟ خیریت تو ہے ناں؟ نور محمد خان صاحب کی آواز میں لرزش سی آ گئی تھی جب انسان وہ سوال کرتا ہے جس کا جواب اسے پہلے ہی پتہ ہو تو سوالیہ جملے کا حرف حرف کھوکھلا ہوتا ہے۔ اس سے کوئی کیفیت یا تاثر واضح نہیں ہوتا۔

انکل گھر سے غفور کا فون آیا تھا کہ گل ریز نے گیٹ پر بہت ہنگامہ کیا تھا اور لاک پر فائر بھی کیا تھا جب اسے قسم کھا کر بتانا پڑا کہ میں گھر پر نہیں ہوں ہاسپٹل میں ہوں غفور بہت خوفزدہ ہو گیا تھا گل ریز کے وہاں سے ہٹتے ہی اس نے مجھے فون کر کے خبردار کر دیا تھا...... اسی لیے میں کینٹین میں آ کر بیٹھ گئی اور آپ کا انتظار کر رہی ہوں...... تحریم نے خوف کی کیفیت میں بات مکمل کی۔

او کے بیٹا...... آپ وہیں رہیں ہم آ رہے ہیں...... نور محمد خان صاحب نے موبائل آف کر کے جیب میں ڈالا اور رومال نکال کر کھولا، جھٹکا اور چہرے سے پسینہ پونچھنے لگے۔



نور محمد خان آغا خان ہاسپٹل کے کینٹین میں داخل ہوئے تو وہاں اچھا خاصا رش تھا مختلف کھانوں اور اسنیکس وغیرہ کی خوشبوئیں فضاء میں رچی ہوئی تھیں۔ مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے تیمار دار، عیادت کنندگان اور ہاسپٹل کے عملے کے ارکان وہاں موجود تھے اور طرح طرح کے عجیب و غریب و سادہ قسم کے ملبوسات کی نمائش بھی ہو رہی تھی۔ سلیولیس، حجاب، ساڑھی، اسکرٹ، عبا۔ مردوں میں بھی کچھ آدھے برہنہ (شارٹ پینٹ وٹی شرٹ میں ملبوس) کرتے پاجامے لکھنوی ٹوپی، شیروانی جناح کیپ، پورے پورے سوٹڈ بوٹڈ...... غرض محدود فضاء میں دیکھنے کیلئے بہت کچھ تھا۔ ان کی متلاشی نظریں بالآخر ایک جگہ ٹھہر گئیں۔ تحریم سب سے آخر میں بیٹھی

طرف آ گئی ۔۔۔ بیٹھنے کے کام سے مرشاخ بدی کی سیاہ چادر میں خود کو لپیٹے نظریں جھکائے ہوئے اول سے کھلتی ہوئی یا لاشعوری طور پر اپنی پریشانی کو چھپانے کی کوشش کرتی ہوئی۔۔۔

نور محمد خان اس کی بغل میں چلے گئے یہ الگ بات دستوں بندوں کو ہٹاتے گرتے ہوئے بھکنے ری کہتے ہوئے۔

"تحریم نے یونہی کسی دھیان میں گم لاشعوری انداز میں پلکیں اٹھائیں اور نور محمد کو سامنے پا کر ایک لمحہ وہ ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔"

"السلام علیکم انکل۔۔۔ وہ سلام کرتے ہوئے داخلی دروازے کی سمت بڑھ آئی بھی دیکھ رہی تھی اگرچہ خود وہ بھی مگر کوشش کر رہی تھی کہ ظاہر نہ ہو۔"

"وعلیکم السلام بیٹا۔۔۔ تشریف رکھئے۔۔۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔"

"خان صاحب بیٹھتے ہوئے گویا ہوئے۔

"انکل اس شخص نے تو پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔ آپ لوگ کیوں اس سے بلا کرتے ہیں جو مانگتا ہے دے دیجئے۔۔۔ کم از کم ہم سب سکون میں تو ہوں گے کیا فائدہ ایسی دولت کا جس کی وجہ سے انسان آزادی کا سانس بھی نہ لے سکے۔" تحریم جیسے پھٹ پڑی۔۔۔

آپ اپنی جگہ درست سوچتی ہیں مگر بیٹا اس طرح ہوتا نہیں ہے۔۔۔ آپ کے انکل یہ دولت کالے دھن سے نہیں کمائی بہت محنت سے کمائی ہے لوگوں کو عیش و عیاشی کی زندگی گزارنے کیلئے انہوں نے اپنی جوانی توانائیاں صرف نہیں کیں۔۔۔ سمجھ رہی ہیں ناں آپ میری بات۔۔۔ اگر یہ دس سات لاکھ لے کر ایک طرف ہو جائے تو میں ابھی اس کو سات لاکھ کا چیک دے دوں مگر ان سات لاکھ کے بعد اگلے مہینے اسے پچاس ساٹھ لاکھ کا کوئی اپارٹمنٹ پسند آ سکتا ہے اس کے اگلے مہینے اسے ضروری کام سے سوئٹزر لینڈ میں پڑ سکتا ہے۔۔۔ ابھی چھ مہینے قبل اس کو U.K لاکھ میں بار بار گیا تو موصوف شیخ صاحب کے خرچے پر اس کی عیادت کو گئے اور دولت واقعی بیمار تھا یا لندن کی سیر کا بہانہ تھا۔۔۔ بیٹا۔۔۔ آپ خود سوچیں کوئی حد ہوتی ہے۔

خان صاحب دھیمے اور آہستہ لہجے میں بول رہے تھے۔ بولتے بولتے چپ ہو گئے اور [illegible] انداز میں بولے۔

"ہاں۔۔۔ مگر اگر آدم کے بیٹے کو دولت کی بھوک لگ جائے تو پھر دولت کوئی معنی نہیں آپ اس کو دولت کیوں نہیں دے دیتے۔۔۔ سخت غصہ [illegible] کرتے ہوئے بہت آرام سے!!

رہی تھی۔

"کس شخص پر بیٹا۔۔۔ کس وجہ سے۔۔۔ وہ تو اتنا ہوشیار ہے سب کچھ اتنی صفائی سے کرتا ہے کہ نشان تک نہیں چھوڑتا۔۔۔ لیکن کچھ تو کرنا ہوگا اس طرح کب تک چلے گا۔۔۔ خان صاحب بہت سوچ سوچ کر بول رہے تھے۔۔۔

"اس ظالم کی وجہ سے میرے پاپا اس حال کو پہنچے ہیں۔۔۔ ہر وقت کا ذہنی دباؤ۔۔۔ میرا دل چاہتا ہے میں خود اسے شوٹ کر دوں۔" وہ دانت پیستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اسی لئے ہم چاہ رہے ہیں کہ آپ کو جلد سے جلد کوئی اچھا مخلص ساتھی مل جائے جو ہر طرح سے آپ کو تحفظ دے اور آپ خود کو محفوظ محسوس کریں۔" دیکھیں اللہ کی کیا مرضی ہے۔ خان صاحب نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے افسردہ لہجے میں کہا۔

ہونہہ۔۔۔ یہ کوئی حل نہیں ہے انکل اگر وہ بھی اسی شخص کی طرح لالچی اور خود غرض نکلا تو ایک وقت میں دو دو دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔۔۔ تحریم بہت تلخی سے کہہ رہی تھی کہ کوئی خون کے رشتوں کی نہیں دے سکتا بیٹا۔۔۔ مگر پھر بھی انسان بہتری کیلئے اپنی سی کوشش تو کرتا ہے۔۔۔ اسی دنیا میں جہاں ظلم کے اندھیرے چھائے ہیں وہیں نیکی اور خلوص کی روشنی بھی بکھری ہے اسی لیے ہم مسلمان اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ مایوسی کفر ہے نور محمد خان صاحب ایسی صورت حال میں بھی بہت مضبوط اور با حوصلہ ثابت ہو رہے تھے۔ جس سے ان کے روشن ضمیر ہونے کا سراغ ملتا تھا اور تحریم ان کی بات سن کر لاجواب ہی ہو گئی تھی۔۔۔

شیخ صاحب کے بارے میں آپ کی ڈاکٹرز سے بات چیت ہوئی۔۔۔ نور محمد خان صاحب نے فوراً ہی بات کا رخ موڑ دیا۔۔۔ اور تحریم کے تاثرات بھی فوراً ہی تبدیل ہو گئے اور چہرے پر ایک دم فکر و پریشانی کی لکیریں کھنچ گئیں۔۔۔

وہی کہہ رہے ہیں جو کل کہا تھا کوئی خاص بات نہیں کی۔۔۔ انکل مجھے تو بات کچھ بھی سمجھ نہیں آئی۔ دیکھیں کیا کر رہی ہوں کتنے دن سے۔۔۔ بھائی کو سب کچھ بتا دیا ہے کیا ہے کسی نے ان کو تو اس وقت میرے پاس ہونا چاہیے۔۔۔ آپ ان کو کیوں نہیں بتاتے یہ سب کچھ۔۔۔ میری شادی کی طرف سوچنے لگ جاتے ہیں۔ اگر بھائی کو سب کچھ بتا دیں تو وہ خود اس سے نمٹ سکتے ہیں۔۔۔ تحریم کے انداز میں بے بسی تھی۔۔۔

بہت بڑا ڈاکٹر ہونے کا فخر [illegible] شیخ صاحب۔۔۔ کو [illegible]

رہنا چاہیے وراثت کی رو سے شیخ صاحب کی پراپرٹی کا زیادہ حصہ دار تو آپ کا بھائی ہے بیگی رہ گئے راستے میں گویا سب سے بڑا پڑا ہوا پھر آپ کا بھائی ہے...... وہ بہت نازک مزاج ہیں اور جلد نیجر لوز کر جاتے ہیں۔ دو انتہا پسندوں کو بھی ایک دوسرے کے مقابل نہیں لانا چاہیے بیٹا اس میں فائدے کی بات کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں...... خان صاحب نے سمجھاتے ہوئے کہا......

''لیکن انہیں باپ کی سیریس حالت کا سن کر تو یہاں آ جانا چاہیے تھا...... انھیں کوئی مسئلہ تو نہیں...... وہ تو وہاں کی گورنمنٹ کو ٹیکس دینے والوں میں سے ہیں۔'' تحریم غصے کی شدت کو دباتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''بیٹا...... ان کی وہاں بہت ذمہ داریاں ہیں...... ذمہ دار بندہ ایک دم سے جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔'' خان صاحب نے اسے پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

کیا فائدہ ایسی اولاد کا جو والدین کے نازک وقت میں بھی ان کے قریب نہ ہو...... صرف دنیا میں کیا صرف صاحب اولاد ہونے کا فخر حاصل ہونا چاہیے...... اس کے علاوہ اولاد کا کوئی رول نہیں...... میں تو اس لیے شادی کرنا ہی نہیں چاہتی...... مجھے کسی کا اعتبار ہی نہیں...... میں سنگل (Single) ہی ٹھیک ہوں...... رشتوں کا ہجوم لگا کر دکھ بڑھانے سے کیا فائدہ......؟

وہ اتنے غصے اور تواتر سے بول رہی تھی کہ خان صاحب ہکا بکا اس کی صورت تک رہے تھے......

''یہ کیسی باتیں سوچنے لگیں بیٹا آپ؟ یعنی کہ حد ہو گئی...... لاحول ولا قوۃ...... بہر حال اس وقت آپ ٹینس ہیں آپ کو ریسٹ کی ضرورت ہے...... ہمارا خیال ہے ہم آپ کو اس وقت آپ کی خالہ کے گھر ڈراپ کر دیتے ہیں...... آپ وہاں آرام کر لیں...... پھر کچھ سوچتے ہیں چلیں اٹھیں شاباش......'' خان صاحب کھڑے ہو کر اسے چمکارتے ہوئے بولے......

''تحریم کچھ بولتے بولتے رک گئی مگر اس کے چہرے کے تاثرات بہت شدید تھے۔'' اپنا پرس سنبھال کر کھڑی ہو گئی بہر حال خاص صاحب کا اسے بہت لحاظ رہتا تھا۔'' ٹھیک ہے انکل...... چلئے

♥♥♥

ثنا ڈرپا جاتے جاتے فون کر گئی کہ کوئی سی بھی اماں یا دونوں گھر پہنچ جائیں شام کو

ای ہتھیلی پر سرسوں جماتی ہے یہ صادق بھی...... حبا کو بھیجا تو دیا ہے وہاں...... اتنی سمجھدار تو ہے کہ اشرف علی کا خیال کر سکتی ہے تم چلی جاؤ ثریا بیگم...... مارپان کی پیک تھوکنے بار بار غسل خانے میں جاؤ...... اتنے بڑے گھر میں اور کہیں پیک تھوکنے کو جگہ نہیں...... ایسا سجا ہوا گھر پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔ کمرے میں اگلدان نہیں رکھ سکتے کہ کمرے میں بو پھیلتی ہے میرا تو اتنی پابندیوں میں دم گھٹتا ہے۔ گل بانو دادی نے تو جانے سے گویا صاف انکار کر دیا......

''تمہارے تو مزاج ہی نہیں ملتے...... شکر یہ کرو اللہ نے بچی کو سہولت والا گھر دیا ہے...... یہاں اتنا سلائی کا کام پڑا ہوا ہے تم فکر کا کام زیادہ دیر کر نہیں سکتیں...... سب جلدی کے کپڑے ہیں دلہن کس طرح نمٹائیں گی......؟'' ثریا دادی بھی ناراضگی سے بولیں......

چلیں اماں آپ چلی جائیں۔ پتہ نہیں صادق نے کیا سوچ کر بلایا ہے۔ وہ بے چاری کون سا آئے روز دوسرے شہر جاتی ہے۔ کبھی کبھار تو اسے ہم سے کوئی کام پڑا ہے...... کیا سوچ گی اور اس کے جانے سے تو ہمیں بھی فائدہ ہے...... لڑکے کو بھی دیکھ لے گی اور ان کے طور طریقے بھی ہمیں بھی فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی...... طاہرہ بیگم سمجھانے کے انداز میں بولیں......

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو دلہن...... اس کے جانے میں فائدہ تو ہمارا بھی ہے...... اور وقت پڑنے پر اپنوں کی طرف ہی دیکھا جاتا ہے۔'' جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے اس نے شاید یہ سوچا ہو گا کہ جوان لڑکی کو اکیلا چھوڑنا ٹھیک نہیں......

اے تو پہلے ہی سوچ لیتی...... گھر سے نکلنا کوئی آسان ہوتا ہے۔ ہر طرح کی تیاری کرنا ہوتی ہے آخر گل بانو دادی کڑرخ کر بولیں......

''ارے تو پاندان تو اس کے گھر میں بھی ہوتا ہے...... تمہیں کیا تیاری کرنا ہوتی ہے دو جن بھر پان کی گلوریاں ہی تو بنانا ہوتی ہیں...... خیر تم بیٹھو آرام سے جاتی ہوں میں۔ ثریا دادی کپڑے ایک طرف سرکاتے ہوئے بولیں ایک غرارے میں بیٹھی گوٹ لگا رہی تھیں...... سوئی کپڑے میں پھنسا کر اٹھ کھڑی ہوئیں......

''اے حبا بیٹی...... دو جوڑے کپڑے اور میرا تولیہ کسی بیگ میں رکھ دو...... دانیال آتا ہی ہو گا...... میں ذرا وضو کر کے کپڑے بدل لوں۔'' وہ واش بیسن کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھیں......

''اچھا دادی...... کسی کونے سے حبا کی آواز آئی۔

"کہاں چائے سواؤں؟" طاہرہ بیگم نے پوچھا۔

"چھوڑو چائے وائے۔ وہیں پی لوں گی۔ سفر کی تھکن بھی اتر جائے گی۔" ثریا دادی نے جواب دیا۔

"اللہ دادی چند منٹ گاڑی میں بیٹھنے کو بھی سفر کہتے ہیں؟" حیا نے کچن کی کھڑکی سے جھانک کر حیرت سے پوچھا۔

"اے بچی ہم تو سواری میں بیٹھنے کو سفر کہتے ہیں۔" وہ ذرا بے زاری سے بولی تھیں۔ غیر متوقع روانگی انہیں بھی نہیں بھاتی تھی۔ گھر سے نکلنے کا خوب اہتمام ہوتا تھا مگر بچیوں کی خاطر خود پر جبر کر رہی تھیں جبکہ صادقہ بیگم گل بانو دادی کی سوتیلی اولاد تھیں لہٰذا ثریا دادی ان سے کسی قسم کی مروت کی امید نہیں رکھتی تھیں۔

کچن میں ہانڈی میں ہما نے چمچ چلایا اور ڈن ڈن بجایا اور عین اسی لمحے کال بیل بجی۔

اے لو۔ لگتا ہے دانیال بھی آ گیا۔ اب گل بانو دادی پرجوش ہو کر اپنی جگہ سے اٹھیں۔

گھر میں کسی کی آمد کے احساس ہی سے وہ پرجوش ہو جاتی تھیں اور سب سے پہلے دروازے کی طرف بڑھتی تھیں۔ کبھی کبھی تو ان کی عجلت دیکھ کر ہما چڑ کر کہتی تھی۔

توبہ ہے دادی جو آیا ہے وہ ایک منٹ انتظار تو کرے گا واپس تو نہیں چلا جائے گا۔ جس کا جواب یہ ملتا تھا کہ جانے کون کس حال میں دروازے تک آیا ہے۔ تم بیٹھی رہو آرام سے۔

"دروازہ کھلا اور دانیال اندر داخل ہوا اور بلند آواز میں مشترکہ سلام عرض کیا۔

"گل بانو دادی نے نہال ہو کر سر پر ہاتھ پھیرا اور دروازہ بند کرنے لگیں۔"

دانیال برآمدے میں ایک موڑھے پر بیٹھ گیا اور ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔ اس کے دیکھنے میں کوئی کھوج یا بے قراری نہیں تھی۔ بہت پرسکون تھا۔

"صادقہ تو دوپہر کو چلی گئی ہوں گی۔" طاہرہ بیگم آ کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔

جی۔ بلکہ اب تو وہ لاہور بھی پہنچ چکی ہوں گی۔ اس نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ ہاں بھی دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ ریل میں کہیں جانا ہوتا تھا تو کئی دن پہلے اہتمام ہوتا تھا۔ بگھی دروازے پر لگتی جس میں پردے لگے ہوتے تھے۔ باپردہ بیبیاں بھی

میں رخصتیں اور کبھی چل پڑتی۔ اندر بیٹھی بیبیاں کولہو کے اندھے بیل کی طرح بیٹھی ہوتی تھیں جانے کب تک۔ بگھی چلتی رہتی پھر منزل آتی ڈیوڑھی سے بگھی لگتی اور بیبیاں گھر میں داخل ہو جاتیں۔ ایک ہی شہر میں کہیں جانے میں پورا دن نکل جاتا تھا۔ گل بانو دادی واپس آ کر تخت پر بیٹھ کر چھالیہ کترنے لگیں۔

اس پر آج یہ حال ہے نانی جان ایئرپورٹ کے لاؤنج میں بیٹھے ہوئے مسافر پانچ منٹ کی تاخیر پر ناک بھوں چڑھا رہے ہوتے ہیں اور ایئرلائن کو برا بھلا کہہ رہے ہوتے ہیں۔ دانیال نے مسکرا کر بتایا تو طاہرہ بیگم بھی مسکرانے لگیں۔

"اے۔ ناشکری قوم ہے۔" گل بانو دادی بڑبڑائیں۔

"حیا تو انسٹیٹیوٹ چلی گئی ہوگی؟" طاہرہ بیگم نے پوچھا۔

جی۔ دونوں نانیاں چل رہی ہیں ناں؟ اس نے پھر اپنی رسٹ واچ پر نظر دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔ واپسی میں اسے لیتے ہوئے جانا ہے۔

"خوب ڈیوٹی لگی ہے تمہاری۔ بہرحال تمہاری چھوٹی نانی جا رہی ہیں۔" "ادھر کام بہت پھیلا ہوا ہے کوئی ایک تو دلہن کے ساتھ لگے تو کام وقت پر پورا ہو۔" گل بانو دادی بولیں۔

اتنے دن تک آپ دونوں ایک دوسرے سے اظہار محبت کیے بغیر رہ لیں گی؟ دانیال نے شرارت سے پوچھا۔ "اے ہٹاؤ اظہار محبت۔ جسے کس دل سے جا رہی ہیں ثریا بیگم۔" گل بانو دادی ناگواری سے بڑبڑائیں۔

ارے ہم تو تمہیں اپنی کمال کی جوتیاں بنا کر بھی پہنا دیں تو تمہیں اعتبار کہاں۔ شک کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا بی۔ ثریا دادی اپنا بیگ جو ساتھ لے جا رہی تھیں چیک کرتے ہوئے بولیں۔ لہجے میں تلخی اور سنجیدگی تھی۔

"اے بی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ تمہارا ہو گیا۔ تمہاری کمال کی جوتیاں ہمارے کس کام کی؟" گل بانو دادی بڑبڑائیں۔

بڑی بنتا تمہارا تھا اس سے تھوڑا کم ہمارا ہوا۔ مگر تم نے شکر کا کلمہ پڑھنا سیکھا ہی نہیں۔ اللہ بخشے ہمارے میاں کو تم سے اتنا دبتے تھے کہ دھڑلے سے ہماری حق تلفی کر دیتے تھے۔ مگر اب وہ نہ رہے تو ان پر کاہے کا غصہ۔ معاف کر دیا ہم نے۔ اللہ انہیں وہاں سکھ سے رکھے۔ ثریا دادی نے بیگ جھٹکے کے انداز میں فرش پر رکھا

ارے دبے ہوئے ہوتے تو دوسری شادی کی مجال ہوتی ۔۔۔۔ یوں کہو وہ جو تمہارا ہمارا خیال کر لیتے تھے تم سے وہ بھی برداشت نہیں ہوتا تھا۔ گل بانو دادی اب زیادہ اچھل کر چھالیہ کترنے لگیں جیسے سارے جذبات کی تیزی سروتے میں اتر گئی۔۔۔۔

ارے بس اماں بھی چھوڑیں بھی ۔۔۔۔ طاہرہ بیگم نے خجل ہو کر دانیال کی طرف دیکھتے ہوئے ٹوکا بولنے دیں امی ۔۔۔۔ دانیال بھائی کو بھی اپنے خاندان کی ہسٹری سے باخبر ہونا چاہیے۔ حرا نے کمرے سے باہر آ کر شرارت سے کہا۔۔۔۔

چھوڑو تم ۔۔۔۔ پتہ ہے اسے ساری ہسٹری کوئی دم بھر کو گھر میں آ کر بیٹھتا تو یہ سب سننے نہیں آتا ۔۔۔۔ بھائی کے لیے اچھی سی چائے بناؤ ۔۔۔۔ طاہرہ بیگم نے ناگواری دباتے ہوئے کہا۔

واقعی ۔۔۔۔ کیا ہسٹری ہے اس سرزمین کی ۔۔۔۔ جب تقسیم سے پہلے ساتھ رہتے تھے تو چین نہیں تھا ۔۔۔۔ الگ الگ ملک بن گئے تو چین نہیں ۔۔۔۔ یہی حال ہماری دادیوں کا ہے جب ہمارے دادا ساتھ تھے تب بھی مسئلہ تھا وہ بے چارے اللہ میاں کے پاس چلے گئے تب بھی مسئلہ ۔۔۔۔ نئی تو کوئی بات ہی نہیں ۔۔۔۔ صرف ماضی کی کسی تلخی سے کوئی کہانی چل پڑتی ہے اور کئی دن چلتی رہتی ہے۔ حرا نے تیار کپڑے تہہ کر کے ایک شاپنگ بیگ میں رکھتے ہوئے تبصرہ کیا۔

ارے یوں منہ پھاڑ کر مت بولا کر لڑکی ۔۔۔۔ تجھے خبر نہیں جس پر پڑتی ہے وہ جانتا ہے ۔۔۔۔ ساس نندیں تو کوئی برداشت نہیں ہوتیں ۔۔۔۔ ہم نے سوت کے ساتھ پوری زندگی گزار دی گل بانو دادی نے برہم ہو کر دعا کے لئے لیے۔۔۔۔

صرف اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے نانی جان ۔۔۔۔ ایک شخص کی دو بیویاں خوشی خوشی ساتھ رہ سکتی ہیں ۔۔۔۔ جبکہ ان کو رہائش اور دوسری ضروری چیزیں ایک جیسی مل رہی ہوں اور شوہر دونوں کے ساتھ منصف ہو۔ تب کیا مسئلہ ہے۔ دانیال نے لاپرواہی سے اپنے خیال کا اظہار کیا اور دو میاں بیوی بھی تو اسی دنیا میں رہتے ہیں جو سال دو سال بلکہ بعض اوقات کئی سال بعد ایک دوسرے سے ملتے ہیں میرا مطلب ہے روزگار کے سلسلے میں دوسرے ملکوں میں جاتے ہیں۔ اس نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔۔۔۔

ہائے ۔۔۔۔ گل بانو دادی نے سینے پر دھپ سے ہاتھ مارا ۔۔۔۔ آنکھ سے معذور ہے ۔۔۔۔ ساتھی پاس ہوتا ہے اور پاس نہیں ہوتا ۔۔۔۔ مولا سب کی بچیوں کے نصیب نیک بنا کسی کا نصیب میرے جیسا نہ بنانا ۔۔۔۔ کہاں پھول سی بچیاں ۔۔۔۔ کہاں شراکت کا آسمان کو چھوتا

پہاڑ ۔۔۔۔ سر پر ۔۔۔۔ ارے اتنا بڑا کلیجہ چاہیے ۔۔۔۔ گل بانو دادی کے لہجے میں بلا کا درد تھا ۔۔۔۔ دونوں ہاتھوں سے انہوں نے "بڑے کلیجے" کی فرضی پیمائش سمجھاتے ہوئے کہا۔۔۔۔

ثریا دادی جو بڑی سی خوبصورت کشیدہ کاری سے مزین چادر بہت اہتمام سے اوڑھ رہی تھیں ایک دم اپنی جگہ ٹھٹھک گئیں ۔۔۔۔ پھر بہت ضبط کرتے ہوئے بڑے وقار سے گویا ہوئیں۔

یہی حال اپنا رہا ۔۔۔۔ مگر کس سے کہیں ۔۔۔۔ ان کے پاس تو خلقت کی ہمدردی تھی ہمارے پاس تو وہ بھی نہیں تھی ۔۔۔۔ خیر ۔۔۔۔ اپنا اپنا نصیب ۔۔۔۔ رونا چھتا رونا تھا ۔۔۔۔ اب تو اپنی اولاد کی خوشیوں کیلئے دن رات کی دعا ہے ۔۔۔۔ ارے بیٹا ۔۔۔۔ چائے نہیں بنی ابھی تک ۔۔۔۔ ثریا دادی ایک دم جیسے کسی خواب سے جاگ کر بولیں ۔۔۔۔ گل بانو دادی کی تیوریاں مزید چڑھ چکی تھیں ان کیلئے یہ بات نہایت ناقابل برداشت تھی کہ ان کے دکھ کو ثریا دادی کے دکھ سے کم سمجھا جائے یا یہ کہ ثریا دادی کسی صورت مظلوم و بے قصور ثابت ہو رہی ہوں۔۔۔۔

ویسے پلیز آپ لوگ مائنڈ مت کیجئے گا ۔۔۔۔ میں نے تو اکثر خواتین کو "غمگین" ہی دیکھا ہے۔ کسی کا میاں نکھٹو ہے۔ کسی کا غصہ تیز ہے۔ کوئی کم کماتا ہے۔ کوئی اپنی اماں کے کہنے میں ہے۔ کوئی صرف اپنی بہنوں کو اہمیت دیتا ہے۔ کوئی بولتا کم ہے۔ کوئی بیوی کے رشتے داروں سے نہیں ملتا ۔۔۔۔ کوئی خاص دنوں میں تحفے تحائف نہیں دیتا۔ کوئی سوتے میں خراٹے بہت زور سے لیتا ہے کوئی باتھ روم کی ٹیپ ٹھیک سے بند نہیں کرتا۔ کوئی لائٹ بند کرنا بھول جاتا ہے۔ کوئی رات کو دیر سے آتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ ۔۔۔۔

ماشاء اللہ ۔۔۔۔ شوہریت پر کس قدر گراں بہا تاثر ہے شوہر بننے سے پہلے۔ ہائے اللہ دانیال بھائی شوہر بننے کے بعد آپ کیا کریں گے ۔۔۔۔ ؟ حنا نے بے ساختہ فقرہ چست کیا تھا اور حرا ہنس ہنس کر لوٹ رہی تھیں جبکہ طاہرہ بیگم مسکراہٹ دبانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

جی کہہ رہا ہوں حنا مذاق نہیں ۔۔۔۔ میں نے اپنی ماں کے علاوہ آج تک ایسی عورت ہی نہیں دیکھی جو اپنے شوہر سے خوش ہو۔ دانیال نے واقعی سنجیدگی سے کہا۔

بجا ہے میرا بیٹا ۔۔۔۔ ارے ہم نے اپنی بچی کی تربیت ہی ایسی کی ہے کہ وہ ہمیشہ شوہر کی قدر کرے گی عزت کرے گی ۔۔۔۔ اس لیے کہ ہم نے اسے سمجھا دیا تھا کہ بیاہی بیٹی کی عزت اس کے شوہر کی عزت سے منسوب ہوتی ہے۔ جو عورت اپنے خاوند کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اس کی اس دنیا میں کوئی قدر حیثیت نہیں ہوتی۔ جس تھالی میں کھانا اسی میں چھید کرنا۔ شوہر

کے گھر میں بس رہی ہیں۔ ان کی اولاد سے سکھ خوشی پا رہی ہیں۔ چہار دیواری ہے۔ عزت ہے کھانا پینا بھی اسی کی کمائی کا پھر کیا تماشہ ہے کہ اسی کو ذلیل بھی کر رہی ہیں...... ثریا دادی نے کڑی نظروں سے گل بانو دادی کی طرف دیکھتے ہوئے بظاہر بے نیازی سے کہا......

اچھا چھوڑیں یہ ختم نہ ہونے والی بحث...... دانیال بھائی یہ بتائیں اگر آپ کی ایک ساتھ دو بیویاں ہوں تو آپ ان کو کیسے ٹریٹ کریں گے......؟

ارے تیرے منہ میں خاک ارے کیا اول فول بک رہی ہے...... گل بانو دادی نے بری طرح غضبناک ہو کر حرا کو لتاڑا...... جو گل بانو دادی کے شدید ردعمل پر ان کو الجھن و حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔ کہ آخر ایسا کیا کہہ دیا کہ طوفان سا آ گیا؟

ارے نانی جان کیوں بے چاری کو ڈانٹ رہی ہیں کوئی غیر اخلاقی سوال تو نہیں کیا اس نے مجھے تو بلکہ بہت اچھا لگا...... مگر اس نے ذرا کنجوسی سے کام لیا یہ دو کے بجائے چار بیویوں کی بات بھی تو کر سکتی تھی کہ دانیال بھائی اگر آپ کی چار بیویاں......

چپ...... خاموش...... خبردار جو اب ایک لفظ آگے بولا...... ارے ایک نباہ لیں تو [illegible] اسے خوش رکھنا...... سمجھو بڑا کارنامہ انجام دو گے...... گل بانو دادی کا تو بلڈ پریشر شوٹ کرنے لگا

میں نے تو کسی دانشور کا قول پڑھا تھا کہ ایک شادی کرنے والا بے وقوف اور دو شادیاں کرنے والا بہت ہی بے وقوف ہوتا ہے...... دادا جان کی روح سے معذرت کے ساتھ۔ حرا کھل کھلا کر [illegible] دانیال نے بھرپور قہقہہ لگایا...... واہ...... لگتا ہے بہت ہی ستائے گئے تھے بیوی کے ہاتھوں دانشور صاحب...... اس نے حرا کی طرف مسکرا کر دیکھا......

ارے کیا تم نے بیٹھے [illegible] کا ورد...... چھوڑو...... بیٹا...... حیا کو بھی تو بلوا لو اس کے کالج سے...... ثریا دادی نے مداخلت کرکے گفتگو کا رخ موڑنے کی کوشش کی......

او ہاں...... حیا جانے کا کہہ کر گئی تھی...... دانیال نے کپ اٹھا کر ریسٹ واچ پر نظر ڈال کر کہا پھر جلدی جلدی چائے پینے لگا۔

اچھا ایک بات ہے یہاں آنے سے پہلے میں بہت ڈسٹرب سا تھا سوچا ٹھیک ہے مگر اب ایسا لگ رہا ہے ایک دم فریش ہو گیا ہوں کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ چلیے نانی جان جانے کے [illegible] پہنچنے میں کم از کم پندرہ منٹ تو لگ جائیں گے۔ جگہ جگہ ٹریفک جام ملتا ہے۔ وہ کپ رکھ کر کھڑا ہوا۔

اچھا آمین...... خیریت کی دعا کرنا...... اللہ کرے صادق اچھی خبر کے ساتھ خیریت کے ساتھ اپنے گھر واپس آئے۔ ثریا دادی نے آگے بڑھ کر بہو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے کہا آمین...... طاہرہ بیگم ان کے پیچھے چلتے چلتے ہوئے بولیں۔

اچھا گل بانو...... چلتی ہوں چار دن تم بھی چین سے جی لو...... ہماری بھی ہوں آخر تمہاری جٹھانی کا...... اپنی دانست میں انہوں نے گل بانو دادی کو خدا حافظ کہا......

"گل بانو دادی خلاف توقع کچھ نہ بولیں اور پان بنانے لگیں۔"



حیا انسٹیٹیوٹ کے گیٹ پر منتظر ملی...... مگر جانے کس دھیان میں تھی...... دانیال نے قریب پہنچ کر ہارن بجایا تو وہ بری طرح چونک کر گاڑی کی طرف دیکھنے لگی...... پھر ایک دم جیسے حواسوں میں آ گئی فرنٹ سیٹ پر ثریا دادی بیٹھی تھیں وہ خاموشی سے پچھلا ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

"اے بیٹا...... یہ تو اچھا خاصہ دور ہے گھر سے...... تب ہی تو اندھیرے میں گھر پہنچتی ہو" ثریا دادی اس کے بیٹھتے ہی گویا ہوئیں۔

"حیا جواب میں خاموش رہی۔"

"تو یہ پڑھائی کیا بہت ضروری ہے۔ گھر میں بیٹھ کر ماں کا ہاتھ بٹاؤ تو دو چار پیسے ہی گھر میں زیادہ آنے لگیں...... مفت کی محنت نہیں ہے یہ؟" وہ سادگی سے پوچھ رہی تھیں۔

بس آپ لوگ دو چار پیسوں سے آگے مت سوچا کریں...... کورس کے بعد کسی آفس میں جاب کروں گی تو سات آٹھ ہزار سے کم تنخواہ نہیں ہو گی...... ہمارے گھر میں چھ خواتین ہیں دن بھر محنت کرتی ہیں تو آٹھ نو ہزار ہاتھ میں آتے ہیں۔ کبھی ایک خاتون پندرہ سو روپیہ مہینے کی مزدوری کرتی ہے۔ حیا بری طرح بھڑک کر بولی۔ دانیال کے رویے سے تو پہلے ہی بہت ڈسٹرب تھی گویا [illegible] نکالنے کا بہانہ ہاتھ لگ گیا......

ارے تو محنت مزدوری کرتے ہیں کسی کے آگے ہاتھ تو نہیں پھیلاتے بیٹی...... چار مہمانوں میں بیٹھتے ہیں تو عزت تو ہوتی ہے...... ثریا دادی اس کے لب و لہجے پر حیران رہ گئیں۔

یہ آپ لوگوں کا اپنا ذاتی خیال ہے۔ اس دنیا میں پیسے والے کی عزت ہوتی ہے۔ ہم جیسے لوگ رشتے داروں کے ہاں جائیں تو وہ شکل دیکھتے ہی ڈر جاتے ہیں کہ کہیں قرض ادھار مانگنے آئے ہوں...... حیا اسی ٹون میں بول رہی تھی۔

اللہ کی پناہ۔۔۔۔ باجی جان سے۔۔۔۔ آج تک تو مولا نے بھرم رکھا ہے کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔۔۔۔ روکھی سوکھی جو ملی اللہ کا شکر ہے۔۔۔۔ نہ کبھی کسی کو دیکھ کر یہ سوچا کہ اس کے پاس کیوں ہے ہمارے پاس کیوں نہیں۔۔۔۔ بلکہ جس کے پاس نعمت دیکھی دعا دی کہ اللہ برکت دے

ٹھیک ہے دادی۔۔۔۔ دولت سب کچھ نہیں ہے مگر بہت کچھ تو ہے۔۔۔۔ حیا نے خفا خفا انداز میں کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔۔۔۔ دانیال مسلسل اسے بیک مرر میں دیکھ رہا تھا اور اس کے دیکھنے کو محسوس کر کے حیا مزید بھڑک رہی تھی۔۔۔۔ اسے اس کا دیکھنا زہر لگ رہا تھا۔۔۔۔

تو بیٹی۔۔۔۔ آٹھ نو ہزار مہینہ کما کر تم کیا مال دار کہلاؤ گی۔۔۔۔ ثریا دادی نے تیکھے لہجے میں سوال کیا اور ساتھ ہی پلٹ کر اس کی طرف دیکھنے کی کوشش کی۔

وہ آٹھ نو ہزار میرے اپنے ہوں گے اور میرے لیے بہت ہوں گے۔ حیا نے تڑخ کر جواب دیا۔

پھر چھوڑے شاباش ہے بیٹی۔۔۔۔ بہت اچھی سوچ ہے۔۔۔۔ کیا اکیلے زندگی کاٹو گی۔۔۔۔ ثریا دادی نے اس مرتبہ بڑے دکھ سے سوال کیا۔۔۔۔

اگر لے کر لیں تو کٹ بھی سکتی ہے۔۔۔۔ کوئی کسی کیلئے اتنا ضروری نہیں ہوتا کہ اس کے بغیر مر جائیں۔ اس مرتبہ یہ جملہ صرف دانیال کیلئے تھا۔ دانیال کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا مگر وہ کچھ بولا نہیں۔ ارے بیٹی کوئی کسی کے بغیر کب مرتا ہے مگر عورت ذات کیلئے سہارا ہوتی ہے۔ اللہ بخشے تمہارے دادا چلے گئے مگر ہم ان کے بغیر بھی زندہ ہیں کہ حکم الٰہی ہے۔ مگر بیٹا تو لگا گئے اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھے ہیں وقت اچھا گزر رہا ہے۔۔۔۔ یہ نوکریاں دوکریاں تو مرد ذات کے لیے ہیں۔ آج کی عورت تو خود کو مفت میں زیر بار کیے ہوئے ہے۔۔۔۔ ثریا دادی نے افسوس کرنے کے انداز میں کہا تھا۔

یہ آپ کا زمانہ نہیں ہے۔۔۔۔ مگر میں بہر حال وہ لڑکی بھی ہرگز نہیں بنوں گی کہ دن رات کولہو کا بیل بن کر پیسہ کماؤں اور اس سے جہیز بناؤں اور کسی کے گھر میں دنیا کی چیزیں لے کر بھی جاؤں تا کہ وہ میری محنت سے بنائی چیزوں سے مفت میں فیضیاب ہوں اور میں ان کی خدمات بھی بجالاؤں ان کے نخرے بھی اٹھاؤں۔۔۔۔ حیا کے الفاظ آج تو آگ دے رہے تھے۔

سبحان اللہ۔۔۔۔ کیا انقلابی سوچ ہے۔۔۔۔ اللہ نظر سے بچائے۔۔۔۔ اگر پاکستان میں ساری لڑکیاں بھی حیا کی طرح سوچ کر ڈٹ جائیں تو انقلاب آجائے گا۔۔۔۔ سب مفت خورے سیدھے ہو جائیں گے۔۔۔۔ سب لڑکا لوگ ہندو کی طرح چست بن جائیں گے جو کنواریوں کی

سرزمین کو سیراب کرتا ہے یعنی بحری جہازوں کے ذریعے تجارتی تعلقات مضبوط کرنے کا سبب بنتا ہے۔ دانیال کی رگ پھڑکی وہ بولے بغیر رہ نہ سکا۔

یہی ہوتا ہے عورت کچھ کہتی ہے تو اس کا مذاق ہی بنایا جاتا ہے۔۔۔۔ اندر سے سب خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ کہیں یہ واقعی مضبوط نہ ہو جائے۔ حیا نے تیکھی نظریں دانیال کی پشت پر دوڑاتے ہوئے طنزیہ کہا۔

ارے بھئی تم تو ایسے ہی بہت مضبوط ہو کسی بات پر اڑ جاؤ تو ٹس سے مس نہیں ہوتی ہو۔ ویسے تمہارا اشارہ کیا ہے۔۔۔۔ دانیال شریر لہجے میں بول رہا تھا۔

حالانکہ یہ خوبی تو مردوں میں ہونا چاہئے۔۔۔۔ مگر مردوں کا یہ حال ہے صبح کچھ ہوتے ہیں اور شام کو کچھ۔۔۔۔ پھر بھی خود کو مرد کہتے ہیں۔۔۔۔ حیا کو تو ویسے بھی بغیر سوچے سمجھے بول دینے کی عادت تھی سو جو دل میں آیا کہہ دیا۔۔۔۔

دانیال ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔۔۔۔ دل میں کہیں کوئی پن سی چبھی تھی۔۔۔۔ اس نے آہستگی سے موڑ کاٹا۔۔۔۔

کسی بات کے ثابت ہونے کا کوئی وقت بھی ہوتا ہے۔۔۔۔ شاید کوئی ہمارا بھی وقت ہو۔ وہ بڑے گمبھیر لہجے میں بہت سنجیدگی سے بولا تھا۔۔۔۔

"ارے بیٹا چھوڑو۔۔۔۔ یہ تو ہے ہی نادانی کی عمر۔۔۔۔ وقت بہت بڑا استاد ہے سب کچھ سکھا دیتا ہے۔ چلو کر لے یہ سب شوق پورے۔" ثریا دادی نہ سمجھ میں آنے والی گفتگو سے بیزار ہو گئیں۔

آپ نے بالکل ٹھیک کہا نانی جان۔۔۔۔ دانیال نے بے ساختہ انداز میں تائید کی تھی جیسے یہ اس کے دل کی بات تھی۔ حیا اسی طرح آف موڈ میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

♥♥♥

ہمارا گھر تو ابھی بن رہا ہے یعنی زیر تعمیر ہے۔ فی الحال تو تایا کا گھر ہی ہماری قیام گاہ بنا ہوا ہے۔ آج تو تم خوب آرام کرو کل تمہیں اپنا گھر دکھانے لے کر جاؤں گی۔۔۔۔ تقریباً مکمل تو ہو چکا ہے بس ٹائلوں وغیرہ کی گھسائی کا کام ہو رہا ہے انشاء اللہ ایک مہینے بعد ہم شفٹ ہو جائیں گے۔ صبا نو صادقہ بیگم کو بتا رہی تھیں دو گھنٹے قبل وہ تینوں لاہور پہنچی تھیں۔ صادقہ بیگم کو تو گھر میں داخل ہوتے ہی بڑا خوشگوار سا احساس ہوا تھا۔ بڑا اپنائیت بھرا پر رونق گھر تھا۔ اس پر بہن سے مل کر بھی خوش ہی ہوئی تھیں۔ اور یہاں بنگلہ کے لحاظ سے بڑے جدید لوازمات سے آراستہ کیا گیا تھا۔ صفائی ستھرائی بھی بہت

تھی۔ گرچہ ضرور [illegible] تھی۔ ان سے اوپر ان کے جیٹھ جٹھانی تین بچوں کے ساتھ رہتے تھے جن سے ایک بیٹی کی شادی ہو چکی تھی۔ دو بیٹے بھی شادی شدہ اور بال بچوں والے تھے جن سے اوپر حور بانو کی فیملی تھی یعنی پانچ بچے اور میاں بیوی۔ چار پانچ نوکر چاکر...... جیٹھ کی بہوؤں کے چار پانچ چھوٹے بچے ان کی بھاگ دوڑ کا شور شرابہ۔ عائشہ کی ساس عائشہ کے ساتھ رہتی تھیں خاصی ضعیف ہو چکی تھیں مگر گھر میں ان کی حکمرانی تھی۔ بقول ان کے جتنا عرصہ عائشہ باہر ملک میں رہتی ہے میں بڑی کے ساتھ ہوتی ہوں جب یہ آجاتی ہے تو اس کے پاس آجاتی ہوں۔ لیکن اس مرتبہ عائشہ ہمیشہ کیلئے پاکستان میں سیٹل ہونے کا سوچ کر آئیں تو ساس چل بسیں۔ اب گھر میں ان کے جیٹھ کو بڑا مان کر ہر طرح کا صلاح مشورہ ان سے کرتے تھے۔ جٹھانی مہمان صادقہ بیگم کا سن کر فوراً ہی نیچے آ گئی تھیں اور خاطر تواضع میں لگ گئی تھیں۔ صادقہ بیگم کو اپنائیت و تعاون کا یہ ماحول دیکھ کر واقعی دلی و روحانی مسرت ہوئی تھی جبکہ جوائنٹ فیملی سسٹم میں اب یہ ماحول خال خال ہی نظر آتا ہے ماشاءاللہ عائشہ آپا...... آپ کا گھر بہت پُر رونق ہے اور شاید اتفاق کی برکت کی وجہ سے بھی گھر میں بڑی روشنی سی ہے...... انہوں نے بہن سے کہا تو وہ ہنس پڑیں......

بس صادقہ شروع میں مزاج سمجھنے میں ذرا دشواری ہوتی ہے اگر واقعی دل میں خلوص ہو تو اللہ بھی راستے آسان کر دیتا ہے۔ شکر ہے اللہ کا۔

'' بچہ کسی کا بھی نہیں دکھائی دیا ابھی تک چھوٹے بچوں کے علاوہ۔''

ذرا صبر کرو بس ایک کے بعد ایک آنا شروع ہوگا اور شروع ہوگی نئے سرے سے بھاگ دوڑی۔ میرے بیٹے تو یہاں ہیں ہی نہیں۔ حفصہ آپا تو امریکہ میں گم ہو گئی ہیں بس عید بقرعید پر فون کر کے احساس دلا دیتی ہیں ہم انہیں یاد ہیں۔ حد ہو گئی بارہ سال ہونے کو آئے ایک مرتبہ بھی نہیں آئیں صادقہ بیگم نے عائشہ سے بڑی حفصہ کا ذکر کیا تھا۔

ارے بس آپا تو ویسے بھی سدا کی گوشہ نشین ہیں سب سے دور ہٹ کر تو گویا ان کی مراد پوری ہو گئی سب میل جول کے جھمیلوں سے بچ گئیں...... اوپر سے بے اولادی کا غم دیور کا بچہ گود لیا تھا سنا ہے وہ بھی دغا دے گیا یورپ میں کہیں سیٹ ہو گیا ہے پلٹ کر آپا اور بھائی صاحب کو پوچھتا بھی نہیں ہے تم اماں کے سامنے ذکر نہ کرنا خوامخواہ دکھی ہوں گی ہم تو انہیں یہی بتاتے ہیں کہ آپا امریکہ میں بہت خوش ہیں...... بڑھاپا کہاں اتنی بہار ہوگی......

ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ...... میں تو خیر مہینے دو مہینے میں ان سے فون پر تفصیل سے بات

کرتی ہوں ان کی طرف سے بس یہی اصرار ہوتا ہے کہ صادقہ دانیال کو میرے پاس بھیج دو لیکن ایک ہی تو بچہ ہے میرا اتنی دور بھیجنے کو دل نہیں مانتا آپا...... صادقہ بیگم نے سچائی سے بات کی۔

'' ہاں خیر...... یہ تو تمہاری اپنی خوشی کوئی زور نہیں ہے۔'' عائشہ بولیں۔

'' کیا کھسر پھسر ہو رہی ہے دونوں بہنوں میں۔'' حور بانو کچن سے ہاتھ پونچھتی باہر آ رہی تھیں۔

ارے کوئی خاص نہیں آپا...... دور بسی ہوئی بہنوں کو یاد کر رہے ہیں۔ صادقہ بیگم مسکرائیں یہی ہوتا ہے ایک عمر ساتھ رہتے ہیں پھر فاصلوں پر جا بستے ہیں...... تمنا تو شاید اگلے مہینے آ رہی ہے۔ عائشہ نے گل بانو دادی کی نمبر تین بیٹی اور اپنی چھوٹی بہن کا ذکر کیا......

اسی لمحے ایک سرو قد نوجوان بہت اچھی طرح ڈریس اپ اندر لاؤنج میں داخل ہوا...... اور صادقہ بیگم کو دیکھ کر ایک دم جھجک کر اپنی جگہ رُک گیا۔ اور مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ سلام کیا۔

یہ سلمان ہے میرا نمبر تین بیٹا...... اس سے چھوٹے دونوں غزالی اور شاداں ادھر مڈل ایسٹ میں عائشہ کے بچوں کے ساتھ پڑھ رہے ہیں۔ اور اس سے دونوں بڑے سرمد اور غازی ابھی آتے ہوں گے...... ابھی تو تم یہاں کافی دنوں کیلئے ہو سب سے ملو جلو...... باتیں کرو۔ بھئی یہ تمہارا اپنا گھر ہے......

'' ارے نہیں بس اگلے اتوار تک تو لازمی واپس جانا ہوگا...... بچوں کے پیپرز شروع ہونے والے ہیں۔'' صادقہ بیگم کو ایک دم گھر کے دھیان نے سنجیدہ کر دیا......

'' ہاں تو ہو جائیں گے پیپرز...... کیا ہرے کھلاتی ہو بچوں کو امتحان کے دنوں میں؟'' حور بانو کی ہنسی میں بلا کا اطمینان تھا۔'' ہنستے ہوئے بولیں۔

'' تم نے سنا نہیں...... مہمان آنا اپنی مرضی سے ہے اور جانا میزبان کی مرضی سے ہے۔''

یہ لیں...... اپنا گھر بھی کہہ رہی ہیں اور ساتھ ہی مہمان بھی...... صادقہ بیگم مسکرائیں۔ ان کو تو وہاں اتنا خوشگوار احساس مل رہا تھا کہ دل چاہ رہا تھا کہ فوراً طاہرہ بیگم کو فون کر ڈالیں کہ کہہ بھابی آپ کی جو بیٹی بھی اس گھر میں آئے گی سمجھو اس کے نصیب جاگ گئے...... مگر دل کی تمنا دبا کر بڑے وقار و وضع داری سے مسکرا رہی تھیں۔ سلمان سلام کرتے ہی اندر غائب ہو گیا تھا...... عائشہ اور حور بانو کے کھانے کی تیاری کے سلسلے میں باتیں کرنے لگیں تھیں۔ کہ ایک سلمیٰ تو

بنا ہوا ہے۔ رات چاول کی کون سی ڈش بنائی جائے پلاؤ، بریانی یا دال چاول، بھابی ابھی کہہ کر گئی ہیں کہ دوپہر کو بڑے پائے بنائے تھے اچھے خاصے رکھے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے آج تو بس یہی ٹھیک ہے اس لئے کہ کھانے کا ٹائم بھی ہو گیا ہے۔ کل دیکھتے ہیں۔ تھکن بھی ہو گی صادقہ کو..... کھانا کھا کر نماز پڑھ کر بس آج تو سونا ہے۔ صبح اندھیرے کے جاگے ہوئے ہیں...... کیوں صادقہ... اگر تھکن محسوس ہو رہی ہے تو کچھ دیر آرام کر لو ابھی عشاء کی نماز میں بھی وقت ہے۔ حور بانو بولیں...

بس اب تو رات سر پر کھڑی ہے۔ آرام ہی کرنا ہے۔ صادقہ نے جواب دیا اور ہر اطراف کا جائزہ لینے لگی..... کہ شاید اب کوئی اور گھر کا فرد آتا دکھائی دے۔



صادقہ نے ٹیلی فون پر بتایا تھا کہ اماں میں نے پاندان بھی رکھ لیا ہے گھر میں آپ کو لگ رہا تھا کہ اتنے بڑے گھر میں چھوٹا سا پاندان نہیں ہے۔ ثریا دادی اپنی نواسی بیلا سے بات چیت میں مصروف تھیں جی نانی جان..... اماں جان نے عام پاندان نہیں رکھا ہے گھر میں چاندی کا پاندان ہے یہ..... اسٹیل کا نہیں...... پاندان کا پاندان ڈیکوریشن...... یہ دیکھئے لاؤنج میں کتنا اچھا لگ رہا ہے بیلا نے ہنستے ہوئے پاندان کی طرف اشارہ کیا جو کارنر شوکیس میں رکھا بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا......

"اوئی..... چاندی کا ہے..... بیٹی..... کراچی میں تو چاندی بڑی جلدی کالی پڑ جاتی ہے۔ سمندری ہوا ہے ناں..... روز کی محنت ہو گی اس پر...... یہ تو گھر میں بکھری باندھ لی صادقہ نے۔" ثریا دادی اگرچہ چاندی کا پاندان دیکھ کر خوش تو بہت ہوئی تھیں مگر "سائیڈ افیکٹ" کا احساس کر کے قدرے متفکر بھی ہو رہی تھیں۔

ارے نانی جان آج کل کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ ایک پالش آتی ہے "براسو" (Brasso) چاندی پر پھیر دیجئے پھر سے نئی۔ پیتل پر پھیر دو سونے کی طرح چم چم..... بیلا نے تسلی دی۔

"مگر بیٹا..... خرچہ تو بڑھ گیا ناں محنت کا..... تمہاری ماں کو بھی نئی نئی سوجھتی ہے۔" ثریا دادی نے لاؤنج کی سجاوٹ کا معائنہ کرتے ہوئے کہا۔

"اتنے میں حبا کپڑے چینج کر کے اندر آ چکی تھی۔"

"آج ڈنر کا مینو کیا ہے حبا کچھ پتہ ہے..... " بابو خان نے آج کیا غضب ڈھایا ہے؟"

بیلا حبا سے پوچھنے لگی......

"حبا اپنے دھیان سے چونک کر زبردستی کے انداز میں مسکرائی۔"

ہاں دوپہر کو اس نے پوچھا تھا کہ رات کا کیا انتظام کرنا ہے۔ دوپہر کو تو کوئی خاص اہتمام نہیں ہوا پھوپھو وغیرہ بھی جلدی میں تھیں۔ مٹر پلاؤ، پوریاں اور آلو کی ترکاری بنانے کیلئے کہہ دیا تھا میں نے گوشت کا کوئی آئٹم نہیں ہے آج..... حبا نے مسکرا کر بتایا۔

واہ ابا جان تو بہت خوش ہوں گے۔ وہ گوشت زیادہ پسند نہیں کرتے..... بیلا خوش ہو کر بولی ثریا دادی بڑی دلچسپی سے دونوں کی گفتگو سن رہی تھیں۔ حبا کی طرف بڑی محبت سے دیکھ کر بولیں..... واہ اس نے تو ایک دن میں پھوپھی کا گھر سنبھال لیا...... بیلا تو مہمان بنی بیٹھی ہے...... اچھی بات ہے...... پھوپھی کا گھر تو اپنا ہی گھر ہوتا ہے......

"کوئی سمجھے تو..... دانیال نے اندر داخل ہوتے سن لیا تھا..... برجستہ بولا تھا۔"

"حبا کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے...... چہرے سے سردمہری جھلکنے لگی۔"

"بھائی آج ڈنر میں گوشت کا کوئی آئٹم نہیں ہے۔ اماں جان کے آنے تک حبا جو کھلائے گی وہ کھانا پڑے گا..... " بیلا ہنسی......

کھا لیں گے بھئی...... ویسے بھی ہم زندہ رہنے کیلئے کھاتے ہیں..... کھانے کیلئے زندہ نہیں ہیں وہ ثریا دادی کے پہلو میں گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا......

"ارے یہ میرا بچہ تو بہت سیدھا ہے۔" ثریا دادی دانیال کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگیں......

جو جتنا سیدھا نظر آتا ہے وہ اتنا ہی بڑا کاریگر ہوتا ہے۔ حبا نے بظاہر مذاقاً کہا مگر حقیقت میں طنزاً کہا جو صرف دانیال ہی سمجھ سکتا تھا۔

یہ بے چارہ کیا کاریگری دکھائے گا...... بچے کو پڑھائی سے فرصت نہیں...... چھوٹا سا تھا تو خوب اچھی صحت تھی پڑھائی کر کر کے کمزور ہو گیا ہے..... اے بیٹا کے دنوں میں جان چھوٹے گی۔ کب سے تو پڑھ رہے ہو وہ بڑی سادگی اور لاشعوری طور پر بہت بے زاری سے پوچھ رہی تھیں۔

بس نانی جان چھوٹنے ہی والی ہے مگر یونیورسٹی چھوڑنے کا دل نہیں چاہتا..... اتنا رنگین ماحول ہے کہ کیا بتاؤں..... ایک سے ایک طلسمات..... ایک سے بڑھ کر ایک ہے تے ہیر

اسٹائل..... ہیچنگ شوز..... واؤ..... ایسی غضب کی تیاریاں کر دیکھو تو بس دیکھتے رہ جاؤ..... دانیال کن انکھیوں سے حیا کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی ترنگ میں بول رہا تھا..... حیا کے چہرے کے تاثرات سے خوب انجوائے کر رہا تھا.....

"بیلا ہنس ہنس کر لوٹ رہی تھی۔" ثریا دادی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی الجھن میں پڑ گئی تھیں۔

نانی جان..... دیکھ لیں کتنی خوبصورت پڑھائی کر رہے ہیں بھائی۔ وہ ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولی اسی لمحے دانیال کے موبائل پر رنگ ہوئی..... دانیال نے موبائل پر نمبر دیکھا ایک دم چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی.....

ہاں..... ہیلو..... وہی..... کیسی طبیعت ہے انکل کی..... اوہ..... اچھا..... شکر ہے..... اور سناؤ وہ رک کر دوسری طرف کی بات سننے لگا.....

پہنچ گئے کراچی..... کب پہنچے..... ؟ گھر پر ہی ہونا..... آ رہا ہوں میں..... یار بس بہت ضروری بات کرنا ہے..... پہنچ رہا ہوں میں آدھے گھنٹے میں۔ وہ موبائل بند کر کے عجلت کے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا..... میں آتا ہوں ایک گھنٹے میں۔ آپ لوگ کھانے پر میرا انتظار مت کیجئے گا۔ ہو سکتا ہے مجھے گھنٹے سے زیادہ لگ جائے..... وہ اسی طرح عجلت کے انداز میں لاؤنج سے نکل گیا۔

یہ کیا ہوا..... ؟ یہ کھلونا (موبائل) خوب مل گیا ہے لوگوں کو..... پہلے تو گھروں میں ہی مار گھنٹیاں بجتی تھیں..... اب تو بھیا اسکوٹروں پر بیٹھے ہیں تو کھلونا کان سے لگا ہے..... خدانخواستہ ذرا سی غفلت سے کوئی نقصان بھی ہوتا ہے..... ہر جگہ بات ہو رہی ہے اتنی باتیں توبہ۔ بھیا میں نماز پڑھ لوں..... ابھی کھانا نہیں کھاؤں گی..... ثریا دادی اٹھتے ہوئے بولی تھیں۔ دانیال کے اچانک اٹھنے سے ماحول کا تاثر یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔



یمنی بہت خشوع و خضوع سے نماز ادا کر رہی تھی ذہن ایک دم یکسو تھا۔ صرف اپنے بابا کی زندگی اور صحت اللہ سے مانگنے کے علاوہ کوئی سوچ نہ تھی۔ سلام پھیر کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا ہی چاہیے تھے کہ ملازم لڑکا اندر داخل ہوا.....

بی بی..... گل ریز صاحب گیٹ پر ہیں آپ انٹر کام پر ان سے بات کر لیں..... آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

یمنی کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بھونچال آ گیا ہو اور ہر شے تہ و بالا ہو رہی ہو ساتھ میں خود بھی کہ زمین پر پاؤں جما کر کھڑا ہونا محال ہو.....

"تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے بڑے کڑے تیور کے ساتھ ملازم لڑکے کی طرف دیکھا۔" جس کا نام سرور تھا۔

میں نے بتا دیا تھا کہ بی بی نماز پڑھ رہی ہیں اس نے یمنی کے دیکھنے کے انداز پر سراسیمہ ہو کر کہا۔ یمنی کو جیسے اس پر فوراً ہی رحم آ گیا.....

چلو ٹھیک ہے..... تمہارا اپنا دماغ تو کام کرتا ہی نہیں..... تم جاؤ اپنا کام کرو..... میں آتی ہوں..... اس نے جائے نماز کا کونہ موڑتے ہوئے کہا..... چہرے پر ایک دم ٹینشن کی لکیریں کھنچ گئی تھیں۔

"اس نے کاریڈور میں آ کر انٹر کام پر گل ریز کو مخاطب کیا۔"

جی..... کیا کام ہے آپ کو..... پاپا تو ہاسپٹل میں ہیں.....؟ اس نے خود پر کنٹرول کرنے کی پوری کوشش کرتے ہوئے کہا۔

گیٹ کھلوایئے یمنی صاحبہ..... میں گیٹ پر کھڑے کھڑے کام نہیں چلا سکتا۔ گل ریز کی برہم آواز ابھری ڈرنے کی ضرورت نہیں فی الحال میں کسی کا مرڈر ہرگز نہیں کروں گا..... مجھ پر میرے ہی گھر کے دروازے بند مت کیجئے..... کچھ بہت برا بھی ہو سکتا ہے..... اس نے اپنی فطرت کے بموجب دھمکی دے ہی ڈالی

لیکن میں تو آپ کے کسی بھی کام نہیں آ سکتی..... پاپا ٹھیک ہو جائیں تو اپنے کام کی بات انہی سے کیجئے گا..... پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کریں..... اس نے غم و غصے کی لہر دبا کر نارمل انداز میں بات کرنے کی حتی المقدور کوشش کی.....

مجھے آپ سے بات کرنا ہے..... گیٹ کھلوایئے..... گل ریز اسی طرح برہم لہجے میں گویا ہوا..... آپ چلے جایئے۔ یہاں سے ورنہ میں "15" ڈائل کرنے پر مجبور ہوں گی..... صرف اتنا کہنا ہی بہت ہو گا کہ باہر ڈاکو کھڑا ہے اور وہ ایکشن کی صورت حال پیدا کر رہا ہے..... اب یمنی نے بھی قدرے برہمی سے کہا..... وہ گیٹ کھلوانے کا رسک کسی قیمت پر نہیں لے سکتی تھی۔

سبحان اللہ..... حق مارتے ہیں اور ڈاکو کہتے ہیں..... یمنی یہ بہت بری بات ہے مجھ سے اس طرح Behave مت کرو..... ورنہ میں بھی تمہاری زندگی میں کوئی آسانی نہیں آنے

دوں گا۔ ابھی تو میں تمہاری ڈر گئی سے خوفزدہ ہو کر جا رہا ہوں...... لیکن اس خوف کا ذکر مت کرنا نہیں ہو گا پھر ملتے ہیں۔ گڈ بائے...... کھٹ سے اس کی آواز آنا بند ہو گئی۔ تحریم نے سکون کا گہرا سانس لیا اور واپس لاؤنج میں آ گئی۔



اور سناؤ سب خیریت رہی ناں...... ولی بڑی گہری نظروں سے دانیال کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا جو وہ پوچھنا چاہتا تھا پوچھ نہیں سکا۔ اس کی "خیریت" پوچھنے کے انداز میں ہی بہت کچھ تھا...... تشویش، فکرمندی، تجسس...... اور انجانا سا خوف......

خیریت کہاں یار...... بری طرح پھنس گئے ہیں...... میں نے تو اسی وجہ سے فون پر تمہیں کچھ نہیں بتایا کہ تم آل ریڈی ٹینس ہو...... پتہ نہیں بابا کی طبیعت کیسی چل رہی ہے۔ دانیال نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ چہرے پر ایک جھلاہٹ سی تھی...... جیسے صورت حال سے عاجز آ چکا ہو......

کیا مطلب پھنس گئے...... کیسے پھنس گئے بھئی...... غلطی کی تھی معافی مانگ لی، لڑکی منگنیاں ٹوٹ جاتی...... بارات واپس چلی جاتی ہے...... شادی کے پہلے مہینے طلاق بھی ہو جاتی ہے ہم نے ان کو کیا نقصان پہنچایا...... کیا شے ضائع کی ہے...... ان کی بیٹی کا نام تک بھی ابھی ان سے نہیں لیا...... تو بھائی...... ہم کیوں پھنسنے لگے بھائی...... ساری کارروائی یک طرفہ تھی...... انہوں نے کونسا ہمیں لڑکی دکھائی تھی...... ہمیں کیا پتہ کہ لڑکی کس قسم......

بس...... بس...... یار...... بس کرو...... اس طرف مسئلہ کچھ اور ہے...... اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بہت شریف لوگ ہیں...... دانیال نے دایاں ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے اسی طرح سنجیدگی سے کہا......

ارے تو بھئی...... ان کا مسئلہ ہے ہمارا نہیں...... کیوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہیں...... [illegible]

ولی ڈونٹ بی سلی...... اس طرح کی بات نہیں کرو...... یہ بہت غیر ذمہ دارانہ [illegible]

ہیں...... اب اس نے جھلا کر کہا تھا...... اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنے احساسات کو کیسے طرح بیان کرے...... اور یہ وضاحت بھی کہ وہ ان لوگوں کو اتنی اہمیت کیوں دے رہا ہے؟

حیرت ہو رہی ہے مجھے یار تمہاری اتنی سنجیدگی پر...... دو چار دن کیلئے ہی تو شہر سے باہر گیا تھا۔ ان چار دنوں میں ہوا کیا...... تم تو بہت سیریس نظر آ رہے ہو...... میرے تمہارے درمیان کوئی شکوک و شبہات یا بداعتمادی والی تو کوئی بات نہیں تم کھل کر بات کرو...... صرف دو لائن میں بھی ایکسپلین کر سکتے ہو اتنا تکلف کس حساب میں کر رہے ہو؟ ولی اب سنجیدگی اور واضح حیرانی کے ساتھ پوچھ رہا تھا بلکہ اندر سے خود بھی ذرا خوفزدہ سا تھا کہ پتہ نہیں دانیال کیا کہنے والا ہے کیا بتانے والا ہے......

خان صاحب ہر صورت میں مجھے یا تمہیں شیخ صاحب کا داماد بنانا چاہتے ہیں...... دانیال نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا......

ابھی زبردستی ہے...... یہ کیا بات ہوئی...... ارے بھئی ماں باپ اس معاملے میں زبردستی نہیں کر سکتے...... یہ کون ہوتے ہیں...... واہ صاحب...... ولی کا تو پارہ ہائی ہو گیا

"یار ہم نے بدتمیزی کی تھی۔ مذاق کیا تھا تو معافی بھی تو مانگ چکے ہیں...... اس کے باوجود...... اس کے باوجود" دانیال نے اس کو جملہ مکمل کرنے نہیں دیا اور بہت سکون سے بولا......

وجہ......؟ ولی نے بھی اب خود کو کنٹرول کرتے ہوئے بہت سنجیدگی سے پوچھا...... اب دانیال کے ٹالنے والے انداز سے اس کو بھی بہت سنجیدہ ہونا پڑا...... تشویش کی کیفیت فطری تھی۔

وجہ...... بہت کلیئر ہے ہم لاشعوری طور پر ان کے فیملی افیئرز میں شامل ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی بیٹی کی شادی فوراً کرنا چاہتے ہیں اسی چکر میں انہوں نے اخبار میں ایڈ بھی دے دیا تھا کہ شاید اس طرح فوری کوئی بات بن جائے...... ہم نے مذاق میں ان کو رسپانس دیا مگر وہ مذاق نہیں سمجھے تھے...... ان کے حالات تو بہت تشویشناک ہیں...... ایک کرنل صاحب کا رشتہ ان کے ہاں آ رہا ہے...... ان کا خیال ہے کہ ان کی لڑکی میں کوئی برائی یا خرابی نہیں ہے تو ہم دونوں میں سے کوئی اس سے شادی کیوں نہیں کر سکتا؟ دانیال نے سمجھانے والے انداز میں بہت سکون سے بات کی۔

دانیال نے کڑوا سچ بولا۔

"تو تم کر لو ناں اس سے شادی تمہاری کونسا منگنی ہو گئی ہے یا بڑوں میں بات ہوئی ہے۔" ولی نے ایک پتھر جیسے دانیال کو دے مارا......

"کیا فائدہ...... ایک اتنی اچھی لڑکی جس کو میں سب کچھ دے سکتا ہوں سوائے دل کے۔ کیا یہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں۔" دانیال نے بہت آہستہ آواز میں جواباً کہا۔

"کیا خبر وہ اتنی اچھی ہو کہ بہت جلد تمہارا دل جیت لے۔...... ولی نے برجستہ کہا۔"

اور وہ دوسری لڑکی...... وہ لڑکی جو شاید عمر بھر کسی کو دل نہ دے سکے گی...... کسی کے ساتھ عمر بھر بے ایمانی کرے گی...... ساری زندگی ایک Guilt کے ساتھ جئے گی...... دانیال نے اسی طرح دھیمی آواز میں کہا......

"ایک زبردست آئیڈیا آیا ہے میرے ذہن میں......" ولی نے چٹکی بجائی اور آن کی آن میں تازہ دم نظر آنے لگا......

"دانیال سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔"

دیکھو شیخ صاحب کی بیٹی کی تو ہم میں سے کسی کے ساتھ جذباتی انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے۔ اللہ کرے شیخ صاحب جلد ہوش میں آجائیں...... پھر ہم تحریم کو کونفیڈنس میں لیتے ہیں۔ ایک جھوٹ بول کر سو جھوٹ بنانے کیلئے بولنا پڑتے ہیں...... ہم سب کچھ تحریم کو بتا دیتے ہیں سب حقیقت صاف صاف بات کرنے سے ایک ہی مرتبہ میں ہماری جان چھوٹ جائے گی...... ولی بول رہا تھا۔

لیکن تحریم سے بات کیا کریں؟ دانیال الجھے ہوئے انداز میں پوچھنے لگا......

یہی کہ ہم شیخ صاحب سے کہہ دیتے ہیں کہ وہ کچھ عرصہ میرا یا دانیال کا انتظار کر لیں...... اس کے بعد جب شیخ صاحب سیٹ ہو جائیں تو تحریم خود انکار کر دے کہ مجھے دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی شادی نہیں کرنا...... جب وہ خود منع کر دے گی تو کوئی مسئلہ ہی نہیں...... شیخ صاحب اس معاملے میں بیٹی پر دباؤ نہیں ڈال سکتے......

لیکن دوبارہ ہاسپٹل جا سکتے ہیں...... دانیال نے جل کر اس کی بات کاٹی...... وہ بھلائی اور بزرگ ہارٹ پیشنٹ ہیں...... سیریس ہارٹ پیشنٹ...... اس نے ولی کے آئیڈیا کی دھجیاں بکھیر دیا......

بھی اس دوران کوئی اچھا پرپوزل بھی تو آ سکتا ہے تحریم کیلئے...... ولی اپنی بات پر قائم

مقصد یہ کہ ہم نے جو مذاق کیا تھا وہ حقیقت میں تبدیل بھی ہو سکتا ہے۔ آخر ہم نے کہیں نہ کہیں تو شادی کرنا ہو گی...... آج نہیں تو کل...... دانیال مزید گویا ہوا......

او گاڈ...... ولی نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں جیسے مراقبے میں چلا گیا ہو۔ یار مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی...... مجھے تو بس اتنی ٹینشن ہے کہ شیخ صاحب میری وجہ سے ہاسپٹل پہنچ گئے ہیں...... بالآخر وہ آنکھیں کھول کر گویا ہوا......

اور اہم بات یہ ہے کہ وہ اس حال میں ہیں کہ کوئی خوشخبری بھی ان کو نہیں سنائی جا سکتی کہ اس میں پڑی وہ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوں...... ولی بڑے تجزیہ کرنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

فرض کرو وہ "کومے" سے باہر آ جاتے ہیں تو کیا تم انہیں کوئی خوشخبری سنا کر پرسکون کر سکتے ہو...... دانیال نے اس سے نظریں چراتے ہوئے سوال کیا......

یار سب کچھ جانتے ہوئے یہ تم کیسا سوال کر رہے ہو......؟ ولی جھلا کر بولا۔ خاندان برسوں پہلے ایک کمٹمنٹ کر چکے ہیں اور اس عرصے میں میں نے کبھی ان کے فیصلے سے اختلاف ظاہر نہیں کیا...... اب اگر کوئی نئی بات کرتا ہوں تو ایک قیامت اٹھ کھڑی ہو گی...... اور سوچو یار...... پھر مجھ سے زیادہ تو وہ بے قصور لڑکی متاثر ہو گی جو اپنے مستقبل کا ایک ایک لمحہ میرے ساتھ گزارنے کا سوچ رہی ہے۔ میرا انتظار کر رہی ہے...... ولی نے بہت سنجیدگی اور قدرے دکھ سے انداز میں کہا......

یہی صورت حال میرے ساتھ ہے دوست اگرچہ کوئی باضابطہ کمٹمنٹ نہیں ہوئی لیکن بہت کچھ خاموشی کی زبان میں کہا جا چکا ہے...... اور مجھے بہت گلٹی فیل ہوتا ہے جب میں اس سے نظر چرا کر اجنبی بن کر بات کرتا ہوں...... اس لیے کہ اس وقت میں بہت الجھا ہوا ہوں، وہ میرے اس طرح Behave کرنے سے کتنی ہرٹ ہوتی ہو گی...... دانیال نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا......

بیٹھے بٹھائے...... کس مصیبت میں پڑ گئے...... یار اچھی بھلی سکون سے زندگی گزر رہی تھی۔ ولی نے بیزار کن انداز میں کہا......

بہر حال اس گھر میں اس نئی سچویشن کی ذمہ داری تو ہم پر ہی پڑ رہی ہے ایک ایسی لڑکی جس کا سب کچھ اس کا باپ ہے وہ بھی اس حال میں جا پہنچا ہے کہ اس کیلئے کچھ نہیں کر سکتا

تھا ادھر دوران وہ دوران نہیں ہے ــــــ پیارے دوست ـــــــ ایمرجنسی ڈکلیئر ہے ـــــــ وہ اسی طرح جل بھن کر طنزیہ بولا ـــــــ

بہرحال تم کچھ کہو اس صورت حال سے نجات پانے کیلئے تحریم سے بات کرنا بہت ضروری ہے ــــ اسے کونفیڈنس میں لینا ہوگا ادھر سے بھی کوئی نیا آئیڈیا آسکتا ہے۔ ابھی دو دماغ پھر تین ہو جائیں گے ـــــ وَلی بہت پرجوش تھا دانیال اپنی سی کوشش کے بعد بھی اسے بچا ل[illegible] طرح سمجھا نہیں سکا تھا ـــــ

تین نہیں ــــ ڈھائی دماغ ــــ لیب ٹیسٹ کے مطابق عورت کے دماغ کا وزن کم ہوتا ہے سائنٹفک ریسرچ ہے ــــ خیالی بات نہیں ــــ دانیال نے چڑ کر گرہ لگائی ـــــ

کس قدر بے درد ہیں یہ مرد حضرات ــــ ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہوئے ہیں بے چاری عورت کے اس کا دماغ تک لیب میں لے گئے ناپنے تولنے کیلئے ــــ ہر صورت ڈی گریڈ کرنا چاہتے ہیں وَلی نے اظہار افسوس کیا ــــ چچ ــــ چچ

بہرحال آئیڈیا اچھا ہے جہاں تک دماغ کام کرتا ہے واقعی اگر محترمہ تحریم صاحبہ کو حقیقت بتائی جائے تو وہ یقیناً تعاون کریں گی۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ خود بھی یہ بات ناپسند کریں گی کہ انہیں زبردستی کسی کے گلے ڈال دیا جائے ...... دانیال نے خیال آرائی کی

تو پھر ڈن ہو گیا ــــ اب اس نیک کام میں تاخیر کیوں؟ ان کے گھر کا نمبر ملاؤ اور کوئی میٹنگ پچویشن تیار کرو ...... بلا وجہ ذہن الجھا ہوا ہے ...... وَلی نے بے تابی سے کہا اسے تو جان چھڑانے کی بہت ہی جلدی تھی۔ او۔ کے ...... دانیال نے جیب سے موبائل نکالا ــــ پھر ذرا مسکرا کر وَلی کی طرف دیکھا۔ اور زور سے۔ بسم اللہ پڑھی اور ڈائل کرنے لگا ......

دوسری طرف جتنی دیر رنگ پاس ہوتی رہی وہ وَلی کی طرف دیکھتا رہا ...... جو بے قراری سے کال اٹینڈ ہونے کا منتظر تھا۔

دوسری جانب کسی ملازم نے ریسور اٹھایا تھا ــــ دانیال نے کوفت بھرے انداز میں پوچھا ــــ تحریم بی بی گھر پر ہیں؟

''جواب اثبات میں ملا تو دانیال ایک دم پرجوش ہو گیا۔'' بات کراؤ بہت ایمرجنسی ہے۔

''میرا نام دانیال ہے اور وہ مجھے نہیں جانتیں۔'' اس نے ساتھ ساتھ کلیئر کر دیا تاکہ وقت بچے۔

''ملازم ہولڈ کرا کر چلا گیا۔'' دانیال نے گہری سانس لے کر وَلی کی طرف دیکھا ......

بڑی اکھڑ دماغ ہیں محترمہ ...... دُعا کرو ...... بلکہ منت مان لو کہ وہ بات کرنے فون تک تشریف لے آئیں ...... بہت پراؤڈ فیل ہوتی ہے ...... اور پراؤڈ تو ویسے بھی نہیں چلے گی؟ کیوں؟ وہ وَلی سے رائے لینے لگا ......

''اسی لمحے تحریم کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔ ہیلو ......؟''

''دانیال کے تو جیسے اوسان جواب دینے لگے اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا پھر مؤدبانہ سلام عرض کیا۔''

''وعلیکم اسلام ــــ فرمایئے ......؟'' وہی سرد مہر لہجہ جو بات کرنے کی ہمت توڑ دیتا تھا۔

جی میں دانیال بات کر رہا ہوں آپ کے والد محترم اور نور محمد خان صاحب مجھے بہت اچھی طرح جانتے ہیں ...... مجھے آپ سے بہت ضروری اخلاقی تعاون آئی مین سورل سپورٹ درکار ہے۔ اتنا سن لیجئے کہ آپ کے گھر کی موجودہ صورت حال سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ آپ سے میٹنگ کے بعد اس کے اچھے اثرات آپ پر اور آپ کے گھر پر نظر آئیں گے۔ دانیال ایک سانس میں بولتا چلا گیا ...... جیسے کہیں بریک لگا تو وہ ریسور رکھ دے ......

''اوہ ...... کوئی سیریس میٹر؟'' تحریم کی سنجیدہ اور سوچتی ہوئی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''اوہ ...... شیور ...... بہت سیریس ...... میں آپ سے ریکوسٹ ...''

آپ اپنا قیمتی ٹائم ضائع مت کیجئے ...... میں انکل سے ڈسکس کر کے ہی آپ کو جواب دے سکتی ہوں۔ بہت وقار اور پرسکون انداز میں اس کی بات کاٹ کر جواب دیا گیا۔

''انکل ...... کون انکل۔'' دانیال نے ٹھٹھک کر پوچھا ......

''انکل نور محمد خان۔'' اسی سپاٹ انداز میں جواب ملا ......

فار گاڈ سیک ایسا مت کیجئے گا ...... مسئلہ ہو جائے گا ...... البتہ آپ میٹنگ کے بعد ان کو تمام باتوں سے مطلع کر سکتی ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ...... اور میں تو آپ کے گھر میں آپ سے صرف دس پندرہ منٹ بات کرنا چاہوں گا ...... مجھے آپ سے لمبی بات نہیں کرنا ہے۔ پلیز آپ کچھ کوشش کریں ...... دیکھیں اس میں آپ کا بھی بہت فائدہ ہے؟ وہ دوسری طرح الجھ رہا تھا

"کیا دو دس پندرہ منٹ کی بات فون پر نہیں ہو سکتی؟" تحریم نے پوچھا......

نہیں ہو سکتی...... دیکھیے آپ تعاون کیجیے...... انشاءاللہ شیخ صاحب کی صحت پر بھی اس کا بہت اچھا اثر ہو گا اور وہ سروائیو (Surrive) کر جائیں گے...... انشاءاللہ تعالیٰ...... دانیال اب اپنے بال کھسوٹنے کے موڈ میں آنے ہی والا تھا۔ دانت پیس کر ولی کی طرف دیکھ رہا تھا......

او کے...... او کے...... ٹھیک ہے آپ آج مغرب کی نماز کے بعد تشریف لے آئیں...... اس مرتبہ تحریم کے لہجے میں اُلجھن و سوچ بچار کا عکس پوشیدہ تھا۔

"بنڈل آف تھینکس میم۔"

"ویلکم...... اینڈ اللہ حافظ۔" فون تحریم کی طرف سے بند ہوا......

"تھینکس گاڈ...... کہ ہم سیریس نہیں تھے...... صرف مذاق کر رہے تھے...... ہی...... ہی۔" دانیال نے بری طرح جل کر ہی ہی کہا اور موبائل جیب میں رکھ لیا......

یار جو بندہ بھی اس کے ساتھ زندگی گزارے گا...... خوار ہو جائے گا...... لاؤ جماعت سے الگ پڑھوائے گی...... مُلائی نہیں تو دحت تیرے کی...... دانیال جل کر بول رہا تھا۔

"لگتا ہے ٹینشن سے دماغ چل گیا ہے۔" ولی نے چھیڑا......

چل گیا ہے؟ بھائی چل پڑا ہے...... ابھی تک سویا ہوا تھا...... چلتا ہے ناں پھر نماز مغرب کی نماز پڑھ کر لے گی اس سے پہلے نہیں...... دانیال نے سنجیدگی سے پوچھا......

"تم چلے جاؤ...... ڈرنے کی کیا بات ہے۔" ولی نے چکارتے ہوئے کہا......

"شرم آتی ہے۔" وہ دانت پیس کر ولی کو گھورنے لگا......

"بہت آتی ہے...... یار اتنی بڑی بدتمیزی کی ہے اصولاً آنا تو چاہیے۔" ولی نے اعتراف کیا۔

"خبردار میں اکیلا نہیں جاؤں گا...... لگا دوں گا خان صاحب کو بھی پھر مت کہنا" دانیال نے دھمکی دی......

"یہ مت کرنا...... جہاں کہوں گے چلوں گا...... جس سے کہو گے ملوں گا۔" ولی کا گھبرانے کی اداکاری کی دانیال مسکرانے لگا...... پھر ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"یار دعا کرو شیخ صاحب ہوش میں آ جائیں۔" معاملہ آسانی سے نمٹ جائے گا "آمین ثم آمین۔" دانیال نے بڑی دل سوزی و جذبے سے چہرے پر ہاتھ پھیرے

ہوئے کہا۔

"شام پونے چھ تک تیار رہنا۔" دانیال نے کہا......

"او کے...... اے اللہ تو کارساز ہے بگڑے کام بناتا ہے۔ ہمیں معاف کر دے" اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔



صادقہ بیگم حور بانو اور عائشہ کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ حور بانو سیب اور چیکو چھیل کر کاٹ کر ان کے سامنے رکھتی جاتی تھیں۔ تینوں کے چہروں پر بلا کا اطمینان اور خوشی تھی...... اتنا سکون کہ جیسے انہیں غم کا ادراک ہی نہ ملا ہو۔

سرمد اور غزالی آ رہے ہیں...... آپ نے ان سے جو باتیں کرنا ہیں کر لیں صادقہ...... اپنی پوری تسلی کر لیں...... سارا گھر آپ کے سامنے ہے...... حور بانو بولیں۔

کیسی باتیں کرتی ہیں بانو آپا...... آپ کوئی غیر ہیں...... نہ ہی مجھے کسی قسم کا شک و شبہ ہے میں کسی کھوج میں ادھر نہیں آئی ہوں۔ میری بہن آپ کے گھر میں ہے خوش ہے میرے لیے یہی بہت ہے آپ نے بے حد اصرار کیا تھا تو میں چلی آئی...... صادقہ بیگم قدرے شرمسار لہجے میں کہہ رہی تھیں وہ سب ٹھیک...... وہ بولنے لگیں اسی لمحے سرمد اندر داخل ہوا......

"السلام علیکم۔" وہ تینوں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں......

"وعلیکم السلام۔" صادقہ بیگم کے چہرے سے روشنی کی صورت خوشی پھوٹنے لگی وہ بڑی الفت سے سرمد کو دیکھ رہی تھیں۔

جیتے رہو بیٹا...... اللہ عمر دراز کرے...... آؤ بیٹھو وہ والہانہ انداز میں اٹھ کر سرمد کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

فل سوٹنگ میں دراز قد و قامت کا نوجوان ان کے سامنے تھا اس کی آمد کے ساتھ کولن کی خوشبو ماحول میں رچ گئی تھی جس کا طلسم و تاثر تھا......

"سرمد...... یہ صادقہ آنٹی ہیں تمہاری عائشہ ممانی کی چھوٹی بہن......" حور بانو نے تعارف کرایا۔

سرمد ان تینوں کے مقابل بیٹھ گیا...... ایک پر تکلف مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر تھی۔ بڑی شاہانہ اسٹائل کی نشست تھی۔ صادقہ بیگم بڑے سلیقے اور احتیاط سے اس کا جائزہ لے

رہی تھیں......

"بہت مصروفیت رہی ہے بیٹا؟" انہوں نے مسکرا کر بات شروع کی۔

"جی آنٹی...... واقعی بہت مصروفیت رہی ہے...... اور مجھے مصروفیت اچھی بھی بہت لگتی ہے۔" اس نے بڑے سادہ سے انداز میں جواب دیا......

نیک بخت انسان ہی اچھے کاموں میں مصروف رہتا ہے اللہ نصیب اچھا کرے۔ کیا کر رہے ہو آج کل؟ ابھی تو ایک فرم میں M.D ہوں مگر مجھے مزہ نہیں آ رہا...... میں انڈسٹریل انجینئرنگ میں ایجوکیشن کی ہے اسی کے مطابق اپنا کیریئر سیٹ کرنا چاہتا ہوں۔ حال ہی میں ایک مردہ فیکٹری کے سلسلے میں بات چیت شروع کی ہے۔ میرا خیال ہے میں یہ فیکٹری بہت جلدی کارآمد بنا دوں گا آپ دعا کیجئے...... اس نے مسکرا کر بات ختم کی۔

ماشاءاللہ...... اللہ آپ کو کامیاب کرے...... صادقہ بیگم اس قابل نوجوان سے بہت متاثر نظر آئیں۔ امی...... آنٹی لاہور آئی ہیں تو ان کو یہاں سیر ضرور کرائیے...... سرمد نے اپنی رسٹ واچ پر نظر دوڑاتے ہوئے آداب میزبانی بتا رہا ہے...... یوں لگا جیسے اسے وہاں سے اٹھنے کی جلدی ہو۔

ارے بیٹا میں کوئی پہلی مرتبہ لاہور تھوڑا ہی آئی ہوں...... سارا لاہور دیکھا ہوا ہے۔ میں تو بس آپ لوگوں سے ملنے آئی ہوں...... صادقہ بیگم نے پھر بڑی پرشوق نظروں سے سرمد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ٹھیک ہے آنٹی...... میں ذرا چینج کرلوں...... آپ سے پھر ملاقات ہوگی۔ وہ اٹھتے ہوئے بولا حور بانو اور عائشہ اپنی اپنی جگہ خاموشی سے بیٹھی ان کے مابین ہونے والی گفتگو سن رہی تھیں بلکہ عائشہ صادقہ کے چہرے کا بغور جائزہ بھی لے رہی تھیں۔

"سرمد لاؤنج سے باہر چلا گیا۔"

پہلے اس لڑکے پر پڑھائی کا بھوت سوار رہتا تھا اب اپنے کام کا...... گھر میں تو بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ حور بانو نے سرمد کے اٹھتے ہی بولنا شروع کیا۔

"اچھی بات ہے آپا...... اس عمر میں بچے کام کرتے ہی اچھے لگتے ہیں۔" صادقہ بیگم بولیں۔

ماشاءاللہ جو کوٹھی بن رہی ہے وہ تو آپ دیکھتے ہو...... ساری محنت سرمد کی ہے۔ ایک ایک کام کی نگرانی خود کروا رہا ہے آپ خود سوچیں کتنا مصروف ہوگا...... حور بانو کا لہجہ بیٹے کی محبت میں

بھیگا ہوا تھا اللہ بہتر نصیب کرے اور بچے اسی طرح محنت کرتے رہیں...... اللہ انہیں ان کی محنت کا پھل دے آمین صادقہ بیگم دعا کرنے لگیں......

یہ تو شروع ہی سے خاموش طبع ہے بھیڑ بھاڑ سے جلدی بیزار ہو جاتا ہے۔ یقین کرو کئی کئی دن ہو جاتے ہیں اس کی صورت دیکھے ہوئے حالانکہ اسی گھر میں رہتا ہے۔ عائشہ بولیں......

"اور وہ دوسرا اس کے بعد جو ہے...... وہ کیا کر رہا ہے......؟" صادقہ بیگم نے پوچھا۔

حد ہو گئی صادقہ تم سے بتایا تو تھا کہ ماشاءاللہ ڈاکٹر ہے...... اسی لیے تو تمہاری بچی کا خیال آیا تھا کہ چلو دونوں ڈاکٹر ہوں گے تو اپنا اسپتال بنالیں گے۔ کام کی جگہ پر بھی ساتھ ہوں گے اور گھر پر بھی...... پھر یہ پروفیشن بھی ایسا ہے کہ وقت بے وقت گھر سے نکلنا پڑ جاتا ہے۔ بیوی کو شکایتیں ہو جاتی ہیں۔ بیوی خود ڈاکٹر ہوگی تو برابر کا ساتھ دے گی...... شوہر کے مسائل کو سمجھے گی۔ عائشہ نے وضاحت کرتے ہوئے کلیئر کردیا تھا کہ وہ لوگ بیٹا کیلئے غزالی کا رشتہ دینا چاہتے ہیں۔

تو سرمد کیلئے آپ صادق بھائی کی کوئی لڑکی...... انہوں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا کیونکہ وہ واقعی بھول گئی تھیں کہ حور بانو نے اپنے ڈاکٹر بیٹے کیلئے بیٹا کی بات کی تھی۔

"ہاں ہاں...... صادق بھائی کی بچی...... اب ہم تمہیں کسی تجسس میں رکھنا نہیں چاہتے۔ اب کسی لڑکی کے بجائے حیا کا نام لے کر بات کریں گے اور پھر تم سے کیا چھپانا......" عائشہ نے لاپروائی سے جواب دیا اور حور بانو کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگیں......

"حیا......؟؟" مارے حیرت کے صادقہ بیگم کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا...... وہ تو تیسرے نمبر پر ہے اس سے تو دو بڑی بیٹھی ہیں...... حیا کیلئے تو شاید بھابی راضی نہیں ہوں گی...... وہ سوچتے ہوئے کہنے لگیں یہ تو کوئی بات نہ ہوئی آج کل اس طرح سے کوئی نہیں سوچتا کسی بھی لڑکی کیلئے مناسب رشتہ آجائے تو لوگ کر دیتے ہیں اس لئے کہ اچھے رشتے بہت مشکل سے ملتے ہیں۔ عائشہ بولیں۔

لیکن دونوں بڑی بچیاں بھی ماشاءاللہ صورت شکل سے بہت اچھی ہیں......؟ وہ الجھے ہوئے سوالیہ نظروں سے حور بانو کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو صادق بھائی کی ماشاءاللہ چاروں بیٹیاں بہت خوبصورت ہیں قدوقامت سے بھی اچھی ہیں مگر تمہیں میری بات بچوں والی لگے گی شاید تم دل ہی دل میں ہنسو دیکھو سرمد میرا اکلوتا ہی بیٹا ہے...... اور کہاوت ہے کہ بیٹا گود میں آتے ہی ماں بہو لانے کے خواب

دیکھنے لگی ہے۔ اصل میں حبا کے بال بہت خوبصورت ہیں...... لمبے اور سنہری...... اور میں سوچا کرتی تھی کہ میں جب پہلی پہلی بہو لاؤں تو اس کے بال بہت لمبے ہوں...... اپنی تو اس دو انچ کی چوٹی کے ساتھ عمر کٹ گئی...... ساری جوانی سر میں پتہ نہیں کیا کیا لگایا کہ کسی طرح بال لمبے ہو جائیں۔ مگر حیا دو انچ کی چوٹی تین انچ کی نہ ہوئی...... حور بانو نے اب کھل کر صاف حبا کو پسند کرنے کی وجہ بتا دی......

''صادقہ اور عائشہ بے ساختہ ہنس پڑیں۔

''اچھے بھلے تو ہیں آپ کے بال......'' صادقہ بیگم ہنسی روکتے ہوئے بولیں......

''کہاں گز بھر کی چوٹی کا خواب کہاں یہ ہاتھ بھر کی چوٹی۔'' حور بانو اپنی چوٹی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں......

سچ پوچھو...... حبا کے بال دیکھ کر سو مرتبہ تو میں نے ماشاء اللہ کہا...... اور خوشی سے برا حال ہو گیا...... اگر مجھے بڑی لینا ہوتی تو میں اس کا رشتہ ڈال کر وہاں سے نکلتی...... مسئلہ تو یہی تھا کہ حبا کا تیسرا نمبر ہے...... اس کام میں ذرا ''محنت'' ہو گی...... سو چا تم دونوں بہنوں کو پیچھے لگاؤں گی کہ اپنی اماؤں کو راضی کرو...... حور بانو بہت خوشگوار موڈ میں بات کر رہی تھیں ہائے آپا...... آپ نے بہت مشکل میں ڈال دیا...... صادقہ بیگم ہنستے ہوئے بولیں......

ایسی بات نہیں صادقہ...... مجھے یاد آ رہا ہے کہ شاید اماں کے سامنے یہ نمبر سے کرنے کی بات ہوئی تھی تو انہوں نے کہا تھا جس کا بھی اچھا بر مل جاؤ کر دو الو...... بیٹی بٹھانے والی شے نہیں ہوتی۔ عائشہ کو جیسے اچانک یاد آیا......

''یہ تو شاید بڑی اماں کے خیالات ہوں گے مگر اصل بات تو بھابی کی ہے صادقہ بیگم بولیں۔''

تو پھر اللہ مالک ہے...... ساری بات مقدر کی ہے اگر اللہ نے میرے بیٹے کا جوگ حبا کے ساتھ بنایا ہے تو یہ کام ہو کر رہے گا...... میں تمہارے ہاتھ لال کا غذ پر باقاعدہ پیام لکھ کر بھجواؤں گی اس کے بعد تم دونوں بہنیں کوشش کرنا...... حور بانو بہت مطمئن اور خوش نظر آ رہی تھیں۔

''آپا ہاں تو سب سے چھوٹی حبا کے بھی بہت بھی بہت اچھے ہیں مگر وہ کاٹ دیتی ہے۔'' صادقہ بیگم نے حور بانو کو چھیڑا۔ ''عائشہ ان کا مذاق سمجھ کر ہنس ہنس کر دوہری ہونے لگیں۔

بھئی جس کے بال کل ''زیادہ'' ہیں میں تو اس کی بات کروں گی...... حور بانو نے برجستہ

جواب دیا تینوں کی ہنسی لاؤنج میں گونجنے لگی۔

♥♥♥

دانیال بڑی عجلت میں گھر میں داخل ہوا تھا...... اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا کہ اس نے جلدی جلدی ہاتھ منہ لینا ہے کون سے کپڑے پہننا ہیں مغرب کی نماز بھی پڑھنا ہے شاید ایک کپ چائے بھی پینے کی خواہش جاگ اٹھے...... اس نے ہاتھ کونے میں گھڑی کی اور چابی کھینچ کر نکالی اور ہوا میں اچھالی...... عین اسی لمحے اس کی نظر لان چیئر پر بیٹھی حبا پر پڑی...... وہ دانیال کو سامنے پا کر بڑے چھپانے والے انداز میں دوپٹے سے آنکھیں صاف کر رہی تھی......

دانیال کے دل میں کچھ ہونے لگا ساری عجلت سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا......

''حبا رو رہی ہے؟ مگر کیوں...... ذہن میں اندیشے سرسرانے لگے...... وہ تیز تیز قدم بڑھاتا اس کی طرف چلا......'' حبا نے اسے آتا دیکھ کر مزید رخ موڑ لیا......

''انسٹیٹیوٹ نہیں گئیں آج......؟'' وہ اس کی روئی روئی آنکھوں سے انجان بن کر پوچھنے لگا......

''سر میں بہت درد ہو رہا تھا اس لیے نہیں گئی۔'' حبا کی آواز میں آنسوؤں کا اثر تھا۔

''ارے سر کا درد تو بہت عام سی تکلیف ہے...... اور تم رونے بیٹھ گئیں؟'' وہ حیرت سے کہہ رہا تھا۔ حبا خاموش رہی شدت سے بدلاتے جواب دیا۔

کیوں رو رہی ہو بہت زیادہ درد ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں...... وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا آپ جائیں اپنا کام کریں...... میں ڈسپرین وغیرہ لے لوں گی...... وہ بہت روڈ لہجے میں بولی۔

''دانیال نے بہت گہری نگاہ سے اس کا جائزہ لیا......'' چند لمحے کچھ سوچا۔

''کوئی اور بات ہے تو بتاؤ شاید میں کوئی مدد کر سکوں......'' اس نے آہستگی سے پوچھا......

دانیال صاحب ہم سوشل اسٹیٹس میں آپ کے برابر نہیں ہیں مگر بے وقت بھی نہیں کہ مذاق کھیلنے کیلئے کھلونے ہیں...... جائیے جا کر اپنا کام کیجئے۔ لائف انجوائے کیجئے...... وہ ایک دم مشتعل سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی بات مکمل کر کے وہاں سے نکل پڑی......

دانیال کی روحانی اذیت چہرے سے یوں جھلکنے لگی جیسے ہلکے بادل کے پیچھے سے چاند

جھلکتا ہے اس نے گہری سانس لی اور اپنی ریسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ سو یا ذہن پھر بڑ بڑا کر جاگا۔ تحریم اس کا انتظار کرتی ہو گی ...... یہ مسئلہ نمٹا لے تو پھر ایزی ہو کر اس بے وقوف کو بھی سنبھال لے گا اس نے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔



تحریم مغرب کی نماز کے بعد بہت بے چینی سے دانیال کا انتظار کر رہی تھی ...... اس کیلئے یہ بات بہت اہم تھی ...... کہ آنے والا کوئی ایسی خاص بات کرنے آ رہا ہے جس کا تعلق اس کے باپ کی موجودہ حالت سے ہے اور اس بات چیت کے بعد اس کے باپ کی صحت یابی کے امکانات روشن ہو جائیں گے ان دنوں آٹھ پہر اسے صرف اپنے باپ کے علاوہ اور دوسرا کوئی خیال نہیں آتا تھا۔ کسی نے کوئی قرآنی عمل برائے شفاء اسے بتایا تھا جو وہ عشاء کی نماز کے بعد شروع کرتی تھی اور مسلسل ایک ڈیڑھ گھنٹے تک وظیفے میں مصروف ہوتی تھی ...... اس کا باپ اس کا سب کچھ تھا۔ ماں بھی باپ بھی ...... دوست بھی ...... چند دنوں میں مسلسل بے خوابی کی وجہ سے وہ زرد پڑ چکی تھی ...... آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی ...... بالوں میں برش کرنے کا دل نہیں چاہتا۔ الجھے الجھے بال ...... ہر وقت کا دھڑکا پھر گل ریز کی طرف سے مسلسل ٹینشن ...... اس وقت بھی اس نے کوئی اہتمام نہیں کیا تھا۔ دو دن سے جو کپڑے پہنے ہوئے تھی اس وقت بھی انہی میں تھی بکھرے بالوں کا جوڑا بنا لیا تھا ...... کاٹن کا دوپٹہ جس پر زمانے بھر کی شکنیں پڑی ہوئی تھیں شانوں پر پھیلایا ہوا تھا ...... بلا کی بے قراری اور انتظار تھا ...... روشنی کا تاثر کمزور پڑتا جا رہا تھا رات دھیرے دھیرے اتر رہی تھی ......

اس نے گیٹ تک ایک لمبا مارچ کیا پھر اکتا کر واپس پلٹ آئی۔ اور وقت گزاری کے انداز میں اضافی روشنی بلب وغیرہ بس بند کرنے لگی۔ اسی وقت اسے یوں محسوس ہوا جیسے گیٹ پا کوئی گاڑی آ کر رکی ہو ...... دوسرے ...... ہوئی تو فوراً ہی ہارن بھی سنائی دیا۔

وہ جلدی سے لاؤنج میں جا کر صوفے پر بیٹھ گئی ...... اسے یقین تھا کہ دانیال ہی آیا ہے۔

گیٹ کھلنے گاڑی کے اندر آنے کی آواز آئی پھر خاموشی چھا گئی۔ چند لمحوں بعد ہی ملازم اندر آیا اور مطلع کیا کہ دانیال صاحب اور ولی صاحب آئے ہیں۔

"انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ ...... اور کولڈ ڈرنک سرو کرو میں آتی ہوں۔" اس نے

ملازم کو تاکید کی اور بالوں کا جوڑا نئے سرے سے بنانے لگی ...... اس دوران خود کو نارمل اور پرسکون کرنے کی کوشش کرتی رہی ...... تقریباً پانچ منٹ یونہی گزار کر اٹھ کھڑی ہوئی اور ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔ دانیال اور ولی ایک صوفے پر تقریباً ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے تھے۔

"اسے سامنے پا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کیا۔"

"تحریم نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کیلئے کہا۔"

چند لمحے خاموشی رہی ...... دونوں ہاتھ میں گلاس تھامے نظریں جھکائے بیٹھے تھے لگتا تھا ساری دنیا میں ان سے زیادہ نیک اور سیدھا کوئی نہیں۔

میں جاننا چاہتی ہوں وہ کیا بات ہے جو آپ مجھے بتانا چاہتے ہیں اور اس کا تعلق میرے پاپا سے ہے ...... میں سمجھتی ہوں ہمیں فارمل باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے کام کی بات کرنا چاہئے ...... تحریم کی باوقار آواز ڈرائنگ روم کے ماحول کو مرتعش کرنے لگی اوہ ...... شیور ...... واقعی ہمیں صرف کام کی بات کرنا چاہئے ...... ہمیں احساس ہے کہ آج کل آپ بہت ٹینس ہیں ...... ایک پُر اعتماد، باوقار، بہت خوبصورت لڑکی ان سے محو کلام تھی وہ اپنا اعتماد کھونے لگے ......

ایکچولی ...... ہم آپ سے فیس ٹو فیس سوری کہنے آئے ہیں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ بھی چاہتے ہیں آپ اس غلطی کو معاف کر دیں اور خود ہی شادی سے انکار کر دیں اور انکار کی وجہ یہ بتائیں کہ فضول قسم کے مذاق کرنے والے لڑکے کسی اچھی لڑکی کے قابل نہیں ہوتے۔ ولی ایک سانس میں بولتا چلا گیا جیسے کوئی بچہ کلاس میں مس کو "My Best friend" سنا رہا ہو ...... وہ بول رہا تھا اور تحریم حیرت سے منہ کھولے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ...... شش ...... شادی ...... کس کی شادی ...... آپ جانتے ہیں میرے پاپا I.C.U میں سیریس حالت میں ایڈمٹ ہیں اور آپ مجھ سے شادی بیاہ کے ٹاپک پر بات کرنے آئے ہیں ...... ایبولوٹلی نانسنس ...... کون ہیں آپ لوگ ......؟ وہ برہم ہو کر پوچھ رہی تھی بڑا سخت لہجہ تھا۔

وہ ...... سوری مس ...... یہ ٹھیک سے ایکسپلین نہیں کر پایا ...... بات اس طرح سے شروع ہوتی ہے کہ آپ کے پاپا نے آپ کی شادی کے سلسلے میں ایڈ دیا تھا ہم نے مذاق میں بس ...... دانیال کو صاحب پان سی لڑکی کے سامنے بات کرتا وہ بھرپور رہا تھا۔

لیکن ...... آپ نے میرے پاپا کے ساتھ جوک کیا ...... ستی کی آنکھیں جیسے حیرت

سے بچ گئیں آپ کے پاپا کے ساتھ نہیں...... ایک پرسن (Person) کے ساتھ اس وقت تو ہمیں آپ کا نام پتہ تھا نہ شیخ صاحب کا...... دانیال نے دھیمی آواز میں وضاحت کی۔

ٹھیک ہے...... آپ نے جوک کیا...... مگر پاپا اس مذاق کے بعد ہاسپٹلائز ہو گئے ہو مجھے...... یا ایسی کوئی خاص بات نہیں...... تحریم الجھ کر پوچھنے لگی......

شاید ولی ان کو بہت پسند آ گیا تھا اور وہ اچھے طور پر اسے سلیکٹ کر چکے تھے۔ دانیال نے ہچکچاتے ہوئے بتایا......

ولی......؟ آپ نے تو شاید دانیال نام بتایا تھا۔ تحریم کو بہت ہی اُلجھن ہوئی...... کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی...... اور بہت بارعب اور پر اعتماد انداز میں سوال کر رہی تھی......

"جی...... میں دانیال ہوں اور یہ میرا دوست ولی آفندی۔" دانیال نے جھکی نظروں کے ساتھ کلئیر کیا......

"اوہ...... خدانخواستہ میرے پاپا اگر سروائیو (Survive) نہیں کر پاتے تو اس کی سیدھی سیدھی ذمہ داری آپ پر پڑتی ہے...... پینل یا انٹرنیشنل لاء میں تو اس مذاق پر کوئی دفعہ لاگو نہیں ہوتی مگر اخلاقی قانون کے مطابق تو آپ کا جرم بہت بھیانک ہے...... مائی گاڈ دعا کریں میرے پاپا ٹھیک ہو کر گھر آ جائیں ورنہ میں آپ کے ساتھ وہ کروں گی جو آپ سوچ بھی نہیں سکتے...... چلے جائیے آپ لوگ یہاں سے...... دوزخ کے فرشتے لگ رہے ہیں آپ لوگ اس وقت...... تحریم خود کو بمشکل کنٹرول کر رہی تھی۔ شدت جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا...... ایک جھٹکے سے اٹھی اور ویٹنگ روم سے باہر چلی گئی۔

دانیال اور ولی تو مارے خجالت کے جیسے زمین میں گڑے جا رہے تھے۔ انہوں نے ہاتھ میں تھامے ہوئے گلاس جن میں سے چند سپ ہی لیے تھے آہستگی سے ٹیبل پر رکھ دیے اور اٹھ کھڑے ہوئے......



ٹھیک ہے یار...... اتنی انسلٹ تو ہماری ہونا چاہیے تھی...... غلطی کی تھی تو سزا کے بھی مستحق تھے۔ ولی نے بائیک پہ دانیال کے شانے اپنے دونوں ہاتھوں سے دبائے......

اللہ لاکھ لاکھ شکر ادا کرو ولی آفندی جان بچ گئی اس کو ہماری شکلوں سے نفرت ہو گئی ہوگی اب تو شیخ صاحب یا خان صاحب زمین آسمان بھی ایک کر ڈالیں تو ہم میں سے کسی کے ساتھ

شادی پر رضامند نہیں ہو گی...... چوراہے پر پہنچتے ہی سگنل ریڈ ہو گیا دانیال نے بائیک کو بریک لگاتے ہوئے بڑے پرسکون لہجے میں کہا......

ہاں یار...... جان بچی سو لاکھوں پائے اور آئندہ کیلئے میرے باپ کی توبہ اس طرح کا کیا ہر طرح کا مذاق کرنا چھوڑ دیں گے...... ولی بھی جی بھر کر شکر ادا کر رہا تھا......

وہ تو سب ٹھیک ہے کہ ایک بہت بڑے خطرے سے بچ گئے ہیں مگر یار اب شیخ صاحب کو بھی بچ جانا چاہیے ورنہ ساری زندگی ضمیر کی مار سہنا پڑے گی...... دانیال نے سنجیدگی سے کہا۔

میں تو منت مان چکا ہوں کہ شیخ صاحب ہوش میں آ گئے تو عبداللہ شاہ غازی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھاؤں گا اور ایک دیگ بریانی وہاں تقسیم کروں گا...... مجھے بھی اس بات کا بہت خیال ہے...... یا اللہ مجھے سے قیامت کل کی آئی آج آ جائے مگر شیخ صاحب کو کچھ نہ ہو...... (آمین) دانیال نے دل ہی دل میں کہا......

"ویسے یار لڑکی بہت خوبصورت ہے...... اور غصے میں تو بہت ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔" اب ولی نے شرارتاً کہا......

"یار اللہ کے بنائے سب ہی پیارے ہیں...... لیکن دنیا کا سب سے خوبصورت انسان وہ ہے جو کسی کے دل کی بستی میں ہمیشہ کیلئے ٹھکانہ کر لے......" دانیال نے برجستہ کہا نظروں کے سامنے حیا آ کھڑی ہوئی......

"کیا بات کہی ہے۔" میرے والی بھی بہت حسین ہے...... وہ کیا ہے کہ:

لاکھوں حسین ہیں لیکن تم سا کوئی نہیں ہے

دونوں کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا...... کاروں میں بیٹھے لوگ انہیں دیکھنے لگے اسی وقت سگنل سبز ہو گیا دانیال زن سے آگے بڑھ گیا۔



خیر سے صادقہ کو لاہور گئے دوسرا دن ہے...... فون دو دن نہیں کیا اس نے......؟ گل بانو دادی مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر بہو سے باتیں کرنے لگیں جو دن بھر کی مشقت اور نماز سے فارغ ہو کر تخت "پر کمر" سیدھی کر رہی تھیں۔

مصروف ہو گی...... وہاں بھی کئی گھر ہیں آنا جانا بھی لگا ہو گا...... طاہرہ بیگم نے تھکے تھکے لہجے میں ساس کو جواب دیا اور پھر سے آنکھیں بند کر لیں......

اللہ سے دعا کرو بات بن جائے..... بڑا اچھا گھر ہے..... ایک بھی اچھے گھر چلی گئی تو باقی تینوں کیلئے بھی راستے بن جائیں گے..... گل بانو دادی بڑبڑانے کے انداز میں بولیں۔

انشاءاللہ..... جس نے دی ہیں وہی ان کی تقدیر کا بھی مالک ہے..... اللہ نصیب اچھے کرے طاہرہ بیگم نے آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف تکتے ہوئے کہا.....

اچھا بولیں..... اے یہ ثریا نے بھی کوئی ٹیلی فون نہیں کیا..... کون سے چلتے ولیکوں میں لگ گئی وہاں جاکر..... اچانک گل بانو دادی کو سوتن کا خیال آیا.....

بغیر جھگڑے کے وقت نہیں گزر رہا دادی..... اچھا تو ہے دونوں سکون میں ہیں۔ حنا وہ کھڑی کپڑوں پر استری کررہی تھی چھیڑنے کے انداز میں بولی.....

چپ کر لڑکی..... ہم دونوں نے تو اسی طرح وقت گزارا ہے..... ہمیں تو ایک دوسرے کی عادت پڑ گئی ہے..... ارے بڑی خدمت کی ہے ثریا نے میری اور بچوں کی..... صادق حسین کی پیدائش کے بعد ہمارے میاں کا زیادہ جھکاؤ تو ثریا ہی کی طرف ہوگیا تھا ثریا کچھ بھی کرتی تو کوئی اسے کچھ کہنے والا نہیں تھا سیاہ سفید کی مالک بن بیٹھتی..... مگر اس نے بڑے ظرف سے کام لیا۔ سچ پوچھو تو گھرداری کا سارا بوجھ ہی اس پر تھا.....

واہ سبحان اللہ..... سوتن کی تعریف..... دادی آپ جاگ رہی ہیں ناں..... حنا سلائی کے تیار کپڑے، بہت سلیقے سے تہہ کرتے ہوئے شرارت سے بولی.....

''اب تو جاگی ہوں..... جتنے کب سے پڑی سوتی تھی۔'' گل بانو دادی جھلا کر بولیں.....

ایک بات اور دیکھی میں نے ثریا میں..... ہر وقت گھر کے دھندوں میں الجھی ہوتی تھی مگر پھر بھی سولہ سنگھار اس کا پورا ہوتا تھا..... صبح سویرے پھول پرو کر بالوں میں اور کانوں میں ڈال لیتی سویرے سویرے چوتھی کی دلہن کی طرح سجی ہوئی آنکھ کو ایسی اچھی لگتی کہ کیا بتاؤں ہے..... گل بانو دادی سر سے پاؤں تک ماضی میں کھو چکی تھیں.....

''سوچئے جب آپ کو اتنی اچھی لگتی تھیں تو دادا جان کو کتنی اچھی لگتی ہوں گی۔'' حنا کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی.....

اے ہے..... اچھے تو ہم بھی لگتے تھے تمہارے دادا کو..... گل بانو دادی نے سرد آہ کھینچی..... ویسے دادی مردوں کا کوئی بھروسہ نہیں..... ہے ناں..... حنا نے ہما کو آنکھ ماری۔

اے بیٹی پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ مرد تو تمہارا باپ بھی ہے..... ایک ہی کو صحیح طرح سے نہیں دیکھ پاتا..... نہ عورتوں کی گارنٹی نہ مردوں کی.....

''پھر گارنٹی کس کی ہے.....'' حرا نے حماقت و معصومیت کا ملا جلا مظاہرہ کیا.....

گارنٹی صرف اس کی جس کو اللہ نے ہدایت دی..... اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس لیے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اسی کی طبیعت میں انصاف اور توازن ہوتا ہے۔ طاہرہ بیگم کسلمندی سے اٹھتے ہوئے بولیں۔

''اچھا بولیں دلہن..... اللہ نصیب اچھا کرے..... خاکساری تو ہماری ثریا میں بھی بہت تھی۔

''گل بانو دادی کی تان پھر ثریا دادی پر ٹوٹی۔''

آج تو چھوٹی دادی کی قسمت کے ستارے چمک رہے ہیں..... ابھی انہیں فون کرکے بتاتی ہوں کہ بڑی دادی آپ کو بہت یاد کررہی ہیں..... بلکہ آپ کی جدائی میں آہیں بھر رہی ہیں۔ حنا یہ کہہ کر سچ مچ فون کی طرف بڑھی.....

ہاں بیٹی..... ذرا ملاؤ تو سہی..... دیکھوں تو کیا کررہی ہے ثریا..... وہاں کونسی سلائی کڑھائی ہورہی ہے طاہرہ بیگم مسکراہٹ دبانے کی کوشش کرتی کچن میں چلی گئیں۔

اور تو اور حنا کو تو دیکھو کیسی چپکی سی ہوکر بیٹھ گئی کم از کم دن رات میں ایک مرتبہ تو گھر فون کرلے گل بانو دادی کو اب حنا کا بھی خیال آیا.....

ارے اماں..... آپ نے تو ایک دن میں اُدھم اتار دیا..... کون سا دور گئی ہیں دادی پانی گاڑی میں بیٹھ کر آدھ گھنٹے کا تو رستہ ہے۔ طاہرہ بانو کچن میں برتن وغیرہ سمیٹتے ہوئے مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

''اس دوران حنا نمبر ڈائل کرچکی تھی۔'' اور پوچھ رہی تھی کون صاحب بول رہے ہیں؟

کون بولے گا یا تو اشرف علی بولیں گے یار اخیال اور کون سے صاحب دھرے ہیں اُدھر گل بانو دادی کی چونکہ کل توجہ ٹیلی فون کی طرف تھی اس لیے انہیں حنا کا سوال احمقانہ لگا اور وہ ٹوکا لگائے بغیر نہ رہ سکیں.....

''دادی اُدھر تو کوئی لڑکا ہے کہہ رہا ہے ہم رکن الدین بول رہے ہیں.....'' حنا الجھن میں پڑ گئی تھی.....

"اے بیوی...... ایک وقت میں آخر کتنے بول رہے ہیں...... اور یہ رکن الدین کہاں سے آ گیا......؟" گل بانو دادی حنا سے زیادہ الجھن میں تھیں......

ارے کوئی نوکر ہوگا صادق کا...... کوئی نیا رکھا ہوگا...... ٹیلی فون ملا کر بات کرتے ہیں۔ سوچ بچار نہیں...... اس سے بولو کہ ثریا دادی سے بات کرائے......طاہرہ بیگم اب ان کی بے موقع باتوں سے بے زار ہو کر وہیں کچن میں کھڑی بول رہی تھیں......

ثریا دادی سے بات کراؤ......ارے بھئی بیلا کی نانی آئی ہوئی ہیں ناں ان کے گھر ان سے...... حنا اب چیخ کر بات کر رہی تھی۔

توبہ ایک نمبر کا بے وقوف رکھا ہے پھوپھو نے اپنے گھر رکے ہوئے مہمانوں کا نام نہیں جانتا وہ ریسیور کان سے لگائے گل بانو دادی سے کہہ رہی تھی......

"اے بچی...... کوئی آیا ٹیلی فون سننے......؟" گل بانو دادی اس کی بات نظر انداز کر کے بڑے پرشوق انداز میں پوچھتی حنا کی طرف بڑھیں......

"ہاں...... جی...... السلام علیکم۔" چھوٹی دادی حنا بول رہی ہوں...... بڑی دادی کو آپ بہت یاد آ رہی ہیں کہہ رہی ہیں اگر ثریا سے میری بات نہ ہوئی تو مجھے رات کو نیند نہیں آئے گی...... یہ لیجئے بات کیجئے......

کم بولا کر لڑکی کیا گز بھر کی زبان ہے...... ریسیور تھامتے ہوئے انہوں نے حنا کو جھاڑا

اے ہاں...... میں ہی یاد کر رہی تھی...... تمہاری تو جیسے جان چھوٹی...... ایک ٹیلی فون تو کر لیتی صادقہ گھر پہنچ کر...... کیا کر رہی تھیں...... مٹر چھیل رہی تھیں۔ اے تو ذکر کیا فلم دیکھنے گئے ہوئے ہیں...... ہمارے وہاں ہندوستان میں تو کام چھوڑ کر بہانے بہانے سے سینما جاتے تھے۔ اچھا...... ٹیلی وژن دیکھتے ہیں...... یہ بھی ٹھیک کہا اب تو گھر گھر سینما ہے سینما جانے کی کیا ضرورت...... اور سناؤ صادقہ کا فون آیا لاہور سے سنیچر تک تو آ جائے گی ناں......؟

گل بانو دادی دوسری طرف کی بات صرف ایک دو سیکنڈ کو سنتیں اور شروع ہو جاتیں۔ حنا اور حرا بڑی دلچسپی سے انہیں دیکھ رہی تھیں......

توبہ بڑی دادی آپ تو گردن ہلا کر جواب دے رہی ہیں...... چھوٹی دادی کوئی T.V تھوڑا ہی دیکھ رہی ہیں آپ کو...... حنا نے بڑی دادی کو ہاں میں گردن ہلاتے دیکھا تو وہ شرارت سے بولے بنا رہ نہ سکی......

"ارے تو اس کی بھی تو سنوں یا اپنی ہی کہتی رہوں......؟" گل بانو دادی نے حرا کو گھور کر کہا شکر ہے...... دادی کو دوسری پارٹی کا خیال تو آیا......

"حنا کیا کر رہی ہے ثریا...... پڑھائی کو جا رہی ہے ناں......؟" نہیں گئی آج...... طبیعت ٹھیک نہیں...... ارے کیا ہوا بچی کو یہاں سے تو ہنستی کھیلتی گئی تھی...... گل بانو دادی بہت متفکر دکھائی دیں......

"طاہرہ بیگم تیزی سے کچن سے نکل کر گل بانو دادی کی طرف بڑھیں۔"

"میری بات کرائیے اماں حنا سے......"

اے ثریا...... ذرا بلانا حنا کو دلہن بات کریں گی...... ارے بچی کا خیال کرو ماں کا "ہیرا" کر رہی ہوگی...... کبھی ماں کے بغیر کہیں رہی نہیں ہے ناں......گل بانو دادی نے اسی طرح فکرمندی سے کہا اور ریسیور طاہرہ بیگم کی طرف بڑھا دیا......

ہیلو...... ہاں...... حنا...... کیا ہوا بیٹے...... طبیعت ٹھیک نہیں...... میں آ جاؤں لینے۔ اب تو چھوٹی اماں وہاں ہیں کوئی فکر کی بات نہیں ہے......وہ اسی طرح فکرمند لہجے میں بات کر رہی تھیں...... سر میں درد ہے...... ہر وقت کتابوں کا کیڑا جو بنی رہتی ہو۔ پھر سلائی کا کام بھی کرتی ہو...... خیر سے آ جاؤ تو تمہاری نظر ٹیسٹ کراتی ہوں...... نظر پر بوجھ پڑنے سے بھی سر میں درد ہو جاتا ہے...... اپنا خیال رکھنا اور اپنی دادی کا بھی...... چھوٹی دادی کو فون دے دو...... بڑی دادی بات کریں گی...... ارے نہیں نہیں جھگڑا وگڑا نہیں کریں گی...... آج تو محبت کے مارے برا حال ہے...... وقت نہیں کٹ رہا ان کا......طاہرہ بیگم نے ریسیور گل بانو دادی کو دوبارہ تھما دیا......

"اور گل بانو دادی دوبارہ سے بڑے ذوق و شوق سے شروع ہو چکی تھیں۔"



نور محمد خان بہت گہری نیند سے جاگے تھے سرہانے رکھے فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ انہوں نے ٹائم پیس پر نظر دوڑائی اور اندر سے سہم سے گئے۔ رات کا ایک بج رہا تھا انہوں نے ڈرتے ڈرتے ریسیور اٹھایا......اور گلا صاف کر کے بمشکل گویا ہوئے۔

"ہیلو۔" تمام حسیات سمٹ کر گویا سماعت میں اتر رہی تھیں......

"السلام علیکم......" انکل تحریم بول رہی ہوں...... تحریم کی کھنکتی آواز سماعت سے ٹکرائی تو ان کے حواس بھی جاتے رہے...... الٰہی خیر...... یہ اس وقت تحریم نے کیوں یاد کیا...... خیال کی

ایک رو شیخ صاحب کی طرف دوڑی اور دوسری گل ریز کی طرف۔

"جی بیٹا......وعلیکم السلام...... خیریت......؟" وہ خود کو سنبھالتے ہوئے گویا ہوئے تھے۔

جی انکل...... خیریت کیسے ہو سکتی ہے...... جب تک پاپا I.C.U میں ہیں میں بہت خان کو (ڈرائیور کو) ہاسپٹل چھوڑ کر آ گئی تھی...... میں صبح پانچ بجے ہاسپٹل جاؤں گی تاکہ بہت خان ریسٹ کر لے......

میں نے تو آپ سے کہا بھی تھا بیٹا...... کہ میں رُک جاتا ہوں...... یوں بھی نیند کہاں آتی ہے آج کل وہ تحریم کی بات کاٹ کر بولے......

انکل آپ سارا دن کام کرتے ہیں...... آپ کو ریسٹ ٹائم تو ملنا چاہیے ورنہ تو آپ خود بیمار پڑ جائیں گے خدانخواستہ اگر آپ بیمار پڑ گئے تو بہت مشکل ہو جائے گی...... بہر حال اس وقت میں نے گل ریز کے سلسلے میں آپ کو ڈسٹرب کیا ہے اور بے وقت ڈسٹرب کرنے پر آپ سے معذرت خواہ ہوں...... وہ کہہ رہی تھی۔

"نور محمد خان کا دل گویا پسلیاں توڑ کر باہر آنے لگا انہوں نے بے ساختہ اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا......" (یا اللہ خیر)

"جی بیٹا...... بولیے سن رہا ہوں......" ان کی آواز بہت ناتواں تھی۔ پسینے کے قطرے ان کے چہرے پر موتیوں کی طرح چمکنے لگے تھے۔

انکل ایکچولی میرا ذہن بہت بکھرا ہوا ہے مجھ سے ٹھیک سے نماز بھی نہیں پڑھی جا رہی اس لیے سوچا آپ سے کلیئر بات کر کے ایزی ہو جاؤں...... آپ صبح ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کریں کہ گل ریز کو سات لاکھ کا چیک دے دیں...... یہ سات لاکھ روپے تو میری چودہ سال کی دیں گے...... میری پرنسپل توڑ دیں گے...... سات لاکھ روپے کسی کی زندگی اور سکون سے زیادہ کبھی بھی نہیں ہو سکتے بلکہ ایسا کریں اسے پچاس ہزار زیادہ دے دیں میری طرف سے اور تاکید کر دیں کہ اس کے بعد وہ کبھی اس گھر کا رخ نہ کرے...... وہ جیسے ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔

"بیٹا...... بیٹا...... آرام سے......" یہ پیسہ شیخ صاحب کی محنت کی کمائی ہے بلکہ خون پسینہ جو لٹا دیں اور روتی ہو...... اس بلیک میلر سے نجات کا کوئی حل تو نکالیں گے آپ اتنی جذباتی ہو رہی ہو اللہ کرم کرے گا......

یہ پیسہ پاپا نے اس لیے کمایا تھا کہ وہ اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی میں بہتر زندگی

سہولت پیدا کریں...... کسی کے دست نگر نہ ہوں۔ ان کی سوسائٹی میں عزت ہو، اسٹیٹس ہو واقعی یہ سب کچھ ہونا بہت اچھی بات ہے...... لیکن دولت انجوائے کرنے کیلئے زندہ رہنا بھی تو شرط ہے۔ اسی دولت کی وجہ سے آج وہ I.C.U میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اسی دولت کو محفوظ کرنے کیلئے انہیں گل ریز سے جان چھڑانے کی جلدی تھی اور اسی جلدی میں وہ اخبار میں میرے رشتے کیلئے اشتہار دینے لگے...... جس کے نتیجے میں دو غیر ذمہ دار اور سر پھرے پاپا سے مذاق کرنے پہنچ گئے اور پاپا اس مذاق کو برداشت نہ کر سکے دل پر لے گئے...... اسی محنت سے کمائی ہوئی دولت کی وجہ سے ان کی زندگی اس وقت خطرے میں پڑ چکی ہے...... کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟ وہ بول رہی تھی اور نور محمد خان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا...... "دو غیر ذمہ دار سر پھرے" ان کا ذہن یہیں اٹک کر رہ گیا تھا......

"آ......آ...... آپ کو کس نے۔"

آپ چھوڑیے اس قصے کو...... حقیقت کسی وقت بھی آشکار ہو سکتی ہے...... آپ یہ مت سوچیے کہ مجھے کس نے بتایا...... کیسے پتہ چلا...... یہ فضول قسم کی بات ہوگی اس وقت...... بس آپ وہ کیجئے جو میں کہہ رہی ہوں۔ صبح نو یا ساڑھے نو بجے تک گل ریز کو چیک مل جانا چاہیے اگر وہ کچھ اور بھی چاہتا ہے یعنی مزید رقم تو دے دیجئے...... یہ دولت تو اللہ کا عذاب بن گئی ہے میرے لیے...... سکون حرام ہو چکا ہے...... اس دنیا میں جس کے پاس جو شے نہیں ہے وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے جو سکون کی نیند سوتے ہیں ان کے اندر دولت کی بھوک جاگ جاتی ہے...... جن کے پاس دولت ہے وہ سکون کے پیچھے بھاگتے ہیں...... مجھے نہیں چاہیے یہ دولت جو مجھ سے بہت کچھ چھینتی جا رہی ہے...... یہ کہہ کر تحریم نے نور محمد خان کی بات سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور ریسیور رکھ دیا......

نور محمد خان چند لمحے پتھر کا بت بنے بیٹھے رہے ریسیور ہنوز ان کے کان سے لگا ہوا تھا اور ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا تھا کہ تحریم کو "دو سر پھرے" نوجوانوں کے بارے میں کس نے بتایا...... یہ تو بہت ہی غلط ہوا...... ان میں سے کسی ایک سے تحریم کی شادی ہونا تو خواب و خیال کی بات ہوئی...... شادی تو دور کنار وہ تو ان کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرے گی...... تاسف کے احساس کے ساتھ انہوں نے آہستگی سے ریسیور رکھ دیا...... یہ تو بہت برا ہوا...... سات لاکھ سے بھی گئے اور اچھا رشتہ بھی...... بچے بہت اچھے اور باشعور ہیں...... بچے ہی غلطی ہو گئی تھی

بہوتی گئی ہو تو اچھا ہے ۔۔۔۔۔ کے لائق اور شریف لڑکے آج کل کہاں ملتے ہیں ۔۔۔۔ جو بھی اور
ہیں اس سے کرتے گے ''ٹک ٹک اٹھوائے'' کرتے ہیں ۔۔۔۔۔ عجیب و غریب لباس ۔۔۔۔ مختصر سا کر
انگریزی میں بات کرتے ہوئے انتہائی غیر ذمہ دار ۔۔۔۔۔ باپ کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے
لٹانے والے ۔۔۔۔ زیرو میٹر گاڑیاں روڈ پر دوڑاتے ہوئے جن سے تیز میوزک کی دھن بھی
تک سنائی دیتی ہے ۔۔۔۔ اور میرے خدایا ۔۔۔۔ بیٹا بہت ہی برا ہوا ۔۔۔۔ نور محمد خان نے چکرا کر سر
دونوں ہاتھوں سے تھام لیا



حبا کا ٹھکانہ ربیعہ کا بیڈ روم تھا۔ تمام بیڈ رومز فرسٹ فلور پر تھے۔ گراؤنڈ فلور پر ایک
لاؤنج ڈرائنگ ڈائننگ، کچن، پینٹری، دو گیسٹ رومز بنے ہوئے تھے۔ چار بیڈ رومز فرسٹ فلور پر ایک
لاؤنج اور دو بیڈ رومز سیکنڈ فلور پر مع وسیع لاؤنج بنے ہوئے تھے۔ تمام کوٹھی فل فرنشڈ تھی ہر کمرہ سجا
تھا اور کسی بھی وقت استعمال کرنے کے قابل تھا۔ اس نے ہوش سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ پھوپھی
کا گھر ایک ایک کونے سے دیکھا تھا ۔۔۔۔ اور دیکھ کر حیرت سے سوچ میں پڑ گئی تھی ۔۔۔۔ کیا ٹھاٹھ باٹھ
ہر کمرے میں قیمتی فرنیچر ۔۔۔۔ وہ حساب لگانے لگی کہ اشرف پھوپھا مہینے میں تین لاکھ کماتے ہوں
گے پچاس ہزار خرچ کرتے ہوں گے ڈھائی لاکھ بچاتے ہوں گے۔ ظاہر ہے اتنے پیسے کا وہ کریں
بھی کیا سامان سے گھر ہی بھریں گے ۔۔۔۔!!!

بہت سوچ بچار کے بعد بھی کچھ اس کی سمجھ میں آیا تھا وہ اوپر ٹیرس پر نماز پڑھنے لگی کہ
بڑی اچھی ہوا آتی تھی ادھر ۔۔۔۔ وہ نماز سے فارغ ہوئی تو بیلا آ گئی ۔۔۔۔ ارے تم یہاں نماز پڑھ رہی
تھیں اور میں تمہیں پتہ نہیں کہاں ڈھونڈ رہی تھی ۔۔۔۔ کافی پیو گی؟ بیلا ایک کین کی چیئر پر گرنے کے انداز میں
بیٹھتے ہوئے بولی ۔۔۔۔

''نہیں ۔۔۔۔ رات کو چائے کافی پینے کے بعد نیند نہیں آتی ۔۔۔۔ پھر صبح کو طبیعت بڑی
سست سی ہوتی ہے ۔۔۔۔ کام بھاری لگتے ہیں۔'' وہ جائے نماز تہہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''پھوپھو سو گئیں؟'' اس نے بیلا سے پوچھا۔

نہیں ۔۔۔۔ کمرے میں T.V پر معاشی مسائل کے حل نوٹ کر رہی ہیں ۔۔۔۔ وہ پھوپھو کی بھی
جلد شادی کیلئے کوئی وظیفہ بھی نوٹ کر رہی ہیں ۔۔۔۔ مجھے کوئی قسم دیا تھا ۔۔۔۔ ہو سکتا ہے
نمازیں ہی نہیں پڑھ سکیں گی ۔۔۔۔ شادی کیلئے وظیفے بھی پڑھتے ہوں گے ۔۔۔۔ بیلا نے

غور کر کے پھوپھو سا قہقہہ لگایا ۔۔۔۔ حبا بھی بے ساختہ مسکرانے لگی ۔۔۔۔ پتہ نہیں رضیہ میں شادی پر ہی
اعتراض کیوں ہے ۔۔۔۔ کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کر رہی پر تو صرف آبادی میں اضافہ کرنے کے
حبا نے مسکرا کر بیلا کی طرف دیکھا ۔۔۔۔ یہ تو ہے ۔۔۔۔ ہر طرف جہیز بری کی لعنت ۔۔۔۔ بڑی خوار ہے
ہمارے ہاں کی عورت ۔۔۔۔ جس کو کچھ کرنے کی خواہش ہے اس پر ڈبل بوجھ ہے بے چاری کو
مردوں والا کام خود کرنا ہی عورتوں والا کام تو پھر ہے ہی اس کی ذمہ داری ۔۔۔۔ مرد صرف کما کر لاتے
ہیں اور ہزار نخرے اٹھواتے ہیں ۔۔۔۔ کوئی انقلاب آنا چاہیے حبا۔ ایسے نہیں مرد ہے گا یا عورتیں
مرد ۔۔۔۔ کچھ کرنا ہو گا ۔۔۔۔ کیوں فضول میں دیتیں بھئی جب اپنی روٹی خود کما سکتے ہیں ۔۔۔۔ بہت
اچھے ۔۔۔۔ بہت خوب ۔۔۔۔ قربانی دینے کو دل چاہ رہا ہے تمہیں لیکن کیا کروں اس وقت جیب میں
صرف ایک ہی چاکلیٹ ہے اگر قبول کرو ۔۔۔۔ دانیال اچانک ہی آخری اسٹیپ پر نمودار ہو کر تالیاں
بجاتے ہوئے بولا ۔۔۔۔

''ایک لمحے کو تو دونوں ہی جھینپ گئیں مگر فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔''

مذاق اڑانے کی ضرورت نہیں ۔۔۔۔ کوئی غلط بات نہیں کی ہم نے ۔۔۔۔ بہت خود غرض
ہے ہماری سوسائٹی کا مرد ۔۔۔۔ حبا تو اس مار دیتا ہے بے چاری عورت کا ۔۔۔۔ بس اسے کما نے جا کر کھلاتے
رہو اور نخرے اٹھاتے رہو ۔۔۔۔ بیلا نے برجستہ انداز میں کہا ۔۔۔۔

تو جاؤ کسی پاور پلانٹ میں کام کرو ۔۔۔۔ ایٹم بم میں اضافہ کرو ۔۔۔۔ کچھ نہیں کر سکتیں سوائے
مردوں کے خلاف تقریریں کرنے کے ۔۔۔۔ او بھائی ایک مرد کے تعاون ہی سے تم لوگ کچھ حاصل
کر پاتی ہو ۔۔۔۔ اور وہ مرد ہوتا ہے تم خواتین کا باپ جو تمہاری بنیادی ضروریات بھی پوری کرتا ہے
تمہیں تعلیم بھی دلاتا ہے ۔۔۔۔ تب تم لوگ یہ لمبی لمبی تقریریں کرنے کے قابل ہوتی ہو۔ مرد عورت
دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہیں ورنہ اللہ میاں دونوں کو الگ الگ سیاروں میں بھیجتا
۔۔۔۔ دانیال نے دونوں کی اچھی خاصی کھنچائی کر ڈالی ۔۔۔۔ جواب کیلئے تو دونوں ہی لاجواب
ہی ہو گئیں ۔۔۔۔

''مل گئی آپ کو فرصت ۔۔۔۔ یاد آ گیا گھر ۔۔۔۔؟'' بیلا کو کچھ اور نہ سوجھا تو دانیال کی
مصروفیت ہی کو تنقید کا نشانہ بنایا ۔۔۔۔

''ارے جان حبا کو اپنی سیٹ پر شفٹ کر گئی ہیں ۔۔۔۔ کچھ تو لحاظ کیجئے ۔۔۔۔'' دانیال نے حبا کی
طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کو پاس سے بلکے چھوڑی ۔۔۔۔

"ہائے بجی یہ بہت ہی اچھا کیا اماں جان نے کہ حبا کو یہاں بلوا لیا...... بجی بڑی بوریت ہوتی ورنہ آپا بھی نہیں ہیں۔" بیلا نے کہا......

اسی وقت ملازم لڑکا زینہ طے کر کے اوپر آیا...... آپ کو نانی جان بلاتا ہے...... رکن الدین نے بنگالی لہجے میں پیغام دیا...... اس کا رخ بیلا کی طرف تھا......

او...... میں ابھی آئی حبا...... نانی جان کی بات سن کر...... بیلا تیزی سے زینہ اترتے ہوئے بولی حبا نے بھی جانے کیلئے قدم بڑھائے......

"ایک منٹ ٹھہرو حبا۔" دانیال کی آواز نے اس کے پیروں میں زنجیر ڈال دی......

"جی۔" وہ وہیں ٹھہر کر بولی......

"حبا...... مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنا ہیں۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولا۔

آپ صرف باتیں ہی کر سکتے ہیں...... میں آپ کی بہت قریبی رشتے دار ہوں۔ سمجھئے تو گھر ہی ایک فرد ہوں...... مجھ سے فلرٹ کریں گے تو باہر کی لڑکیوں کے ساتھ کیا کریں گے......؟ وہ جیسے برسنے لگی...... انتہائی بیزاری و تلخی تھی لہجے میں......

لاحول ولا قوۃ...... ایسا فلرٹی ہوتا تو یونیورسٹی میں لڑکیوں کی کمی نہیں ہے احمق لڑکی...... بہت ہی Complexed ہو تم حبا...... خود کو محسوس کرو...... اپنا آپ پہچانو...... تم سے زیادہ قریب تو مجھے آج تک کوئی محسوس نہیں ہوا...... آج میری اتنی انسلٹ ہوئی ہے کہ میں خود سنبھال نہیں پا رہا ہوں...... میں تو تم سے اپنی باتیں کرنا چاہتا ہوں...... تمہیں ایک عزیز دوست کی طرح محسوس کرنا چاہتا ہوں...... جو کچھ میرے ذہن میں آ رہا ہے میں پاگلوں کی طرح تمہارے سامنے بولنا چاہتا ہوں...... آؤ لاؤنج میں چلتے ہیں نیچے کوئی موی لگا کر باتیں کرتے ہیں کہیں نانی جان مائنڈ نہ کریں یہاں اکیلے دیکھ کر...... جانے کیا تھا اس کے لہجے میں حبا دم بخود سی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس انداز اس لہجے میں دانیال نے کبھی بات نہیں کی تھی۔ ایک لاابالی پن خود اعتمادی بے نیازی اس کی شخصیت کا تعارف تھا سنجیدہ سے سنجیدہ بات کو چٹکیوں میں اڑا دینا تھا یوں لگتا تھا اس کی زندگی میں کسی مشکل کا گزر ہی نہیں ایک رواں ندی کی طرح بہہ رہی ہے۔

اس طرح کیا دیکھ رہی ہو؟ میں مذاق نہیں کر رہا...... بہت سیریس ہوں...... آؤ چلو نیچے چلتے ہیں۔ وہ اسی طرح الجھے ہوئے انداز میں مخاطب ہوا تو حبا میکانکی انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی

حبا نے خدشات سے دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا (خدا خیر کرے کیا کر کے آ گئے ہیں؟) وہ قدم بڑھاتے ہوئے سوچ رہی تھی وہ آگے چل رہی تھی اور دانیال اس کی رفتار کے حساب سے پیچھے چل رہا تھا......

اوپر کی نسبت نیچے فلور پر تیز روشنیاں تھیں...... ہر شے بہت واضح تھی۔ حبا نے لاشعوری طور پر پیچھے پلٹ کر دیکھا...... دانیال نے اسے دیکھتا پلٹتا پا کر بے اختیار نظریں جھکا لیں۔ بڑی بے باکی اور خود اعتمادی سے آنکھوں میں دیکھنے والا بندہ نظر چرا رہا ہو تو یہ بڑی خاص بات ہوتی ہے...... حبا کو خوف سا آنے لگا۔ وہ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی یوں بیٹھ گئی جیسے کوئی لمبی مسافت طے کرنے کے بعد بیٹھتا ہے۔

دانیال دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا اور ریموٹ سے T.V آن کر کے چینل سلیکٹ کرنے لگا جبکہ حبا بہت غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی...... دانیال نے اسے دوست کہہ کر بہت ڈھارس بہت اعتماد دے دیا تھا سارے گلے شکوے جانے کس جہان میں پرواز کر گئے......

دانیال نے میچ لگا دیا کہ کم از کم ثریا دادی کیلئے تو لاؤنج میں کوئی اٹریکشن نہ ہو...... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے...... کیا کر بیٹھے ہیں آپ...... اور اگر خدانخواستہ کچھ کر ہی بیٹھے ہیں تو میں آپ کے کیا کام آ سکتی ہوں...... حبا سے رہا نہ گیا تو بے اختیار کہہ بیٹھی......

ڈرنے کی ضرورت نہیں...... کم از کم میں کوئی مرڈر (قتل) نہیں کر سکتا...... مگر خدانخواستہ مرڈر کا گلٹ (Guilt) میرے ضمیر میں اتر سکتا ہے...... اس لیے کہ قتل دو طرح کے ہوتے ہیں قصداً، عمداً...... قصداً تو یہ کہ آپ باقاعدہ کسی کو پلاننگ کر کے موت کے گھاٹ اتاریں عمداً یہ کہ ارادہ نہ ہو مگر اتفاق سے کسی غلطی کی وجہ سے ہو جائے...... دانیال بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں اور بہت دھیمی آواز میں بات کر رہا تھا......

اللہ توبہ...... حبا تو اتنا سن کر ہی بری طرح خوفزدہ ہو گئی...... (اس عمر میں تو لڑکوں کا بھروسہ ہی نہیں ذرا ذرا سی بات پر جذباتی ہو جاتے ہیں) ہاتھ سینے پر دھرا تھا منہ کھلا ہوا تھا آنکھیں خوف سے پھٹی جا رہی تھیں......

ایک مذاق گلے پڑ رہا ہے حبا...... اور کوئی بات نہیں...... تھوڑا سا بے حس بے ضمیر بن جاؤں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں...... لیکن بن نہیں پا رہا...... ایسا ممکن ہوتا تو تم سے بات کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی...... وہ نظریں جھکا کر کہہ رہا تھا......

یہ اندر کی لعن طعن مجھے ہر طرح سے زیر و کر دے گی...... ستیاناس ہو جائے گا میرا...... وہ اب خود کلامی کے انداز میں جھلا کر کہہ رہا تھا۔

اللہ نہ کرے...... یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں...... کوئی مسئلہ ہے تو اس کا حل بھی ہوگا۔ ایک آزاد مرد اتنی کم ہمتی کی باتیں کرے اچھا نہیں لگتا...... حبا اندر سے خوفزدہ ہونے کے باوجود بہت سنبھل کر خود اعتمادی سے بات کر رہی تھی اور شاید اس وجہ سے کہ جس کو بہت با ہمت رکھنا چاہتی تھی اس کی کم ہمتی اسے مستقبل سے مایوس کر رہی تھی اس لیے یہ ایک جذباتی اور بے ساختہ رد عمل تھا...... جو ہر قسم کے خوف سے ماورا تھا...... ایک بات بتاؤں حبا بہادر دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں...... نمبر ایک گھمنڈی اور احمق دوسرے وہ جو بہت پازیٹو اور متوازن ہوتے ہیں۔ گناہ سے بچتے ہیں اپنی ضمیر کی آواز پر متوجہ رہتے ہیں۔ نہ حق چھوڑتے ہیں نہ حق چھینتے ہیں۔ اور سب سے بزدل، ڈرپوک خوفزدہ انسان وہ ہے جس کے ضمیر میں کوئی احساسِ جرم پوشیدہ ہو اگرچہ اس کی خبر صرف اسے یا اسی کے خدا کے علاوہ کسی کو نہ ہو۔ مگر یہ احساسِ جرم اس کے لیے ایسا ہے جیسے لوہے کیلئے زنگ...... وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا اور اب حبا ہمدردی، دکھ اور تاسف سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"وہی تو پوچھ رہی ہوں کیا کر بیٹھے ہیں آپ...... اور کیا ایسا کچھ کر بیٹھے ہیں کہ جس کی تلافی ممکن نہیں۔" وہ بھی اب بہت شکستہ انداز میں پوچھ رہی تھی......

اے بچی...... نماز سے فارغ ہو گئیں؟ ثریا دادی اچانک لاؤنج میں چلی آئیں۔ دونوں ایک دم اپنی اپنی جگہ سنبھل گئے...... دانیال نے ریموٹ سے والیوم بڑھا دیا اور اسکرین پر نظریں جما دیں...... حبا اپنا دوپٹہ درست کرتی بے اختیار کھڑی ہو گئی۔

اے بچی...... یہ نرا لونڈوں کا کھیل...... تم کیا دیکھ رہی ہو......؟ اسی سب لوٹ رہے ہوئے جاتے ہیں...... صبح بستر سے اٹھتے ہی یہ گیند بلے دیکھنے بیٹھ جاتے ہیں...... کیا کھیل ہوا بھی گیند بلے کو لگ گئی بھی نہیں...... سنا ہے اتنی وزنی ہوتی ہے کہ کسی کو لگ جائے تو زخم ڈال دیتی ہے...... اتنی دور دور اچھالتے ہیں کسی تماش بین کو لگ جائے تو ایک اور کھیل شروع ہو جائے بچے سو وقت سے اٹھو...... رات گئے جاگنے سے صبح کی نماز میں بھی سستی آتی ہے۔ شاباش...... ثریا دادی نے "کرکٹ" پر بہت طریقے سلیقے سے تنقید کرتے ہوئے گویا حبا کو وہاں سے اٹھنے پر آمادہ کیا...... تاکہ پوتی کو خلل بھی نہ ہو کہ وہ "میچ" دیکھنے سے محروم رہ گئی اور اس کی

بڑا نقصان ہو گیا......

آپ تو جلدی سو جاتی ہیں نانی جان...... خیر تو ہے ابھی تک جاگ رہی ہیں؟ دانیال کو بات ادھوری رہ جانے کا بہت قلق تھا اسے تو اطمینان تھا کہ نانی جان سو چکی ہوں گی......

ارے بیٹا...... تمہارا انتظار کر رہی تھی...... آج تو بھیگنے کی بریانی بنی تھی تم نہیں تھے کھانے پر بڑا جی ہو رہا تھا کہ اتنا اچھا کھانا گھر میں بنا ہے تم نہ جانے کہاں وہ ڈبل روٹی کباب (برگر) کھا رہے ہوں گے...... وقت سے گھر آجایا کرو بیٹا...... رات زیادہ ہوتی ہے تو گھر میں پریشانی ہوتی ہے۔ کھانا لگواؤں بیٹا...... وہ آگے بڑھ کر بڑی شفقت سے اس کے بال سنوارنے لگیں...... آپ کیوں فکر کرتی ہیں نانی جان...... وہ خانساماں تو ہے ناں...... دانیال نے ان کی تکلیف کا خیال کر کے قدرے شرمندگی سے کہا......

لاکھ گھر میں نوکر چاکر ہوں جب تک بچے آنکھوں کے سامنے کھانا نہ کھا لیں چین نہیں آتا۔ تھوڑا بہت کھا لو بیٹا میں کھا لوں گا نانی جان...... پلیز آرام کریں آپ کو رات تین بجے اٹھنا ہوتا ہے...... آپ فکر نہ کریں کھا کر سوؤں گا...... دانیال نے انہیں تسلی دی۔

"حبا بہت الجھی ہوئی لاؤنج سے باہر جا رہی تھی۔" بہت بے سکون سی جیسے کوئی چالس مس کر رہی ہو۔



صادقہ بیگم نے نماز تمام کی دعا مانگ کر چہرے پر ہاتھ پھیرا وہ اس وقت بالکل اپنے آپ میں مگن تھیں اچانک دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک سی گئیں۔ دھیان فوراً عائشہ کی طرف گیا...... دروازہ کھلا ہے...... وہ بولیں۔

دروازہ آہستگی سے کھلا اور ایک نوجوان نیلی سی آنکھوں والا اندر داخل ہوا بلیک جینز اور سبز پتوں کے رنگ کی ٹی شرٹ پہنے ہوئے......

"السلام علیکم آنٹی۔" میں غزالی ہوں......

اتنا سنتے ہی صادقہ بیگم اپنی جگہ سے بڑے والہانہ انداز میں اٹھیں مسرت سے ان کا چہرہ چمک رہا تھا۔

"اوہ...... وعلیکم السلام۔" ڈاکٹر غزالی...... ماشاءاللہ جیتے رہو...... تم سے تو ملاقات ہی نہیں ہو پا رہی تھی یاد تو آیا ہو گیس مرد اور غزالی تم سے ملنے آ رہے ہیں...... مگر مردی سے ملاقات

ہوئی تم پھر بھی نہیں آئے میں سوچ رہی تھی کہ ابھی سے اتنے مصروف ہو تو آگے کیا ہوگا...... خیر بیٹھو بیٹا...... اچھے تو ہو...... وہ تکلفات بنانے لگیں ساتھ ساتھ پرشوق انداز میں غزالی کا جائزہ بھی لے رہی تھیں۔ وہ ان کے مقابل پڑی ایک کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

جی آنٹی...... تھینک گاڈ...... میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ایکچولی میں سرمد بھائی کے ساتھ ہی آرہا تھا ایک فون آگیا...... بڑی لمبی کال تھی فون بند کر کے سیدھا ادھر ہی آرہا ہوں۔ امی ناراض ہو رہی تھیں کہ تم ابھی تک آنٹی سے نہیں ملے وہ کیا سوچ رہی ہوں گی...... وہ دھیرے سے ہنسا۔

میں کچھ نہیں سوچ رہی تھی بیٹا آج کل تو سب بچوں کا یہی حال ہے۔ ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار ابھی یہ ضروری کام ابھی وہ ضروری کام۔ میرا بیٹا ہے ناں دانیال اسے بھی ڈانٹتی ہوں کہ بیٹا کبھی گھر میں بھی ٹک کر بیٹھا کرو...... اور سناؤ...... پڑھائی پوری ہوگئی؟ کیا کر رہے ہو آج کل......

اپنا کلینک شروع کیا ہے...... ایک پرائیویٹ ہاسپٹل میں بھی جاب کر رہا ہوں۔ لیکن ابھی پڑھائی پوری نہیں ہوئی۔ ایف آر سی ایس کیلئے U.K جانے کی تیاریاں بھی کر رہا ہوں اس کے بغیر کوئی اسکوپ نہیں ہے یہ بہت ضروری ہے...... غزالی نے تفصیل سے بتایا...... صادقہ بیگم نے بہت محبت سے اس کی طرف دیکھا۔ خوبصورت، محنتی، قابل، ہونہار اور کیا چاہئے کتنی اچھی جوڑی بنے گی بیلا کے ساتھ وہ بہت مطمئن اور خوش ہو کر سوچنے لگیں۔ آپ کا کتنے دن کا پروگرام ہے لاہور میں...... آپ کو سیر کرانے کیلئے میں ضرور ٹائم نکالوں گا غزالی بڑے اعتماد سے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا...... صادقہ بیگم تو اس خوش اخلاقی پر نہال ہی ہو گئیں بیٹا میں پہلی مرتبہ لاہور تھوڑا ہی آئی ہوں...... جب بچے چھوٹے تھے چھٹیوں میں انہیں ساتھ لے کر آتی تھی بہت گھومی پھری ہوں لاہور میں...... اندرون لاہور سے گارڈن ٹاؤن تک سب دیکھا ہوا ہے۔ ریس کورس گراؤنڈ اور جلو پارک تک بچوں کو لے کر جا چکی ہوں۔ ابھی تو مجھے واپسی کی جلدی ہے میرا تو بس تین چار دن کا پروگرام تھا۔ اس سال بیلا اور دانیال خیر سے فارغ ہو جائیں گے پھر بہت وقت ہوگا میرے پاس...... انشاءاللہ اب تو آنا جانا لگا ہی رہے گا...... وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہہ رہی تھیں!!! شیور...... دانیال تو انجینئرنگ کر رہا ہے ناں......؟ غزالی نے اب دوسری باتیں شروع کیں کچھ تو کرنا ہی تھا بیٹا...... میڈیکل کی طرف تو اس کا رجحان ہی نہیں تھا ورنہ تمہارے انکل نے تو بڑے خواب دیکھ ڈالے تھے کہ دانیال کو ڈاکٹر بنائیں گے اپنا ہاسپٹل کھولیں گے وغیرہ وغیرہ!!!

ڈی کر لیں......

ٹھیک ہے آنٹی ایجوکیشن تو اپنے انٹرسٹ کی ہی ہونا چاہئے...... تب ہی بندہ کچھ کر دکھاتا ہے ہمارے ہاں سرمد بھائی کو ڈاکٹر بنانے پر بہت زور تھا مگر وہ انجینئرنگ کی طرف چلے گئے کہ ان کا انٹرسٹ تھا اور دیکھئے اپنے انٹرسٹ کی وجہ سے وہ بہت چھوٹی عمر میں ہی بہت کامیاب جا رہے ہیں ان کا بس نہیں چلتا پاکستان کی سب بیمار صنعتیں خرید کر صحت مند بنا دیں...... غزالی نے اپنی بات کے اختتام پر ہلکا سا قہقہہ لگایا......

صادقہ بیگم بھی مسکرا پڑیں...... ماشاءاللہ...... چشم بددور...... واقعی بڑا ہونہار بچہ ہے انسان کی دولت ہی اس کی نیک چلن اور کامیاب اولاد ہے...... اس پر جتنا بھی شکر کریں کم ہے وہ بے حد خوش نظر آ رہی تھیں...... چند دنوں ہی میں سب کچھ بدل گیا تھا۔ روٹین کی زندگی میں اچانک انقلاب آ گیا تھا۔ سماعتیں ہر آن خوشی کی دستک سن رہی تھیں۔ ٹھیک ہے آنٹی آپ ریسٹ کریں۔ انشاءاللہ صبح میں ناشتہ آپ کے ساتھ کروں گا۔ وہ اُٹھتے ہوئے بولا......

جیتے رہو بیٹا...... بہت خوشی ہوئی تم سے مل کر...... صادقہ بیگم نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ غزالی چلا گیا صادقہ بیگم کو بے پایاں خوشی کا احساس دے کر۔ نیند کا دور دور پتہ نہ تھا وہ تسبیح لے کر بیٹھ گئیں۔



اے ہے گولو...... تجھے کیا ہو گیا وقت سے پہلے ہی سٹھیا گئی کیا......؟ سفید پوش لوگ ہیں ہم بھرم سے جی رہے ہیں...... تو نے کیا سمجھا کنواری بچی کیلئے دوہاجو کا رشتہ لے کر آ گئی ہیں؟ کچھ تو اللہ کا خوف کر ایسی کونسی عمریں نکلی جا رہی ہیں میری پوتیوں کی۔ گل بانو دادی تو غلی کرتی گول اماں پر چڑھ دوڑیں......

"گول اماں کو اتنے شدید ردعمل کی توقع نہیں تھی۔" انہیں تو نکلنے کا راستہ ڈھونڈنا پڑ گیا۔

اے آپا...... دھیرج...... میری بات تو سنو...... نعوذ باللہ میں نے کونسی شرع کے خلاف بات کی ہے صرف بات ہی تو کی ہے تم سے...... پوری بات تو سن لو میری بعد کو بھلے دس جوتے لگا مجھے...... گول اماں کھسیا نے لگیں......

"ارے بس سن لی تیری بات......" رات کے دس بجے یہ تو شتہ لے کر آئی ہے تو ہمارے

لیے۔گل بانو دادی کا موڈ بے حد خراب تھا وہ برسوں پرانے تعلق کا بھی لحاظ نہیں کر پا رہی تھیں۔

اے آپا۔۔۔۔ دھیما بولو۔۔۔۔ تمہیں خبر نہیں اس طرح کی باتیں بھی غرور کہی جاتی ہیں عمر تو پرانے تعلقات کی وجہ سے یہ بات منہ سے نکال بیٹھی کہ چلو دوہاجو ہے تو کیا ہوا عمر بھی زیادہ نہیں اوپر سے دان دہیز (جہیز) کا بھی خواہش مند نہیں بلکہ صاف انکار کر رہا ہے بھلے لڑکی والے کتنے ہی خوش حال ہوں مجھے کچھ نہیں چاہیے تیرے لیے تو یہی بہت ہے کہ کوئی لڑکی میرے معصوم بچوں کو ماں کا پیار دے ایسی لڑکی کو تو میں خود سونے میں تول دوں گا بلکہ اس کے پاس شہر میں پانچ کروں کا ایک فلیٹ بھی ہے کہہ رہا تھا وہ میں لڑکی کے نام لکھ دوں گا۔۔۔۔۔ میں نے سوچا کیوں نہ اپنی بچی کو فائدہ پہنچاؤں۔۔۔۔ خدانخواستہ شادی راس نہ آئے تو کم عمر بچی پھر ماں باپ کے سر پہ بیٹھی ہے پھر اس کے لیے دوہاجو کا رشتہ بھی غنیمت سمجھا جاتا ہے۔۔۔۔۔ مار تم تو برا ہی مان گئیں۔۔۔۔ گول اماں نے جلدی جلدی وضاحت کی اور تائید طلب نظروں سے طاہرہ بیگم کی طرف دیکھا جو بالکل خاموش تھیں۔ اور نظر چرا گئی تھیں اور پھر برا مت ماننا آپ لوگ آج کل لوگوں کے بہت نخرے ہو گئے ہیں کسی لڑکی میں موٹاپے کا رجحان ہو تو لوگ رشتہ کرتے ہوئے کتراتے ہیں کسی لڑکے سے بات کر کے دیکھ لو یہی کہے گا لڑکی دبلی ہو۔ فیشن چلا ہوا ہے دبلاپے کا تمہیں تو کچھ خبر ہی نہیں سلائی ترپائی کر کی تسبیح پڑھ لی رات ہوئی اور سو گئے گول اماں مزید بولیں مگر اس مرتبہ لہجہ خاصا صلح اور مروت سا تھا۔

"اے تو مارے فیشن کے کیا بھوکے مر جائیں؟" گل بانو دادی ترخ کر بولیں۔

مر جائیں کیا مر رہے ہیں۔ صرف جوس پی رہی ہیں ہار سنگھار کی دو کانوں (پارلر) میں جا کر سائیکلیں چلا رہی ہیں تاکہ وزن نہ بڑھے۔ گول اماں نے بھی برجستہ جواب دیا۔

آگ لگے ایسی دنیا کو جس میں انسان سکون سے مرضی کی روٹی نہ کھا سکے۔ فرض کر لو شادی کے بعد دبلی لڑکی موٹی ہو جاتی ہے تو کیا اسے طلاغ (طلاق) ہو جائے گی؟ میرے منہ میں خاک۔ گل بانو دادی آگ بگولا ہو کر پوچھ رہی تھیں۔۔۔۔۔

طلاغ (طلاق) تو خیر نہیں ہوتی موٹاپے کی وجہ سے مگر مرد ادھر ادھر تاک جھانک کرنے لگتے ہیں گھر میں تو ایک طرح سے بدمزگی شروع ہو جاتی ہے ناں عورت موٹی ہو یا دبلی یہ بھی برداشت نہیں کرتی کہ اس کا مرد دوسری عورتوں میں دلچسپی لے۔۔۔۔ گول اماں سمجھانے کے انداز میں بولیں۔

تو پھر یہ اور طرح کے مرد ہوتے ہوں گے شریف مرد تو جیسی بھی ہو نباہ کر لیتے ہیں اور کبھی پرائی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ گل بانو دادی نے خود اعتمادی سے اور دو ٹوک انداز میں جواب دیا تم اپنے گھر میں بیٹھی اپنے قانون بناتی رہو۔ میں دنیا زمانے میں آتی جاتی ہوں ہر طرح کے لوگوں سے میل جول ہے تمہیں کیا پتہ دنیا کس طرف جا رہی ہے؟ گول اماں نے برا سا منہ بنا کر تنقید کی۔ چولہے بھاڑ میں جائے دنیا میں اپنی پھول جیسی بچی کسی دوہاجو (شادی شدہ) کو نہیں دوں گی تم گرہ میں باندھ لو گولو آئندہ دوہاجو اگر رنڈوا چھاریہ بھی ہو تو اس گھر میں رشتہ مت لانا گل بانو دادی برافروختہ انداز اور قطعی لہجے میں بولیں مارے غصے کے وہ گول اماں کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھیں۔ اپنے حساب سے بہت لحاظ و مروت سے کام لے رہی تھیں۔

دیکھو آپا۔۔۔۔ تم بڑی ہو غلط بات پر جتنا بھی برا بھلا بولو میں برا نہیں مانوں گی مگر تم برا مت ماننا یہ بات غرور گھمنڈ میں آتی ہے اتنے بڑے بڑے بول منہ سے مت نکالو۔۔۔۔ ہم تو خود ان بچیوں کے بھلے ہی دعا کرتے ہیں۔ جو بچیاں دوسری تیسری بیوی بنتی ہیں وہ بھی اپنے ماں باپ کا جگر کا ٹکڑا ہوتی ہیں جانے کیا مصلحت ہوتی ہے یا مجبوری کہ یہ کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑتا ہے اب اپنے ہی گھر کی مثال لو۔۔۔۔

ارے گولو تجھے بھی تو سمجھانا چاہ رہی ہوں کہ گھر میں جو کچھ ہو چکا ہے وہ اب دہرانا نہیں چاہیے نہ بھگتے بیٹھی ہوں تب ہی تو کانوں کو ہاتھ لگا رہی ہوں۔ گل بانو دادی بات کاٹ کر اب ذرا نارمل موڈ میں بولیں انداز پرسکون اور سمجھانے کا سا تھا۔ غرور و گھمنڈ کا الزام بہرحال انھیں کنٹرول کرنے کے لیے کافی تھا۔

گول اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں سوکن والے گھر میں کون اپنی بیٹی خوشی دیتا ہے جانے کیا مجبوری ہوتی ہے وہ تو اپنے حساب سے بغیر خرچے کا اور خوشحال گھر کا نمبر لائی تھیں پر تو ان کا خلوص ہے۔ آپ کو نہیں منظور تو رسانیت سے منع کر دیں بات ختم۔ اتنی دیر میں اب طاہرہ بیگم نے کھل کر بات کی۔

اے بس بڑھاپا ہے ناں برداشت ختم ہو گئی ہے۔ گولو تم خیال نہ کرنا۔۔۔۔ ہر وقت مصلحت ہر بات میں احتیاط ایسی مشکل زندگی گزارتے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ گل بانو دادی کو بھی اپنی تیز مزاجی کا احساس بالآخر ہو گیا۔۔۔۔ اب لب و لہجہ دوستانہ اور صلح کن تھا اے بتاؤ

آپا۔۔۔ دل سے لگانے کی ضرورت نہیں میں تمہاری بات دل میں لے کر نہیں بیٹھتی ہوں تم میری بڑی ہو اللہ تمہیں ہمارے سر پر سلامت رکھے

اماں ایک بات تو بتاؤ ابھی آپ جس لڑکے کا ذکر کر رہی تھیں کہ بچے چھوٹے ہیں تو ان بچوں کی دیکھ بھال کون کر رہا ہے۔ کون رہتا ہے ساتھ میں؟ طاہرہ بیگم نہ چاہتے ہوئے بھی جانے کیوں اس رشتے میں دلچسپی لے رہی تھیں۔

"گل بانو دادی نے بڑی حیرت اور فکرمندی سے بہو کی طرف دیکھا۔"

"فی الحال تو آیا رکھی ہوئی ہے چوبیس گھنٹے وہیں ہوتی ہے چھ ہزار تنخواہ دے رہا ہے۔" گول اماں نے جواب دیا۔

"چھ ہزار......" گل بانو دادی نے تعجب کا اظہار کیا......

یہ تو کم ہے آپا...... آج کل سات آٹھ ہزار سے کم نہیں لیتی آیا...... دونوں بچے ہی چھوٹے ہیں انہیں پالتی پوستی ہی نہیں ہے اب آداب بھی سکھاتی ہے۔ انگریزی بھی سکھاتی ہے۔ اچھے گھروں میں لوگ پڑھی لکھی آیا رکھتے ہیں۔ کون۔ نس (گورنس) بولتے ہیں اس کو گول اماں نے سمجھایا۔

"اچھی بات ہے۔" گل بانو دادی کو بات سمجھ آ گئی اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

میں ہما کے باپ سے بات کر کے دیکھتی ہوں ابھی تم لڑکے کو ہماری طرف "ناں" مت بولنا طاہرہ بیگم نے بڑے پرسکون انداز میں کہا اور ساس کی طرف سے متوقع ردعمل سے بچنے کیلئے اس بند کمرے کی طرف بڑھ گئیں جہاں لڑکیاں اپنے پسندیدہ T.V ڈرامے کی قسط دیکھنے میں مگن تھیں۔

گل بانو دادی سروتے میں چھالیہ پھنسا کر کاٹنا بھول گئیں منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ جبکہ گول اماں کی جذباتی دنیا میں تو گویا طوفان برپا ہو گیا۔ گل بانو دادی کے سکتے سے انہوں نے فائدہ اٹھایا...... چادر اٹھا کر باہر دروازے کی طرف دوڑیں۔ اچھا دلہن میں جا رہی ہوں۔

"اچھا آپا...... خدا حافظ......" چند لمحوں میں منظر بدل گیا تھا۔



حور بانو ڈرائیور کے ساتھ سودا سلف لینے چلی گئیں یہ کہہ کر کہ ایک گھنٹے میں آ جاؤں گی۔ عائشہ نہانے چلی گئیں صادقہ بیگم کو گھر میں غیر معمولی خاموشی محسوس ہوئی تو یونہی ادھر ادھر

ٹہلنے لگیں۔ ابھی تک انہوں نے گھوم پھر کر گھر نہیں دیکھا تھا نہ یہ معلوم تھا کون سا کمرہ کس کا ہے۔ عائشہ کے شوہر تو باہر تھے اس لیے عائشہ کے کمرے ہی میں صادقہ کا ٹھکانہ تھا۔ لاؤنج، ڈرائنگ روم، ڈائننگ عائشہ کا کمرہ اور کچن بس ابھی تک انہی جگہوں کا پتہ تھا۔

ٹہلتی ٹہلتی وہ زینے سے اتر کر نیچے فلور پر آ گئیں نوکرانی پیڑ پیڑ دھلائی میں مصروف تھی جبھی خود بھی اس سے بڑی جھاڑو پکڑے ہوئے تھی ساتھ میں گز بھر کا پراندہ بھی سنبھال رہی تھی صادقہ بیگم کو دیکھ کر اس نے بڑے اخلاق سے سلام کیا اور سر سے پاؤں تک جائزہ لے کر پھر مصروف ہو گئی۔

صادقہ بیگم ادھر اُدھر جھانکتی آگے بڑھیں تو سامنے ادھ کھلا دروازہ نظر آیا اندر سے پنکھا فل اسپیڈ میں چلنے کی آواز آ رہی تھی۔

ہیں۔ گھر میں کون ہے حور بانو تو گئی ہوئی ہیں بقول ان کے سب بچے وغیرہ صبح ہی چلے جاتے ہیں۔

"وہ حیرت سے سوچتی مزید آگے بڑھیں اور انگوٹھی سے دستک دینے لگیں۔"

"کون...... آ جاؤ......" اندر سے سرمد کی آواز آئی۔

ارے...... یہ تو سرمد ہے۔ آج گیا نہیں وہ حیرت سے سوچتی اندر داخل ہو گئیں۔ سرمد فل تیاری میں تھا پرفیوم کی بہت دلفریب مہک کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

"السلام علیکم...... آیئے آنٹی۔" وہ بریف کیس میں جانے کیا تلاش کر رہا تھا بات کرنے کا انداز بہت پرتکلف اور بے گانگی کا تاثر لیے ہوئے تھا۔

"وعلیکم السلام۔" آج آپ لیٹ نہیں ہو گئے حور بانو آپا تو بتا رہی تھیں......

نہیں ایسی کوئی بات نہیں میں لیٹ نہیں ہوا۔ ابھی نکل رہا ہوں میرے جانے کا کوئی ٹائم ہے اور نہ آنے کا...... سرمد نے عجلت بھرے انداز میں صادقہ بیگم کی بات کاٹ کر کہا۔

پھر تو بڑا شاہی کام ہوا...... آپ خوش ہو ناں اپنے کام سے؟ صادقہ بیگم شفقت سے پوچھنے لگیں خوش ہوں جب ہی تو کر رہا ہوں...... وہ بڑے بے مروت صاف گو انداز میں بولا ابھی تک اس نے سیدھے کھڑے ہو کر ان کی طرف دیکھ کر بات نہیں کی تھی۔ مسلسل خود کو بہت مصروف اور جلدی میں ظاہر کر رہا تھا۔ ریڈش براؤن سوٹ ہم رنگ شوز قیمتی اور منفرد پرنٹ کی ٹائی لگائے ہوئے شوز اس کی صفائی ستھرائی نفاست دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بالکل فریش ماڈل

جس کی ابھی ابھی پیکنگ مکمل ہو۔ صادقہ بیگم بڑے سراہنے والے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھیں اور دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں کہ ان کے سیدھے سادھے بھائی صادق حسین کو کو شاندار داماد ملنے والا ہے۔ اتنے اچھے لڑکے کا تو انہوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔

سوری آنٹی اس وقت میں آپ کو ٹائم نہیں دے سکتا...... اس نے کھٹاک کی آواز کے ساتھ اپنا بریف کیس بند کرتے ہوئے کہا اور بڑی خود اعتمادی سے آئینے کے سامنے جا کر بالوں میں برش چلایا۔ اور صادقہ بیگم کی طرف دیکھے بغیر یا توجہ دیے بغیر پہلے برش واپس اپنی جگہ رکھا، بریف کیس اُٹھایا اور پر تکلف انداز میں خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔

سرمد نے کوئی بداخلاقی نہیں کی تھی وہ اپنے کام پر جا رہا تھا لیٹ ہو رہا تھا۔ جلدی میں تھا یہ سب کچھ درست مگر صادقہ بیگم کے ذہن میں کہیں کوئی پن سی چبھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں صرف محسوس ہونے والی کوئی بات ضرور تھی مگر کچھ اس طرح سے کہ پکڑ میں نہیں آ رہی تھی۔ روزانہ میں بڑا زور ہوتا ہے...... خواہ سمجھ میں آ ئیں یا نہ آ ئیں۔ مگر انسان یا تو کھل اُٹھتا ہے یا بجھ جاتا ہے یا اُلجھ جاتا ہے......

وہ اُلجھ گئی تھیں ہر چند کہ خود کو سمجھا رہی تھیں...... وہ جلدی میں تھا۔ اسے دیر ہو رہی تھی۔ پنکھا بند کر کے کمرے سے باہر نکل آئیں۔



سر گل ریز صاحب آئے ہیں۔ پی اون نے نور محمد خان کو مطلع کیا۔

بھیج دو...... نور محمد خان کمپیوٹر پر مصروف تھے گل ریز کی آمد کا سن کر انہوں نے کی بورڈ سے کھیلنا موقوف کیا اور چیئر پر ٹیبل کی طرف گھوم گئے۔ شیشے کے اس پار سے گل ریز ان کے آفس کی جانب آتا نظر آ رہا تھا۔ شارٹ سلیوز کی ٹی شرٹ اور انتہائی چست جینز پہنے ہوئے سر تا پا صاف ستھرا بالوں میں بھی زنانہ پن تھا ریشم کی طرح ملائم ٹھیک ٹھاک لمبے ادھر اُدھر بکھرے ہوئے...... بے داغ دھلا دھلایا...... اس کے باوجود نور محمد خان کو اس سے عجیب سی کراہت محسوس ہونے لگی...... وہ خود کو کنٹرول کرتے ہوئے چیک لفافے میں ڈالنے لگے......

''مے آئی کم ان سر۔'' گل ریز نے دروازہ کھول کر سر اندر کر کے اجازت چاہی آج وہ اخلاقیات کے تمام تقاضے پورے کرنے کے موڈ میں تھا۔

''لیں۔'' نور محمد خان نے نظریں نہیں اُٹھائیں اور لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''تھینک یو سر...... ممی کو فون کر کے میں خود اس کو تھینک یو کہہ دوں گا۔ اس نے لفافے کو بوسہ دیا اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے وکٹری کا نشان بنایا۔

اُمید ہے اس آفس میں ہماری یہ آخری ملاقات ہے۔ نور محمد خان نے بمشکل ناگواری چھپاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

اتنے دل برداشتہ ہو گئے ہیں کہ نوکری چھوڑ رہے ہیں......؟ گل ریز نے تمسخرانہ مسکراہٹ اور قدرے تعجب کے ساتھ خان صاحب کی طرف دیکھا۔

میں آپ کو جواب دینے کا پابند نہیں ہوں آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ ان کی نظریں جھکی ہوئیں تھیں اسی انداز میں وہ فون نمبر ڈائل کرنے لگے۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور سیاہ بڑی سی چادر لپیٹے تحریم اندر داخل ہوئی۔ گل ریز کی دروازے کی طرف سے پشت تھی اور نور محمد خان صاحب متوجہ نہیں تھے لیکن دروازہ کھلا تو انہوں نے نظریں اٹھائیں گل ریز نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں حیرت وخوشی کا ملا جلا تاثر تھا۔ جبکہ خان صاحب سرو قد کھڑے ہو گئے تھے۔ ایک نظر تحریم کی طرف دیکھا دوسری نظر گل ریز پر ڈالی۔

''السلام علیکم انکل۔'' تحریم نے کرسی کھینچتے ہوئے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام بیٹا۔ خیریت ہے ناں......؟'' خان صاحب تشویش سے پوچھ رہے تھے۔

جب تک پاپا کو ہوش نہیں آ جاتا خیریت کہاں۔ یہ صاحب کیوں کھڑے ہیں پہلے انہیں فارغ کر دیجئے۔ اس نے ناگواری سے جھکی نظروں سے گل ریز کے جوتوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

میں انہیں فارغ کر چکا ہوں اور خدا حافظ بھی کر چکا ہوں...... مجھے علم نہیں کہ کیوں کھڑے ہیں خان صاحب نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

ہم مالکوں میں سے ہوتے ہیں خان صاحب ملازم نہیں ہیں شیخ صاحب کسی کو ہمارے کمرے بیٹھنے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے...... ویسے بھی ان محترمہ سے تو ملاقات ہی نہیں ہو پاتی۔ لوگوں نے ہمارے خلاف ان کے دل و دماغ میں زہر سا بھرا ہوا ہے۔ یہ کھڑے بیٹھ جاتے ہیں نہیں کھڑے ہوتے۔ گل ریز تحریم کے برابر والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ تن بدن میں آگ لگانے والی مسکان تھی۔

ماتھوں میں سے ہوتے تو اس مشکل وقت میں مجھے مستقل تار چھ نہ دیتے۔ تحریم بولی
لیے میں کیا ہم تو ساتھ دینے کو تیار ہیں کوئی راضی ہی نہیں تو کیا کریں۔ برجستہ جواب آیا۔

"تحریم ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کم ظرف کو کہئے یہاں سے چلا جائے ...... پتہ نہیں کہاں کا کچرا پاپا اٹھا کر لے آئے
تھے۔ وہ یہ کہہ کر ایک جھٹکے سے مڑی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

میں پاپا کے آفس میں ہوں انکل آپ سے وہیں بات ہوگی۔ یہ کہہ کر اس نے دروازہ
بند کر دیا۔

اتنی دولت ہو تو اچھے بھلے بندے کا بھی دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ یہ تو اس کے پاپا
سوچنا چاہئے تھا کہ کچرا اٹھا رہے ہیں یا ہیرے جواہرات ...... میں آسمان سے تو اس کے باپ کے
گھر میں نہیں گرا تھا ...... ایسے خراب دماغ مجھے ٹھیک کرنا آتے ہیں۔ تارے بجے گا اسے۔ گل کرسی
کری زور سے دھکیل اور اٹھ کھڑا ہوا۔ نور محمد خان اسی طرح خاموش نظریں جھکائے بیٹھے رہے۔

جواب جاہلاں باشد خموشی کے مصداق

گل ریز آفس سے باہر چلا گیا تو خان صاحب نے سکون کی سانس کھینچی پھر چند لمحوں بعد
کمپیوٹر آف کیا کھڑے ہو کر کاغذ ترتیب سے رکھے اے سی آف کیا اور آفس سے باہر نکل گئے۔

ادھر ادھر کام میں مصروف اسٹاف پر نظر دوڑاتے ہوئے شیخ صاحب کے آفس میں
داخل ہوئے تحریم باپ کی چیئر کے بجائے صوفے پر بیٹھی نظر آئی خان صاحب کو دیکھ کر سنبھل کر
درست کی اور خان صاحب کو اشارے سے بیٹھنے کیلئے کہا۔

بیٹا تم جانتی ہو ناں ہم رات سے بہت پریشان ہیں ٹھیک سے سو بھی نہیں سکے۔ خان
صاحب کے انداز میں تھکاوٹ بھی تھی اور بے بسی بھی۔

"سوری انکل ...... "اصل میں رات جو کچھ ہوا اس میں بہت جذباتی ہوگئی اور غصے میں
شاید آپ کو غلط کہہ ڈالا حالانکہ اس سارے قصے میں آپ کا تو کوئی قصور نہیں پاپا کی مرضی کے بغیر
آپ کچھ نہیں کرسکتے ...... وہ دولڑکے ...... کیا نام ہے ان کا وہ اس پر زور ڈالتے ہوئے بولی
دانیال اور ولی آفریدی۔ خان صاحب نے اس کی مدد کی اور بہت سمجھتے ہوئے اس کی
طرف دیکھا۔

جی جی ...... وہی ...... اعتراف جرم کرنے آئے تھے کہ ہم نے مذاق کیا تھا اس لئے اب

معاف کر دیا جائے یہ کس قسم کا مذاق ہے ...... یہ تو پرلے درجے کی غیر ذمہ داری ہے۔ پڑھے لکھے
ہو کر انہوں نے یہ بدتمیزی کی ...... ان کو کسی صورت معاف نہیں کیا جاسکتا اور وہ بھی ان حالات میں
کہ ان کے مذاق کی وجہ سے پاپا I.C.U میں پہنچ گئے۔ یہ تو کل رہتے بھی بڑے عالم تھے ......
میرا تو بس نہیں چل رہا میں کیا کر ڈالوں۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر بول رہی تھی۔

"خان صاحب بڑے صبر و ضبط سے اس کی بات سن رہے تھے ...... "اور لاجواب سے
تھے۔

"آپ مجھے ان کے گھر کا ایڈریس دیجئے۔" کسی طرح بھی۔ تحریم نے مطالبہ کیا۔

"خان صاحب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔"

"کیا کریں گی آپ ایڈریس لے کر ......؟" وہ حیران ہو کر پوچھ رہے تھے۔

میں ان کے پیرنٹس سے ملنا چاہتی ہوں انہیں احساس دلانا چاہتی ہوں کہ آپ کے
بیٹوں نے کتنی بڑی بدتمیزی کی ہے اور آپ لوگ اپنے گھروں میں سکون سے سو رہے ہیں اور سوچ
رہے ہیں کہ ہم نے بڑے قیمتی نوجوان تیار کئے ہیں بہت بڑا تیر مارا ہے۔ میں ان کو آئینہ دکھانا
چاہتی ہوں۔ تحریم بہت جذباتی ہو رہی تھی۔

"اس کا فائدہ بیٹا؟" خان صاحب نے جھجکتے ہوئے سوال کیا ......

اگر واقعی ان کے والدین معقول قسم کے انسان ہیں وہ گریں گے ناں پھر ان کی گستاخی
کا کیا وہ ان کی ہمت نہ ہو اس طرح کے الٹے سیدھے مذاق کرنے کی۔ میرے پاپا تو بڑی تیزی
سے صحت یاب ہو رہے تھے ان لوگوں نے انہیں چند لمحوں میں I.C.U میں پہنچا دیا۔ وہ اپنی
سانسوں کو بمشکل کنٹرول کر پا رہی تھی تو محمد خان یوں بیٹھے تھے کہ جیسے اس تمام واقعے کے وہی ذمہ
دار ہوں اور اب بات پچھ اس طرح سے ہو رہی ہے کہ آپ لوگ ان دونوں سے وہ قوتوں کو ورس کر
رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی شادی پر تیار ہو جائے پاپا خوش ہو کر بہت جلدی صحت یاب ہو جائیں
گے ...... مجھے یہ سب جان کر غصے کے بجائے رونا آ رہا ہے ...... پاپا تو اس وقت کسی بڑی اچھی خبر
سننے کی پوزیشن میں نہیں ہیں پھر اس طرح کا اسٹیپ لینے کا مقصد ......؟ وہ ناراضی بھرے انداز
میں کہہ رہی تھی۔

"بیٹی اللہ سے اچھی امید رکھنا چاہیے ......" مقصد تو صرف اتنا تھا کہ شیخ صاحب ہوش
میں آتے ہی اچھی خبر سنیں انہیں سکون ملے تا کہ وہ خطرے سے باہر آ جائیں۔ اور جلد سے جلد صحت

یاب ہو جائیں۔

میرے باپ کی صحت ان احمقوں کے احسان سے مشروط ہیں۔ پلیز آپ
طرف سے ذہن بنالیں۔ حالانکہ میں نے کبھی پاپا سے اپنی شادی کے ٹاپک پر بات نہیں کی
سئلہ ایسا ہو گیا ہے کہ اپنی رائے دینے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ تحریم کے انداز سے محسوس
نے اپنی بات مکمل کرلی۔

"نور محمد خان جیسے گہرے استغراق میں ڈوب چکے تھے...... "بالآخر انہوں نے
کے عدسوں سے جھانک کر تحریم کی طرف دیکھا اور گہری سانس لی۔

ٹھیک ہے بیٹا جب آپ رضامند نہیں تو پھر باقی لوگوں کے رضامندی کی تو کوئی
باقی نہیں رہتی جیسے آپ کی مرضی۔ وہ سوچ بھی رہے تھے اور بول بھی رہے تھے۔

ٹھیک ہے انکل...... اب میں چلتی ہوں...... میں ہاسپٹل جارہی ہوں آپ پہنچ
اس نے چادر درست کرتے ہوئے خان صاحب کی طرف دیکھا۔

میں تھوڑی دیر بعد پہنچتا ہوں ابھی ضروری چیک سائن کرتا ہوں اور ایگل گروپ
انڈسٹریز کے چوہان صاحب کے ساتھ بھی میٹنگ ہے۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں......" تحریم نے قدم بڑھائے۔

"آپ خود ڈرائیو کریں گی۔ کہیں تو ڈرائیور سے کہہ دوں۔" وہ گل ریز کی طرف
تو......

"ارے آپ فکر نہ کریں انکل اسے اس کی خوراک مل گئی ہے ابھی ستائے گا
سے مسکرائی اور باہر نکل گئی...... "خان صاحب جیب سے رومال نکال کر عینک صاف
لگے......

"نہ لڑکوں میں سے کوئی راضی ہے نہ لڑکی راضی ہے......" بات ہی ختم ہو گئی
رہے تھے۔

♥♥♥

تحریم مغرب سے پہلے گھر واپس آ گئی تھی بہت شکستہ دل تھی شیخ صاحب کی طرف
ابھی تک کوئی امید افزا خبر سننے کو نہیں مل رہی تھی۔
بھرنے سے تنہا گھر میں روشنیاں جلاتے ہوئے ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے

سی ہوک سینے سے اٹھنے لگی...... سرسبز لان، سینکڑوں گملوں میں کھلے ہوئے خوبصورت
وہ حیار روشنیوں کا انتظام...... اعلیٰ درجے کی صفائی ستھرائی۔ ہزار گز پر بنی ہوئی کوٹھی میں
وہ خود...... اسے سناٹے سے وحشت ہونے لگی...... دل بھر بھر آرہا تھا۔
روم کی طرف بڑھی تو لاؤنج میں فون کی گھنٹی بجنے لگی...... دل کی دھڑکن یکدم تیز ہو گئی
سنسنانے لگے...... یا اللہ کوئی اچھی خبر ہو۔ اس نے دعا کی اور آگے بڑھ کر فون اٹینڈ کیا
سے لرزتی آواز میں بولی۔

"ہیلو...... کون......؟"

دوسری جانب ان کا پرانا ملازم بات کر رہا تھا جو تحریم کے گھر آنے کے بعد
کے فرائض انجام دیتا تھا اس کی آواز میں زندگی کی حرارت تھی لہجہ پرجوش تھا......

"بی بی......" مبارک ہو صاحب کو ہوش آ گیا ہے...... ڈاکٹر ان کو روم میں
رہے ہیں آپ فوراً ہاسپٹل پہنچیں......

تحریم کی خوشی سے ٹانگیں کانپنے لگیں اسے یوں لگا جیسے وہ گر جائے گی وہ فوراً
دوزانو ہو کر بیٹھ گئی......

"عبدالرحیم...... سچ کہو...... پاپا ہوش میں ہیں تم سے بات کی کوئی
ہوئی آواز اور سرخوشی کی کیفیت میں پوچھ رہی تھی......

ابھی بات تو کوئی نہیں ہوئی...... مگر انہوں نے آنکھیں کھولی ہیں۔ آپ
جائیں۔ ملازم نے بڑے پرجوش انداز میں جواب دیا......

"ہاں...... میں آرہی ہوں...... ابھی فوراً...... بس نماز پڑھ کر فوراً نکلتی
سے لو میں آرہی ہوں۔" اس نے کھڑے ہو کر کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

اچانک ماحول میں رنگ برنگ روشنیاں آنکھ مچولی کھیلنے لگی تھیں...... خوشی
میں آنسو اتر آئے تھے...... اس نے کلمہ تشکر کہا اور چہرے پر ہاتھ پھیرے...... دور تک
سٹ گئے تھے تاحد نگاہ روشنی ہی روشنی تھی۔

♥♥♥

تحریم نے کار میں بیٹھتے ہی نور محمد خان کو موبائل سے فون کر دیا تھا
لاؤنج میں پہنچی تو نور محمد خان کو منتظر پایا...... نور محمد خان نے اس کے سر پر شفقت سے

ہوئے مبارک باد دی۔

"تھینک یو انکل..... مجھے یقین تھا میرے پاپا ہوش میں آ جائیں گے..... میں نے ان کے لئے بہت طاقت ور وظیفہ پڑھا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا..... اللہ نے میری دعائیں سن لیں..... اس مشکل وقت نے میرے ایمان کو بھی مضبوطی دی..... تحریم یہ کہہ کر رو دی۔"

نور محمد خان اس کی بات سن کر بہت متاثر ہوئے اور شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

"آیئے انکل..... پاپا کے پاس چلتے ہیں..... اس نے بڑے جوش سے آگے بڑھ جانے۔

"ایک منٹ بیٹا..... عبدالرحیم آ رہا ہے وہ ہمیں لے کر جائے گا۔" نور محمد خان نے اس کے بڑھتے قدم روکے.....

تحریم رُک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی..... چہرے پر بے صبری کی کیفیت اور اضطراب تھا۔ چند لمحوں بعد عبدالرحیم نمودار ہوا اور انہیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں اس کی تقلید میں مختلف راستوں سے گزرنے لگے.....

انتہائی مایوسی کے دوران کامیابی اور خوشی کی اطلاع کتنی بڑی نعمت ہے اس کا اندازہ ہوا ہے۔ تحریم چلتے ہوئے نور محمد خان سے کہہ رہی تھی۔

"اسی دھوپ چھاؤں کا نام زندگی ہے بیٹا۔" "قدرت اپنے آپ کو ان ادوار میں آشکار کرتی ہے۔" نور محمد خان نے بڑی متانت سے جواب دیا۔

عبدالرحیم اسپیشل وارڈ کے سامنے جا کر رُک گیا تھا اور پلٹ کر ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نور محمد خان نے تحریم کو پہلے اندر جانے کا اشارہ کیا اور ساتھ ہی تاکید کی۔

"بیٹا خود پر قابو رکھے گا..... "ذرا سنبھل کر.....

تحریم اندر داخل ہوئی سامنے بیڈ پر شیخ صاحب دراز تھے۔ ناک میں نلکی لگی ہوئی تھی اور بائیں بازو پر ڈرپ۔ ایک نرس ان کے قریب کھڑی اپنے فرائض انجام دے رہی تھی۔ تحریم بڑی بے تابی سے بیڈ کی طرف بڑھی.....

شیخ صاحب کی آنکھیں بند تھیں مگر سانس کی آمد و رفت کا اندازہ دیکھنے ہی سے ہو رہا تھا۔ تحریم نے آہستگی سے آواز دی۔ پاپا.....

شیخ صاحب کے پپوٹوں میں جنبش ہوئی پھر بہت آہستگی سے انہوں نے آنکھیں کھول دیں تحریم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے..... اس کا دل چاہا چیخیں مار کر باپ کے سینے سے لپٹ کر روئے اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا۔

شیخ صاحب نے چند لمحے تحریم کی طرف آنکھیں کھول کر دیکھا تھا پھر دوبارہ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ تحریم نے خوفزدہ ہو کر بے ساختہ پکارا..... پاپا..... پاپا.....

نرس نے پلٹ کر تحریم کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کرنے لگی پھر اس کا بازو پکڑ کر بیڈ سے دور لے گئی۔

ابھی آپ ان سے کوئی بات نہ کریں..... وہ فی الحال بات نہیں کر سکتے لیکن ان شاء اللہ کل شام تک وہ مزید بہتر ہو جائیں گے اور آپ سے بات بھی کریں گے..... ڈونٹ وری اب وہ انڈر کنٹرول ہیں..... پلیز اب آپ لوگ بھی ریسٹ کریں..... وہ بڑے اخلاق و شائستگی سے سمجھانے کے انداز میں بول رہی تھی.....

تحریم نے بڑی بے بسی سے پلٹ کر باپ کی طرف دیکھا پھر نور محمد خان کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ بھی اشارے سے اسے تسلی دینے لگے.....

تحریم نے دروازے سے باہر نکلتے نکلتے کئی بار پلٹ کر باپ کی طرف دیکھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ شیخ صاحب کسی طرح اُٹھ بیٹھیں اور اس سے باتیں کرنے لگیں۔



حبا کا تو ایک ایک لمحہ جیسے انگاروں پہ لوٹتے گزر رہا تھا..... دانیال کی ادھوری بات نے تو اسے ایک عذاب میں مبتلا کر دیا تھا۔ دن تو کسی طور کٹ گیا تھا اس آس پر کہ شاید آج دانیال جلدی آ جائے اور موقع ملتے ہی اپنی ادھوری بات مکمل کرے مگر آج تو حد ہو گئی تھی رات کی تاریکی چھانے لگی مگر دانیال کا دور دور تک پتہ نہ تھا..... ثریا دادی بھی کئی مرتبہ پوچھ چکی تھیں۔ دلاور نے بتایا کہ بھائی کا موبائل آف ہے کوئی جواب نہیں مل رہا.....

اس کے بعد تو پریشانی سوار ہو گئی بقول دلاور کے بھائی کبھی لیٹ ہوتے ہیں تو فون کر کے گھر بتا دیتے ہیں۔ حبا تو اندر سے بڑی طرح سہم رہی تھی کل رات کا منظر آنکھوں کے سامنے بار بار آ رہا تھا۔ دانیال بہت پریشان تھا اس سے ضروری بات کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ کیا بات تھی..... بات تو بہت خاص ہی تھی کیونکہ اتنا اُلجھا ہوا تو اس نے دانیال کو کبھی نہیں دیکھا تھا.....

تھی..... اور بہت توجہ سے اس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہی تھی.....

یار ولی..... بس اسی وقت بھاگ جا عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر دیگ تقسیم کر چادر چڑھا دیر کرے گا تو رسک لے گا..... خدانخواستہ شیخ صاحب دوبارہ کومہ میں جا سکتے ہیں بڑی مشکل سے ہوش میں آئے ہیں..... بچ گئے یار نیک ماں باپ کی دعاؤں نے بچا لیا ہمیں..... کس نے بتایا .....؟ یار وہی جو دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی ہے۔ جس کو بنا کر مصور نے قلم ہی توڑ دیا تھا..... دعا کر یار اس سے عمر بھر خوشخبریاں ہی سنیں..... اوہ بھئی کسی کا بھی فون آیا تھا ہمیں کیا..... ہمیں آم کھانے سے مطلب پیڑ کیوں گنیں..... ابھی تارے گننے کا کام ہے ہمیں اور یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے..... بس یار ابھی تھوڑی دیر بعد فون کرتا ہوں ابھی ابھی گھر پہنچا ہوں ذرا فریش ہو کر کھانا کھا کر بات کرتا ہوں تم سے۔ اوکے میری جان..... آج تو مارے خوشی کے بھوک اڑ گئی..... دانیال نے رک کر زور سے قہقہہ لگایا اور چور نظروں سے حیا کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

یار ابھی تعلقات اتنے اسٹرونگ کہاں کہ کوئی ہمارے ساتھ جاگے..... اور ہماری حال نہیں کہ کسی کو جگا ئیں..... اتنا کہہ کر اس نے ریسیور رکھا اور گویا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ حیا ابھی تک الجھن میں تھی دانیال کے لاؤنج سے غائب ہوتے ہی جیسے حواسوں میں آ گئی..... سب کچھ کتنا بے ساختہ اور بے ربط تھا کہ وہ سرا پکڑنے سے قاصر تھی.....

یہاں وہ کل رات والا دانیال..... بے زار سا..... تھکا تھکا..... نڈھال، شکستہ خاطر کہاں اس وقت اس کی حالت جیسے کسی کی اچانک بہت بڑی لاٹری نکلی ہو۔ اتنی بڑی تبدیلی عقل میں نہیں سما رہی تھی..... وہ صوفے پر بیٹھ کر لاحاصل اندازوں سے کھیلنے لگی۔



لاؤنج سے اٹھ کر وہ اپنے رہائشی کمرے میں آ گئی تھی اس کے بعد باہر کیا ہوا دانیال نے کھانا کھایا یا نہیں ثریا دادی نے اس کی مجاز پوچھی یا نہیں اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ پہلے تو اس نے عشاء کی نماز پڑھی ذہن بہت منتشر تھا نماز میں کئی مرتبہ سجدہ سہو کرنا پڑا..... نماز کی ادائیگی کے بعد وہ اسٹڈی میں اپنے آپ کو مصروف کرنے کی کوشش میں لگ گئی لیکن کسی طرح بھی یکسوئی حاصل نہیں ہو رہی تھی وہ کون تھی؟ گھوم پھر کر ذہن اسی نکتے پر آ کر ٹھہر جاتا تھا۔ شیخ صاحب کون ہیں؟ اس کیا مذاق تھا کس کے ساتھ تھا جو دانیال کے گلے پڑتے پڑتے رہ گیا؟ وہ کیا خاص بات تھی جو

دانیال کل رات اسے بتانا چاہ رہا تھا..... وہ کیوں اتنا ڈسٹرب تھا؟ شیخ صاحب کے ہوش میں آنے کا سن کر وہ خوشی سے کیوں پاگل ہو رہا تھا؟ کون ہیں یہ شیخ صاحب؟ دانیال کیلئے اتنے اہم کیوں ہیں؟ اس نے تو کبھی اپنی فیملی میں کسی شیخ صاحب کا تذکرہ نہیں سنا؟

وہ نوٹ بک سامنے رکھے خیالات کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی..... تھوڑی ہی دیر میں ذہن شل ہو گیا..... اس نے بے زاری سے نوٹ بک ایک طرف ڈال دی اور بیڈ پر چت لیٹ کر چھت کی طرف گھورنے لگی جیسے تمام سوالات کے جوابات وہاں سے نازل ہونے کا امکان ہو اور نیند کا تو دور دور تک نام ونشان نہ تھا۔ رات بڑی ہے۔ کیسے کٹے گی؟ وہ بے قراری ہو کر پھر اٹھ بیٹھی..... گھڑی کی طرف دیکھا..... رات کا ڈیڑھ بج چکا تھا..... وہ حیران رہ گئی اتنا وقت ہو گیا اور اسے پتہ بھی نہ چلا..... وہ بیڈ سے اتری اور کمرے کی لائٹس آف کر دیں..... کمرے میں تاریکی اتر آئی..... پنکھے سے ہلتے پردوں سے باہر لان کی طرف سے آنے والی مدھم روشنیوں سے اسے بیڈ تک رسائی حاصل کرنے میں سہولت ہوئی۔

بیڈ کے قریب آ کر وہ گرنے کے انداز میں اوندھی لیٹ گئی اور آنکھیں موند کر نیند کا انتظار کرنے لگی..... آنکھیں موندتے ہی پھر خیالات کی یلغار شروع ہو گئی..... اس نے جھلا کر کروٹ لی پھر جیسے کوئی تہیہ کر کے جھٹکے سے اٹھ بیٹھی..... پاؤں لٹکا کر ٹٹول کر چپل تلاش کی دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر پھیلایا اور کمرے سے باہر نکل آئی.....

گھر کی تمام اضافی روشنیاں گل تھیں ادھر ادھر کہیں مدھم روشنیاں روشن تھیں۔ ساری کوٹھی پر سناٹے کا راج تھا۔ وہ چلتے چلتے پورچ کی بلی بنی زینہ چڑھنے لگی۔ گیسٹ روم سے لاؤنج کی طرف آتے ہوئے اس نے بار بار چور انداز میں ادھر ادھر دیکھا تھا۔ مگر اٹوٹ خاموشی نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتی دانیال کے بیڈ روم کے دروازے تک آئی اور محتاط انداز میں دستک دی..... پہلی بار میں کوئی رسپانس نہیں تھا۔ اس نے پھر دستک دی تب دانیال کی نیند میں ڈوبی آواز آئی۔

''کون.....؟'' پھر خاموشی چھا گئی.....

''حیا نے جواب دینے کے بجائے پھر دستک دی۔'' اور لگاتار دی.....

''کون ہے بھئی؟'' اس مرتبہ دانیال کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

حیا نے پھر جواب دینے کے بجائے دستک دی بلکہ دو مرتبہ کے بجائے تین مرتبہ دی۔

اس مرتبہ دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ کھل گیا تھا۔

نیند کی زد میں پہلے تو دانیال کچھ سمجھا ہی نہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حبا کی طرف دیکھنے لگا پھر بڑے فکر مند انداز میں آنکھیں ملتے ہوئے بولا۔

''خیریت ..... میرا مطلب ہے خیریت ہے ناں۔'' سوئیں نہیں ابھی تک؟

زندگی عذاب بنا کر رکھ دی ہے آپ نے پھر پوچھتے ہیں سوئیں نہیں ابھی تک؟ حبا تو جیسے پھٹ پڑی۔

''کیا ہوا؟ کسی نے کچھ کہہ دیا..... اندر آؤ۔'' حبا کے انداز سے ایک لمحے میں نیند کی کیفیت مٹ گئی تھی وہ ایک طرف ہو کر اسے راستہ دینے لگا......

حبا اندر آ گئی..... کمرے میں مکمل تاریکی تھی دانیال نے آگے بڑھ کر ایک بتی جلا دی اور غور سے حبا کی طرف دیکھنے لگا..... نگاہ میں سوال نہیں سوالات تھے......

''بتاؤ.... کیا ہوا.... کیوں پریشان ہو......؟'' وہ پھر تشویش بھرے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

سبحان اللہ..... کیا بے حسی ہے..... کیا غفلت ہے..... کل رات سے مجھے الجھن میں ڈالا ہوا ہے اور مجھ ہی سے پوچھ رہے ہیں کیا ہوا..... آپ تو میرے ساتھ کوئی پرابلم شیئر کر رہے تھے ناں..... ''یا کوئی ڈرامہ تھا یہ بھی..... وہ تلخ لہجے میں بول رہی تھی۔

''ہا..... ہا۔'' کل میں تمہارے ساتھ مل کر رونا چاہتا تھا آج میں تمہارے ساتھ خوشی سے رقص کرنا چاہتا ہوں..... فرشتے اہلاً وسہلاً کہہ رہے ہیں..... دنیا کی سب سے سریلی موسیقی سن رہا ہوں حوریں شرارے غرارے پہنے میری خوشیوں کی نظر اتار رہی ہیں..... دانیال واقعی رقص کے انداز میں گھومنے لگا......

لگتا ہے آپ کو کسی ماہر نفسیات کی ضرورت ہے۔ حبا اپنی حیرت چھپا کر گوار لہجے میں بولی مجھے صرف تمہاری ضرورت ہے..... میں تو تمہارا بیمار ہوں۔

نہ اچھا ہوا تمہارا بیمار نہ ہوا

حبا اس کی بے ساختگی پر بدحواس ہی ہو گئی..... اس انداز میں تو وہ کبھی اس کے سامنے نہیں آیا تھا۔

اچھا بس مجھے باتوں میں مت بہلایئے..... رات والی بات مکمل کیجیے..... کیا پرابلم

ہے آپ کو جو آپ شیئر کرنا چاہ رہے تھے۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے بات کی اور کچھ دیر پہلے کا جو غلط ملط کرنے کی شعوری کوشش کی کوئی بات نہیں..... یوں سمجھو رات گئی بات گئی..... بس اب آرام سے سو جاؤ..... سب مسئلے حل ہو گئے دانیال اسی طرح سرخوشی کی کیفیت میں کہہ رہا تھا۔

کوئی حل ول نہیں ہوئے کوئی مذاق ہے کیا..... اور فرض کریں کہ حل بھی ہو گئے ہیں تب بھی آپ کو وہ ادھوری بات مکمل کرنا پڑے گی..... حبا نے دوٹوک انداز میں بڑی خود اعتمادی سے کہا......

تمہارے لیے کیا اتنا کافی نہیں کہ کل میں ڈسٹرب تھا آج خوش ہوں..... اللہ نے تمہیں دکھ شیئر کرنے سے بچا لیا اب شکرانے کے طور پر خوشی شیئر کرو..... پلیز حبا یقین کرو اب کوئی بات نہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہو گیا اب ہمارے درمیان کوئی نہیں..... وہ جذباتی انداز میں اپنی دھن میں بولتا چلا گیا......

''حبا منہ کھولے اس کی صورت تکنے لگی۔''

''تو کیا کوئی درمیان میں آ گیا تھا......؟ وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''آنے کی کوشش کر رہا تھا مگر ناکام ہو گیا.....'' برجستہ جواب آیا۔

ٹھیک ہے ابھی آپ نہیں بتا رہے مگر میں چھوڑوں گی نہیں پوچھ کر ہی دم لوں گی۔ مذاق بناتے ہیں انسانوں کو...... وہ بڑبڑاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی۔

درمیان میں دم لینے کی کوشش ضرور کرنا...... اس لیے کہ تمہارے دم کے ساتھ میرا دم ہے۔ وہ واقعی بہت خوش تھا جو منہ میں آ رہا تھا بول رہا تھا۔

حبا تو اس کی اس بے ساختگی پر حواس باختہ ہی ہو کر لپک جھپک باہر بھاگ گئی۔ سانس بہت تیزی سے چل رہا تھا...... بازی کھیلے بغیر جیتنے کا احساس اسے بے پروں کے اونچی اڑان دے رہا تھا وہ اپنی دھن میں باہر آئی تھی ذہن اردگرد متوجہ نہیں تھا عجیب سی بے خبری و مدہوشی تھی مگر چند قدم آگے بڑھتے ہی اسے چکر آ گئے...... سامنے ثریا دادی کھڑی بڑی حیرت و الجھن سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

''اس کی تو جیسے سانس ہی رک گئی۔'' قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی......

کیا کرنے گئی تھیں اس وقت دانیال کے کمرے میں......؟ وہ بہت آہستہ آواز اور تعجب

سے بھرپور لہجے میں پوچھ رہی تھیں ابھی غصہ نہیں تھا۔ اچنبھا تھا۔ حیرت تھی۔۔۔۔۔

حیا کے کچھ نہیں دادی۔۔۔۔ وہ میں تو۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔ میں تو۔۔۔۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔

بیٹی تو خدا کا سلام ہوتی ہے۔۔۔۔ رحمت ہوتی ہے۔۔۔۔ جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے۔۔۔۔ بس اس کی ذمہ داری بہت بھاری ہوتی ہے۔۔۔۔ اگر بیٹی ذات ہی میں کچھ ٹھان لے تو ساری دنیا کی حکمت و دانائی دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔۔۔۔ بس بیٹی ہمیشہ خود کو روک لو کوئی بات دل میں ہے تو دادی سے کہہ دینا۔۔۔۔ ثریا دادی کانپتی آواز میں کہہ رہی تھیں اور حیا گویا زمین میں گڑی جا رہی تھی دادی کے تحمل اور سبھاؤ نے تو اسے اَن چھری سے ذبح کر کے رکھ دیا تھا وہ کچھ بولنے کی قوت بھی نہ رکھتی تھی۔۔۔۔ بات کچھ بھی نہیں تھی چوری کا الزام سر پر آ گیا تھا۔ اس کی نظریں جھکیں تو اٹھ نہ سکیں۔۔۔۔

"تہجد کیلئے اٹھی تھی آج نجانے کیوں جلدی آنکھ کھل گئی۔۔۔۔ بڑھاپے کی نیند۔۔۔۔ اور سوئے ابھی جاگے۔"

جاؤ بیٹی۔۔۔۔ جا کر سو جاؤ۔۔۔۔ خون پہ بھروسہ تو بہت ہے پھر بھی دعا ہے اللہ تمہیں پاک صاف رکھے۔۔۔۔ ماں باپ کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔۔ ان کے لہجے میں پیار کی لو اور دکھ تھا۔۔۔۔ حیا نے خاموشی سے زینے کی طرف قدم بڑھا دیئے جو من من بھر کے ہو رہے تھے۔



امی۔۔۔۔ اگر مجھے انکار کرنا ہوتا تو میں پہلے ہی انکار کر چکا ہوتا۔۔۔۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں آپ جہاں کہیں گی میں وہیں شادی کروں گا۔۔۔۔ میں کسی اور وجہ سے ڈسٹرب ہوں آج بہت لیٹ ہوا ہوں روزانہ تو لیٹ نہیں ہوتا۔۔۔۔ سرمد کوٹ ہینگر کرتے ہوئے ماں سے نظر چراتے ہوئے بول رہا تھا۔۔۔۔

ظاہری بات ہے میں تمہارا عندیہ لیے بغیر تو کہیں رشتے کی بات نہیں کر سکتی تھی تمہاری طرف سے مطمئن ہو کر ہی کہیں رشتے کی بات شروع کر رہی ہوں۔۔۔۔ مگر پتہ نہیں مجھے کیوں محسوس ہوتا ہے کہ تم کسی الجھن میں ہو۔۔۔۔ تم نے صادق کے ساتھ بھی کوئی ڈھنگ سے بات نہیں کی۔۔۔۔ نہ اس کو وقت دیا کل وہ چلی جائے گی۔۔۔۔ میں اس کے ہاتھ باقاعدہ پیغام بھجوا رہی ہوں حیا کیلئے۔۔۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا یہاں رشتہ ہو جائے گا۔۔۔۔ حور بانو اب قدرے

ہی ہو کر بات کر رہی تھیں۔

"حیا۔۔۔۔ حیا کون؟" سرمد ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے کرتے چونک کر پوچھنے لگا۔

"اوہ تو۔۔۔۔ بھئی جس لڑکی کا رشتہ مانگ رہے ہیں تمہارے لیے۔" حور بانو نے گویا اس کی بے خبری پر سر پیٹا۔۔۔۔

"اوہ۔۔۔۔ اچھا نام ہے۔۔۔۔" اس نے بے نیازی سے شانے اچکا کر بڑے اہتمام سے ٹائی گلے سے اتاری اور وارڈروب کھول کر لٹکانے پر لگانے لگا۔۔۔۔

بہت پیاری لڑکی ہے۔۔۔۔ اللہ نصیب اچھا کرے۔۔۔۔ صادق بھائی کی سب بچیاں ماشاءاللہ بہت نیک اور سادہ مزاج ہیں۔۔۔۔ بس اس بچی کے بال بہت خوبصورت ہیں میری بس ایک بچگانہ سی خواہش تھی کہ میری پہلی پہلی بہو کے بال بہت خوبصورت اور لمبے ہوں باقی چاہے بھینگی آ جائیں مجھے پرواہ نہیں۔۔۔۔ انہوں نے بیٹے کے جذبات میں خوشگواری پیدا کرنے کی شعوری کوشش کی۔

جس خاتون کے اتنے لمبے بال ہوں امی وہ اپنے بال سلجھائے گی یا گھر کے مسئلے؟ سرمد نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔ اتنی سی شرارت پر بھی حور بانو تو نہال ہو گئیں۔۔۔۔

"اللہ اللہ کر کے کئی دنوں بعد انہوں نے سرمد کا موڈ قدرے خوشگوار دیکھا تھا!!!"

سر پہ پڑتی ہے تو سب کر لیتی ہے عورت جس کے بال ہیں یہ اس کا مسئلہ ہے تمہارا نہیں۔۔۔۔ کھانا گرم کروں؟ وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے ہلکی پھلکی سی ہو کر پوچھ رہی تھیں۔

"اللہ کو مانیں امی دو بج رہے ہیں۔۔۔۔" آج تو آفس میں بہت شاندار ڈنر تھا۔۔۔۔ آپ آرام کریں۔۔۔۔ مجھے صبح چھ بجے اٹھا دیجئے گا پتہ نہیں الارم اٹھا پاؤں گا یا نہیں۔۔۔۔ وہ کف لنکس اتار کر ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔۔۔۔

ماشاءاللہ۔۔۔۔ کتنی محنت کر رہا ہے میرا بیٹا۔۔۔۔ چشم بددور حور بانو نے دل ہی دل میں سراہا تھا کہ اسی لمحے سرمد کے موبائل پر رنگ ہوئی۔۔۔۔ اتنی رات کو فون کی گھنٹی یوں بھی چونکا دیتی ہے حور بانو بھی ٹھٹک کر متوجہ ہو گئیں۔۔۔۔

سرمد نے نمبر دیکھا اور بڑی بے تابی سے اٹینڈ کیا۔۔۔۔ بس۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔ بولتے ہوئے اچانک اس کی نظر ماں پر پڑی۔۔۔۔ وہ ایک دم سنبھلا۔۔۔۔

دراصل یہ ہے کہ اس وقت میں سو رہا ہوں۔۔۔۔ صبح بات کرتے ہیں۔ اس نے موبائل

بند کر دیا...... حور بانو کمرے سے باہر آ گئیں یہ سوچتی ہوئی کہ ہو گا اس کا کوئی دوست اسی کا ہم
رات کو دیر تک جاگنے والا۔ کوئی محنتی جفاکش بچہ......



صادقہ بیگم کی فلائٹ صبح آٹھ بجے کی تھی۔ ساڑھے دس بجے تک وہ اپنے گھر پہنچ چکی تھیں۔ بیلا کالج جا چکی تھی۔ ثریا بیگم مٹر کا ڈھیر لیے لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ انہوں نے ائیر پورٹ پہنچ کر شوہر کو فون کر دیا تھا۔ کراچی ائیر پورٹ پر ڈرائیور منتظر ملا تھا۔ ڈھائی گھنٹے میں شہر پار کر کے وہ اپنے گھر پہنچ گئیں ثریا دادی نے بڑے پُرتپاک انداز میں ان کا استقبال کیا تھا ایک مدت بعد گھر آئی ہو صادقہ بیگم کے آنے تک وہ بہت گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھیں ابھی تک ان کے سامنے نہیں آئی تھی نہ انہوں نے دانیال کو دیکھا تھا۔ صبح دادا دادی نے ساتھ ناشتہ کر لیا تھا پھر اپنی چاشت اور اشراق کی نمازیں ادا کیں تھیں اب تازہ مٹر لے کر بیٹھی تھیں کہ مٹر کا موسم جا رہا ہے...... چھیل کر اسٹاک کر لینا چاہییں۔

چلو شکر خیر سے اپنے گھر آ گئیں؟ اور سناؤ کیا خیر خبریں ہیں......؟ عائشہ وغیرہ کیسی ہیں وہ اپنا کام بھول بھال کر صادقہ بیگم سے بڑے پُرشوق انداز میں باتیں کرنے لگیں وہ ساری رپورٹ پہلی فرصت میں جاننا چاہ رہی تھیں۔

اللہ کا شکر ہے اماں سب خیریت ہے۔ گھر بار تو یوں بھی دیکھا بھالا ہے۔ بچیاں دیکھ کر بھی بہت خوشی ہوئی...... اور یوں سمجھیں دو بچیوں کی تو بات بن گئی۔ بس اللہ سے ان کے نصیب کی دعا کریں...... اللہ ان کے گھر آباد کرے...... اپنے گھروں میں سکھ پائیں۔ آمین

"صادقہ بیگم بہت مطمئن اور خوش نظر آ رہی تھیں۔"

دو بچیوں کی بات...... تمہارا مطلب......؟ ثریا دادی سوالیہ انداز میں صادقہ بیگم کی طرف دیکھنے لگیں۔

"بیلا اور حیا کی بات کر رہی ہوں اماں......" صادقہ بیگم نے ان کی الجھن دور کی۔

"ثریا دادی حیرت سے بیٹی کی صورت دیکھ رہی تھیں۔" "جی...... حیا......!!"

ہاں اماں مجھے بھی بڑی حیرت ہوئی تھی...... کہ یہ کیا بانو آپا ایک دم تیسرے نمبر پر رکھ رہی ہیں مگر ان کا کہنا ہے کہ مجھے تو صادق بھائی کی چاروں بچیاں بہت اچھی لگیں ارمان تھا کہ میری پہلی پہلی بہو کے بال بہت خوبصورت ہوں...... حیا کے بالوں پر

سچ پوچھیں تو...... صادقہ بیگم نے ماں کی حیرت دیکھتے ہوئے فوراً ہی وضاحت کی۔

یہ تو بڑی بچپنے کی سوچ ہے...... بال تو ہما حنا کے بھی بُرے نہیں ہیں...... ثریا دادی بہت فکرمندی کے انداز میں گم صم سی ہو کر کہہ رہی تھیں۔

اپنے اپنے دل کی بات ہے اماں...... دل پر کسی کا کیا زور...... اب ان کے دل میں اتر گئی حیا تو کیا کریں۔ آخر اس کا بھی تو کرنا ہی ہے...... صادقہ بیگم نے پھر ماں کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا......

گھر میں ہی چھانٹی لگا رہی ہیں حور بانو...... کچھ اچھا تو نہیں کر رہیں......؟ ثریا دادی ایک دم بہت پریشان اور غمزدہ سی نظر آنے لگی تھیں......

صادقہ بیگم گہری سانس کھینچ کر خاموش سی ہو گئیں جیسے بے بس ہو کر سوچ رہی ہوں کہ اماں کو کیسے قائل کریں۔ پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد بولیں۔

اماں اتنا قابل بچہ شکل صورت سے اچھا۔ کماؤ پڑھا لکھا...... اسے لڑکیوں کی بھلا کیا کمی جہاں رشتہ ڈالیں گی ہاں ہو جائے گی دنیا تو ایسے رشتے کیلئے دعائیں کرتی ہے منت مانتی ہے۔ بیسہ بیٹا ہے اسی حساب سے بہبود دیکھ رہی ہیں۔ سات آٹھ ہزار روپیہ ماہانہ کمانے والا ہوتا تو ہم بھی سوچتے کہ لڑکے میں ایسی کیا خاص قابلیت ہے جو ہما اور حنا معیار پر پوری نہیں اتر رہیں یہ تو آپ بھی جانتی ہیں صادق بھائی کی چاروں بیٹیاں خوبصورت ہیں مگر حیا کی ذرا بات دوسری ہے...... چہرے پر بڑا نور سا ہے۔ ہے تو کوئی بات اماں اس میں جو وہ الگ دکھائی دیتی ہے۔

تو بنی اتنی خوبیاں ہیں اس بچی میں تو تم اپنے بیٹے کیلئے دیکھ لیتیں پھوپھی کا گھر پھر پھوپھی کا ہے ثریا دادی بیٹی کی بات بہت توجہ سے سننے کے بعد بڑے برجستہ انداز میں بولیں۔

صادقہ بیگم کو بھی شاید اس طرح کے جملے کی توقع نہیں تھی ایک دم گڑبڑا سی گئیں...... پھر سنبھل کر بولیں۔

سوچتی تو تب اماں جب دانیال کسی لائق ہو جاتا ابھی تو اس کی پڑھائی چل رہی ہے کسی روزی روزگار سے لگے تو سوچوں......

گھر کی بات ہے بیٹی...... روزی روزگار سے بھی لگ ہی جائے گا کما تو نہیں ہے۔ میں تو اتنا جانتی ہوں کہ حیا کیلئے تمہاری بڑی اماں نہیں مانیں گی ہما حنا میں سے کوئی لینا چاہیں تو بات کریں ثریا دادی نے دو ٹوک انداز میں جواب دیا۔

اماں آپ یہ لفافہ تو بڑی اماں اور صادق بھائی تک پہنچا دیں یہ تو پھر بعد کی بات ہے۔ بانو آپا نے صادق بھائی کے نام رقعہ لکھا ہے آپ ان تک پہنچا دیں تو دیکھیں کیا سامنے آتا ہے۔ صادق بیگم بہر حال پر امید تھیں کہ ان کی بھابی سمجھدار ہے صورت حال سنبھال سکتی ہے۔

"وہ تو میں پہنچا دوں گی بیٹی" "کیا ہی اچھا ہوتا کہ حور بانو حیا کیلئے سوال کرتیں اور حیا کو مانگ لیتیں" ثریا دادی نے حسرت آمیز لہجے اور خود کلامی کے انداز میں کہا۔۔۔

اماں جو انسان دنیا میں آتا ہے اپنی تقدیر ساتھ لاتا ہے۔۔۔ اللہ سے اچھی امید رکھیں باقی بچیوں کا بھی اللہ نے چاہا تو ہو جائے گا۔ حور بانو آپا ہماری خواہش پر تو کرا چکی تھیں آگے اللہ کا حکم ہوا اور انہیں ادھر کا خیال آ گیا یہ سب مقدروں کے کھیل ہیں اماں۔۔۔ صادق بیگم نے انہیں پرسکون کرنے کی کوشش کی۔ تمہاری بات سولہ آنے ٹھیک بیٹی لیکن۔ حیا۔۔۔ وہ بولتے بولتے یکدم چپ ہو گئیں۔ رات کا منظر نگاہوں میں گھوم رہا تھا۔۔۔ انہوں نے ایک سوچتی ہوئی نگاہ صادق بیگم کے چہرے پر ڈالی اور آہستگی سے نظریں جھکا کر بولیں۔

"اللہ مالک ہے بیٹی۔۔۔" "جو مقدر میں لکھا ہے وہ ہونا تو وہی ہے۔۔۔"



"یار مجھے تو رہ رہ کر اپنے اللہ پر پیار آ رہا ہے۔۔۔ میرے سوہنے رب نے کتنا بڑا بوجھ اتار دیا ایک دم سے ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ احساس جرم کے ساتھ اتنی لمبی عمر کیسے کٹے گی۔۔۔" دانیال اور ولی یونیورسٹی کے لان میں ایک گھنے درخت کے سائے تلے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"واقعی یار میں تو ناک سے لکیر کھینچ کر اللہ سے توبہ کرتا ہوں آئندہ کبھی بغیر سوچے سمجھے مذاق نہیں کروں گا" ولی نے کانوں کو ہاتھ لگا کر ناک کو انگلی سے چھوا۔

"مگر کرو گے ضرور البتہ سوچ سمجھ کر۔۔۔؟" دانیال نے گھورا۔

"یار بندہ کبھی کبھی عادت سے بھی تو مجبور ہو جاتا ہے۔۔۔" ولی نے کھسیا کر سر کھجاتے ہوئے کہا۔۔۔ "سب سے خاص بات یہ ہے کہ وہ رنگ لائن کلیئر ہو گئی چلو کسی خاتون کے ہاتھوں ہی بے عزتی ہو گی مگر بچت تو بڑی ہے یہ بھی تو ہو سکتا تھا شیخ صاحب صحت یاب ہونے کے بعد ہمیں طلب کر لیتے۔۔۔ اور ہم ڈر کے مارے ہاں کر دیتے کہ بزرگوار "ہاں" سن کر بہل جائیں اب تو لڑکی ہی کی طرف سے 100% انکار ہے اس وقتی ٹینشن سے جو بہت بڑا تناؤ تو ہوا۔۔۔ دانیال واقعی پرسکون نظریں دوڑاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

یار ہم کتنے احمق ہیں دیکھا جائے تو لاٹری نکلی تھی ہماری۔ اتنی خوبصورت، باعزت، کھاتی پیتی لڑکی جس کیلئے باپ نے خزانے بھر دیے ہیں۔ ہم اس سے پیچھا چھڑا کر کتنے خوش ہیں ولی نے شریر سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

یار گھر میں عورت ہونے کا کیا فائدہ اگر وہ دل میں نہ ہو۔ یہ تو گھر میں بسی عورت کے ساتھ بہت زیادتی ہے بہت بڑا ظلم ہے۔۔۔ کہ ایک عورت سے آپ ہر طرح کا فائدہ لے رہے ہوں مگر اس کے ساتھ مخلص نہ ہوں۔۔۔ دانیال اسی طرح سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔ میں تو شادی کے بعد فل رومینس چاہتا ہوں۔ کوئی خوف اندیشہ نہیں بس قانون کے دائرے میں۔۔۔

"ہر حال محبت کے ثبوت کا خوبصورت سا تحفہ ڈلیوری ملی کے ساتھ" دانیال نے ولی کی بات کاٹی۔

"ہاہا۔۔۔ ہا۔۔۔" دونوں کا مشترکہ قہقہہ فضا میں بلند ہوا تو آس پاس کے اسٹوڈنٹس ان کی طرف متوجہ ہو گئے مگر وہ دونوں اس وقت اطراف سے بے نیاز تھے آج خوشی کی روح کو محسوس کر رہے تھے اور صحیح معنوں میں خوشی کا ادراک ہی اب ہوا تھا۔ وہ تو یوں محسوس کر رہے تھے گویا لمبے اندھیرے سے نکل کر ایک دم چکا چوند کرتی روشنیوں میں آ گئے ہوں!!



صادق بیگم اپنے روٹین کے معاملات دیکھنے میں مصروف ہو گئیں۔ ثریا دادی نے گھر کے چکر لگانے لگے۔ حیا انہیں نظر نہیں آ رہی تھی رات سے ان کا ذہن اس کی طرف لگا ہوا تھا۔ لاشعوری طور پر اندازہ لگا رہی تھیں کہ چوری پکڑے جانے پر وہ ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہی ہو گی۔ وہ خود ہی اسے تلاش کرنے لگیں بالآخر وہ انہیں ٹیرس پر لیٹی نظر آ گئی۔ ماربل کے ٹھنڈے فرش پر چت لیٹی ہوئی تھی بازو آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔

"ارے۔۔۔ حیا۔۔۔" "بیٹی یہاں ننگے فرش پر کیوں لیٹی ہوا ہے ہوتے ہوئے گھر میں تمہیں لیٹنے" وہ اس کے سر پر کھڑی حیران سی ہو کر پوچھ رہی تھیں۔

حیا نے چونک کر بازو آنکھوں سے ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔ "قدرے جھل سی نظر آ رہی تھی۔

"ایسے ہی دادی۔۔۔ وہ ادھر ہوا بہت اچھی آتی ہے۔۔۔" وہ ذرا شرمسار سے لہجے میں بولی۔

نظریں جمی ہوئی۔ اسے تو اتنی تیزی سے دھوپ میں ماربل فرش تو گرم تو ابنا ہوا ہے۔۔۔۔ کیا بات ہے؟
کیوں اتنی چپ چپ سی ہو۔۔۔۔ ناشتہ کر لیا تھا۔۔۔۔ وہ بڑی جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کا
جائزہ لے رہی تھیں کیا کروں۔ دیواروں سے باتیں کروں؟ ناشتہ کر لیا تھا۔۔۔۔ آپ شاید اس وقت
چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں۔۔۔۔ حبا نے بے دلی و بے زاری سے جواب دیا نظریں اب بھی کھڑکی
رہی تھی خیر سے تمہاری پھوپھو گھر آ گئی ہیں وہ بھی سمجھ رہی ہے تم ابھی تک سو رہی ہو۔ چلو بس اب گھر
چلنے کی تیاری رکھو۔۔۔۔ دانیال آ جائے تو پھر چلتے ہیں۔۔۔۔ ثریا دادی نے واپسی کے لئے رخ
موڑتے ہوئے اسے تاکید کی۔

پھوپھو آ گئیں۔۔۔۔ اکیلی۔۔۔۔؟ ٹیکسی سے آئی ہیں؟ حبا میں ایک دم زندگی کی رمق دوڑ
گئی۔ تمہارے پھوپھا کے دفتر کا ڈرائیور چھوڑ گیا ہے۔۔۔۔ نیچے آ جاؤ پوچھ رہی تھی تمہیں۔ ثریا دادی
زینہ اترتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔۔۔۔

حبا نے دوپٹہ سنبھالا اور ان کے پیچھے چل پڑی۔ نیچے لاؤنج میں اترتے ہی …
سامنے ہی کھڑی نظر آ گئیں حبا کی طرف دیکھ کر بہت محبت سے مسکرائیں۔ حبا نے سلام کیا تو بہت
پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"ابھی تک سو رہی تھیں۔۔۔۔؟ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟

"سو نہیں رہی تھی پھوپھو ایسے ہی ٹیرس پر ہوا کھا رہی تھی۔" اس نے مسکرا کر جواب
دیا۔

ناشتہ بھی کر لیا تھا یا صرف ہوا پر گزارا ہو رہا تھا؟" وہ مسکرائیں اور غور سے حبا کا
دیکھنے لگیں۔۔۔۔ پھر ایک دم اسے گلے سے لگا لیا۔ …
پڑھائی کا حرج تو نہیں ہوا۔ روز جا رہی تھیں؟ ویسے کچن تو تم نے بالکل نیا کر دیا …
ماں بتا رہا تھا کہ حبا بی بی نے سب چیزیں باہر نکال کر کچن صاف کیا ہے۔۔۔۔ میں کچن میں گئی تو …
کر طبیعت خوش ہو گئی۔۔۔۔ نوکر کہاں کرتے ہیں اتنی محنت۔۔۔۔ جیتی رہو اللہ نصیب اچھے کرے۔ …

"بس پھوپھو ادھر کام تو کوئی تھا نہیں سوچ سوچ کر کام نکالتی رہی۔" …
بولی۔ … جس گھر …
نہیں تو گھر بچیوں کی نشانی ہے کہ کسی نہ کسی کام میں لگی رہتی ہیں۔ …
… بہت محنت کی ہے وہی رنگ بچوں پر آیا …

پھوپھو بڑی خوش خوش گھر آئی تھیں اب گھر اگھر دیکھا تو وہ باغ باغ ہو گئیں۔

"آپ کیلئے چائے لاؤں پھوپھو۔۔۔۔؟ حبا نے پوچھا

"نہیں بیٹا پلین میں خوب جی بھر کر چائے پی لی۔۔۔۔" اب تو دوپہر کے کھانے کا سوچنا
ہے۔ تم بتاؤ کیا بنا لیں؟ صادقہ بیگم نے مسکرا کر رائے مانگی۔

آپ ریسٹ کریں آج لنچ ہماری مرضی کا کریں۔۔۔۔ کھانا تیار ہو جائے گا تو ہم آپ کو
بلا لیں گے۔ حبا نے بھی بڑی خوشدلی سے جواب دیا۔ پھوپھو بھی کے لاڈ پیار اور تعریف پر وہ پھولی
نہیں سما رہی تھی۔

جیتی رہو۔ چلو دیکھتے ہیں آج تم دوپہر کو کیا کھلاتی ہو۔ واقعی اس وقت تو آرام کرنے کا
دل چاہ رہا ہے۔ رات دیر سے سوئی تھی مگر اندھیرے میں ہی آنکھ کھل گئی سفر جو سوار تھا سر پر۔ … تو
… تین بجے تک ہی لوٹے گی۔۔۔۔؟ یا جلدی کا کہہ کر گئی ہے۔ صادقہ بیگم نے ماں کی طرف
مڑ کر پوچھا۔۔۔۔

کہہ کر تو کچھ نہیں گئی آج دیر ہو گئی تھی اسے ناشتہ بھی بھاگ دوڑ میں کیا کہ بس نکل
گئی۔ مارے پڑھائیاں بچے نہ کھانے پینے کے نہ سونے کے یہ موئی موئی کتابیں ہر وقت
موئے ٹیسٹوں اور امتحانوں کی فکریں سوکھ کر کانٹا ہوئے جاتی ہیں بچیاں۔۔۔۔ صحت نہ ہوگی تو بچے
پالیں گی ثریا دادی مختصر جواب دے کر مسلسل بڑبڑا رہی تھیں۔ صادقہ بیگم نے مسکرا کر حبا کی
طرف دیکھا اور لاؤنج سے نکل گئیں۔ حبا بھی چپکے سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔



مریم بہت پر جوش سی اسپیشل وارڈ میں داخل ہوئی تھی کئی دن بعد اس نے بہت
خوبصورت لباس پہنا تھا ڈھنگ سے بال سنوارے تھے انگ انگ میں زندگی کی توانائیاں دوڑ رہی
تھیں۔ سب کچھ بڑا اچھا لگ رہا تھا اپنا گھر، اپنا لباس، اپنی کار۔۔۔۔ ساری کی ساری دنیا۔۔۔۔ مسرت
کا احساس ایک گھنے درخت کے سائے کی طرح اس پر چھایا ہوا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ راہ
چلتوں کو پکڑ پکڑ کر بتائے کہ وہ کتنی خوش ہے۔

"اس کی کیفیت بخوبی وہی انسان سمجھ سکتا تھا جو گھنے جنگلوں میں بھٹک بھٹک کر مایوسی
کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے۔"

بادِ مخالف … ڈوبتے … سمندر نے اچھال دیا ہو۔ غضب ناک لہروں نے ساحل پر لا …

جا ہوا تھی رہو ہو ڈاکٹر بیٹا گھبرے کھڑے تھے۔ تحریم سرہانے کی طرف آ کھڑی ہوئی شیخ
صاحب کی ناک سے ٹیوب نکال دی گئی تھی وہ اس وقت آنکھیں کھولے ڈاکٹر کی طرف دیکھ رہے
تھے۔ جیسے ہی تحریم ان سے قریب ہوئی ان کی بے نور سی آنکھوں میں جیسے نور اتر آیا ۔۔۔ انہوں نے
بے ارادہ ہاتھ اس کی طرف بڑھایا جو اس نے وفورِ محبت سے تھام لیا ۔۔۔ اس کا روم روم شکر ادا
کر رہا تھا۔

"آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔"

پاپا ۔۔۔ آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔ میں نے آپ کیلئے اتنی دعائیں کی ہیں کہ
کوئی ایک تو قبول ہو گئی ہو گی ۔۔۔ اس نے پیارے باپ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ایک مبہم سی مسکراہٹ شیخ صاحب کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی گویا انہوں نے خاموشی کی
زبان میں بیٹی کی بات سے اتفاق کیا۔

پاپا بس اب میں آپ کو لے کر فواد بھائی کے پاس چلی جاؤں گی ۔۔۔ اب ہم یہاں نہیں
رہیں گے انکل بزنس دیکھ لیں گے آپ آرام کریں گے ۔۔۔ آج تک آپ کام ہی کرتے رہے ہیں
سب کچھ ہے ہمارے پاس صرف فرصت و مسرت کے احساس کی کمی ہے ۔۔۔ بس اب آپ کو خوش
رہنا ہے۔ کوئی کام نہیں کرنا ہر وقت کی بے آرامی اور ٹینشن سے تو آپ کی صحت خراب ہوئی ہے۔
تحریم کو اندازہ تھا کہ فی الحال شیخ صاحب تو بات نہیں کر سکتے اس لیے وہ خود باتیں کیے جا رہی تھی۔
شیخ صاحب اسے بہت محبت سے دیکھے جا رہے تھے۔ صرف مسکرا کر ردِعمل کر رہے تھے۔

"تحریم کے چہرے پر فطری سکون اور خوشی نے روشنی سی بکھیری ہوئی تھی۔"



آج تم وقت سے آ گئے ہو تو کھانا وانا کھا کر تھوڑا آرام کر لو اماں جانے بیٹھی ہیں شام کو
چھوڑ آنا۔ دانیال آ کر لاؤنج میں بیٹھا ہی تھا اور ماں سے خیر خیریت پوچھ رہا تھا ماں کی بے قراری
دیکھتے ہوئے صادقہ بیگم نے بیٹے کو شام کا کام بتا دیا ۔۔۔

"تو جلدی کیا ہے۔ نانی جان اماں جان کے ساتھ بھی دو چار دن رہ جائیں۔" نانی کے
جانے کے خیال ہی سے دانیال کے دل میں کچھ ہلچل سی ہوئی۔

پھر آ جاؤں گی بیٹا کوئی دور کی بات تو نہیں تمہاری اماں ہمارے لیے لاہور سے کام
کاج بھی ادھر سے ... کے جواب بھجواتا ہے ... ثریا دادی نے محبت بھری نظروں سے نواسے

کی طرف دیکھ کر کہا تو آج تو رک جائیں۔ اس نے ادھر ادھر متلاشی نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

ثریا دادی عارفانہ نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں اس کی متلاشی نظروں سے انہوں
نے جیسے کوئی بھید پا لیا ان کو چند لمحے کیلئے اپنا دل ڈوبتا سا محسوس ہوا ۔۔۔ خوشیوں بھرے وقت میں
ایک بدمزگی سے کچھ مزہ کرکرا ہو رہا تھا ۔۔۔ یوں لگ رہا تھا کہیں طوفان چھپا ہوا ہے جو ابل پڑنے
کیلئے بے قرار ہے۔ وہ بہت گہری اور دانشمند عورت تھیں سوچتی زیادہ تھیں بولتی کم تھیں۔ ان کی دانائی
اور فراست کا پتہ عموماً ان کی گہری خاموشی سے ملتا تھا۔ رات کے واقعے تو فل اٹینشن کیا ہوا تھا
ماحول پر ان کی نظروں کی بھرپور گرفت تھی۔

بس بیٹا آج تو جانے دو اگلے سنیچر (ہفتے) کو آ کر لے جانا ۔۔۔ ان کے انداز میں
قطعیت تھی۔ دانیال نے ہونٹ کاٹتے ہوئے گویا بے بسی سے سر ڈال دیا۔ اس کے چہرے کے
تاثرات سے ثریا دادی کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اماں بس آپ کوشش کیجئے گا کہ بات بن جائے۔ آج کے زمانے میں اچھے لڑکے بہت
مشکل سے ملتے ہیں صادقہ بیگم نے اپنی طرف سے ماں کو "پکا" کرنے کی کوشش کی۔

"اماں جان ۔۔۔ میں بھی تو اچھا لڑکا ہوں ۔۔۔" دانیال نے ماں سے شرارت کی ۔۔۔

شکر ہے مالک کا ۔۔۔ مگر ابھی تمہاری باری ذرا دور ہے ۔۔۔ اس وقت شادی کیلئے بالکل
تیار لڑکوں کی بات ہو رہی ہے۔ صادقہ بیگم ہنس پڑیں ۔۔۔

"آپ مجھے حکم تو دیجئے ۔۔۔ میں بھی بالکل تیار ہوں۔" اس نے بڑی عاجزی سے کہا
تو مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش بھی ساتھ ساتھ تھی۔

ارے بھئی اپنی محنت سے کچھ کما کر گھر میں لانا شروع کرو ۔۔۔ کیا بیوی کا نان نفقہ بھی
باپ سے دلواؤ گے؟ وہ مصنوعی خفگی سے جھاڑ جھپاڑ کرنے لگیں تو ثریا دادی بھی بڑی اچھی امید کے
ساتھ مسکرانے لگیں اور بہت محبت بھری نظروں سے نواسے کو دیکھنے لگیں۔ پھر بولیں۔

"اللہ جیتا رکھے محنتی بچہ ہے تم گھر میں بہو لانے کی کوشش تو کرو دے آئے گا کچھ نہ
کچھ۔ "شکر ہے پروردگار کا نکما بچہ نہیں ہے۔"

اماں جب بیٹے کا رشتہ لے کر کہیں جاتے ہیں تو سب سے پہلے یہی پوچھا جاتا ہے کہ
لڑکا کرتا کیا ہے۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ لڑکے کا باپ کیا کرتا ہے ۔۔۔ صادقہ بیگم نے اصولی بات کی
ثریا دادی کو نہ چاہتے ہوئے بھی اتفاق کرنا پڑا ۔۔۔

"ٹھیک ہو...... ہو گئے"

"بابی جان...... آپ ابھی تک آنے پیسے میں الجھی ہوئی ہیں...... محاوروں کو اسٹاک بھیجئے دادی کے مشوروں سے تھوڑا پرہیز کریں......" دانیال مسکرا کر کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

اسی لمحے حیا اندر آ گئی تھی۔

"دادی وہ آپ کے کپڑے پریس ہو گئے ہیں......"

"جیتی رہو بیٹی...... اچھا صادقہ میں ذرا نہا دھولوں پھر کھانا کھالیں گے......" وہ بڑی حساس نظروں سے ایک لمحے میں حیا اور دانیال کے چہرے دیکھ چکی تھیں۔

"ٹھیک ہے اماں......"

بیٹے شام کو اِدھر اُدھر نہ ہو جانا...... ہمیں وقت سے گھر پہنچا دینا...... ثریا دادی نے لاؤنج سے نکلتے نکلتے تاکید کی...... حیا ان کے پیچھے ہی چل پڑی تھی...... پتہ نہیں دادی سے کیوں ڈر لگنے لگا تھا۔



سر! گل ریز صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ریسپشن سے نور محمد خان کو مطلع کیا گیا۔

نور محمد خان کا انہماک ٹوٹ گیا پیشانی پر گہری لکیریں نمودار ہو گئیں جو ان کے گہرے تفکر کی غماز تھیں بھیج دو...... انہوں نے عینک اُتار کر پیپر ویٹ پر رکھ دی اور رومال سے آنکھیں صاف کرنے لگے۔ ذہن گل ریز کی طرف مرتکز ہو چکا تھا۔

اب کیا نیا مسئلہ نکل آیا چیک لیے ہوئے زیادہ دن تو نہیں گزرے۔ وہ متفکر سے ہو کر سوچ رہے تھے۔

السلام علیکم انکل...... دروازہ کھلا اور گل ریز کی بڑی گرمجوش سی آواز سماعت سے ٹکرائی لہجے میں بڑی شائستگی تھی چند لمحے کیلئے تو نور محمد خان حیرت سے سکتے میں آ گئے

اور آپ خیریت سے ہیں...... سوری میں نے آپ کو اس وقت ڈسٹرب کیا۔ مگر کیا کروں گھر پر تو آپ لیٹ آورز ہی میں ملتے ہیں اور اس وقت میں بہت بزی ہوتا ہوں...... گل ریز بہت اپنائیت اور تمیز سے بات کر رہا تھا اور انجانے خدشے سے خان صاحب کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ یا اللہ آج سورج مشرق ہی سے نکلا تھا؟ وہ خود کو سنبھالنے اور جواب دینے کیلئے تیاری کر رہے تھے پہلے تو انہوں نے گلاس اٹھایا جس میں بچا ہوا پانی تھا ہونٹوں سے لگا کر چند گھونٹ بھرے گلاس واپس رکھا پھر اپنی بائی فوکل عینک ناک پر رکھی۔

جی بیٹا...... الحمد للہ میں بالکل خیریت سے ہوں...... آپ فرمایئے کیسے زحمت کی؟ بالآخر انہوں نے بات شروع کی......

پہلے تو میں یہ کلیئر کر دوں کہ میں اس وقت آپ سے کوئی پیسہ ویسہ لینے نہیں آیا۔ گل ریز نے بڑی ہوشیاری سے اپنی بات کرنے کیلئے میدان ہموار کرنے کی کوشش کی۔

یہ حیرت کا ایک اور جھٹکا تھا۔ خان صاحب پوری آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھنے لگے در حقیقت اس وضاحت کے بعد ان کو بہت اطمینان ہوا تھا۔ گل ریز پیسوں کے علاوہ کوئی اور بات بھی کر سکتا ہے یہ بڑی حیرت و خوشی کی بات تھی۔

جی بیٹا...... آپ کہئے میں سن رہا ہوں۔ خان صاحب کے لہجے میں خود بخود ایک خاص قسم کی نرمی اُتر آئی۔

دیکھیں انکل آپ مائنڈ مت کیجئے گا۔ مگر میں بالکل صاف بات کروں گا۔ تحریم پر پہلا اور جائز حق میرا ہے آپ پاپا کو احساس دلایئے...... آخر مجھ میں کس چیز کی کمی ہے جو تحریم کے لیے باہر رشتہ تلاش کیا جائے...... ہم ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔ میں اس کو وہ سب کچھ دے سکتا ہوں جس کی توقع کسی اور سے کی جائے گی...... وہ بڑے اطمینان اور اعتماد سے بات کر رہا تھا...... خان صاحب تو جیسے بھربھری مٹی کی طرح بکھرنے لگے...... بات ان کی قوت برداشت سے بہت زیادہ تھی مگر وہ ہمت اور صبر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ساتھ ساتھ جواب دینے کیلئے مناسب الفاظ بھی تلاش کر رہے تھے۔ اپنے اضطراب کو چھپانے کیلئے رومال سے چہرہ بھی پونچھتے جاتے تھے۔

صرف آپ ہی یہ بات پاپا سے کر سکتے ہیں اور انہیں کنونس بھی کر سکتے ہیں۔ گل ریز نے پھر کہا خان صاحب نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور بہت نرمی اور سکون سے گویا ہوئے۔

بیٹا اگر آپ کسی لائق ہوتے تو شیخ صاحب کو کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور نہ آپ کو مجھے استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی...... نہ ہی آپ شیخ صاحب کو کنونس کرنے کے بارے میں سوچتے۔ ماشاء اللہ آپ میں ظاہری طور پر واقعی کوئی کمی نہیں۔ ہاتھ پاؤں سلامت ہیں شکل صورت بھی اچھی ہے۔ صحت ہے۔ جوانی ہے۔ جذبہ ہے۔ اُمنگ ہے۔ لیکن آپ تو کلی طور پر Deppending ہیں اور ایک معمولی سا آدمی بھی انحصار کرنے والے کو بیٹی نہیں دیتا۔ اس لیے

کہ بیٹھے بیٹھے تو خزانے بھی ختم ہو جاتے ہیں اور فیملی لائف گزارنے کیلئے بہت پریکٹیکل ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔خان صاحب نے بزرگانہ وقار سے محبت آمیز لہجے میں گل ریز کو حقیقت کا آئینہ دکھانے کی کوشش کی۔

لیکن پاپا کے پاس اتنا فنانس ہے کہ اس کی سرکولیشن ہی عمر بھر کیلئے کافی ہو گی۔گل ریز نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا حیرت کی بات تھی کہ اس نے خان صاحب کی بات کا ابھی تک برا نہیں منایا تھا۔

سبحان اللہ...... بالکل بچوں والی بات کی ہے آپ نے...... شیخ صاحب کا بزنس پھیلا ہوا ہے۔اس بزنس کو چلانے کیلئے سینکڑوں افراد کام کر رہے ہیں۔ان کو معقول تنخواہیں دی جاتی ہیں، کمیشن دی جاتی ہیں یہ تب ہی ہو رہا ہے کہ کام مسلسل ہو رہا ہے۔نگرانی برابر ہو رہی ہے۔منافع آرہا ہے بزنس کے سو بکھیڑے ہوتے ہیں،گیس، بجلی، فون کے بلز، کئی طرح کے ٹیکس۔ملازمین کو دی جانے والی سہولتوں کے اخراجات۔یہ سب آپ جیب سے نہیں دیتا۔منافع میں سے دیتا ہے۔سرمائے کی سرکولیشن مسلسل کام سے اور نگرانی سے ہوتی ہے۔شیخ صاحب کو اس سرمائے کو محفوظ کرنے کیلئے ایسا داماد چاہیے جو اس بزنس کو سنبھالنے کی قابلیت رکھتا ہو۔اس کے پاس کاروباری سوجھ بوجھ اور مینجمنٹ پاور ہو۔آپ اس معیار پر پورے نہیں اترتے آپ کو تو بغیر کام کیے حق جتانے اور چیک لینے کی عادت ہے۔آپ حقیقت کو تسلیم کریں اور اس بات کو یہیں ختم کر دیں۔خان صاحب نے پرسکون اور تحمل انداز میں اپنی بات تمام کی۔اس دوران گل ریز کے چہرے پر کئی رنگ آکر گزر گئے یہ کام داماد کے بجائے کوئی Salaried پرسن بھی کر سکتا ہے انکل اگر ہم کسی کو ایک لاکھ ماہانہ و فیسیلیٹیز دیں گے تو وہ کیوں کام نہیں کرے گا؟اس نے اپنے حساب سے بڑی زبردست دلیل دی۔خان صاحب بے ساختہ مسکرا پڑے......

لیکن وہ صرف تنخواہ دار ہو گا یہ اس کا اپنا بزنس نہیں ہو گا وہ صرف اپنا طے شدہ کام کرے گا۔جس کا اپنا بزنس ہوتا ہے صرف وہی چوبیس گھنٹے اٹینشن رہ سکتا ہے۔تنخواہ دے کر ہم کسی کی محنت تو خرید سکتے ہیں اس کا خلوص نہیں خرید سکتے...... آپ جیسا آرام پسند تو جوان اتنا بڑا بزنس نہیں سنبھال سکتا...... پھر آپ کے شوق بہت ہیں...... انتہائی ضرورت کے وقت آپ کی شنوائی نہیں۔پتہ چلا کہ شوق فرما کر گہری نیند سو رہے ہیں...... خان صاحب نے رُک کر سانس درست کی گلاس اُٹھایا اور چند گھونٹ پانی پیا ساتھ ساتھ گل ریز کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کا بھی جائزہ

لیا......

دولت مندوں کی دنیا میں اگرچہ اس طرح کے شوق برے نہیں سمجھے جاتے بلکہ اسٹیٹس سمبل سمجھے جاتے ہیں مگر تحریم بیٹا کی پرورش خالص مشرقی ماحول میں ہوئی ہے۔خان صاحب خود پابند صوم و صلوٰۃ ہیں اس طرح کے ماحول میں رہنے والے کسی ڈرنک کرنے والے کو بیٹی دینا بھی پسند نہیں کرتے۔چاہے ان کی بیٹی باپ کی دہلیز پر بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو جائے۔میں نے آپ کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے اور آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے کہ اس سلسلے میں، میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔بہتر ہے آپ اپنی فرینڈز میں سے ہی لائف پارٹنر کا انتخاب کر لیں شادی تو بہرحال آپ نے کرنا ہی ہے۔خان صاحب نے لگے ہاتھوں صائب مشورے سے بھی نواز دیا اور گل ریز کے اندر ناکامی کے احساس سے گویا آتش فشاں اُبلنے لگا...... وہ پھٹ پڑنا چاہتا تھا مگر خان صاحب کا دھیما اور شفیق انداز اس کو قابو کیے ہوئے تھا وہ بھی اس وجہ سے کہ آج وہ خود بڑے سلیقے ادب و آداب کو ملحوظ رکھ کر خان صاحب سے بات کر رہا تھا ایک ماحول بنا ہوا تھا جس کا گہرا نفسیاتی اثر تھا۔اچانک ماحول میں تبدیلی آسان نہیں تھی وہ ضبط کرتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا...... سانس درست کی اور خان صاحب کی طرف مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھایا۔جیسے کوئی کام رسماً کر لیا جاتا ہے۔

او۔کے...... انکل آپ نے تو خیر مجھے ٹوٹلی Disoppionted کر دیا ہے مگر میں ہار نہیں مانتا۔میں کیا کروں...... میری عادت ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ بندہ عادت سے مجبور ہوتا ہے۔گڈ بائے...... وہ ہاتھ ملا کر اپنے اسٹائل میں دھمکی دے کر آفس سے باہر چلا گیا۔خان صاحب کو نئے سرے سے گہرے تفکرات کے جال میں اُلجھا کر......!

♥♥♥

مغرب کا جھٹپٹا تھا۔بڑی دادی یعنی گل بانو وضو کر کے چھت پر چلی گئی تھیں کہ مغرب کی نماز "اوپر" ہی پڑھیں گی مار پیچھے تو سارا گھر تندور بنا ہوا ہے۔صادق حسین خلاف معمول عصر سے پہلے ہی گھر آ گئے تھے طبیعت ٹھیک نہیں تھی یا شدید گرمی سے ہلکان ہو رہے تھے۔منہ پر رومال ڈالے چھت کا پنکھا پیڈسٹل سب کھول کر جانے سو رہے تھے کہ جاگ رہے تھے طاہرہ بیگم کے دل کو عجب سی بے کلی تھی مگر شوہر سے تنہائی میں بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا بڑی دادی کے اوپر جاتے ہی وہ شوہر کے پاس آ گئیں لڑکیاں کمرے میں گھسی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ہانڈی چڑھی تھی انہوں نے آنچ اتنی آہستہ کر دی تھی کہ وہ دیر تک سالن جلنے کا امکان معدوم

ہو گیا تھا اس تیاری سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بہت اہتمام سے کوئی بات کرنے کے موڈ میں ہیں۔

"سُلتے ہیں ......؟ کیا سو رہے ہیں ...... مغرب کی نماز کا وقت ہوا جاتا ہے......" انہوں نے بات کا آغاز عام سی تمہید سے کیا۔

"جاگ رہا ہوں بھئی ...... اُٹھتا ہوں نماز کو......" صادق حسین نے منہ پر سے رومال ہٹا کر کسلمندی سے کہا۔

"طبیعت اچھی نہیں تو ڈاکٹر کو دکھا دیں......" انہوں نے ذرا محبت بھرے لہجے میں بات کر کے میدان ہموار کرنے کی لاشعوری کوشش کی۔

"ہاں دیکھتا ہوں...... کیا ہونا ہے طبیعت کو...... گرمی کی وجہ سے B.P لو ہو رہا ہو گا۔"

صادق حسین نے بے زار سے انداز میں جواب دیا......

اچھا اس وقت میں آپ سے بہت خاص بات کرنا چاہ رہی ہوں۔ اس وقت آس پاس کوئی نہیں ہے اور یہ بات اکیلے میں کرنے کی ہے۔ طاہرہ بیگم بہت رازدارانہ انداز میں بول رہی تھیں۔

"صادق حسین نے ذرا حیران ہو کر بیوی کی طرف دیکھا۔" حیرت میں پریشانی کا عنصر بھی تھا۔

"وہ گول اماں کل ایک رشتے کی بات کر رہی تھیں......"

چھوڑو گول اماں کو ان کے پاس رشتے کی بات کے علاوہ دوسری بات ہی کب ہوتی ہے۔ صادق حسین شاید کسی "دھماکے" کے منتظر تھے توقع کے خلاف بات سن کر مزید بے زار ہو گئے۔

ارے تو ہمیں اس وقت ایسی ہی باتوں کی ضرورت ہے......اور کیا وہ ہم سے سیاست کی باتیں کریں گی؟

"طاہرہ بیگم شوہر کی عدم دلچسپی پر چڑ سی گئیں۔"

اگر وہ کوئی رشتہ لائی ہیں تو چھان بین کر لو...... اچھا ہو گا تو دیکھ لیں گے۔ اس میں میری اجازت کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ صادق حسین نے پھر اسی ٹہلانے والے انداز میں جواب دیا کچھ بات شروع ہو تو چھان بین بھی شروع ہو...... بڑی اماں تو اس رشتے کے بارے میں کچھ بھی پسند نہیں کر رہیں وہ سنائی ہیں گول اماں کو یہ کیا بتانا ہے۔ طاہرہ بیگم نے دبی دبی آواز میں کہا

ساتھ ہی اطراف میں نظر دوڑائی۔

تو بات ہی ختم ہو گئی جب اماں ہی راضی نہیں ...... ظاہر ہے انہوں نے کچھ سوچ کر ہی انکار کیا ہو گا ورنہ انہیں تو لڑکیوں کی شادی کی سب سے زیادہ جلدی ہے۔ صادق حسین تو اب مکمل طور پر حالت اطمینان میں آ گئے کہ بات چیت کے عمل سے جان چھوٹی۔

اور میرا دماغ خراب ہے جو میں آپ سے بات کر رہی ہوں...... وہ بچیوں کی دادی ہیں اور میں ماں ہوں مجھے اپنی بچیوں کی جتنی فکر ہے وہ کسی اور کو نہیں ہو سکتی...... طاہرہ بیگم کی پیشانی پر لکیریں کھنچ گئیں یہ انہی کا حوصلہ تھا کہ صادق حسین جیسے آرام پسند سست مرد کو بہت محبت سے بتا ہی چلی آ رہی تھیں مگر اس وقت اولاد کا معاملہ تھا وہ ان کی سستی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

تم کرنا چاہ رہی ہو؟ تمہیں رشتہ پسند ہے؟ ٹھیک ہے میں اماں سے کہے دیتا ہوں وہ بیچ میں نہ بولیں جہاں کر رہی ہے کرنے دیں...... وہاں سے پھر جان چھڑانے کے انداز میں جواب آیا طاہرہ بیگم نے گویا سر پیٹ لیا۔ آپ کو کوئی دلچسپی نہیں؟ لڑکا کون ہے۔ کیا کرتا ہے۔ کہاں رہتا ہے؟ انہوں نے چڑ کر سوال کیا۔

بھئی تمہیں پسند آیا ہے تو اس میں کوئی خوبی تو ہو گی...... بلوا لو ان لوگوں کو دیکھ لیتے ہیں۔ اب صادق حسین نے بیگم کے لہجے کی تلخی و ناگواری پر ذرا پریشان ہو کر نرمی اور محبت سے جواب دیا اماں تو آپ کی ذکر سننا پسند نہیں کر رہیں میں کیسے بلوا لوں؟ طاہرہ بیگم نے ناراض لہجے میں سوال کیا اور پھر ذرا ڈر کر ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں اماں نے سن نہ لیا ہو۔

"اماں کے اعتراض کی کوئی وجہ تو ہو گی انہوں نے بتائی بھی ہو گی؟" صادق حسین نے اب ذرا توجہ اور دلچسپی کا مظاہرہ کیا......

لڑکا شادی شدہ ہے۔ طاہرہ بیگم نے بہت آہستہ آواز جیسے سرگوشی کر رہی ہوں میں بتایا۔

لاحول ولا قوۃ۔ مجھے پہلے ہی پتہ تھا ضرور کوئی خاص بات ہو گی جب ہی اماں پیچھے پر ہاتھ دھرنے نہیں دے رہیں۔ رشتہ لانے والوں کو خود بھی سوچنا چاہیے۔ دنیا میں جوان بیوائیں اور طلاق یافتہ عورتیں بہت ہیں کسی کا ہاتھ تھام لے۔ ثواب کا ثواب خوشی کی خوشی...... اب صادق حسین کے انداز میں پھر لاپرواہی جھلکنے لگی......

ارے عمر کا نہیں ہے جوان ہے بچے کی پیدائش کے دوران بیوی فوت ہو گئی۔ اب اس میں اس بے چارے کا کیا قصور۔ اپنا گھر بار ہے، کاروبار ہے۔ نوکر چاکر ہیں۔ ہر طرح سے ھذا

میں فیصل رہی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ کنواری بچی صرف کنوارے ہی کی دو۔ بھلے وہ غریب ہو تمہاری بچی ساری زندگی ایک ایک چیز کو ترستی رہے یا دوہرا وزن اٹھائے گھر بھی سنبھالے اور خرچے پورے کرنے کیلئے نوکری یا محنت مزدوری کرے جیسے میں پچیس سال سے کرتی چلی آرہی ہوں۔ قدرت چمن سے بچنے کا ایک راستہ دکھا رہی ہے ہم انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کفران نعمت کرتے ہیں اور کفران نعمت کی ایک روز سزا ضرور ملتی ہے...... وہ ذرا دم لینے کو رکیں اور شوہر کے تاثرات دیکھنے لگیں کہ آیا کچھ اثر ہوا یا نہیں لفظ "سزا" پر تو بندے کو اٹینشن ہو جانا چاہئے۔ صادق حسین بالکل خاموش تھے۔

انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے لوگوں نے کہ شادی شدہ کو بیٹی نہیں دیں گے بے عزتی ہو جائے گی۔ عزت کی شادی سے آخر بے عزتی کیوں ہونے لگی۔ لڑکیوں کو دہلیز پر بوڑھا کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ وہ بھی جیتی جاگتی انسان ہیں ان کے بھی ارمان ہیں جذبات ہیں فطری تقاضے ہیں کیسی کیسی حسرتیں انہیں جلا کر راکھ کیے دیتے ہیں...... طاہرہ بیگم کے لہجے میں لاچار گمشدہ سی حسرتیں راستہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر باہر آنے لگیں...... صادق حسین جیسے نرم دل، نرم مزاج انسان پر اس لہجے کا اثر یوں ہوا گویا شیشے پر پتھر لگا ہو۔ انہیں اپنی بیوی سے محبت بھی بہت تھی اور دل سے ان کی قدر بھی کرتے تھے۔ انہوں نے سوچتی ہوئی ایک نظر بیوی کے چہرے پر ڈالی اور بہت سکون سے گویا ہوئے۔

"ٹھیک ہے...... اماں کو صادقہ کے ہاں سے آنے دو۔ دونوں کو سامنے بٹھا کر بات کرتا ہوں۔" "تم گول اماں کو ذرا ٹھہرا کر رکھو......"

طاہرہ بیگم کے چہرے پر خوشی کے رنگ چمکنے لگے انہوں نے کمال محبت سے صادق حسین کی طرف دیکھا۔ صادق حسین کی سستی، کم ہمتی اسی وجہ سے تو خوشی خوشی جھیلتی آرہی تھیں کہ انہیں شوہر کی محبت وخلوص اور سادگی نے باندھا ہوا تھا...... وہ جیسے بھی تھے سر سے پاؤں تک طاہرہ بیگم کے تھے۔ انہوں نے کبھی طاہرہ بیگم سے اونچی آواز میں بات نہیں کی ہر معاملے میں ان کو "فری ہینڈ" دیا۔ روک ٹوک باز پرس ان کے مزاج میں نہیں تھی......

"طاہرہ بیگم اٹھ کر اپنی راہ کو چلیں اب ان کی چال میں ایک اعتماد تھا۔" "اعتماد سکون میں ڈھل گیا تھا۔



اے بیٹا گاڑی آہستہ چلاؤ۔ مارا دل ہولتا ہے۔ ثریا دادی نے دانیال کو تیزی سے موڑ کاٹتے ہوئے ٹوکا نانی جان میں گاڑی آہستہ چلاؤں گا تو پیچھے والے میری گاڑی سے ٹکرا ئیں گے۔ پھر لڑائی جھگڑا شروع ہوگا...... پیسے ویسے دینے پڑیں گے ہوسکتا ہے گھر پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے۔ دانیال نے بیک مرر میں حبا کے چہرے پر نظر دوڑاتے ہوئے شرارت سے کہا۔ حبا کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی اسے احساس تھا کہ دانیال اسے بیک مرر میں دیکھ رہا ہے اس لئے اس نے مسکراہٹ چھپانے کیلئے کھڑکی کی طرف رُخ موڑ لیا۔ ثریا دادی آگے فرنٹ سیٹ پر دانیال کے برابر میں بیٹھی ہوئی تھیں اور حبا ڈرائیونگ سیٹ کے عین پیچھے......

"یہ کیا بات ہوئی تم آہستہ چلاؤ گے تو پیچھے والے خود ہی آہستہ چلانے پر مجبور ہوں گے بیٹے جان تو سب کو پیاری ہوتی ہے۔" ثریا دادی نے اس کی دلیل ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

"اس تیزی کے زمانے میں کوئی آہستہ ہونا پسند نہیں کرتا۔" "اوور ٹیک کرنا شروع کر دیتے ہیں دانیال نے مسکرا کر نانی کو ایک نظر دیکھا جو خاصی الجھن میں تھیں۔

"یہ اوور ٹیک کیا ہوتا ہے بیٹے؟" وہ بڑی سادگی سے پوچھ رہی تھیں۔

یوں سمجھ لیں کوئی بندہ کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے مگر رشتہ بھیجنے میں دیر کر دیتا ہے ایسے میں کوئی دوسرا تیزی سے آگے بڑھ کر اس لڑکی کا طلبگار ہو جاتا ہے اور لڑکی کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے...... آرام سے آنے والا منہ دیکھتا رہ جاتا ہے...... بعد میں آنے والے نے اوور ٹیک کیا اس کی گاڑی آگے نکل گئی...... جیت گیا وہ...... یہ ہوگئی اوور ٹیک کی ڈیفینیشن...... دانیال اسی طرح کھلنڈرے پن سے بولا...... حبا کی ہنسی چھوٹ گئی...... ثریا دادی کے خاک پلے پڑا ہو۔

"کتنا اچھا موسم ہے نانی جان......" "میرا بس نہیں چل رہا کہ کار میں جیٹ طیارے کا انجن لگوا لوں" اس نے پھر بیک مرر میں حبا پر ایک اُڑتی پڑتی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

لو جی۔ تم نے تو اس موٹر کو ہی ہوائی جہاز بنایا ہوا ہے...... بیٹا تمہیں بہت جلدی ہے کسی کام سے جانا ہے۔ وہ سہمے ہوئے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔ زیرو میٹر کار ڈامر کی سڑک پر جیسے پانی کی طرح بہہ رہی تھی...... اے۔سی چل رہا تھا بیرونی آوازیں تو بند شیشوں کی وجہ سے اندر نہیں آرہی تھیں اور ثریا دادی کی آواز کی گونج اچھی طرح چل رہی تھی۔

توبہ ہے دادی سب ہی گاڑیاں اسی طرح چل رہی ہیں...... جان تو سب کو پیاری ہوتی

ہے۔ گاڑی چلانے والا شہید ہونے کی نیت سے تو گاڑی نہیں چلاتا۔ اب حیا نے قدرے ناگواری [illegible]

سے ٹوکا۔ اس کے ٹوکنے میں بے ساختگی تھی جیسے بلا ارادہ کچھ منہ سے نکل جاتا ہے۔ خاموشی [illegible]

کار آرام دہ سیٹ من پسند ہم سفر۔ دادی کی مسلسل ٹوک نے ساری فینٹیسی کا بیڑا غرق کر دیا

تھا۔ اسے رات کے واقعے نے اگرچہ بہت محتاط کر دیا تھا وہ دادی سے آنکھ نہیں ملا پا رہی تھی۔

اور اب جو کہہ بیٹھی تھی کہہ کر اپنی جگہ ڈری ہوئی بیٹھی تھی کہ خدا جانے اب دادی اسے کس انداز

میں جواب دیں۔

بیٹی سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ ماں کا دل ہوتا ہے۔ ایک ہی ایک بچہ میری بیٹی کا اللہ

رکھے۔ نصیب نیک ہو جائے۔ اللہ اس کی بہاریں دکھائے صادق کو۔ لفظ شہید سن کر تو دادی

پیچھے لگ گئے۔ باقاعدہ گردن موڑ کر انہوں نے حیا کی کلاس لی......

''نانی جان اجازت دیں تو جگجیت سنگھ کی غزلیں لگا لوں؟'' دانیال نے ڈرتے ڈرتے

ثریا دادی سے اجازت چاہی......

''بیٹے سورۂ رحمٰن کی کیسٹ نہیں رکھتے موٹر میں...... سفر میں تو تلاوت [illegible]

کرو۔ دادی نے بہت محبت سے تاکید کی......

حیا کو ہنسی روکنا مشکل ہو گیا...... وہ جھک کر اپنے ہینڈ بیگ میں خواہ مخواہ کچھ [illegible]

کرنے لگی نانی جان اب آپ رہنے کیلئے آئیں گی ہمارے یہاں...... دانیال کی آواز میں [illegible]

حسرت تھی اس کے لہجے کا ارتعاش حیا کی دھڑکنوں میں مدغم ہو رہا تھا...... وہ اس کے لہجے کی [illegible]

تحیر پر قدرے حواس باختہ ہونے لگی......

آتی جاتی رہتی ہوں بیٹا میں تو کون سا سمندر پار بیٹھی ہوں جب دل چاہے گا [illegible]

گی تو اسے کی اپنائیت نے تو ان کا دل ہی لوٹ لیا۔ بے ساختہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر [illegible]

آنے والے جب جاتے ہیں نانی جان دل بڑا خراب ہوتا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ آپ [illegible]

میرے ساتھ رہیں...... دانیال نے گیئر بدل کر شریر نظروں سے پھر حیا کو مرر میں دیکھا [illegible]

کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔

نانی قربان جائے میرے بچے تیری خوشی کو سو (100) بار رہنے آؤں گی

رکھے تجھے...... ثریا دادی تو اسے کے اظہار محبت پر ڈھیر ہی ہونے لگیں

''صرف سو (100) بار؟!!'' دانیال نے اداس لہجے میں پوچھا۔ حیا کو پھر ہنسی [illegible]

حائل ہو گیا۔

اے بیٹا یہ تو زبانی دانی ہے...... میں کون سا سو (100) تک گنتی کرنے بیٹھ جاؤں گی......

بیٹا ذرا آہستہ وہ پانی کا ٹرک راستہ کاٹ رہا ہے۔ وہ ایک دم گھبرا کر بولیں۔

''اللہ توبہ دادی اتنا بڑا اینکر تو سب ہی کو نظر آ رہا ہوگا......'' حیا بڑبڑائے بنا نہ رہ سکی۔

بچی...... دھیان پہ اختیار نہیں جانے کب کس طرف چلا جائے...... ثریا دادی نے بھی

قدرے تحمل ہو کر وضاحت کر ڈالی۔ دانیال زیر لب مسکرا رہا تھا کوئی جملہ غالباً اندر ہی گھٹ رہا تھا اس

نے پھر ایک شریر معنی خیز نظر مرر پر ڈالی اتفاق سے حیا وہیں دیکھ رہی تھی۔ دانیال کو دیکھتا پا کر اس

نے شپٹا کر نظروں کا رخ بدلا تھا۔

آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں نانی جان۔ دھیان کا پرندہ اکثر بے سمت ہی اڑان بھرتا ہے۔

بعض اوقات بندہ بہت سے ضروری کام چھوڑ کر کسی ایسے خیال میں کھو جاتا ہے جس کا کوئی فائدہ

نہیں ہوتا۔

وہی تو بیٹے موٹر چلانے والے پر بڑی ذمہ داری ہوتی ہے دھیان ایک طرف رکھنا

ضروری ہوتا ہے ثریا دادی سے تو اسے نے اتفاق کیا تو وہ پھولی نہ سمائیں مزید واری صدقے

ہونے لگیں...... حیا کا موڈ سخت خراب ہو چکا تھا۔ دانیال کی لطیف چھیڑ چھاڑ کے باوجود۔ رات بھی

کوئی بات نہیں تھی پھر بھی اتنی بھاری بات سننے کو ملی جو کوئی اور سنے تو تہمت کہلائے۔ اور اب اتنے

سے ماحول دل پسند فضا۔ کی تمنا بھی خاک میں مل گئی تھی۔ آخر یہ بوڑھے بھی تو کبھی جوان تھے۔ ان

کی جوانی میں کچھ بھی نہیں ہوا ہوگا...... کوئی دستک، کوئی آہٹ ان کی زندگی میں بھی تو اہم ہوئی ہو

گی کسی خواب کے حصار میں کچھ تو وقت کٹا ہوگا......

ایسے ہی لگتے ہیں سب بوڑھے...... پیدائشی حکیم لقمان۔ حیا کا سارا سفر خراب ہو گیا

تھا۔ من چاہے ہم سفر کی رفاقت کے باوجود اس لیے دماغ غم و غصے کی دھول سے اٹا ہوا تھا۔ خدا

خدا کر کے گھر قریب آتا نظر آیا تھا اس نے آنکھیں موند کر ٹیک سے سر ٹکا لیا۔

♥♥♥

شکر ہے آج تم رات کا کھانا تو گھر والوں کے ساتھ کھا رہے ہو۔ ورنہ تو خوش رنگ

سالن کی [illegible] سرمد کے سامنے رکھتے ہوئے بولیں۔

''آپ بھول رہی ہیں امی لاسٹ سنڈے کو بھی میں نے رات کا کھانا آپ کے ساتھ [illegible]

کھایا تھا۔"

"سرمد نے خوشگوار موڈ میں ماں کو یاد دلایا۔"

پتہ نہیں کس گزرے ہوئے سنڈے کی بات کر رہے ہو۔ مجھے تو یاد نہیں پڑتا۔ خیر ہو سکتا ہے میں بھول رہی ہوں۔ لے دے کے تم دونوں بھائی تو ہو میرے پاس وہ تینوں چھوٹے تو ہزاروں میل دور بیٹھے ہیں...... اور تم دونوں ہی اکٹھے کبھی کبھی نظر آتے ہو۔ اسی لیے تم دونوں کی جلدی شادیاں کرنا چاہتی ہوں کہ کچھ پابندی تو محسوس کرو گے بیوی کے خیال ہی سے گھر آنے کے بہانے ڈھونڈو گے۔ وہ محبت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں جیسے خوش رنگ تصورات نے انہیں گھیر لیا ہو۔

"امی میں تو اکثر آپ کے ساتھ کھانے کی ٹیبل پر ہوتا ہوں پھر میرے لیے اتنی سخت سزا کیوں؟" غزالی نے شریر انداز میں کہا۔ سرمد کے چہرے پر بھی مسکراہٹ کا عکس نظر آیا......

"اتنی اچھی لڑکیاں ڈھونڈی ہیں تم دونوں کیلئے کہ ہمیشہ ماں کو دعائیں دو گے۔" حور بانو بہت فخریہ انداز میں کہہ رہی تھیں۔

اور ساتھ ہی تمہیں بتا رہی ہوں کہ دو چار روز میں تمہارے پاپا آنے والے ہیں اور میں ان کے آتے ہی تم دونوں کے نکاح کر دوں گی منگنی وگنی نہیں کروں گی۔ بس ایک وہم سا ہمارے خاندان میں چلا آ رہا ہے کہ منگنی راس نہیں آتی کوئی خاص تیاری تو مجھے کرنا نہیں ہے زیور تو ماشاء اللہ میں نے پانچوں بیٹوں کا بنایا ہوا ہے۔ نکاح کے جوڑے لینا ہوں گے اور میوہ مٹھائی وغیرہ۔" بہت زیادہ خوش نظر آ رہی تھیں۔

"صرف نکاح؟؟!! رخصتی ساتھ ہی کیوں نہیں ہو سکتی کوئی مسئلہ ہوتا ہے۔" غزالی نے پھر شوخی سے ماں سے چھیڑ چھاڑ کی۔

بیٹا لڑکی والوں کو بھی تو کچھ تیاری کرنا ہوتی ہے۔ لوگوں کو انوائیٹ کرنا ہوتا ہے تو اس کا بھی کچھ انتظام کرنا ہوتا ہے۔ ایسے چپ چپاتے کون اپنی کنواری بچی کی شادی کرنا پسند کرتا ہے۔ حور بانو نے بیٹے کے مذاق کا جواب سنجیدگی سے دیا......

ویسے امی آپ نے اس فیملی کا جو انٹروڈکشن کرایا ہے اس سے اتنا تو اندازہ ہوتا ہے کہ لڑکی ویل ایجوکیٹڈ تو نہیں ہے میں سمجھتا ہوں اس میں ایسی کوئی خاص بات ضرور ہو گی جس نے آپ کو اٹریکٹ کیا ہے۔ سرمد نے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے پہلی مرتبہ اپنی شادی کے موضوع پر بڑی سنجیدگی سے بات کی۔ غزالی نے قدرے الجھ کر بھائی کی طرف دیکھا تھا بیٹے لڑکی بیشک ہاؤس کی پڑھی ہوئی ہو یا پہلے اسکول کی بس باشعور ہوش مند اور ذمہ دار ہونا چاہئے۔ جس عورت میں عقل سمجھ ہوتی ہے وہ راتوں رات شوہر کے رنگ میں ڈھل جاتی ہے اپنا گھر مضبوط بنانے کیلئے وہ ہر مشکل سے گزر سکتی ہے۔ غیر ذمہ دار۔ کاہل سست، آرام پسند عورت اگر برکلے، آکسفورڈ میں بھی پڑھ چکی ہو تو گھر گرہستی نہیں سنبھال سکتی اگر مرد کو گھر کا آرام نہ ملے تو وہ عورت کی ڈگریوں کو چولہے میں ڈالتا ہے۔

"تم محنتی بچے ہو تمہیں گھر کا سکھ دینے والی عورت کی ضرورت ہو گی۔" ڈیکوریشن پیس کی نہیں حور بانو نے لائق فائق بیٹے کو بڑے سلیقے سے سمجھایا۔

وہ تو آپ کی بات ٹھیک ہے امی اسی لیے میں نے اپنی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ آپ پر چھوڑا کر رئیلی مجھے خود پر اتنا کونفیڈنس نہیں ہے کہ میں کوئی اچھا سلیکشن کر سکتا ہوں۔ بلکہ میں تو مس سلیکشن سے خوفزدہ ہوں...... مائی گاڈ...... مس سلیکشن ہونے کے بعد تو بندہ بہت بری طرح پھنس جاتا ہے۔ مجھے ٹوٹلی ہاؤس وائف چاہئے امی...... مجھے ہمیشہ معلوم ہونا چاہئے کہ میری بیوی اس وقت کہاں ہے...... سرمد نے عجیب سے انداز میں بات کی تھی حور بانو نے تو اپنی سرخوشی کی کیفیت کی وجہ سے سرمد کے لب ولہجے کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا مگر غزالی کو کچھ فیل ہوا تھا اس نے ایک نظر بھائی کا چہرہ دیکھا تھا جو قطعی بے تاثر تھا۔ بالکل صاف سلیٹ اسی لمحے سرمد کے موبائل پر رنگ ہوئی...... اس نے گلاس ٹیبل پر رکھا ہوا موبائل اٹھایا اور آنے والی کال کا نمبر دیکھا...... ایک دم اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے...... اس نے ایک نظر بھائی اور ماں پر ڈالی اور موبائل آف کر دیا......

تم لوگوں سے ہزار مرتبہ کہا ہے کھانے کی میز پر بیٹھنے سے پہلے اپنے اس جھن جھنے کو بند کر دیا کرو کسی کو بہت ضروری بات کرنا ہے تو وہ آدھ گھنٹے بعد بھی کر سکتا ہے۔ حور بانو بے زاری سے بولیں...... کتنا اچھا کھانا سامنے رکھا ہو ساری توجہ ہٹ جاتی ہے۔ وہ پھر بڑبڑائیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں امی......" سرمد نے کسی دھیان سے چونک کر ماں سے اتفاق کیا۔

"غزالی بڑے ذوق وشوق سے کھانے سے انصاف کر رہا تھا۔"



ثریا دادی عشاء کی نماز پڑھنے کیلئے چھت پر جانے لگیں تو طاہرہ بیگم نے بھی ادھر ادھر کا جائزہ لے کر ان کے پیچھے قدم بڑھائے۔ چھت پر پہنچتے ہی ثریا دادی نے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو پلٹ کر دیکھا۔

"بہو کو دبے پاؤں آتے دیکھا تو بہت تعجب سے بولیں۔"

"تم کیا جلے پیر کی بلی بنی آ رہی ہو۔" "خیر تو ہے......؟"

اماں صادقہ لاہور سے آ گئیں کوئی بات نہیں کی آپ سے۔ بانو آپا نے کچھ تو ظاہر کیا ہو گا اچھا یا برا۔ طاہرہ بیگم ان کے سامنے کھڑی دبی زبان میں پوچھ رہی تھیں۔

آرام سے دلہن...... موقع محل دیکھ کر ہی بات کی جاتی ہے۔ بچیاں کھانا پکا کر نماز پڑھ کر سو جائیں تو بتاتی ہوں کہ صادقہ کیا سندیسہ لائی ہے لاہور سے۔ تمہاری بڑی ساس بھی میرے گھر میں گھستے ہی کھوج کر رہی تھیں۔ صادق حسین بھی آ جائیں تو دیتی ہوں حور بانو کا لفافہ، وہی کھولے پڑھے تو اچھی بات ہے۔ ثریا دادی نے پرسکون انداز میں گویا طاہرہ بیگم کو تسلی دی۔

"اچھا لفافہ دیا ہے کوئی......؟" طاہرہ بیگم کے دل میں مارے خوشی کے دھکڑ پکڑ ہونے لگی......

آپ چھپا رہی ہیں اماں۔ صادقہ نے کچھ تو آپ کو بتایا ہو گا...... اب ان پر جلت دبی چھپی سوار ہونے لگی۔

تم سے کیا چھپے گا دلہن...... تم سے چھپا کر بھلا کوئی کام آگے سرکے گا...... عقل سے کام لو...... وہ جائے نماز کھول کر بچھاتے ہوئے محبت بھری خفگی سے گویا ہوئیں۔

اب میں نماز پڑھ لوں......؟ تم تو اس وقت شیطان کو خوش کر رہی ہو...... وہ بڑی شفقت سے مسکرا کر طاہرہ بیگم کو دیکھنے لگیں۔

ٹھیک ہے اماں...... آپ نماز پڑھیں...... طاہرہ بیگم بھی اپنی بچگانہ بے چینی و بے صبری پر خجل سی ہو کر بولیں اور واپس نیچے چلی آئیں۔ لڑکیاں سونے کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں گل بانو دادی صحن میں نماز پڑھ رہی تھیں۔ طاہرہ بیگم ان کے تخت کے برابر بچھے پلنگ پر لیٹ گئیں۔ انہیں ایک ایک لمحے کے سرکنے کی بازگشت سنائی دے رہی تھی لمحہ لمحہ انگلیوں پر گن رہی تھیں کب دونوں ساسیں نماز سے فارغ ہوں کب صادق حسین گھر آئیں اور لفافہ کھلے دیکھا کر ہو۔ اللہ کرے کوئی خوشخبری ہو انہوں نے دل کی گہرائیوں سے دعا کی۔

"دلہن کوئی پریشانی ہے؟" گل بانو دادی نے سلام پھیر کر بے صبری کے انداز میں سوال کیا۔

ہیں؟؟!! نہیں تو...... کیوں...... کیا ہوا...... طاہرہ بیگم اپنے خیالات سے چونک کر بلکہ ہڑبڑا کر پوچھنے لگیں ہوا تو خیر کچھ بھی نہیں۔ بس یونہی محسوس ہو رہا ہے جب سے تیرا انساء (ثریا) بنی کے گھر سے آئی ہیں تم کچھ چپ چپ سی ہو مجھے خیال ہوا کہیں وہی تو کوئی سندیسہ نہیں لے آئیں۔ آخر حور بانو کے گھر بار کا جائزہ لینے گئیں تھیں صادقہ۔ کچھ تو آ کر بتایا ہو گا ماں کو۔ میں نے پوچھا تو بولیں صادق حسین ذرا آ جائیں تو بات کرتے ہیں میں چپکی ہو گئی...... اللہ جانے کیا بات ہے انہیں بھی کوئی سوچ سی لگی ہوئی ہے تم بھی چپ چپ ہو...... گل بانو دادی بڑی فکر مند سی ہو کر کہہ رہی تھیں۔

ارے نہیں اماں کوئی بات نہیں ہے اماں نے مجھے بھی یہی کہا ہے کہ بات تو ہے مگر صادق حسین کے آنے پر ہی کروں گی۔ اچھا ہے بچیوں کے باپ کے سامنے بات کی جائے......

طاہرہ بیگم نے انہیں تسلی دینے کے انداز میں جواب دیا......

اس کا مطلب ہے بات تو کوئی ہے۔ ارے سدا کی گھنی ہیں...... بہت بڑا پیٹ ہے۔ ایک ہم ہیں کہ پیٹ میں کچھ رکتا ہی نہیں۔ گل بانو دادی بڑبڑائیں اور فوراً ہی نیت باندھ لی۔ طاہرہ بیگم نے گویا سکون کا سانس لیا۔ اسی لمحے ہما آ موجود ہوئی...... وہ اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

امی۔ وہ گلابی غرارہ نہیں مل رہا ایک پائنچے کی ترپائی ابھی رہتی ہے۔ وہ آہستگی سے بولی۔

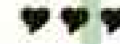
ارے ہٹاؤ۔ صبح کر لینا کپڑوں کے ڈھیر میں ہی کہیں دبا ہو گا۔ جاؤ اب جا کر سو جاؤ۔ وہ بیزار سے لہجے میں بولیں۔ پھر کسی دھیان سے چونک کر پوچھنے لگیں۔

"حبا کیا کر رہی ہے جب سے آئی ہے کونے میں گھسی بیٹھی ہے۔" کھانا بھی نہیں کھایا تمہارے ساتھ کہو کھانا کھا کر سو جائے۔

جی امی...... کتابیں کھولے بیٹھی ہے پتہ نہیں کیا لکھ رہی ہے میں نے ٹھیک سے دیکھا نہیں۔ ہما نے بڑی لاپرواہی سے کہتے ہوئے جماہی لی۔ کام سے فراغت کا احساس ہوتے ہی جماہیاں آنا شروع ہو گئی تھیں۔

"حنا سے کہو اپنے ابا جان کا بستر لگا دے وہ بھی بس آتے ہی ہوں گے۔" طاہرہ بیگم نے تاکیداً کہا۔

"ہما اندر کی طرف بڑھ گئی باہر صرف پیڈسٹل فین کا شور رہ گیا۔"



نور محمد خان لاؤنج میں بیٹھے جمائیاں لے رہے تھے آج رات ہاسپٹل میں انہیں رکنا تھا۔ شیخ صاحب کا خاص ملازم خود بیمار پڑ گیا تھا اس ایمرجنسی میں خان صاحب نے ہی رضا کارانہ طور پر خود ہی اپنی خدمات پیش کی تھیں کہ لڑکی ذات کیا ہاسپٹل میں کرے گی خدانخواستہ کبھی کسی ایمرجنسی کی صورت میں۔ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے اس لئے فطری طور پر بیٹھے بیٹھے نیند کا تاثر غالب آنے لگا۔

اسی وقت ایک ایکٹوسی نوعمر سسٹر لاؤنج میں داخل ہوئی اور متلاشی نظریں ادھر ادھر دوڑائیں پھر ایک دم پرجوش سی ہو کر خان صاحب کی طرف بڑھی۔

"ایکسکیوزمی سر" وہ شیخ صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔ اس نے بڑے شائستہ لہجے میں کلام کیا۔

"خان صاحب ہڑبڑا کر سیٹ سے اٹھ کھڑے ہوئے......"

مجھے......اوہ......تھینک گاڈ......کیا شیخ صاحب بات کر رہے ہیں؟ نیند اڑنچھو ہو گئی اور سرخوشی کی کیفیت طاری ہو گئی نیند سے بوجھل آنکھیں ایک دم چمکنے لگیں۔ ابھی I.C.U میں ہی یا شفٹ ہو گئے ہیں؟ جی روم میں شفٹ ہوئے ہیں پہلے سے بہت بہتر نظر آرہے ہیں......آیئے وہ مشینی انداز میں چل پڑی خان صاحب بھی اس کے پیچھے چلنے لگے......چال میں بھی توانائی آگئی تھی۔ کئی دن سے امید نا امیدی کے کھیل نے نڈھال سا کر دیا تھا لیکن اس وقت ایک نئی سی زندگی کی برقی توانائی دوڑ رہی تھی سر سے جیسے منوں بوجھ اتر اتھا۔

وہ روم میں داخل ہوئے تو کمرے کے اندر دن کا سماں تھا تمام لائٹس آن تھیں شیخ صاحب تکئے کے سہارے بیٹھے نظر آئے۔ جیسے ہی ان کی نظر خان صاحب پر پڑی ہلکی سی مسکراہٹ کا عکس ان کے چہرے پر نظر آیا۔ ہاتھ کے اشارے سے گویا دعا سلام کی۔ نور محمد خان کی حالت خوشی سے غیر ہونے لگی۔ انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

ماشاء اللہ......شیخ صاحب......مجھے تو یوں لگ رہا ہے گویا نئے سرے سے جوان ہو گئے

ہوں۔ آپ کو نئی زندگی مبارک ہو اللہ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ وہ ان کے سامنے پڑی بنچ پر بیٹھتے ہوئے بولے۔ اور بہت محبت سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

بس خان صاحب آپ کی دعاؤں کا کرشمہ ہے۔ ہم تو اپنے حافظے پر زور دے رہے ہیں کہ اتنے دن ہم کہاں رہے......؟ کچھ یاد نہیں آرہا......شیخ صاحب بہت آہستہ آواز میں ٹھہر ٹھہر کر بول رہے تھے۔ بس آپ کو کچھ یاد کرنے کی ضرورت نہیں آپ کو اللہ نے زندگی لوٹائی بس اس مالک کا شکر بجا لائیں خان صاحب نے بہت جذباتی انداز میں کہا ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک تھی۔

"بہت بہت شکر ہے بڑا کریم ہے وہ......بہت کرم کیا اس نے اس گناہ گار اور بے خبر پر۔" شیخ صاحب کی آواز میں آنسوؤں کا تاثر تھا۔

میری بیٹی تو بہت پریشان رہی ہو گی......کیا حال رہا اس کا......دن میں آئی تھی ملنے مگر اس وقت مجھ میں بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ شیخ صاحب بات کر رہے تھے اور سانس پھول رہی تھی۔

"ماشاء اللہ بہت باہمت ہیں بھتیجی بیٹا......بڑا حوصلہ دکھایا انہوں نے......انہی کی دعائیں سن لیں میرے سوہنے رب نے......رحم کر دیا معصوم بچی پر۔"

بس خان صاحب......اب ہم اس کے معاملے میں کسی قسم کی کوئی تاخیر نہیں کریں گے۔ ہماری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں......آپ دانیال کو بلوا لیں ہم پہلی فرصت میں یہ رشتہ پکا کرنا چاہتے ہیں......ہم نہیں ہوں گے ساتھ پر خلوص ساتھی ہو گا سنبھال تو لے گا ہمارے بچی کو......

"شیخ صاحب اب بات کرتے کرتے بری طرح ہانپنے لگے۔" نور محمد خان کی بے بسی قابل دید تھی۔

"اچانک ہی ٹریک تبدیل ہو گیا تھا اس صورت حال کیلئے وہ قطعی تیار نہیں تھے۔" رومال نکال کر چہرہ پونچھنے لگے اس دوران انہیں مناسب جواب سوچنا تھا......

"اللہ سے دن رات دعا ہے کہ میری بیٹی کو ایسا ساتھی ملے جو اس کی قدر کرے اس کے ساتھ مخلص ہو۔" شیخ صاحب نے دونوں ہاتھ پھیلا کر دعائیہ انداز میں کہا۔

"آمین۔" "اللہ اپنا کرم کرے گا شیخ صاحب بس آپ جلدی سے اچھے ہو جائیں پھر انشاء اللہ کچھ کرتے ہیں۔

"شیخ صاحب کی دعا نے خان صاحب کی مشکل آسان کر دی۔"

بڑا پیارا بچہ ہے...... یہ بھی اتفاق ہے کہ وہ بھی اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہے۔ وہ تو اپنے نیک والدین کا عکس ہے۔ ہمیں تو بلاوجہ ہی اس سے محبت ہوئی جاتی ہے۔ کیا قدرت کا تماشہ ہے خان صاحب شیخ صاحب کو بات کرنے میں اگرچہ دشواری تھی مگر یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کا دل چاہ رہا ہے کہ وہ ڈھیروں باتیں کریں۔

"خان صاحب نے انتھ کران کے شانے پر ہاتھ رکھا۔" اور بہت اپنائیت سے گویا ہوئے۔

آپ کو ابھی ہر طرح کے آرام کی ضرورت ہے شیخ صاحب...... زیادہ بولنے سے بھی آپ تھک جائیں گے اللہ بہتری کرے گا...... آپ آرام کیجئے...... میں ہاسپٹل میں ہی ہوں۔ آپ کے قریب ہی ہوں جزاک اللہ خان صاحب...... آپ بھی گھر جا کر آرام کیجئے...... اب تو ہماری طبیعت بہتر ہے آپ کو صبح بہت سے کام کرنا ہوتے ہیں۔ بڑی زحمت دی ہم نے آپ کو...... شیخ صاحب اب تھکن سے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے۔

"خان صاحب نے دلاسہ دینے کے انداز میں ان کا شانہ دبایا اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔"



دانیال یونہی چھت پر ٹہلنے کی نیت سے چلا آیا تھا طبیعت بہت بوجھل تھی۔ حیا گھر میں تھی تو کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوتی تھی بس طبیعت میں خوشگواری کا تاثر نمایاں رہتا تھا لیکن اب یوں لگا جیسے گھر ہی خالی ہو گیا ہو۔ ہر شے سے طبیعت اچاٹ ہو رہی تھی۔

ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے سامنے افق پر نظریں دوڑا رہا تھا کہ موبائل پر رنگ ہوئی اس نے جیب سے موبائل نکالا نمبر دیکھا سامنے Wali calling چمک رہا تھا اس نے کال اٹینڈ کی۔

تھکن سے کیوں نہیں سو جاتے...... کیوں جاگ رہے ہو تمہیں تو کسی سے عشق بھی نہیں ہے۔ دانیال نے بغیر سلام دعا کے جھاڑ جھپاڑ شروع کر دی......

جاگنے کیلئے عشق کرنا ضروری نہیں...... عاشق ہی نہیں جاگتے اسٹوڈنٹس بھی جاگتے ہیں B.E. کی ڈگری حاصل کرنا اتنا کا مسئلہ بن چکا ہے بابا نے ساری ایجنسی میں خبر دی ہوئی ہے کہ بیٹا

کراچی انجینئر بننے کیلئے گیا ہوا ہے۔ ولی نے بات ختم کی اور زبردست قہقہہ لگایا۔ تو ننھے منے طالب علم پڑھائی کیوں نہیں کرتے مجھے کیوں یاد کر رہے ہو؟ دانیال نے شریر انداز میں بظاہر سنجیدگی سے سوال کیا۔

"تم بھی تو جاگ رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟" ولی نے پوچھا۔

تارے گننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کراچی میں عاشقوں کو بڑا مسئلہ رہتا ہے کبھی آسمان صاف نہیں ملتا ہر وقت بادل کے ٹکڑے بھاگتے دوڑتے نظر آتے ہیں۔ دانیال نے کھلے کھلے ہنس کر کہا۔

میرا دل کہہ رہا ہے جس رات تم سنچری اسکور کر لو گے وہ تمہاری ہو جائے گی...... تمہیں مر جانا کسی نائن پر آؤٹ ہوئے تو مجھو ہمیشہ کیلئے بیک ٹو دی پویلین...... ولی نے کسی ماہر نجومی کی بڑی سنجیدگی سے پیشگوئی کی۔

تمہارے منہ میں خاک...... اتنا کچا مت سمجھو بادل اڑانے کیلئے پانس لے کر بیٹھ جاؤں گا۔ دانیال نے بڑے جذباتی انداز میں مذاقاً کہا تو جواب میں ولی نے زبردست قہقہہ لگایا۔

ویسے یار...... کر کیا رہے تھے...... میں تو بہت بور ہو رہا ہوں...... رات بہت ہو گئی ہے ورنہ تمہاری طرف آ جاتا کمپیوٹر بھی خراب پڑا ہے ورنہ کسی نازنین سے چیٹنگ کر کے ہی دل پشوری کر لیتا۔ ولی نے اب ذرا قدرے سنجیدگی اختیار کی۔

"کسی نازنین سے چیٹنگ؟ کیا مطلب تمہاری والی کے پاس کیا کمپیوٹر نہیں ہے......؟" دانیال نے حیرت سے پوچھا۔

"کمپیوٹر...... اس معصوم کو کیا پتہ کمپیوٹر کیا بلا ہے وہ صرف کمپیوٹر کی ڈسٹنگ کر سکتی ہے۔"

ولی نے پھر حلق پھاڑ کر قہقہہ لگایا......

"تو تم اس کی معصومیت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو...... چلو بھر تو پانی ہو گا تمہارے پاس۔" دانیال نے اسے شرم دلانے کی کوشش کی......

اچھا چھوڑو اس لاحاصل بحث کو کیا کر رہے ہو اس وقت......؟ ولی نے اب حقیقتاً سنجیدگی سے پوچھا دل و دماغ ہر قسم کے بوجھ سے آزاد ہو چکے ہیں...... ہری ہری سوجھ رہی ہے...... وہ بہت یاد آ رہی ہے یار...... اتنی تو کبھی یاد نہیں آئی...... اگر یہ مرض بڑھ گیا تو وقت کیسے کٹے گا...... وہ کسی اور قسم کی لڑکی ہے میں تو نکاح سے پہلے کہیں تنہائی میں ایک کپ چائے بھی نہیں پی سکتا

دانیال کے لہجے میں یاس تھی، بے بسی تھی، دکھ تھا۔

"ارے...... تم تو واقعی ہیرلیس ہو گئے؟" ولی نے حیرت کا اظہار کیا۔

ہونا پڑا یار...... ابھی جس کرائسس سے نکل کر آیا ہوں تو خود پر انکشاف ہوا ہے کہ میری لائف اسٹیم ہے...... میں تو اس کے خیال میں زندہ ہوں۔

واہ...... سبحان اللہ...... یار تم تو بالکل کام سے گئے ایسا کرو فٹافٹ شادی کر لو سنا ہے شادی کرتے ہی عشق کا بھوت سر سے اتر جاتا ہے...... بندہ پریکٹیکل ہو جاتا ہے۔ ولی نے اپنی دانست میں بڑا صائب مشورہ دیا۔

"یار بیروزگاری میں کدھر شادی ہوتی ہے...... اور پھر اُدھر نمبر لگے ہوئے ہیں بچو لاسٹ نمبر ہے اس کا۔" دانیال نے مایوسی سے جواب دیا۔

میں تنگ ہوں ورنہ تمہاری خاطر ایک نمبر تو میں کم کر دیتا۔ مجبوری ہے یار۔ ولی شریر انداز میں گویا ہوا۔

بہت بہت شکریہ۔ بندہ شکر نہ دے کم از کم ایسی بات تو کرے۔ دانیال جذب [illegible] حال ہو کر بولا اب دونوں نے مشترکہ قہقہہ لگایا تھا......

♥♥♥

ارے خیر النساء اب پنڈورا بکس کھول بھی ڈالو کیوں امتحان لے رہی ہو میرا۔ [illegible] طاری ہوتے ہی گل بانو دادی بیزاری سے بولیں۔

اماں آپ چھوٹی اماں کو ثریا کیوں نہیں کہتیں یہ نام زیادہ اچھا لگتا ہے۔ طاہرہ بیگم پانی سے بھرا گلاس ہاتھ میں لیے ان کے درمیان آ کر بیٹھ گئیں۔

یہ نام تمہارے سسر نے رکھا تھا میرا انہیں کیوں اچھا لگنے لگا ساری دنیا ہی مجھے ثریا کہتی ہے سوائے ان کے کبھی بھی کسی دھیان کہہ لیا ہو تو کہہ لیا ہو۔ میں کون سا پنڈورا بکس اٹھائے کھڑی رہی ہوں ایک مبارک رقعہ ہے چاہ رہی ہوں صادق حسین پڑھ کر سنائیں۔

ہاں بس آ رہے ہیں چھت پر سگریٹ پینے چلے گئے تھے کھانے کے بعد عادت تو ہے۔ طاہرہ بیگم بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ ایک معتبر گھرانے سے بیٹی کیلئے پیام آیا تھا یہ تو بہت بڑی خوشی تھی۔

"رشتہ خیر سے ہو جائے تو نئی فکر شروع ہو جائے گی۔" دان دہیز کا بندوبست شادی

کے کھانے کا بندوبست گل بانو دادی کو نئی ہول شروع ہوئی......

غریب امیر سب بچیوں کی شادیاں ہوتی ہیں اللہ بندوبست کرتا ہے ہماری کیا حیثیت ہے۔ پہلا قدم تو اٹھنے دو راستہ بھی طے ہو جائے گا انشاء اللہ...... ثریا دادی بڑی بیزاری سے بولیں تھیں۔

یہ لو صادق حسین بھی آ گئے...... بیٹھو بیٹا...... تمہاری بہن لاہور سے ایک لفافہ لائی ہیں تمہاری امانت میں لاتی ہوں تم پڑھ کر سناؤ...... پھر اس کے بعد سوچیں گے کہ اس خط کا کیا جواب ہونا چاہئے یہ کہہ کر ثریا دادی اندر گئیں اور چند منٹوں میں لفافہ ہاتھ میں لیے واپس آ گئیں۔ لڑکیاں سونے کے لیے لیٹ چکی تھیں سوائے حیا کے باقی شاید سو بھی چکی تھیں۔ حیا کے جی کو جو روگ لگا تھا وہ تھا ہی نیند کا دشمن...... اس کے کانوں میں باہر کی آوازیں صاف آ رہی تھیں۔ لفافے کا تجسس تو اسے بھی بہت تھا۔ ثریا دادی لفافہ لے کر چلیں تو ساری حسیات سماعت میں ڈھلنے لگیں۔

"طاہرہ حسین کی آواز آئی۔ بسم اللہ۔" غالباً لفافہ کھل رہا تھا۔

صادق حسین کی آواز آئی۔ لکھا ہے۔

محترم و عزیز بھائی صادق حسین!

السلام علیکم!

الحمد للہ ہم سب خیریت سے ہیں اور آپ کی خیریت کیلئے دعا گو ہیں۔ میں آپ کے گھر ایک خاص مقصد سے گئی تھی۔ اصل میں آپ کی بہن عائشہ اتنی نیک طبیعت اور خدمت گزار ہے کہ ہم اسے بھاوج نہیں اپنی بہن مانتے ہیں وہ اکثر آپ کا اور بچیوں کا ذکر کرتی تھی اور تمنا کرتی تھی کہ بچیوں کی شادیاں وقت پر ہو جائیں تاکہ بھائی بھاوج کو سکون ہو۔ عائشہ کو دیکھتے ہوئے مجھے اکثر خیال آتا تھا کہ ان کی بھتیجیاں ہیں ان کی طرح نہ سہی ان سے کچھ تو لیا ہو گا۔ پھر یہ کہ دیکھا بھالا خاندان ہے جو کچھ ہے ظاہر ہے۔ کوئی بناوٹ نہیں ہے۔ دکھاوا نہیں ہے۔ نیک شریف بچیاں ہیں اللہ نصیب اچھے کرے۔ آپ کی چاروں بیٹیاں ماشاء اللہ بہت اچھی ہیں کسی میں کوئی ایسی بات نہیں کہ اسے عیب سمجھا جائے۔ مگر اپنے اپنے دل کی بات ہوتی ہے۔ میں اپنے سب سے بڑے بیٹے فرید کیلئے آپ سے حیا مانگ رہی ہوں...... آپ یہ بات مانیں گے۔ بس اس بچی پر میرا دل آ گیا ہے امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔ میں اپنی طرف سے دونوں بڑی بچیوں کیلئے بھی کوشش کروں گی کہ وہ نیک نام اچھے گھروں میں بیاہی جائیں۔ یہ بچیاں بھی میری اپنی ہیں۔ میں

بڑی آس سے آپ کو لکھ رہی ہوں۔ عائشہ کی طرح میں بھی آپ کی بہن ہوں۔ بہن کا مان رکھیے گا۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے مجھے اپنے جواب سے آگاہ کریں۔ بہت مشکور ہوں گی۔ معلومات کرنا ہوں تو صادقہ سے کر لیجئے وہ ہر بات سے آگاہ ہے۔ بڑی اماں، چھوٹی اماں اور طاہرہ بھابی کو سلام عرض ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آپ کی بہن

حور بانو

حبا کے سارے وجود میں سنسناہٹ تھی۔ سانس روکے سن رہی تھی اس لیے نوٹ کیا تھا دل تھا کہ کسی اتھاہ میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ حواسوں پر برف اتر رہی تھی۔ کائنات کا شور گیا تھا ازل کا سناٹا چھا گیا تھا۔۔۔ "الست بربکم" کی پہلی آواز سے پہلے والی خاموشی تھی اب سماعتوں میں آوازوں کا ہنگام نہ تھا۔

اوہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میرے اصول خواب۔۔۔ میں سوداگروں کو بولی لگانے دوں گی۔ زندگی ہے کوئی تماشہ ہے۔۔۔ اندر پوری قوت سے انکار کا شور اٹھا۔۔۔ سناٹا ٹوٹ گیا مگر بے کلی تو لگ گئی۔۔۔ وہ بے قراری ہو کر اٹھ بیٹھی۔۔۔ دل چاہا باہر نکل کر چلا کر لے پھاڑ یہ خط۔۔۔ یہ خط نہیں ہے بارود کی سرنگ ہے سب کچھ تہس نہس ہو جائے گا۔۔۔

"ارے تو یہ حبا میں کیا کمی ہے؟ یہ کیا کہہ رہی ہیں حور بانو۔۔۔" بڑی دادی کی پریشان آواز سماعت سے ٹکرائی۔

اپنی اپنی پسند ہے۔۔۔ انہوں نے اپنی پسند کا اظہار کیا ہے کوئی زبردستی تو نہیں ہے رضامند ہوں گے تو بات بنے گی۔۔۔ اس میں برا ماننے کی تو کوئی بات نہیں۔ ثریا دادی کی آواز اتنا اچھا رشتہ تو نصیب ہی سے ملتا ہے زیادہ تر لوگ تو اپنے سے اونچی جگہ ہی بات کرنے کی کرتے ہیں کہاں ہم محنت مزدوری کرنے والے لوگ کہاں وہ ملوں صنعتوں والے کنوارا لڑکا۔۔۔ نیک اور شریف۔۔۔ کیا اس بات کے پیچھے ہم بانو آپا کو انکار کر دیں۔۔۔

بیگم نے حسرت آمیز انداز میں سوال کیا تھا۔۔۔

انکار کیوں کریں بڑا گہرا تعلق ہے ہمارا حور بانو سے۔۔۔ میں عائشہ سے کروں گی کہ اپنی نند کو سمجھائیں اور حبا کیلئے یہ رشتہ قبول کرنے کیلئے تیار ہم سب کو بے حد خوشی ہوگی۔ بڑی دادی نے برجستہ انداز میں بہو کو جواب دیا تھا۔

"لیکن اماں انہوں نے خط میں صاف تو لکھ دیا ہے بلکہ ایک طرح سے حبا کیلئے خوشامد کر رہی ہیں۔" طاہرہ بیگم نے مایوسی سے لہجے میں ساس کو جواب دیا۔

اے ہٹاؤ۔۔۔ اپنا ساز و رتو انہوں نے لگا ہی تھا اب ہم بھی تو اپنی بات کریں گے۔ بڑی دادی نے بڑی لاپرواہی اور اعتماد سے کہا۔ اور حبا کی جیسے جان میں جان آ گئی۔ اسے اندازہ تھا کہ بڑی دادی مزاحمت کی پوری قوت استعمال کریں گی وہ آسانی سے ہتھیار ڈالنے والوں میں سے نہیں ہیں۔۔۔ اس نے دیر بعد مکمل کر سانس لی تو لگا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔۔۔ وہ دوبارہ لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

♥♥♥

بہت دنوں بعد صبح بڑی چمکیلی نکلی تھی۔ اس کے باوجود کہ نور محمد خان شیخ صاحب کو اٹینڈ کرنے کی وجہ سے ٹھیک سے سو نہیں پائے تھے مگر دو تین گھنٹوں کی نیند سے بھی فریش ہو گئے تھے۔

تحریم نے صبح سویرے ہی ناشتہ بھجوا دیا تھا۔ شیخ صاحب کو بات کرتا مسکراتا دیکھ کر گویا ان کی اپنی عمر بڑھ رہی تھی تحریم نے ناشتے کے ساتھ پیغام بھی بھجوایا تھا کہ وہ نو بجے (صبح) تک پہنچ جائے گی اگر خان صاحب نو بجے تک وہاں سے جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔

ابھی نو بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے انہوں نے شیخ صاحب کو تکیے کے سہارے سے بٹھایا ہوا تھا اور انہیں دیکھ دیکھ کر یوں خوش ہو رہے تھے جیسے کوئی ماں اپنے نوزائیدہ کو دیکھ کر خوشی سے مسکرا رہی ہو۔ شیخ صاحب بھی بہت پر سکون نظر آ رہے تھے۔

دنیا بالکل نئی نئی سی لگ رہی ہے۔۔۔ مجھے یاد ہی نہیں آ رہا کہ کتنے دن بے خبری میں گزرے۔ شیخ صاحب بہت آہستہ آواز میں بڑبڑا رہے تھے جیسے خود ہی سے بات کر رہے ہوں۔۔۔

بس شیخ صاحب۔۔۔ شکر ادا کیجئے مالک نے آپ کو نئی زندگی دی۔۔۔ اللہ آپ کے بچوں پر آپ کا سایہ سلامت رکھے آمین۔۔۔ خان صاحب فوراً قریب آ کر انہیں چیک کرنے لگے آپ کو بیٹھنے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی۔

بس خان صاحب اب ہم دیر نہیں کرنا چاہتے۔ آپ ہماری لاڈلی آفندی سے ملاقات کا بندوبست کیجئے۔ وہ تو اتنا اچھا لڑکا ہے کہ بہت سی نظریں اس پر ہوں گی۔۔۔ ہے۔ مختصر فیملی ہے اسی طرح کا ماحول ہے جس کی تحریم عادی ہے۔۔۔ پھر نہیں کیا بات ہے جو اس بیچ میں ہم تو اسی کے

ہو کر رہ گئے ہیں۔ شیخ صاحب دھیمی آواز میں آہستہ آہستہ بول رہے تھے۔

"خان صاحب نے بڑی فکرمندی سے ان کی طرف دیکھا۔"

اس وقت سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ جلد از جلد صحت یاب ہو جائیں...... انہوں نے ٹالنے والے انداز میں بات کرتے ہوئے ان کا بلینکٹ درست کرنا شروع کر دیا جیسے شیخ صاحب سے نظریں چرانے کی لاشعوری کوشش کر رہے ہوں۔

ہم مکمل صحت یاب تو اسی صورت میں ہوں گے جب تحریم کو اس کے گھر میں بستا دیکھیں گے تحریم ہماری بڑھاپے کی اولاد ہے...... ہماری دوسری شادی اڑتالیس (۴۸) سال کی عمر میں ہوئی تھی تحریم کی پہلی سالگرہ پر ہم پچاس سال کے ہو چکے تھے...... خود ہی سوچیں ہماری زندگی کا کوئی اعتبار ہے۔ فواد اور تحریم میں صرف ڈیڑھ سال کا فرق ہے اور وہ دو بچوں کا باپ ہے...... مگر برحق ہے ناں خان صاحب۔ شیخ صاحب تھکے تھکے نڈھال سے لہجے میں بولے تھے خان صاحب کو شیخ صاحب سے خاص دلی لگاؤ تھا شیخ صاحب نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا وہ آج کے دور میں سگے بھائی نہیں کرتے خان صاحب کی دونوں بیٹیاں شادی شدہ تھیں اور ان کی شادیوں پر خان صاحب نے ایک پائی خرچ نہیں کی تھی۔ شادی کا پورا انتظام شیخ صاحب کرتے تھے خان صاحب کے دو بیٹے تھے اور دونوں U.K میں سیٹل تھے اور شیخ صاحب ہی کی کوششوں کی وجہ سے جس شخص نے خان صاحب کو ہمیشہ ایزی رکھا وہ تو اس پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار تھے۔ شیخ صاحب کے الفاظ انہیں تڑپا گئے...... آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

میرے اختیار میں ہو تو آپ کو خوش کرنے کیلئے آپ کی خوشی کیلئے ایک لمحہ تاخیر نہ کروں آپ ساتھ خیریت کے گھر واپس آ جائیں شیخ صاحب...... جو کچھ بھی میں کر سکتا ہوں کروں گا کوتاہی نہیں ہو گی انشاءاللہ...... ان کے لہجے کے وثوق اور اعتماد نے جیسے شیخ صاحب کے اندر سرے سے روح پھونک دی۔ چہرے پر چمک سی آ گئی۔

ہمیں آپ پر ہمیشہ بھروسہ رہا ہے۔ آپ تو ہمارے "طوطے" ہیں ہماری جان ہے میں بڑا حوصلہ ملتا ہے آپ سے۔ شیخ صاحب نے اتنا کہہ کر آنکھیں موند لیں۔ خان صاحب کے جملے پر بے ساختہ مسکرانے لگے۔ اور بولے۔

"مجھ ناچیز کی کیا حیثیت ہے شیخ صاحب۔" "بس آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔"

اسی لمحے دروازہ کھلا اور تحریم اندر داخل ہوئی۔ ہلکے رنگوں کے پرنٹ کا خوبصورت لباس پہنے خوشبوؤں میں مہکتی۔ ڈائمنڈ کا لاکٹ سیٹ پہنے جو اکثر وہ پہنے ہی رہتی تھی جو شیخ صاحب نے اس کی پانچویں برتھ ڈے پر گفٹ کیا تھا ان دنوں اس کے نئے نئے کان چھدے تھے اور شیخ صاحب کو اس کے کان میں ہیرے کے ٹاپس ڈالنے کا بہت شوق تھا لیکن ان کی بیگم نے یہ سیٹ بڑی حفاظت سے سنبھال کر رکھ دیا تھا اور شیخ صاحب کو سمجھایا تھا کہ اتنی چھوٹی بچی کو ڈائمنڈ نہیں پہنایا جاتا بچے باہر کھیلتے ہیں اچھی بری نظر ان پر پڑتی ہے یہاں تو چند ٹکوں کی خاطر جان لے لی جاتی ہے۔ سمجھدار ہو جائے گی تو پہنا دوں گی۔

یہ بہت اعلیٰ کوالٹی کا ڈائمنڈ تھا ہر دم کرنیں پھوٹتی تھیں نظر کیلئے بہت اچھا نظارہ ہوتا تھا۔ بیٹی پر نظر پڑتے ہی شیخ صاحب کی اپنی نظروں میں ہیرے جگمگانے لگے۔ انہوں نے بے اختیار اپنا بایاں بازو پھیلا دیا۔ تحریم جھک کر ان کے سینے سے لگ گئی۔

"ماشاءاللہ آج تو میری بیٹی بہت فریش نظر آ رہی ہے......" وہ بے اختیار سے ہو کر بولے۔

"آپ کو دیکھ کر فریش ہو جاتی ہوں پاپا۔" وہ بھی بہت پیار سے بولی۔

"اچھا شیخ صاحب۔ تمی بیٹا آ گئی ہیں میں چلتا ہوں سیدھا آفس جاؤں گا۔ کوئی حکم......؟" خان صاحب مؤدبانہ انداز میں پوچھ رہے تھے۔

"ابھی تو نہ حکم ہے نہ عرض ہے آپ جو بہتر سمجھتے ہیں کریں......" شیخ صاحب کی آواز میں بھی توانائی لہریں دورہ کرنے لگی تھیں۔

"خدا حافظ......" خان صاحب باہر چلے گئے۔

"تمی باپ کے قریب بیٹھ گئی۔" ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں قوس و قزح کے رنگ اتر رہے تھے۔

♥♥♥

دن کے گیارہ بج رہے تھے گھر میں خوب بھاگ دوڑ نظر آ رہی تھی ہما اور حیا صفائی ستھرائی میں مصروف تھیں بڑی دادی نہانے کے بعد بال سکھا کر حنا سے تیل کا مساج کرا رہی تھیں۔ حرا اسکول گئی ہوئی تھی چھوٹی دادی گرمی کے بھاری تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں طاہرہ بیگم کپڑوں کی کٹنگ کی تیاری کر رہی تھیں گھر میں اس وقت ہر بندہ مصروف نظر آ رہا تھا۔

"صبا باہر کار رکنے کی آواز آئی۔ طاہرہ بیگم نے چونک کر اٹھایا۔" "یہ تو صادقہ کی گاڑی

تھی۔ ہے اماں، وہ بڑی دادی سے بولیں۔

"ذوم کو وہیں جا کر سو رہی تھیں" وہ ہنس کر بولیں۔ گل رخ نے بھی ایا اب پوچھنا کی...

کی۔

"طاہرہ بیگم جلدی سے تخت سے اتریں اور بڑے اشتیاق سے دروازے کی طرف چلیں۔"

"دروازے تک پہنچیں تو کال بیل بھی بج اٹھی۔" انہوں نے دروازہ کھولا تو سامنے واقعی صادقہ بیگم کھڑی تھیں۔

"السلام علیکم" انہوں نے بڑی گرم جوشی سے اونچا ہی سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام..." "اے بیٹی رات کو نیند بھی آئی یا صبح ہونے کا انتظار کرتی رہیں" بانو دادی دل میں آئی بات منہ سے نکالے بغیر رہ ہی نہیں سکتی تھیں۔

"رات تو خوب سوئی بڑی اماں... خوب سفر کی تھکن اتاری" صادقہ چہکتے ہوئے ان کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔ "میں نے سوچا دن میں ہوں آؤں آپ کی طرف پھر کاموں میں پھنس جاتی ہوں تو گھر سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔" وہ ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے بڑے خوشگوار لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"لاہور کی سناؤ... کیسا رہا تمہارا دورہ... بہن کے گھر رہیں کیسا لگا" گل بانو دادی نے پرتجسس نظروں سے صادقہ کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا...

"اللہ کا شکر ہے بڑی اماں بڑا ہی خوش ہوا... بہت طریقے کا رکھ رکھاؤ ہے... بچے بہت اچھے لگے۔ عائشہ آپا تو اٹھتے بیٹھتے یہی کہتی رہیں کہ صادق بھائی کو سمجھا دیا کر ہماری طرف میں یہ رشتہ نہ کھل گئیں سب کو اپنے اپنے نصیب سے ملتا ہے۔" صادقہ نے موقع پاتے ہی گفتگو شروع کر دی۔

"ارے تو کیوں لگا رہی ہیں چھاتی" "اور عائشہ کی تو وہ بہت خوش ہیں اگر عائشہ اللہ وہ ماں کے لیے راضی ہو جائیں گی..."

"اے گل بانو دھیما بولو... بچیاں سن رہی ہیں..." ثریا دادی نے ناگواری سے ٹوکا۔ "کوئی چھپنے والی بات ہے آج نہیں تو کل سنیں گی... کوئی بارہ دری میں بیٹھی ہوں کروں کا گھر ہے۔" گل بانو دادی ثریا دادی کے ٹوکنے پر چڑ گئیں... وہ تو بڑے جذبے سے

ہوئی تھیں۔ بڑی اماں لڑکی لڑکے والے پسند کرتے ہیں اس معاملے میں زور زبردستی اچھا نہیں ہوتا۔ اپنی مرضی کی ہے اگر کر جائیں گے تو ناز نخرے بھی چار ہاں اٹھائیں گے... آپ لوگ اس بات کو اتنا کا مسئلہ نہ بنائیں سانا تا اچھا لڑکا ہے یقین کریں مجھے تو لگتا ہے کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔ صادقہ ان کو منانے کا گویا تہیہ کر کے گھر سے نکلی تھیں۔

"چھوٹی کی پہلے ہو جائے تو بڑی بچیوں پر برا اثر پڑتا ہے۔" گل بانو دادی اپنی بات پر قائم تھیں۔

"ابھی تو صرف رشتہ طے ہو رہا ہے... کوشش کرتے ہیں کہ ہما کی پہلے شادی ہو جائے بانو آپا سے تھوڑا انتظام لے لیں گے۔" صادقہ نے بڑی معقول بات کی تو گل بانو دادی جھاگ کی طرح بیٹھ گئیں... اور منہ بنا کر بولیں۔

"تو یہ بولو پھر کہ تم بہنوں نے بس دل میں کچھ ٹھان لی ہے۔ اس لیے بس بحث ہی بے کار ہے" "تو بڑی اماں ابھی ہی ٹھانی ہے کچھ برا تو نہیں چاہ رہی ہے..." اس مرتبہ صادقہ کا انداز روٹھے ہوئے کو منانے کا سا تھا۔

"اس طرح تو بڑی مشکل ہو جائے گی سوچنے کی بات ہے۔ لڑکیاں برسوں بیٹھی رہیں گی کہ چھوٹی کی پہلے نہیں کرنی ہے تو دوہاجو سے نہیں کرنی ہے..." طاہرہ بیگم بھی بیچ پڑیں۔ عقل مند کا سہارا ابھی بہت تھا۔

"صادقہ بیگم نے چونک کر بھاوج کی شکل دیکھی۔" نظروں میں الجھن بھی تھی اور سوال بھی۔

"کیا مطلب... کوئی دوہاجو بھی آ گیا تھا رشتہ بتائیے...؟" وہ پوچھ بیٹھیں۔

"ارے لو... لے کر آئی تھی اور کس کی ہمت ہو سکتی تھی... خوب ہیرے موتی ٹانک رہی تھی رشتے میں۔ بھلے لڑکے کا عمر کا زیادہ نہیں مگر دو بچوں کا باپ تو ہے... پرائے بچوں کی ذمہ داری اٹھانا کوئی مذاق ہے" گل بانو دادی نے بہو کے منہ کھولنے سے پہلے ہی جلدی سے جواب دے دیا۔ بہو سے تو انہیں ڈر ہی لگ رہا تھا کہ کوئی ایسی بات کہہ دے کہ صادقہ بھی بھاوج کی ہاں میں ہاں ملانے لگیں۔

"کر کم ہے اور دو بچے بھی ہیں...؟" صادقہ نے تعجب سے پوچھا...

"بچے بہت چھوٹے ہیں تین چار سال ہی ہوئے تھے شادی کو دوسرے بچے کی دفعہ میں

بیوی اللہ کو پیاری ہو گئی طاہرہ بیگم نے ذرا آف موڈ میں جواب دیا تھا جس سے صادقہ بیگم کو اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ اس رشتے میں بھابی کی دلچسپی ہے۔

"کس کیلئے کہہ رہی تھیں گل اماں......؟" انہوں نے گل بانو دادی سے پوچھا۔

حنا کیلئے...... بولیں حنا کا رشتہ مشکل ہی سے ملے گا...... موٹاپے کا رجحان ہے آج کل لوگ دبلی پتلی لڑکی مانگتے ہیں لڑکے بھی موٹی لڑکی میں دلچسپی نہیں لیتے۔ ارے یہ سب دکھاوے کی باتیں ہیں جب وقت آتا ہے موٹی دبلی سب کی ہو جاتی ہے شادی...... گل بانو دادی نے جواب دینے کے ساتھ ساتھ بہو بیٹی کو تسلی بھی دی۔

"کیا کرتا ہے لڑکا؟" صادقہ بیگم بھاوج کی دلچسپی کی وجہ سے دلچسپی لینے میں مجبور تھیں اندر اشتیاق تو جاگ پڑا تھا۔

بیوپاری ہے...... اپنا بنگلہ ہے نوکر چاکر ہیں۔ کنواری مل گئی تو چار پانچ کروڑ کا بنگلہ بھی نام لکھ دے گا بقول کولو کے باقی واللہ عالم...... ثریا دادی خاصی دیر سے چپ تھیں اب بول پڑیں عمر کیا بتائی ہے لڑکے کی؟ صادقہ بیگم نے بھاوج سے پوچھا......

کھایا کھیلا ہے لڑکا کہاں سے ہوا...... گل بانو دادی نے کنواری اور بیرجنگی سے جواب دیا تھیں بتیس سال بتا رہی تھیں...... طاہرہ بیگم نے دبی زبان میں ان سنی کی۔

یہ تو کوئی عمر نہ ہوئی آج کل تو اتنی عمر میں لڑکوں کی شادیاں ہو رہی ہیں۔ بڑی اماں آپ جس خلوص محبت سے پوتی کیلئے سوچ رہی ہیں وہ اچھی بات ہے لیکن ایک ماں کو بھی اجازت دیں کہ وہ آزادی سے اپنے بچوں کا بھلا سوچ سکے...... اگر بھابی دلچسپی لیتی ہیں تو پھر آپ بات آگے بڑھائیں...... اس غریب کا تو گھر بس جائے گا ہے وہ تو آنے والی کی دل و جان سے قدر کرے گا وہ تو اس کو نعمت سمجھے گا...... اگر عمر کا زیادہ ہونا تو بگی بات ہے میں بھابی کو خود ہی روک دیتی ہوں بیوی کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہو جائے تو بہت مسئلے ہو جاتے ہیں۔ صادقہ بولیں۔

ہوش کے ناخن لو صادقہ...... دنیا کیا کہے گی کہ چار دن بیٹی کو کھلا نہ سکی بھابی کو اٹھا کے پوتے تھما دی...... اس دنیا میں رہنا ہے بیوی۔ گل بانو دادی تو بیٹی کی آمادگی پر حواس باختہ ہو گئی بولی تھیں...... قلیان خفقان میں بدل گیا تھا۔ لگیں اپنا سر دبانا دھونڈنے......

اماں جب ہم کے مرنے ہوتے ہیں تو بھی یہی دنیا ہوتی ہے جو اس دنیا میں ایسی بھی ہی میں لوگ اپنا اپنائیت کا اظہار کر کے ملتے ہیں...... کسی سے نرے حقوں میں بڑا سا فرض ادا کی......

دیکھیں اچھا بھلا گھر مل رہا ہے جہاں اللہ نے اپنا فضل کیا ہوا ہے بچے بھی اتنے چھوٹے ہیں کہ جب ہوش سنبھالیں گے تو اسی کو اپنی ماں سمجھیں گے جس کو گھر میں دیکھیں گے ابھی ان معصوموں کو کیا پتہ کہ سگی ماں کیا ہوتی ہے اور سوتیلی کیا...... ادھر دو بچوں کی ذمہ داریاں ہیں کہیں ساس ہوں، دیورانی جٹھانی سے بھرا گھر ملتا ہے وہاں لڑکی کو لہو کا بیل بن کر رہ جاتی ہے اور عمر بھر کنوارے سے شادی ہونے کا قلق بھرتی رہتی ہے یہ صرف دنیاوی باتیں ہیں شرع میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ صادقہ بیگم نے قطعی انداز میں اپنے دل کی بات کی۔ طاہرہ بیگم تو اتنی وزنی دلیلیں سن کر ہی ہار مان گئی تھیں۔ اندھیرے میں نور کی کرن لگ رہی تھیں اس وقت صادقہ بیگم......

"بیوی برا مت ماننا...... اگر کولو بیلا یا ربیعہ کیلئے یہ رشتہ لے کر جاتی تو تمہیں کیسا لگتا؟" گل بانو دادی اتنی آسانی سے کیسے ہار مان لیتیں۔

دیکھیں اماں صاف بات کر رہی ہوں آپ سے...... بیلا اور ربیعہ کے باپ نے ان کے لئے گھر میں دنیا جہاں کی نعمت اور سہولت اکٹھی کی ہوئی ہے۔ بچیوں نے شروع سے اپنی مرضی کا کھایا پہنا ہے اپنی مرضی سے سوتی جاگتی ہیں۔ یہاں بچیاں ہوش سنبھالتے ہی اپنے جہیز کی ملائی کی فکر کرنا شروع کر دیتی ہیں پھول سی بچیاں فکر سے بوڑھی ہو جاتی ہیں...... ان کے بھی ارمان ہیں خواب ہیں...... نیک، با کردار اور خوشحال مرد کا رشتہ ٹھکرانا تو کفران نعمت ہے۔ آپ اس بارے میں آپ بات کریں بھابی گل اماں سے...... جب لڑکے سے ملنے جائیں تو مجھے بلا لیجئے گا...... دولت مند، بااثر بیٹی فیصلہ کر رہی تھی...... گل بانو دادی تو لاجواب ہی ہو کر رہ گئی......

ٹھیک ہے بیٹی...... ہم دیکھ لیتے ہیں...... میں بھی دلہن کی طرح ہی سوچ رہی تھی مگر صلاح خاموش تھی اور اس وقت بھی اس لئے خاموش تھی کہ گل بانو کہیں گی بیٹیوں نے اکٹھی ہو کر میرے خلاف محاذ کھول دیا ہے...... ثریا دادی ہانڈی چیک کرنے کیلئے اٹھی تھیں جاتے جاتے کہہ گئی تھیں تم نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ ہمیشہ میری کاٹ کرو گی...... آج تک ایسی کوئی نیک گھڑی نہیں آئی جب تم نے مجھ سے اتفاق کیا ہو...... یعنی "سوت جا" ہوتا ہے...... اپنی بات نیچی ہونے کا غصہ گل بانو اب ثریا دادی پر نکال رہی تھیں......

خدا کیلئے اب آپ دونوں اپنی بحث مت شروع کر دیجئے گا...... میں تو آج وقت نکال کر کام کی بات کرنے آئی ہوں۔ صادقہ ایک دم گھبرا گئیں......

وہ جو تمہیں کیا کام کی بات کرنے آئی ہو...... رشتہ پکا کرنے آئی ہو جا کر...... اور [illegible]

ہم نہیں کرتے...... ہما کی بات کرنا ہے تو کرو ورنہ ہماری طرف سے صفا جواب سمجھو......

گل بانو دادی نے نہایت سنگدلی اور بے مروتی سے گویا لٹھ سا جواب دیا...... ہما کمرے میں ڈسٹنگ کر رہی تھی اور کان باہر کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے...... جبکہ حیا بھی سب کچھ سن رہی تھی مگر ظاہر ایسا کر رہی تھی کہ گویا توجہ نہیں۔ ہما اپنی جگہ گم صم سی تھی۔ گل بانو دادی کا چھوڑ جواب سن کر تو حیا کی خوشی سے حالت غیر ہونے لگی۔ پہلی مرتبہ اسے اپنی بڑی دادی پر ٹوٹ کر پیار آیا اور دھڑکنوں میں ترنم اتر آیا......

اللہ توبہ...... بڑی اماں کیا ہو گیا ہے آپ کو...... صادقہ بیگم تو دہل کر رہ گئیں...... ہما تو خاص طور پر اس وقت یہی سمجھانے آئی تھی کہ کسی بات کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں اور بسم اللہ کریں۔ بلا آپا دونوں بیٹوں کی منگنیاں کرنے کے حق میں نہیں ہیں وہ کہتی ہیں اتنی دور لڑکیاں لینے گی ہوں کوئی رسم و رسم نہیں کروں گی نکاح کروں گی تاکہ بچوں میں آپس میں بات چیت بھی رہے رخصتی کیلئے وہ سال چھ مہینے رک جائیں گی...... صادقہ بیگم نے اب بلا روک صاف صاف بات کی۔

ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی ضرورت نہیں صادقہ انہوں نے پیام ڈالا ہے اب ہم کو سوچنے سمجھنے کو وقت دو...... آگے جو بچیوں کا نصیب...... ثریا دادی نے اس وقت ایسے ہوش مند کمانڈر کا رول ادا کیا جو محاذ پر کھڑا نہایت نازک اور بروقت فیصلے کر رہا ہوتا ہے......

"اس کے ساتھ ہی ماحول میں چھائی شدت ٹوٹنے لگی......"

"اے بٹی پھوپھی کے لیے کچھ چائے پانی تو لاؤ...... کب سے آئی ہوئی ہے۔" ساتھ ہی ثریا دادی نے لڑکیوں کو متوجہ کیا تھا۔

چائے بن گئی ہے دادی...... میں پکوڑے تل رہی تھی۔ ہما جانے کب کچن میں چلی گئی تھی اور چائے تیار کرنے لگی تھی...... تب سب کو دھیان آیا کہ ہاں کچھ تلنے بگھارنے کی خوشبو ماحول میں رچی ہوئی ہے۔

اللہ نصیب اچھا کرے...... دیکھا تم نے...... کہنے کی ضرورت (ضرورت) نہیں ہے اتنے طریقے سلیقے کی بچی ہے...... گل بانو دادی نے بڑے فخریہ انداز میں صادقہ کی طرف دیکھا...... جیسے کہہ رہی ہوں کہ ابھی بھی اس کا نہیں سوچو گی؟ دیکھو کتنے گن والی ہے میری پوتی۔

وہ تو مجھے پتہ ہے ماشاء اللہ بہت سمجھدار اور ذمہ دار ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ نیک نصیب بنائے آمین۔ صادقہ نے بڑی سمجھداری سے ڈپلومیٹ جواب دے کر ماحول کو

برقرار رکھنے کی کوشش کی۔



سرمد ساری رات گھر نہیں آیا تھا۔ حور بانو کو رات بھر نیند نہیں۔ اکثر رات کو لیٹ تو ہو جاتا تھا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ ساری رات بغیر اطلاع کے باہر رہا ہو۔ اس کے موبائل پر بھی وہ کوشش کرتی رہیں وہاں سے یہی جواب آتا رہا کہ آپ کے مطلوبہ نمبر سے جواب موصول نہیں ہو رہا برائے مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کیجئے۔

انہوں نے گھر میں کسی سے بھی ذکر نہیں کیا تھا اکیلی اندیشوں وسوسوں سے بیٹھی کھیلتی رہیں۔ اور امید کرتی رہیں شاید اب آجائے شاید تب آجائے۔ غزالی نے ان کی فکرمندی نوٹ کی تھی اور پوچھا بھی تھا کہ کیا کوئی پریشانی ہے اور حور بانو نے بیٹے کو ٹال دیا تھا شوہر کل شام ہی ایک ہفتے کیلئے کویت چلے گئے تھے اور یہ برسوں کا معمول تھا وہ اسی طرح سے سفر میں رہتے تھے۔

گیارہ بج گئے سورج نصف النہار پر آگیا...... اب وہ مزید برداشت نہ کر سکیں اور مائرہ کے پورشن کی طرف بڑھیں تاکہ بھائی بھاوج کو صورت حال سے مطلع کریں...... آخری زینے پر پاؤں رکھتے ہی گیٹ پر ہارن سنائی دیا انہوں نے پلٹ کر دیکھا گیٹ پر سرمد کی کار تھی۔ ایک دم جیسے وجود میں خوشی برق بن کر دوڑنے لگی گرتی پڑتی نیچے کی طرف بھاگیں۔ ان کے پورچ میں پہنچنے سے پہلے کار پورچ میں آچکی تھی اور سرمد ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اپنی ضروری چیزیں سمیٹ رہا تھا ماں کو حواس باختہ سی سامنے پا کر ڈور کھول دیا......

"السلام علیکم امی......" وہ کچھ شاپر فائلیں ڈائری وغیرہ اٹھاتے ہوئے بڑے مصروف انداز میں بولا۔

"وعلیکم السلام...... بیٹا......" حد ہو گئی غیر ذمہ داری کی...... کہیں رک ہی گئے تھے تو ماں کو کم از کم بتا دیتے...... ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی...... وہ جیسے برس پڑیں......

سوری امی...... ایکچولی رات کام کی وجہ سے جاگنا پڑا صبح آنکھ لگ گئی...... ساڑھے دس بجے آنکھ کھلی تو فوراً آیا ہوں ناشتہ بھی نہیں کیا ابھی تک...... سرمد نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا لہجے میں واضح معذرت اور شرمندگی تھی۔

بیٹے ساری دنیا کام کرتی ہے...... ہر وقت موبائل تمہاری جیب میں ہوتا ہے ایک منٹ ماں کیلئے نکال کر بتا دیتے کہ آج رات کو گھر نہیں آؤں گا...... تمہیں اندازہ نہیں کیا حال رہا

میرا رات بھر اور آپ نے سارے گھر میں نشر کر دیا ہو گا۔ سب ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوئے ہوں گے دودھ پیتے بچے کو؟" سرمد نے اب ذرا تلخ لہجے میں ماں کی بات کاٹ کر کہا تھا۔

"کسی سے کچھ نہیں کہا میں نے...... ایک آس لگی رہی کہ بس آنے ہی والے ہو......"

وہ سرمد کے انداز پر بجھ سی گئی تھیں......

"ٹھیک گاڈ......" سرمد نے بچ بچ سکون کا سانس لیا۔

"لیکن یہ تو بتاؤ رات کہاں گزری......" حور بانو نے پر تجسس نظروں سے سرمد کا چہرہ دیکھا۔

"گزر ہی گئی...... اور چھوڑیں اب اس رات کا ذکر جو گزر چکی......" سرمد کار سے باہر نکل کر ڈور بند کرتے ہوئے بے نیازی سے گویا ہوا......

"میں آ چکا ہوں...... آپ کے سامنے ہوں آپ ایزی فیل کریں میں کوئی پانچ سال کا بچہ نہیں ہوں کہ اپنی تمام ایکٹویٹیز کی رپورٹس پیرنٹس کے گوش گزار کروں۔ یورپ میں تو لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اپنے بچوں سے اس طرح کی باز پرس کریں...... بچے انسلٹ فیل کرتے ہیں......

لیکن بیٹا ہم تو پاکستان میں رہتے ہیں...... حور بانو اس کے انداز پر اندر سے سہم سی گئیں۔ لیکن آپ نے ہمیں پاکستانی اسکول کالج میں نہیں پڑھایا ہے۔ ہم کانفلش گرامر اور U.K میں پڑھے ہیں...... جہاں ہمارے ٹیچرز اور ہمارا سلیبس (Syllabus) سب امپورٹڈ تھا...... آپ کو یاد ہو گا آپ نے میرے اسکول ایڈمیشن کے بعد دن رات لگ کر انگلش سیکھی تھی ہر وقت پریکٹس کرتی تھیں کیوں کہ ہمارے پیرنٹس کو اسکول کی طرف سے ایڈوائز تھی کہ وہ اپنے بچوں سے انگلش میں بات کریں...... اسی لیے ہم پاکستان کے لیگل سسٹم کو رفیوز کرتے ہیں...... قانون سازی یورپ میں ہوتی ہے وہ لوگ قانون کا مطلب جانتے ہیں۔ وہ ہمارے دل کی بات کرتے ہیں اور ہم او کے کرتے ہیں...... ہم نے جن لوگوں سے ایجوکیشن لی ہے ہم انہی کی طرح زندگی گزاریں گے...... یہ ہماری مجبوری ہے......" سرمد سرد مہر انداز میں یہ سب کچھ کہہ کر چل پڑا اور وہ اپنی جگہ پتھر بن کر کھڑی رہ گئی تھیں...... سرمد نے ماں کو اچھی طرح جتا دیا تھا کہ وہ اس کے آنے جانے رات کو غائب ہونے پر باز پرس کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی کہ وہ عاقل بالغ اور خود مختار ہے...... سرمد اٹھارہ سال سے اتنا مصروف رہا...... تعلیم سفر میں اٹھارہ برس گزر گئے...... اور ان اٹھارہ

برسوں میں کس قیامت کی تبدیلیاں آ گئیں...... اونٹ ناک کے نیچے سے سرک گیا اور پتہ نہیں چلا...... وہ دم بخودی سوچ رہی تھیں۔ اس نے لہجہ نہیں بگاڑا۔ ماں سے بدتمیزی نہیں کی۔ مگر سب کچھ سمجھا دیا۔ لاکھوں روپیہ مہینے میں کمانے والا بیٹا تھا اس کی بات، بات ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے تو انہیں اس کی شادی کی جلدی تھی کہ اس طرح کے لڑکے اپر کلاس فوراً اچک لیتی ہے وہ نہیں چاہتی تھیں کہ وہ کوئی "ڈیکوریشن پیس" لا کر گھر میں سجا دے...... وہ روایتی مزاج کی عورت تھیں اور روایتی بہو گھر میں دیکھنا چاہتی تھیں۔ انہیں تو اس بات کی بے انتہا خوشی تھی کہ سرمد ان کی پسند کی لڑکی سے شادی پر بخوشی رضامند ہو گیا تھا۔

"مگر اس وقت تو انہیں وہ گہری سوچ دے کر اندر چلا گیا تھا۔"



دانیال آج دو بجے ہی گھر واپس آ گیا تھا۔ بیلا اور ربیعہ اسی وقت لنچ کیلئے بیٹھی تھیں دانیال سیدھا وہیں آ گیا اور ہاتھ دھو کر ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور پھر ایک دم نظریں ادھر ادھر دوڑا کر پوچھنے لگا۔

"ارے اماں جان لنچ نہیں کر رہیں...... ہوں......" "ناشتہ دیر سے کیا ہو گا" یہ کہہ کر اس نے خالی پلیٹ اٹھائی اور سالن پلیٹ میں نکالنے لگا۔

"اماں جان آ رہی ہیں۔ وہ اصل میں ماموں جان کی طرف گئی ہوئی تھیں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئی ہیں آتے ہی نماز پڑھنے لگی تھیں۔ آ رہی ہوں گی۔" ربیعہ نے جواب دیا۔

"اسی لمحے صادقہ بیگم نے ڈائننگ میں قدم رکھا اور خوش ہو کر بولیں۔"

"چلو شکر ہے آج میرے تینوں بچے دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھا رہے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئیں تھیں بیلا نے سالن کی قاب ان کے سامنے رکھ دی۔

"آپ ماموں جان کی طرف گئی تھیں اور حیرت ہے بغیر لنچ کے واپس آ گئیں۔" وہاں ماموں جان تو کھانا کھلائے بغیر چھوڑتی نہیں ہیں...... دانیال نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ تو بہت کہہ رہی تھیں مگر میں نے کہا دیر سے کھاؤں گی اور واقعی دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔" صادقہ بیگم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"یہ اچانک دورہ کس سلسلے میں تھا کسی ایمرجنسی کی بو آ رہی ہے صبح تو آپ نے وہاں جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔" دانیال نے گرم چپاتی کے دو ٹکڑے کیے ایک اپنی پلیٹ میں رکھا اور دوسرا

ماں کی پلیٹ بس یونہی ایک دم سے پروگرام بن گیا۔ وہ تمہاری عائشہ خالہ کی نند حور بانو آئی تھیں ناں؟ میں وہ اپنے لڑکوں کے لیے لڑکیاں دیکھنے آئی تھیں دوسرے نمبر کے بیٹے غزالی کے لیے تو انہوں نے بیلا کا رشتہ مانگ لیا تھا اور پہلے بیٹے سرمد کیلئے حبا کا رشتہ مانگ رہی ہیں۔ صادقہ بیگم نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے عام سے انداز میں بات شروع کی۔

"نوالہ لے کر ہاتھ جہاں تک اُٹھا تھا وہیں تک رہ گیا۔" دانیال نے نہایت حیران ہو کر ماں کا چہرہ دیکھا تھا۔

"حبا...... تو کیا ہما حنا کی کہیں بات ہو چکی ہے؟" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے سوال کیا۔ دونوں لڑکیاں بھی قدرے حیرت سے ماں کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

اسی وجہ سے تو بھاگ دوڑ کر رہی ہوں۔ اب بھی بانو آپا کو حبا بہت اچھی لگی کہتی ہیں اس بچی پر میرا دل آ گیا ہے مجھے تو بس اسی کو بہو بنانا ہے۔ تمہیں تو اپنی بڑی نانی کا پتہ ہی ہے انہیں سمجھانا کتنا مشکل کام ہے اماں میں تو پھر بھی بہت لچک ہے دوسرے کی بات سمجھ لیتی ہیں۔ بھی تمہاری بڑی نانی نے تو ہنگامہ کر رکھا ہے کہ حبا دو سے چھوٹی ہے پہلے بڑی کا کرنا ہے...... بہت دماغ مارا مگر بھئی وہ نہیں سن رہیں...... خیر ابھی تو بات شروع ہوئی ہے بھائی بھابی اور اماں تو رضا مند ہو جائیں گے اس لیے کہ ایسا رشتہ نصیب سے ملتا ہے۔ بہت ہی اچھا لڑکا ہے بہت محنتی...... لاکھوں کماتا ہے مہینے کے...... ہر وقت مصروف...... کاروبار کرتا ہے بزنس مین ہے ساتھ میں کھڑا ہو کر اپنی کوٹھی بھی بنوا رہا ہے۔ اللہ نظر سے بچائے بڑا ہونہار بچہ ہے۔ صادقہ بیگم اپنی دھن میں بولتی جا رہی تھیں دانیال کے کانوں میں عجیب سی سائیں سائیں شروع ہو چکی تھی......

نام کیا ہے اماں جان......؟ ربیعہ نے اشتیاق سے پوچھا دلچسپی بیلا کو بھی تھی مگر کیونکہ اس کے اپنے رشتے کی بات بھی وہاں چل رہی تھی اس لیے ماں سے ایک فطری جھجک مانع تھی۔

سرمد...... نام بھی دیکھو کتنا پیارا ہے۔ اللہ جیتا رکھے...... انڈسٹریل انجینئرنگ میں تعلیم حاصل کی ہے اور اسی فیلڈ میں کام کر رہا ہے۔ صادقہ بیگم نے مزید تفصیل بیان کی......

"دانیال نے مرے مرے سے انداز میں وہیں سے پکڑا ہوا نوالہ منہ میں ڈالا......"

"حبا کی تو سمجھیں لاٹری نکل گئی...... کیوں بھائی......؟" ربیعہ بے حد خوشی کا اظہار کرنے لگی۔

اب بانو آپا چاہ رہی ہیں کہ دونوں بیٹوں کا نکاح ساتھ ہی کر دیں...... غزالی بھی ماشاء

اللہ بڑا لائق بچہ ہے۔ ابھی پیسہ تو سرمد کی طرح نہیں کما رہا مگر محنت بہت کر رہا ہے۔ صادقہ بیگم بولیں۔

دانیال تو ان دیکھے بگولے میں چکرا رہا تھا...... کھانے میں ساری دلچسپی ختم ہو گئی تھی...... اچانک ہی ہر طرف دھول اُڑنے لگی تھی۔ اس نے اپنی ساری توانائی سمیٹ کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی تو کیا آپ بیلا کی بات پکی کر چکی ہیں حیرت ہے مجھے علم نہیں۔ وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا ساتھ ہی بے دلی سے پلیٹ میں بچا ہوا سالن نوالے سے اکٹھا کر رہا تھا جیسے کھانا نہ رہا ہو کھیل رہا ہو۔

ابھی باقاعدہ جواب تو نہیں دیا مگر ایک آدھ دن میں دے دیں گے تمہارے ابا جان بھی راضی ہیں خوش ہیں۔ وہ بھی یہی سوچ رہے ہیں کہ اچھا ہے بیٹی کو ڈاکٹر مل رہا ہے دونوں مل کر اپنا ہاسپٹل ہی بنا لیں گے...... انہوں نے مسکراتے ہوئے بہت محبت بھری نظر بیلا پر ڈالی جو بھائی کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے بالکل خاموش تھی مگر چہرے کے تاثرات بہت خوشگوار تھے۔

مجھے تو یہی بات ہے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ بیلا اور حبا ایک گھر میں ہوں گی۔ ان بچیوں نے بڑی سخت زندگی گزاری ہے...... بھابی ہماری اتنی خوددار ہیں کہ کبھی زندگی میں مجھ سے سو(۱۰۰) روپے قرض نہیں لیا ان کے بھی تو خواب ہوں گے کہ ان کی بچیاں اچھے گھروں میں بیاہی جائیں......

صادقہ بیگم ان دنوں بہت اچھی سوچوں میں گھری رہتی تھیں ہر دم خوش نظر آتی تھیں اس وقت بھی اپنی دھن میں بولے جا رہی تھیں بہت ذوق و شوق سے کھانا کھا رہی تھیں بلکہ انجوائے کر رہی تھیں انہوں نے دانیال کا چہرہ ایک مرتبہ غور سے دیکھ لیا ہوتا تو ماں ہونے کے ناطے بھونچال کو محسوس کر ہی لیتی دانیال ایک دم کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا......

"تب صادقہ بیگم نے اس کی طرف چونک کر دیکھا اور حیرت سے بولیں۔"

"بس؟" "کیا بھوک نہیں لگی تھی ابھی تک؟"

"جی اماں جان...... بھوک نہیں تھی۔" "بس ویسے ہی بیٹھ گیا تھا......"

"بھائی یہ سویٹ تو تھوڑی سی لے لیں...... بڑے مزے کی رس ملائی بنائی ہے بابو خان نے۔" بیلا نے ڈش مین کی طرف بڑھتے دانیال کو متوجہ کیا......

شام کو کھا لوں گا ابھی سویٹ کا موڈ نہیں ہے...... وہ خود کو سنبھال کر جواب دے رہا تھا

ساتھ ہی نیپ کھول کر ضرورت سے زیادہ اہتمام سے ہاتھ دھونے لگا نیپ بھی فل کھولی تھی پانی کے چھینٹے اُڑ رہے تھے اور کپڑے بھگو رہے تھے......مگر وہ کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔



تحریم شیخ صاحب کو ایپل کا فریش جوس پلا رہی تھی۔ شیخ صاحب آہستہ آہستہ سپ لے رہے تھے باپ کو جوس پیتا دیکھ کر تحریم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر محبت بھری مسکراہٹ کا نور پھیلا ہوا تھا۔

شیخ صاحب نے آدھا گلاس پی کر گلاس ہاتھ سے ایک طرف کر دیا اور نڈھال سے لہجے میں بولے۔ "بس" پاپا اتنا سا تو رہ گیا ہے یہ کوئی بھاری تو نہیں ہوتا۔ اس نے گویا منت کی۔

بس بیٹا......رکھ دو......تھوڑی دیر بعد پی لوں گا......جوس پینا بھی اس وقت میرے لئے مشقت سے کم نہیں۔ وہ کمزور سی آواز میں کہہ رہے تھے۔ تحریم اُداس سی نظر آنے لگی اس نے سائیڈ ٹیبل پر گلاس رکھ دیا اور سامنے سے ڈھانپ دیا۔

بس بیٹا ڈاکٹر سے پتہ کرو کب ڈسچارج کر رہے ہیں۔ میں گھر جانا چاہتا ہوں تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں......وہ سیدھا لیٹنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔

انشاء اللہ آپ بہت جلد گھر جائیں گے پاپا......ڈاکٹر جیسے ہی مناسب سمجھیں گے خود ہی ڈسچارج کر دیں گے وہ ان کو سنبھال کر احتیاط سے لٹاتے ہوئے بہت پیار سے کہہ رہی تھی۔ اس قدر پیار کرنے والے باپ پر تو گویا جان نثار کرنے کو دل چاہتا تھا جسے ہر حالت میں بیٹی کی فکر رہتی تھی پرائیویٹ ہاسپٹل ہے بیٹا......مریض لیٹا رہتا ہے بل بنتا رہتا ہے ان کا فائدہ ہے وہ کیوں چاہیں گے کہ مریض جلد گھر چلا جائے......وہ ہانپتے ہوئے بولے۔

ابھی آپ کو چوبیس گھنٹے میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے......بہت کمزور ہو گئے ہیں آپ۔ تحریم نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

اسی کمزوری سے تو خوف آ رہا ہے......یہ بجھنے والے چراغ کی آخری لو نہ ہو۔ وہ اداس لہجے میں بولے تو تحریم کا دل تڑپنے لگا اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔

ہم نے تمہارے لیے بہت اچھا لڑکا دیکھا ہے......ہمارے دل و دماغ سے اس کا تصور نہیں جاتا۔ ہم نے خان صاحب کو کہا ہے کہ ہماری اس سے بات کرا دیں تا کہ بات فائنل ہو۔ اب ہم تمہاری شادی میں ذرا سی تاخیر بھی نہیں کرنا چاہتے......گل ریز نے ہمیں دائمی مریض بنا دیا

ہے۔ بڑا احسان فراموش نکلا......ارے بھائی ہم تو اسے یہاں تک کہہ چکے ہیں کہ کوئی لڑکی اپنی دوستوں میں سے چن لو ہم تمہاری شادی بھی کر دیتے ہیں......خدا معلوم کیا ٹھان بیٹھا ہے۔ شیخ صاحب کی آواز آہستہ اور آہستہ ہوتی گئی۔ جبکہ تحریم اپنی جگہ پر گم صم سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

"لڑکا"......کون......دانیال......اوہ میرے خدایا......اس نے خوفزدہ سی نظریں اٹھا کر باپ کو دیکھا۔

پاپا......پلیز......ابھی آپ خود کو مت الجھائیں یہ بعد کی باتیں ہیں ابھی سب سے اہم بات آپ کی صحت ہے......یہ تھکا دینے والے خیالات آپ کیلئے بہت نقصان دہ ہیں۔ بس آپ اچھی اچھی باتیں سوچیے......اس نے سنبھل کر باپ کی دلجوئی کرنے کی کوشش کی۔

اچھی اچھی باتیں ہی تو سوچ رہے ہیں......تصور میں تمہیں ولی کے ساتھ دیکھتے ہیں تو روح میں توانائی سی دوڑنے لگتی ہے۔ عمر بڑھتی محسوس ہوتی ہے......بڑی نیک بخت عورت کی اولاد ہے۔

"وہ خود کلامی کے انداز میں بولے۔"

تحریم کے اعصاب جھنجھنانے لگے......ولی یہ نام اعصاب پر بھاری پتھر بن کر لگا تھا۔ اس نے بڑی بے بسی سے باپ کی طرف دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔ یہ تو ایک اور سخت امتحان آ پڑا ہے۔ وہ سہمی ہوئی سوچ رہی تھی......یا اللہ......اس مشکل کا کوئی تو حل ہو گا......دانیال......ولی......کیا مسئلہ ہے؟

"وہ اس وقت کسی قسم کی بحث نہیں چھیڑ سکتی تھی۔" خاموشی کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔



دانیال کے لیے تو یہ سب کچھ بہت شاکنگ تھا۔ اپنے کمرے میں آ کر اسپلٹ آن کر کے چند لمحے تو ٹہلتا رہا مگر خیالات بے ترتیب ہی رہے کوئی سرا ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا......اس کے اندر وثوق اور یقین تھا کہ ابھی حیا کی شادی منگنی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بڑے سکون سے وقت گزر رہا تھا۔ گمان کسی دھچکے کی زد میں آئے تو ہلچل معمولی ہوتی ہے یقین کا آئینہ ریزہ ریزہ ہو تو کرچیاں بہت باریک ہوتی ہیں اور دُور دُور تک بکھرتی ہیں جن کو سمیٹنا ناممکن ہوتا ہے یہ وہ صورتحال ہوتی ہے جہاں عقل لب بستہ اور لاجواب ہو جاتی ہے......نہ کسی دلیل کا آسرا نہ کسی تسلی کی تھپکی......جیسے انسان صحرا میں کھڑا ہو ٹیک لگانے کو کسی بوڑھے درخت کا تنا بھی نہ کیا وہ اماں

جان کو دل کی بات بتا دے......؟ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال اُبھرا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں...... حیا کو وہ ناپسند نہیں کرتیں...... انہیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے......؟ وہ بہت نرم مزاج ہیں میانہ روی سے چلتی ہیں...... شدت نہیں ہے...... صبر ہے...... حلم ہے...... سکون ہے...... وہ یقیناً اپنے بیٹے کے جذبات کو اہمیت دیں گی...... وہ خوش گمانی کے ٹھنڈے جھونکوں سے خود کو بہلانے لگا......

لیکن...... ممانی جان ایک بڑے بزنس مین کے سامنے میرے پرپوزل کو کیوں اہمیت دیں گی؟ ایک اور فکر نے اسے ستایا...... پھر ایک عجیب سی بے قراری شروع ہو گئی......

بہترین حل تو یہی ہے کہ حیا کو پکا کیا جائے پھر سردھڑ کی بازی لگا کر میدان کارزار میں چھلانگ ماری جائے۔ ابھی تک وہ احمق لڑکی شکوک اور اندیشوں میں الجھی ہوئی ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ایک تو یہ مسٹر سرمد پتہ نہیں کہاں سے کود پڑے...... لاہور میں کیا لڑکیاں نہیں تھیں...... اسے ایک دم سرمد کے خیال سے جھنجھلاہٹ ہونے لگی...... اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ موصوف کیریکٹر وائز صاف ستھرے نہیں ہیں وہاں ان کو جاننے والے لڑکی نہیں دے رہے ہوں گے جب ہی دوسرے شہر کی طرف نکل پڑے لیکن ان کے گھر سے تو بیلا کا رشتہ بھی آیا ہے...... یہاں آ کر سوچ رُک گئی......

”بھاڑ میں جائیں سب لوگ...... میں آج حیا سے فائنل بات کرتا ہوں...... زیادہ پریشان کریں گے تو بھگا کر لے جاؤں گا۔“ وہ بری طرح جھلا رہا تھا۔



اماں آپ بڑی اماں سے بات کریں...... میں رشتہ پکا تو نہیں کر رہی مگر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے...... طاہرہ بیگم کچن میں ثریا دادی سے کھسر پھسر کے انداز میں بات کر رہی تھیں۔

اے تو تم گلو سے کہہ دو کہ ہم لڑکا دیکھنا چاہتے ہیں اس کا گھر بار دیکھنا چاہتے ہیں۔ تم بات زیادہ سے زیادہ بک جھک لیں گی گل بانو...... جس طرف نظر اٹھاؤ لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ بلاوجہ بیٹی ذات کو گھر بٹھانا بھی گناہ ہے۔ نصیب کی بات کہ بے چارے کی مجبوری اللہ کو پیاری ہو گی۔ اس کا کیا قصور آخر زندہ انسان کو سب ہی کچھ چاہئے ہوتا ہے......

وہی تو میں سوچتی ہوں اماں اگر ایک مرد گھر سنبھال سکتا ہے اپنی بیوی کو خوش رکھ سکتا ہے تو ایک عورت کو اور کیا چاہئے۔ کمر جھک گئی میری محنت کرتے کرتے میرا خواب ہے میری بچیاں

کماتے پیتے گھروں میں بیاہی جائیں...... اور پھر اماں میں نے تو کوئی بھاگ دوڑ بھی نہیں کی سب اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے...... طاہرہ بیگم نے سبزی دھو کر چھلنی میں پھیلاتے ہوئے اسی طرح آہستہ آواز میں اپنے دل کی بات کہی۔

ٹھیک بولیں تم اور یہ حقیقت ہے کہ نہ ہم حور بانو جیسا اونچا گھرانہ سوچ سکتے تھے نہ گلو سے اُمید باندھے ہوئے تھے کہ وہ کوئی مال دار گھر کا رشتہ لے کر آئے گی۔ چار بچیاں سامنے بیٹھی تھیں مگر ہم بھی اللہ کے بھروسے پر صبر سے بیٹھے ہوئے تھے کہ دنیا میں آئی ہیں تو اپنا مقدر بھی ساتھ لائی ہیں۔ اور یہ تو اللہ نے کلام پاک میں کہہ ہی دیا ہے کہ جو کوئی اللہ پر بھروسہ رکھے اللہ اس کے لیے کافی ہے ہر دین ایمان والے کیلئے یہ کلام ڈھارس ہے۔ ثریا دادی نے مسالے کے ڈبے قرینے سے لگاتے ہوئے مدبرانہ انداز میں کہا۔

”بس اماں آپ بڑی اماں کو سنبھال لیجئے گا...... میں گل اماں کو فون کر کے بتا دیتی ہوں اور بات چلانے کو کہتی ہوں......“ طاہرہ بیگم کے اندر ایک ولولہ سا جاگ پڑا۔

مگر ایک بات ہے دُلہن...... دیکھو شرع میں شرم نہیں۔ پہلے بچی سے پوچھ لو سب کھول کے بتا دو...... اگر محسوس کرو کہ وہ شادی شدہ مرد سے شادی پر خوش نہیں ہے تو بات یہیں ختم کر دو کل کو خدانخواستہ کوئی بات ہوتی ہے تو وہ ہمیں ہی الزام دے گی کہ اس کی دو روٹی ہمیں بھاری تھی...... اللہ کو جان دینا ہے دُلہن۔ کب تک بیٹھے ہیں یہاں...... ثریا دادی نے بڑی سنجیدگی سے بہو کو مشورہ دیا۔

آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں...... میں پوچھ لیتی ہوں اس سے۔ اسٹور میں صفائی کر رہی ہے اچھا موقع ہے اکیلی ہے اس وقت...... آپ یہ ہانڈی دیکھ لیجئے گا...... میں آتی ہوں ابھی۔

”طاہرہ بیگم جلدی سے کچن سے باہر چلی گئیں...... “ایک طرح سے ان پر عجلت سوار تھی......

”ثریا دادی کو جیسے بہو پر ترس سا آ گیا اور آنکھوں میں نمی بھی۔ ان کے سینے سے ایک سرد آہ نکلی۔“

”اللہ تمہارا کلیجہ ٹھنڈا کرے۔“ ”اپنے بچوں کی بہاریں دیکھو۔ آمین۔



نگی بانو دادی نے اسٹور میں رکھے تمام چھوٹے بڑے صندوقوں اور بڑے بیگوں کے غلاف اطلوا رہے تھے جن پر ان کے ہاتھوں کی کشیدہ کاری تھی۔ حنا نے ان پر استری کی تھی اب بچھانے لگانے کی ڈیوٹی حنا کو تفویض ہوئی تھی۔ اسٹور میں رکھا ملکہ وکٹوریہ کے زمانے کا تحمل کا نام کھڑ کھڑ چل رہا تھا ہوا بہت اچھی دے رہا تھا گرمی مگر اس بلا کی تھی کہ حنا پسینے پسینے ہو رہی تھی۔

”طاہرہ بیگم اندر داخل ہوئیں اور بیٹی کو بھیگے ہوئے دیکھا تو تڑپ ہی گئیں.....“

”اکیلی لگی ہوئی ہو حیا کو ساتھ لگا لیتیں......“ انہوں نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

بجھی...... سب لوگ نازک اور کمزور ہیں میں پہلوان ہوں...... اس لئے وزن اٹھانے کا کام میرے ذمہ ہوتا ہے...... سب مفت سمجھتے ہیں میں کھاتی ہوں اب روٹی تو حلال کرنا ہے ماں امی...... حنا نے پسینے سے بھیگے بالوں کی لٹیں پیشانی سے ہٹاتے ہوئے ذرا تلخی سے کہا۔

”طاہرہ بیگم نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔“

بیٹے سب ہی کسی نہ کسی کام میں لگے ہوتے ہیں تمہیں اس طرح نہیں سوچنا چاہیے تمہاری دادیاں تو اس عمر میں بھی کبھی فارغ نہیں بیٹھتیں صبر اماں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ سترہ اٹھارہ ہزار تک کی سلائی ہو جاتی ہے شادیوں کے سیزن میں...... انہی کے تعاون کی وجہ سے جس کا فائدہ سب گھر والوں کو ہوتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے اچھا کھاتے پہنتے ہیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آتی پانچ ہزار مہینے کی کمیٹی بھی پڑی ہوئی ہے دو لاکھ ملیں گے تم لوگوں کی شادیوں پر کام آئیں گے۔ محنت سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہاتھ پاؤں دے محتاج نہیں بنایا۔ وہ اپنی بات کہنے کے لیے میدان ہموار کر رہی تھیں حنا پر ان کے سمجھانے کا خاطر خواہ اثر نظر آیا وہ بڑی تندہی سے اپنا کام کرنے لگی۔

”میں تم سے بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں۔ سب کے سامنے کرنے کی نہیں ہے۔“ وہ ذرا ہچکچاتے ہوئے بولیں......

”تو بائی ضروری بات اس گرم اسٹور میں آپ کو گرمی نہیں لگ رہی؟“ حنا نے ضرورت پر کور پھیلاتے ہوئے بیزار سے لہجے میں کہا۔

بعض مرتبہ کوئی ایسا مسئلہ آپڑتا ہے کہ انسان کو گرمی سردی کا ہوش ہی نہیں رہتا۔ میں جوان بیٹیوں کی ماں ہوں ہر وقت فکر رہتی ہے دل چاہتا ہے کہ بس جلد سے جلد بچیاں اپنے گھر والی ہو جائیں۔ جوان بچیوں کی بہت ذمہ داری ہوتی ہے۔

آپ ضروری بات کیجئے امی بلاوجہ پسینے میں بھیگ رہی ہیں۔ حنا نے ایک اچھی کیس اٹھایا اور لگانے پر رکھ دیا اور کور اٹھانے لگی۔ اسے بات سننے سے زیادہ کام نمٹا کر اسٹور سے باہر نکلنے کی جلدی تھی اسی لیے بڑی لاپرواہی سے ماں کی بات کاٹ دی تھی۔

وہ تمہاری کول نانی تمہارے لیے ایک رشتہ لے کر آئی ہیں تمہاری رضامندی لینا ضروری ہے تاکہ بات آگے بڑھائی جائے۔ طاہرہ بیگم نے اس کے قریب ہو کر رازدارانہ انداز میں کہا۔

حنا کی تو یکلخت ذہنی حالت بدل گئی...... ماں سے نظریں چرانے لگی...... اور پچھلی چیزوں میں خوامخواہ ہاتھ مارنے لگی جیسے کچھ تلاش کر رہی ہو۔ ایک افتاد پڑ گئی تھی گویا......

تمہاری رضامندی کے بغیر ہم کچھ نہیں کریں گے یہ ذہن میں رکھنا...... انہوں نے ایک لحاظ سے حنا کو تسلی دی وہ پلٹ کر تعجب سے ماں کو دیکھنے لگی......

امی...... میں سمجھی نہیں...... مجھے اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے...... دونوں دادیوں کے سامنے تو کوئی کچھ بول ہی نہیں سکتا...... آپ کو ان کی رضامندی کیلئے کوشش کرنا چاہیے...... اور پھر...... وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی......

”ہاں...... ہاں...... بولو بیٹا...... جو دل میں ہے وہ کہہ دو ماں سے......“ طاہرہ بیگم ادھوری بات پر جیسے تڑپ کر رہ گئیں......

امی...... کول نانی میری بات کیوں کر رہی ہیں۔ مجھ سے پہلے تو آپا (ہما) ہیں پہلے ان کی بات کرنا چاہیے حنا نے نظریں چراتے ہوئے قدرے پیٹھ موڑتے ہوئے کہا......

ایک لمحے کو تو طاہرہ بیگم لاجواب سی ہو کر رہ گئیں۔ بلکہ گھبرا سی گئیں...... کوئی لڑکی ایسے بھی نہیں آیا تھا کہ کہہ دیا جاتا آنے والوں کو چاروں لڑکیوں میں حنا پسند آئی ہے۔

اور یہ کہنا بھی نہایت مشکل تھا کہ ہما تمہارے مقابلے میں سلم اور نازک ہے اس کا کہیں بھی آسانی سے رشتہ ہو سکتا ہے تم ذرا بھاری جسم کی ہو اس لیے تمہاری شادی میں مشکل ہو سکتی ہے۔

دراصل میں کول اماں کا خیال ہے کہ حنا میں نرمی اور برداشت بہت ہے بچوں سے بہت پیار کرتی ہے...... کام کرنے میں پھرتیلی ہے...... ہنسی مذاق والی ہے مزاج بہت اچھا ہے۔ ہر کسی سے گھل مل جاتی ہے...... لڑکے کی عمر تینتیس سال ہے۔ بنگلہ گاڑی سب کچھ اللہ نے دیا ہوا ہے تین سال ہوا چار سال پہلے شادی ہوئی تھی بیوی کی دوسری ڈلیوری ڈیتھ ہو گئی چھوٹے

دو بچے ہیں...... لڑکے کی بہت تعریف کر رہی تھیں کہ شکل وصورت سے بھی اچھا ہے اور بہت ہی
شریف ہے حنا مجبور کی بڑی سی ٹوکری اٹھائے منہ کھولے ہکا بکا سی ماں کی شکل دیکھ رہی تھی...... ان
کے خاموش ہوتے ہی ذرا چونکی اور سنبھلی پھر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ٹوکری ٹھکانے پر رکھتے
ہوئے بولی۔

"اوہ...... میں سمجھ گئی...... "آپا نے انکار کر دیا ہوگا اس لیے آپ لوگ اب مجھ سے
پوچھ رہے ہیں پھر اس نے پلٹ کر ماں کی طرف دیکھا اور دھیرے سے زہریلی ہنسی ہنس کر بولی۔

ہم جیسے گھروں کی اور ہم جیسی لڑکیاں لوگوں کو نظر ہی تب آتی ہیں جب ان کی بیوی مر
جاتی ہے یا طلاق لے کر بھاگ جاتی ہے پہلی پہلی شادی کرتے ہیں تو بہت اونچی اڑان اڑتے ہیں
کسی جاگیردار کی بیٹی یا بہت بڑے بزنس مین کی بیٹی ہو بہت خوبصورت ہو...... جہیز میں جا بجا
لائے۔ دراز قد ہو دبلی ہو...... شاندار سا ڈیکوریشن پیس ہو جس سے گھر کی آرائش میں اضافہ
ہو......

ارے بیٹی وہ کوئی شوقین مزاج تو دولہا نہیں ہے نصیب پھوٹ گئے بے چارے کے
اتنی ہی عمر لائی تھی وہ کوئی موت کو بھی روک سکا ہے اس میں اس بے چارے کا کیا قصور۔ طلاق دی
دی ہوتی تو سوچا جا سکتا تھا کہ پتہ نہیں کس مزاج کا ہے کہیں اسی کی غلطی کی وجہ سے عورت نے
طلاق نہ لی ہو۔

بیٹی دل میں برا نہ سوچو...... وقت سے پہلے بوڑھی ہو رہی ہوں بہت قریب سے دیکھا
ہے دنیا کو دیکھو اس کا بسا گھر اجڑ گیا معصوم بچے ماں سے محروم ہو گئے اس اجڑے گھر کو جو کوئی
بھی بسائے گی وہ اس کی کسی نعمت کی طرح قدر کرے گا سر آنکھوں پر بٹھائے گا...... خدانخواستہ کوئی
جھگڑا ہوا تو سمجھوتے کا راستہ نکالے گا مگر دوسری مرتبہ گھر کو عورت سے خالی دیکھنا پسند نہیں کرے
گا۔

میں تمہاری ماں ہوں تمہارا برا تو نہیں چاہ سکتی...... اور یقین کرو گول اماں نے تو ابھی
نام ہی نہیں لیا وہ تمہارے لیے ہی کہہ رہی ہیں...... تم سوچ سمجھ لو جو میں بولی ہوں اس پر اچھی طرح
غور کر لو۔ دل مانے تو ٹھیک ورنہ ہم تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کریں گے خواہ ہمیں یہ رشتہ کتنا ہی
پسند ہو۔

ان کے آخری جملے نے جادوئی انداز میں حنا کا اعصابی تناؤ ختم کر دیا تھا وہ

دیکھیں نظر آنے لگی...... اور اپنا کام جلدی جلدی نمٹانے لگی...... یوں جیسے خاموشی کی زبان میں کہہ
رہی ہو کہ جب آپ کو جلدی نہیں تو پھر مجھے اپنا کام ختم کرنے دیں۔

"ہم بہر حال لڑکے کو گھر بلائیں گے تاکہ تم ایک نظر دیکھ لو......" طاہرہ بیگم اسے مطمئن
اور نارمل دیکھ کر خوش گمانی کے جھولے جھولنے لگیں......

"حنا اسی طرح اپنے کام میں مصروف تھی جیسے طاہرہ بیگم اس کے بجائے دیواروں سے
باتیں کر رہی ہوں۔"



ہما نیچے دری چادر بچھائے کپڑے استری کر رہی تھی برآمدے میں روم کولر اور چھت کا
پنکھا فل اسپیڈ سے چل رہا تھا روم کولر کا مخصوص شور ماحول میں اترا ہوا تھا اس لیے گھر میں ادھر ادھر
کمرے بیٹھے بات کرنے والوں کی بات صاف سنائی نہیں دیتی تھی بظاہر یوں لگتا تھا کہ سب
خاموش ہیں۔

گرمی کی تپتی دوپہر میں برسوں سے یہ اہتمام ہوتا تھا روم کولر میں پانی ڈال کر چلا دیا جاتا
چقیں گرا دی جاتیں ساتھ پنکھے بھی چلتے اور سارا گھر اس ٹھنڈے "لونگ روم" میں آ بیٹھتا اپنے
اپنے کام لے کر۔ دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ بھی یہیں ہوتا۔ صادق حسین تو شاذ ہی دوپہر کو گھر میں
نظر آتے تھے...... مگر اپنے کمرے ہی میں رہتے تھے۔ ثریا دادی کلپتی رہتیں...... کہ سب ٹھنڈی جگہ
ہیں اور ان کا بیٹا پنکھے کی گرم ہوا میں سنک رہا ہے۔

آج "لونگ روم" میں کوئی ڈیرہ ڈالا نظر نہیں آ رہا تھا سب ہی ادھر اُدھر کونوں میں
گھسے ہوئے تھے اچانک حرا ادھر اُدھر دیکھتی ہما کی طرف بڑھی جیسے کوئی خاص بات کرنے آ رہی
ہو...... ہما نے بھی اس کا انداز دیکھ کر دلچسپی سے اس کا جائزہ لیا تھا...... سب سے چھوٹی ہونے کی
وجہ سے ہما کو اس سے خاص انسیت تھی اور اسے ہما سے ہمیشہ مارجن ملتا تھا اور درحقیقت وہ اس کے
نخرے بھی اٹھاتی تھی...... ہما نے ہاتھ کی گردش روکی استری اسٹینڈ پر ٹکائی......

"تو یہ آپا آپ نے تو اچھا بھلا ٹھنڈا ٹھکانہ استری سے دوزخ بنا دیا ہے" وہ اس کے
پہلو میں بیٹھتی ہوئی بولی پھر سرگوشی میں بولی......

آپا میرے پیٹ میں بہت زور سے درد ہو رہا ہے...... بڑی بڑی خبریں پتھر کی طرح
گھوم رہی ہیں اتنا کہہ کر وہ شریر انداز میں ہنسی۔ ہما نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا ہونٹوں پر

مسکراہٹ کا تھا بھی تھا پھر بڑی دلچسپی سے پوچھا......

"خیریت جلدی سے ملیحین نشر کر کے ہلکی ہو جاؤ اس سے پہلے کہ کوئی آجائے اور پھر ورک میں خرابی پیدا ہو جائے......" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اپنا کام کرنے لگی......

"آپا...... وہ عائشہ پھوپھو کے ساتھ جو حور بانو آنٹی آئی تھیں ناں......" وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"ہاں...... ہاں...... ہما کا دل بڑے زور سے دھڑکا......" ان کی آمد کا مقصد اسے پتہ تھا۔ اس نے ہاتھ روک کر حرا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا......

"انہوں نے حبا آپی کا رشتہ مانگا ہے......" صادقہ پھوپھو نے چھوٹی دادی کے ہاتھوں بھجوایا تھا جو وہ لاہور سے لائی ہیں......

حبا کا...... کیا مطلب......؟ حیرت آمیز دھچکے نے ہما کو بے ربط سا کر دیا...... ان دنوں جب حور بانو ان کے گھر میں آئی تھیں حنا یا حبا نے اسے ایک تصویر دکھائی تھی اور سرمد نام تھا تب سے یہ نام اس کی سماعتوں میں گنگناتا رہتا تھا ان کے انداز و اطوار بتاتے تھے وہ اس گھر میں رشتہ کرنے کی دل و جان سے خواہش مند ہیں...... تب سے ہما نے آنکھوں پر ساعتیں ٹھہرا دی تھیں مگر...... اس نے حرا کی طرف الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا جیسے سماعت کا دھوکہ ہوا اس نے غلط سے سنا ہو۔

آپا...... یہ تو کوئی بات نہیں...... آپ تو بلکہ حبا آپی سے زیادہ اچھی ہیں اور پھر ان کا تیسرا نمبر ہے آپ دونوں سے پہلے ان کی شادی تو ہو ہی نہیں سکتی اور ہونی بھی نہیں چاہیے......" وہ بڑی سادگی سے اپنے دل کی بات کہہ رہی تھی......

"تم نے خود پڑھا ہے خط یا کسی سے یہ بات سنی ہے؟" ہما نے خود پر قابو پا کر بڑے ہی اور سنجیدگی سے پوچھا اگرچہ دل کی کیفیت اس کے برعکس تھی۔

"میں نے خود پڑھا ہے ابھی...... دھلے کپڑے رکھنے گئی تھی ان کے صندوق میں اوپر ہی پڑا ہوا تھا لفافہ میں نے سوچا پتہ نہیں اتنے خوبصورت لفافے میں کیا ہے...... لفافہ کھولا تو اس میں سے ریڈ کلر کا کاغذ نکلا اس پر گولڈن پنسل سے خط لکھا ہوا تھا۔ نیچے حور بانو آنٹی کا نام دیکھ کر میں نے پڑھ لیا تھا۔



دانیال شام کو گہری نیند سے ہڑبڑا کر جاگا تھا اور ٹائم دیکھا تھا۔ شام کے چھ بج رہے تھے وہ بستر سے چھلانگ مار کر اترا اور جلدی سے واش روم میں گھس گیا اسے چند منٹ کے اندر تیار ہونا تھا حبا ساڑھے سات بجے اپنے کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ سے باہر آتی تھی اور وہ ایک دن کی بھی تاخیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

جلدی جلدی نہا دھو کر کپڑے بدلے بائیک کی چابی اٹھائی گیلے بالوں میں الٹا سیدھا برش چلایا اور باہر آ گیا اس نے ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کہ گھر کا کوئی فرد کہاں کھڑا اور بیٹھا ہے بائیک اس نے فل اسپیڈ میں دوڑائی تھی۔ اور ٹھیک سات بجے انسٹیٹیوٹ کے گیٹ پر تھا۔ چند لمحے بعد ہی لڑکے اور لڑکیاں گیٹ سے باہر آنا شروع ہو گئے وہ ایک ایک کی سمت غور دیکھ رہا تھا ابھی تک حبا نظر نہیں آئی تھی...... اندر ایک بے چینی سی شروع ہو گئی۔

پتہ نہیں وہ آج آئی بھی ہے یا نہیں؟ اب اندیشے سرسرانے لگے وہ بائیک سے اتر کر بیزاری سے ٹہلنے لگا...... اچانک اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں حبا ایک لڑکی سے باتیں کرتی باہر آ رہی تھی وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا...... حبا اسے دھیان سے چونک پڑی اور پریشان سی ہو کر دانیال کی طرف دیکھنے لگی...... بڑی سی چادر میں لپٹی ہوئی تھی اس طرح سے کہ تقریباً کپڑے پورے ہی چھپ گئے تھے...... چہرہ ہمیشہ کی طرح سادہ تھا......

"السلام علیکم......" دانیال نے بہت آہستہ آواز میں سلام کیا تھا۔ حبا کے ساتھ باہر آنے والی لڑکی سوالیہ نظروں سے حبا کا چہرہ دیکھنے لگی...... حبا سنبھل کر مسکرائی......

"میرے کزن ہیں......" پھر دانیال سے بولی......

"خیریت ہے ناں......؟" "کیسے آئے......؟"

جلدی چلو...... نانی جان کی طبیعت بہت خراب ہے...... دانیال نے بڑی عجلت دکھائی اور نانی جان کا نام لے کر لڑکی پر حبا سے رشتے داری کا سکہ جما دیا تا کہ اسے کسی قسم کا شک نہ ہو۔

"ہیں...... کون سی نانی جان...... بڑی یا چھوٹی......؟" حبا کچھ حواس باختہ ہو گئی۔

"جلدی سے بیٹھو...... دیر ہو رہی ہے...... گھر جا کر دیکھ لینا......" دانیال نے اپنی ایک ایکٹنگ سے ایمرجنسی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"حبا ساتھی لڑکی کی طرف متوجہ ہوئی۔" اور دھیما سا مسکرائی......

"ٹھیک ہے پھر میں چلتی ہوں...... اگر دادی جان کی طبیعت ٹھیک ہوئی تو کل آؤں

گی۔ "خدا حافظ" لڑکی نے بھی جواباً الوداعی ہاتھ ہلایا......

"حیا بائیک کی طرف بڑھی دانیال اسٹارٹ کر رہا تھا۔" بائیک اسٹارٹ ہوتے ہی وہ بیٹھ گئی۔

"دانیال نے گویا گھوڑے کو ایڑ لگائی......" بائیک ہوا سے باتیں کرنے لگی حیا کو خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا......

"ٹھیک سے چلائیں...... کیا مجھے راستے میں پھینک کر جائیں گے۔" وہ اپنی شال اور چادر سنبھالتے ہوئے جھلائی......

"ایمرجنسی ہے یار...... اس نے تیزی سے موڑ کاٹا۔" حیا نے بے اختیار اس کا بازو تھام لیا......

"یہ تو بتائیں کس کی طبیعت خراب ہے چھوٹی دادی کی یا بڑی دادی کی......" حیا از حد پریشان ہو گئی۔

"دونوں کے لاڈلے نواسے کی طبیعت خراب ہے وہ دونوں اللہ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ اب تم ایزی فیل کرو۔" دانیال نہایت اطمینان سے گویا ہوا......

"کیا ڈرامہ کر رہے ہیں...... جلدی سے بتائیں کیا مسئلہ ہے۔" حیا بری طرح الجھ گئی......

"کس قدر احمق لڑکی ہے چپکتی ہوئی بائیک پر خوشبودار کزن کے ساتھ بیٹھی ہے اور پریشان ہے ٹھنڈی ہوا میں سکون کا سانس نہیں لے سکتی۔" دانیال بڑی ترنگ میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے خوشبودار کزن کے ساتھ بائیک پر بیٹھنے کا......" وہ چڑ کر بولی......

"کار میں بھی بٹھاؤں گا...... فکر کیوں کرتی ہو۔" وہ شرارت سے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر مسکرا رہا تھا......

"مجھے آپ یہیں اتار دیں...... یہاں سے مجھے بس مل جائے گی...... اور پلیز آئندہ میرے ساتھ اس قسم کا مذاق مت کیجئے گا......" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اپنے بے وقوف بنائے جانے پر بری طرح غصہ آ رہا تھا۔

"تمہیں بس میں ہی بٹھاؤں گا گھر پر چھوڑنے نہیں جاؤں گا...... بس ایک منٹ کی بات

ضروری بات کرنا ہے تم سے...... وہ سامنے اسنیک بار کا لان ہے" "بیوٹی کارنر" لکھا نظر آ رہا ہے۔ "وہاں بیٹھتے ہیں میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گا...... پرامس......" اب وہ ذرا سیریس ہو کر کہہ رہا تھا۔

"یہ ضروری بات گھر میں نہیں ہو سکتی تھی......" حیا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا مگر بظاہر بور ظاہر کر رہی تھی کہ جیسے دانیال نے کوئی بہت غلط حرکت کی ہو۔

"نہیں ہو سکتی تھی تب ہی تو باہر سے اڑا لایا ہے تمہیں......" وہ بائیک پارکنگ لاٹ میں کھڑی کرتے ہوئے بولا "لینگویج پلیز...... میں اس طرح کی لڑکی نہیں ہوں جس کو اڑایا جا سکے......" حیا نے خفگی سے کہا۔

"اور مجھے یہ بھی اچھا نہیں لگتا کہ گھر والوں سے چھپ کر باہر کسی سے باتیں ملاقاتیں کروں...... گلٹی فیل ہوتا ہے۔"

"مجھے......" وہ دانیال کے پیچھے چلتے ہوئے کہہ رہی تھی لہجے میں بڑی بے مروتی تھی۔"

"تمہاری بھی تو شاہانہ باتیں ہیں جو مجھے کسی اور طرف دیکھنے نہیں دیتیں...... کیا تمہارا لیو (Leo) ہے" اس نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ ذرا سا مڑ کر حیا کی طرف دیکھا......

"نہیں...... میرا اسٹار ٹورس (ثور) ہے...... گیارہ مئی کو پیدا ہوئی تھی میں...... ہم جیسے لوئر مڈل کلاس لوگوں کی فیملی میں Leo کہاں پیدا ہو سکتا ہے...... بڑا مہنگا پڑتا ہے Leo......" وہ ایک تلخ ہنسی ہنستے ہوئے بولی۔

"واہ بھئی بڑی ٹانچ ہے اسٹار تو...... میرا دل چاہ رہا ہے میں تم سے مزید امپریس ہو جاؤں۔" دانیال کے لئے حیا کی رفاقت چند منٹ کی سب سے خوبصورت وقت تھی...... الجھنوں کے باوجود اس کا موڈ خوشگوار ہو چکا تھا۔ وہ اس ٹیبل کی طرف بڑھ رہا تھا جو بہت آخر میں تھی اور وہاں لائٹ بھی بہت ہلکی تھی......

"بس آپ جلدی سے اپنی ضروری بات کیجئے...... مجھے دیر ہو رہی ہے...... امی پریشان ہو رہی ہوں گی" حیا نے بیٹھتے ہوئے اپنی ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی...... یہ طاہرہ بیگم اور دونوں دادیوں کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ من چاہی رفاقت میسر آنے کے باوجود چوری اور چھپن چھپائی سے ملنے پر پریشان ہو رہی تھی۔ "میں خود بھی یہ سب کچھ پسند نہیں کرتا حیا۔ اپنے پیرنٹس کے ساتھ دھوکہ کرنا چاہتا ہوں نہ کسی اور رشتے کے ساتھ مگر سخت مجبوری کی وجہ سے یہ قدم اٹھانا پڑا...... مجھے آج صبح ہی پتہ چلا کہ لاہور سے تمہارا پرپوزل آیا ہوا ہے...... میرے لئے تو یہ بہت بڑا دھچکا

ہے...... دانیال بولنا شروع ہوا ہی تھا کہ ویٹر آ کھڑا ہوا...... دانیال نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا...... دو کوک فی الحال ابھی یہی لے آؤ...... اس نے جلدی سے ویٹر کو ٹہلایا۔

حیا کا دل تیزی سے دھڑک اُٹھا...... اگر دانیال اس طرح ری ایکٹ نہ کرتا تب بھی وہ بجھ جاتی ٹوٹ جاتی اس کے اندر توانائی کی لہریں اُبھرنے لگیں...... خون گرم ہو گیا...... اپنی ذات بڑی اہم اور معتبر محسوس ہوئی دیکھو حیا...... In Short تم یہ پرپوزل منظور نہیں کرو گی تو کیا ہو جائے...... میرا انتظار کرو گی اعتبار کرو گی...... اگر میرے جسم میں روح موجود ہے تو تمہارے علاوہ کوئی اور لڑکی میری زندگی میں نہیں آ سکتی......

مجھے سبق پڑھانے سے کہیں بہتر تھا کہ آپ پھوپھو سے بات کر لیتے...... میں کیوں پھر گھر والوں سے اعلانِ جنگ کروں...... حیا نے اپنی فطرت کے مطابق گویا جھگڑے سے بچا۔ ویٹر کولڈ ڈرنک رکھ گیا تھا دانیال نے ایک حیا کے سامنے سرکائی اور ایک اپنے سامنے رکھ کر سپ لینے لگا۔

مجھے کیا کرنا ہے مجھے پتہ ہے تمہیں سبق پڑھانا اس لیے ضروری تھا کہ تم سے بھی تو پوچھا جائے گا یا پوچھا جا سکتا ہے...... اگر تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شک رہا تو تم ہتھیار بھی ڈال سکتی ہو۔ میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ تم میرا اعتبار کرو...... میں تمہارے لیے بہت سیریس ہوں اور تمہارے ساتھ ٹوٹلی سنسیئر ہوں...... ذرا سا بھی شک کرو گی تو ہم دونوں کا بہت بڑا نقصان ہو جائے گا۔ دانیال نے گہری نظروں سے اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے بہت آہستہ آواز میں کہا تو حیا نے اپنی نظریں اُٹھائیں...... یقین کے دیے آنکھوں میں روشن تھے ہونٹوں پر ناز آفریں بڑی مغرور سی مسکراہٹ تھی...... زندگی اتنی خوبصورت بھی ہوتی ہے...... یہ جیسے انکشاف ہوا تھا۔

''اس نے جلدی جلدی کولڈ ڈرنک کے چند گھونٹ بھرے اور فائل اُٹھا کر کھڑی ہو گئی۔'' اور نظریں اُٹھائے بغیر بولی۔

''اب چلیں؟ اتنا بھرپور جواب تھا کہ خطابت کے اُصول دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔''

♥♥♥

شیخ صاحب گہری نیند سو رہے تھے۔ بے کراں خاموشی سے گھبرا کر تحریم لان میں نکل

آئی تھی۔ لان میں بہت رونق تھی...... جگہ جگہ لوگ گروپ کی شکل میں بیٹھے دکھائی دیے...... وہ ادھر اُدھر ٹہلنے لگی ذہنی خلفشار اپنے عروج پر تھا...... آس پاس کوئی ایسا نہیں تھا جو اس کے سوالوں کا جواب دے سکے جب سے شیخ صاحب نے ولی کا ذکر کیا تھا وہ اُلجھن میں تھی...... پاپا اگر ولی کو پسند کر چکے ہیں تو دانیال......؟؟

اس دن وہ دونوں گھر پر آئے تھے اور میں نے لفٹ میں ٹھیک سے کچھ سنا نہیں...... وہ اُلجھ رہی تھی۔

یہ کیسا موڑ آیا ہے زندگی میں......؟ باپ کا خیال کر کے عمر بھر کی اذیت کا سودا کر لوں ایک سرپھرے اور غیر ذمہ دار کو ہم سفر بنا لوں......؟ گل ریز سے نجات پانے کا کیا صرف ایک ہی راستہ ہے؟؟ اس کو بہت ساری دولت دے کر بھی تو آسانی سے جان چھڑائی جا سکتی ہے...... اور پاپا اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوں گے کہ اپنی محنت کی کمائی ایک بلیک میلر کے حوالے کر دیں۔

پتہ نہیں اسے کیا سرخاب کے پر لگے ہیں ان ''چھچھوروں'' میں کہ پاپا لٹو ہوتے جا رہے ہیں کیا شہر میں اچھے لڑکوں کا قحط پڑ گیا ہے......؟ وہ بری طرح جھلا کر سوچ رہی تھی۔ بیٹھتی بھی اُٹھ کر بے قراری سے ٹہلنے لگتی......

بہر حال یہ طے ہے کہ میں ان دونوں میں سے کسی سے شادی نہیں کروں گی...... گل ریز سے تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا...... بس آخری حل یہی ہے کہ میں اور پاپا فواد بھائی کے پاس ہی شفٹ ہو جائیں یہاں مڑ کر بھی دیکھیں بھی نہیں......

شادی پرفیکشن کی گارنٹی نہیں ہے...... بے شمار عورتیں شادی کے بینیفٹ سے ہمیشہ بلکہ مرتے دم تک محروم رہتی ہیں...... بس یہ بات پاپا کو سمجھانا ہو گی...... اپنے تئیں تحریم فیصلہ کر کے پُرسکون ہو گئی...... اب وہ آرام سے سو سکتی تھی۔

♥♥♥

آج تو بڑی اماں سویرے ہی گھر سے نکل پڑیں...... مجھے یقین ہے وہ ضرور گول اماں کی طرف جائیں گی۔ طاہرہ بیگم نے ثریا دادی سے خدشات ادھ سوئی آواز جو بے حد آہستہ تھی کہا۔

اے ہٹاؤ دلہن...... کرنے دو انہیں اپنی سی...... جو مقدر میں لکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا...... ہونی کو کون ٹال سکا ہے تم حوصلہ رکھو اور اللہ پر بھروسہ رکھو...... ثریا بیگم نے بہو کو بڑی اپنائیت سے تسلی دی۔

بس یہی ڈر ہے کہ اماں گول اماں پرنہ چڑھ دوڑیں کہ کمہار پر بس نہ چلا تو گدھے کے کان اینٹھ دیے۔

''طاہرہ بیگم ہنوز متفکر تھیں......''

ارے گولو بھی انجان نہیں ہے سب سمجھتی ہے...... اللہ بہتر کرے گا...... اب تم حبا کی طرف دھیان دو اور یہ ذہن میں رکھو کہ حور بانو نے حبا پر پوری نیت کرلی ہے وہ آسانی سے دستبردار نہیں ہوں گی۔ اتنا اچھا رشتہ ہے یہ ہاتھ سے نہیں جانا چاہیے...... ثریا بیگم نے بہو کا ذہن دوسری طرف لگانے کی کوشش کی۔ وہ تو ٹھیک ہے اماں...... مگر مجھے ہما کا بھی خیال آتا ہے۔ وہ کیا سوچے گی؟ حبا کیلئے گول اماں رشتہ لائیں۔ حبا کے لئے حور بانو کہہ رہی ہیں...... ہما سب سے بڑی ہے اس کا کسی نے نام ہی نہیں لیا۔ آخر سب سے بڑی ہے اور کوئی کمی بھی نہیں ہے...... میں سوچ رہی ہوں کہ حبا والے رشتے کی بات ہما کیلئے کیوں نہ کرلی جائے...... لڑکے کی طرف سے تو حبا کا رشتہ نہیں مانگا جا رہا...... یہ تو گول اماں کا مشورہ ہے...... ہما سے ہو یا حبا سے لڑکے کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا...... طاہرہ بیگم خیال آرائی کرنے لگیں بات تو تمہاری ٹھیک ہے دلہن...... اصل میں گولو یہ سوچ کر حبا کی بات کررہی ہے کہ ہما کو تو اچھا رشتہ آسانی سے مل ہی جائے گا حبا ذرا بھاری جسم کی ہے اس لئے عمر کی زیادہ دکھتی ہے اس کا رشتہ ذرا مشکل سے ہوگا...... بہر حال تم ماں ہو اپنے دل سے پوچھو جو دل کہے وہ کرڈالو۔ بٹھانا تو کسی کو نہیں ہے سب ہی کی کرنا ہے...... یہ سوچنا پڑھانا تو انسان کی سوچ ہے شادی تو مقدر سے ہوتی ہے ثریا بیگم نے پھر بہو کو تسلی آمیز لہجے میں سمجھاتے ہوئے کہا......

ٹھیک ہے اماں...... میں ہما کے باپ سے بات کرکے دیکھتی ہوں...... اور رہی حبا تو سمجھیں اس کا تو حور بانو آپا کے ہاں رشتہ میں دے چکی...... آخر کہیں تو کرنا ہی ہے...... اس میں سوچ بچار کیا۔ طاہرہ بیگم نے بالآخر اپنا فیصلہ سنا دیا...... ثریا بیگم چند لمحے چپ سی ہوکر کچھ سوچنے لگیں...... چند دن پہلے اندر ایک پھانس سی گڑی تھی خلش سی ہونے لگی۔ انہوں نے عینک کے عدسوں کے پیچھے سے جھانک کر بہو کا چہرہ دیکھا پھر نظریں جھکا کر بولیں...... آواز پست اور لہجہ دبا سا تھا۔

''حبا سے بھی پوچھ لینا...... یہ بھی شریعت ہے...... اور بیٹی کا حق ہے...... ایسا نہ ہو کہ فرض ادا کرنے کی عجلت میں حق تلفی کا گناہ ہو جائے۔

''طاہرہ بیگم نے چونک کر ساس کی شکل دیکھی اور بڑی الجھن و حیرت سے پوچھا۔''

''کیا مطلب اماں......؟'' وہ کیا کہے گی اور ہمارے فیصلے پر کیوں اعتراض کرے گی......؟ ہم سے زیادہ اس کی بہتری کیلئے کون سوچ سکتا ہے۔

وہ تو تمہاری بات ٹھیک ہے دلہن...... یہ وقت ذرا پیچھا اور ہے آج کل لڑکیاں مردوں کی طرح پڑھائی کر رہی ہیں نوکری کر رہی ہیں باہر نکلتی ہیں دنیا دیکھتی ہیں...... میل جول میں آزاد ہیں...... کسی کو پسند بھی کر لیتی ہیں...... ہمارے وقتوں کی طرح نہیں کہ لڑکی کو شروع ہی سے پتہ ہوتا تھا کہ جہاں ماں باپ نے کرنا ہے وہیں کرنا ہے...... ثریا بیگم بڑے پروقار انداز میں کہہ رہی تھیں۔

''طاہرہ بیگم متوحش سی نظروں سے ساس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں......'' دل انجانے خدشے سے کانپنے لگا تھا۔

''ثریا بیگم اتنی لمبی بات بلاوجہ نہیں کرسکتی تھیں۔'' کہ آج سے پہلے اس گھر میں لڑکی کی اپنی پسند کے بارے میں کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

''اماں...... آپ کھل کر بات کریں...... میں حوصلہ کرلوں گی......'' انہوں نے خود پر قابو پاتے ہوئے بڑے مضبوط لہجے میں کہا......

ارے تم پتہ نہیں کیا سوچنے لگیں...... کوئی بات ہو تو کھل کر بولوں...... دنیا کی چال دیکھتے ہوئے ایک بات کر بیٹھی تم سے...... ثریا بیگم نے نظریں چرا کر پیک تھوکنے کیلئے جھک کر اگالدان تلاش کرتے ہوئے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا......

''ٹھیک ہے اماں...... آپ کہتی ہیں تو بات کرلوں گی۔'' طاہرہ بیگم نے اب ذرا کھل کر سانس لیا۔

دیکھو بیٹا...... اصولی بات ہے...... عورت ہو یا مرد ہیں تو انسان...... خواہشات تقاضے تو فطرت کی طرف سے سب کو ملتے ہیں...... خوشی کے کام میں سب کی خوشی کا خیال ہونا چاہیے...... بہو کو سنبھلتا پاکر ثریا دادی نے تقویت پکڑی اور نارمل نظر آنے لگیں......

آپ ٹھیک کہتی ہیں اماں...... سارے ہاتھ سے کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے...... طاہرہ بیگم نے پاؤں تخت سے نیچے اتارتے ہوئے تھکے تھکے لہجے میں کہا...... اور چپل پاؤں میں اڑس کر اٹھ کھڑی ہوئیں......

♥♥♥

شیخ صاحب آج ٹیک لگا کر بیٹھے تو نور محمد خان صاحب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ ان کے اپنے وجود میں توانائی برق بن کر دوڑنے لگی...... چہرے پر بھی اور روحانی خوشی کی چمک تھی...... بے اختیار ہو کر آگے بڑھے گا ہے شیخ صاحب کا ہاتھ تھام کر بچوں کی طرح خوشی ہونے لگے۔

یقین کریں شیخ صاحب ہم تو آپ کو دیکھ کر جیسے نئے سرے سے جی اٹھے ہیں......اللہ آپ کو اچھی صحت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ وہ فرط مسرت سے مغلوب ہوئے جا رہے تھے۔

بس یہ آپ کی اور میری بیٹی کی پرخلوص دعاؤں کا کرشمہ ہے......ہم مالک حقیقی کے شکر گزار ہیں جس نے ہمیں مہلت دی تا کہ اپنے ضروری فرائض سے سبکدوش ہو جائیں۔ آپ کی طرح ولی آفندی کو بلوائیے تو سہی...... ہم اس سے بات کر کے تو دیکھیں...... ہوسکتا ہے وہ راضی ہو ہی جائے......ایک کوشش کر دیکھتے ہیں۔ شیخ صاحب گھوم پھر کر پھر ولی پر آ کر اٹک گئے اور خان صاحب کو نئے سرے سے مشکل میں ڈال دیا۔ خان صاحب کی بے ساختہ مسکراہٹ ایک دم غائب ہو گئی اور چہرے پر سنجیدگی اور تفکر کی گہری لکیریں کھنچی نظر آنے لگیں۔ وہ کچھ سوچ کر کوئی جواب سوچنے لگے۔

"شیخ صاحب ابھی اتنے ان (IN) نہیں تھے اپنی بات کہہ کر پھر آنکھیں موند چکے تھے ورنہ شاید نور محمد خان صاحب کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر کچھ محسوس کر لیتے۔"

آپ صحت یاب ہو کر گھر پہنچیں پھر کچھ کرتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ہمیں اب ولی کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے وہ قبائلی نوجوان ہے بہت باؤنڈ ہے اب اس کے بارے میں سوچنا خود کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ البتہ ہم دانیال کے لیے کوششیں کر رہے ہیں......اس کا آپ دیکھ تو چکے ہیں......ولی کی طرح ہی بہت خوبیوں والا بچہ ہے......اور اہم بات یہ کہ رہتا بھی کراچی ہی میں ہے والدین بھی یہیں ہیں......اس کے والد کا جما ہوا بزنس ہے اس شہر میں ان کی جڑیں ہیں یہ لوگ ہر وقت ہم سے قریب ہیں۔ بمشکل تیس چالیس منٹ کی ڈرائیو کا فاصلہ ہے۔ خان صاحب بول رہے تھے اور شیخ صاحب بڑی حیرت و الجھن میں گھرے پوری آنکھیں کھولے ان کی طرف دیکھ رہے تھے......

"ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں کہ آپ سے مشورے کے بغیر ہی ہم نے اتنا کچھ سوچ لیا۔" خان صاحب نے کچھ توقف کے بعد پھر کہا......

دانیال......؟ ہاں ہمیں اس بچے کا دھیان آ رہا ہے...... اچھا خوبصورت جوان ہے......کیا وہ راضی ہو جائے گا؟ کہیں وہ بھی انگیج تو نہیں ہے......خدارا خان صاحب اب جو قدم بھی اٹھائیے سوچ سمجھ کر اٹھائیے......اب ہم مزید کوئی شاک برداشت نہیں کر سکتے۔ شیخ صاحب بات کرتے کرتے ایک دم نڈھال دکھائی دینے لگے......

ہم کوشش کرنے کی بات کر رہے ہیں شیخ صاحب کوئی حتمی بات نہیں کر رہے...... جتنی بات چیت اب تک ہوئی ہے اس سے یہ تو اندازہ ہو چکا ہے کہ دانیال انگیج نہیں ہے......تحریم بٹی کے لحاظ سے وہ نہایت مناسب نوجوان ہے......بہت باصلاحیت اور ذہین ہے۔ ہم تو دن رات اس کے دھیان میں ہیں...... دعا کریں بات بن جائے......خان صاحب نے بہت بچے کے انداز میں اپنی بات مکمل کی......

ہم آپ پر بہت اعتماد کرتے ہیں خان صاحب......خدا کرے ہم اپنی زندگی میں بیٹی کو اپنے گھر کا دیکھ لیں ایک نئی آس جگا دی ہے آپ نے ہمارے دل میں......اللہ خوش رکھے آپ کو۔ شیخ صاحب کے وجود میں زندگی کی حرارت پوری قوت سے دوڑنے لگی......

یہ ہاسپٹل تو ہمیں کاٹنے کو دوڑ رہا ہے...... جی چاہ رہا ہے جلدی سے اپنے گھر چلے جائیں۔ اور اپنی بیٹی سے باتیں کریں......شام کو اس کے ساتھ واک (Walk) پر جائیں۔ شیخ صاحب ایک دم بہت بے چین نظر آنے لگے......اور پاؤں پر پڑی چادر ہٹا دی۔

انشاء اللہ......ایک دو روز میں آپ ڈسچارج ہو جائیں گے......خان صاحب نے آگے بڑھ کر شیخ صاحب کا ہاتھ تھام کر تسلی دینے کی کوشش کی اور پیار سے ان کا ہاتھ سہلانے لگے۔



حیا عشاء کی نماز پڑھنے جائے نماز بغل میں دبا کر چھت کی طرف جانے والے زینے کی طرف بڑھی تو طاہرہ بیگم نے سوئی دھاگے کی ریل میں پھنسا کر فوراً کپڑا گول مول لپیٹ کر ایک طرف رکھا اور اس کے پیچھے چلیں۔ حیا اپنے دھیان میں گم جائے نماز بچھا رہی تھی اسے ماں کی موجودگی کا احساس تب ہوا جب وہ بالکل اس کے قریب آ کھڑی ہوئیں اس نے ذرا چونک کر ماں کا چہرہ دیکھا گویا اندازہ لگانا چاہ رہی ہو کہ کوئی خاص بات تو نہیں۔

"بیٹے......دو منٹ کیلئے میری بات سن لو......آج دن بھر تم سے بات کرنے کا موقع تلاش کرتی رہی۔" وہ اس کی نظروں کی الجھن سمجھتے ہوئے جلدی سے بولیں......

"جی ...... خیریت ہے نہ امی۔" انجانے خدشات دل کی منڈیر پر پرندوں کی طرح پھڑپھڑانے لگے۔

"ہاں بیٹے ...... خیریت ہے ...... شکر ہے ...... بس وہ تمہاری شادی کے سلسلے میں تمہاری مرضی معلوم کرنا ہے ویسے تو مجھے یقین ہے کہ میری بیٹیاں خود سر نہیں ہیں ...... پھر بھی پڑھی لکھی بچیوں سے پوچھ لینا چاہیے ...... آؤ ...... ذرا دیر کو یہاں میرے پاس بیٹھو ......" وہ کونے میں پڑی بان کی چارپائی کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں ——

حبا کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا ...... یہ تو بہت ہی اچھی بات ہو گئی اس کا تو مجھے اندازہ بھی نہیں تھا چلو شکر ہے ...... بات یہیں پر ختم ہو جائے گی ...... اس کے اندر سکون سا اترنے لگا وہ آہستہ قدموں سے چلتی چارپائی پر ماں کے پہلو میں بیٹھ گئی اور ان کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔

"یہ تو تمہیں پتہ ہی ہے کہ تمہاری عائشہ پھوپھو کی نند یہاں آئی تھیں ان کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ وہ تم چار میں سے کسی ایک کو اپنی بہو بنانے کا سوچ رہی تھیں ...... یہ بات تمہاری پھوپھو نے پہلے ہی بتا دی تھی مگر میرا اپنا خیال تھا کہ وہ ہما کو پسند کر لیں گی ...... ایک تو یہ کہ وہ سب سے بڑی ہے دوسرے یہ کہ اس میں کوئی ایسی خامی نہیں ہے جس کی بنیاد پر اس کو نظر انداز کر دیا جائے ...... لیکن سب کچھ ہماری سوچ کے الٹ سامنے آیا ہے ...... انہوں نے تو سیدھے سیدھے تمہارا رشتہ مانگ لیا ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ہم نے تو سب ہی بیٹیوں کی شادیاں کرنا ہیں ...... اور وقت سے پہلے ہو جائے تو بہت ہی اچھی بات ہے ...... اب ہم نے ان کو جواب دینا ہے وہ بہت جلدی میں ہیں ...... غالباً حور بانو آپا دونوں بیٹوں کا نکاح ساتھ ہی کرنا چاہ رہی ہیں ......" طاہرہ بیگم بولتے بولتے رک کر حبا کا چہرہ دیکھنے لگیں جو بالکل بے تاثر تھا جس سے کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ حبا نے ماں کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔ پھر نظریں جھکا کر سوچ میں پڑ گئی۔

"ویسے تو مجھے پتہ ہے تم کیا کہو گی ہمارے ہاں تو لڑکیاں اس موقع پر خاموش ہی رہتی ہیں اور ماں باپ کے فیصلے پر راضی ہو جاتی ہیں ...... پھر بھی اگر تمہارے دل میں کچھ ہے تو کہہ ڈالو ...... میں تمہاری ماں ہوں ...... مجھ سے تو تم ہر طرح کی بات کر سکتی ہو ......" طاہرہ بیگم اس کی خاموشی پر ذرا سا پریشان نظر آئیں اور پلکیں جھپکائے بغیر اس کی صورت بغور تکنے لگیں ......

"امی ...... میں آپ سے کوئی لمبی بات نہیں کروں گی ...... بس یہ کہوں گی کہ مجھے [illegible] ...... اب میں نماز پڑھ لوں؟" وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"طاہرہ بیگم ہکا بکا سی اس کی شکل دیکھ رہی تھیں ...... یہاں ان کے لئے بہت بڑا دھچکا تھا۔" سارے حسین خواب دھند میں گم ہونے لگے ...... دل ڈوب ڈوب گیا۔

"چند لمحے کیلئے تو گویا اپنی جگہ پتھری بنی کھڑی رہ گئیں اور خالی خالی آنکھوں سے حبا کی صورت تکتی رہیں۔"

"حبا ان کی کیفیت دیکھ کر انجان سی بن کر جائے نماز درست کرتی کھڑی ہو گئی اس سے قبل کہ نیت باندھتی۔" طاہرہ بیگم بے اختیاری ہو کر بول پڑیں۔

بیٹے اقرار و انکار کی کوئی وجہ تو ہوتی ہے ...... ایسے رشتے کے تو لوگ خواب دیکھتے ہیں۔ بھاگ دوڑ کرتے ہیں پھر بھی بات نہیں بنتی ...... یہ تو کفران نعمت ہے بیٹی جو بہت بڑا گناہ ہے ——

تو اس رشتے کو نعمت سمجھیں گے وہ کفران نعمت کریں گے میرے لئے یہ یا کوئی اور رشتہ بہت تکلیف کی بات ہے ...... میں آپا اور حنا باجی سے پہلے شادی نہیں کروں گی۔ حبا کو بروقت جواب و جواز سوجھ گیا ......

وہ ...... کتنی حساس ہے میری بیٹی ...... طاہرہ بیگم نے اب سکون کا سانس لیا —— سوچتی ہو گی میری شادی پہلے ہو گئی تو بہنیں کیا سوچیں گی ...... ظاہر ہے وہ بڑی ہیں پہلے انہی کا حق ہے —— انہوں نے سوچتے ہوئے حبا پر نظر ڈالی جو اگلی بات سے بچنے کیلئے جلدی سے نیت باندھ چکی تھی ...... وہ اسے قائل کرنے کیلئے کوئی بات کرنا چاہتی تھیں لیکن اسے نماز میں مصروف دیکھ کر بے بس سی ہو گئیں ...... اور باقی آئندہ پر اٹھا کر نیچے چلی آئیں ......

♥♥♥

دانیال کوئی ویب سائیڈ کھولے بیٹھا تھا بڑی مشکل سے اپنے منتشر ذہن کو مرکوز کر پایا تھا اسی لئے جبکہ وہ بالکل اپنے کام میں ڈوب چکا تھا ملازم نے مہمان کے آنے کی اطلاع دی —— اس وضاحت کے ساتھ آنے والے مہمان صرف اس سے ملنے آئے ہیں۔ اور اس سے پہلے وہ کبھی نہیں آئے۔ اتنا سنتے ہی وہ پھر نئے سرے سے الجھ گیا۔

"کون مہمان ہے ...... بھئی کوئی نام کوئی وزیٹنگ کارڈ ......؟" اس نے جھلا کر ملازم سے پوچھا۔

"میں نے پوچھا تھا انہوں نے بتایا نہیں۔" ملازم نے گھبرا کر جلدی سے جواب دیا۔

"یہ کیا بات ہوئی ...... ان کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا یا ابھی باہر ہی ہیں؟" اس نے

قدم بڑھا ئے۔

"انہیں ابھی اندر رحمت بلانا ..... میں دیکھتا ہوں ....." وہ کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور قدرے جھک کر شٹ ڈاؤن کرنے لگا چہرے سے بلا کی کوفت متر شح تھی۔

"دل باخواستہ خود کو گویا گھسیٹتا گیٹ تک آیا تھا اور گیٹ سے باہر آتے ہی ہوش اڑ گئے سامنے تو رحمٰن خان صاحب ٹہلتے نظر آ گئے۔"

"دانیال نے بڑی ذہانت اور ہوش مندی سے خود کو کنٹرول کیا تھا اور سلام کر کے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا۔"

"وعلیکم السلام بیٹا۔" "بہت معذرت کہ بے وقت آپ کو زحمت دی ..... مگر بڑی مجبوری تھی۔ فون اس لیے نہیں کیا کہ پتہ نہیں آپ اٹینڈ کریں نہ کریں ..... سوچا براہ راست ملاقات سے دونوں کا بہت سا وقت ضائع ہونے سے بچ جائے گا ..... خان صاحب دانیال کے شانے پر ہاتھ دھرے بڑی نرمی اور شفقت سے بات کر رہے تھے۔

خیریت تو ہے ناں خان صاحب ..... ؟ شیخ صاحب ٹھیک ہیں ناں ..... کڑے کڑے سینکڑوں وسوسوں نے گویا حملہ کر دیا ..... دل تیز تیز دھڑکنے لگا ..... وہ پلک جھپکائے بغیر خان صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا گویا پلک جھپک گئی تو کچھ "مس" ہو جائے گا۔

"بیٹا الحمد للہ سب طرح سے خیریت ہے ....." "کیا ہم کہیں بیٹھ کر دو منٹ بات کر سکتے ہیں؟"

خان صاحب نے انجانے میں کی گئی بد اخلاقی کا بہت خوبصورتی سے احساس دلایا۔ دانیال واقعی شرمندہ ہو گیا اور بڑے بے ساختہ انداز میں ہاتھ سے اشارہ کر کے خان صاحب کو اندر تشریف لانے کیلئے کہا ..... خان صاحب نے دانیال کے ساتھ اندر کی طرف قدم بڑھائے اور ساتھ ہی ایک سرسری نظر کوٹھی پر ڈالی .....

آپ کی ذاتی رہائش گاہ ہے؟ انہوں نے عام سے انداز میں بات کر کے دانیال کو ایزی کرنے اور لاشعوری کوشش تھی کہ انہیں احساس تھا کہ ان کی اچانک آمد سے یقیناً وہ اضطراب ہو گا۔ ساتھ ہی انہوں نے بڑی محبت سے اس کی پشت کو نرمی سے چھوا۔

خان صاحب بہت شگفتہ ہوئے۔ دونوں مسکرانے لگے جیسے وہ اپنے تمام مقاصد میں کامیابی کی ضمانت حاصل کر چکے ہوں اور دانیال سے انہیں بڑی نیک امیدیں ہوں۔ سب سے بڑھ کر جیسے ان کا ہو چکا ہو۔

"ماشاءاللہ ..... بڑی خوشی ہوئی سن کر۔" وہ دانیال کے ساتھ چلتے ہوئے یوں خوش ہو کر بولے جیسے مزید کامیابی کی خوشخبری ملی ہو۔

دانیال انہیں ڈرائنگ روم میں لے کر آ گیا اور بہت مودبانہ انداز میں انہیں تشریف رکھنے کیلئے کہا یہ الگ بات کہ دماغ میں ایک آندھی سی چل رہی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ ان کو واپس کرنے کی تیاری کر رہا تھا اتنا تو وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ اس سے ملنے وہ بھی اتنی رات کو کیوں آ سکتے ہیں۔

"چائے کافی ....." دانیال کھڑے کھڑے پوچھ رہا تھا۔

نہیں بیٹا ..... تھینک یو ..... آپ پلیز بیٹھئے آپ سے کچھ خاص بات کر کے ہمیں جانے کی جلدی ہے۔ خان صاحب نے جواب دیا اور دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پھنسا کر جیسے الفاظ ترتیب دینے لگے .....

"دانیال مارے باندھے بیٹھ گیا۔" اسے یہ سب بہت بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔

"دانیال بیٹا ....." "ہم آپ سے ایک ریکوئسٹ کر رہے ہیں امید ہے مایوس نہیں کریں گے ....."

جی ..... دانیال کا دل بیٹھنے لگا ..... اگرچہ اس پر کسی کا کوئی زبردستی نہیں تھی مگر کسی کی مضبوط آس کو توڑنے کا مرحلہ کبھی آسان نہیں ہوتا۔

آپ ایک مرتبہ شیخ صاحب سے ملاقات کر لیں ..... ان کی شدید خواہش ہے ..... میں ہر گز آپ کے پاس نہ آتا اگر وہ میرے لیں پوشنٹ ہیں اس وقت ان کو بہلانا اور خوش رکھنا بہت بڑی انسانیت ہو گی ..... خان صاحب بہت بے چارگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"صرف ملاقات سے کیا ان کی تسلی ہو جائے گی ....." "اور یہ چیز جھٹ کیلئے کلوز ہو جائے گا۔"

"دانیال کے لہجے میں ایک دم اجنبیت سی جھلکنے لگی وہ لاشعوری طور پر حوصلہ شکنی کر رہا تھا

خان صاحب نے ہتھیار ڈال دیا تھا۔ ''اس کے حساب سے حد ہو گئی تھی۔

''میں آپ سے کوئی جھوٹے وعدے یا غلط بیانی نہیں کروں گا۔ وہ ملنا چاہتے ہیں آپ کسی وقت میں سے چند لمحات دے دیجئے۔''

مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں.....؟ اب کون سی بات رہ جاتی ہے۔ ہم تو آپ سے معافی بھی مانگ چکے ہیں اور اس کے بعد کوئی غلطی بھی نہیں کی..... دیکھئے خان صاحب اگر آپ کے اپنے بیٹے سے کوئی بھول چوک ہو جاتی اور وہ شرمندہ ہوتا معافی مانگتا تو کیا آپ اسے معاف نہ کرتے..... پلیز آپ اب مجھے شیخ صاحب کے سامنے لے کر نہ جائیں..... دانیال نے اب صاف صاف جواب دینا بہتر سمجھا ہر طرح کی مروت اُٹھا کر بالائے طاق رکھ دی۔

''بیٹے آپ کی کہیں نہ کہیں تو شادی ہونا ہی ہے......''

''کہیں بھی ہو گی مگر زبردستی نہیں ہو گی..... ''سوری انکل..... اس نے تیزی سے خان صاحب کی بات کاٹ کر کہا۔

صادقہ بیگم لاؤنج میں کچھ قضا نمازوں کی نیت سے آئی تھیں یہ ان کا معمول تھا وہ ضروری کام نمٹا کر بچوں سے اگلے دن کا شیڈول پوچھ کر شوہر کے سو جانے کے بعد اپنی قضا نمازیں ادا کرتیں ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد کرتیں پھر سونے کے لیے اپنے بیڈ روم میں چلی جاتیں۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی کسی مرد کی اجنبی سی غیر مانوس آواز نے انہیں متوجہ کیا تو وہ ان کے سوچنے تھے۔ آواز سے لگتا تھا کہ کوئی اچھی عمر کا مرد ڈرائنگ روم میں ہے۔ ابھی اس طرف تو ان کی توجہ بھی نہیں تھی لیکن دانیال کے جملے نے انہیں چکرا کر رکھ دیا..... دانیال اپنی شادی کے موضوع پر بات کر رہا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی..... تسبیح ان کے ہاتھ میں تھی وہ ادا گھبراہٹ کے عالم کچھ پڑھتے ہی دانے گرانے لگیں۔

بیٹا..... میں آپ سے انسانیت کے واسطے ایک درخواست کر رہا ہوں..... یقین کریں آپ کے ساتھ کوئی دھوکہ فراڈ والی بات نہیں ہے میں شیخ صاحب کی فیملی کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں..... اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ لڑکی نہایت پاکباز شریف اور خوف خدا رکھنے والی ہے۔ والدین کا اس کو پرواہ بھی نہیں ہے اتنی سادگی تو مڈل کلاس کی لڑکیوں میں بھی دکھائی نہیں دیتی۔ اس کو اپنانے والا تو بہت ہی خوش نصیب ہو گا۔ خان صاحب قائل کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھ رہے تھے۔

آپ کی ہر بات درست ہے مجھے بالکل بھی شک نہیں کہ آپ کسی قسم کی غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن آپ یہ بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ کس تو ہم خود بھی میرے ساتھ کوئی تعلق قائم کرنا نہیں چاہیں گی..... انہوں نے جس طرح اپنے گھر میں ہماری عزت افزائی کی تھی اگرچہ ہم اس لائق تھے مگر وہ ہمارے لئے بہت ہے..... دانیال کسی طرح مجھے پر ہاتھ دھرنے نہیں دے رہا تھا۔

''صادقہ بیگم سینے پر ہاتھ دھرے کھڑی تھیں۔'' ان کی سمجھ میں کچھ بھی تو نہیں آ رہا تھا۔

''بیٹے..... آپ عمر میں مجھ سے بہت چھوٹے ہیں مگر غور کیجئے میں تو آپ سے ایک طرح سے درخواست کر رہا ہوں اس مشکل وقت میں آپ سے اخلاقی تعاون کا طلبگار ہوں۔''
خان صاحب نے بڑی بے بسی سے کہا۔

دیکھئے انکل..... اگر یہ کوئی وقتی بات ہوتی تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چل پڑتا لیکن یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے..... یہاں دو ٹوک بات ہو گی..... سوری انکل..... میں اس ٹاپک پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا..... آپ کسی طرح بھی سہی شیخ صاحب کو سنبھال لیں..... مجھے معاف کر دیجئے۔ دانیال کا انداز حتمی اور لہجہ بے لچک تھا۔

''چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی پھر خان صاحب اپنے زانوؤں پر دونوں ہاتھوں کا بوجھ ڈال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔'' اور شکست خوردہ انداز میں گویا ہوئے۔

ٹھیک ہے بیٹا..... کسی کو نیکی کرنے کیلئے مجبور نہیں کیا جا سکتا..... اللہ آپ کو خوش رکھے۔ مجھے اجازت دیں بیٹا مجھے شرمندگی ہے کہ میں نے آپ کو خاصی زحمت دی۔ بے آرام کیا..... آپ کی پریشانی بہت تھی..... جو بھائی دیا کرتا..... اللہ حافظ بیٹا..... اپنا خیال رکھئے.....

صادقہ بیگم ایک دم اوٹ میں ہو گئیں..... ڈرائنگ روم کے دو دروازے تھے ایک لاؤنج میں کھلتا تھا اور دوسرا پورچ کی طرف۔ امکان تو یہی تھا کہ مہمان باہر کی طرف کھلنے والے دروازے سے ہی باہر جائیں گے مگر احتیاطاً وہ اوٹ میں چلی گئی تھیں۔

چند لمحے قدموں کی چاپ ابھری اور معدوم ہو گئی تھوڑی دیر بعد گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی صادقہ بیگم جائے نماز بچھانے لگیں ان کے کان دانیال کے قدموں کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ جائے نماز بچھا کر وہ بیٹھ گئیں اور دانیال کے لاؤنج میں داخل ہونے کا انتظار کرنے لگیں۔

تھیں۔۔۔ ایک وحشت سی دل کو لاحق ہو رہی تھی۔۔۔ اکلوتے بیٹے کی شادی کے نام پر کوئی بار سا گزر رہا تھا یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔۔۔ ایک ایک لمحہ بھاری ہو رہا تھا۔

دانیال اپنے دھیان میں الجھا الجھا لاؤنج میں داخل ہوا۔۔۔ اور بلا ارادہ تیز روشنی گل کرنے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا مگر ٹھٹک سا گیا۔۔۔ صادقہ بیگم بہت غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں

"سوئے نہیں ابھی تک۔۔۔ کون آیا تھا؟؟" وہ اپنی طرف متوجہ پا کر گویا ہوئیں۔

"ایسے ہی بس۔۔۔ ملنے والے تھے۔" دانیال ٹالتے ہوئے باہر نکلنے لگا۔

"بتاؤ تو سہی کون ملنے والے تھے؟ اور مجھے تم کچھ پریشان بھی نظر آ رہے ہو؟" ماں کو نہیں بتاؤ گے تو پھر کس کو بتاؤ گے۔۔۔؟ وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"اماں جان۔۔۔ کوئی بات ہوتی تو ضرور آپ کو بتاتا۔۔۔ پریشانی ضرور تھی مگر اب بالکل بھی پریشان نہیں ہوں آپ اطمینان رکھیے۔" دانیال نے اتنا کہا اور جھپاک باہر نکل گیا۔

صادقہ بیگم چہرہ لیے گہری سوچ میں ڈوبی رہیں۔۔۔ جانے والے مہمان کے انداز لہجے، نفاست اور شائستگی ان کے حافظے میں پیوست ہو چکا تھا۔ وہ اس کو ذہن سے نکال بھی نہ پائی تھیں۔ اس پر مستزاد دانیال کا نگاہ چرانا۔۔۔ کنی کترانا۔۔۔ وہ خود کو عبادت کے لیے تیار کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔۔۔

"انہیں اندازہ ہوا کہ بکھرے خیال سمیٹ کر ایک خیال پر مرتکز ہونا بعض اوقات کتنا مشکل ہوتا ہے۔"



"کولو کے ساتھ لڑکا دیکھنے جانا ہے۔۔۔" وہ آتی ہوں گی۔۔۔ تیاری کر لو۔

"صبح ناشتے سے فارغ ہوتے ہی ثریا دادی نے گل بانو دادی کا "ناک میں دم" شروع کر دیا۔"

"ہونہہ۔۔۔ لڑکا۔۔۔ کھیلا کھایا پورا مرد۔" گل بانو دادی بیزاری سے بڑبڑائیں۔

اب جو بھی ہے۔۔۔ کوئی بھی بات شروع کرنے کی ضرورت (ضرورت) نہیں ہے

لو۔۔۔ دیکھنے بات کرنے سے پہلے رائے دینا۔۔۔ نادانی ہے۔۔۔ پان لے آئے تھے صادق حسین ان کے دھو کر فرج میں رکھ دیے تھے۔۔۔ آٹھ دس بیڑے بنا کر رکھ دو پاس

بول گئیں تو کلستی پھریں گی۔ ثریا دادی نے تاکید کی۔۔۔

"تو کیا بہت دور جانا ہے۔۔۔؟" اس بلا کی گرمی پڑ رہی ہے۔۔۔ گل بانو دادی دہرانے لگیں۔۔۔

یہاں تمہاری مرضی کی نہیں ہے اب تو گرمی سردی سب لگے گی۔۔۔ اپنی مرضی کا کوئی کام ہو تو تم آندھی طوفان میں بھی نکل پڑو۔۔۔ ثریا دادی نے ناگواری سے کہا اور جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

دیکھا بھالا ابھی کچھ نہیں اور پوری کہانی بنا کر بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہم کونسا نکاح پڑھانے جا رہے ہیں دیکھنے ہی تو جا رہے ہیں دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ ہوگا کہ کرنا ہے یا نہیں۔۔۔ تم خواہ مخواہ اپنی جان جلا رہی ہو۔۔۔ ثریا دادی نے اپنی مختصری چوٹی کے بل کھولتے ہوئے پھر گل بانو دادی کو دو چار سنا دیں۔ بھلے سے کمشنر لگا ہے۔۔۔ ہے تو دوہاجو (شادی شدہ) گل بانو دادی تنک کر بولیں اور تخت سے پاؤں اتار کر اپنی سوفٹی تلاش کرنے لگیں۔۔۔

"حنا چھوٹی دادی کے کپڑے استری کر رہی تھی۔" اس نے گل بانو دادی کی بات پر ایک لمحے تو کام روک کر ان کی طرف دیکھا پھر خاموشی سے اپنا کام کرنے لگی۔

اماں صادقہ نے بھی کہا تھا جب لڑکا دیکھنے جائیں تو مجھے ساتھ لے جانا۔۔۔ طاہرہ بیگم گھر کے کسی کونے سے برآمد ہو کر ثریا دادی سے مخاطب تھیں۔

"ارے ہاں۔۔۔ مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔" فون کر دو اسے موڑ سے لگا جائے گی ٹیکسی کے پیسے بھی بچیں گے۔

آنے جانے کی ٹیکسی پانچ سو (۵۰۰) سے کیا کم پڑے گی۔۔۔ اور پھر دوسرے وہ بھی لڑکے کی تو اپنے حساب سے کوئی نیک صلاح ہی دے گی۔۔۔ ثریا دادی ایک دم پر جوش سی نظر آنے لگیں۔

"طاہرہ بیگم ان کی بات مکمل ہوتے ہی صادقہ کو فون ملانے لگیں۔"

گل بانو دادی نے بھی طوہاً کرہاً تیاری شروع کر دی تھی پیشانی پر لاتعداد بل پڑے ہوئے تھے۔۔۔ دادی میں بھی چلوں۔۔۔؟ حرا نے دبی دبی آواز میں گل بانو دادی ہی سے پوچھا وہ پہلے ہی بھری بیٹھی تھیں۔۔۔

اماں تم تو سب سے آگے چلو بچوں کی سردار بن کر۔۔۔ ہر وقت بس جانے کی پڑی رہتی

بے۔ ویڈیو کام میں نہیں لگتا گھر میں چھوٹی ہو پرائے گھر بڑی بن کر چلی گئیں تو کیا جھنوں میں گھر کو پڑوا دو گی...... دو غرارے دھرے ہیں تم پاکی کو کل آ جائے گی مشتاق کی اماں لینے...... انہوں نے اس کو اتنا لمبا کام بتا دیا کہ غبارے میں سے گویا ساری ہوا ہی نکال دی۔ وہ منہ لٹکا کر ایک طرف کو چل پڑی۔

حنا استری کرتے ہوئے سب سن رہی تھی مگر بڑی متانت سے خاموش تھی۔ چہرے پر گہری سوچوں کا عکس بہت واضح تھا۔ غم و خوشی کی کیفیت سے پرے بھی ایک کیفیت ہوتی ہے یہ حادثات یا واقعات کے درمیان ایک وقفہ ہوتا ہے...... جس کا دورانیہ طے نہیں کیا جا سکتا۔



صادقہ بیگم کو یہ جان کر بڑا اچنبھا ہوا کہ دانیال بغیر ناشتے ہی کے صبح سویرے گھر سے چلا گیا تھا۔ رات کو وہ ٹھیک سے سو نہیں سکی تھیں اس لیے طبیعت مضمحل سی تھی مگر ماں نے خاص طور پر بلایا تھا اس لیے جانا بھی ضروری تھا...... انہوں نے ضروری ہدایات نوکروں کو دیں پھر اپنی تیاری میں لگ گئیں۔

ایک خلش رہ رہ کر اٹھ رہی تھی۔ دانیال کتنی بھی جلدی میں ہو تھوڑا سا کچھ ناشتہ ضرور کر کے جاتا ہے۔

خانساماں بتا رہا تھا آج تو اس نے چائے تک نہیں پی...... وہ ماں ہونے کے ناتے محسوس کر سکتی تھیں کہ وہ درحقیقت کسی پریشانی میں مبتلا ہے......

"انہیں کسی طرح چین نہیں آیا تو اس کا موبائل نمبر ملانے لگیں۔" دو تین رنگ ہونے کے بعد دانیال کی آواز ابھری۔

"السلام علیکم......!!"

"وعلیکم السلام بیٹا...... کہاں ہو؟" اس کی آواز سنتے ہی پر جوش سی ہو گئیں۔

"میں یونیورسٹی میں اماں جان...... خیریت کیسے فون کیا۔" دانیال متفکر سا ہو کر پوچھ رہا تھا۔

بس ایسے ہی تمہاری طرف سے فکر تھی پتہ چلا آج تم ناشتہ کیے بغیر ہی گھر سے نکل گئے۔ خیریت ہے ناں طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟ وہ فکرمند سی ہو کر پوچھ رہی تھیں۔

جی امی...... میں ٹھیک ہوں...... آپ پریشان نہ ہوں رات کو میں نے ہوٹل سے

سینڈوچ کھا لیا تھا بہت بھوک لگ رہی تھی اس لئے صبح کچھ کھانے کو دل نہیں چاہا۔ میں یہاں کینٹین سے کچھ لے لوں گا آپ پریشان نہ ہوں...... بھوک لگ رہی ہو تو بندہ کچھ نہ کچھ بندوبست کر ہی لیتا ہے۔ اور باقی سب خیریت ہے ناں...... دانیال نے ماں کو ہر طرح سے مطمئن کرتے ہوئے کہا۔

ہاں بیٹا...... سب خیریت ہے...... ابھی تو میں اماں کی طرف جا رہی ہوں حنا کا ایک رشتہ آیا ہے لڑکا دیکھنے جا رہے ہیں...... انہوں نے عام سے انداز میں جواب دیا۔

"حنا کا؟ یا ہما کا......؟" دانیال کے لہجے میں حیرت تھی۔

حنا کا...... بعد میں بات ہو گی...... اچھا اللہ حافظ۔ انہوں نے ریسیور رکھ کر گھڑی کی طرف دیکھا...... ایک دم ان پر عجلت سی سوار ہو گئی...... اور اپنی تیاریوں میں لگ گئی تھیں۔ دانیال ان کو بہلانے میں کامیاب ہوا تھا۔ ماؤں کو بہلانا کونسا مشکل ہوتا ہے......؟



صادقہ بیگم دونوں دادیاں، طاہرہ بیگم، گولو اماں پانچوں خواتین کا تجسس و شوق سوار تھا۔

گول اماں کی رہنمائی میں "لڑکے" کے گھر پہنچیں تو بڑی دادی کی تنی ہوئی بھنویں ذرا ڈھیلی پڑیں کار سے اترتے ہی انہوں نے بنگلے پر نظر ڈالی تھی چار سو گز پر بنا ہوا سادہ و خوبصورت بنگلہ جس میں سبزے کا بڑا اہتمام تھا چھوٹی دادی تو خوشی سے پھولی نہ سمائیں۔

"اے گولو...... پتہ کر لیا تھا ناں اچھی طرح کہ لڑکے کا اپنا گھر ہے یا کرائے کا۔" انہوں نے ہر طرح کے شک سے نجات پانے کیلئے ایک مرتبہ پھر گول اماں سے پوچھا......

جھوٹوں پر خدا کی لعنت...... آپا تمہاری بچیاں میری اپنی بچیاں ہیں رتی ماشے سونے کے لالچ میں رشتہ نہیں لائی ہوں کام بن جائے تو بھلے ایک ماشہ نہ دینا مجھے...... گول اماں جذباتی ہو گئیں۔ اے توبہ تو تو دل پر ہی لے بیٹھی میں نے تو یونہی پوچھ لیا تھا۔ ثریا دادی نے گول اماں کی دلجوئی کی اور آگے بڑھ کر کال بیل کا بٹن پش کیا ایک دو منٹ انتظار کے بعد گیٹ کھلا اور چودہ پندرہ سال کے ملازم چھوکرے نے سر باہر نکال کر جھانکا...... ایک دو نہیں پوری پانچ خواتین۔ ذرا گھبرا سا گیا۔

"جی...... کس سے ملنا ہے......؟" اس کی حیرت بھی بجا تھی جس گھر میں عورت نہیں تھی وہاں پانچ عورتیں اکٹھی آئی تھیں۔

مراد صاحب ہیں گھر پر ان سے بولو رشیدہ خاتون آئی ہیں مہمانوں کو لے کر۔ گول اماں نے بڑے اہتمام سے ذرا لہجہ بنا کر کہا۔ ......لڑکا گیٹ بند کر کے اندر غائب ہو گیا۔ صادقہ بیگم اپنی گھڑی دیکھنے لگیں ان کا ڈرائیور کار سے اتر کر ونڈ اسکرین کی صفائی میں مصروف ہو چکا تھا۔ طاہرہ بیگم بہت بے قراری سے گیٹ کھلنے کا انتظار کر رہی تھیں بڑی دادی اپنی آنا کی وجہ سے جو تنی تنی تھیں صرف ثریا دادی تھیں جب سب سے زیادہ پرسکون نظر آ رہی تھیں اور بڑے صبر و وقار سے گیٹ کھلنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ چند لمحے بعد ہی لڑکا واپس آ گیا تھا اور گیٹ وا کر کے اندر آنے کا عندیہ دیا تھا خواتین تو جیسے شوق کی سواری پر چڑھ کر بگٹٹ دوڑیں...... سب سے آگے گول اماں تھیں کسی فاتح سپہ سالار کی طرح تنی تنی اور مکمل پر اعتماد...... سب سے آہستہ قدم صادقہ بیگم تھیں۔ بچ بچ کر اور سوچ سوچ کر قدم رکھتی ہوئیں اطراف پر ناقدانہ نظر دوڑاتی ہوئی پھولوں کے گملوں کی دو رویہ قطار کے درمیان سے گزرتی ہوئی ملازم لڑکے کی رہنمائی میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں وہاں بھی خوبصورتی و سادگی کا امتزاج نظر آیا ایک جیسے رنگ یعنی بادامی رنگ کے صوفے جن پر اٹھارہ بیس بندے سما سکتے تھے اور ہم رنگ ہی سلک کے پردے۔ کونوں میں معقول پودے اور دو چار حسین وضع کے شیشے کے گلدان جن میں تازہ پھول سجے تھے حیرت کی بات تھی کہ کارپٹ نہیں تھا آف وہائٹ ماربل کا فرش چم چم کر رہا تھا صادقہ بیگم نے صفائی ستھرائی کے معیار کا اندازہ لگا کر ستائشی نظریں دور تک دوڑائیں۔ پھر بھاوج کی طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہوں کہ گھر بار تو اچھا ہے صفائی ستھرائی تو قابل ستائش ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ ایک دوسرے ہی کو دیکھتی رہیں پھر گول اماں کی کھسر پھسر شروع ہو گئی جو آج بڑے اہتمام سے تیز اورنج کلر کا شش پش سا سوٹ پہن کر آئی تھیں اور کانوں میں بالے پسندیدہ کرن پھول بھی ڈالے تھے اسی دوران وہی ملازم لڑکا ٹرے میں پانچ گلاس کولڈ ڈرنک کے رکھ گیا......

دلہن مجھے تو "فانٹا" دینا یہ موا کالا شربت (کوک) اس سے تو بلڈ پریشر ہوتا ہے علاء الدین کی ماں بتا رہی تھی۔ گل بانو دادی نے گلاسوں پر نظر ڈال کر بہو سے کہا اور پڑوسن کا حوالہ دیا

طاہرہ بیگم نے جلدی سے اورنج جوس کا گلاس اٹھا کر بڑی اماں کو تھما دیا......

مارا اتنا لمبا سفر پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے ہیں...... گل بانو دادی ایک ہی گھونٹ بھر کر بولیں۔ طاہرہ بیگم نے باقی تینوں کو بھی گلاس اٹھا کر تھمائے جو انہوں نے جب

تھام لیے۔

ابھی انہوں نے چند گھونٹ ہی بھرے ہوں گے کہ "لڑکا" آ گیا پانچوں نے سر اٹھا کر آنے والے کو دیکھا اور اضطراری کیفیت میں گلاس ٹیبل پر رکھ دیے۔

بالکل ینگ سا بندہ ان کے سامنے تھا سرمد اور دانیال جیسا یا ان سے ملتا جلتا بالکل سفید کلف دار شلوار قمیض میں ملبوس تھا صاف رنگت کی وجہ سے سیاہ مونچھیں بہت نمایاں تھیں اس نے بڑے شستہ لہجے اور پروقار انداز میں سلام کیا تھا......

اے بیٹا اکیلے ہو...... تمہاری وہ خالہ نہیں ہیں جو تمہاری شادی کیلئے کوششیں کر رہی ہیں گول اماں نے اپنے مخصوص بے ساختہ انداز میں پوچھا...... ان کا خیال تھا کہ لڑکے کے گھر میں اس کی خالہ ان کا استقبال کریں گی...... یہاں ڈائریکٹ "لڑکے" کی "انٹری" ہوئی تھی۔

جی بس آج کل ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آج بھی ٹیسٹ کیلئے گئی ہوں گی...... وہ آپ سے ملنے آپ کے گھر جائیں گی...... بہت معذرت کر رہی تھیں آپ کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے ہی ان کا فون آیا تھا۔ "لڑکا" جس کا نام مراد پتہ چلا تھا معذرت خواہانہ انداز میں وضاحت کر رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا دکھ بیماری بھی انسان کے ساتھ ہے۔" ثریا دادی نے فوراً معذرت قبول کی۔

"اسی لمحے ایک دو ڈھائی سال کا بچہ بھاگتا ہوا آیا اور مراد کی گود میں چڑھ گیا۔"

گل بانو دادی نے بھنویں تان کر بچے کو ناقدانہ نظروں سے تولا...... مگر فوراً ہی چہرے پر نرمی اتر آئی۔ بچہ بہت صحت مند اور خوبصورت تھا اس پر اس کا پیارا سا ڈریس جو بچے کو مزید پرکشش بنا رہا تھا۔ پانچوں خواتین نے بطور خاص بچے کا جائزہ لیا بلکہ صادقہ بیگم نے تو دونوں ہاتھ بڑھا کر اپنے پاس بلایا......

"بیٹے...... سلام کرو...... باپ نے معمول کی تاکید کی۔" بچے نے اجنبی خواتین کو ایک نظر دیکھا اور شرما کر باپ کے سینے میں منہ چھپا لیا۔

"کیا نام ہے بچے کا......؟ صادقہ بیگم تو بس بچے ہی کی ہو گئیں۔

"نام بتاؤ بیٹا۔" مراد نے بچے کو مخاطب کیا جو مزید شرما کر باپ سے لپٹ گیا۔

اس کا نام سعد ہے اور چھوٹے کا اسد۔ اس کا نام میں نے رکھا تھا اور اس کی ماں

نے حوریں کی پیدائش سے پہلے ہی سوچ چکی تھی کہ بیٹا ہوا تو اسد نام رکھیں گے اور اگر بیٹی ہوئی تو انعم ...... وہ تو نہیں رہی مگر میں نے بچے کا نام وہی رکھا جو اس کی ماں نے سوچا تھا مراد نے بڑے وقار اور اعتماد سے اپنی مرحومہ بیوی کا ذکر کیا...... گل بانو دادی کا دل کسی اتھاہ میں ڈوبا انہوں نے غیر ارادی نظر ثریا دادی پر ڈالی اور آہستہ سے پوچھا۔

''آپ کو بہت محبت ہوگی اپنی بیوی سے؟''

پتہ نہیں محبت تھی یا صرف کسی کے اپنا ہونے کا احساس بہر حال مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں تھی ...... وہ بہت پر خلوص اور سمجھدار تھی ...... ہماری اچھی نبھ رہی تھی ...... مراد نے بڑی صاف گوئی سے کہا......

''گل بانو دادی کے دل میں تو چھپے لگ گئے اضطراری انداز میں پہلو بدل کر بہو اور بیٹی کی طرف دیکھا۔''

تو بیٹے تم اسے کہاں بھلا پاؤ گے...... تمہارے دل میں نئی بیوی کیلئے گنجائش شاید ہی نکلے بچے تو گورنس (گورنس) پال ہی رہی ہے ...... تمہاری زندگی بھی گزر ہی جائے گی کچھ اللہ کو یاد کرتے کچھ مرحومہ کو...... کنواری بچی کا دل ارمانوں بھرا ہوتا ہے......

ارے بیٹا ان کی بات چھوڑو یہ تو اپنے حساب سے تمہارا بھلا سوچ رہی ہیں ...... جب یہ کسی کی بھلائی سوچتی ہیں تو بہت صاف صاف بات کرتی ہیں ...... ثریا دادی نے گھبرا کر شور سا مچا دیا...... گل بانو دادی نے تو موقع سے فائدہ اٹھانے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا۔

مراد جو بڑی دادی کو بہت حیرت و الجھن سے دیکھ رہا تھا ثریا دادی کے شور مچانے پر فوراً ہی سنبھل گیا اور مسکرا کر بڑی دادی کو دیکھا......

ہر انسان اپنی عادات اور مزاج سے اپنی جگہ بناتا ہے اس کی اپنی ایک شخصیت ہوتی ہے محض کسی کو خوش کرنے کیلئے غلط بیانی سے کام لینا تو بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ وہ واقعی بہت اچھی تھی اور میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ ہمیں چھوڑ جائے گی۔

مراد بول رہا تھا اور صادقہ بیگم نے اسے 100% نمبر دے کر پاس کر دیا...... اور اپنے تئیں فیصلہ کر لیا کہ لڑکا صاف گو اور کھرا ہے اس نے رشتہ حاصل کرنے کیلئے کسی مصلحت سے کام نہیں لیا۔

جو دل میں تھا کہہ دیا...... ان کی نظروں میں مراد کیلئے بڑی اپنائیت اتر آئی جگہ ظاہرا

بیگم گل بانو دادی کی طرح مراد کے مرحومہ بیوی سے لگاؤ کے اظہار پر آزردہ خاطر ہو رہی تھیں۔

''اور اپنی جگہ پر گم صم سی بیٹھی ہوئی تھیں سارا جوش و خروش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔''

اے بیٹا ماشاء اللہ سے کتنی عمر میں شادی ہوگئی تھی ...... تمہارا تو کچھ بھی نہیں بگڑا اللہ نظر سے بچائے دیکھنے والا کہہ نہیں سکتا کہ دو بچوں کے باپ ہو۔ کول اماں لگیں دلار کرنے ...... گل بانو دادی کے انداز نے انہیں بھی حواس باختہ کر دیا تھا۔

''شادی تو میری انتیس (۲۹) سال کی عمر میں ہوگئی تھی اس وقت میری عمر تقریباً تینتیس (۳۳) سال ہو چکی ہے۔''

ماشاء اللہ ...... ماشاء اللہ ...... اللہ نظر سے بچائے تم تو اس وقت بھی انتیس سال کے دکھائی دے رہے ہو ...... کول اماں نے تائید طلب نظروں سے صادقہ بیگم کی طرف دیکھا۔

آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ آپ بہت صاف صاف بات کر رہے ہیں ...... آپ کی اچھی بھلی گزر رہی تھی بیوی اللہ کو پیاری ہوگئی آپ کا اس میں کوئی دوش نہیں۔ آپ تو اس دنیا میں بس رہے ہیں ...... زندہ انسان کو بہت کچھ چاہئے۔ آپ کی دوسری شادی کی خواہش بالکل فطری ہے ...... اب جو بھی لڑکی آپ کا نصیب ہو یہ اللہ بہتر جانتا ہے عورت پہلی بیوی ہو یا دوسری اپنی جگہ بنانے کیلئے اسے محنت تو کرنا ہوتی ہے۔

''اگر عورت میں عقل سمجھ اور خلوص نہ ہو تو پہلی بیوی بن کر بھی اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔''

بہر حال ابھی تو بات شروع ہوئی ہے ہم آپ سے ملنا چاہتے تھے کہ ملے بغیر بات آگے نہیں بڑھتی اب جو قسمت میں لکھا ہے ہونا تو وہی ہے۔ صادقہ بیگم بھی بڑی اماں کے انداز سے ٹھٹک سی گئی تھیں جلدی سے ماحول متوازن کرنے کی کوشش کی اور اٹھنے کیلئے پر تولنے لگیں ...... اب ملاقات تو ہوگئی تھی اگلی ملاقات کیلئے بڑی اماں کو سمجھانا بجھانا باقی تھا ...... اس کیلئے ضروری تھا کہ بات یہیں روک دی جائے۔

''اب آپ اجازت دیں ......'' انہوں نے اپنے طور پر اجازت بھی مانگ لی تاکہ حاضر خواتین اب کوئی اور بات شروع نہ کریں۔

''کول اماں کو تو جیسے پیاس ہی رہ گئی بہت اٹھ کر صادقہ بیگم کی طرف دیکھ رہی تھیں۔''

''ارے اس طرح کیسے جا سکتی ہیں آپ ...... دوپہر کا کھانا تیار ہے۔'' مراد بھی

...دم اٹھتا پا کر کچھ الجھ سا گیا۔

ارے نہیں بیٹا...... کھانا تو پھر کھائیں گے...... انشاء اللہ اگلی ملاقات پر آپ کی خالہ بھی ...ں گی تو کھانا کھانا اور بھی اچھا لگے گا...... اس وقت تو ہم واقعی اجازت چاہیں گے صادقہ بیگم کہہ کر اُٹھ کھڑی ہوئیں...... ان کے ساتھ ہی حیران پریشان سی گل بانو دادی بھی جو کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔

''طاہرہ بیگم کو نند کی سوجھ بوجھ پر پورا اعتماد تھا وہ اپنی جگہ پر سکون تھیں بڑی خاموشی اور وقار سے اپنی چادر درست کرنے لگیں۔''

ثریا دادی بھی اُلجھی اُلجھی تھیں مگر خاموش تھیں...... البتہ گول اماں خاصی پریشان نظر آ رہی تھیں۔طوہاً کرہاً اُٹھ رہی تھیں۔



اے بہنے صادقہ تم نے تو حد کر دی ڈھنگ سے کوئی بات تو کرنے دیتیں وہ بچہ بھی بے چارا کیا سوچ رہا ہوگا...... پتہ نہیں کتنے اہتمام سے کھانا بنوایا ہوگا...... کتنا دل خراب ہوا ہوگا اس کا گول اماں تو اس طرح کے ''کیسو'' کبھی کسی کے ہاں سے کھائے بغیر اُٹھی ہی نہیں تھیں گاڑی میں بیٹھتے ہی اُنہوں نے صادقہ بیگم کی خبر لینا شروع کر دی۔

آپ اطمینان رکھیں گول اماں...... لڑکا بہت اچھا ہے۔ میں تو بڑی اماں کے ڈر سے جلدی اُٹھ کھڑی ہوئی صادقہ بیگم نے گول اماں کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔

''اوئی...... توبہ...... تم کیوں ڈرنے لگیں مجھ سے میں نے کونسی بندوق تان لی تھی تم پر؟'' بڑی دادی نے سخت برا منایا۔

بس آپ کا جو دل چاہتا ہے آپ بول دیتی ہیں...... پہلی پہلی ملاقات میں ذرا احتیاط کرتے ہیں آپ کی جو بھی رائے ہوتی وہ تو فیصلہ سمجھ کر ایک طرف ہو جاتا اس لیے کہ آپ سب کی بڑی ہیں۔

اتنا اچھا لڑکا...... میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی...... سرمد کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کا تو الگ نہیں لگے گا دونوں داماد برابر کے دکھائی دیں گے صادق بھائی کے...... صادقہ بیگم بڑے جذب سے اپنے دل کی بات کہہ رہی تھیں طاہرہ بیگم کو نند پر بہت اعتماد تھا بلکہ ان سے دعا کی تھی وہ جو...

رہی تھیں توجہ و خاموشی سے سن رہی تھیں......

''اوبھئی تم تو داماد تک فرض کر بیٹھیں ابھی اس نے تمہاری بھتیجی دیکھی نہیں ہے پھر وہ جو بھی کرے گا تو اپنی مرضی کی......'' گل بانو دادی تلخی سے بولیں......

اللہ کا شکر ہے ہماری بچی دیکھنے میں بہت اچھی ہے سنجیدگی کم ہے تھوڑی اُلھڑ ہے مگر وہ کوئی عیب کی بات نہیں سمجھدار مرد سنبھال لیتا ہے آپ بتائیے بھابی آپ کو مراد کیسا لگا؟ صادقہ بیگم ایک دم پینترا بدل کر بھاوج کی رائے لینے لگیں......

''میں تو ملنے سے پہلے ہی قبول کر چکی تھی۔'' میرے لیے تو یہی بہت ہے کہ عمر زیادہ نہیں اور خوشحال ہے۔

''طاہرہ بیگم نے کسی دھیان سے چونک کر کن انکھیوں سے بڑی ساس کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔''

بہت اچھا ہے تم نے فیصلہ کر لیا فرض کرو تمہاری کوئی تیسری بیٹی بھی ہوتی وہ کالا تو تم کر چکیں اور یہ رشتہ تمہاری بیٹی کیلئے آتا تو اسی جذبے سے کر دیتیں؟ بڑی اماں نے چبھتے ہوئے لہجے میں صادقہ سے سوال کیا......

''ارے ناحق بچی کو پریشان کر رہی ہو آپا...... یہ بے چاری تو بھتیجی کا سُکھ ہی چاہتی ہے کیا یہ اس کا قصور ہے؟'' گول اماں اب زیادہ دیر یہ بحث برداشت نہ کر سکیں بول پڑیں۔

اماں حالات و ماحول کو دیکھتے ہوئے ہی انسان بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ صادق بھائی کی اتنی آمدنی نہیں کہ کل اتفاق سے ان کا رہن سہن بدل جائے اور ان کے گھر میں بہت اچھے گھروں کے رشتے آنے لگیں...... زمانے بھر کی لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں...... امیر غریب کم پڑھی زیادہ پڑھی۔ ڈاکٹر سے ڈائریکٹر تک اچھے رشتے ان کی طرف جائیں گے یا صادق بھائی جیسے سفید پوش انسان پر توجہ کریں گے...... میں اور بھابی دونوں ہی بچیوں کو اچھے گھروں میں دیکھنا چاہ رہی ہیں...... چار پانچ ہزار کمانے والے اور دس بارہ بندوں کے ذمہ دار غیر شادی شدہ لڑکے سے تو یہ رشتہ لاکھ درجے بہتر ہے...... آپ نے تو مرد کی دوسری شادی کو ہوا بنا کر رکھ دیا ہے صادقہ بیگم چاہتی تھیں کہ آج وہ بڑی اماں کو ایک فیصلے پر لگا دیں تا کہ آئندہ وہ اس معاملے میں بھی کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہ کریں......

''ہمارے باوا نے کی تھیں دو شادیاں اسی لیے تمہاری نظر میں یہ کوئی عیب نہیں۔'' گل

وادی نے بڑی تحمل سے کہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگیں۔

ثریا بیگم نے بیٹی کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کی تاکید کی۔ گول اماں ڈرائیور کے برابر بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے بھی مڑ کر کچھ کہنا چاہا تو انہوں نے گول اماں کو بھی خاموش رہنے کا اشارہ آنکھوں سے کیا وہ فوراً سیدھی ہو کر سامنے دیکھنے لگیں۔

گاڑی میں اب مکمل خاموشی تھی۔ طاہرہ بیگم کے چہرے پر بلا کا سکون تھا...... انہیں تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ صادقہ کے اخلاقی تعاون نے ان کے سر سے کوئی پہاڑ ہٹا دیا وہ تصور میں ان کو مراد کے گھر میں خوش باش ہنستا کھیلتا دیکھنے لگیں...... انسان کی آرزو...... خیال کے رنگوں میں ڈھلنے لگتی ہے تو دیر ہی کتنی لگتی ہے؟



حور بانو عشاء کی نماز سے فارغ ہوئیں تو خود بخود گھڑی کی طرف نظر چلی گئی...... دس بج رہے تھے آج سرمد رات کے کھانے پر نہیں تھا اس نے شام کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ رات کا کھانا باہر کھائے گا پتہ نہیں انہیں یہ معمول کی بات بھی کیوں اتنی بھاری لگی تھی...... گذشتہ دنوں اس نے ماں سے اتنی صاف صاف بات کی تھی کہ اب اس کو ٹوکنے کیلئے حوصلہ چاہئے تھا۔ اور پھر ٹوکیں بھی تو جواز کیا بنائیں؟ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکا اپنے پاؤں پر کھڑا ہو چکا...... پورے گھر کی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے ادا کر رہا تھا باپ کو بے فکر کر دیا تھا......

وہ ادھر اُدھر ٹہلنے لگیں صادقہ سے فون پر باتیں کرنے کا پروگرام بنایا تھا مگر طبیعت عجیب سی ہو رہی تھی ذہن کسی ایک جگہ مرکوز ہی نہیں ہو رہا تھا...... غزالی کھانا کھا کر کمپیوٹر میں مصروف ہو چکا تھا عائشہ شوہر کے ساتھ کسی بزنس ڈنر پر گئی ہوئی تھیں بچے بھی باہر تھے گھر میں سناٹے کا راج تھا...... ان کا دل چاہ رہا تھا کہ سرمد سے فون پر بات کریں کھوج لگائیں وہ اس وقت کیا کر رہا ہے گھر سے کتنی دور ہے؟ انہوں نے بے ساختہ انداز میں سرمد کا نمبر ڈائل کر دیا۔

وہاں سے ریکارڈنگ آنا شروع ہوئی کہ آپ کے مطلوبہ نمبر سے جواب موصول نہیں ہو رہا برائے مہربانی تھوڑی دیر بعد کوشش کیجئے......

وہ بے بس سی ہو کر تسبیح ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئیں...... آج تک ان کی زندگی کے معمولات بہتے پانی کی طرح تھے جو حال کی طرف اپنی فطرت کے بموجب بہتا رہتا ہے...... ان کو خاندان ان کی خوش قسمت خواتین میں گردانا جاتا تھا...... صرف بیٹوں کی ماں بیٹی کی ذمہ داری

فکر سے آزاد...... مالدار صحت مند، خوش اخلاق...... انہیں تو شادی سے لے کر اب تک کسی بڑی فکر نے الجھایا ہی نہیں تھا۔ بچے بھی پڑھنے لکھنے کے شوقین تھے ان پر کوئی زور دباؤ نگرانی کی ضرورت پیش نہیں آئی......

"زندگی میں اتنی سہولت و فرصت تھی کہ ہونے والی بہوؤں کے زیور تک بنوا کر رکھے ہوئے تھے" البتہ ان کی اس کارکردگی سے ان کے شوہر و بیٹے لاعلم تھے یہ ان کی طرف سے سرپرائز ہونا تھا۔

"وہ بالکنی میں کھڑی ہو کر بیرونی مناظر میں خود کو بہلانے لگیں تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔"

وہ یوں چونک کر فون کی طرف لپکیں جیسے انتظار کی شدت سے گزر کر یہ نوبت آئی ہو...... آج سے پہلے انہوں نے فون کی گھنٹی پر یہ ردعمل شاید ہی کبھی کیا تھا۔

"ہیلو......" انہوں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

جی امی...... سرمد بات کر رہا ہوں...... آپ کو یہ بتانے کیلئے فون کیا ہے کہ آج رات میں گھر نہیں آسکوں گا فی الحال تو میں اپنے کام میں مصروف ہوں لیکن دو بجے مجھے ایئرپورٹ پہنچنا ہے میرا ایک دوست U.K سے آ رہا ہے اسے ریسیو کرنا ہے اور ہوٹل پہنچانا ہے...... میں اس کے ساتھ ہوٹل میں تھوڑا ریسٹ کر لوں گا...... آج ویسے بھی میں نے بہت ڈرائیو کی ہے بہت تھک جاؤں گا۔ ایئرپورٹ سے واپسی کے بعد مزید ڈرائیو کی ہمت نہیں ہوگی۔ او کے؟

"ٹھیک ہے بیٹا...... حور بانو ایک دم ہلکی پھلکی ہو گئیں۔" بیٹے پر پیار سا آ گیا اتنی مصروفیت میں بھی ماں کا دھیان تو رکھتا ہے......

"میں تو تمہیں کب سے کہہ رہی ہوں کہ مستقل کوئی ڈرائیور رکھ لو...... تمہارے اپنے کام تمہیں تھکانے کو بہت ہیں بیٹا......" وہ بیٹے کی شدید تھکاوٹ کے احساس سے تڑپ گئیں......

چھوڑیں امی...... اچھے ڈرائیور آسانی سے کہاں ملتے ہیں گاڑی کا ستیاناس کر دیتے ہیں قیمتی پرزے بیچ کر کھا جاتے ہیں۔ صاحب کو ڈراپ کر کے بیوی بچوں کو لے کر سیر پر نکل جاتے ہیں خیر آپ پریشان نہ ہوں وہ آپ کراچی سے پھوپھو آ رہی ہیں۔ کھانا پکانا تو اسے آتا ہوگا آتے ہی ڈرائیونگ اسکول میں داخل کرا دیجئے گا...... اس قسم کی صورت حال میں وہ مجھے لینے آ جایا کرے گی......

سرمد نے شگفتہ انداز میں ماں سے مذاق کیا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

''حور بانو کی تو کیفیت ہی بدل گئی ''سرمد کے مذاق نے تو ان کے ہوش اڑا دیے

سارے جذبے بجھا کر رکھ دیے.........

ابھی کرتی ہوں صادقہ سے فون پر بات ...... کہ اپنے بھائی کو بولیں جلدی کریں میرا بچہ بہت پریشان ہے ...... گھر میں بیوی آئے تو اس کا خیال رکھے ...... وہ مسکراتے ہوئے سوچ رہی تھیں ساتھ ہی نوٹ بک اٹھا کر صادقہ کا نمبر نکال رہی تھیں۔



دانیال رات کے کھانے پر بھی نہیں تھا پتہ نہیں کس وقت میں آ کر اوپر اپنے بیڈ روم میں چلا گیا تھا۔

صادقہ بیگم کو ملازم سے پتہ چلا تھا کہ چھوٹے صاحب آ چکے ہیں اور اپنے کمرے میں ہیں۔ دانیال اپنی جگہ بہت ڈسٹرب تھا کل سے اسے ایک فکر پریشان کر رہی تھی کہ اماں جان نے کچھ سن نہ لیا ہو کہیں سوال جواب کر کے کچھ کھوج نہ لیں ...... وہ ماں کے سامنے آنے سے پہلے پوری تیاری کر لینا چاہتا تھا اس نے رات جس حال میں ماں کو چھوڑا تھا اندازہ تھا کہ وہ اس سے سوال جواب ضرور کریں گی۔ وہ اپنے تئیں متوقع سوالات کے جوابات تیار کر رہا تھا اماں جان نے یہ پوچھا تو یہ کہہ دوں گا وہ پوچھا تو وہ......

توبہ ہے یہ خان صاحب تو پنجے جھاڑ کر ہی پیچھے پڑ گئے ہیں ...... کیا شہر میں سارے لڑکے جہاد پر چلے گئے ہیں حقل مند کو اشارہ کافی ...... یہ ہیں کہ پیچھے جا رہے ہیں ...... وہ کوفت سے منہ بنا کر سوچ رہا تھا ماں سے ملے باتیں کیے بغیر اسے بھی تو چین نہیں آ رہا تھا......

اس نے اپنی فائل نکالی کمپیوٹر کا پلگ لگایا ...... چیئر سیٹ کی ...... لیکن پتہ چلا بجلی کا سلسلہ معطل ہے ...... اس ملک میں کچھ بھی تو ٹھیک نہیں ...... اس نے جھلا کر سوئچ آف کیا اور Lap Top اٹھا کر بیڈ پر بیٹھ گیا ...... ابھی فائل کھولی ہی تھی کہ صادقہ بیگم دستک دے کر اندر آ گئیں ...... دانیال کو مصروف پا کر انہیں تسلی ہوئی کہ شاید اس پر آج کل پڑھائی کا بہت دباؤ ہے بے چارے کو کھانے پینے کا ہوش نہیں۔

''آئیے اماں جان ...... میں نے کھانا نہیں کھایا اور آپ کو نیند نہیں آئے گی۔'' وہ اور زیادہ مصروف ظاہر کرنے لگا۔

ظاہری بات ہے جس نے صبح سے اٹھ کر تم لوگوں کی پسند کے کھانوں کی تیاری میں لگا

ہوں یا کر کھانے کی میز پر خوش خوش بیٹھو جتنا بھی کھاؤ خوشی سے کھاؤ ...... کھانا بھی پڑا رہ جاتا ہوں تھیں ہوگا؟ جب تمہیں پتہ ہے ماں گھر میں کھانا تیار رکھتی ہے تو باہر کچھ کھانے کی کیا ضرورت ہے؟

''پھر کھایا ہے یا بھوکے بیٹھے ہو؟'' وہ جیسے برس پڑیں۔

''ابھی کھایا کچھ نہیں ...... دو گلاس ملک شیک پی لیا تھا تو بھوک کہاں سے لگتی۔'' وہ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صادقہ بیگم اس کا نظر چرانا صاف محسوس کر رہی تھیں۔ اچھا تھوڑی دیر کام روکو مجھے تم سے ایک دو ضروری بات کرنا ہے ایک تو بیلا کے نکاح کے بارے میں دوسرے رات کو جو صاحب آئے تھے ان کے متعلق ...... جب ماں باپ کو اندازہ ہو جائے کہ ان کے بچے کسی مسئلے میں پھنسے ہوئے ہیں تو وہ لاتعلق نہیں رہ سکتے ہاں بے شک کچھ بھی پتہ نہ ہو نہ ہی کوئی اندازہ ہو تو وہ الگ بات ہے۔

''ایک سنجیدہ، ذمہ دار بردبار آدمی چل کر تمہارے پاس آیا۔'' بہت سلیقے سے تم سے بات کی۔

''کون ہیں وہ ......؟ اور یہ تحریم کون ہے؟'' بالآخر انہوں نے پوچھ لیا۔ کیا قصہ ہے؟

''اماں جان ...... کوئی بات نہیں ہے اگر تھی بھی تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئی ہے۔'' پلیز آپ آرام کریں میں کھانا کھا لوں گا ...... اس نے عاجز ہو کر کہا تھا۔

بات تمہاری طرف سے ختم ہوئی ہے ...... وہ تو غالباً بات آگے بڑھانے آئے تھے ......؟ کون لوگ ہیں یہ اور ان کی اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ تمہارے ماں باپ سے ملے بغیر اپنی لڑکی کی شادی کی بات ڈائریکٹ تم سے کریں ...... مجھے بتاؤ دانیال یہ کیا چکر ہے میں تمہاری ماں ہوں اگر تم کسی مشکل میں ہو تو میں تمہاری مقدور بھر مدد کر سکتی ہوں ...... تمہارے ماں باپ زندہ ہیں تمہیں ہر معاملے میں اپنے ماں باپ کو اعتماد میں لینا چاہیے۔ ہمارے اکلوتے بیٹے سے کوئی شادی بیاہ کے معاملے میں بات چیت کر رہا ہے کیا یہ ہماری نیندیں اڑانے کیلئے کافی نہیں؟ تمہیں اندازہ ہے آج کا دن میں نے کس طرح گزارا ہے؟ کس طرح اپنے کام نپٹائے ہیں اور تم ہو کہ ماں کو ٹالے جا رہے ہو؟ اب وہ ناراضگی سے کہہ رہی تھیں۔

اماں جان یقین کریں اگر کوئی بات ہوتی تو میں آپ سے ڈسکس کرتا مشورہ لیتا مگر کوئی اہمیت نہیں آپ نے اگر بات کچھ سن لیا ہے تو یہ بھی بتا دوں گا کہ میں ان سے صاف صاف معذرت

کر چکا ہوں اب وہ مجھ سے کسی قسم کی بات نہیں کریں گے۔ دانیال نے بہت اعتماد سے ماں کو یقین دلایا۔

ہاں وہ بھی میں نے سن لیا...... لیکن اس شریف آدمی کا بے بس سا لہجہ بھی میں نہیں بھلا پا رہی ہوں وہ تو تم سے کوئی درخواست سی کر رہا تھا۔ تم پر کوئی دباؤ تو نہیں ڈال رہا تھا۔

وہ ڈال بھی نہیں سکتے میں نے ایک مذاق کیا تھا اور اپنی اس حماقت پر باقاعدہ ان سے معافی بھی مانگ لی تھی تو اب کیا رہ جاتا ہے...... یہ تو زیادتی ہے ناں اماں جان......؟ اس نے رائے بھی مانگ لی اب یہ دیکھنا ہوگا جس بات یا غلطی کی تم نے معافی مانگی ہے اس سے ان کا نقصان کتنا ہوا ہے وہ اس نقصان کو برداشت کرنے کی ہمت سکت بھی رکھتے ہیں یا نہیں...... صادقہ بیگم کا دل اندیشوں سے لرزنے لگا...... کیا غلطی کر بیٹھا ان کا جگر پارا...... عموماً جوان بچوں کی ایک ہی لغزش کی طرف ذہن جاتا ہے۔

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔'' ان کو ایک لڑکا پسند آ گیا، ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ رہے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے......

''لڑکا......؟ کون لڑکا؟'' صادقہ بیگم حواس باختہ سی ہو کر اس کی صورت تکنے لگیں۔

اب دانیال کو اندازہ ہوا کہ جب تک وہ ماں کو سب کچھ تفصیل سے نہیں بتا دیتا اس کی جان نہیں چھوٹے گی اس نے گہری سانس لی اور بستر سے اتر آیا اور ایک آرامی کرسی کی طرف اشارہ کر کے ماں سے بولا آپ پلیز یہاں بیٹھیے...... میں بتاتا ہوں آپ کو...... اس کے انداز میں اتنا اعتماد اور بے نیازی تھی کہ صادقہ بیگم کے بہر حال اوسان بحال ہو گئے...... وہ اب تک کھڑے کھڑے بات کر رہی تھیں دانیال کے کہنے پر جلدی سے چیئر پر بیٹھ گئیں۔ جس سے ان کے تجسس کا اندازہ ہوتا تھا۔

دانیال نے اپنی کمپیوٹر چیئر گھسیٹ کر ماں کے مقابل کی اور بیٹھ گیا دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پھنسا کر گود میں رکھ کر اس نے چند لمحے سوچا یعنی بات کس طرح شروع کرے اور مختصراً کس طرح کرے۔ صادقہ بیگم کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔ وہ بغور اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''دانیال نے اپنی اور وعلی کی شرارت بہت مختصر الفاظ میں گوش گزار کی اس شرارت کے بعد جو کچھ ہوا وہ بھی بتا دیا اور تازہ ترین نور محمد خان کی آمد کی وجہ بھی۔''

صادقہ بیگم نے دم سادھ کر سب کچھ سنا اور اس کے خاموش ہوتے ہی گہری سانس کھینچی

بہر حال سب کچھ جان کر اعصابی جنگ سے تو ان کو چھٹکارا مل گیا۔ مگر قدرے متفکر تھیں......

اگر چہ یہ کوئی اتنی بات نہیں کہ اس کو نظر انداز کرنا مشکل ہو انسان سب کچھ اپنی پسند کا تو نہیں حاصل نہیں کرتا شیخ صاحب کو اصولاً تو اتنا سیریس نہیں ہونا چاہیے...... اس طرح کے کاموں میں زبردستی نہیں ہوتی یہ تو خوشی کا سودا ہوتا ہے...... خان صاحب نے بھی درست راستہ اختیار نہیں کیا اگر کچھ ایسی بات تھی تو انہیں مجھ سے اور تمہارے ابا جان سے کونٹیکٹ کرنا چاہیے تھا۔ صادقہ بیگم بہت سوچ سوچ کر بول رہی تھیں...... ماں تو ویسے ہی اولاد کو نادم دیکھ کر پگھل جاتی ہے...... انہیں تو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ ان کے بچے نے اپنی غلطی کی معافی مانگنے میں دیر نہیں لگائی۔ اب اگر شیخ صاحب ہی پشیمان ہیں تو اس کا کیا قصور...... اب وہ خالص ماں بن کر اپنی اولاد کیلئے جانب داری سے سوچ رہی تھیں۔

''دانیال تو ماں کے خیالات سن کر مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا بلکہ اسے تو افسوس ہوا کہ اسے یہ سب کچھ پہلے ہی ماں کو بتا دینا چاہیے تھا۔''

خیر اب تم فکر مت کرو...... تم مجھے خان صاحب کا نمبر دو میں خود ان سے بات کرتی ہوں کہ وہ آئندہ اس موضوع پر تم سے کوئی بات نہ کریں...... تمہاری پڑھائی پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ اپنی بچی کیلئے اچھے رشتے کی کوشش کریں اللہ کی ذات بہت بڑی ہے۔

دانیال کا تو بس نہیں چل رہا تھا ماں کو سر پر بٹھا کر ناچنا شروع کر دے۔ اس نے جھٹ ایک چٹ پر نور محمد خان کے تین چار کونٹیکٹ نمبرز لکھ کر ماں کے حوالے کر دیے۔ اور خود پھول کی طرح ہلکا ہو گیا۔

''اب تم سکون سے اپنی پڑھائی کرو ساری عمر کی محنت کا نتیجہ ملنے والا ہے۔'' ان کا اشارہ آخری سمسٹر کی طرف تھا۔

''جی اماں جان......'' دانیال کو ماں پر ٹوٹ کر پیار آیا لہجہ از حد ممنون تھا۔

صادقہ بیگم گہری سوچوں میں گھری باہر چلی گئیں دانیال اب بہت سکون سے Lap Top استعمال کر رہا تھا...... تھوڑی دیر میں بہت کچھ بدل چکا تھا۔



ایمان کی بولو دلہن...... واقعی منع کر رہی ہے؟ ثریا دادی کو پانی پیتے پیتے اچھو لگ گیا۔ وہ ان سلائی والے تخت پر بیٹھی تھیں، حیا پڑھ رہی تھیں دادا نگین صاف کر رہی تھی بڑی اماں چھت پر

شاید وہ میرے کپڑے اتارنے گئی تھیں۔ حنا اور حبا T.V پر اپنے پسندیدہ ڈرامے کی قسط دیکھ رہی تھیں۔ موقع غنیمت جان کر طاہرہ بیگم نے ثریا دادی کو حبا کے انکار کا بتا دیا۔ ظاہر ہے انہی کے مشورے سے انہوں نے بیٹی سے رائے مانگی تھی اس لیے نتیجہ بھی پہلے ان کو بتانا تھا۔

”کیا کہہ کر انکار کر رہی ہے؟ سو طرح کے اندیشوں نے ستانا شروع کر دیا۔“ وہ رات نگاہوں میں گھومنے لگی جب حبا کو دانیال کے کمرے سے باہر آتے دیکھا تھا۔

کچھ نہیں بس اتنا بولی ہے کہ آپا اور حنا باجی سے پہلے ہرگز شادی نہیں کروں گی۔ بہنوں کا احساس کر رہی ہے اماں۔۔۔۔ طاہرہ بیگم نے ساس کو بیٹی کی کوالٹی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے بڑی دلسوزی سے جواب دیا۔ جیسے کہہ رہی ہوں کتنی انسانیت ہے میری بیٹی میں۔

احساس کر رہی ہے یا نہیں کر رہی ہے۔۔۔۔ صرف اتنا سوچو ایک بہت اچھا رشتہ ہاتھ سے جا رہا ہے حور بانو نے ہاتھ ہی اس پر دھرا ہے یہاں سے انکار ہوگا تو وہ کوئی اور گھر دیکھیں گی۔ میں بہت سمجھ چکی ہوں ان کو۔۔۔۔ تم حبا کو سمجھاؤ دلہن کہ اس کے انکار کر دینے سے اس کی بہنوں کا یہاں رشتہ نہیں ہوگا۔۔۔۔ پہلے یا بعد یہ ہم بڑوں کا مسئلہ ہے اس کا نہیں ہے۔ اگر انکار کی صرف یہی وجہ ہے تو تم حور بانو کو ہاں کا جوابی رقعہ لکھ دو کہ جب دل چاہے آ جائیں اور نکاح کر لیں حبا کا نکاح اور رخصتی ہوگی ساتھ اس کا نکاح ہو جائے گا۔ جیسے کہ حور بانو کہہ رہی ہیں کہ دیا کے ساتھ ہی نکاح اور چھ مہینے بعد رخصتی۔۔۔۔ اگر ہم بچوں کے کہنے پر چلنے لگے تو سب کام دھرے کے دھرے رہ جائیں گے کوئی اور وجہ بتاتی تو ہم سوچتے۔۔۔۔ صادق حسین آتے ہوں گے ان سے بات کر کے جوابی رقعہ فوراً بھیجو۔۔۔۔ کسی صورت یہ رشتہ ہاتھ سے جانے نہیں دوں گی ایک دم تو ان جیسا ہوا بعد کو ہم ہی پچھتائیں گے ایسے تو کوئی اچھی اور مطلب کی لڑکی مل ہی جائے گی۔ ثریا دادی نے دو ٹوک فیصلہ سنا دیا۔

اور یہ لکھ دینا دلہن جب مرضی آ کر نکاح کر لیں بس ہمیں ہفتہ بھر کا وقت دے دیں تاکہ ہم حبا کی تیاری بھی کر لیں۔ یہاں دان وہیز کا تو کوئی مسئلہ نہیں مگر کچھ تو تیاری کرنا ہی ہوگی وہ گویا ہوئیں بے ڈھنگی وجہ سن کر جھنجھلا ہی گئی تھیں۔۔۔۔

”اماں۔۔۔۔ کوئی مسئلہ نہ ہو جائے۔۔۔۔“ طاہرہ بیگم کو حبا کے انداز یاد آ رہے تھے۔

اتنی منہ زور اور خود سر بیٹی ہے تمہاری۔۔۔۔ یوں سوچتی ہو اولاد کے متعلق۔۔۔۔ کل کے بچوں سے گھبرا رہی ہو۔ یہ تو ہماری خوبی ہوئی کہ ہم نے اس سے پوچھ لیا۔۔۔۔ اس لیے تو کہتی ہوں

شاید وہ ہماری لیڈر بن جائے۔۔۔۔ اب تم اپنا کام کرو تب تک میں نماز پڑھ لوں صادق حسین بھی آتے ہوں گے ان کو کھانا وانا کھلا کر رقعہ لکھ دو الوضح نکلتے ہوئے دے دینا۔ رجسٹری سے بھیجا ہے تو ان کے رقعے پر لکھا ہوا ہے۔ ثریا دادی اتنی کہہ کر وضو کرنے واش بیسن کی طرف بڑھ گئیں۔ طاہرہ بیگم ساس کی ہم خیال تھیں۔ اتنا اچھا رشتہ ہرگز نہیں ٹھکراؤں گی۔ انہوں نے بھی ”عزم صمیم“ کر لیا۔



”ہیلو۔۔۔۔“

”السلام علیکم۔۔۔۔“

”وعلیکم السلام۔۔۔۔“ ”خان صاحب میں دانیال کی والدہ بات کر رہی ہوں۔۔۔۔“ صادقہ بیگم نے بڑے اعتماد اور وقار سے بات شروع کی۔۔۔۔ وہ اتنی پریشان تھیں کہ خان صاحب سے بات کیے بغیر سو نہیں سکتی تھیں۔ بہتر یہی جانا کہ ان سے صاف صاف بات کر کے ایک طرف ہو جائیں تاکہ دانیال مزید ڈسٹرب نہ ہو ضروری کاموں سے فارغ ہوتے ہی انہوں نے خان صاحب کا نمبر ملایا تھا۔

”جی۔۔۔۔ جی۔۔۔۔ حکم۔۔۔۔“ خان صاحب تو ”دانیال کی والدہ“ سنتے ہی ریشہ خطمی ہونے لگے۔ بیٹھے سے یوں کھڑے ہو گئے گویا صادقہ بیگم سامنے ہوں اور وہ آداب بجا لا رہے ہوں۔

حکم کیا بس آپ سے درخواست کرنا ہے۔۔۔۔ ماشاءاللہ آپ تجربہ کار اور سمجھدار انسان ہیں بچوں کی بھول چوک کو معاف کر دیتے ہی میں بڑائی ہے دانیال بہت پریشان ہے اس کے امتحان بھی شروع ہو رہے ہیں عمر بھر کی محنت کا سوال ہے۔ بس مجھے آپ سے اور کچھ نہیں کہنا۔ انہوں نے اپنے حساب سے قصہ کوتاہ کر دیا۔

بیگم صاحبہ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بچوں کی غلطیوں کو واقعی معاف کر دینا اچھا ہوتا ہے اس صورت میں تو اور زیادہ اچھا ہوتا ہے جب وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے نادم بھی ہو رہے ہوں۔ خان صاحب بڑے جوش میں آ چکے تھے۔

پھر تو مسئلہ ہی کوئی نہیں۔۔۔۔ تو پھر میں دانیال کو کہہ دوں کہ وہ راضی ہو جائے اور سب بھول جائے نا سمجھی کی عمر ہے بچوں سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔۔۔۔ مجھے سب کچھ جان کر اچھا تو

محسوس نہیں ہوا بہر حال میرے بیٹے کی نا سمجھی سے آپ لوگوں کو بہت تکلیف پہنچی لیکن اب شاہ صاحب رو بصحت ہیں اور انشاء اللہ بہتر ہو جائیں گے۔ آپ بچی کے لئے کوشش کیجئے اللہ کرم کرے گا۔
صادقہ بیگم یہ کہہ کر فون رکھنے لگیں تو دوسری طرف سے خان صاحب ہیلو ہیلو کرنے لگے۔۔۔۔۔ صادقہ بیگم نے ریسیور پھر کان سے لگا لیا۔

”جی۔۔۔۔۔“ ان کے چہرے پر الجھن سی جھلکنے لگی تھی۔

بیگم صاحبہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ سے تفصیل سے بات ہونا چاہیے۔ یہ بات اچھا ہوا کہ دانیال نے خود ہی سب کچھ آپ کو بتا دیا۔ شادی ہونا یا نہ ہونا یہ تو مقدر کے کھیل ہیں۔ مگر آپ ایک بہت اچھے اور ہونہار بیٹے کی ماں ہیں اور اس کی خوبیوں میں آپ کا کردار اہم ہے۔ میں صرف آپ سے اتنی درخواست کروں گا کہ آپ مجھے ایک ملاقات کا موقع عنایت فرما دیں میں بہت مشکور ہوں گا۔۔۔۔۔ اگر دانیال کے والد بھی موجود ہوں تو یہ بہت بہتر ہوگا۔

ان کے انداز میں اتنی سادگی و عاجزی اور شائستگی تھی کہ صادقہ بیگم کو توجہ کرنا پڑی چند لمحے کچھ سوچا۔۔۔۔۔ پھر آہستگی سے بولیں۔

میں اپنے شوہر سے مشورہ کر کے آپ کو بلاتی ہوں۔ انشاء اللہ کل کسی وقت آپ کو فون کروں گی۔

میں اس عزت افزائی کو کبھی نہ بھلا سکوں گا۔۔۔۔۔ بیگم صاحبہ دولت کی کثرت انسان کو مقدر پر قادر نہیں کر دیتی۔۔۔۔۔ کوشش انسان کا فرض ہے۔۔۔۔۔ آگے جو اللہ بہتر جانے۔ اللہ حافظ۔
نور محمد خان کی آواز آنا بند ہو گئی۔ صادقہ بیگم سحر زدہ سی بیٹھی تھیں۔۔۔۔۔ کتنی مکمل سی بات تھی ان کی۔۔۔۔۔ ایک جملے میں دفتر بند تھا۔ نتا دانا، ہوش مند انسان۔۔۔۔۔ بلا جب تو کبھی کوئی کام غلط کرے گا۔۔۔۔۔

”عقل کی نشانی ہی یہ ہے کہ عقل انسان کو وقت کا بہترین استعمال سکھاتی ہے۔“
”میں ان لوگوں سے ضرور ملوں گی۔۔۔۔۔“ ان کے اندر ایک ولولہ، ایک عزم سا بیدار ہو گیا تھا۔



پھر میں لڑکے کو کل بلا لیتی ہوں یوں بھی کل اتوار ہے۔ صادقہ اور اشرف علی کو بھی بلا لیتی ہوں۔ جب کوئی کام کرنا طے ہو جائے تو تاخیر کیا معنی؟

صادق حسین کھانا کھا کر چھت پر جا لیٹے تھے۔ طاہرہ بیگم موقع غنیمت جان کر ان کے پاس چلی آئی تھیں اور جو کچھ دیکھ کر آئی تھیں گوش گزار کر دیا تھا ان کی خاموشی کو تائید جان کر بات آگے بڑھائی تھی۔ صادق حسین چند لمحے کچھ سوچتے رہے پھر قریب بیٹھی ہوئی بیوی کو ایک نظر دیکھا جو ان کی خاموشی پر خلفشار میں مبتلا ہونے لگی تھیں۔

دیکھو۔۔۔۔۔ سوچ لو۔۔۔۔۔ دو بچوں کی ذمہ داری کی بات ہے۔۔۔۔۔ کل کو ہماری اپنی ہی بیٹی ہمیں کوئی الزام نہ دے۔۔۔۔۔ سوتیلی ماں کی بڑی سخت آزمائش ہوتی ہے۔۔۔۔۔ وہ بڑے مدبرانہ انداز میں بولے۔

عورت کی تو ہر طرح سے آزمائش ہے۔۔۔۔۔ خواہ کسی رشتے میں بندھ جائے۔۔۔۔۔ عورت میں صبر اور برداشت اور عزت نفس ہو تو کیا شرابی جواری، زانی، ڈاکو سے نہیں بیاہ جاتی؟ کتنے بدمعاشوں کی شریف بیویاں نہیں دیکھیں؟ اجی بس چھوڑیں میں ایسی بات نہیں کرنا چاہتی۔۔۔۔۔ جن عورتوں نے نباہنا نہیں ہوتا وہ تو خوبیوں والے مردوں سے بھی دھوکہ کر جاتی ہیں۔۔۔۔۔ ہمیں اپنی اولاد کا پتہ ہے وہ کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں۔ آپ اپنے دل کی بولیں۔۔۔۔۔ طاہرہ بیگم چونکہ ایک فیصلے پر پہنچ چکی تھیں اس لیے قائل کرنے کے سارے ہتھیار استعمال کر رہی تھیں۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تم ماں ہو اپنی اولاد کا برا تو نہیں چاہ سکتیں اور اب تو گھر بار اور لڑکا بھی دیکھ آئی ہو تو تمہاری ہر بات میں وزن ہے۔۔۔۔۔ مگر وہ بڑی اماں۔ ان کو کے سنبھالو گی عمر دیکھیں بڑی اماں کی پاکستان بنا تو بقول ان کے بائیس برس کی تھیں۔۔۔۔۔ وہ تو اپنا سارا وقت گزار چکیں۔۔۔۔۔ اس نسل کے گھاٹے فائدے دیکھنے کیلئے ان کے پاس کتنا وقت ہے۔۔۔۔۔ وہ ابھی تک دلی کی جامع مسجد کے پچھواڑے بیٹھی ہیں۔۔۔۔۔ طاہرہ بیگم کے لہجے میں تلخی سی اتر آئی۔۔۔۔۔
”دیکھ لو۔۔۔۔۔ ان سے بگاڑ کر ان کے ساتھ رہ لو گی؟“ صادق حسین کی امن پسند تجاہل پسند طبیعت کو سو (۱۰۰) طرح کے دھڑکوں نے ستانا شروع کیا۔۔۔۔۔
جب پوتی کو خوش باش رستا بستا دیکھیں گی تو خود ہی سب کچھ بھول بھال جائیں گی۔ تب تک کا ٹینشن لینے کو میں تیار ہوں۔۔۔۔۔ مگر یہ رشتہ نہیں ٹھکراؤں گی۔ اولاد کے مفاد نے انکو قطعی بے خوف کر کے رکھ دیا تھا۔ بڑی لاپرواہی سے بولیں تھیں۔
”صادق حسین کچھ کہتے کہ فیصلہ ہو چکا۔“ آہستگی سے بولے۔
”ٹھیک ہے بلا لو۔۔۔۔۔“ میرے کرنے کا جو کام ہے وہ بتا دینا۔۔۔۔۔

"طاہرہ بیگم ایک دم پرسکون ہو گئیں جیسے سر سے منوں بوجھ اتر گیا ہو" اپنا دوپٹہ سے سر پر جماتے ہوئے اٹھ کھڑی ہو گئیں۔

"یہ صرف مجھ اکیلی کی بات نہیں ہے صادقہ کو بھی لڑکا اور گھر بار بہت پسند آیا ہے۔" وہ بولیں۔

"اچھی بات ہے....." صادق حسین نے یہ کہہ کر کروٹ بدل لی.....

طاہرہ بیگم کل کا پروگرام ذہن میں سیٹ کرتے ہوئے نیچے اترنے لگیں۔



اشرف علی سونے سے پہلے اپنی ضروری فائلیں ارینج کر کے ٹیبل پر رکھنے کے عادی تھے ساتھ ہی کیلنڈر پر تاریخ پر گول دائرہ بناتے اور سامنے ضروری پوائنٹ لکھ دیتے۔ اس وقت وہ روٹین کا کام کر کے پلٹے ہی تھے کہ بیوی کو بیڈ پر بیٹھا پا کر ذرا چونک گئے صادقہ بیگم کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ کوئی ضروری بات کرنے کیلئے ان کے فارغ ہونے کی منتظر ہیں.....

"وہ قریب آ کر ان کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے بولے۔"

"خیریت ہے صادقہ....." بارہ بج رہے ہیں سونے کا کوئی پروگرام نہیں..... کوئی مسئلہ ہے؟ کیا سوچ رہی ہو؟

" صادقہ بیگم نے گہری سانس لے کر شوہر کی طرف دیکھا" اور دھیمے لہجے میں بولیں۔

مسئلہ تو خیر کوئی نہیں ...... آپ کو تو فرصت ہی نہیں ملتی کہ سکون سے بیٹھ کر آپ سے ضروری باتیں ہی کر لوں..... اب بھی دیکھ لیجئے آپ کی فرصت کا انتظار کرتے کرتے بارہ بج گئے۔

"تو اللہ کی بندی...... اپائنٹ لے لیا کرو....." وہ مسکراتے ہوئے بولے اور اپنے پر گاؤ تکیے کا سہارا لے کر بیٹھ گئے.....

اتنے بڑے بزنس کے ہزاروں بکھیڑے ہوتے ہیں...... جیسے ہی گھر آتا ہوں بات کرو۔ انتظار کیوں کرتی ہو..... بولو..... کیا بات ہے..... بچیوں کی شادی وغیرہ کا کوئی مسئلہ ہے تاریخ مانگ رہے ہیں سسرال والے؟ اشرف علی نے پوچھا اور سگار سلگانے لگے..... بچیوں کی شادی کا تو الحمدللہ کوئی مسئلہ نہیں..... رشتے طے ہو گئے ہیں۔ جو وقت اللہ نے لکھا ہے وہ آنے پر یہ مرحلہ بھی طے ہو جائے گا۔ اس وقت تو میں دانیال کے سلسلے میں آپ سے بات کرنا چاہ رہی

ہوں۔ وہ دبی زبان میں بولیں......

دانیال کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے.....؟ کسی کو پسند کر چکے ہیں صاحبزادے یا آپ نے کوئی نیک بی بی پسند کر لی ہے..... بیٹے کی شادی کے خیال ہی سے اشرف علی کا موڈ مزید خوشگوار ہو گیا۔

نہ صاحبزادے نے پسند کی نہ ابھی تک میں نے دیکھی..... بلکہ آپ کے صاحبزادے کی ذرا سی نا سمجھی نے کچھ شریف لوگوں کو ڈسٹرب کر دیا ہے۔ اگرچہ ایک طرح سے اگر کچھ ہوا بھی تھا تو بات ختم ہو چکی ہے...... مگر ایک صاحب ہیں جو دانیال پر فدا ہوئے جا رہے ہیں اور گھر تک پہنچ گئے ہیں صادقہ بیگم بولتے بولتے عجلت کا شکار ہو گئیں اور بے ترتیب سی ہو گئیں..... اشرف علی تو کچھ سمجھ ہی نہ سکے۔ حیران سے بیوی کی شکل دیکھنے لگے۔ سگار انگلیوں میں سلگ رہا تھا وہ کش لگانا بھول گئے تھے...... تھوڑا سا جھلا کر بولے......

بھئی میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا..... نہ دانیال کی نا سمجھی نہ وہ صاحب..... جو اس پر فدا ہو رہے ہیں یہ کہہ کر انہوں دائیں طرف جھک کر سگار ٹیبل پر رکھی ایش ٹرے میں راکھ جھاڑی۔

"تب صادقہ بیگم نے دانیال کی شرارت اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات بڑی ترتیب سے ان کے گوش گزار کر ڈالے......"

اشرف علی بہت انہماک اور توجہ سے سن رہے تھے..... اکلوتے بیٹے کی بات تھی اس کے بہترین مستقبل کے لیے ہر دم کوشاں باپ کیسے توجہ نہ کرتا...... وہ سن رہے تھے اور پیشانی پر دم بدم گہری ہوتی شکنیں ان کے اندر کے مدوجزر کا بھید دے رہی تھیں۔

"صادقہ بیگم مختصراً بتا کر خاموش ہو گئیں۔" اشرف علی نے کش کھینچا پھر جھک کر راکھ جھاڑی اور بیوی کی طرف بغور دیکھ کر بولے......

اور آپ عورت ہونے کے ناطے فوراً جذباتی ہو گئیں...... کہ میرے بچے نے معافی مانگ لی ہے لہٰذا اب اس کی جان چھوڑ دی جائے میرے بیٹے کو اب پریشان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرا بیٹا تو بہت بڑی ہستی ہے گریٹ ہے کہ اس نے غلطی کا اعتراف کر لیا اور معذرت کر لی ڈھٹائی نہیں دکھائی وغیرہ وغیرہ...... اشرف علی ایک دم غصے میں آ گئے......

صادقہ بیگم ہکا بکا بلکہ قدرے سہم کر ان کی طرف دیکھنے لگیں اس طرح کے ردعمل کی درحقیقت ان کو توقع نہیں تھی۔ وہ تو سوچ رہی تھیں کہ بیٹے کی اچھی کارکردگی اور روشن ضمیری پر وہ

بہت سکون اور خوشی کا اظہار کریں گے۔ پھر اس کے بعد وہ جو کچھ چاہ رہی ہیں وہ بیان کریں گی۔ غلطی سے کسی کے پاؤں پر پاؤں پڑ جاتا ہے تو سوری کہہ کر جان چھوٹ جاتی ہے۔ لیکن اگر آپ کی کسی غفلت سے کوئی موت کے امتحان میں جا پڑتا ہے تو سوری کہنے سے اسے زندگی واپس نہیں مل جاتی..... زندگی کھیل تماشہ ہے؟ وہ مارے تلخی سے کہہ رہے تھے۔

لیکن شکر ہوا کہ شیخ صاحب کو اللہ نے زندگی دی وہ تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں اقدام قتل تو تھا..... اب وہ بچ گئے تو ان کا نصیب..... اشرف علی نے ناگواری سے کہا۔ ہائے اللہ یوں تو نہ بولیں..... صادقہ بیگم دہل کر بولیں۔

ماں ایک الگ کردار ہے..... سارے دنیا کے انسان ماں کی فطرت اور ماں کا دل نہیں رکھتے قتل نادانستگی میں ہو یا دانستہ پروگرام بنا کر..... "حد" تو لگتی ہے؟ تھوڑا سا سزاؤں میں فرق ہے۔ تمہارے بیٹے پر "حد" (HOD) لگتی ہے بھائی..... اشرف علی کا موڈ نہایت خراب ہو چکا تھا۔ صادقہ بیگم تو بدحواس سی ہونے لگیں سارے ایمرجنسی سوچ ناکارہ سے ہو گئے..... اضطراری انداز میں ہاتھوں سے کھیلنے لگیں۔

"مگر وہ معافی تو مانگ چکا ہے۔" وہ جز بز ہو کر بولیں.....

قرآن میں جن جرائم کو حدود کہا گیا ہے ان پر ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے سے جان نہیں چھوٹ رہی..... جرم کے نتیجے پر سزاؤں کی شدت کا انحصار ہوتا ہے..... وہ بیمار آدمی اگر مر جاتا... ماں سے محروم بچی اگر باپ سے بھی محروم ہو جاتی؟ سوچو اس گھر کا نقشہ؟؟ اشرف علی اضطراری انداز میں بستر سے اتر کر ٹہلنے لگے.....

اب بتاؤ مجھے وہ صاحب جو دانیال جیسے "جذباتی لونڈے" پر فدا ہو رہے ہیں وہ شیخ صاحب کے کیا لگتے ہیں اور کیا چاہ رہے ہیں..... غصے کی آندھی نے اشرف علی کے دماغ میں سب کچھ گڈمڈ کر دیا تھا وہ بات کا کوئی سرا پکڑنے کی صلاحیت کھو چکے تھے۔

پلیز آپ ذرا ٹھنڈے دماغ کے ساتھ میری بات سنیں۔ دانیال تو اپنے حساب سے تمام معاملہ نمٹا کر فارغ ہو چکا..... مگر وہ اب یہ چاہ رہے ہیں کہ دیت کے بجائے دانیال کو اپنا داماد بنا لیں..... میں بھی آپ ہی کی طرح سوچ رہی ہوں اگر ہمارے بچے کی غلطی کی وجہ سے کسی کے گھر میں پریشانی آ گئی ہے تو ہم ان کی بہتری کیلئے کچھ کریں۔ اگر لڑکی واقعی اچھی ہے تو دیکھ لینے میں کیا حرج ہے دانیال کیلئے..... آخر کہیں تو کرنی ہی ہے..... اس کی شادی..... صادقہ بیگم کا لہجہ منت سماجت کا سا تھا

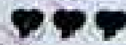
لیے ہوئے تھا۔ یوں بھی اپنے بیوی بچوں کو عیش و آرام سے رکھنے والے بندے کا رعب ہی الگ ہوتا ہے۔

اب لڑکی اچھی ہے یا نہیں ہے ہمارے بیٹے نے اس فیملی کو ڈسٹرب کیا ہے..... ان کو ریلیف دینا ہماری ذمہ داری ہے..... یوں بھی جوڑے آسمان پر بنتے ہیں اور شادی اپنے وقت پر ہوتی ہے۔ اگر وہ لوگ دل بڑا کر کے واقعی اس معاملے کو درگزر کر دیتے ہیں تو اچھی بات..... لیکن میں شیخ صاحب سے ملنا چاہوں گا تاکہ اندازہ کر سکوں وہ اس وقت کتنا برداشت کرنے اور سہنے کی ہمت رکھتے ہیں ورنہ دوسری صورت میں اس بیمار شخص کے ساتھ ہمیں بہت سمجھداری سے چلنا ہوگا۔

اشرف علی نے مرد ہونے کے ناطے دو ٹوک دو چار والی بات کر کے قصہ کوتاہ کیا اور سگنل دیا کہ اب وہ سونا چاہتے ہیں۔

"صادقہ بیگم تو ان کے دو ٹوک بلکہ بے رحمانہ اور فیصلہ کن انداز پر اندر سے بری طرح سہم گئیں وہ تو گویا ہمدردی کر کے ہی پچھتا گئیں۔"

بہر حال گہری سوچ میں گھری اپنی جگہ سے اٹھیں اور تیز روشنی بجھا دی۔ اشرف علی گھپ اندھیرے میں سونے کے عادی تھے..... ایک نظر پلٹ کر اشرف علی کو دیکھا جو ان کی طرف سے کروٹ لیے ہوئے تھے گویا اپنی طرف سے خاموشی کا کھلا اعلان کر رہے تھے..... (No disturb)۔



شام پانچ بجے تک وہ پہنچ جائے گا..... چار بجے تک سب کام نمٹا لینا۔ ہو سکتا ہے ساتھ میں اس کی خالہ اور ایک آدھ رشتہ دار بھی ہو۔ اپنے حلیے ٹھیک کر لینا..... طاہرہ بیگم من پسند مہمان کی آمد کے احساس سے بڑی پرجوش نظر آ رہی تھیں۔

"ارے کیا زردہ بریانی کھلاؤ گی سرپھروں کو..... ابھی تو دیکھنا دکھانا ہو رہا ہے۔" بڑی والی گل بالو تیوریاں چڑھا کر بہو سے پوچھنے لگیں۔

زردہ بریانی نہیں پک رہا اماں۔ چائے کے ٹائم پر آ رہے ہیں..... چائے کے ساتھ مٹھائی سموسے رکھ دیں گے۔

"طاہرہ بیگم نے بڑے تحمل سے طنز برداشت کیا اور رسانیت سے جواب دیا۔"

"ثریا دادی نے گھور کر گل بانو دادی کی طرف دیکھا تھا مگر بولیں کچھ نہیں۔۔۔"

صادق کو کون کو دیا؟ اب تو وہی تمہاری لیڈر ہے۔۔۔۔ گل بانو دادی نے پھر ایک تیر چلایا۔ اب تک تو سارے تیر خطا ہو گئے تھے۔

"تمہیں کسی نے روکا ہے 'لیڈری' سے؟" "تم بن جاؤ لیڈر۔۔۔۔ ثریا دادی اب چڑ پڑیں۔۔۔

بس اماں آپ ہی چپ رہیں۔۔۔۔ خوشی کے موقع پر تکرار اچھی بات نہیں۔۔۔۔ اللہ سے نیک نصیب ہونے کی دعا کریں اماں۔۔۔۔ ہمارے دل میں بڑی حسرت ہے کہ کبھی سارے جھنجھٹ بھلا کر دل سے خوش ہوں۔ صبح آنکھ کھلتے ہی آج کیا پکے گا۔۔۔۔ کس کے کپڑے تیار کر کے آج ہی دینا ہیں۔۔۔۔ سب چیزیں گھر میں موجود ہیں گرم مسالہ ختم ہو گیا ہے۔۔۔۔ ایک ذرا سا گرم مسالہ لینے کیلئے بھی چادر اوڑھ کر نکڑ تک خود جانا ہوگا۔۔۔۔ اب کوئی بیٹا تو ہے نہیں کہ پیسے تھما کر کہیں جا بھاگ کر چھٹانک گرم مسالہ لے آ۔ بیسی والی بھی آج پیسے لینے آئے گی۔۔۔۔ پھر چار جوان بیٹیوں کی سوچیں۔۔۔۔ اب سے کرنا شروع کروں تو کب تک ان فرائض سے فارغ ہوں گی۔۔۔ آج مدت بعد اس گھر میں رنگ اترے ہیں۔۔۔۔ ایک ذرا سی خوشی ہو لینے دیں۔۔۔۔ بولتے بولتے طاہرہ بیگم کی آواز بھرا گئی۔۔۔

"گل بانو دادی تو اپنی جگہ چوری ہو گئیں البتہ ثریا دادی اپنی جگہ سے اٹھیں اور بہو کو والہانہ انداز سے گلے لگا لیا۔"

سدا سہاگن رہو۔۔۔۔ انشاءاللہ۔۔۔۔ چار بیٹیاں ہیں ناں۔۔۔۔ ان کے نصیب سے چار بیٹے ملیں گے تمہیں۔۔۔۔ گھر بھر جائے گا تمہارا۔۔۔۔ چار بیٹیاں۔۔۔۔ چار بیٹے۔۔۔۔ نواسے نواسیاں۔۔۔۔ اتنی نعمتیں ملیں گی تمہیں۔۔۔۔ سنبھلیں گی نہیں تم سے۔۔۔۔ تم خوش خوش اپنے کام کرو اللہ سے نیک اُمید باندھ کر۔۔۔۔ اسی نے کرنا ہوتا ہے سب کچھ۔ ثریا دادی نے بہو کی پیشانی چوم لی۔۔۔

طاہرہ بیگم کے وجود میں انہوں نے نئے سرے سے امنگوں اور امیدوں کو بیدار کر دیا۔

تم تو نصیب والی ہو وہ دعائیں ہیں تمہاری۔۔۔۔ آنچل پھیلا کر دن رات تمہارے حق میں دعا کرتی ہیں۔۔۔ اب یہ گل بانو مزاج کی ذرا تیکھی ہیں مگر ان کی بھی جان اٹکی ہوئی ہے تم میں۔۔۔ ذرا دیر کو نظروں سے اوجھل ہو جاؤ تو بے قراری لگ جاتی ہے انہیں۔۔۔۔ ثریا دادی نے

Reformer کا کردار ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ لڑکیوں کے چہروں پر دبی دبی مسکراہٹیں تھیں۔

لاؤ دلہن تمہارے سموسوں کے لیے چٹنی پیس لوں۔۔۔۔ بازار کی چٹنی۔۔۔۔ جیسے بچے پانی میں سے پیالی بھر کر نمک مرچ ملا دیا ہو۔۔۔۔ گل بانو دادی بھی طاہرہ بیگم کی آزردگی اور شکایت کی جب تک نہیں لا پائی تھیں اپنی انا کو زیر کر کے انہوں نے بھی بہو کی دلجوئی کرنے کی کوشش کی گویا بتا رہی ہوں کہ تمہاری خوشی کی خاطر تمہارے ساتھ نظر آؤں گی۔۔۔۔ بائیکاٹ نہیں کروں گی طاہرہ بیگم انھیں پوچھتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئیں۔۔۔۔

تم کون سے کپڑے پہن رہی ہو حنا؟ ہما نے بے ترتیب کتابیں شیلف میں لگاتے ہوئے حنا سے پوچھا جو صادق حسین کے کپڑے استری کر رہی تھی۔۔۔۔ برآمدے میں سے آوازیں آنا بند ہوگئیں تو ہما نے دوسری جانب توجہ دی۔

کیا کوئی خاص کپڑے پہننا چاہئیں؟ کوئی مجھے دیکھنے آ رہا ہے۔ میں تو اس دنیا کی وہ عجیب و غریب لڑکی ہوں۔۔۔۔ جس کو دیکھے بغیر ہی پسند کر لیا گیا ہے بلکہ ادھر تو الٹا حساب ہے بے چارے لڑکے کو خطرہ ہوگا کہ کہیں اسے ناپسند نہ کر دیا جائے۔۔۔۔ حنا کے لہجے میں دکھ چھپی تھی کہی اپنی بات کہہ کر اس نے چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔۔۔

ظاہر ہے دو بچوں کے باپ کی تو لاٹری نکل رہی ہے۔۔۔۔ مجھ سے کم عمر اور کنواری لڑکی۔۔۔ ہما نے مسکرا کر حنا کی طرف دیکھا۔۔۔۔

"آپا۔۔۔۔ دو بچوں کا ذکر کر کے مجھے چھیڑ رہی ہو یا واقعی دل کی بات کر رہی ہو؟" حنا نے قدرے اداسی سے کہا اور بولی۔

میں تو آپ سے پہلے اپنی شادی ہونے پر بھی برابر خوش نہیں ہوں۔۔۔۔ یہ سب لوگ بہت بھولے ہیں تھے گھر میں نے بھی پتہ لگا ہی لیا۔۔۔۔ کہ آخر آپ کے بجائے میری شادی کے چکر میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔۔۔۔ وہ ہے ناں ہمارا اخباری رپورٹر تھا۔۔۔۔ اس نے بتایا کہ گول ہائی کے گھوڑی تھیں کہ حنا ذرا موٹی ہے اور قد بھی بہت لمبا ہے اس لئے سب سے بڑی دکھائی دیتی ہے اس کا اچھا رشتہ مشکل سے ہی ملے گا۔۔۔۔ یہ تو بڑی بہانی ناں ہے۔۔۔۔ حنا جل جل کر کے زہریلی سی ہنسی ہنسنے لگی۔۔۔۔ ہما کو کئی بہن کے ناطے عجیب سا دکھ ہوا۔۔۔۔ وہ خاموش سی ہو کر رہ گئی۔۔۔۔

تم میرے کھانے پینے کو ہر وقت نظر لگاتی تھیں کہ ساری ملائی یہ کھا جاتی ہے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کے فریج میں دانے مار کر فریج خالی کر دیتی ہے۔۔۔۔ دیکھو کیسا پھل پایا ہے۔۔۔

کہا کہہ کر جان بنا کر۔۔۔۔؟" وہ تیز تیز استری چلاتے ہوئے عجیب سے انداز میں ہنسی اور ہما تڑپ سی
گئی۔۔۔۔ ایک دم سے بلکہ بڑی شدت سے احساس ہوا کہ حنا تو اسے بہت پیاری ہے۔۔۔۔ ہر دم
الجھتے تکرار کرتے برا مانتے ایک دوسرے کو کھری کھری سناتے ہی زیادہ وقت گزرا تھا۔۔۔۔ زیادہ تر
کام پر ہی بحث تکرار ہوتی تھی۔۔۔۔ آرام سے لیٹ کر T.V دیکھنے کا دل چاہ رہا ہے کہ آواز آ
گئی۔۔۔۔ اوپر کپڑے سوکھ گئے ہوں گے۔۔۔۔ زیادہ دیر دھوپ میں پڑے رہنے سے رنگ خراب ہو
جاتا ہے۔۔۔۔ یا یہ کہ سالن کم ہے تھوڑی کھچڑی چڑھا لو وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔ اس پر بحث کہ فلاں بھی تو
فارغ ہے اسے کیوں نہیں کہا۔۔۔۔ مجھے ہی کیوں اٹھایا گیا ہے۔۔۔۔

"ہما نے حنا کی طرف بڑی اپنائیت سے دیکھا۔"

"اصل میں تم گھر میں سب سے زیادہ کام چور تھیں ناں اس لیے اللہ میاں نے تمہارا
اچھا انتظام کر دیا ہے۔" نوکروں والا گھر مل رہا ہے تمہیں۔۔۔۔

"اچھا۔۔۔۔ اتنے "پہنچے" ہوئے ہیں ہم۔۔۔۔ اللہ میاں سب سے زیادہ خیال کر رہے
ہیں۔ حنا طنزیہ انداز میں بولی اور پھر ہنس پڑی۔" بڑی عجیب سی ہنسی تھی۔۔۔۔ ہما کے دل کو کچھ
ہوا۔۔۔۔

"لگتا ہے تم خوش نہیں ہو۔۔۔۔؟" وہ افسردہ سی ہو کر بولی۔۔۔۔

"حنا خاموش رہی۔۔۔۔" اور استری چلاتی رہی۔

"اگر واقعی تمہیں یہ رشتہ پسند نہیں تو میں امی سے کہہ دوں؟" ہما نے اپنائیت سے
پوچھا۔۔۔۔

"چھوڑو آپا۔۔۔۔" ہماری کوئی پسند ناپسند نہیں بلکہ اس کا شکر یہ جو ہمیں پسند کر لے۔ حنا
کے انداز میں پھر طنز تھا۔۔۔۔

"ہما کی سمجھ میں بس یہی آیا کہ مزید کوئی بات نہ کرے اور وہاں سے ہٹ جائے۔"



"حور بانو بڑی تسلی سے فون پر صادقہ سے باتیں کر رہی تھیں۔"
سرمد تیار ہو کر ان کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا اور حور بانو کو ابھی تک اس کی آمد کا احساس نہیں
ہوا تھا۔

"وہ بہت گرم جوشی سے باتیں کر رہی تھیں۔"

ارے بھئی بس ختم کرو یہ ڈرامے۔۔۔۔ تم بھی جوتیاں گھسواؤ گی وہ بھی اپنے ہی گھر
والوں کو بس میں ایک دو دن میں پہنچ رہی ہوں مٹھائی لے کر اور اپنے بیٹوں کو لے کر۔۔۔۔ دن میں
سرمد کا نکاح کروں گی اور رات کو غزالی کا۔۔۔۔ اب کچھ نہیں سنوں گی۔۔۔۔ حور بانو کے انداز میں قطعی
پن تھا۔۔۔۔ سرمد نے ایک نظر ماں کی طرف دیکھا نگاہ میں کچھ الجھن سی تھی۔۔۔۔ پھر دوسری نظر اپنی
ریسٹ واچ پر ڈالی۔۔۔۔ حور بانو اسی طرح مگن تھیں دوسری جانب صادقہ بیگم کچھ کہہ رہی تھیں جو وہ
بہت توجہ سے سن رہی تھیں۔۔۔۔

"کیوں بھئی صرف اپنی ذمہ داری کی بات کیوں کر رہی ہو۔۔۔۔؟" صادق بھائی کو بتا دو
بس میں پہنچ رہی ہوں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ ان کے لہجے میں اس مرتبہ تھوڑی سی الجھن پوشیدہ تھی۔

تو اتنا سوچنے اور غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔؟ ہم انجان اور غیر تو نہیں ہیں۔۔۔۔
پھر انہوں نے سب بچیوں کی شادی کرنا ہی ہے۔۔۔۔ وہ تو امانتیں ہیں ان کے پاس۔۔۔۔ بس مجھے
کچھ نہیں سننا حنا میری ہے۔۔۔۔ وہ اس گھر میں بڑی بہو نہیں میری بڑی بیٹی ہو گی۔۔۔۔ انشاء اللہ
وہ کہہ رہی تھیں۔۔۔۔ اب سرمد پیچھے سے نکل کر ان کے سامنے آ کر صوفے پر بیٹھ گیا حور بانو نے بھی
ایک نظر سرمد کو دیکھا تھا اب بات کرتے ہوئے تھوڑی سی کانشس ہو گئیں بلکہ بات مختصر کر کے فون
ہی بند کر دیا اور سرمد کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"چلو ناشتہ کر لو۔۔۔۔ لگا ہوا ہے۔۔۔۔ آج تو تم خاصے لیٹ جا رہے ہو۔۔۔۔ وہ یہ کہہ کر
اٹھنے لگیں ایک منٹ امی۔۔۔۔ مجھے آپ سے ضروری بات کرنا ہے۔۔۔۔" اس نے ماں کو اٹھنے سے
روکا۔۔۔۔

وہ ذرا حیران سی ہو کر بیٹھ گئیں اور بیٹے کی صورت دیکھنے لگیں۔۔۔۔ کریم کلر کا سوٹ پہنے
اور میرون ٹائی لگائے وہ بہت جچ رہا تھا۔ حور بانو نے دل ہی دل میں ماشاء اللہ کہہ کر نظروں کا رخ
موڑ لیا اور آہستگی سے بولیں۔۔۔۔ (انداز قدرے ڈرا ڈرا تھا۔)

"ہاں ہاں کہو بیٹا۔۔۔۔"

امی۔۔۔۔ وہ دراصل میں کسی قسم کی فارملٹی یا Lenthy Process نہیں چاہتا۔۔۔۔
ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کی بات ہے۔۔۔۔ بائی ایئر بھی جائیں تو ایئر پورٹ کے چکر میں
اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔۔۔۔ پھر مجھے یہ ایسٹرن کسٹمز (مشرقی رواج) ہضم بھی نہیں ہوتے۔۔۔۔ میں
Episode wise شادی نہیں کروں گا۔۔۔۔ بس ہم جائیں گے۔۔۔۔ شادی اسی دن ہو گی۔۔۔۔

اور حیا ہمارے ساتھ اسی دن لاہور آئے گی...... وہ نظریں جھکا کر دھیمی آواز میں بات کر رہا تھا۔

حور بانو کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں بیٹے پر جیسے قربان ہی ہو گئیں...... بڑی گرمجوشی سے بولیں یہ تو میری بھی دلی تمنا ہے جلد سے جلد شادی ہو جائے۔ مگر بیٹے لڑکی والوں کے اپنے بھی کچھ مسئلے ہوتے ہیں...... وہ جہیز دینا ہوتے ہیں...... پھر براتی والوں کے لئے انتظام کرنا ہوتا ہے۔ تمہیں پتہ ہی ہے کہ وہ مالدار لوگ تو ہیں نہیں کہ کسی ہوٹل میں ریسپشن دے کر فارغ ہو جائیں...... وہ سمجھانے کے انداز میں بولیں

تو میں یہاں سے شیرٹن یا P.C میں بکنگ کرا دیتا ہوں۔ وہیں بلا لیں سب کو میں خود Pay کر دوں گا...... یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں...... سرمد نے بڑی سادگی اور لاپرواہی سے کہا تو حور بانو بیٹے کی جلد بازی اور سادگی پر بے اختیار مسکرانے لگیں۔

"ایسا نہیں ہوتا بیٹے...... وہ بہت خوددار لوگ ہیں...... صادق بھائی نے تو کبھی بھی بہنوں سے مدد نہیں لی جبکہ سب کی سب ماشاءاللہ خوشحال ہیں۔" وہ پھر سمجھانے لگیں۔

تو پھر کچھ کریں...... مجھے ابھی پندرہ دنوں میں شادی کرنا ہے...... اگلے مہینے مجھے لگ اور U.K جانا ہے...... وہاں بہت ضروری کام ہیں...... دو مہینے بھی لگ سکتے ہیں...... میں حیا کو ساتھ لے جانا چاہتا ہوں...... سرمد یہ کہہ کر گھڑی دیکھنے لگا۔

"حور بانو کی تو خوشی سے حالت غیر ہو رہی تھی......" چند روز سے جو ان کو الجھن لاحق تھی وہ ایک دم ہوا ہو گئی انگ انگ میں مسرت کے جوار بھاٹے اٹھنے لگے......

اسی لمحے سرمد کے موبائل پر رنگ ہوئی سرمد نے جیب سے موبائل نکالا نمبر دیکھا اور ماں کی طرف دیکھتے ہوئے ریسیو کر کے کان سے لگا لیا...... اس کے چہرے پر بڑے خوشگوار رنگ کھیلنے لگے...... وہ ہیلو ضرور بولا تھا مگر اب صرف سن رہا تھا اور حور بانو اس کے فارغ ہونے کا بے قراری سے انتظار کرنے لگیں۔

سات بجے تک تو یوں سمجھو کیک بیک (Bake) ہو رہا ہے اور سات بجے سے پہلے اوون سے نکالا ہی نہیں جا سکتا...... یہ کہہ کر وہ پھر دوسری طرف کی بات سننے لگا......

"ٹھیک ہے...... ٹرائی بیسٹ ضرور کروں گا...... پرامس نہیں ہے...... او کے" یہ کہہ کر اس نے سیل آف کر دیا......

ٹھیک ہے امی...... میں واش کر کے چلتا ہوں...... رات کو خاصا لیٹ ہو جاؤں گا آپ

"ان لوگوں" سے فائنل بات کر لیجئے...... اگر وہ لوگ رضامند نہیں ہوتے تو کہیں اور دیکھ لیجئے۔ وہ سیل جیب میں ڈال کر اٹھتے ہوئے بولا......

کہیں اور......؟ حور بانو کا دل دھک سے رہ گیا...... کیا ہو گیا ہے سرمد کو......؟ کیوں اتنی جلدی کر رہا ہے...... ایک سال پہلے جب وہ اس کی شادی کی بات کرتی تھیں تو وہ جھلا کر منع کر دیتا تھا کہ امی آپ کو تو بس شادی کی پڑی رہتی ہے...... اس سے بھی زیادہ ضروری کام پڑے ہوئے ہیں کرنے کیلئے...... ایک دم سے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے...... وہ اب پریشان سی ہو رہی تھیں...... یہ کوئی بہت آسان کام نہیں تھا...... پندرہ دن کے اندر اندر مکمل شادی اور حیا کے علاوہ اب وہ کسی اور کو بہو کے روپ میں دیکھنے کو تیار نہیں تھیں۔

"سرمد ڈائننگ میں جا چکا تھا ماں کو خیالات کے گرداب میں پھنسا کر۔"



تمام ضروری کام ہو چکے تھے گھر چم چم کر رہا تھا۔ دھلی چادریں، صوفوں کے دھلے ہوئے کور ہر شے اپنے ٹھکانے پر پہنچی ہوئی کچن باتھ روم تک معمول سے زیادہ صاف تھے اور چمک رہے تھے۔ طاہرہ بیگم ہر سال رمضان سے پہلے شب برات کی نیاز دلا کر گھر میں وائٹ واش کراتی تھیں اس لئے در و دیوار بارہ مہینے صاف نظر آتے تھے...... آج کی غیر معمولی صفائی ستھرائی نے تو گھر کو بہت جاذب نظر بنا دیا تھا۔ لڑکیاں بھی نہا دھو کر کپڑے بدل چکی تھیں دونوں دادیاں بھی مکمل تیار تھیں آنکھوں میں سرمے کی سلائیاں تک پڑ چکی تھیں۔

"صادقہ بیگم بھی عصر سے پہلے آ چکی تھیں۔ گھر میں چہار سمت ایک خوشی کی چمک بکھری نظر آتی تھی۔"

"گل بانو دادی بھی خود پر قابو پا کر خوشی میں ساتھ دینے کی کوشش کر رہی تھیں......"

حیا چنے کی چاٹ تیار کر رہی تھی حنا مہمانوں کے لیے نکالے ہوئے برتن دھو کر کپڑے سے خشک کر رہی تھی جبکہ دونوں دادیاں طاہرہ بیگم اور صادقہ آنگن میں فرصت کی حالت میں بیٹھی مہمانوں کی منتظر تھیں۔

گل اماں کی آمد بھی کسی لمحے متوقع تھی۔ صادق حسین باہر نکلے ہوئے تھے یہ کہہ کر کہ چھ بجے تک وہ گھر آ جائیں گے۔ حیا کو کسی نے کسی کام کیلئے نہیں کہا تھا۔ سب ہی اس کا احساس کر رہے تھے وہ اوپر کمرے میں لیٹی کوئی ڈائجسٹ پڑھ رہی تھی اور حنا دوسرے کمرے میں بستر پر چپ

چاپ لیتی ہوئی تھی۔

پہلے کول اماں ایک ہنگامے کی صورت میں گھر میں داخل ہوئیں خوشی سے بے حال مارے جوش و خروش کے برا حال...... باقاعدہ یوں سب سے گلے ملیں جیسے تہوار منا رہی ہوں آخر ان کے کریڈٹ پر ایک اور شادی انجام پانے والی تھی......

ان کی آمد کے دس منٹ بعد ہی مہمان آ گئے...... باہر کار رکنے کی آواز آئی اور گھر کے اندر ایک ہلچل سی شروع ہو گئی...... طاہرہ بیگم پاؤں رکھتی کہیں تھیں پڑتا کہیں تھا۔ متوقع داماد کی آمد کے احساس سے ہاتھ پاؤں پھولے جاتے تھے۔ خود دروازہ کھولنے آگے بڑھی تھیں۔

دروازہ کھلا دو ادھیڑ عمر خواتین ہاتھوں میں مٹھائی پھل پھول لیے سامنے کھڑی تھیں۔ ان کے پیچھے مراد سر جھکائے کھڑا تھا۔ دروازہ کھلنے پر اس نے سر اٹھا کر طاہرہ بیگم کو مؤدبانہ سلام کیا۔ طاہرہ بیگم نے جواب دیتے ہوئے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ تینوں اندر آ گئے۔ گھر میں حنا کے علاوہ سب آ کھڑے ہوئے تھے معانقہ و سلام و دعا کا مرحلہ طے ہوا اور طاہرہ بیگم انہیں لے کر ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔ دونوں دادیاں دونوں مہمان خواتین کو خصوصی پروٹوکول دے رہی تھیں۔ وہ چاروں ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئیں۔ مراد ایک سنگل سیٹ پر بیٹھ گیا وہ گہرے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا بہت اچھی خوشبو لگائے ہوئے تھا۔ طاہرہ بیگم نے دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا تھا۔

"صادقہ بیگم مراد کے قریب ہی بیٹھ گئی تھیں۔ "اور بچوں کی خیر خیریت پوچھ رہی تھیں۔

کول اماں صادقہ کے برابر میں بیٹھی بڑے ذوق و شوق سے مراد کو دیکھ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد صادق حسین بھی آ گئے مراد سے ملتے ہوئے ان کی پسندیدگی ان کی آنکھوں سے ظاہر تھی۔

کچھ دیر تو رسمی سی گفتگو رہی۔ دو خواتین میں سے ایک مراد کی سگی خالہ تھیں اور دوسری تائی۔ خالہ ہی زیادہ باتیں کر رہی تھیں تائی نسبتاً خاموش طبع ظاہر ہوتی تھیں۔

"طاہرہ بیگم چائے کے لیے اٹھنے لگیں تو مراد کی خالہ افروز بیگم نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔"

"ایک منٹ میری بات سن لیجئے۔ ان کے انداز میں ایک عجیب سی جھجک تھی۔" طاہرہ بیگم اندر سے سہم سی گئیں۔ (یا اللہ خیر)

وہ بس آپ سے چھوٹی سی ایک گزارش کرنا ہے...... امید ہے آپ لوگ برا نہیں مانیں گے وہ تمہید باندھ رہی تھیں اور میزبان پریشان اور حواس باختہ ہونے لگے...... اوروں کی طرف فکر مندی سے دیکھنے لگے......

"جی...... جی...... آپ گزارش نہیں حکم کیجئے۔" ثریا دادی بہو کے بجائے جلدی سے بولیں۔

وہ اصل میں آپ مراد کو دو منٹ حنا سے بات کرنے کی اجازت دے دیجئے...... اصل میں یہ اور طرح کا بچہ ہے اس کا کہنا ہے ہمارے معاشرے میں لڑکی کی پسند و ناپسند کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ ماں باپ جہاں رشتہ کر دیتے ہیں وہ سر جھکا دیتی ہے۔ میرے دو معصوم بچے ہیں میں کسی لڑکی کو زبردستی ان کی ماں نہیں بناؤں گا...... یہ اپنے طور پر حنا سے بات کر کے اپنی تسلی کرنا چاہتا ہے اور میرا خیال ہے شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ سب لوگوں کی موجودگی میں اگر ان دونوں کو بات کرنے کا موقع دے دیا جائے تو کوئی برائی نہیں ہے۔ افروز بیگم اپنی بات کہہ کر میزبانوں کی شکلیں دیکھنے لگیں۔

"میرا خیال ہے اس نئے رشتے میں مضبوطی ہی پیدا ہوگی۔" "ایک دوسرے پر شروع ہی سے اعتماد ہوگا آگے آسانی رہے گی۔ مراد کی تائی نے بھی دھیمی آواز میں اظہار خیال کیا......

"گل بانو دادی کو تو جیسے پتنگے سے لگ گئے۔" بے بھاؤ سنانے والی زبان پھڑک پھڑک گئی۔

"بیٹی کی طرف بس دیکھ کر رہ گئیں۔" صادقہ بیگم کے ردعمل سے کچھ احتیاط کر رہی تھیں ورنہ بس نہیں چلتا کہ مہمانوں کو نکال باہر کرتیں۔

صادقہ بیگم نے ماؤں اور بھائی بھاوج کو خاموش پایا تو ملتجی نظروں سے کول اماں کی طرف دیکھ کر بولیں لہجہ بہت نرم اور آواز دھیمی تھی۔ پھر پچیس سال سے زائد عرصے سے وہ جس طرح کے ماحول میں زندگی گزار رہی تھیں اس کے لحاظ سے تو مراد کی خالہ کی فرمائش بالکل بھی معیوب نہیں لگی یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں...... ہم لوگ چائے سے فارغ ہو کر باہر آنگن میں بیٹھ جاتے ہیں حنا کو یہاں بھیج دیتے ہیں...... مراد اپنی تسلی کر لیں...... یہ ہمارے لیے بھی بہتر ہے۔

"گل بانو دادی نے بیٹی کو پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھورا اور جیسے پھٹ پڑیں۔"

حرج تو کچھ نہیں ہوئی...... اگر آپ کے بچے نے ہی کہہ دیا لڑکی میری سوچ کے مطابق

نہیں ہے اتنی خوبصورت نہیں ہے جتنی میں سوچ رہا تھا...... اور کولو سے کہے میں اس لڑکی سے شادی نہیں کرتا میرے لیے کوئی اور دیکھیں...... تو ہماری تو ہو گئی ناں بے عزتی ...... کنواری بچی کا تماشہ بنا وہ الگ...... گل بانو دادی دل کی بات کہہ کر گویا ٹھنڈی ہو گئیں سکون مل گیا ان کو سب اپنی جگہ دم بخود سے بیٹھے رہ گئے...... صادق حسین جیسا مرنجان مرنج بندہ حیا سے آدھا ہو گیا ان کے حساب سے تو اماں نے پتھراؤ کر دیا تھا۔

''افروز بیگم تو آنکھیں پھاڑے گل بانو دادی کو دیکھ رہی تھیں۔'' اتنا بے مروت بے لحاظ انداز؟

میری طرف سے تو انکار اسی صورت میں ہو گا جب مجھے اندازہ ہو جائے گا کہ حنا کے ساتھ زبردستی ہو رہی ہے...... میں کسی حسن کی دیوی کی تلاش میں نہیں ہوں مجھے ایک اچھا اور تعاون کرنے والا ساتھی چاہیے...... جس کے ساتھ مل کر میں اپنے مکان کو گھر بنانا چاہتا ہوں۔ مراد بہت اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ اس کی بات سن کر طاہرہ بیگم کی جان میں جان آئی وہ پھر سے تازہ دم نظر آنے لگیں اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر مسکرائیں اور بڑے اعتماد سے بولیں......

اچھا چلیں...... پہلے آپ لوگ چائے پی لیں...... آپ ہمارے مہمان ہیں...... رشتہ ہو نہ ہو تو نصیب کی بات ہے چائے کے بعد میں حنا سے ملوا دیتی ہوں...... مجھے خوشی ہے کہ مراد نے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی...... ایک منٹ میں ابھی آئی...... وہ یہ کہہ کر اٹھیں اور باہر نکل گئیں...... ماحول میں اچانک چھانے والا تناؤ پل بھر میں ختم ہو گیا بلکہ اب پہلے سے زیادہ بے تکلفی ماحول میں نظر آنے لگی...... جیسے سب کی آپس میں دوستی پکی ہو گئی ہو......

♥♥♥

باہر آ کر انہوں نے لڑکیوں سے اندر چائے لے جانے کو کہا اور ہما کو منع کیا کہ وہ کچن ہی میں رہے ڈرائنگ روم میں حیا اور حرا کے ساتھ نہ جانے چائے لے کر...... ہما قدرے الجھن سے ماں کی طرف دیکھا مگر خاموش رہی۔

لڑکیوں کو کام بتا کر وہ کمرے میں حنا کے پاس چلی آئیں۔ حنا آنکھوں پر بازو رکھے چت لیٹی تھی۔ جیسے سو رہی ہو...... کریم کلر سوٹ پہنے ہوئے تھے جس پر میرون کشیدہ کاری کی تھی میرون دوپٹہ ایک طرف بھرا پڑا تھا...... مکمل قد تھا اور مکمل اُٹھان...... رنگت تو چاروں لڑکیوں کی صاف تھی...... سب سے آخر میں نہانے کی وجہ سے اس کے بال ابھی تک گیلے تھے...... جو اس نے

سُکھانے کی غرض سے بیڈ سے نیچے لٹکائے ہوئے تھے......

''حنا۔'' انہوں نے آہستگی سے آواز دی......

''حنا نے چونک کر آنکھوں سے بازو ہٹایا۔'' جی امی......؟

''بیٹا ایک منٹ میری بات سنو۔'' ان کے انداز میں ہچکچاہٹ سی تھی۔

''جی......؟'' وہ اُٹھ بیٹھی اور سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی......

ذرا سکون سے میری بات سنو...... مُراد تم سے دو منٹ کیلئے بات کرنا چاہتا ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں تم اپنے گھر میں ہو اور گھر میں سب موجود ہیں...... ابھی سب چائے پی رہے ہیں چائے سے فارغ ہوتے ہی میں تمہیں بلوا لوں گی...... دوپٹہ اچھی طرح اوڑھ کر ڈرائنگ روم میں آ جانا...... تم میری بیٹی ہو مجھے کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں...... ایک وقت آتا ہے گھر کی عزت بیٹیوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے...... اللہ بھی انہیں ہی عزت دیتا ہے جو اس کی دی ہوئی عقل سے کام لیتے ہیں...... ٹھیک ہے بیٹا؟ دیکھو گھبرانے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں......

طاہرہ بیگم نے کچھ بھی نہیں کہا اور سب کچھ کہہ دیا...... حنا اپنی جگہ ساکت سی بیٹھی رہ گئی اسے ہول سے آنے لگے کہ آخر اس سے مراد بات کیا کرے گا......؟ اگر جو سوئی کہہ کر رجیکٹ ہی کر دیا تو بہت انسلٹ ہو جائے گی...... جنوں نے موٹی موٹی کہہ کر یوں بھی اسے احساس کمتری میں مبتلا کر رکھا تھا...... وہ موٹوں میں تو ہرگز شامل نہیں تھی بس یہ تھا کہ وہ تینوں دبلی پتلی تھیں اس کا جسم ابھرا ہوا تھا...... وہ اچھی خاصی ٹینس ہو رہی تھی کہ وہ بات کیسے کرے گی...... اس کی تو مراد کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہو گی......

''طاہرہ بیگم اسے گہری سوچ دے کر کمرے سے باہر جا چکی تھیں۔''......

♥♥♥

تمام لوگ آنگن میں آ کر بیٹھ گئے تھے۔ سوائے مراد کے...... ہما نے کچن کا دروازہ آدھا بھیڑ دیا۔ اب جانے اسے کتنا وقت اس گرم کچن میں گزارنا تھا یہ سوچ کر کہ کہیں وہ کھڑکی سے کسی کو نظر نہ آ جائے نیچے پیڑھی پر بیٹھ گئی تھی۔ باہر آنگن سے ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں......

''پھر اندازہ ہوا کہ حنا باہر آئی ہے۔ اس کا اپنا دل دھک دھک کرنے لگا......'' ہائے اللہ حنا کا کیا حال ہو رہا ہو گا......

''باہر حیا اور حرا بھاگ بھاگ کر کام کر رہی تھیں۔''

جیسے ہی طاہرہ بیگم نے حنا کو ڈرائنگ روم میں پہنچایا...... دونوں اپنی ہنسی روکتی ہوئی اٹھائے کچن میں آگئیں...... حرا نچے اپنا پیٹ دبا کر بیٹھ گئی۔ حبا کو خود پر خاصہ کنٹرول تھا وہ برتن سنک میں رکھتے ہوئے صرف مسکرا رہی تھی۔

''ہما نے دلچسپی سے حرا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔'' کیا ہوا؟

''آپا...... پچی آپ دیکھتیں تو حنا آپی کی تو جیسے ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔'' ویسے تو بڑی شیرنی بنتی ہیں...... حرا ہنسی روک کر بولی۔

شادی ہونے دو اس کے بعد تو بے چارے مراد صاحب کی ٹانگیں کانپا کریں گی۔ ہما دبی زبان میں بولی۔

''آپا...... وہ مراد بھائی سے بات کیا کریں گی......؟'' حرا نے معصومیت سے سوال کیا......

آج وہ بات نہیں کرے گی صرف...... مراد صاحب بات کریں گے تم نے وہ لطیفہ نہیں سنا۔ پہلی ملاقات میں، میں بولتا رہا وہ سنتی رہی دوسری میں وہ بولی میں سنتا رہا اب ہم دونوں بولتے ہیں محلے والے سنتے ہیں...... ہما نے لگے ہاتھ لطیفہ بھی سنا دیا۔ پھر تینوں کی ہنسی بے اختیاری تھی ہما نے بڑے وقار اور سمجھداری سے اس صورتِ حال کو فیس کیا تھا۔ وہ ماں کی خوشی کی خاطر ان سے ہر طرح کا تعاون کر رہی تھی۔

''تم دونوں تو باہر جاؤ کیوں گرمی میں کھڑی ہو......'' ہما کو ڈر ہوا کہ اس طرف آوازیں سن کر کوئی مہمان خاتون کچن ہی میں نہ آ جائے......

''تو آپ کیوں نہیں آ رہی باہر...... اب کیا کر رہی ہیں یہاں...... سب چائے تو پی چکے۔'' حرا نے حیرت سے کہا۔

''ہاں ہاں میں بھی آ جاؤں گی...... تم تو چلو اس نے گویا حرا کو دھکیلا۔'' اور خود کھڑکی کی اوٹ سے باہر جھانکنے لگی......



حنا ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو مراد سروقد کھڑا ہو گیا...... اور بڑی شائستگی سے سلام کیا حنا تو سلام کا جواب دینے کے بھی قابل نہیں تھی...... سب باہر تھے اور سب کو پتہ تھا کہ حنا مراد سے مل رہی ہے...... زندگی کا انوکھا نرالا موڑ تھا...... ہتھیلیوں میں پسینہ اترا ہوا تھا۔ مراد اس کی

کیفیت کو بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا...... ایک مرد ہونے کے ناتے اس نے لاشعوری طور پر حنا کے ظاہری خلیئے و چہرے پر بھرپور توجہ کی...... گول بھرا بھرا چہرہ تر و تازہ جلد صاف رنگت کانپتے ہونٹ...... میک اپ سے صاف ڈھلا ڈھلایا چہرہ...... دوپٹہ بھی یوں پیشانی تک منڈھے ہوئے تھی جیسے ابھی ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی ہو۔ مراد نے لڑکی کی سادگی کا تو بہرحال دل ہی دل میں اعتراف کیا...... پھر اس کی گھبراہٹ دیکھ کر ایک دم سنبھلا اور بڑے وقار سے گویا ہوا......

دیکھیں حنا بی بی...... آپ بڑے اعتماد سے بات کریں...... کیوں کہ ہم یہاں انجوائے منٹ کی غرض سے نہیں بیٹھے...... انسان جب شادی کا فیصلہ کرتا ہے تو بہت بڑا فیصلہ کرتا ہے...... اور یہ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے...... شادی شدہ زندگی کو اسی لیے پریکٹیکل لائف کہا جاتا ہے کہ تصوراتی دنیا سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا میاں بیوی کے آپس میں خلوص سے اس رشتے میں رنگ آتے ہیں...... میں آل ریڈی شادی شدہ ہوں...... میرے دو پیارے سے معصوم سے بچے ہیں۔

میں شادی شدہ زندگی کے بہت سے ارمان پورے کر چکا ہوں...... مگر آپ نے ابھی کچھ نہیں دیکھا میں کوشش تو ضرور کر سکتا ہوں کہ جو بھی میری زندگی میں شامل ہو اس کا خیال رکھوں اس کے رائٹس (Rights) ادا کروں...... پھر بھی دو بچوں کی ذمہ داری کی بات ہے...... آپ سوچ لیں...... مراد اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا حنا کا سر جھکا ہوا تھا...... دل تیز تیز دھڑک رہا تھا...... اتنی بری حالت تھی کہ بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ بہت مشہور مقولہ ہے کہ شرع میں شرم نہیں...... آپ کی خاموشی کو آپ کی ہاں بھی سمجھا جا سکتا ہے البتہ آپ کو کوئی اعتراض نہیں تو منہ سے کہہ دیجئے کہ آپ کو اعتراض نہیں۔ مراد نے پھر کہا۔

حنا ہنوز خاموش تھی...... اعصاب سنسنا رہے تھے...... (اگر انہوں نے میری خاموشی کا مطلب انکار لیا تو امی کیا کہیں گی......؟ ان کی کیا حالت ہو گی؟ اب میں کیسے کہوں کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں) وہ پریشان سی سوچ رہی تھی اور مراد کو اس کی حالت کا اندازہ ہو رہا تھا...... اتنی گھبرائی ہوئی سی لڑکی اس بات کا کھلا ثبوت فراہم کر رہی تھی کہ کسی مرد کے ساتھ تنہائی میں ملنے بات کرنے کا اس کا یہ پہلا تجربہ ہے ایک عورت کے تجربے سے گزرا ہوا مرد اس کی حالت سے یہ اندازہ آسانی سے لگا سکتا تھا۔ بہرحال اتنا تو ہوا کہ حنا کی حیا نے مراد کے دل میں دل سے قبولیت کا جذبہ تو بیدار کر دیا...... عورت کی پارسائی اور حیا تو مرد کی کمزوری ہے...... لیکن...... اس مقام پر مرد

آسانی سے زیر ہو جاتا ہے..... اُسے حنا ایک دم سے بہت اچھی لگنے لگی..... اپنائیت کا احساس
قطرہ قطرہ دل کی صراحی میں ٹپکنے لگا اس نے ایک دم پینترا بدل لیا.....
"اچھا ایک بات تو بتایئے مس حنا..... "آپ کا پورا نام کیا ہے؟ اس کا لہجہ بالکل عام سا
تھا.....
حنا ناز..... حنا کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا اس لیے کہ بہر حال وہ کچھ بولنا تو چاہ رہی
تھی۔ نام بتانے میں تو کوئی مسئلہ نہیں تھا یا الگ بات کہ جواب دے کر جھینپ سی گئی.....
"آپ نے ایجوکیشن کہاں تک لی ہے؟" مراد یوں پوچھ رہا تھا جیسے ان کے لیے کوئی
خاص بات نہیں۔
"انٹر تک کالج میں پڑھا ہے پھر گریجویشن پرائیویٹ کیا ہے۔" وہ امی کے ساتھ سلائی
کا کام بھی کرتی ہوتی تھی تو اس وجہ سے.....
"اتنی سادگی.....!!" مراد تو اپنا سارا ماضی ہی بھلا بیٹھا.....
لگتا ہے آپ دوستوں میں زیادہ اٹھتی بیٹھتی نہیں ہیں..... گھر سے باہر کم نکلتی ہیں سو
وہ اس کی طرف بغور دیکھنے سے جان بوجھ کر احتراز کر رہا تھا کہ وہ اس طرح دیکھنے سے گھبرا جاتی
تھی ٹائم ہی نہیں ملتا..... گھر کے کام۔ سلائی کا کام..... وہ سادہ مزاج لڑکی ترپ ہو گئی اپنی
دھن میں جواب دے بیٹھی
"مراد کا دل تو چاہا ایک زبردست قہقہہ لگا کر اس سچویشن کو انجوائے کرے..... مگر
ایسا کر نہیں سکتا تھا بڑی مشکل سے "سیٹ" تیار ہوا تھا.....
"مزید پڑھنے کی خواہش ہے؟" مراد نے سنجیدگی چہرے پر طاری کر کے پوچھا
"سوچا نہیں..... حنا نے ہاتھوں سے کھیلتے ہوئے نظریں جھکا کر جواب دیا۔
اپنی زندگی کے تمام اہم فیصلے اپنے والدین پر چھوڑنا چاہتی ہیں..... اُن پر انحصار کرتی ہیں
مراد کسی اخباری نمائندے کی طرح تواتر سے سوال کر رہا تھا وہ حنا کی رو بہکانے میں 100%
کامیاب ہو چکا تھا۔
"جی..... والدین تو ہمیشہ اپنے بچوں کے لیے اچھا ہی سوچتے ہیں..... وہ بے ساختہ
بولی۔" مراد کو مسکراہٹ ضبط کرنا مشکل ہو گیا..... ایک دم مگر اُس
"..... اب حنا کو بھی اپنے بے وقوف بن جانے کا کچھ احساس ہو چلا تھا ایک دم گھبرا کر

کھڑی ہو گئی اور دوپٹہ درست کرتے ہوئے بولی۔"
"اب میں جاؤں..... وہ جواب کا انتظار کیے بغیر دروازے کی طرف بڑھی۔" مراد
نے اس کے بھرپور سراپے پر ناقدانہ سی سرسری سی نظر ڈالی.....
آپ تو خاصی بزدل سی دکھائی دیتی ہیں..... اگر کوئی آپ کو راستے میں چھیڑ دے تو
آپ تو کچھ بھی نہیں کر سکتیں..... مراد نے دراز قامت صحت مند سی حنا کو دیکھتے ہوئے شرارت
سے بظاہر سنجیدگی سے کہا جیسے اچھا خاصا فکر مند ہو.....
کوئی چھیڑ کر تو دیکھے..... ایسے کس کے لگاؤں گی دو تھپڑ..... اب اس نے فوجی جذبے
کے ساتھ نہایت غرور سے تن کر کہا..... پھر خود ہی اپنی عقل پر ماتم کرتی جھپاک سے باہر نکل گئی.....
"مراد کو بہر صورت اپنا قہقہہ ضبط کرنا تھا۔"
وہ سوچنے لگا..... پتہ نہیں کس نیکی کے طفیل وہ اس نیلی تک پہنچ گیا ہے؟

♥♥♥

وہ سیدھی کچن میں جا کر رکی تھی جہاں ہما، حیا اور حرا اسے اپنی منتظر ملیں..... حنا کے
چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں..... تینوں کی اسے دیکھ کر ہنسی چھوٹ گئی.....
"ہائے آپی..... "کیا لات پڑی ہے مراد بھائی سے؟ حرا نے سرگوشی کی.....
لگاؤں گی ایک..... اٹھا کر مجھے بھیج دیا..... وہ جھلائی
اٹھا کر کہاں بھیجا..... آپ خود پاؤں پاؤں چل کر گئی تھیں..... بڑی لہراتی بل کھاتی
حنا نے شوخی سے چھیڑا۔
توبہ..... میری تو جان نکل گئی..... حنا ایک دم فرش پر بیٹھ گئی دیوار سے پشت لگا کر اور
دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا.....
"اتنے ڈراؤنے ہیں مراد علی؟" ہما نے افسوس ناک انداز میں پوچھا.....
"آپا آپ تو رہنے دیں..... آپ جائیں ناں میری جگہ تو پتہ چلے" وہ روہانسی ہو
گئی.....
آپا کیوں جائیں آپ کی جگہ سب کو اپنی اپنی جگہ جانا چاہیے..... ویسے کیا باتیں
ہوئیں؟ حیا نے ڈھیلے برتن ٹھکانے لگاتے ہوئے پھر شرارت کی.....
خاک باتیں ہوئیں..... میں نے تو دیکھا تک نہیں..... حنا نے برا سا منہ بنایا.....

یا تم نہیں سوئیں...... تو کیا اتنی دیر تک شعر سناتے رہے مراد بھائی پھر یہ شعر تو انہوں نے ضرور سنایا ہوگا۔

زندگی سے یہی گلہ ہے مجھے

تو بہت دیر سے ملا ہے مجھے

''حبا نے اپنے مخصوص بولنے انداز میں تبصرہ کیا۔''

تمہاری بھی باری لگنے والی ہے بتاؤں گی تمہیں...... بس آنے ہی والے ہیں سرمد بھائی...... حنا نے حبا کا حساب صاف کرنے میں دیر نہیں لگائی...... حرا تھی کر کے ہنسنے لگی اس کو بہت مزے آ رہے تھے......

''حبا ایک دم خاموش سی ہوگئی......'' پھر پلیٹیں قرینے سے سجاتے ہوئے بولی۔

آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں اس رشتے پر رضامند ہوں...... میں امی کو منع کر چکی ہوں۔ اس نے بڑے اعتماد سے کہا تھا۔ وہ تینوں ہکا بکا اس کی طرف دیکھنے لگیں......

منع...... ؟ کیوں بھئی...... ؟ اتنے اچھے لوگوں کو منع کر دو گی تو پھر کیا کسی پرنس یا کراؤن پرنس سے کرو گی؟

''حما کیلئے تو حیرت سے مرجانے کا مقام تھا......'' موقع محل بھلا کر آنکھیں پھاڑ کر پوچھ رہی تھی۔

اب اتنا بھی دماغ خراب نہیں ہے میرا...... اپنی اوقات پہچانتی ہوں...... کسی ہوا میں نہیں ہوں۔

بس میرا دل نہیں مانتا تو میں کیا کروں......؟ اس نے بیزار سے لہجے میں جواب دیا اور نے نکالے ہوئے چمچے گن گن کر ایک طرف رکھنے لگی......

یعنی کہ حد ہی ہوگئی...... تم ملی ہو کبھی سرمد سے اسے دیکھا ہے؟ حما جھنجھلا کر پوچھنے لگی۔

مجھے کوئی ضرورت ہی نہیں ملنے اور دیکھنے کی...... بس اب آپ بھی یہ ٹاپک اسٹاپ کریں فضول میں وقت ضائع کیوں کر رہی ہیں...... حنا آپی کی بات ہو رہی ہے آپ لوگ اس طرف توجہ دیں ہینڈسم ہینڈ کی...... بہت سے بلکہ بے شمار فرسٹ وینڈ دولہا ؤں سے اچھا ہے۔ حنا آپی کو بہت بہت مبارک ہو...... بلکہ سب گھر والوں کو...... سچ مچ کی خوشی ملی ہے سب کو رہی ان

ننھے پھولوں کی بات تو آپی آپ ایزی فیل کریں...... آپ شادی کے بعد گھومنے پھرنے چلی جایئے گا...... انہیں میں دیکھ لوں گی...... ریڈی میڈ بھانجے خوشیاں بونس کے ساتھ...... حبا نے اپنی طرف سے توجہ ہٹانے کیلئے بڑی ہوشیاری سے ٹریک چینج کیا۔ ساتھ ہی باہر ہی سے ملی جلی آوازیں آنا شروع ہوگئیں تھیں لگتا تھا مہمان رخصت ہو رہے ہیں حبا اور حرا باہر چلی گئیں...... حما پھر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی...... حنا سر اور کمر دیوار سے ٹکائے آنکھیں بند کیے جانے کیا سوچ رہی تھی......

♥♥♥

اب لگے ہاتھوں یہ معاملہ بھی نمٹا دیں بھابی...... بانو آپا روز فون پر نکاح کی تاریخ مانگ رہی ہیں۔

صادقہ بیگم مہمانوں کے رخصت ہو جانے کے بعد اور اچھے آثار دیکھ کر اب دوسری بات کرنے لگیں کہ فون پر بات کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ آمنے سامنے بیٹھ کر کوئی حتمی اور فیصلہ کن بات ہو جائے۔

تو ہوی ہم نے انہیں کون سا ہاں کا رقعہ بھجوایا ہے جو وہ ہم سے نکاح کی تاریخ مانگنے لگیں۔ گل بانو دادی ایک دم بھڑک کر بولیں......

تو کیا آپ لوگ وہاں کرنا نہیں چاہتے......؟ صادقہ بیگم حق دق سی ہو کر پوچھنے لگیں...... ارے نہیں اماں کا یہ مطلب نہیں...... وہ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ جب تک لڑکی والوں نے ہاں نہ کی ہو تب تک لڑکے والے منگنی نکاح کا تقاضہ کیسے کر سکتے ہیں؟ صادق حسین نے جلدی سے وضاحت کی...... اصل میں وہ بھی ماں کے ہم خیال تھے اور؟ ناناباپ یہ منگنی نکاح کی باتیں تو ان کا خون بلند کر رہی تھیں...... آخر ''خرچے'' کی باتیں تھیں۔ لاکھ دو لاکھ کے خرچے کا سن کر تو ان کے ویسے ہی ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے...... ان کو تو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ سات آٹھ ہزار کمانے والے لاکھوں کے خرچے کی باتیں کیسے کر لیتے ہیں۔ لاکھ دو لاکھ تین لاکھ آخر آتے کدھر سے ہیں...... انہوں نے تو پچپن سال کی عمر تک آتے آتے بھی آج تک لاکھ روپیہ کا کبھی گن کر بنڈل نہیں بنایا تھا......

کبھی گھر میں ان کی بیگم ذکر کرتیں کہ اشرف علی نے کار بدلی ہے...... ستر و لاکھ کی تو رہی تھیں صادق...... ماشاء اللہ بہت خوبصورت ہے اللہ بر تا نصیب کرے وغیرہ وغیرہ...... تو

صادق حسین کے پسینے چھوٹ جاتے تھے...... ستر ولاکھ...... اُف...... ان کا تو یہ 120 گز کا مکان بھی ستر ولاکھ کا نہیں ہے...... وہ سراسیمہ سے ہو کر سوچنے......

وہی تو پوچھ رہی ہوں کب رقعہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ اور آخر اتنی سوچ بچار کیا ہے...... وہ ساجدہ بیگم زچ ہو کر پوچھنے لگیں...... حنا کے رشتے کے سلسلے میں آنے والوں نے جاتے جاتے جس طرح سے مثبت اشارے کیے تھے وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو کر سوچ رہی تھیں کہ اچھا ہے حبا اور حنا کا نکاح ایک ہی دن ہو جائے...... وقت بھی بچے گا اور پیسہ بھی...... پیسے کا تو مسئلہ بھی نہیں تھا وہ بھتیجی کے نکاح پر باراتیوں کی بہت اچھی وضاحت کر سکتی تھیں ان کے شوہر بھی بڑے دل کے آدمی تھے مگر مسئلہ یہ تھا کہ ان کی بھابی بہت خوددار تھیں انہوں نے مشقت کی زندگی قبول کر لی تھی مگر کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا تھا۔ جب بچیاں چھوٹی تھیں وہ ہمیشہ بغیر کھانا کھائے ان کے ہاں سے اٹھ آتی تھیں۔ کبھی بچیوں کو لے کر کھانے کے وقت پر نہیں پہنچتی تھیں۔ ایک مرتبہ طاہرہ بیگم نے انہوں نے گلہ بھی کیا تھا کہ آپ اتنی غیریت برتتی ہیں کہ مجھے دکھ ہوتا ہے...... تو انہوں نے بڑی متانت سے جواب دیا تھا۔

صادقہ اس دنیا میں ہر انسان اپنا نصیب لے کر آتا ہے۔ اللہ تمہیں اس سے بھی زیادہ دے۔ مگر بچیاں ابھی ناسمجھ ہیں۔ پھوپھو کا بڑا دسترخوان دیکھ کر ارمان کرنے لگیں گی۔ حسرت کیا ہو گی کہ ہمارے ہاں یہ سب کیوں نہیں ہوتا...... عقل سمجھ والی ہو جائیں گی تو روک لیا کرنا اور جو مرضی ہو کھلانا پلانا......

اور وہ بھاوج کی فراست پر اش اش کر اٹھی تھیں۔ یہ رشتہ اپنی تنگی رزق کے باوجود کبھی ان پر گراں نہیں ہوا...... بہانے بہانے سے کچھ نہ کچھ بھجواتیں...... یہ عاشورے کا حلیم ہے...... گیارہویں کی بریانی...... تو آج سسر کی نیاز دلائی تھی...... آج ساس کی برسی تھی...... ریحان کی پوزیشن آئی ہے یہ اس کی کیک مٹھائی......

یہی وجہ تھی کہ وہ بھتیجیاں ان کے بہت قریب رہیں...... کبھی ان کی طرف سے طبیعت میں بیزاری پیدا نہیں ہوئی...... اشارا ملتے ہی ماں کے گھر کی طرف بھاگی تھیں...... وہ دل و جان سے اس گھرانے کی خیرخواہ تھیں...... اب بھتیجیوں کے اتنے اچھے رشتے آئے تو سر سے پاؤں تک جیسے کھل گئیں کہ کسی طرح بات بن جائے...... بچیوں کو اچھے گھروں اور اچھے ساتھیوں کا سکھ نصیب ہو

اے بنی...... یہ تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے والی بات ہے...... پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے دنیا کو...... ابھی جو آ کر گئے ہیں ان کی خالہ افروز بیگم کہنے لگیں اگلے جمعے کا نکاح رکھ لیں...... ساتھ ہی رخصتی بھی...... ہمیں صرف لڑکی چاہیے...... بچے کے گھر میں ہر طرح سے فضل ہے...... اب بتاؤ آج اتوار ہے بلکہ تھا کہو پورا دن تو نکل گیا...... بیچ میں پڑے ہیں چار دن...... لڑکی کو مایوں بٹھانا ہے کنواری بچی ہے ڈھولکی رکھوانا ہے شادی ایک دفعہ ہوتی ہے...... ثریا دادی بھی اتنی ایمرجنسی کے حق میں نہیں تھیں......

"دادی دو مرتبہ بھی ہوتی ہے......" حرا کی زبان میں کھجلی ہوئی......

اے نوج...... تیرے منہ میں خاک...... نیک کام شروع کرتے ہیں تو نیک سوچ رکھتے ہیں۔ کیا ہر وقت اول فول بکتی ہے...... گل بانو دادی نے دہل کر غضبناک ہو کر پوتی کو جھاڑ پلائی......

وہ شادی کی بات تو یوں بھی ان کی چڑ تھی...... کبھی ذکر ہو جاتا تو گاہے گاہے ثریا دادی کو غلط بار نظروں سے گھورا کرتیں۔

اے ہٹاؤ آپا کیا لونڈیا کے پیچھے پڑ گئیں...... اب کام کی بات نپٹاؤ۔ گل اماں اصل باتوں سے اکتا کر بولیں...... بہت اہتمام سے گوری پار کرنے میں رکھی تھی اور تبرک کی طرح کھا چھا چاٹ رہی تھیں......

اماں وہ جمعہ کہہ رہے ہیں آپ اتوار کر لیں...... تین دن ابٹن لگا دیں...... پانچ دن ڈھولکی بجا لیں...... جو کام کرنا طے ہے فضول تاخیر کیا معنی...... صادقہ بیگم تو خوش ہو رہی تھیں کہ وقت ضائع نہیں ہو رہا۔ اہم کام کم وقت میں نمٹ رہے ہیں......

"اب وہ زمانہ نہیں کہ دس دس سال منگنیاں چلیں پانچ پانچ سال رخصتی روکے رکھیں۔ خوامخواہ لڑکی کو پابند کر کے بٹھائے رکھیں۔"

ہاں بھئی...... تم فیشن والے لوگوں میں رس بس کر آدھا تیتر آدھا بٹیر بن گئی ہو۔

"مگر ہم اپنی چال نہیں بدلیں گے۔" گل بانو دادی نے دوٹوک بات کی۔

"اماں...... بس چھوڑیں......" اگلا جمعہ نہ کسی سنیچر کی...... بس

ہائیں...... کیا ہو گیا ہے دلہن...... اتنی بھاری ہے بنی؟ گل بانو دادی کو تو چڑ ہی لگ گئی۔ دادی کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔ صادق حسین ایک دم الجھن سے ہو کر بیٹھ گئے

ارے بھئی ہمیں چار بندے گھر بلانے ہوں گے آخر ان کا انتظام بھی تو کرنا ہوگا۔۔۔ تین دن میں اتنے پیسے کہاں سے آئیں گے......؟ وہ سر سہلاتے ہوئے پریشانی میں مبتلا ہو کر کہہ رہے تھے۔

میں بیٹیوں کی ماں ہوں...... خالی ہاتھ نہیں بیٹھتی...... نہ وہ لوگ دان دہیز مانگ رہے ہیں نہ لڑکے کیلئے کچھ تمنا کر رہے ہیں...... جب ایک کام اسی طرح کرنا ہے تو لڑکے والوں کی خوشی سے کیوں نہ کر لیا جائے...... بے مقصد بدمزگی کا کیا فائدہ؟ طاہرہ بیگم نے بڑی جرأت سے فیصلہ سنا دیا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابی......!" صادقہ بیگم تو خوشی سے پھولی نہ سمائیں۔

اسے کہتے ہیں چٹ منگنی پٹ بیاہ...... بھئی جب سب کچھ دلہن ہی نے سنبھالنا ہے تو پھر دوسروں کو کیا فکر...... گول اماں کے چہرے پر خوشی کی پھلجھڑیاں پھوٹنے لگیں......

ہاں بھئی بوڑھے سٹھیائے ہوئے...... ہماری بات کی کیا حیثیت...... زمانہ کیا کہے گا؟ گل بانو دادی نے تخت سے پاؤں اتارتے ہوئے بڑے آف موڈ میں کہا۔ جبکہ ثریا دادی خاموش سی ہو کر رہ گئی تھیں......

نیک گھڑی ہے اماں...... اچھی بات منہ سے نکالیں...... دعا دیں بچی کو...... اللہ بہت مبارک کرے...... بس میں بانو آپا کو بھی فون کر کے بتا دیتی ہوں...... آپ لوگ جانے کب روز لکھیں گے مجھے بھی تو پھر تیاری کرنا ہے وہ بیلا کا نکاح بھی تو ساتھ ہی کریں گی...... صادقہ بیگم پر عجلت سوار ہونے لگی...... وہ بھی اٹھنے کیلئے پر تولنے لگیں۔

جب تم دونوں نند بھاوج نے سب کچھ طے ہی کر لیا تھا تو ہمیں بیچ میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی گل بانو دادی بڑبڑاتی ہوئی اندر کی طرف چل پڑیں......

"حبا کیلئے ابھی رک جاؤ صادقہ...... میں تم سے اکیلے میں بات کروں گی۔" طاہرہ بیگم نے صادقہ بیگم کا ہاتھ دبا کر سرگوشی کی۔

صادقہ بیگم ایک دم ٹھٹھک کر بلکہ ششدر سی ہو کر ان کی شکل دیکھنے لگیں...... طاہرہ بیگم نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا!

❤❤❤

تحریم چادر درست کرتی اپنی دھن میں پارکنگ ایریا کی طرف آئی تھی اس کے چہرے

پر سکون و طمانیت کے گہرے رنگ تھے باپ کی حالت بتدریج بہتر ہو رہی تھی...... کئی دنوں کے اعصابی تناؤ سے نجات ملی تھی اس لیے سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا...... آج اس نے گہرے سبز کلر کا سوٹ پہنا تھا...... چار موسم کا دوپٹہ سر پر اور شانوں پر نازک کام کی چادر تھی...... روح کے اندر خوبصورت رنگ اترے ہوئے ہوں تو چہرہ بغیر میک اپ کے ہی حسین نظر آتا ہے...... وہ بہت خوبصورت دکھائی دے رہی تھی اس نے بڑی ترنگ میں ڈرائیونگ سیٹ کی طرف کا ڈور کھولا اور بیٹھنے لگی...... مگر ایک دم جیسے چکرا کر رہ گئی گل ریز نے جھک کر اگنیشن سے چابی کھینچ لی تھی اور بٹن پش کر کے برابر والے ڈور کا لاک کھول دیا تھا...... اس سے پہلے کہ تحریم سنبھلتی اس نے اس کی طرف کا ڈور کھٹاک بند کیا اور چابی مٹھی میں دبائے دوسری طرف کا ڈور کھول کر برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور دونوں دروازے لاکڈ کر دیے...... چاروں طرف کے شیشے چڑھے ہوئے تھے نہ اندر کی آواز باہر جا سکتی تھی نہ باہر کی اندر آ سکتی تھی......

"ڈرائیو کر لو گی یا میں کروں؟ اس نے جھک کر اگنیشن میں چابی پھنسا کر پھر تحریم سے بڑے روڈ سے لہجے میں پوچھا۔"

"تحریم کی تو گویائی سلب ہو گئی تھی...... جواب کیا دیتی۔" پتھر کے بت کی طرح خاموش بیٹھی سامنے دیکھتی رہی...... جیسے کچھ سنا ہی نہیں

"گاڑی چلاؤ...... گل ریز نے تحکمانہ کہا......" تحریم نے کوئی جنبش نہ کی۔

میں کہہ رہا ہوں گاڑی چلاؤ...... ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا...... پھر کچھ مت کہنا...... وہ جیسے برس پڑا تحریم نے نظریں موڑ کر اس کی طرف دیکھا......

مجھے چکر آ رہے ہیں...... میں ڈرائیو نہیں کر سکتی...... پلیز...... تم اپنی گاڑی ڈرائیو کر لو اور گھر پہنچو جو بات کرنا ہے گھر پر کرو۔ اس نے اپنی ساری ہمت مجتمع کر کے روبوٹ کے انداز میں کہا

جب تم ڈرائیو نہیں کر سکتیں تو گھر پہنچ کر کیا دیواروں سے باتیں کروں گا؟ وہ جھلایا تم اتر جاؤ...... پھر میں خود کو سنبھال لوں گی...... ڈرائیو کر لوں گی...... وہ تھرائی آواز میں بولی۔ وہ دن لد گئے جب بے وقوف بن جاتا تھا...... ڈرائیو نہیں کر سکتیں تو ادھر آ کر بیٹھو میں کرتا ہوں...... وہ پھاڑ کھانے کو دوڑا...... آنکھوں میں جیسے خون اترا ہوا تھا......

"جو بات کرنا ہے وہ یہاں اور ابھی ہو سکتی ہے...... تم بات کرو میں سن رہی ہوں۔" تحریم نے بڑی ذہانت سے صورت حال کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا......

یہاں نہیں ہو سکتی...... اور تم اتنا ڈر کیوں رہی ہو...... اطمینان رکھو کم از کم تمہارا مرڈر نہیں کر سکتا...... البتہ اگر باہر کے کسی بندے نے تم سے شادی کی ٹرائی کی تو کسی پروفیشنل کر یمنل سے اس کا مرڈر کروا سکتا ہوں...... اترو...... اس طرف آؤ...... زیادہ ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو زد کروں گا جونی الحال کرنا نہیں چاہتا تمہارے باپ کے بڑھاپے پر تھوڑا رحم کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اپنی طرف کا ڈور کھول کر اترتے ہوئے غرایا...... کچھ تھا اس کے لب و لہجے میں تحریم نے مزید الجھنا مناسب نہ سمجھا اور اترتے ہوئے آتے جاتے لوگوں پر ایک بے بس سی نظر ڈالی...... ایک ذرا سا شور کرنے پر ان میں سے کئی لوگ اس کی مدد کو آ سکتے ہیں۔ مگر اس جونی بلکہ درندے سے کچھ بعید نہیں...... وہ چپ چاپ دوسری طرف آ کر بیٹھ گئی گل ریز ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا...... اگنیشن میں چابی گھمائی...... اے۔سی آن کیا اور گاڑیوں کے رش سے کار محتاط انداز میں بیک کرتے ہوئے نکالنے لگا...... غیر ضروری بھی ہارن کا استعمال کر رہا تھا۔ تحریم دل ہی دل میں قرآنی آیات ورد کرنے لگی......

گل ریز بڑی مشاقی سے ڈرائیو کرتا ہوا چند منٹوں میں روڈ پر آ گیا تھا۔ کار کشادہ روڈ پر رواں ہوئی تو اس نے جیب سے رومال نکال کر اپنے ہاتھ پونچھے...... چہرہ صاف کیا اس دوران کار کو بھی سنبھالتا رہا......

''گل ریز کہاں جا رہے ہو؟'' تحریم خوف کی ہر لہر دبا کر خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

تمہارے باپ کے گھر...... اس وقت کورٹ بند ہوتی ہے...... کورٹ میرج کے لیے لے کر نہیں جا رہا...... اطمینان رکھو...... گل ریز نے گویا پتھر پھوڑے۔

''کورٹ میرج لفظ سن کر ہی تحریم کے تو اوسان خطا ہونے لگے''

اپنے ہی گھر کے دروازے مجھ پر بند ہو گئے ہیں...... تب ہی یہ راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اس نے گیئر بدلتے ہوئے بڑی تلخی سے کہا......

تمہیں تو صرف پیسہ چاہئے...... مجھ سے تمہاری کوئی اموشنل اٹیچ منٹ تو نہیں ہے۔ جب میرا باپ تمہیں زہر لگتا ہے تو میں کیسے اچھی لگ سکتی ہوں۔ تھوڑا سا صبر سے کام لو...... میں پاپا سے تمہیں بہت کچھ دلوا دوں گی...... مجھے ایسی دولت سے کوئی دلچسپی نہیں جو انسان سے ہر قسم کی خوشی کا احساس ہی چھین لے...... تمہیں زبردستی شادی کا ہیڈک پالنے کی ضرورت نہیں......

انا کے بغیر ہی بہت کچھ مل جائے گا...... یہ جان کر کہ وہ اسے گھر ہی لے کر جا رہا ہے اور کوئی غلط قدم نہیں اٹھا رہا اس نے سکون کا سانس لیتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی...... تاکہ اگر اس کا کوئی غلط ارادہ بھی ہے تو وہ بدل ڈالے......

ایسا تو تم اپنے باپ کے مرنے کے بعد ہی کر سکتی ہو...... میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا۔ میرے اس گزرتے وقت کی بھی کوئی قیمت ہے...... میں اپنی قیمتی زندگی فضول انتظار میں نہیں لگا سکتا...... گل ریز کے انداز میں کوئی لچک پیدا نہیں ہوئی۔

''تو پھر اب گھر جا کر کیا کرنا چاہتے ہو......'' سوال کرتے ہوئے خوف کی ایک لہر تحریم کو ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گئی کہ جانے اس سوال کا کیا جواب آئے......

گھر پہنچ کر بتائیں گے...... اور پلیز تم اس وقت بالکل خاموش رہو...... میرے دماغ میں آگ سی بھڑکی ہوئی ہے...... اس وقت مجھ سے کوئی فضول بات مت کرو...... جو بات کرنا ہے گھر میں کرنا...... دل تو یہ چاہ رہا ہے کہ یہ گاڑی کہیں دے ماروں...... گل ریز کے لہجے میں سفاکی، وحشت اور عجیب سی دیوانگی تھی...... وہ بہت دیر میں پلکیں جھپکا رہا تھا...... گھنی بھنویں تنی ہوئی تھیں......

تحریم کے جسم میں تو آنا فانا پانی کی کمی واقع ہو گئی...... حلق میں کانٹے پڑ گئے...... اور جلد کاغذ کی طرح خشک محسوس ہونے لگی...... خاموشی کی تاکید نے اس کا بھرم رکھ لیا۔ ورنہ اب تو بات کرنا یوں بھی محال تھا۔



صادقہ بیگم گھر واپس پہنچیں تو سب کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ ملازم سے جاتے ہی رپورٹ لے چکی تھیں۔ جس کے مطابق سب گھر پر تھے اور دانیال نے بھی کھانا سب کے ساتھ کھایا تھا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر انہوں نے کچھ روٹین کے معمولی کام نمٹائے پھر عشاء کی نماز کی تیاری کرنے لگیں۔ اشرف علی بھی گہری نیند سو چکے تھے۔ عموماً وہ دس بجے تک سو جاتے تھے اس لیے کہ انہیں صبح سویرے اٹھنے کی عادت تھی...... صادقہ کو وہ خود جگاتے تھے۔ انہیں جگا کر خود جماعت سے نماز ادا کرنے مسجد چلے جاتے تھے۔ مسجد خاصی دور تھی اس طرح ان کی صبح کی واک بھی ہو جاتی تھی۔

صادقہ بیگم نے ملازم کو بھی فارغ کیا کہ وہ بھی جا کر سو جائے اور خود لاؤنج میں نماز ادا

کرنے کی نیت سے آ گئیں ..... جائے نماز بچھا ہی رہی تھیں کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی ..... انہوں نے
ایک دم لپک کر ریسیور اٹھا لیا اس لیے نہیں کہ انہیں کسی خاص فون کا انتظار تھا بلکہ اس وجہ سے کہ
ایکسٹینشن بیڈروم میں بھی تھا ہر چند کہ رات کو بند کر دیتی تھیں مگر مسلسل قسم کی آواز بالآخر محسوس
ہو ہی جاتی ہے ..... اشرف علی کی سوتے سے ایک مرتبہ آنکھ کھل جاتی پھر دیر تک انہیں نیند نہیں آتی
تھی .....

"ہیلو .....؟" انہوں نے محتاط لہجے میں ہیلو کہا۔

"السلام علیکم ..... حور بانو بات کر رہی ہوں ..... سو تو نہیں گئی تھیں؟ حور بانو کی بالکل
تازہ دم آواز سماعت سے ٹکرائی .....

"صادقہ بیگم کی ساری تھکاوٹ رفو چکر ہو گئی تھی۔" جلدی سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے
بولیں۔

"ارے ابھی سے کہاں ..... ابھی تو عشاء بھی نہیں پڑھی ..... آپ سنائیں خیریت ہے
ناں ..... کوئی اچھی خبر .....؟" وہ گرم جوشی سے جواب دے رہی تھیں ..... آنکھوں تک امیدوں
کے دیے جل رہے تھے .....

الحمدللہ ..... تمہاری دعا ہے ہر طرح سے خیریت ہے۔ اچھی خبریں تو اب تمہاری طرف
سے آئیں گی کیا پروگرام ہے؟ حور بانو نے بات ختم کی اور ہلکا سا قہقہہ لگایا .....

آج گئی تھی میں صادق بھائی کی طرف ..... وہ اچانک ہی حنا کے رشتے کا سلسلہ شروع
ہو گیا یعنی ایک اور شادی کول اماں کے کریڈٹ پر ..... بہت سخت بیمار پڑی تھیں شاید اس نیک کام
کیلئے اللہ نے انہیں دوبارہ زندگی دی ..... صادقہ بیگم تو حور بانو کی آواز سن کر نئے سرے سے تازہ
دم ہو گئی تھیں .....

"ارے یہ تو بہت بڑی خوشخبری سنائی ..... حنا سب سے بڑی والی ہے ناں؟" حور بانو
پوچھنے لگیں .....

نہیں دوسرا نمبر ہے ..... حنا سے بڑی ہے ..... سب سے بڑی تو ہما ہے ..... صادقہ بیگم
نے وضاحت کی تو پھر بات بن گئی؟ ہو گیا ناں رشتہ؟ میں کہہ رہی تھی ناں ایک کا ہونے دو ..... آگے
سب کے کام بننا شروع ہو جائیں گے ..... حور بانو سچ مچ بہت خوش ہو رہی تھیں .....
شکر ہے سب کچھ اچھی طرح طے پا گیا ..... لڑکا ماشاءاللہ بہت اچھا اور سمجھدار ہے

صادقہ بیگم نے مختصراً کہا ابھی وہ مزید تفصیلات بتانا نہیں چاہ رہی تھیں ..... کہ عائشہ کو پتہ چلے گا تو
جانے کب وہ کیا کچھ سوچنے لگے گی ..... الجھ جائے گی .....

یہ تو بہت ہی اچھا ہوا صادقہ ..... اب تینوں بچیوں کو ایک ساتھ ہی نمٹا دو ..... بہت مزہ
رہے گا ..... کم وقت میں زیادہ کام ..... بلکہ یوں کہو کم خرچ بالانشیں۔ حور بانو تو جانے کیسے کیسے خوش
گمانیوں کے جہانوں کی سیر کرنے لگیں .....

ہاں وہ میں نے آج یہ بات بھی چھیڑی تھی ..... بھائی سے کہا کہ بانو آپا ایسا سوچ رہی
ہیں وہ بولیں ..... ابھی رُک جاؤ ..... اس بات کو یہیں روک دو ..... میں چپ ہو گئی اور پھر کیا کہتی جو
کہ آپ نے اور میں نے کہنا تھا وہ سب تو کہہ ہی چکے ہیں .....

لو بھئی تم کیوں چپ ہو گئیں .....؟ ان کی طرف سے انکار تو نہیں ہے اتنا تو تمہیں بھی
اندازہ ہوگا۔

خیر ..... چلو ٹھیک ہوا بات ابھی ایک طرف نہیں ہوئی اس وقت میں نے تمہیں اسی لیے
فون کیا ہے کہ میں تو سرمد کا صرف نکاح کرنا چاہ رہی تھی سوچا تھا چند مہینے طاہرہ بھائی کو تیاری کیلئے
مل جائیں گے۔ مگر سرمد صرف نکاح پر راضی نہیں ہے اصل میں ساری زندگی باہر ہی رہا ہے وہ تو
ان لمبے لمبے جھمیلوں کو گردانتا ہی نہیں ..... کہتا ہے پاکستان میں لوگوں کے پاس ویسٹ کرنے کو ٹائم
بہت ہے ..... جب ایک کام کرنا ہوتا ہے تو کر کے فارغ کیوں نہیں ہو جاتے ..... اب بولو ..... کیا
کروں؟

"سرمد کہہ رہا ہے؟" صادقہ بیگم کی حیرت کمال تھی۔

تمہاری قسم وہی کہہ رہا ہے ..... میں تو خود سن کر پریشان ہو گئی تھی۔ اصل میں اس کے
ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ وہ کچھ عرصے کیلئے باہر چلا جائے گا۔ وہ بیوی کو ساتھ لے جانا چاہتا ہے کہہ رہا
ہے کہ آخر اس کے کاغذات بھی تو تیار ہوں گے ..... اس لیے نکاح بھی اسی ہفتے ہو جانا چاہیے تب
ہی حنا کا اس کے ساتھ جانا ممکن ہوگا ..... حور بانو سمجھانے کے انداز میں بولیں۔

آخر اس کو اتنی جلدی کیوں ہے ..... یہاں کب چند دن کے اندر اندر شادیاں ہوتی
ہیں ..... رشتے بنانے کے بھی یہی موقع ہوتے ہیں۔ صادقہ بیگم آفت سی پڑتا دیکھ کر الجھ گئی تھیں
(کہ دور بیٹھی حور بانو کو کیا پتہ ..... بھائی کے گھر میں کیسے کیسے جلسے ہوتے ہیں)۔

صادقہ یقین کرو وہ تو بڑی حیرت سے پوچھ رہا تھا کہ امی ..... ایک مرتبہ نکاح کیلئے

والی لڑکی ہو گی کراچی اور دوسری مرتبہ لڑکی لانے کیلئے...... پہلی مرتبہ ہی لڑکی ساتھ کیوں نہیں لا سکتی...... یہ کلیئر کریں۔

میں خاک کلیئر کروں؟ جو میں کلیئر کروں گی وہ اس کے حلق کے نیچے سے کیسے اترے گی۔ اور یہ حقیقت بھی ہے صادق واقعی اس کے پاس وقت کی بہت کمی ہے...... بہت کام پھیلا ہوا ہے۔

وہ تو آپ کی بات ٹھیک ہے آپا...... بھائی تو آگے بات کرنے ہی سے روک رہے ہیں۔ رخصتی والی بات کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صادقہ بیگم بھڑک ہی گئیں......

اب یہ تمہارا کام ہے...... کچھ تو دو دن کیلئے عائشہ بھی آجائے گی تم دونوں بہنیں مل کر نبٹاؤ...... میں حیا سے دستبردار نہیں ہوں گی۔ کبھی تم لوگ یہ سوچو کہ میں غصے میں آکر یہ رشتہ ختم کروں...... میرے گھر کے لوگ ہیں سب غیر تو نہیں ہیں میں تو زمین آسمان ایک کر دوں گی۔ طاہرہ بھابی سے...... حور بانو کے انداز میں بلا کا اعتماد اور قطعیت تھی میں کوشش کرتی ہوں۔ میں تو یہی سب کچھ چاہتی ہوں جو آپ چاہ رہی ہیں...... ٹھیک ہے پھر کل رات کو آپ کو فون کرتی ہوں......

"اچھی بات۔" مجھے یہ بتانے کیلئے فون کرنا کہ ہم کس تاریخ کی بکنگ کرائیں۔

ان کے اس طرح دباؤ ڈالنے والے انداز پر اس مرتبہ تو واقعی صادقہ بیگم کو ہنسی آگئی ہوئی...... حور بانو آپا نے تو حد ہی کر دی ہے...... اوروں کا بھی احساس کرنا چاہئے جو پیچھے پڑ کے وجہ سے نئے کو کہہ رہی ہیں...... ورنہ ان سے زیادہ کس کو جلدی ہو گی لڑکیوں کو اپنے گھر کی کی......

"ٹھیک ہے آپا۔" پھر ہم کل رات گیارہ بجے کے قریب فون پہ بات کرتے ہیں۔ بہتری کی دعا کریں۔

"ٹھیک ہے صادقہ خدا حافظ۔"

خدا حافظ...... "صادقہ بیگم نے زیر لب کہا اور ریسیور رکھ دیا......"

کل اشرف علی کے ساتھ انہیں تو محمد خان صاحب سے ملنے کیلئے ان کے گھر جانا تھا۔ اشرف علی نے Monday کی شام کو ان کے ہاں چلنے کیلئے کہا تھا وہ ان کو اپنے گھر بات کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ اشرف علی کے پاس وقت کہاں ہوتا تھا انہیں تو دن رات......

تھا۔ بلکہ ان کا P.A اور بعض پوزیشن کیلئے کچھ کرتا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ کل شام چھ بجے ملاقات تو طے ہے۔ اس میں کوئی ردوبدل وہ اپنی طرف سے نہیں کر سکتیں۔

"وہ جائے نماز کی طرف بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔"

چند دن پہلے سب کچھ بہت نارمل تھا...... گھر کے بند ے روشن تھے...... اب صورت حال ایک دم بدل گئی ہے...... اچانک ڈھیر سارے اور سب کے سب بہت ضروری کام نکل آئے تھا...... یہ بھی امکان تھا کہ اشرف علی جیسا دو ٹوک اور با اصول بندہ دانیال کا رشتہ وہیں کرنے پر تل جائے...... کہ ان کی اپنی زندگی میں تو کسی مذاق کی گنجائش ہی نہیں تھی۔



چوکیدار نے تحریم کی کار دیکھ کر جھٹ گیٹ کھول دیا تھا...... لیکن کار اندر داخل ہوئی تو وہ بدحواس ہو گیا تھا۔

مسلسل کافی دنوں سے اسے اسپیشل ہدایات مل رہی تھیں کہ گل ریز کو کوٹھی میں داخل نہیں ہونے دینا ہے کوئی گڑ بڑ کرے تو خان صاحب کو فون پر فوری اطلاع دینا ہے۔

کار تو اندر داخل ہو چکی تھی وہ حیران پریشان سا گیٹ بند کرتے ہوئے پلٹ پلٹ کر پیچھے دیکھ رہا تھا۔ کار سے گل ریز پہلے اترا تھا اور مرے مرے انداز میں بعد میں تحریم کار سے باہر آئی۔

"چوکیدار نے چند لمحے انہیں اندر جاتے دیکھا پھر کیبن میں چلا گیا۔"

تحریم کی بیٹھے بیٹھے تھکن سے بری حالت ہو چکی تھی یوں بھی وہ نازک اندام تھی جلد تھک جاتی تھی۔ راستے میں آدھا گھنٹہ تو ٹریفک جام ملا بعد میں گل ریز دو تین مختلف جگہوں سے اپنے ضروری کام نپٹاتا چلا...... جب تک اس کے ساتھ کار میں رہی فل اٹینشن رہی کہ شاید قدرت کی طرف سے اس سے نجات کا کوئی راستہ نکل آئے مگر وہ بھی ذرا دیر کو غافل نہیں ہوا انجن بند کر کے چابی نکالتا تھا پھر اسے بھی ساتھ اترنے کو کہتا تھا وہ ایک داسی کی طرح اس کے اشاروں پر چلتی رہی...... اب گھر میں گھستے ہی دل چاہا کہ اپنے کمرے میں گھس جائے اور آرام کرے

"ادھر نہیں میرے کمرے میں چلو۔" اس نے سیکنڈ فلور کی طرف جانے والے زینے کی طرف اشارہ کر کے تحریم کو اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھنے سے روکا......

میں ذرا فریش تو ہو جاؤں...... اب تو تم گھر میں ہی ہو...... اس نے بے بسی سے کہا

ریز کی طرف دیکھا۔

اتنا بے وقوف سمجھا ہوا ہے...... جیسے کہہ رہا ہوں ویسے کرو ورنہ اٹھا کر بھی لے جا سکتا ہوں تمہارا وزن ہی کتنا ہے جتنا جیک (گاڑی اونچی کرنے والا Tool) کا ہوتا ہے...... وہ ایک برف لہجے میں غرایا......

تمیز سے بات کرو...... تم اس وقت میرے گھر میں ہو...... تحریم اٹھانے والی بات پر ایک دم مشتعل سی ہو گئی......

اس گھر میں شیئرز (حصے) ہیں یہ صرف تمہارا نہیں ہے...... مائنڈ اٹ...... وہ اس پر گویا ہوا تھا......

پتہ نہیں کس قانون کے تحت تمہارا شیئر بن رہا ہے...... نکلی تو پاپا کے گلے پڑ گئی ہے تحریم نے زہریلے لہجے میں کہا...... اب تک تو وہ بالکل چپ تھی مگر اپنے گھر کا احساس تو بہت بڑی بات ہوتی ہے کہ اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔

وہ قانون ہم بتائیں گے تمہیں اپنا سر دُکھانے کی ضرورت نہیں...... وہ بے رحمی سے بولا۔

اب اپنی جیب سے کمرے کی چابی نکال رہا تھا۔

تم نے بہت عقل مندی کی اپنے دشمن سے ہیلپ (Help) لینے کی کوشش نہیں کی...... ورنہ اس گھر میں آج ایک مرڈر تو ہو جاتا...... اس کے لہجے میں جیسے کوئی اژدہا پھنکار رہا تھا تحریم کا رواں رواں خوف سے کھڑا ہو گیا......

ہم لاؤنج میں بیٹھ کر بھی تو بات کر سکتے تھے...... تم نے اپنے مطالبات ہی تو بتانے ہیں۔ تحریم نے خود کو بے خوف ظاہر کرتے ہوئے عام سے انداز میں کہا جبکہ اس کے بیڈروم میں جانے کے خیال سے اس کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔ یا اس نے اپنے طور پر بے کار [illegible] کچھ ہو جائے وہ اپنے باپ کو بھنک بھی نہیں دے گی...... کتنی دعاؤں کے بعد اس نے اپنا [illegible] کو پایا ہے۔ اب کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے گی۔

"گل ریز نے دروازہ کھولا اور اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔"

"تحریم کے اندر جانے کے بعد خود بھی کمرے میں داخل ہو گیا اور کمرہ لاکڈ کر دیا۔"

بی ہیو یور سیلف گل ریز...... تم مجھے لاکڈ کیوں کر رہے ہو؟ تحریم خوفزدہ ہو کر بولی

کھانے کی نیت سے آگے بڑھی۔

"گل ریز نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے دھکیلا۔"

آرام سے بیٹھو...... پھاڑ نہیں کھاؤں گا تمہیں...... اور نہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کروں گا...... مجھے تم سے پھر بعد دوسروں سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں...... میں کہہ رہا ہوں بیٹھو...... وہ تحکمانہ انداز بولا اور صوفے کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا......

اس کی بات سن کر تحریم کو ایک گونہ سکون سا تو ہوا...... مدتوں وہ اس گھر میں رہا تھا کسی قسم کی اجنبیت تو درمیان میں حائل نہیں تھی وہ اس کی انتہا پسندی سے خوفزدہ تھی اب اس نے تسلی دی تو مطمئن سی ہو گئی اور اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

تمہیں اپنے باپ کے اثاثوں کا کچھ علم ہے......؟ جو سات آٹھ لاکھ کی باتیں سن کر تم [illegible] آنے لگتے ہیں...... وہ جیب سے سگریٹ اور لائٹر نکالتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

نو اسموکنگ پلیز یہ بند کمرہ ہے...... تحریم نے ہاتھ اٹھا کر اسے سگریٹ سلگانے سے باز رکھنے کی کوشش کی......

اوہ...... میں بھول گیا تمہارے باپ نے تمہیں شہزادیوں کی طرح رکھا ہوا ہے...... پھول کی پتی سے تمہیں چوٹ لگتی ہے...... خیر اس وقت تمہارا خیال ضروری...... یہ لو...... نہیں پیتا...... اس نے سگریٹ اور لائٹر واپس جیب میں رکھ لیا......

ہاں تو میں کہہ رہا تھا تمہیں اپنے پاپا کی دولت کا اندازہ ہے......؟ وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر ٹہلتے ہوئے بغور تحریم کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

مجھے کوئی ضرورت نہیں اندازے لگانے کی...... میری تمام ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ مجھے فالتو کا ٹینشن لینے کی عادت نہیں...... تحریم نے ناگواری سے کہا......

ملینز (Milliones) میں ہے...... عنقریب بلینز تک پہنچ جائے گی...... پتہ نہیں بلین ملین سے تمہارے ذہن میں کوئی پراپر فگر نہ آ رہی ہو میں بتاتا ہوں...... تقریباً پچاس کروڑ سے زیادہ کے اثاثے اس وقت موجود ہیں کم از کم [illegible] تو بیٹھ کر کھا سکتی ہیں۔ اگر وہ کبھی مجھے دس (۱۰) پندرہ (۱۵) لاکھ سے ہیلپ (Help) کر دیتے ہیں تو کیا احسان کرتے ہیں؟ اس سے زیادہ تو ان پر زکوٰۃ due ہوتی ہے...... جو ایدھی والوں کو دیتے ہیں وہ الگ ہے۔

"سب کو دیتے ہیں تو تمہیں بھی تو دیتے ہیں......" تحریم تلخی سے گویا ہوئی۔

ہونے دیتے ہیں جیسے کوئی حقے کو بڑی ڈال کر جان چھڑاتا ہے۔ اسی بات کا تو جھگڑا ہے
U.S.A میں خواہ جس گھر میں رہتا ہے آٹھ کمرے ہیں اس گھر میں...... چاروں طرف لان ہے
سوئمنگ پول ہے...... اسٹیٹ میں جس کے پاس اس قسم کا گھر ہوتا ہے وہ لارڈ کی طرح ہوتا
ہے—

تمہیں جلن ہو رہی ہے...... ؟ اگر وہ اتنے ٹھاٹھ سے رہتا ہے تو کیا اس کے اپنا
ہے۔ مگر وہ بیٹھ کر نہیں کھا رہا...... ہوٹل چلا رہا ہے...... صبح سے رات تک بزی ہوتا ہے...... سارا
حساب کتاب پاپا کے نوٹس میں لاتا ہے...... پائی پائی کا حساب دیتا ہے...... اسے احساس ہے کہ یہ
دولت پاپا کو آرام سے نہیں مل گئی...... تحریم نے گل ریز کو اپنے بچارے بھائی سے تقابل کرتے
ہوئے پایا تو غضبناک ہو گئی......

"ڈرامہ کرتا ہے پتہ ہے باپ کے بعد سب کچھ اسی کا ہے۔"

"اب یہ اس کی لک Luck ہے کہ وہ پاپا کا اکلوتا بیٹا ہے۔" تحریم جل کر بولی۔

"ہمارے ساتھ بھی بزرگوار کے بڑے عہد و پیمان ہیں۔" گل ریز تمسخرانہ مسکرایا۔

تم ہر سال حج پر جاؤ پاپا سب خرچ اٹھائیں گے...... برباد کرنے کیلئے اپنی دولت لگا
دیں گے— تحریم نے بھی دل جلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ایک عیاش کو حج کی تاکید کرنا اس
طرف توجہ دلانا بھی تو کوئی معمولی بات نہیں......

"حج تو تمہارے ساتھ ہی کریں گے...... پہلے نو سو (۹۰۰) چوہے تو پورے کر لیں۔"

گل ریز کی ستم ظریفی بے حسی اور بے غیرتی اپنے کمال پر تھی۔

تم کسی اچھے سائیکاٹرسٹ سے اپنا علاج کراؤ...... تمہارا اپنا ہی فائدہ ہوگا...... تحریم اب
ہر قسم کے خوف سے بالاتر ہو کر جھلا رہی تھی۔

تمام حق پرستوں کو اس طرح کے الزام اٹھانا پڑتے ہیں...... نو پرابلم...... گل ریز نے
تمسخرانہ کہا۔

Anyway اب تو تم اپنے گھر میں ہو تم مطمئن رہو تمہارے ساتھ کسی قسم کی زیادتی
نہیں ہوگی...... مگر تمہیں میرے ساتھ تھوڑا سا کوآپریٹ کرنا ہوگا...... گل ریز اپنی ریسٹ واچ پر نظر
ڈال کر سنجیدگی سے بولا۔

کس قسم کا کوآپریشن...... ؟ صاف صاف بات کرو...... تحریم بظاہر ناگواری سے بولی

جبکہ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی تھی۔

تمہیں چند گھنٹے اس کمرے میں گزارنا ہوں گے...... تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو
گی۔ کھانا پینا مل جائے گا گل ریز نے بے نیازی سے کہا جیسے کوئی بہت عام سی بات کر رہا ہو۔

"کیوں بھئی...... تمہاری غنڈہ گردی اس سے زیادہ برداشت نہیں کی جا سکتی۔" تحریم
نے اتنا کہا اور دروازے کی طرف بھاگی۔

گل ریز نے چیتے کی سی پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کا بازو دبوچ لیا...... اور ایک جھٹکے
سے کھینچا شرافت سے کام لے رہا ہوں...... اتنا کافی نہیں ہے...... وہ بھیڑیے کی طرح غرایا......
میں باہر لاؤنج میں لاک لگا رہا ہوں...... زیادہ دیر کی بات نہیں ہے...... ہاں اگر تم نے
کوئی گڑبڑ کی تو اسٹوری ٹریجک ہو جائے گی۔ سمجھدار ہو...... عقلمند کیلئے اشارا کافی ہوتا ہے......
میں بے رحم، ظالم...... بے غیرت ہوں...... کم از کم تم ہی اپنے باپ پر رحم کرو...... اس نے ایک
جھٹکے سے تحریم کو بیڈ پر پھینک دیا......

اس کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ تحریم کو مصلحت پر توجہ دینا پڑی...... لاؤنج لاک کرنے کا
مطلب یہ تھا کہ اوپر کے تمام کمرے لاک ہو گئے...... لاؤنج سے گزرنے کے بعد ہی کمروں تک
پہنچنا ممکن ہوتا تھا......

برابر والے کمروں میں شیخ صاحب کے آباؤ اجداد کی تصویریں ہیں...... تم جب تک ان
سے بات چیت کرو...... گلے شکوے کرنا چاہو تو تمہاری مرضی...... او کے...... زیادہ ٹینس ہونے کی
ضرورت نہیں...... یہ کہہ کر اس نے تحریم کا پرس کھول کر اتنی پھرتی سے اس کا موبائل نکال کر اپنی
جیب میں رکھا کہ وہ اپنی جگہ پر بے بسی سے تڑپ کر رہ گئی...... اس کے بعد گل ریز نے فون سیٹ کی
تار نکالی اور سیٹ بغل میں دبا لیا......

"اچھے بچوں کی طرح تعاون کرو گی تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔" "نہ تمہیں نہ تمہارے گاڈ فادر
کو—"

"یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا ساتھ ہی دروازہ بند کرتا گیا۔"

اتنی گہری خاموشی اور تنہائی میں کچھ بھی کر سکتا تھا...... تحریم کو صرف اپنی عزت کی فکر تھی
جس کی وجہ سے وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور تھی۔ اس شقی القلب انسان سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔
دوسرے اپنے گھر میں موجود ہونے کا اپنا ایک نفسیاتی اثر تھا۔ خدانخواستہ کہیں انجانی جگہ پر

لے جاتا تو وہ کیا کر لیتی......؟

♥♥♥

رات دھیرے دھیرے قدم رکھتی صبح کی طرف گامزن تھی۔ آج صادق حسین خلافِ معمول کچھ زیادہ ہی دیر سے آئے تھے...... طاہرہ بیگم نے دیر سے آنے پر گلہ کیا تو بولے یار دوست تاش کی بازی لگا کر بیٹھ گئے تھے وقت کا پتہ ہی نہ چلا......

طاہرہ بیگم کے سینے سے ہوک سی اٹھی...... جس گھر میں چار بیٹیاں ہوں اور گھر کے سربراہ کے پاس گنوانے کو بہت وقت ہو اس گھر کی طرف تو صرف موقع پرست ہی متوجہ ہوتے ہیں...... کیا کمی ہے ان کی بچیوں میں مگر ایک بے حیثیت کم مایہ آرام طلب باپ کی وجہ سے مجرموں کی طرح سر جھکا کر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ جلد سے جلد اپنے گھروں کی ہو جائیں۔ ہوش سنبھالتے ہی مزدوری کرنے والی ماں کا ہاتھ بٹا کر روٹی کھاتی ہیں۔ وہ عادت کے مطابق کڑھ رہی تھیں زبان کھولنے کا حوصلہ ان میں نہیں تھا ان کو اندازہ تھا جس دن انہوں نے صادق حسین کی خیر خیریت پوچھی گھر میں بلند آوازیں گونجنے لگیں گی...... خاموش رہنے سے کم از کم ساسوں اور چاروں بیٹیوں کی نظر میں ان کی عزت تو تھی...... ایک بھرم تو قائم تھا۔ اولاد کو نعمتوں سے مالا مال نہیں کر سکتی تھیں مگر پرسکون ماحول تو دے سکتی تھیں۔ ان کی خاموشی سے صادق حسین کے عیب بھی چھپے ہوئے تھے۔ باپ سے محروم تھیں نانا ماموں نے پرورش کی تھی۔ بچپن ہی سے بڑا سلیقہ آ گیا تھا۔ احتجاج لفظ تو ان کی لغت میں ہی نہیں تھا۔ خاموشی سے اپنے روز کے معمولات نبٹائے۔ اور صادق حسین کے بستر پر دراز ہونے کا انتظار کرتی رہیں۔ کچھ بھی تھی بچیوں کے باپ تھے ان کو بتائے بغیر کوئی فیصلہ تو نہیں کر سکتی تھیں۔ حنا کا رشتہ فائنل کر کے نکاح کی تاریخ لے کرنا تھی۔ حبا کے انکار سے جو ہر وقت کا انتشار لاحق تھا اور کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ زور زبردستی کریں یا نا سمجھ عاقبت نا اندیش بیٹی کی بات مانیں۔ ثریا دادی نے حبا کی مرضی معلوم کرنے کا کہہ دیا تھا مگر اس کا انکار سن کر کوئی راستہ نہیں بتایا تھا اور بتاتی بھی کیا اس نے وجہ انکار تو بتائی نہ تھی۔ وہ کچن میں چیزیں ٹھکانے لگا کر صبح کی ضروری تیاری کر کے باہر آ گئیں تو صادق حسین پیٹ بھر کھانا کھانے کے بعد بالکل سونے کی تیاری میں تھے اور کروٹ لیے ہوئے تھے۔ وہ قریب آ کر آہستہ سے پکاریں۔

''سنتے ہیں......؟ کیا سو گئے ہیں؟''

''صادق حسین نے کروٹ بدل کر بیوی کی طرف دیکھا اور کسل مندی سے گویا ہوئے۔''

''کہو؟ خیریت ہے کوئی بات ہے؟'' انداز ایسا تھا جیسے مٹھی پرسکون نیند سے جگانے پر انہیں بہت کوفت ہو رہی ہو۔

ظاہر ہے کوئی بات ہی ہو گی دو دو بچیوں کی شادی کی بات چل رہی ہے۔ بہت سی باتیں ہیں۔

وہ ذرا تلخی سے جتاتے ہوئے بولیں۔ شوہر کی لاپرواہی ہر وقت تو نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔

''ہوں...... ٹھیک ہے کہو...... کیا کہنا چاہتی ہو؟'' وہ توجہ کا احسان فرمانے لگے۔

شکر ہے حنا کا مسئلہ تو ایک طرف ہو گیا۔ ایک دو دن میں نکاح کی تاریخ بھی طے ہو جائے گی۔

نکاح کی تاریخ تو دے رہی ہو انتظام بھی ہے کچھ......؟ صادق حسین کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ بڑی بے ساختگی سے گویا ہوئے۔

دکھ کی ایک تیز لہر خنجر کی طرح کلیجے کو چیرتی گزر گئی...... طاہرہ بیگم نے ایک نظر کم حوصلہ شوہر کو دیکھا ظاہر ہے انسان آگے پیچھے دیکھ کر ہی کچھ منہ سے نکالتا ہے۔ میں بیٹیوں کی ماں ہوں۔ کوئی بیٹا نہیں ہے اور صرف بیٹیاں پیدا کرنے والی عورت تو یوں بھی شرمندگی سے زندگی گزارتی ہے جیسے بیٹا پیدا نہ کر کے اس نے کوئی بہت بڑا جرم کیا ہو اور یہ اس کا قصور ہو...... وہ ٹھنڈی سانس لے کر یاسیت سے گویا ہوئیں......

تم تو خوامخواہ بات دل پر لے جاتی ہو میں نے تو کبھی تم پر نہیں جتایا کہ مجھے تم سے بیٹا نہیں ملا۔

''اللہ کی مرضی...... اب تم خود ہی کچھ محسوس کرتی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔'' صادق حسین نے صفائی پیش کی......

خیر چھوڑیں اس بات کو میں تو آپ کو یہ بتانا چاہ رہی تھی۔ کہ حبا نے تو شادی سے انکار کر دیا ہے وجہ تو نہیں بتا رہی بس کہہ رہی ہے آپ منع کر دیں مجھے شادی نہیں کرنا۔ سارے پریشانی کے میری تو نیندیں اڑ گئی ہیں۔ کچھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔ اتنا اچھا رشتہ وہ بھی اپنوں میں سے

آپا ہے کیسے لوٹا دوں۔ ہم جیسے گھروں میں اس طرح کے رشتے آتے ہی کب ہیں۔ اب آپ بتا رہی ہیں کیا بانو آپا کو انکار کر دوں۔ یا حیا پر دباؤ ڈالوں...... وہ بہت آہستہ آہستہ بات کر رہی تھیں۔ یوں بھی رات کا پچھلا پہر چل رہا تھا ایک جھینگر بھی بولتا تو آواز سارے ماحول میں گونج گئی تھی۔

وہ تو بچی ہے تم ہوش کے ناخن لو...... بچیوں کی ہاں ناں پر چلو گی تو بٹھائے رکھنا عمر بھر۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا انکار کا بلکہ اب تو تم جلدی کرو۔ حنا سے پہلے تو اس کو ٹھکانے لگاؤ۔ پڑھ لکھ جاتی ہے...... طرح طرح کی لڑکیوں میں اٹھتی بیٹھتی ہے...... مجھے تو حیرت ہو رہی ہے اس نے انکار کرنے کی ہمت کیسے کی...... اس کے باپ کی "ملیں (Mills)" چل رہی ہیں؟ میں تمہیں پہلے ہی کہتا تھا اتنا پڑھانے لکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لڑکیاں اسی طرح غلط صحبت میں پڑتی ہیں گھروں سے بھاگ جاتی ہیں...... ماں کے پیٹ سے کوئی بُرا نہیں پیدا ہوتا۔ صادق حسین نے رات کے سناٹے میں جی بھر کے پتھر پھوڑے۔

طاہرہ بیگم نے دہل کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ توبہ اتنی انتہا پر تو وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکی تھیں۔ اللہ نہ کرے......

توبہ ہے آپ بھی حد کرتے ہیں...... ابھی تک جونا گڑھ کے کسی گاؤں میں بیٹھے ہوئے ہیں زمانہ بہت ترقی کر گیا ہے۔ لڑکیاں پڑھائیاں کرنے باہر ملکوں میں جاتی ہیں۔ وہ کن عزت دار لوگوں کی بیٹیاں ہوتی ہیں...... اللہ کا شکر ہے میری بچیاں ایسی نہیں ہیں...... ہر ماں اپنے بچوں کو بہت اچھی طرح جانتی ہے۔

جانتی ہو جب ہی تو اس وقت سر پکڑے بیٹھی ہو۔ بیٹی نے انکار کر دیا۔ جھنجھلاتے ہوئے ہوش سنبھالے اپنے اشاروں پر چلانے کی کوشش کر رہی ہے...... تم سیدھے سیدھے اس کے نکاح کی بھی تاریخ دو اور حنا کے ساتھ ہی اس کو بھی فارغ کرو...... اس کی رخصتی کا بانو آپا سے ٹائم لے لو۔ صادق حسین کی تو سونے والی رات آ گئی تھی جلد سے جلد سارے بوجھ ذہن سے اتار کر وہ میٹھی نیند سونے کی جلدی میں تھے۔ آج کل تو یوں بھی بہت سکون محسوس کرتے تھے۔ دو بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہونے کا احساس ہی ہلکا پھلکا رکھتا تھا پھر یار دوستوں میں بڑی کا احساس ایسے Hi.Fi داماد جن کے پاس لوگ اپنے کاغذ Certified کرانے جائیں اور جواب ملے بعد میں آنا ابھی صاحب سو رہے ہیں۔ راتوں رات اتنی عزت اللہ نے دی اور ان کی احمق بچی

دیکھو طاہرہ میں کبھی بچیوں کے سامنے ان سے سوال جواب کرنے نہیں بیٹھا۔ اور نہ پیٹنا چاہتا ہوں مگر تم یہ بات حیا تک پہنچا دو کہ اس کی شادی یہیں ہوگی۔ جہاں سب لوگ راضی ہیں اگر اس نے خود سری دکھائی تو میں اس وقت تک اس گھر میں نہیں آؤں گا جب تک وہ یہاں بیٹھی ہے۔ میری بہن اس کا بھلا چاہ رہی ہے...... اس نے اپنی نند کو ادھر رشتہ کرنے کیلئے کتنا زور لگایا ہوگا...... میں انکار کر کے اس کی بے عزتی کروں؟ بس ہو گیا فیصلہ۔ اب اس کی کوئی بھی بات لے کر میرے پاس مت آنا۔ جاؤ آرام کرو اور مجھے بھی سونے دو۔

طاہرہ بیگم تو صادق حسین کے دو ٹوک انداز پر ہکا بکا سی رہ گئیں۔ انہوں نے تو ساری زندگی اپنی کسی بات پر زور ہی نہیں دیا تھا گویا زور لگا کر بات کی تو ان کی نازک مزاجی کو ٹھیس پہنچے گی اور وہ جگہ جگہ سے چٹخ جائیں گے۔

"جان چھڑانے کی کوشش نہ کریں سنجیدہ معاملہ ہے غور کر لیں۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولیں۔

ہاں تو جب کسی بات کا سر پیر ہی نہیں تو کیوں فضول بات کروں۔ کل کی بچی کو فیصلے کرنے کا اختیار دے دوں اور بعد میں اس کے اچھے رشتے کیلئے پریشان پھروں۔ گھر بیٹھے عزت سے کام ہو رہا ہے سب کو شکر کرنا چاہیے۔ کل کو فرض کرو کوئی اور اچھا رشتہ آ بھی جاتا ہے تو وہ لاکھوں کا خرچہ بھی لازمی ہوگا اتنی مہنگائی ہے۔ جہیز اور پانچ سو آدمیوں کے کھانے پر اس سے کم خرچ کیا ہوگا۔ ہم تو کہیں سے اتنا قرض بھی نہیں لے سکتے۔ میں بہنوئیوں کے سامنے بھی ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا...... اپنی بہنوں کی بے عزتی نہیں کروں گا کر بھی لوں تو دوں گا کہاں سے میرا کونسا جائیدادوں کا مقدمہ چل رہا ہے کہ جیت کی آس میں قرضے پکڑتا پھروں۔ اب تم جاؤ مجھے سونے دو صبح سویرے اٹھنا ہوتا ہے۔ صادق حسین نے اپنی طرف سے چیپٹر کلوز کر دیا۔ ان کے انداز میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔

طاہرہ بیگم ایک نگاہ غلط ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ دل میں تو شوہر کے خیالات کی تائید کر رہی تھیں البتہ حیا کا انکار بھی خلش کا باعث تو تھا کہ اپنی فطرت کے مطابق جب وہ سب ہی کو خوش دیکھنا چاہتی تھیں۔ انتشار کے ان لمحات میں انہیں دھیان ہوا کہ دو نفل قضائے حاجت پڑھ کر اللہ سے آسانی کی دعا کریں...... اس خیال کے ساتھ ہی وہ پرسکون سی ہو گئیں اور وضو کی نیت سے

واش بیسن کی طرف بڑھیں..... رات کا گہرا اور فطری سناٹا، خاموشی و سکوت اللہ سے دل کی بات کہنے میں بہت مزہ آتا ہے..... صاف محسوس ہوتا ہے کہ جو کہا جا رہا ہے دوسری جانب اس پر پوری توجہ ہے۔



پہلے پریڈ کے بعد دانیال اور ولی باہر لان میں آ گئے تھے۔ اور اپنے پسندیدہ درخت کی چھاؤں تلے آ کر بیٹھ گئے تھے دانیال بہت الجھا ہوا نظر آ رہا تھا ولی کے پوچھنے پر اس نے ٹال دیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ وہ اسے کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ انتشار اتنا تھا کہ اسے بات کرتے ہوئے کوفت محسوس ہو رہی تھی..... کبھی کبھی انسان کو خاموش رہنے میں قدرے سکون کی ضمانت ملتی نظر آتی ہے۔ اور وہ بہت زیادہ اس لیے سوچنا چاہتا ہے کہ شاید الجھن کا کوئی مستقل حل سوجھ جائے
یار تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔ بذا من فضل ربی ہے تم شادی کر لو تا کہ ہمیشہ کیلئے ریلیکس ہو جاؤ وہ تمہارے گھر میں آ جائے گی تمہارا ذہن ایک طرف ہو جائے گا۔ ورنہ یہ عشق تو واقعی تمہیں نکما کر دے گا۔ ولی نے اپنے طور پر کچھ اخذ کر کے بہت بیزار کن انداز میں مشورہ دیا تھا۔ یار یہ بات نہیں ہے..... بہت پرابلم ہو گئی ہے۔ اماں جان تک بات پہنچ گئی ہے۔ وہ مجھ سے بہت ناراض ہیں بلکہ ان کو بہت صدمہ پہنچا ہے۔

''مگر اماں جان کو کیسے پتہ چلا۔ انہیں تو تم ہی بتا سکتے ہو۔'' ولی کی الجھن بجا تھی۔

''خان صاحب گھر آ گئے تھے۔ اماں جان نے لاؤنج سے شاید کچھ سن لیا تھا۔'' دانیال نے بیزار کن انداز میں جواب دیا۔

''اور تم مجھے یہ سب کچھ اب بتا رہے ہو.....؟'' میں شہر سے باہر تو نہیں تھا۔ ولی نے شکوہ کیا۔

یار میں تو بہت ڈپریسڈ ہو گیا ہوں کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا کہ کیا کروں..... کسی سے بھی بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا بس دل چاہ رہا تھا کمرہ بند کر کے پڑا سوتا رہوں۔

تو اس میں اتنا ڈپریسڈ ہونے کی کیا بات ہے۔ اماں جان کو بتا دیتے کہ بس ایک مذاق تھا۔ بات ختم ہو چکی شکر ہے کہ شیخ صاحب بھی ٹھیک ہو رہے ہیں۔ اب تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ ولی نے بڑی لاپرواہی سے ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

بات ختم ہو جاتی تو مسئلہ ہی کوئی نہیں تھا۔ اماں جان انوالو ہو رہی ہیں خان صاحب

سے کو بلیک کر کے ان کی خیر خیریت معلوم کر رہی ہیں۔ انہوں نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ تم نے یہ بہت غیر ذمہ دارانہ حرکت کی اگر شیخ صاحب کو کچھ ہو جاتا؟ اور ابھی بھی اگر ان کی طبیعت خطرے سے باہر نہیں بھی جا رہی تھی تو تمہیں اس خاندان کا خیال کرنا پڑے گا۔ دانیال نے مختصراً ساری صورت حال واضح کر دی۔

اوہ..... لیکن تم اماں جان کو یہ بھی تو بتا دیتے کہ شیخ صاحب ہزار جا ہیں ان کی بیٹی ہی تم سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہو گی۔ اس کے بعد تو اماں جان کا ذہن ہی اس طرف سے ہٹ جاتا۔

''ولی کو بروقت مناسب خیال سوجھا۔'' بہر حال جو دانیال کے لیے باعث تقویت تھا۔

ہاں..... یہ بات تو مجھے یاد ہی نہیں رہی.....'' اصل میں اماں جان اتنا ناراض ہو گئیں کہ میں ان کی ناراضگی کے خیال سے ہی بہت ٹینس رہا۔

''چلو ہنسو کھیلو..... اماں جان کچھ بھی کر لیں وہاں تو لڑکی ہی تیار نہیں۔'' ولی دانیال کو بجھا بجھا دیکھ کر دل کھول کر ہنسنے لگا۔ دانیال بھی مسکرانے لگا۔



ستی بیٹا ابھی تک ہاسپٹل نہیں پہنچیں۔ خیریت ہے ناں؟ خان صاحب فون پر ملازم سے بات کر رہے تھے۔

''وہ تو گھر پر نہیں ہیں صاحب..... آپ ان کے موبائل پر چیک کر لیں۔'' ملازم نے جواب دیا۔

مگر ابھی گھر سے تو وہ تمہارے سامنے ہی نکلی ہوں گی..... تم کیا بھنگ پی کر سو رہے تھے؟ خان صاحب کو ملازم کے بے سروپا جواب پر غصہ آ گیا۔

صاحب ہم نے ان کو رات سے نہیں دیکھا..... ہم سمجھا وہ ہاسپٹل میں ہے..... ملازم نے گھبرا کر جواب دیا.....

رات سے..... کیا مطلب؟ کتنے بجے سے؟ مغرب کے بعد تو وہ یہاں سے چلی گئی تھیں خان صاحب کے ہاتھ پاؤں لرزنے لگے..... سو طرح کے وسوسے تو لگے ہی رہتے تھے۔

صاحب وہ گھر تو آئی تھیں ساتھ میں گل ریز صاحب بھی تھے۔ بعد میں وہ تو اکیلے چلے گئے تھے ستی بی بی بعد میں گئی ہوں گی وہ گھر میں کسی کو کچھ بتا کر نہیں گئیں۔ ملازم نے تفصیل سے

بتایا۔

گل ریز کا نام سن کر تو خان صاحب کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے...... خفقان کی کیفیت طاری ہونے لگی۔

"او بے وقوف تم نے ٹھیک سے بھی دیکھا تھا کہ گل ریز صاحب اکیلے گئے تھے۔"

خان صاحب اب قطعی طور پر اپنا میپر لوز کر چکے تھے۔

جی صاحب وہ کار میں نہیں گئے تھے...... ان کی کار یہاں نہیں ہے وہ تحریم بی بی کی کار میں آئے تھے بعد میں بغیر کار کے چلے گئے...... ملازم بھی خان صاحب کا سخت لہجہ سن کر بری طرح کانپنے لگا۔

اچھا شمس خان (چوکیدار) سے میری بات کراؤ...... خان صاحب کے دماغ میں آندھیاں سی اُٹھنے لگیں انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ تحریم اور گل ریز کی گھر میں ایک ساتھ آمد کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اور پھر اس کے بعد تحریم کی پر اسرار گمشدگی۔

وہ بے چینی سے چوکیدار کی آواز کا انتظار کر رہے تھے...... ساری حسیات سماعت بن ڈھل رہی تھیں ایک منٹ سے کچھ زیادہ وقفے کے بعد چوکیدار کی آواز آئی۔

"سلام خان صاحب...... "آپ کیسا ہے؟

"وسلام...... "شمس خان تحریم بی بی کہاں ہیں؟ تمہیں کچھ بتا کر گئی ہیں؟ وہ بے قراری سے بولے نہیں صاحب وہ ام کو کچھ نہیں بتایا...... پر وہ گھر پر نہیں اے۔ وہ گل ریز صاحب کے ساتھ گھر آیا تھا پھر گل ریز صاحب چلا گیا اکیلا وہ موٹر میں نہیں تھا ویسے ہی گیا تھا۔ بی بی کو ام نے جاتا ہوا نہیں دیکھا۔ ام خود بوت حیران اے۔ امارا خیال ہے جس ٹائم ام رات کا روٹی کھاتا تھا وہ اس وقت گھر سے گیا اے۔ ام سوچتا اے اوا سپتال گیا اے...... وہ تو دو تین چکر اسپتال کا لگاتا ہے۔ آپ بڑے صاحب کے پاس دیکھو وہ اُدر ہی ہوگا۔ شمس خان بڑے مدبرانہ اور پرسکون انداز میں بات کر رہا تھا۔

او احمق انسان میں تمہارے بڑے صاحب کے پاس ہی سے بات کر رہا ہوں۔ بی بی آج ادھر نہیں آئی۔

خان صاحب بری طرح جھلائے۔ چوکیدار کے سارے "اسٹائل" غائب ہو گئے تھے۔ جسم ایک دم ڈھیلا پڑ گیا۔ آنکھیں جھانکنے۔

"تو صاحب وہ اپنے گھر سے کدھر غائب ہو گیا؟" اب وہ اُلٹا سوال کرنے لگا......

جہنم میں جاؤ تم سب...... خان صاحب نے موبائل آف کر دیا اور پھر تحریم کا سیل نمبر ملانے لگے دو تین رنگ کے بعد پھر وہی ریکارڈنگ کہ آپ کے مطلوبہ نمبر سے جواب موصول نہیں ہو رہا۔ براہ مہربانی تھوڑی دیر بعد کوشش کیجئے......

خان صاحب آن کی آن میں پسینے میں نہا گئے...... اعصابی نظام تلپٹ ہو کر رہ گیا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش میں لگ گئے...... آخر انہیں ابھی شیخ صاحب کے سامنے بھی جانا تھا جو شدت سے تحریم کا انتظار کر رہے تھے۔

اچانک انہیں ایک دم گل ریز سے بات کرنے کا دھیان آیا۔ اگرچہ یہ خیال بھی آ رہا تھا کہ اگر اس نے کوئی غلط حرکت کی ہوتی تو پہلی فرصت میں اپنا کارنامہ سناتا کہ غلط حرکت کا مطلب ہی زچ کرنا ہوتا۔

رنگ پاس ہو رہی تھی۔ دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ بالآخر کال ریسیو ہو گئی گل ریز کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔ جی خان صاحب کیسے یاد کیا ہم نکموں کو......؟

"آپ کہاں ہیں اس وقت؟" خان صاحب نے اس کا لہجہ اور سوال نظر انداز کر کے اپنی بات کی۔

ہم تو ہمیشہ ہی سے کسی اچھی جگہ پر ہوتے ہیں۔ اس وقت بہرحال اپنے کمرے میں ہیں۔ ٹھنڈے ٹھنڈے کمرے میں ایک گرم گرم مووی دیکھ رہے ہیں۔ رات کو "الطیب" میں دوستوں کے ساتھ ڈنر کا پروگرام ہے۔ کھلی سرسبز فضا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں۔ آپ کبھی گئے ہیں الطیب میں ڈنر کرنے۔ شروع شروع میں تو کچھ خاص نہیں تھا مگر اب تو وہاں بڑی زبردست ڈشز آ گئی ہے...... وہ بولے جا رہا تھا خان صاحب نے کئی مرتبہ اس کی بات کاٹنے کیلئے منہ کھولا مگر ایک لفظ منہ سے نہ نکل سکا سکینڈ کا بھی وقفہ نہیں ملا۔ عجیب بے بسی کا عالم تھا......

آپ فرمایئے آپ نے کیسے زحمت کی؟ بالآخر اسے دھیان آ گیا کہ فون اس نے نہیں خان صاحب نے کیا ہے اور وہ بلا وجہ اسے فون نہیں کر سکتے۔

گل تحریم بیٹا آپ کے ساتھ تھیں؟ انہوں نے اندیشوں سے لرزتے دل کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

صرف ہاسپٹل سے گھر تک کا ساتھ رہا۔ البتہ زندگی بھر ساتھ نبھانے کی کوشش تو کر رہے

ہیں وہ عجیب سی بیہودگی کا مظاہرہ کرنے لگا۔

لیکن وہ گھر پر تو نہیں ہیں؟ خان صاحب کو اس وقت اس کی ہر طرح کی بیہودگی برداشت کرنا تھی آہستگی سے گویا ہوئے۔

چلی گئی ہوگی بازار وغیرہ اس کے پاس بازاروں میں بھٹکنے کیلئے بہت وقت ہے [illegible] وری گل ریز نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

دیکھیں گل ریز صاحب...... اور بہت سے موقع آئیں گے جب آپ ہر طرح کی من مانی کا مظاہرہ کر سکیں گے فی الحال یہ بہت کریٹیکل سچویشن ہے۔ شیخ صاحب ابھی ہاسپٹل میں ہیں ان کی ٹریٹ منٹ جاری ہے...... اس وقت کسی قسم کا ہلکا سا Shock بھی ان کے لیے بہت خطرناک ہوگا آپ غیر نہیں ہیں۔ شیخ صاحب کی مہربانیوں کے زیر سایہ رہ کر پلے بڑھے ہیں۔ آپ کے والد اثاثے چھوڑ کر نہیں گئے تھے آپ تو پرائمری لیول تک تعلیم حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ شیخ صاحب نے آپ کو بہترین تعلیم کے مواقع فراہم کیے اور مہنگے سے مہنگے اسکول کالج میں آپ کو پڑھایا آپ اپنے اسی محسن کی جان کے در پے ہو رہے ہیں۔ آپ کو خواہش نہیں کہ یہ مہربان سرپرست زندہ رہے اور آپ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھے؟ خان صاحب نے شیخ صاحب کے احسانات یاد دلا کر اس پتھر دل کا دل نرمانے کی کوشش کی تاکہ اس بحران سے خوش اسلوبی سے نمٹا جا سکے...... وہ نرمی اور اپنائیت کا مظاہرہ کرنے پر مجبور تھے۔

آپ بہت اچھا بولتے ہیں خان صاحب۔ آپ کی بات دل کو لگتی ہے۔ آپ کو اور کچھ یاد ہے مگر یہ یاد نہیں کہ شیخ صاحب مجھے گھر سے بے دخل کر چکے ہیں۔ اپنی مہربانیوں کی بارش بند کر کے کسی کونے میں لگا چکے ہیں۔ میں نے ان کا کیا بگاڑا تھا؟ جن لگژریز کا انہوں نے عادی بنایا ہے انہی کو مِس کرتا ہوں...... ان کے پاس ہے تو مانگتا ہوں پر نہیں کہتا کہ وہ کہیں سے قرض لا کر دیں۔ وہ ایک دم برہم ہو گیا۔

بچے جب جوان ہو جاتے ہیں تو باپ کا بازو بن جاتے ہیں...... عمر بھر بیٹھ کر باپ کی کمائی نہیں کھاتے...... ہر طرح کی ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے تو خزانے ختم ہو جاتے ہیں۔

بیٹا...... بہر حال اس وقت یہ بحث مناسب نہیں۔ بیتی کے بارے میں اگر کچھ جانتے ہیں تو بتائیں ورنہ دوسری صورت میں مجھے پہلی فرصت میں F.I.R کٹوانا ہوگی۔ اب ان کی

کچھ بھی ہو قانونی مدد تو لینا ہوگی۔ اس وقت اپنے اور شیخ صاحب کے تعلقات کو استعمال کرتے ہوئے کوشش تو کرنا ہے۔

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔" گل ریز نے بگڑ کر پوچھا......

آپ تو اولاد کی طرح ہیں آپ کو تو کچھ پتہ ہی نہیں پھر آپ کو دھمکی کیوں دینے لگے۔ آپ سے تو صرف اس لیے پوچھا ہے کہ نوکروں کی زبانی پتہ چلا کہ بیتی بیٹا کو آخری مرتبہ آپ کے ساتھ دیکھا گیا۔ بہر حال جب آپ کو کچھ پتہ ہی نہیں تو زحمت کیلئے معذرت۔ البتہ یہ کہ آپ کل بیتی کے ساتھ تھے اس لیے پولیس تفتیش کیلئے آپ سے بھی رابطہ کرے گی۔ وہ تو خیر آپ بھی اخلاقی طور پر تعاون کریں گے کہ بہر حال اس گھر سے آپ کا پرانا تعلق رہا ہے۔ انہوں نے یہ کہہ کر سیل آف کر دیا اور جیب سے رومال نکال کر چہرہ پونچھنے لگے۔ ایسی غیر ارادی سی حرکت جو اندر کے اضطراب کو ظاہر کر رہی ہوتی ہے۔

ان کا ذہن اس وقت بالکل مفلوج ہو چکا تھا ہر خیال بے ربط اور بکھرا ہوا تھا۔ کچھ نہیں آ رہی تھی کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ اسی لمحے ان کے موبائل پر رنگ ہوئی انہوں نے جھٹ کال پر نمبر دیکھا...... Gulraiz Calling چمک رہا تھا۔ انہوں نے ایک لمحہ تاخیر کے بغیر کال ریسیو کی اور بڑے مضطرب سے انداز میں بولے۔

"ہیلو......" "جی گل ریز صاحب......"

سر وہ مجھے مارے جوش کے خیال ہی نہیں رہا کہ بیتی نے رات سے کچھ نہیں کھایا اگر آپ اسی وقت اس کا نکاح میرے ساتھ کرانے کا وعدہ کریں تو میں ابھی آپ کو اس سے ملا دیتا ہوں آئی سوئیر......

خان صاحب کے سامنے تو پوری کائنات گویا طوفان میں گھری کشتی کی طرح ہچکولے کھانے لگی...... ان کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ دل چاہا بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں یہ کیا ظلم کر رہے ہیں آپ...... محسنوں کے ساتھ اتنی بدترین دشمنی...... اللہ کا خوف کریں۔ آپ کو لڑکی ملنا کیا مسئلہ ہے آپ کی بے شمار دوست ہیں جو آپ کو اپنانے کیلئے ارمان رکھتی ہوں گی۔ ایک نیک شریف اور معصوم بچی پر کیوں اتنا ظلم کر رہے ہیں؟ خان صاحب کے ایک ایک حرف میں تڑپ تھی۔

اور میں کون ہوتا ہوں اس کا نکاح کرانے والا۔ اس کا باپ ماشاءاللہ حیات ہے۔ اس بیچارہ

کو آپ اچھا تو ہونے دیجئے۔ پھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ کوئی راستہ نکالتے ہیں۔ خان صاحب کے اعصاب جواب دے رہے تھے۔ تحریم گل ریز کے قبضے میں ہے؟؟ اس خیال نے ان پر انتہائی بڑھاپا طاری کر دیا تھا۔

ہونہہ اچھا ہونے دوں...... تاکہ اچھے ہونے کے بعد پھر وہی پرانا کھیل شروع کر دیں۔ اور میں سات سات لاکھ کیلئے بھیک مانگتا رہوں...... اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ شمس خان کو آرڈر کیجئے کہ وہ مجھے کوٹھی میں آنے دے۔ بلکہ میرے آنے جانے پر وہاں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اس گھر کے دروازے مجھ پر کھلوا دیجئے۔ ورنہ وہ میری پسٹل سے نہیں بھوک سے مر جائے گی...... گل ریز کے لہجے میں ایک دم کوئی درندہ غرانے لگا۔

خان صاحب نے اپنی پوری توانائیاں سمیٹ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولے۔

اگر آپ تحریم کے ہر طرح کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں تو آپ ابھی وہاں چلے جائیے میں شمس خان کو فون کر رہا ہوں۔ باقی آپ سے بات کوٹھی میں آمنے سامنے بیٹھ کر ہوگی۔

او کے؟ یہ کہہ کر خان صاحب نے فون بند کر کے شمس خان کو میسج کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد ان کو شیخ صاحب کے گھر پہنچنے کی جلدی تھی۔ ایک طرح سے اُمید کی ننھی سی کرن جگمگائی تھی جو اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں سورج کے برابر دکھائی دی تھی۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے ابھی شیخ صاحب کو بھی متی کی دیر سے آمد کی کوئی وجہ بتانا تھی۔



ایکسٹرا کنڈی لگی ہوئی تھی گل ریز نے باہر لگایا ہوا لاک کھولا اور دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔

"تحریم بری طرح خوفزدہ ہو کر بیڈ کی بیک پر جا کھڑی ہوئی۔" خوف سے اس کی بری حالت تھی۔

ڈرو نہیں میری جان...... تم پر تو کسی صورت فائر نہیں کروں گا۔ اس قدر احمق نہیں ہوں کہ دنیا کی نعمتیں خود پر حرام کر کے جیل کی پتلی دال روٹی کھا لوں...... خواہ مخواہ اتنے خوبصورت لاک کا نقصان کرایا...... مگر خیر تمہارے پاس بہت ہے۔

خیر چھوڑو میں تمہارے لئے مکڈونلڈ سے اسپیشل برگر لایا ہوں...... بالکل گرم ہے اور

ساتھ کوک بھی ہے...... سوری میں کچھ لیٹ ہو گیا تمہیں سخت بھوک لگ رہی ہوگی اس نے مکڈونلڈ کا شاپنگ بیگ اس کے سامنے لہرا کر بیڈ پر رکھ دیا۔

برا کر رہے ہو تو نتیجہ بھی برا پاؤ گے۔ آج تک برائی کبھی اچھے انجام سے دوچار نہیں ہوئی۔

میں تم سے کہہ رہی ہوں ناں تھوڑا سا صبر کر لو...... مل جائے گا وہ سب کچھ جو تم چاہ رہے ہو مجھے تو خود یہ دولت پرائی زہریلے ناگ کی طرح محسوس ہوتی ہے...... میں اپنی خوشی اور خوشحال زندگی کیلئے اس دولت کی بخوشی قربانی دے سکتی ہوں...... فار گاڈ سیک یہ سب مت کرو...... تحریم نے بڑی رسانیت اور دکھ کے ساتھ بات کی۔

آپ کے والد صاحب کی تو جان اٹکی ہوئی ہے اثاثوں میں اللہ میاں بلا رہے ہیں مگر وہ بار بار عزرائیل کو جل دے دے کر واپس آ جاتے ہیں۔

کتنے ظالم ہو تم...... پتھر ہے تمہارے سینے میں...... ایک بیٹی کے سامنے اس کے مریض باپ کیلئے اس طرح کی بات کر رہے ہو۔ میرا باپ جو تمہارا محسن بھی ہے۔ تحریم دکھ صدمے سے نڈھال ہو گئی۔

دیکھو مجھے اموشنلی بلیک میل کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف دولت حاصل کرنا نہیں چاہتا تم سے شادی تو میرا اسٹیٹس بنائے گی...... مجھے اس ایک مرتبہ کی ملی ہوئی زندگی سے سب کچھ لینا ہے...... گل ریز کرسی پر بیٹھ گیا اور سگریٹ لائٹر جیب سے نکال کر سلگانے لگا...... دو تین گہرے کش لیے پھر تحریم کی طرف دیکھنے لگا۔

انسان تو بہت کچھ چاہتا ہی ہے مگر اس کو وہی ملتا ہے جو اس کی قسمت میں لکھ دیا جاتا ہے۔ تم فطرت سے جنگ کرو گے تو ہار جاؤ گے۔ تحریم کے لہجے میں نفرت سے چھلکنے لگی یہ تمام فضول اور آرام طلب لوگوں کے ڈائیلاگ ہیں...... گل ریز نے تمسخرانہ کہا۔

"تو تم کونسا محنت کر کے اپنا پیٹ پال رہے ہو؟" تحریم نے ترکی بہ ترکی اور برجستہ انداز میں جواب دیا......

جتنی محنت ہم کر رہے ہیں ناں شاید ہی کسی کے بس کی بات ہو۔ تمہارا باپ آسمانی چیک نہیں کاٹتا...... جان کی بازی لگانا پڑتی ہے...... بے بی جان...... گل ریز نے کش کھینچا اور زوردار قہقہہ لگایا۔

دیکھو گل ریز بہت ہو گئی۔ پاپا ہوٹل میں میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ چلو چلیں۔
تمہیں اپنے اکاؤنٹ سے دے رہی ہوں۔ بلکہ اپنا A.T.M کارڈ اور کوڈ تمہیں دے دوں گی
تم اس میں سے لیتے رہنا۔ میں اس اکاؤنٹ کو ہی بھول جاؤں گی۔ میرے نزدیک اپنے
باپ کی زندگی سے زیادہ کسی شے کی اہمیت نہیں۔ تحریم ایک جذبے سے بولتی ہوئی جیسے کسی
نکل کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔

بیلنس تمہارے اکاؤنٹ میں ہو گا ہی کتنا۔ زیادہ سے زیادہ دس پندرہ لاکھ۔ یہ تو
زیرو میٹر کار کی بھی پوری قیمت نہیں ہے۔ گل ریز کی بے حسی قابل دید اور اطمینان بے مثال تھا
آفر نے اس کی ٹون میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

میں تو فی الحال کی بات کر رہی ہوں..... پہلی قسط سمجھ لو..... میرے باپ کا سایہ بہت
قیمتی ہے میں اپنے باپ کی شفقت و محبت سے محروم ہونا نہیں چاہتی۔ اتنا تو تمہیں بھی اندازہ ہو
تحریم کے لہجے میں عجیب سی بے بسی اتر آئی۔

میں کسی پر اعتبار نہیں کرتا..... یہ میری مجبوری ہے۔ مجھے A.T.M کارڈ اور کوڈ
کر خان صاحب کے ہاتھ بنک کو اپنی کیش بھجوا دو گی کہ A.T.M کلوز کر دیا جائے کارڈ
چوری ہو گئے ہیں اتنا بے وقوف سمجھ رہی ہو..... مجھ سے سولڈ میں پر بات کرو ورنہ
ساتھ چل کر کورٹ میں شادی کرو..... گل ریز کے نزدیک تو کوئی بات بڑی نہیں ہوتی تھی اس
نے بڑے اطمینان سے اپنا مطمع نظر بیان کیا تھا۔

تحریم کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا..... غیض و غضب کی آندھیاں چلیں اور سارا وجود
لرزنے لگا۔

اسٹوپڈ..... ایڈیٹ..... مجھے تم سے شادی کرنا ہو گی تو پاپا پر پریشر کروں گی۔ کورٹ میں
جا کر تماشہ کیوں بنوں..... جو کام کورٹ میں جا کر کرنا ہی ہے وہ عزت کے ساتھ گھر میں کروں
کیا یہ شادی ہو گی.....؟ تمہارے پاس اپنی بیوی کو دینے کیلئے کیا ہے؟
مال و دولت..... گھر اپنا نہیں..... سب سے بڑھ کر ایک عورت اپنے شوہر سے
خلوص وفاداری اور محبت کی تمنا کرتی ہے تمہاری جھولی میں تو یہ بھی نہیں۔ تمہیں تو صرف دولت
اسٹیٹس کے لیے میرا ساتھ چاہیے؟ میں تمہیں دولت دے دوں گی مگر شادی اسی سے کروں گی
مجھے میرا مقام دے گا..... صرف میرا ہو گا۔ مجھ سے محبت کرے گا۔ ہر دکھ سکھ کے موسم میں

سا ہو نظر آنے لگا..... تحریم نے اب ہر مصلحت بالائے طاق رکھ کر صاف اور دو ٹوک انداز میں بات
کی۔

بہت بے وقوف ہو تم..... تمہیں پتہ نہیں تم کتنی بدنصیب لڑکی ہو..... تمہیں ایسا ساتھی
بھی نہیں ملے گا۔ تمہاری ساری اٹریکشن تمہاری دولت ہے اور یہ کہ تم اکلوتی بیٹی ہو صرف ایک
بھائی ہے جس کو اس کے تمام شیئرز دیے جا چکے ہیں۔
جو بھی تمہاری طرف دیکھے گا تو اس لیے کہ اسے تم سے شادی کر کے امیر ہونے کی تمنا
ہوگی تاکہ وہ اپنی کمیونٹی میں اکڑ کر چلے اور معتبر نظر آئے۔ مال دار تمہاری طرف اس لیے بڑھے گا
تاکہ اس کی دولت میں مزید چار چاند لگیں۔ اس مال کے ساتھ تمہیں بے غرض اور پر خلوص محبت
کہاں سے مل سکتی ہے..... اٹس فیکٹ..... ریلائز کرو میری جان..... فنتاسی سے باہر آ کر
پریکٹیکل ہو..... ابھی ڈیل کرو گی..... تو پھر چلیں؟ ورنہ کورٹ کا ٹائم ختم ہو جائے گا..... گل ریز نے
سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر ریسٹ واچ پر نظر ڈالی بات تو تم نے بڑی اسٹرونگ کی ہے۔ پھر ایسا
کرتی ہوں۔ دولت تمہیں دے کر اپنے باپ کی خدمت کرتی ہوں کسی N.G.O کو جوائن کر لیتی
ہوں..... زبردستی کا ڈھول گلے میں ڈال کر کیوں بجاؤں؟ آخر میری کیا مجبوری ہے؟ کہ ایک عدد
شوہر پال کر اپنا قیمتی وقت ضائع کروں..... تحریم نے بڑی حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا اور سوالیہ بن
گئی۔

یہ تمہارے خیالات ہیں تمہارا باپ تمہیں ایسا ہرگز نہیں کرنے دے گا۔ ہو سکتا ہے
N.G.O جوائن کرنے کی اجازت دے دے مگر دولت کسی کو نہیں دے سکتا۔ اس دولت کا تحفظ
کرتے کرتے وہ دل کا مریض بن چکا ہے۔ گل ریز نے تمسخرانہ کہا اور فضا میں دھواں بکھیرنے
لگا۔

لیکن یہ بھی تو ٹھیک ہے گل ریز کہ تم سے تو کسی قسمت پر شادی نہیں کروں گی۔ اب تم
میرے غور کرو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ تحریم نے بے خوفی سے کہا..... وہ فطرتاً جب
سارے راستے بند دکھائی دیں تو انسان پر غالب آ جاتا ہے کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا کے مصداق تو
پھر اٹھو..... میرے ساتھ چلو..... گل ریز ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔
''کہاں.....؟'' تحریم نے بدحواس ہو کر اس کی سمت دیکھا۔
جہاں بھی میں لے جاؤں..... میں تو تمہارے گھر صرف اس لیے آیا تھا کہ

یہ اکرامات کے ذریعے تم سے ذلیل کروں اور سب کو کسی انتہائی پوزیشن سے بچاؤں اور یہ
ہو جائے اور یہ قید تنہائی تمہیں کچھ سوچنے پر مجبور کر دے ۔۔۔ کم از کم اتفاق کرو میں بہت
مگر نہیں کیا۔ گل ریز کے لہجے میں کمال بدلحاظی اور اعلیٰ درجے کی سفاکی اتر آئی تھی۔

"اٹھا کر لے جاؤ گے ۔۔۔ تمہارا خیال ہے تم کہو گے اور میں چل پڑوں گی۔" تحریم نے
بڑے اطمینان و سکون سے چہرہ دوسری سمت موڑ کر کہا۔۔۔۔۔

"ہاں اٹھا کر بھی لے جا سکتا ہوں ۔۔۔ صرف دو چار فائر کرنا پڑیں گے۔" گل ریز
نے دھمکی دی۔

"اور وہ تم نہیں کرو گے۔ دراج میں بھی Armed (مسلح) ہو تو ہے اس کے نیچے
گرفتار ہو جاؤ گے۔" تحریم اب واقعی بڑی بے خوفی سے مسکرا رہی تھی۔

میں نے تمہیں چھوا تک نہیں ہے لیکن میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ اس کمرے سے
تمہاری آواز نیچے نہیں جائے گی۔۔۔۔ مگر میں فی الحال یہ سب کچھ نہیں کروں گا۔ تم ایسا کرو مجھے
ہی گرفتار کروا دو۔۔۔۔ میں پولیس کے سامنے اپنے تمام گناہوں کا اعتراف کر لوں گا کہ میں نے اغوا
کیا اور میں نے شیخ صاحب کی بیٹی کی پارسائی بھی چھین لی ہے۔۔۔۔ اس کا منہ کالا کر دیا ہے۔ اس
کے بعد تمہیں کوئی اپنانے نہیں آئے گا۔ جھوٹے برتن میں کوئی دودھ ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ گل
ریز اس کے بالکل قریب کھڑا بول رہا تھا اور تحریم آنکھیں پھاڑے پتھر کے بت کی طرح کھڑی
تھی۔

دیکھو تم شادی پر رضامند ہو جاؤ گی تو سب راضی ہو جائیں گے۔ سب جھگڑے ختم
ہو جائیں گے۔ گل ریز نے سرگوشی کے انداز میں جھک کر کہا۔ منت کے مال نے اس کی عمر پچیس
دنیا کی تھی چھ فٹ سے اونچا قد مضبوط جسم چمکدار بال۔ روشن جلد۔ اس کے مقابل نازک اندام
تحریم تھی۔ جس کا قد بمشکل پانچ فٹ دو انچ تھا۔

تم تو ہمیشہ کا دکھ ہو گل ریز۔۔۔۔ ہمیشہ کیلئے کون دکھوں کے سودے کرتا ہے۔ اس کی
آواز میں لرزش تھی اور وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ایک لاشعوری سے خوف کے تحت کہ
جانے کب وہ اسے دبوچ لے۔

ابھی تو جنگ ہے شادی کے بعد یہ پوزیشن نہیں ہو گی۔ خیر تم ابھی اور سوچ لو۔۔۔ بڑا
کھاؤ بھوک میں ویسے ہی دماغ کام نہیں کرتا۔ یہ میرا بیڈ روم فریج اس وقت بڑے کام آیا ہوگا

تمہارے پاس ٹھنڈا پانی تو ہے۔ او کے۔۔۔۔؟ اس نے کھانے والے پر بنے شو ریک میں رکھے
چھوٹے سے فریج کی طرف اشارا کیا۔۔۔۔

"تحریم خاموش رہی۔

"گل ریز باہر نکلنے لگا لیکن نکلتے نکلتے ایک دم رک گیا۔"

یہ لاک تو خراب ہو گیا ہے۔۔۔۔ اب کام نہیں کرے گا۔ شادی سے پہلے یہ بھی ٹھیک کرنا
پڑے گا۔ اس نے پلٹ کر لب بستہ کھڑی تحریم کو ایک نظر دیکھا اور تیزی سے باہر چلا گیا۔

تحریم نے بے بسی کی آخری حد پر کھڑے ہو کر اللہ سے رحم کی دعا مانگنا شروع کر دی۔
کہ اس کے پاس اس جنگ میں یہ واحد ہتھیار تھا۔ باہر سے کنڈی لگانے اور تالا ڈالنے کی آواز آ
رہی تھی۔



خان صاحب ڈرائنگ روم میں بیٹھے گتھیاں سلجھانے میں لگے ہوئے تھے۔ گھر میں
داخل ہوتے ہی انہوں نے دیوانہ وار سیکنڈ فلور کا رخ کیا تھا۔ گل ریز کی کار باہر کھڑی تھی اور شمس
خان نے بھی گھر میں گل ریز کی موجودگی کی تصدیق کی تھی۔ جس کے بعد خان صاحب کے
اندر ایک جوش و ولولہ سا پیدا ہو گیا تھا کہ بحران میں پہنچ کر ہر انسان کسی اچھی امید سے تازہ دم
ہو جاتا ہے۔

لیکن سیکنڈ فلور پر پہنچ کر وہ Shocked ہوئے اندر داخل ہونے والے دروازے کو
لاکڈ پایا۔ یہ مرکزی دروازہ لاکڈ ہونے کے سارا فلور ہی بند ہو جاتا تھا۔ وہ مایوسی سے نیچے آ گئے اور
گل ریز کے نیچے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

دل چاہتا تھا کہ کسی سے اس حادثے پر بات چیت کر کے ذہن کو کچھ ہلکا کریں۔ مگر
ایک عزت دار خاندان کی بیٹی یرغمال تھی۔ بہر حال اس نے ایک دن سب کے سامنے آنا تھا۔ دنیا کو
فیس کرنا تھا۔۔۔۔ یہ بات کسی کے سامنے کرتے ہی معاشرے میں الف لیلیٰ کی کہانیوں کا سلسلہ
شروع ہو جاتا تھا۔۔۔۔ اس وقت اتنے بڑے حادثے کو انہوں نے اکیلے ہی فیس کرنا تھا تاوقتیکہ
گل ریز خود کسی اور کو نہ بتاتے۔

معاً ایک خیال بجلی کی طرح ذہن میں کوندا کہ اس وقت ان کے پاس گل ریز کیلئے کوئی
چیلنج نہیں ہے۔ اس سے بات چیت کا حاصل سوائے دوسری کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ پہلے کوئی لائحہ

عمل ترتیب دیا جائے۔ بعد میں اس سے بات کی جائے یا مسئلے کا حل نکالا جائے اس خیال کے ساتھ ہی وہ ڈرائنگ روم سے باہر آ گئے ان کی کار بھی باہر کھڑی تھی اور گل ریز ان کی کار پہچانتا تھا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ خان صاحب اندر ہیں وہ ان کا بھیجہ کھائے بغیر ٹل نہیں سکتا تھا۔ مطلبی اور خود غرض انسان کے پاس یوں بھی خرچ کرنے کو بہت فضول الفاظ ہوتے ہیں۔ ہر وقت زور آزمائی کی کیفیت میں ہوتا ہے کہ کہیں سے کچھ مل جائے اب خان صاحب کو گھر سے آؤٹ ہونے کی عجلت لاحق ہو گئی تھی۔ انہوں نے شمس خان کو تاکید کی کہ وہ گل ریز کو ان کی آمد و روانگی سے متعلق کچھ نہ بتائے۔ اور گل ریز کے گھر سے نکلتے ہی انہیں ان کے سیل پر فوراً مطلع کرے۔

کوٹھی سے نکل کر وہ سیدھے ہاسپٹل کی طرف چلے۔ ملازم کو تو انہوں نے آتے ہی شیخ صاحب کے پاس بھیج دیا تھا یہ کہہ کر کہ تھوڑی دیر بعد وہ خود پہنچ رہے ہیں۔ اب شیخ صاحب کو جا کر یہ بتانا تھا کہ تحریم کو بہت تیز بخار ہے انہوں نے خود ہی اسے آنے سے روک دیا ہے۔ وہ دوا کھا کر سو رہی ہے۔ شیخ صاحب کو انتظار کی اذیت سے نکالنے کیلئے تحریم کو بیمار ڈالنا بہت ضروری تھا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔



خان صاحب ابھی راستے ہی میں تھے کہ ان کے موبائل پر رنگ ہوئی انہوں نے دیکھے بغیر عجلت کے انداز میں فوراً اٹینڈ کر لیا۔ دوسری نامانوس سی مردانہ آواز سماعت سے ٹکرائی۔

”السلام علیکم......“ اشرف علی بات کر رہا ہوں۔ دانیال کا والد......

خان صاحب پر رشہ عظمی کی سی کیفیت طاری ہو گئی...... یوں خوش ہوئے جیسے کوئی نجات دہندہ مل گیا ہو۔

”وعلیکم السلام......“ کہتے ہوئے انہوں نے کار سائیڈ میں لے جا کر روک دی۔ بہت اہم کال تھی۔

”میں نے شیخ صاحب کی خیریت معلوم کرنے کیلئے فون کیا ہے۔“ کیسی طبیعت ہے ان کی؟ وہ پوچھ رہے تھے۔

الحمدللہ اب خطرے سے باہر ہیں مگر ابھی ڈسچارج ہونے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اور آپ خیریت سے ہیں آپ کے فون سے میں بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں...... بہت بہت شکریہ

خان صاحب واقعی بہت خوش ہو رہے تھے...... جیسے اس کال کے بعد کوئی مسئلہ ہی نہ ہو......

ہو نہیں نہیں شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تو آپ سے اور اس بچی سے کیا نام ہے اس کا...... بہت شرمندہ ہیں...... ہمارے بچے کی حماقت اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے آپ لوگوں کو بہت تکلیف اٹھانا پڑی۔ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں اب آپ بتائیں آپ مجھے کہاں مل رہے ہیں اشرف علی کہہ رہے تھے۔

آپ کیوں زحمت کرتے ہیں میں حاضر ہو جاتا ہوں آپ کہیں تو آپ کے آفس آ جاتا ہوں۔

خان صاحب بے پناہ جذباتی ہو رہے تھے۔ جس سے ان کی شیخ صاحب اور ان کی فیملی سے وابستگی کا اندازہ ہوتا تھا۔

”میں سمجھتا ہوں مجھے ہی تکلیف اٹھانا چاہئے آپ بہت تکلیف اٹھا چکے۔“ اشرف علی نے سنجیدگی سے کہا۔

تو پھر آپ فواد انٹرپرائز ز بوٹ بیسن پر تشریف لے آئیے۔ شام چھ بجے کا وقت مناسب ہے۔ آرام سے بات چیت ہو سکتی ہے۔ خان صاحب نے جلدی سے وقت بھی طے کر لیا۔

”بہتر......“ پھر انشاءاللہ آپ سے شام کو بالمشافہ بات ہو گی......

”بہت شکریہ جناب۔ میں ابھی سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔“ خان صاحب نے کہا۔

او۔ کے...... اللہ حافظ۔ یہ کہہ کر اشرف علی نے رابطہ منقطع کر دیا۔ خان صاحب نے بھی سوئچ آف کر کے سیل جیب میں ڈالا اور اگنیشن میں چابی گھمائی...... نئے امکانات نے ان کے وجود میں برقی رو دوڑا دی تھی...... تحریم کی بازیابی کیلئے لائحہ عمل ترتیب دینے کیلئے اب ان کے پاس وافر توانائی موجود تھی...... بس ایک خلش تنگ کر رہی تھی کہ خدا کرے بچی کی عزت محفوظ ہو...... دل ہی دل میں دعا کر رہے تھے کہ اللہ معصوم بچی کی حفاظت کرے۔ آمین۔



حبا ڈرائنگ روم کے ایک کونے میں گھسی اپنی پرانی قمیص کو ٹھیک کر رہی تھی۔ شام کو انسٹیٹیوٹ جانے کی تیاری تھی قمیص آج کل کے فیشن کے لحاظ سے خاصی لمبی تھی اس نے دو انچ نیچے سے کاٹ کر اور ایک انچ موڑ کر فیشن سے ہم آہنگ کر لی تھی۔ ترپائی کی تو اسے پریکٹس

تھی۔ کمپیوٹر کے کی بورڈ (Key Board) اور ٹائپ کرتے وقت اس کی انگلیوں کی بھاگ دوڑ ایک سی ہوتی تھی وہ اپنے کام میں بالکل منہمک تھی اسی وجہ سے اسے ماں کی آمد کا احساس تک نہ ہو سکا جب وہ اس کے مقابل کرسی پر بیٹھیں تو وہ چونکی اور سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ جیسے اندازہ لگا رہی ہو کہ وہ اس سے کس قسم کی بات کرنے آئی ہیں۔ کوئی خاص یا معمول کی۔

"کتنے دن کی اور کلاسیں ہیں تمہاری؟" وہ اس کی شرٹ تھوڑی سی اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"خیریت...؟ ابھی تو دو ماہ ہیں تقریباً..." حبا نے گھونپ بھرتے بھرتے ایک لمحہ رک کر ماں کی طرف دیکھا۔

"میرا خیال ہے تم یہ کورس پورا نہیں کر سکو گی اس لیے رہنے ہی دو۔" شادی کے بعد جہاں جاؤ گی وہیں داخلہ لے لینا۔

"شش... شادی... کس کی شادی...؟" حبا کی انگلی میں سوئی کی نوک چبھ گئی تھی اس نے بے ساختہ انگلی منہ میں رکھ لی تھی۔

تمہاری اور کس کی... آج ہم حبا کیلئے بھی سرمد کو ہاں کہہ رہے ہیں۔ رات کے کھانے پر بلایا ہے تاکہ آج ہی سب کچھ طے ہو جائے۔ جو کچھ بھی کرنا ہے... مہر وغیرہ بھی پہلے سے طے کرنا بہتر ہوتا ہے... شکر ہے کہ ایک کام تو مکمل ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ حور بانو آپا بھی منگنی وغیرہ نہیں چاہ رہیں۔ وہ رخصتی چاہ رہی ہیں یعنی نکاح اور رخصتی ایک ہی دن۔ تمہاری پھوپھو کہہ رہی تھیں کہ سرمد کو کئی مہینوں کے لیے ملک سے باہر جانا پڑ رہا ہے اس لیے وہ جلدی شادی چاہ رہا ہے تاکہ بیوی کو ساتھ لے کر جائے۔ طاہرہ بیگم حبا کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھیں اور بہت آہستہ آہستہ آواز میں بات کر رہی تھیں۔

لیکن امی... آپ نے مجھ سے پوچھا تھا اور میں منع کر چکی ہوں۔ پھر اب اس قسم کی بات کیوں کر رہی ہیں...؟ یہ سب کچھ اپنی مرضی سے کرنا ہی تھا تو مجھ سے پوچھا کیوں تھا؟ حبا نے سوئی کپڑے میں پھنسا کر قمیض ایک طرف ڈال دی غم و غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

وہ تو رسماً پوچھا ہی جاتا ہے... شریف بچیاں تو عموماً یہی کہتی ہیں کہ ہمارے ماں باپ ہماری بہتری ہی سوچتے ہیں ہمیں ان کے فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں۔ طاہرہ بیگم دبی دبی آواز میں بولیں اور حبا کو غور سے دیکھنے لگیں۔

حد ہو گئی امی... رسماً... یہ رسماً کیا ہوتا ہے۔ کیا یہ شریعت کا کوئی حصہ ہے جس کا نام "رسم" ہے... اگر آپ شریعت کو مانتے ہیں تو شریعت میں "رسم" کو بدعت کہتے ہیں اور بدعتی پر اللہ کی لعنت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ میں انکار کر چکی ہوں اس کے بعد تو کوئی بات ہی نہیں ہونا چاہیے... حبا تو ہر طرح کی جھجک بالائے طاق رکھ کر جیسے پھٹ پڑی۔

تمہارا باپ تمہارا ولی بھی ہے اور تم نا سمجھ ہو... وہ تمہاری شادی اپنی تسلی کر کے طے کرنے کا پورا حق رکھتا ہے... تم نے انکار کیا اور وجہ بھی نہیں بتائی... ہم بچوں کے ہاتھ میں کھلونے بن جائیں...؟ گھر میں سفید سر والی بیٹیاں بٹھا کر ان کے نصیب کو روتے ہوئے دنیا سے چلے جائیں؟ کب تک بیٹھے ہیں ماں باپ؟ اس معاشرے میں غیر شادی شدہ عورت کا زندہ رہنا مذاق نہیں۔ خواہ اس کی عمر کچھ بھی ہو... موقع پرست ہر وقت اس کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔ تمہارے باپ نے مجھے سوائے دو وقت کی روٹی کے زیادہ دنیا نہیں دی... مگر وہ میرا اچھا ہے... اس کی وجہ سے میں خود کو آزاد محسوس کرتی ہوں... معاشرے میں سر اٹھا کر چلتی ہوں کہ ایک عزت دار مرد نے مجھے گھر میں بسایا ہوا ہے اسی وجہ سے ہر جگہ میری عزت ہوتی ہے۔ دن رات ہاتھ اٹھا کر تمہارے باپ کی صحت اور خیر عافیت کی دعائیں مانگتی ہوں کہ اسی کے دم سے میری بادشاہی ہے۔

"آخر ہم بلاوجہ اتنے اچھے رشتے کو ٹھوکر کیوں ماریں...؟" طاہرہ بیگم نے بھی اس کی بدلحاظی اور خطرناک تیور دیکھ کر پوزیشن سنبھالی۔

تو میں یہ کب کہہ رہی ہوں کہ عمر بھر شادی نہیں کروں گی؟ حبا اب ذرا دھیمی پڑ کر بولی تھی۔ ارے تو پھر اس رشتے میں آخر برائی کیا ہے...؟ اتنا اچھا رشتہ تو شاید ہی پھر ملے؟ طاہرہ بیگم عاجز آ کر کہہ رہی تھیں۔ آخر انکار کی کوئی ایسی وجہ بھی تو بتاؤ جو دل کو لگے اور ہم تمہاری بات مان لیں اور یہ رشتہ لوٹا کر ہمیں کوئی افسوس اور پچھتاوا بھی نہ ہو... طاہرہ بیگم نے مزید کہا کیوں کہ حبا کسی گہری سوچ میں کھو گئی تھی۔

"وہ امی میں اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" حبا کے سامنے اب صاف بات کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ اس نے نظریں جھکا کر جھجکتے ہوئے کہہ دیا۔

"ہیں...؟ طاہرہ بیگم تو بھونچکی سی رہ گئیں..." بے یقینی کی کیفیت میں انہوں نے حبا کی طرف دیکھا تھا۔ اس طرف تو ان کی سوچ ہی نہیں گئی تھی کہ ایسا کچھ بھی ہو سکتا ہے؟

کون ہے...... ؟ کہاں رہتا ہے...... ؟ کہاں ملا تھا...... ؟ طاہرہ بیگم نے بمشکل خود کو سنبھالا ان کو جیسے یقین تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہوگا سرمد سے اچھا تو نہیں ہوگا۔ یقیناً اچھی صورت کی لڑکی دیکھ کر کسی نے جال ڈالا ہے اور باندھ لیا ہے...... دل تھا کہ کسی اتھاہ میں اترتا جا رہا تھا۔

"باہر کا کوئی نہیں ہے امی...... وہ...... دانیال۔" حیا جھجک کر رُک گئی......

"اوہ میرے خدا...... طاہرہ بیگم نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا...... ایک جوان لڑکے گھر میں آنا جانا تھا۔ ہنسی مذاق تھا...... ایسا ہو سکتا تھا...... آخر اس طرف ان کا دھیان کیوں نہیں گیا ماں ہونے کی حیثیت سے ان کی توجہ ہونا چاہیے تھی...... چند لمحے وہ حیا کی طرف دیکھتی رہیں کچھ سوچتی رہیں...... ان کا ذہن اب تیزی سے کام کر رہا تھا...... ایک خیال آ رہا تھا ایک جا رہا تھا بالآخر انہوں نے گہری سانس کھینچی......

اگر دانیال کا ایسا کوئی ارادہ تھا یا ہے تو اس نے اپنی ماں سے ذکر کیوں نہیں کیا جبکہ صادقہ کی دن رات کی کوشش ہے کہ تمہارا رشتہ سرمد سے ہو جائے۔ اسی کے دن رات کے ٹیلی فون کی وجہ سے میں اس وقت بات کرنے تمہارے پاس آئی تھی۔ تم نے دانیال سے کیوں نہیں کہا کہ وہ اپنی ماں سے بات کرے...... بات اتنی آگے بڑھ چکی ہے اور ابھی تک خاموش ہے پھر کب بولے گا؟ اب انہوں نے حیا کو آڑے ہاتھوں لیا......

"وہ کہہ رہے تھے کہ تم انکار کر دو میں موقع دیکھ کر اماں جان سے بات کرتا ہوں۔" حیا نے نظریں چرا کر جواب دیا......

سبحان اللہ...... تم اِدھر سے انکار کرو اور اس کی ماں اُدھر سے انکار کر دے۔ ہم نہ اِدھر کے رہیں نہ اُدھر کے...... شاباش ہے بیٹی...... ماشاء اللہ...... بہت عقل سمجھ والی ہو...... تم کیوں انکار کرو پہلے وہ اپنی ماں سے بات کرے...... یعنی ہم ہوائی قلعے بنا کر بیٹھ جائیں...... طاہرہ بیگم ناراض نظروں سے بیٹی کو گھورتے ہوئے بولیں...... پھر جیسے خود ہی کسی دھیان سے چونک پڑیں۔

"انہیں یاد آیا کہ ثریا دادی نے بڑی تاکید کی تھی حیا کی رضامندی معلوم کرنے کی۔"

اس کا مطلب ہے ان کو کچھ اندازہ ہوگا یا انہوں نے کچھ دیکھا ہوگا......

دانیال بھی سرمد کے برابر ہی ہے...... باپ کا سب کچھ کل کو اسی کا ہے...... مگر ادھر سے کوئی اشارا کوئی بات تو ہوتی۔ صادقہ بیگم کے دل میں تو بہرحال کچھ نہیں ہو سکتا ورنہ وہ اتنی شدو مد سے سرمد کیلئے بھاگ دوڑ نہ کرتیں۔ یہ رشتہ تو اس لیے بھی سرمد سے بہتر ہے کہ اسی شہر میں ہے۔ گھر

ہی پھوپھی کا گھر......

ٹھیک ہے...... تم اپنا ذہن مت الجھاؤ میں ایک دو روز کے بعد تم سے بات کرتی ہوں یہ بہت اچھا ہوا کہ تم نے اپنے دل کی بات ماں کو بتا دی...... تمہیں پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھی ماں سے کچھ نہیں چھپانا چاہیے...... اولاد ماں پر بھروسہ نہیں کرے گی تو پھر دنیا میں اور کون سا رشتہ ہے جو ماں کے برابر ہے...... اور ماں کی طرح پردہ پوشی کرنے والا ہے؟

"وہ کرسی کے ہتھے پر ہاتھوں کا دباؤ ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔"

وہ سوچوں میں گھری ہوئی باہر کی طرف آ گئیں۔ برآمدے میں آتے ہی سارا گھر سامنے تھا۔ مگر کوئی ذی نفس کہیں کچھ کرتا یا یونہی بیٹھا دکھائی نہیں دیا۔ بڑی عجیب سی خاموشی تھی جس سے کچھ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ ماحول کیا ہے اور کس قسم کی مصروفیت ہے۔ اچانک ان کی نظر ثریا دادی پر پڑی جو اوپر چھت کی طرف سے آ رہی تھیں اور بہت احتیاط سے زینہ اتر رہی تھیں۔

آخری اسٹیپ پر قدم رکھتے ہی انہوں نے اب اطراف میں نظریں دوڑائیں گویا زینہ اترنا ایک مرحلہ تھا جس کے طے ہوتے ہی وہ ماحول کی طرف متوجہ ہو گئیں...... دیکھا تو طاہرہ بیگم انہیں بہت غور سے دیکھ رہی تھیں...... انہیں ذرا اچنبھا تو ہوا مگر سنبھل کر اور مسکرا کر بولیں......

"یوں مجسمہ بنی کیوں کھڑی ہو؟" کوئی نئی بات دیکھ رہی ہو مجھ میں......؟

"ارے نہیں اماں...... میں پتہ نہیں کس دھیان میں تھی......" طاہرہ بیگم بھی ذرا جھینپ کر مسکرائیں...... پھر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے جیسے بات بنائی۔

"یہ لڑکیاں کس کونے میں گھسی ہوئی ہیں......؟" بڑا صلح و امن کا ماحول ہے...... اللہ رحم کرے......

اے ہے...... عقل میں کچھ سما گیا ہے کہ دو بہنیں تو سمجھو چار دن کی مہمان ہیں اب کیا ان سے الجھنا...... بیٹی دوسرے کے بس میں گئی پرائی ہوئی...... پھر اگلوں کی مرضی جب ان کا دل چاہے ملائیں...... آہ...... ہا...... ثریا دادی نے بات مکمل کر کے گہری سانس کھینچی۔

ثریا دادی کی بات سن کر طاہرہ بیگم کو دھیان آیا کہ انہیں تو پھوپھی اماں سے بہت ضروری بات کرنا تھی...... اور وہ انہی کی تلاش میں تھیں......

دوسری کا تو ابھی مسئلہ ہی اماں...... فی الحال تو بس حنا کی تیاری ہی کرنا ہے۔ طاہرہ بیگم کے انداز سے فکر و الجھن عیاں ہونے لگی۔ جس پر ثریا بیگم نے چونک کر بہو کی صورت دیکھی تھی۔

"خیریت......؟" ثریا دادی کے لہجے سے اندیشے جھلکنے لگے......

"آئیں کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں اماں...... بڑی اماں کدھر چلی گئیں؟" معاً انہیں گل بانو دادی کی غیر موجودگی کا احساس ہوا......

"اوپر چھت پر ہی ہیں...... سارا باجرہ پھیلا ہوا تھا...... سمیٹ رہی ہیں اور بڑبڑا رہی ہیں میں کپڑے پھیلانے گئی تھی اُلٹے پاؤں واپس آ گئی کہ توپوں کا رُخ میری طرف نہ ہو جائے۔" ثریا دادی بہو کے چہرے سے کچھ کھوجنے کی کوشش کرتے ہوئے بظاہر مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

"اللہ بچائے بڑی اماں کے غصے سے...... خوامخواہ گدھے کے کان اینٹھنے لگتی ہیں۔" طاہرہ بیگم نے بھی اب ذرا مسکرا کر اضافہ کیا......

"اُدھر بیٹھک ہی میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اندر تو بچیاں پڑھائیاں سلائیاں کر رہی ہوں گی۔" ثریا دادی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں۔

"اُدھر حیا بیٹھی ہے اماں...... اِدھر ہی بیٹھ جائیں۔ اور ذرا دھیما بولیں۔" طاہرہ بیگم نے ساس کے قریب ہو کر سرگوشی کی جس پر وہ ایک چونکی سی ہو گئیں کہ ہو نہ ہو ضرور کوئی خاص بات ہے۔ بڑی تابعداری سے کونے میں پڑی کرسیوں کی طرف بڑھ گئیں۔

کرسی پر بیٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھا پھر بہو کی طرف دیکھنے لگیں۔ طاہرہ بیگم نے کرسی کھسکا کر ثریا بیگم کے قریب کی اور ذرا افسردہ سے انداز میں بولیں۔

"اماں...... حیا نے تو میری ساری خوشی کرکری کر کے رکھ دی ہے۔ مجھ سے آپ کچھ نہ چھپائیں مجھے لگتا ہے آپ کو کچھ پتہ ہے تب ہی آپ نے بہت زور دے کر کہا تھا کہ حیا کی رضا مندی ضرور معلوم کروں...... سچ سچ بتائیں اماں کیا بات ہے......" طاہرہ بیگم جیسے پھٹ پڑیں۔

"اے ہے...... ایک سانس میں بولے چلی گئیں...... آخر ہوا کیا ہے......" منع کر رہی ہے۔

حیا...... اگر منع کر رہی ہے تو وجہ بھی تو بتاتی ہو گی...... بیٹی شادی بیاہ نصیبوں کے کھیل ہیں تمہیں اتنا دل پر لگانے کی ضرورت نہیں...... ریحان سے بات کرو۔ ابھی بات گھر کی گھر میں ہے......" ثریا بیگم نے بڑے وقار اور ٹھہراؤ سے بہو کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا انہیں پرسکون رہنے کی تاکید بھی کی......

"پہلے آپ مجھے بتائیں آپ نے کیوں اتنا زور دے کر کہا تھا کہ حیا کی رضا مندی ضرور

معلوم کروں...... آپ کو میری قسم ماں...... اگر آپ کو کچھ پتہ ہے تو مجھے بھی تو پتہ ہونا چاہیے...... آخر میں اس کی ماں ہوں......" طاہرہ بیگم کی سوئی ایک جگہ اٹک کر رہ گئی تھی...... انداز میں ضد سی تھی۔

"......" ثریا بیگم سر جھکا کر گہری سوچ میں ڈوب گئیں پیشانی کی عمودی لکیریں گہری ہو گئیں۔

طاہرہ بیگم بہت غور سے ان کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ دیکھنے لگیں۔ ساتھ ساتھ اپنے ڈوبتے دل کو بھی سنبھال رہی تھیں کہ خدا معلوم آنے والی گھڑیوں میں کس قسم کا انکشاف ہونے والا ہے۔

"دلہن۔" ثریا بیگم نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے اپنی بات شروع کی آنکھوں میں ہنوز گہری سوچ کا عکس تھا۔

"بات یہ ہے کہ جن دنوں صادقہ لاہور گئی ہوئی تھی۔ اور میں اور حیا اس کے گھر رُکے ہوئے تھے تب ایک رات تقریباً دو ڈھائی بجے کے لگ بھگ میں نے حیا کو دانیال کے کمرے سے باہر آتے دیکھا تھا...... میں اس وقت تہجد کیلئے اٹھی تھی کمرے میں گھٹن سی ہو رہی تھی میں نے سوچا باہر (ٹیرس) پر جا کر نماز پڑھ لوں ہوا بہت اچھی ہوتی ہے اُدھر...... اتنی رات کو اپنی بچی کو جوان لڑکے کے کمرے سے نکلتے دیکھ کر میری تو حالت غیر ہو گئی...... اوسان جاتے رہے۔ مگر میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا...... کہ پتہ نہیں میں کیا پوچھوں اور اُدھر سے کیا جواب آئے...... میری تو ہمت ہی جواب دے رہی تھی...... بس اسے تاکید ضرور کر دی تھی کہ ہماری اور اپنی عزت کا پاس کرے...... ہماری لاج رکھے۔

رات ڈھائی بجے؟!! طاہرہ بیگم حق دق ثریا بیگم کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ دل بیٹھا جا رہا تھا ہتھیلیوں میں پسینہ اُتر رہا تھا...... بیٹی رات ڈھائی بجے کسی نامحرم کے کمرے سے نکلتی دکھائی دے یہ بہت بڑا حادثہ ہوتا ہے...... ایک قیامت ہوتی ہے۔

اماں اتنی بڑی بات ہوئی اور اب تک خاموش رہیں...... کچھ نہیں ہوا آپ کو......؟ اتنی ہمت ہے آپ میں...... یہ سب کچھ سننے سے پہلے مجھے موت کیوں نہ آ گئی۔ طاہرہ بیگم بولتے بولتے رو پڑیں...... میں کسی کے بچے کے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گی اگر آپ کو یہ سب صادقہ کو بتانا ہو گا۔ اگر میری بیٹی قصوروار ہے تو صادقہ کا بیٹا بھی بے قصور نہیں وہ ہچکیوں سے رو رہی تھیں۔

ارے دلہن...... اتنی اعتبار پر جا کر نہ سوچو...... اپنے خون پر بھی بھروسہ کرنا
نہیں ہے حیا...... سمجھو ذرا بھول ہو گئی...... اتنی عقل نہیں تھی کہ سوچتی کہ وقت بے وقت
تنہائی میں نہیں جانا چاہئے...... بچپن سے ساتھ کھیلتے لڑتے جھگڑتے جوان ہوئے ہیں......
سی بات تھی بچی...... خیر میں نے اسے سمجھا دیا تھا آئندہ کبھی ایسی بھول نہیں کرے گی......
بچی ایسی ہے نہ وہ بچہ اتنا غیر ذمہ دار میں تو پوچھنے کیلئے اس لیے کہہ رہی تھی کہ کیا معلوم
دوسرے کو پسند کرتے ہوں...... پوچھیں گے تو جو کچھ ہو گا سامنے آجائے گا کوئی بات
خود بخود بات ختم ہو جائے گی...... اللہ اللہ خیر صلا...... ثریا بیگم کا انداز سمجھانے والا تھا......
اماں آپ بھی...... آدھی رات کو لڑکا لڑکی مل رہے ہیں تو کوئی بات ہی ہو گی...... حقیقت سے
چرانے سے کیا حقیقت بدل جاتی ہے؟

دانیال صحیح لڑکا نہیں ہے اور مجھے یہ کہتے ہوئے بہت صدمہ ہو رہا ہے۔
جان بچا رہا ہے اور حیا سے کہہ رہا ہے تم رشتے سے انکار کر دو۔ کتنی صفائی سے خود کو بچا رہا ہے
اگر حیا انکار نہ کرے تو کہہ دے کہ میں نے تو تمہیں کہا تھا تم نے کیوں انکار نہیں کیا...... آج کل کے
لڑکے یہی طرح اپنا دل بہلاتے ہیں...... دل لگیاں کرتے ہیں...... اپنی بوریت دور کرتے
ہیں...... ان کا فارغ وقت اچھا کٹ جاتا ہے۔

آپ بڑی ہیں...... دانیال آپ کا سگا نواسہ ہے...... آپ بات کریں اس سے اور
اپنی بیٹی سے بھی...... غریب لوگوں کی ساری پونجی ان کی عزت ہوتی ہے۔ گھر میں ہی
ہیں...... میں کچھ نہیں سنوں گی بس آپ بات کریں دونوں ماں بیٹے سے طاہرہ بیگم آنکھیں پونچھتی
ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں......

دھیرج...... دلہن...... حیا تمہاری بیٹی ہے تو میرا بھی خون ہے...... تم فکر نہ کرو
ہو...... میں بات کرتی ہوں...... تمہیں غم کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کل بانو کے سامنے
بیٹھنا...... پھر تو سمجھو بات سنبھالنا مشکل ہو جائے گی...... تم صادقہ کو فون کر کے کہہ دو
دے۔ میں ملنا چاہ رہی ہوں۔ ثریا بیگم نے پر تفکر انداز میں بہو کی طرف دیکھا اور ان کو تسلی
پہنچانے کی نیت سے فوری عملی اقدام کا مظاہرہ کیا...... اور اس میں کامیاب بھی رہیں کہ طاہرہ بیگم
ان کی بات سن کر ایک دم پرسکون نظر آنے لگیں......

"امی...... گولڈن بٹن ختم ہو گئے ہیں۔" آپ کہہ رہی ہیں یہ سوٹ آج ہی جانا

"اچانک سامنے کمرے سے حنا نے باہر آ کر ماں کو مخاطب کیا۔"

ہاں...... ابھی مجھے بازار جانا ہے...... تب تک تم اوور لاک والے کپڑے الگ کر کے
ایک شاپر میں ڈال دو...... وہ آنسو بھری آنکھیں بیٹی سے چراتے ہوئے بولیں اور جلدی سے کچن
کی طرف بڑھ گئیں......

"حنا بھی اپنی شرٹ سینے سے لگائے ڈرائنگ روم سے باہر آ چکی تھی۔"



خان صاحب شیخ صاحب کو تسلی تشفی دے کر بچوں کی طرح بہلا کر ہاسپٹل کے وسیع و
عریض لان میں بے قراری سے ٹہل رہے تھے۔ بار بار اپنی ریسٹ واچ پر نظر ڈال رہے تھے۔
انتظار کی تو ایک گھڑی بھی صدی ہوتی ہے...... ایک مرحلہ جسے طے کرنا جوکھم ہوتا ہے......

ان کے اندر ایک تڑپ تھی کہ آج کی تاریخ میں تحریم کو ہر صورت ان کے سامنے ہونا
چاہئے اس کے بعد وہ اسے اپنے گھر لے جائیں گے اور فواد سے ریکوسٹ کریں گے کہ وہ آ کر اپنی
بہن کا خیال کرے یا اپنے باپ اور بہن کو اپنے ساتھ لے جائے...... گل ریز اب بہت خطرناک ہو
چکا ہے۔ اب تک تو بات چند ہزار یا چند لاکھ دے کر ٹل جاتی تھی۔

وہ اتنی گہری سوچ میں تھے کہ اطراف کا کوئی ہوش نہ تھا۔ بہر حال ان کے موبائل پر
رنگ ہوئی انہوں نے نمبر دیکھا۔ شیخ صاحب کی کوٹھی سے کال تھی انہوں نے ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر
ریسیو کی۔

دوسری جانب شمس خان تھا اور بتا رہا تھا کہ گل ریز جا چکا ہے...... یہ سنتے ہی خان
صاحب اپنی کار کی طرف دوڑے......

اور بہت مدت بعد بڑی تیز کار چلاتے شارٹ کٹ ڈھونڈتے شیخ صاحب کی کوٹھی تک
پہنچے...... گیٹ پر پہنچ کر گویا انہوں نے دم لیا اور زور سے لگاتار ہارن دے کر آنکھیں موند لیں اور
ٹیک سے ٹیک لگا کر یوں بیٹھ گئے جیسے ستا رہے ہوں۔

گیٹ فوراً ہی کھل گیا تھا مگر اب شیخ صاحب کو اگنیشن میں چابی گھمانا بھی ایک کام لگ
رہا تھا...... وہ کار اندر لے جانے کے بجائے وہیں اتر گئے۔ ان کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا
انہوں نے گیٹ کے اندر قدم رکھتے ہوئے اشارے سے شمس خان کو گیٹ بند کرنے کیلئے کہا۔ اور
تیزی سے اوپری پورشن جانے والے زینے کی طرف بڑھ گئے۔

داخلی دروازے کی بھاری پیتل کی کنڈی میں بڑا سا تالا جھول رہا تھا۔ دو گھنٹہ قبل جب وہ اوپر آئے تھے تب یہ تالا نہیں تھا اور دروازہ اندر سے بند تھا۔ شیشم کی لکڑی سے بنا نہایت خوبصورت اور منقش دروازہ جس کی لمبائی چوڑائی بھی عام دروازوں کے سائز سے زیادہ تھی۔ بہت مضبوط تھا اور کنڈی میں چمکتی ہوئی پیتل کی تھی۔ نیر لگژری کوٹھی کی ہر شے غیر معمولی قیمتی تھی۔

وہ چند لمحے بھاری سے تالے کو دیکھتے رہے جیسے لائحہ عمل سوچ رہے ہوں پھر انہوں نے غیر ارادی طور پر زور زور سے دستک دینا شروع آخر کار دروازہ دھڑ دھڑا دیا جیسے ان کو یقین واثق ہو کہ اندر کوئی ہے...... مگر زور زور سے دھڑ دھڑ کرنے کے بعد بھی کوئی آواز سنائی نہ دی۔

ایک عجیب سی مایوسی نے انہیں گھیر لیا وہ بڑی بے بسی سے تالے کو گھورنے لگے......

ایک بنیادی سوال ذہن میں گردش کرنے لگا کہ آخر گل ریز نے یہ اتنا بھاری تالا ڈال کر اوپری حصہ بند کیوں کیا ہے۔ یوں تو وہ کریمنل ہے ہی مگر اندر اس نے کیا چھپایا ہوا ہے......؟

پوری کوٹھی میں عام آٹومیٹک لاک نہیں تھے پیتل کی اینٹیک کنڈیاں تھیں اینٹیک ہینڈلز تھے۔ کنڈیوں اور ہینڈلز سے میچ کرتا ہوا دروازوں پر پیتل کا نفیس کام تھا کوٹھی کی ساری آرائش محلات کی سی تھی۔

اتنے قیمتی دروازے اور کنڈی پر ضربیں لگانے کے خیال ہی سے دل کو تکلیف ہوئی تھی مگر تجسس اور بحران دونوں شدید تھے...... ہر احساس نفع نقصان سے ماورا تھا۔

''وہ چند لمحے تفکر کرنے کے بعد نیچے آ گئے اور ملازمین کو آواز دی۔''

دونوں کل وقتی ملازم فوراً ہی آ موجود ہوئے اور ان کے حکم کے منتظر ہوئے...... ''دیکھو اوپر لاؤنج کا تالا توڑنا ہے...... Tools لے کر آؤ اور جلدی کرو...... وقت بہت کم ہے۔''

ریسٹ واچ پر نظر ڈال کر دوبارہ اوپر آ گئے...... اور بے قراری سے ٹہلنے لگے ان کی حالت اس طالب علم کی سی تھی جس نے اعتماد سے پیپر دیے ہوں اور نتیجے کے دن بہت تذبذب میں۔

نوکر Tools لے کر فوراً ہی آ گئے تھے ہر طرح کا Tool تھا جو تالا توڑنے میں کام آ سکتا تھا...... خان صاحب کچھ بولے نہیں بس تالے کی طرف یوں اشارہ کیا جیسے کہنا چاہ رہا ہو توڑ دو۔

ایک Tools لے کر کھڑا ہو گیا دوسرا ضربیں لگانے لگا۔ ضربوں کی آواز سے پوری کوٹھی گونجنے لگی...... اور خان صاحب کی بے قراری سوا ہونے لگی۔

اتنا بھاری تالا توڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لگاتار ضربوں سے بھی تالے کا تو کچھ بگڑا البتہ کنڈی اکھڑنے لگی۔ ملازم نے ہاتھ روک کر خان صاحب کی طرف دیکھا۔

''گویا کہہ رہا ہو کہ اس کنڈی کے اکھڑنے میں میرا تو کوئی قصور نہیں؟''

شاباش تم اپنا کام کرو...... نقصان تو اب ہو ہی گیا ہے...... خان صاحب کے انداز میں تاسف بھی تھا مگر کچھ کھوجنے کی بے قراری بھی تھی۔

ملازم نے پے در پے ضربیں لگانا شروع کیں...... دو چار منٹ بعد بھی تالے کو تو کچھ نہ ہوا البتہ کنڈی اکھڑ کر نیچے گر گئی...... خان صاحب نے دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈال کر دروازہ دھکیلا اور سر اندر کر کے یوں محتاط انداز میں جھانکا جیسے کسی نادیدہ حملہ آور کا خطرہ ہو...... اندرونی حصے میں نیم تاریکی تھی لاؤنج کے سارے پردے گرے ہوئے تھے کھڑکیاں بند تھیں۔ ملازم تو ٹول سمیٹنے لگ گیا خان صاحب اندر داخل ہو گئے...... لاؤنج عبور کرتے ہوئے اس دروازے تک پہنچے جس کے کھلنے کے بعد کوٹھی کا اوپری حصہ ان کی دسترس میں تھا۔ انہوں نے بھاری چٹخنی جو کہ تقریباً ایک فٹ لمبی تھی گرائی اور دروازہ کھول کر باہر چلے گئے۔ ساری راہداریاں اور کمروں کے دروازے ان کے پیش نظر تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے گل ریز کے بیڈ روم کی طرف غور سے دیکھا...... وہاں بھی ایک تالا جھول رہا تھا۔

''باقی کسی کمرے سے باہر تالا لگا نظر نہ آیا۔''

انہوں نے ایک ایک کمرے کی کنڈی کھول کر جھانکنا شروع کیا۔ کچھ نظر نہ آیا۔ ایک عجیب سی مایوس کن کیفیت نے انہیں گھیر لیا...... وہ گل ریز کے بیڈ روم کے دروازے کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگے۔

دوسری جانب تالا توڑنے کے شور نے تحریم کو چوکنا کیا ہوا تھا اس کے کان اس شور کی طرف مسلسل لگے ہوئے تھے خاموشی چھانے کے بعد اس نے دروازے کھلنے کی آواز اور بوٹوں کی چرچراہٹ بھی سنی...... وہ تذبذب میں تھی کہ گل ریز کسی کارروائی میں نہ لگا ہوا ہو...... اس کی تمام حسیات کان بنی ہوئی تھیں...... سوائے قدموں کی آہٹ کے کوئی آواز نہ تھی...... معاً اسے خیال آیا کہ کہیں خان صاحب نے اس کو تلاش کرنے کیلئے پولیس کی مدد نہ لی ہو...... اور یہ تالے توڑنے کی کارروائی پولیس نہ کر رہی ہو...... آخر اسے تلاش تو کیا جا رہا ہوگا۔ 100 مرتبہ تو پاپا ہی پوچھ چکے ہوں گے...... ان خیالات کے ساتھ ہی اس کے اندر عجیب سا حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ دروازے سے

کان لگائے مُنتظر کھڑی تھی ...... بے اختیار دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنے لگی۔ ساتھ ہی زور سے چلائی ...... کون ہے ...... دروازہ کھولو ...... میرا دم گھٹ رہا ہے ...... میں مر جاؤں گی ......

خان صاحب جو تھکے تھکے انداز میں نیچے کی طرف جانے کے لیے قدم بڑھا رہے تھے بری طرح چونک پڑے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو ...... گل ریز کے بیڈ روم کا تالا توڑنے کا تو ابھی انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ جس قسم کی اس کی حرکتیں ہیں اس میں پرائیویسی کا تو خاص خیال رکھا جاتا ہے ...... اسی لئے تالا ڈال کر رکھتا ہوگا یا پھر ہو سکتا ہے اسے گھر سے نکالنے کے بعد شیخ صاحب نے خود اس کمرے میں تالا ڈال دیا ہو ...... وہ تیزی سے گل ریز کے بیڈ روم کی طرف بڑھے۔ تحریم کی آواز نے انہیں تڑپا کر رکھ دیا تھا۔ خوشی سے آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔ دل ہی دل میں اللہ کا شکر گزار ہوا ...... جان کنی کی کیفیت سے نجات ملی۔

بیٹا ...... آپ اندر ہیں ...... ؟ گھبرائیں نہیں ...... ابھی ہم یہ تالا توڑتے ہیں ...... بالکل پریشان نہ ہوں ...... انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا ...... آپ اپنے گھر میں ہیں ...... پانچ دس منٹ اور صبر کیجیے ...... وہ بہت جذباتی انداز میں تحریم سے مخاطب ہوئے ......

انکل پلیز جلدی کیجیے ...... میرا دم گھٹ رہا ہے ...... میں اس خنزیر کو نہیں چھوڑوں گی اس کی شکل پر تیزاب پھینک دوں گی ...... پلیز انکل ...... اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی ......

"خان صاحب تڑپ کر رہ گئے۔" دروازے کی طرف یوں دیکھا جیسے تحریم کو دیکھ رہے ہوں۔

بس بیٹا ...... ابھی نکالتے ہیں آپ کو ...... وہ بھاگ کر زینے کی طرف گئے اور ملازم لڑکے کو آوازیں دینے لگے ...... ساتھ ہی Tools لانے کی تاکید بھی کر رہے تھے اور اضطراری انداز میں پلٹ پلٹ کر بھی دیکھ رہے تھے ......

ملازم لڑکا ایک منٹ میں پھر Tool Box کے ساتھ حاضر ہو گیا اور سوالیہ انداز میں خان صاحب کی طرف دیکھنے لگا ......

"ادھر آؤ" وہ اسے لے کر گل ریز کے بیڈ روم کی طرف بڑھے اور تالے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے توڑ دو ......

اسے بھی ...... ؟ ملازم لڑکے نے بے اختیار سا ہو کر حیرت سے پوچھا اور دوسرے کمروں کے دروازوں کی طرف دیکھنے لگا جیسے اندازہ لگا رہا ہو کہ مزید کتنے تالے توڑنا ہوں گے ......

پڑا دیکھ کر مطمئن ہوا کہ اب وہاں کوئی اور تالا نہ تھا۔

"جلدی کرو ...... فضول بات مت کرو ...... خان صاحب نے جھلا کر کہا۔ ساتھ کی ایک ایک گھڑی قیامت تھی۔

اب ضربیں لگنا شروع ہو گئیں ...... یہ تالا پہلے والے تالے جتنا مضبوط نہیں تھا۔ لاونج میں لگا تالا تو اس طرح کا تھا جو عموماً بینکوں کی گرلز میں پڑا دکھائی دیتا ہے۔ یہ عام درمیانے سائز کا چائنا کا تالا تھا ...... مختلف ٹولز استعمال کر کے ضربیں لگانے کے بعد کھل گیا ...... ملازم نے سر اٹھا کر خان صاحب کی طرف دیکھا۔ خان صاحب نے اسے ایک طرف ہٹنے کا اشارہ کیا اور بڑی بے قراری سے تالا نکال کر کنڈی کھولی ......

تحریم تو گویا سانس روکے دروازہ کھلنے کی منتظر کھڑی تھی ...... دروازہ کھلتے ہی خان صاحب ایک قدم آگے بڑھے اور تحریم بے ہوش ہو کر ان کے بازوؤں میں جھول گئی خان صاحب نے ایک نظر اوپر دیکھ کر گویا شکر ادا کیا اور تحریم کو بمشکل کھینچ کر بیڈ تک لائے اور لٹا دیا ...... کمرہ شاید ساؤنڈ پروف تھا ...... ٹیوب لائٹ ابھی روشن ... انہوں نے تحریم کے چہرے پر نظر ڈالی ستا ہوا اور خشک سا دکھائی دیا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ آنکھوں کے گوشوں پر آنسو چمک رہے تھے ......

خان صاحب کی اپنی آنکھوں میں آنسو آ گئے ......

یا اللہ ...... اس معصوم بچی پر رحم کرنا ...... جو ماں کی شفقت سے محروم ہے اور باپ بھی دائمی مریض ...... انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر خلوص دل سے دعا کی اور پانی کی تلاش میں ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں ......

ملازم سامان اٹھا کر جا چکا تھا وہ بے اختیار سے ہو کر تحریم پر جھک گئے اور شفقت سے اس کے رخسار چھو کر آوازیں دینے لگے ...... بہر حال ایک اذیت ناک مرحلے سے تو نجات مل چکی تھی۔ وہ تحریم کو ہوش میں لانے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔



اماں خیریت ہے ناں بڑی ایمرجنسی میں آپ نے سوزی بیجنے کو کہا ...... ثریا بیگم نے صادقہ کے گھر میں قدم رکھا تو حیران پریشان سی صادقہ بیگم نے انہیں دیکھتے ہی سوال کر دیا۔

دھیرج بیٹی ...... چھری تلے دم تو لو ...... ٹھنڈا پانی پلواؤ ...... اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں سب خیریت ہے ...... وہ دونوں آگے پیچھے چلتی ہوئی لاونج میں داخل ہو گئیں۔

کان لگائے جو تو کھڑی ہی تھی ...... بے اختیار دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنے لگی۔ ساتھ ہی زور سے چلائی ...... کون ہے ...... دروازہ کھولو ...... میرا دم گھٹ رہا ہے ...... میں مر جاؤں گی ......

خان صاحب جو تھکے تھکے انداز میں نیچے کی طرف جانے کے لیے قدم بڑھا رہے تھے بری طرح چونک پڑے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو ...... گل ریز کے بیڈروم کا تالا توڑنے کا تو ابھی انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ جس قسم کی اس کی حرکتیں ہیں اس میں پرائیویسی کا تو خاص خیال رکھا جاتا ہے ...... اسی لئے تالا ڈال کر رکھتا ہوگا یا پھر ہو سکتا ہے اسے گھر سے نکالنے کے بعد شیخ صاحب نے خود اس کمرے میں تالا ڈال دیا ہو ...... وہ تیزی سے گل ریز کے بیڈروم کی طرف بڑھے۔ تحریم کی آواز نے انہیں تڑپا کر رکھ دیا تھا۔ خوشی سے آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔ رواں رواں اللہ کا شکر گزار ہوا ...... جان کنی کی کیفیت سے نجات ملی۔

بیٹا ...... آپ اندر ہیں ...... ؟ گھبرائیں نہیں ...... ابھی ہم یہ تالا توڑتے ہیں ...... بالکل پریشان نہ ہوں ...... انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا ...... آپ اپنے گھر میں ہیں ...... پانچ دس منٹ اور صبر کر لیجیے ...... وہ بہت جذباتی انداز میں تحریم سے مخاطب ہوئے ......

انکل پلیز جلدی کیجیے ...... میرا دم گھٹ رہا ہے ...... میں اس خنزیر کو نہیں چھوڑوں گی اس کی شکل پر تیزاب پھینک دوں گی ...... پلیز انکل ...... اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی ......

"خان صاحب تڑپ کر رہ گئے۔" دروازے کی طرف یوں دیکھا جیسے تحریم کو دیکھ رہے ہوں۔

بس بیٹا ...... ابھی نکالتے ہیں آپ کو ...... وہ بھاگ کر زینے کی طرف گئے اور ملازم لڑکے کو آوازیں دینے لگے ...... ساتھ ہی Tools لانے کی تاکید بھی کر رہے تھے اور اضطراری انداز میں پلٹ پلٹ کر بھی دیکھ رہے تھے ......

ملازم لڑکا ایک منٹ میں پھر Tool Box کے ساتھ حاضر ہو گیا اور سوالیہ انداز میں خان صاحب کی طرف دیکھنے لگا ......

"ادھر آؤ۔" وہ اسے لے کر گل ریز کے بیڈروم کی طرف بڑھے اور تالے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ توڑ دو ......

اسے بھی ...... ؟ ملازم لڑکے نے بے اختیار سا ہو کر حیرت سے پوچھا اور دوسرے کمروں کے دروازوں کی طرف دیکھنے لگا جیسے اندازہ لگا رہا ہو کہ مزید کتنے تالے توڑنے ہوں گے

پڑھ کر مطمئن ہوا کہ اب وہاں کوئی اور تالا نہ تھا۔

"جلدی کرو ...... فضول بات مت کرو ...... خان صاحب نے جھلا کر کہا۔ تاخیر کی ایک ایک گھڑی قیامت کی تھی۔

اب ضربیں لگنا شروع ہو گئیں ...... یہ تالا پہلے والے تالے جتنا مضبوط نہیں تھا۔ لاؤنج میں لگا تالا تو اس طرح کا تھا جو عموماً بینکوں کی گرلز میں پڑا دکھائی دیتا ہے۔ یہ عام درمیانے سائز کا پانا کا تالا تھا ...... مختلف ٹولز استعمال کر کے ضربیں لگانے کے بعد کھل گیا ...... ملازم نے سر اٹھا کر خان صاحب کی طرف دیکھا۔ خان صاحب نے اسے ایک طرف ہٹنے کا اشارہ کیا اور بڑی بے قراری سے تالا نکال کر کنڈی کھولی ......

تحریم تو گویا سانس روکے دروازہ کھلنے کی منتظر کھڑی تھی ...... دروازہ کھلتے ہی خان صاحب ایک قدم آگے بڑھے اور تحریم بے ہوش ہو کر ان کے بازوؤں میں جھول گئی خان صاحب نے ایک نظر اوپر دیکھ کر گویا شکر ادا کیا اور تحریم کو بمشکل کھینچ کر بیڈ تک لائے اور لٹا دیا ...... کمرہ ٹھنڈا تھا اے سی آن تھا ایک ٹیوب لائٹ بھی روشن تھی انہوں نے تحریم کے چہرے پر نظر ڈالی ستا ہوا اور خشک سا دکھائی دیا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ آنکھوں کے گوشوں پر آنسو چمک رہے تھے خان صاحب کی اپنی آنکھوں میں آنسو آ گئے ......

یا اللہ ...... اس معصوم بچی پر رحم کرنا ...... جو ماں کی شفقت سے محروم ہے اور باپ بھی ذہنی مریض ...... انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر خلوص دل سے دعا کی اور پانی کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں ......

ملازم سامان اٹھا کر جا چکا تھا وہ بے اختیار سے ہو کر تحریم پر جھک گئے اور شفقت سے اس کے رخسار چھو کر آوازیں دینے لگے ...... بہر حال ایک اذیت ناک مرحلے سے تو نجات مل چکی تھی۔ وہ تحریم کو ہوش میں لانے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔



اماں خیریت ہے ناں بڑی ایمرجنسی میں آپ نے موٹر بھیجنے کو کہا ...... ثریا بیگم نے صادقہ کے گھر میں قدم رکھا تو حیران پریشان سی صادقہ بیگم نے انہیں دیکھتے ہی سوال کر دیا۔

ادھر آ بیٹی ...... چھری تلے دم تو لو ...... ٹھنڈا پانی پلواؤ ...... اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں سب خیریت ہے ...... وہ دونوں آگے پیچھے چلتی ہوئی لاؤنج میں داخل ہوئیں۔

صادقہ بیگم نے لاؤنج کے فین چلا دیے...... ماں کا پرسکون انداز اور خیریت کا جان کر
بھی ان کی تشویش کم نہیں کی ماں کے بیٹھتے ہی انہوں نے ملازم کو آواز دے کر پانی لانے کو
کہا...... اور ماں کی چادر تہہ کرنے لگیں......

"بڑی اماں نہیں آئیں آپ کے ساتھ......" انہوں نے پھر پرتجسس نظریں ماں کے
چہرے پر دوڑائیں......

میں کہتی تو آجاتیں...... میں نے کہا ہی نہیں...... انہیں تو گھومنے پھرنے کا اتنا شوق
ہے کہ جھوٹوں پوچھ لو تو بچ بچ تیار...... اور تم سناؤ...... بچے اور اشرف علی خیریت سے ہیں ناں......
اچھی تو ہو...... حور بانو سے بات ہوئی...... وہاں سب خیریت ہے ناں؟ ثریا بیگم نے معمول کے
انداز میں خیر خیریت پوچھی......

"جی اللہ کا شکر ہے سب خیریت ہے۔ بانو آپا سے تو روز ہی بات ہوتی ہے۔ سالار
سے بھی سلام دعا ہو جاتی ہے۔" صادقہ بیگم چادر تہہ کر کے ماں کے برابر میں رکھ کر
بولیں......

ملازم ٹرے میں جگ گلاس رکھے اندر آیا۔ صادقہ بیگم نے ماں کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا۔ اماں پانی پلاؤ۔ پھر ثریا بیگم سے بولیں۔

"اماں چائے بنواؤں؟"

"نہیں...... چائے تو عصر کی نماز پڑھ کر ہی پیوں گی...... تھوڑا ہی وقت رہتا ہے۔
بچے سب گئے ہوئے ہیں؟ بڑا سناٹا ہے۔ انہوں نے اب ماحول پر توجہ دی۔ وہ بولیں
ہے۔ دانیال اور بیلا گئے ہوئے ہیں۔ بس آتے ہی ہوں گے...... صادق بھائی کی طرف سب
خیریت ہے ناں...... صادقہ بیگم ماں کی اچانک آمد سے بری طرح کھٹک رہی تھیں...... اماں کو
بلائے سے نہیں آتیں۔ دس کام گنوا دیتی ہیں۔ آج خود موڑ بھیجے کو کہا اور یہ بھی کہا کہ آنا
دو۔ مجھے رات سے پہلے واپس بھی آنا ہے۔ وہ کرن کا دھیان سرمد اور حبا کے رشتے کی طرف
تھا...... اور ایک اندیشہ جاگتا تھا کہ اماں انکار کرنے نہ آئی ہوں......

"ثریا بیگم نے بڑے سکون سے پانی پیا گلاس ٹرے میں رکھا۔" ملازم کو
وہاں سے جانے کو کہہ دیا تھا......

"اور تمہاری تیاری کہاں تک پہنچی...... کب پہنچ رہی ہیں حور بانو......؟" ثریا بیگم

بڑے سلیقے سے بچاؤ سے بات کا آغاز کیا۔

وہ تو بھائی بھابی کی طرف سے اشارہ ملنے کی منتظر ہیں...... ہم کل کا بولیں تو وہ کل آ
جائیں صادقہ بیگم نے ماں کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

بس اب تم ان سے اپنی ہی بات کرو...... حبا راضی نہیں ہے...... جب لڑکی راضی نہیں تو
کیا فائدہ...... ان معاملات میں بیٹے بیٹی پر زور زبردستی کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔

ثریا بیگم نے اپنے بیگ میں پان کے لوازمات نکالنا شروع کر دیے...... انہوں نے
صادقہ بیگم کی طرف ایک نگاہ غلط بھی نہیں ڈالی تھی۔

"جی......؟!!!!" جتنی شدید حیرت تھی اتنا لمبا "جی" تھا۔

دماغ خراب ہے اس کا...... اتنا اچھا لڑکا اتنا معزز خاندان...... اتنے اچھے رشتے تو
بڑے نصیب سے ملتے ہیں...... کیا شہزادوں شاہوں کے خواب دیکھ رہی ہے؟ آپ سب نے
اسے سمجھایا نہیں...... وہ تو بچی ہے...... ابھی اچھے برے کی تمیز نہیں ہے۔

صادقہ بیگم کے تو جیسے اوسان جاتے رہے...... مضطرب سی ہو کر اپنی جگہ سے اٹھیں اور
ماں کے پہلو میں آکر بیٹھ گئیں...... اور ماں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے دکھ سے بولیں......

اماں...... یہ کوئی مذاق ہے...... خوش قسمتی بار بار دروازے پر دستک نہیں دیتی کیا ہو گیا
ہے اس لڑکی کو؟ انکار کی وجہ بھی تو بتاتی ہو گی......؟ وہ غور سے ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی
تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کا دل بیٹھا جا رہا ہو۔

ہاں وجہ بھی بتا رہی ہے...... وجہ جان کر تمہیں بہت دکھ ہو گا...... ثریا بیگم نے نظریں
چراتے ہوئے ڈبیا کھول کر پان نکالا تھوڑا سا الٹ پلٹ کر جائزہ لیا اور منہ میں رکھ لیا اور انگلیوں
میں لگا کتھا چونا چاٹنے لگیں۔

دکھ ہو گا......؟ انہیں پھر اچنبھا ہوا...... عجیب سی الجھن اور بے بسی چہرے سے نمودار
ہوئی اماں اب بتا بھی چکیں...... کیوں میرا صبر آزما رہی ہیں......؟ وہ بولیں۔

اللہ نہ کرے میری بچی کہ میں تمہارا صبر آزماؤں...... بات بھاری ہے ذرا حوصلے سے
سنو۔ حبا دانیال کے کہنے پر انکار کر رہی ہے...... اس نے بولا ہے کہ انکار کر دو...... ثریا بیگم نے
متانت سے کہا اور اپنی پان کی ڈبیہ بیگ میں رکھنے لگیں تو جیسے سب بیٹی پر تھی محسوس کر رہی تھیں کہ اس
وقت صادقہ بیگم کی کیا حالت ہو رہی ہو گی۔

ہاں...... !!! دانیال کیوں انکار کرنے کیلئے کہہ رہا ہے...... اس کو کیا غرض...... اس کا کیا نقصان ہو رہا ہے...... صادقہ بیگم کے لیے تو یہ بہت بڑا دھچکا تھا۔ ان کی تو جیسے کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا......

تم جوان بچوں کی ماں ہو...... ننھی کاکی نہیں ہو...... بچے کو ماں سے بڑی سہولت رہتی ہے مگر جوان ہو جائے تو بیوی بھی چاہیے ہوتی ہے...... کچھ آئی عقل میں؟

بچوں کو انجینئر ڈاکٹر بنانے کیلئے جان کی بازی لگا رکھی ہے تم نے...... اللہ کی بندی وہ انسان بھی تو ہیں...... جوان بچہ ساتھی چاہتا ہے تو کسی سے عشق محبت بگھارنے لگتا ہے...... جسے وہ عشق محبت کہہ رہا ہوتا ہے وہ دو مراجعت کا تقاضہ ہوتا ہے۔ جو اچھا لگ رہا ہوتا ہے جائے اپنے اختیار میں کرنے کی ہوس۔ ورنہ یہ اتنی خوبی والی شے شادی کے بعد کہاں پر لگا کر اڑ جاتی ہے......

بہر حال دل پسند ساتھی کی تمنا کرنا کوئی عیب نہیں...... جب بے پردگی عام ہے تو ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں......

"اچھا اماں اب ذرا رک تو جائیں...... مجھے سنبھلنے تو دیں...... کچھ سوچنے تو دیں۔"

"صادقہ بیگم نے دلیلوں سے زچ کرتی ماں کو بے حد نڈھال سے انداز میں روکا۔"

اے لو...... کوئی معمہ ہے جو بیٹھی سلجھاتی رہو...... ؟ بات کرو دانیال سے کہ بچی پر سارا وزن کیوں ڈال رہا ہے۔ ماں سے خود کیوں نہیں بات کرتا......؟ ثریا بیگم نے تیوری چڑھائی اس وقت وہ عدل کی کرسی پر فروکش تھیں رشتہ سب سے قریبی اور خون کا...... لب و لہجے میں عجیب سی بے مروتی اور غیر جانبداری بہت واضح تھی...... تاکہ کوئی بھی ان سے رشتے اور تعلق Advantage لینے کی کوشش نہ کرے۔ اور جو اصولی طور پر ہونا چاہیے وہی ہو......

"کرتی ہوں اماں...... آج ہی...... ہائے اللہ میں بانو آپا کا سامنا کیسے کروں گی؟"

صادقہ بیگم نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گویا دھڑکتے دل کو سنبھالا......

"بی بی زندہ انسانوں کے رشتے...... مرے پیچھے کون کس کا...... ایک دن اللہ کا سامنا کرنا ہے یہ مت بھولا کرو۔" یہ سوچ رہے تو انسان ہر مشکل سے سہولت کے ساتھ گزر جاتا ہے۔

حوصلہ رکھو۔ ایسی کوئی انہونی نہیں...... ہمارے ماموں کو ہندنی سے عشق ہوا۔ مسلمان کیا اپنے گھر میں بسا کر چھوڑا، کون تھا ان کے نکاح میں؟ سب نے بائیکاٹ کیا تھا۔ سب کے نمازی اور حاجی...... اب بھی ہوتے چلے آ رہے ہیں کیا یہ سب تھے۔ سنبھالو اس بات کو

گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ثریا بیگم انسانیت و رواداریوں کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کر رہی تھیں......

"جی...... اماں...... آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں......" صادقہ بیگم کمزور سی آواز میں کہہ رہی تھیں ساتھ ہی اپنے دوپٹے کے آنچل سے چہرہ پونچھ رہی تھیں۔

دانیال کے سامنے بھی ایک مرتبہ ذکر ہوا تھا...... اس کو تب ہی دل کی بات کہہ دینا چاہئے تھی۔ بانو آپا نکاح کی تیاری کیے بیٹھی ہیں...... اور یہاں...... خیر...... میں دیکھتی ہوں بات کر کے کیا کہتا ہے...... آپ تھوڑا آرام کر لیں نماز سے پہلے...... وہ تھکے تھکے انداز میں گھٹنوں پر ہاتھ کا دباؤ ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئیں...... ثریا بیگم سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔



تحریم ہوش میں آنے کے بعد گم صم سی تھی...... خان صاحب نے بمشکل اسے تیار ہونے کیلئے راضی کیا کہ شیخ صاحب اس کا انتظار کر رہے ہیں اور اس کی طرف سے بے حد فکر مند ہیں......

وہ نہا دھو کر گیلے بال چادر میں چھپا کر جلد ہی بیڈ روم سے باہر آ گئی تھی...... خان صاحب ایک لمحہ تاخیر کیے بغیر اسے کوٹھی سے باہر آ گئے ان کی کار باہر ہی تھی باہر نکلنے سے پہلے انہوں نے واچ مین شمس خان کو سختی سے تاکید کی کہ وہ گل ریز کیلئے کسی صورت گیٹ نہ کھولے اگر اس کو بلانا پڑ جائے تو بلا لے...... اور انہیں ہر طرح سے باخبر رکھے......

"انکل...... میں وہیں بابا کے پاس رہ جاؤں گی اب ان کے بغیر گھر نہیں آؤں گی۔"

تحریم نے کار میں بیٹھتے ہی سہمے سہمے انداز میں ان کی طرف دیکھ کر کہا......

بیٹے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جب تک شیخ صاحب ہاسپٹل میں ہیں آپ میرے گھر رہیں گی...... وہیں سے آپ میرے ساتھ شیخ صاحب سے ملنے جائیں گی اور میرے ساتھ ہی واپس میرے گھر آ جائیں گی...... میں فرصت ملتے ہی آج فواد کو ٹھیک کروں گا۔ آپ حوصلہ رکھیں۔ خان صاحب نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر تسلی دی......

فواد بھائی کیا کر لیں گے اتنی دور بیٹھ کر...... آج تک انہوں نے کیا کر لیا...... مگن ہیں اپنی زندگی میں...... لائف انجوائے کر رہے ہیں وہ بھی...... ان کیلئے پاکستان آنا کوئی مسئلہ ہے؟ بابا کی اتنی خراب طبیعت کا سن کر بھی نہیں آئے...... بس سب کو بابا کی دولت چاہیے...... بابا ہے ورنہ شاید وہ بابا کا نام بھی پسند نہ کریں...... تحریم بلک پڑی......

ارے نہیں بیٹی فواد میاں ایسے نہیں ہیں...... اتنا پھیلا ہوا بزنس ایک دم سے چھوڑ کر آنا ممکن نہیں ہوتا اپنی جگہ چھوڑنے سے پہلے بہت سے انتظامی کام کرنا ہوتے ہیں ہم نے خود ان کو ایزی رکھنے کی کوشش کی۔ اتنا دور بیٹھا ہوا بندہ شدید ٹینشن میں آ جائے تو کوئی اور مسئلہ بھی پیدا ہو سکتا ہے...... اتنی دور بندہ بیٹھا ہو تو کر بھی کیا سکتا ہے سوائے اس کے فل ٹینس ہو جائے گا...... اور اپنے ضروری کاموں سے بھی جائے گا...... وہ بہت اچھا ذمہ دار بچہ ہے...... بھائی کی طرف سے آپ دل برا نہ کریں...... بہت بڑی نعمت ہے آپ کیلئے خان صاحب فواد کی طرف سے دلائل پیش کر رہے تھے مقصد تحریم کو پرسکون کرنا تھا۔

اور اس کا مثبت اثر بھی تحریم پر ظاہر ہونے لگا اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے۔ اور پھر سگا بھائی...... دل ایک دم اسے ملنے دیکھنے کو ہمکنے لگا...... وہ بھائی ہی تو باپ کے بعد اس کا اثاثہ تھا...... خان صاحب نے بڑے وزنی دلائل کے ساتھ اسے قصور کیا تھا......

بہر حال آپ انہیں آنے کی تاکید کرتے رہیں...... میں تو کہتی رہتی ہوں...... کہتے ہیں بس کسی دن اچانک پہنچ جاؤں اور یہ تمہارے لیے سرپرائز ہوگا...... مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے بچوں کی طرح بہلا رہے ہوں...... تحریم کے انداز میں محبت بھی تھی اور گلہ بھی......

وہ ٹھیک کہتے ہیں...... اور وہ یقیناً ایسا ہی کریں گے...... میں جانتا ہوں انہیں۔ خان صاحب فواد کا تصور کرتے ہوئے مسکرا رہے تھے...... پھر ایک دم کسی دھیان کے تحت سنجیدہ ہو گئے اور ایک سرسری سی نظر تحریم پر ڈال کر بولے......

اگرچہ گل ریز کے اس شیطانی عمل کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے مگر شیخ صاحب اور فواد کو اس واقعے کی بھنک بھی نہیں پڑنا چاہیے...... شیخ صاحب دل کے مریض ہیں وہ اس طرح کی خبریں سن کر خود کو سنبھالنے کی صلاحیت کھو چکے ہیں...... اور فواد جوان خون ہے۔ جوش میں کچھ بھی کر سکتا ہے...... ایک نکمے اور فضول انسان کیلئے کسی کار آمد انسان کو نقصان پہنچانا کسی طرح بھی عقل کی بات نہیں...... بس بیٹا دھیان رکھے گا...... خان صاحب جیسے درخواست کر رہے تھے جو ان کی اس خاندان سے بے لوث محبت کا ثبوت تھا......

آپ بے فکر رہے انکل...... میں تو خود اسے ایک ڈراؤنا خواب سمجھ کر بھول جانا چاہتی ہوں پتہ نہیں اتنی تکلیف پہنچانے والوں کو اللہ اتنی لمبی عمریں کیوں دیتا ہے؟ تحریم افسردہ سے انداز میں اپنی ہتھیلیوں پر نظر جما کر کہہ رہی تھی......

بیٹے ایمان کی اصل چمک یہ ہے کہ نعوذ باللہ اللہ کے فیصلوں اور مصلحتوں پر ذہن میں اعتراض کی کیفیت نہ پیدا ہونے پائے...... کوئی ذی نفس اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا...... انسان سے انجانے میں بھی کوتاہیاں ہوتی ہیں...... مثلاً فرصت نہ ملنے کی وجہ سے کسی حق دار کی مالی مدد نہ ہو سکی...... کام التواء میں چلا گیا...... اس مالی مدد سے بہت سے انسانوں کو ریلیف مل سکتا تھا...... مگر اپنے آرام کے وقت کی قربانی نہ دی گئی...... تو انجانے میں ایک بڑا گناہ تو ہو گیا...... اسی لیے تو مال کو آزمائش کہا گیا...... اللہ نے تو خود پر ظلم حرام کر لیا وہ کبھی ظلم نہیں کرتا...... کہیں آزمائش ہے بڑے درجات پر فائز کرنے کیلئے کہیں سزا ہے گناہوں کو دھونے کیلئے...... یہ تو فضل و رحمت کی صورتیں ہیں...... خان صاحب کے انداز میں قوت ایمانی اور مومنانہ فراست کی وہ جھلملاہٹ تھی کہ تحریم بے اختیار ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی......

''انکل آپ کی توجہ اور پر خلوص محبت بھی تو ہمارے لیے بہت بڑی نعمت ہے وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی...... ''کتنی ڈھارس رہتی ہے آپ سے......

یہ توفیق ہے بیٹی...... نیک توفیق دے کر اس نے تو مجھ پر احسان کی انتہا کر دی...... خان صاحب بڑے سلیقے سے موڑ کاٹتے ہوئے گویا ہوئے...... انعام یافتہ قلب پانے کی طرح چمکنے لگا...... آنکھوں میں نمی اس کا ثبوت تھی۔ جس کو نیکی کی توفیق ملے وہ قلب انعام یافتہ ہی تو ہوتا ہے۔



آج بیٹی بہت یاد آئی...... نہ کوئی بات نہ چیت موٹر منگوائی اور چل پڑیں آج تو جھوٹوں بھی نہ کہا کہ چل رہی ہو...... لگتا ہے بیٹی سے کوئی راز کی بات کرنے گئی ہیں...... گل بانو دادی کو ثریا بیگم کے یوں اچانک چلے جانے سے ہول پڑ رہے تھے۔

ہو گی کوئی بات...... ماں بیٹی کی اپنی بھی کوئی بات ہو سکتی ہے اماں...... آپ فکر مند نہ ہوں۔ چھوٹی اماں سے آپ کو کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا خطرہ نہیں...... طاہرہ بیگم نے کپڑا کاٹتے ہوئے انہیں جواب دینے کی فرصت نکالی۔ اعصابی تناؤ کی وجہ سے لہجے میں ایک طرح کی تلخی بھی جھلک رہی تھی۔ ان کی تو ساری توجہ ثریا بیگم اور صادقہ بیگم کی طرف تھی کہ خدا معلوم یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے......

اللہ بخشے تمہارے سسر کو ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اب ثریا بیگم مجھے کیا نقصان پہنچا ئیں گی...... پہلا اور آخری نقصان اسی دن ہو گیا تھا جس دن دلہن بن کر میرے گھر کی

دہلیز پر قدم رکھا تھا۔۔۔۔۔گل بانو دادی نے بھی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

اللہ نہ کرے اماں۔۔۔۔۔یہ بہت بڑی بات کہہ دی آپ نے۔ اللہ آپ کی آل اولاد کو سلامت رکھے۔ آپ کی بیٹیاں اپنے گھر میں سکھی ہیں۔۔۔۔۔بال بچوں کے ساتھ خوش ہیں۔

خدانخواستہ اولاد کو کچھ ہو جائے تو یہ کتنا بڑا نقصان ہے۔۔۔۔۔؟ اللہ کا شکر ادا کیا کریں کہ اللہ نے آپ کو اولاد کا سکھ دکھایا۔ نصیب میں سوت لکھی تھی لیکن پھر بھی بڑی بچت رہی۔ سوت نے آپ کو بہن کی طرح سمجھا۔ ہر ہر طرح سے آپ کا خیال کیا۔ لگائی بجھائی کر کے شوہر سے دور نہیں کیا۔۔۔۔۔ ورنہ تو سوت کیا نہیں کرتی اپنی جگہ پکی کرنے کیلئے۔۔۔۔۔ طاہرہ بیگم نے قدرے آف موڈ میں ان کو بہت کچھ جتایا۔

آہا۔۔۔۔۔ہا۔۔۔۔۔تم بھی ٹھیک کہتی ہو دلہن۔۔۔۔۔لیکن یہ ایک عورت کا دل ہے ناں۔۔۔! آج تک اپنے قصور کی کھوج میں ہے۔۔۔۔۔نہ اپاہج تھی نہ بدشکل۔۔۔۔۔نہ بدکردار۔۔۔۔۔شوہر کو دوسری کی تمنا کیوں ہوئی۔۔۔۔۔؟ ایک گہرے دُکھ کا عکس ان کے حرف حرف سے جھلکا۔۔۔۔۔آخر میں پھر ٹھنڈی سانس بھری۔

اس دنیا میں ہر انسان کی آزمائش ہوتی ہے اماں۔۔۔۔۔یہ آپ کی آزمائش تھی۔ یہ سوچ کر صبر کر لیا کریں۔۔۔۔۔آخر وہ عورتیں بھی تو ہیں، جن کے شوہر ان کے حقوق دس عورتوں پر لٹاتے ہیں مگر وہ بھرم کی خاطر ہونٹ سیئے اپنے فرائض ادا کرتی رہتی ہیں۔۔۔۔۔شوہر کی اچھی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں کہ شوہر کی تو جوتی سے بھی عورت کی عزت ہے۔ ہمارے سُسر اللہ بخشے ایک باکردار انسان تھے۔ دو بیویاں کیں اور ساری دُنیا کو بتا کر کیں۔۔۔۔۔کوئی غلط کام نہیں کیا۔ طاہرہ بیگم کو آج سچ مچ گل بانو دادی پر غصہ آ گیا تھا۔ کہ ہر وقت نصیب کا گلہ آخر بہت سی نعمتوں سے بھی تو اللہ نے نوازا ہے وہ یادداشت میں کیوں نہیں رکھتیں؟

جس پر پڑے وہ جانے۔۔۔۔۔گل بانو دادی کو فوراً احساس ہو گیا تھا کہ آج طاہرہ بیگم کا دماغ گھوما ہوا ہے۔۔۔۔۔بات بہت بڑھ سکتی ہے۔۔۔۔۔بڑبڑاتی ہوئی اندر کمرے کی طرف چل دیں جیسے کوئی ضروری کام یاد آ گیا ہو۔

"جب سے دنیا بنی ہے دکھ صرف انہی کو ملا ہے۔" باقی سب بہشت میں بیٹھے ہیں۔ طاہرہ بیگم کا ذہن ابھی تک کھول رہا تھا۔۔۔۔۔وہ اندر سے بہت مضطرب تھیں۔ خیالات بکھرے ہوئے تھے اس لیے خوانخواہ کی جھنجلاہٹ ہو رہی تھی۔ کسی طرف سے بھی آنے والا ایک

لفظ بھی پتھر بن کر لگ رہا تھا انہوں نے سر اُٹھا کر کلاک کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔کہیں صائقہ اماں کو روک نہ لے۔۔۔۔۔ساری رات جان سولی پر لٹکی رہے گی کہ کیا بات ہوئی اور آگے کیا کرنا ہے؟؟

وہ بجھے بجھے انداز میں کپڑے پر قینچی چلانے لگیں۔ اسی لمحے حرا اندر سے انہیں آواز دیتی باہر آئی کیوں اتنا چلا رہی ہو۔۔۔۔۔؟ سامنے ہی تو بیٹھی ہوں۔ وہ حرا کے زور زور سے امی کہنے پر چڑ گئیں۔ امی وہ میں بھول گئی تھی۔ وہ ہمارے اسکول میں فیئرویل پارٹی ہے ناں اگلے ہفتے سو (۱۰۰) روپے جمع کرانا ہیں۔۔۔۔۔ابھی دے دیں۔۔۔۔۔ورنہ میں پھر بھول جاؤں گی۔۔۔۔۔حرا نے قریب آکر کہا تم بھول جاؤ گی مگر میں نہیں بھولوں گی۔ تسلی رکھو۔۔۔۔۔یہ آج کل کے بچوں کا حافظہ ہے ہر شے رٹے میں بھی ٹل رہی ہے۔۔۔۔۔کل کو ذمہ داریاں پڑیں تو کیا کریں گے؟ ابھی تو احساس ہی نہیں کہ زندگی کا مطلب کیا ہے تب یہ حال ہے۔ وہ بڑبڑا رہی تھیں۔۔۔۔۔

ارے آج اپنی ماں سے کوئی بات مت کرو۔۔۔۔۔ہانڈی پک رہی ہے اس کے دماغ میں۔ اللہ جانے کیا ماجرا ہے۔۔۔۔۔دونوں ساس بہو کو پتہ ہے یا اللہ کو۔۔۔۔۔ہم تین میں نہ تیرہ میں گل بانو دادی کمرے سے نکل کر کچن میں جا رہی تھیں۔۔۔۔۔رُک کر پوتی کے بہانے دل کی مزید بھڑاس نکالی اور جھپاک کچن میں گھس گئیں۔

حبا تیار ہو کر باہر آ چکی تھی اور بڑی خاموشی سے صورت حال کا جائزہ لے رہی تھی۔ خاموشی چھاتے ہی ماں سے جھجکتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

"اچھا امی۔۔۔۔۔" میں جا رہی ہوں۔

اللہ کی امان۔۔۔۔۔پڑھا لکھا کر سر میں خاک ہی پڑ رہی ہے۔۔۔۔۔سوچا تھا۔۔۔۔۔پڑھے لکھے انسان کی عزت ہوتی ہے۔۔۔۔۔دولت نہیں ہے تو عزت تو بنا لیں۔۔۔۔۔مگر نصیب ہی خراب ہیں تو کیا کریں۔۔۔۔۔طاہرہ بیگم نے پھر انگارے اُگلے۔

"حبا نے ایک گہری نظر ماں پر ڈالی اور حنا کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔"

آپی۔۔۔۔۔ہما آپا کو جگا دیں۔۔۔۔۔وہ کہہ رہی تھیں ساڑھے پانچ بجے جگا دینا میں بھول گئی۔۔۔۔۔حبا کچن میں کھڑی با آواز بلند بولی تھی۔

درمیان ایک جگہ ہو تو کچھ یاد رہے۔۔۔۔۔طاہرہ بیگم نے اس کی طرف دیکھے بغیر بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔۔۔۔۔حبا مجرموں کی طرح سر جھکا کر چپ چاپ دروازہ کھولنے لگی۔



صادقہ بیگم عصر کی نماز اور وظائف سے فارغ ہوئیں تو اشرف علی کا فون آ گیا......

وہ سوچنے لگیں پتہ نہیں کس وجہ سے کیا ہے۔ بلاوجہ تو فون کرتے نہیں ہیں۔ جگہ بدلنے تو مطلع کر دیتے ہیں یا بہت لیٹ ہو رہے ہوں تو فون کر کے بتا دیتے ہیں......

"جی......؟" وہ جی کہہ کر ان کی بات کا انتظار کرنے لگیں۔

ارے بھئی...... یاد ہے ناں آج سات بجے خان صاحب سے ملنے جانا ہے۔ اس بھلے آدمی کو ٹائم دیا ہوا ہے......

جی...... جی...... انہوں نے پٹ پٹ کر یوں جی جی کیا جیسے یقین دلا رہی ہوں کہ انہیں یاد ہے جبکہ در حقیقت وہ بالکل بھول چکی تھیں اور ماں سے بات چیت کے بعد تو ان کے ذہن میں کچھ اور تھا ہی نہیں سوائے حبا اور دانیال کے۔

"وہ...... اماں آئی ہوئی ہیں...... چھوٹی اماں۔" انہوں نے جھجکتے ہوئے وضاحت کے ساتھ بتایا......

تو کیا ہوا...... اچھی بات ہے...... وہ تو آتی ہی بہت کم ہیں ان کا خیال رکھیں۔ ہمیں زیادہ وقت نہیں لگے گا...... گھر تو جا نہیں رہے آفس ہی میں ملنا ہے۔ اماں کو بتا دیں کہ ہم جلدی آ جائیں گے...... وہ پریشان نہ ہوں۔

اماں شاید رکنے کے ارادے سے نہیں آئیں...... دانیال کا بار بار پوچھ رہی ہیں وہ ابھی گھر نہیں آیا...... ڈرائیور تو آپ کے پاس چلا گیا تھا۔ صادقہ بیگم کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ آج کی میٹنگ ہر صورت ملتوی کرنے کے موڈ میں ہیں......

یہ آج کل کے غیر ذمہ دار نوجوان باپ کی محنت پر آرام کرنے والے...... پھر رہا ہوگا کہیں دوستوں کے ساتھ...... اماں سے کہیں...... وہ فکرمند نہ ہوں...... ہم انہیں پہنچا دیں گے گھر میں بیٹھی ہیں ناں...... یہ بھی ان کا اپنا گھر ہے...... آپ تیار رہیں...... میں پندرہ بیس منٹ تک گاڑی بھیج رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اشرف علی نے فون بند کر دیا۔

"ثریا بیگم جانے کب ان کے قریب آ کھڑی ہوئی تھیں۔" صادقہ بیگم پلٹیں تو ماں کو اپنی طرف بغور دیکھتا پایا......

کیا ہوا بھئی...... ڈرائیور آ رہا ہے موڑنے کو...... اشرف علی کو فون کیا تھا؟ وہ بولیں۔

نہیں اماں ان کا آیا تھا...... وہ اصل میں میرے ذہن سے ہی نکل گیا تھا مجھے ان کے ساتھ کہیں جانا تھا...... وہ یاد دلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تیار رہو ڈرائیور آ رہا ہے

"اے...... تو مجھے بھی راستے میں اُتار دینا۔" ایک پنتھ دو کاج......

نہیں اماں صادق بھائی کا گھر راستے میں نہیں پڑتا۔ ہمیں گلشن کی طرف جانا ہے۔ نارتھ کراچی ایک کونہ ہے تو گلشن دوسرا کونہ...... وہ ذہنی طور پر بہت الجھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

چلو ٹھیک ہے...... پھر تم طاہرہ کو فون کر کے بتا دو کہ آج میرا گھر پہنچنا ممکن نہیں...... وہ راہ دیکھتی ہو گی۔

ثریا بیگم نے بیٹی داماد کے پروگرام میں کسی قسم کی بدمزگی پیدا ہونے کے امکان کے تحت فوراً بیٹی کو مطمئن کر دیا اس کے باوجود کہ وہ گھر واپس جانے کیلئے بے چین تھیں۔

کہیں دعوت ہو گی تمہاری...... ٹھیک ہے وقت سے چلی جاؤ۔ بچیاں تو گھر پر ہیں مگر دانیال ابھی تک دکھائی نہیں دیا...... وہ جاتے جاتے پھر پلٹیں......

جی اماں...... کبھی کسی دن لیٹ ہو جاتا ہے...... آتا ہو گا...... وہ عجیب غائب دماغی کی کیفیت میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ دانیال سے ابھی تک بات نہ ہو پائی تھی۔ اور اشرف علی بڑی فیصلہ کن قسم کی ملاقات خان صاحب سے کرنے جا رہے تھے...... انہیں تو اپنے گھر کے در و دیوار ہلتے نظر آ رہے تھے...... پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی ان کے سکون کو...... کل تک تو وہ خان صاحب سے ملنے اور لڑکی کو دیکھنے کی خود مشتاق تھیں مگر اس وقت ان کی حالت بہت خراب تھی ان کے پاس تو کرنے کو کوئی بات ہی نہیں رہ گئی تھی۔ جا کر صرف سماعت کرنا تھی...... خاموش تماشائی کی طرح بیٹھنا تھا۔

وہ بڑی بے دلی سے تیاری کرنے لگیں اور ربیعہ کو کہہ دیا کہ ممانی کو فون کر کے بتا دے کہ نانی جان آج یہیں رکیں گی...... اس اکلوتے بیٹے نے تو دس بیٹوں کے برابر مسئلے کھڑے کر لیے ہیں...... میں اس کے باپ کا سامنا کیسے کروں گی؟ وہ فکرمندی سے سوچ رہی تھیں۔

♥♥♥

بیٹے...... اس وقت تو ٹمپریچر نہیں ہے؟ شیخ صاحب بہت محبت سے تحریم کی طرف دیکھ رہے تھے...... جو انہیں سیب کاٹ کر کھلا رہی تھی......

ٹمپریچر!!؟ تحریم چونکی پھر فوراً سنبھل کر مسکرائی۔

نہیں پاپا...... اب میں بالکل ٹھیک ہوں آپ بالکل پریشان نہ ہوں...... آج بڑی اچھی خبر

ملی ہے کہ پرسوں صبح آپ ڈسچارج ہو جائیں گے ...... تھینک گاڈ...... گزر ہی گیا یہ مشکل وقت بھی...... سوچتی ہوں تو لگتا ہے کوئی ڈراؤنا خواب لگتا ہے...... وہ جیسے جھرجھری سی لے کر بولی۔

بیٹا...... وقت کیسا ہی ہو گزرنے کے لیے ہی آتا ہے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں ہمت سے کام لینا چاہئے...... اور اللہ سے اچھی اُمید رکھنا چاہیے۔ خان صاحب اخبار کے مطالعے میں مصروف تھے مگر کان باپ بیٹی کی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔

سر آپ تو Dawn کے عادی ہیں یہ The News آپ کے پاس کیسے؟ خان صاحب نے اخبار تہہ کرتے ہوئے شیخ صاحب سے مسکرا کر پوچھ رہے تھے۔

ارے بھئی...... وہ حمزہ صاحب عیادت کو تشریف لائے تھے (شیخ صاحب نے اپنے دوست کا ذکر کیا......) اخبار، پھول، فروٹ...... بڑا تکلف کیا انہوں نے۔

"اوہ اچھا اچھا۔" خان صاحب نے اخبار تہہ کر کے شیخ صاحب کے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔

اسی وقت ان کے موبائل پر رنگ ہوئی۔ خان صاحب نے حسب عادت پہلے جیب سے عینک نکالی دوسرے ہاتھ سے موبائل۔ عینک ناک پر ٹکا کر آنے والی کال کا نمبر دیکھا چہرے پر قدرے الجھن کے تاثرات نمودار ہوئے جیسے سمجھ نہ پائے ہوں کہ یہ کس کا نمبر ہے۔ بہت سوچتے ہوئے کان سے موبائل لگایا اور بولے......

"السلام علیکم۔" کون صاحب بات کر رہے ہیں۔

دوسری طرف سے جانے کیا سنا کہ آناً فاناً چہرے کے تاثرات بدل گئے جیسے کوئی بہت بڑی خوشی اچانک مل گئی ہو......

جی...... جی...... آپ ٹھیک سات بجے پہنچ جائیں انشاء اللہ ملاقات ضرور ہو گی۔ والدہ بہن بھی ساتھ ہیں......؟ بہت خوشی کی بات ہے...... او کے...... اللہ حافظ......

انہوں نے سوئچ آف کر کے شیخ صاحب کی طرف دیکھا۔ بظاہر شیخ صاحب کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے دھیان کہیں اور تھا......

آج تو بہت خطرناک بھول ہوئی۔ کسی کو ٹائم دیا ہوا تھا...... شکر ہے انہوں نے سمجھداری سے کام لیا اور آنے سے پہلے فون کر لیا...... ٹھیک ہے سر پھر میں چلتا ہوں۔ نو بجے تک پھر حاضر ہوں گا اور بیٹا کو خود ڈراپ کروں گا...... تب تک بیٹا آپ کے ساتھ ہیں۔ خان صاحب

پر اب عجلت سی سوار ہو گئی تھی۔

"ارے آپ تو ایک دم اُٹھ کھڑے ہوئے...... کوئی آفیشل میٹنگ ہے......" شیخ صاحب نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا......

بس یہی سمجھ لیجئے انہوں نے لاشعوری طور پر تحریم کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا......

ٹھیک ہے۔ آپ چاہیں تو تحریم کو گھر ڈراپ کرتے جائیں...... اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تھک گئی ہو گی شیخ صاحب نے پیار بھری نظروں سے تحریم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا......

اوہ...... نو...... پاپا...... اب میں بالکل ٹھیک ہوں اور آپ کو اچھا دیکھ کر تو بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں...... مجھے نہیں جانا گھر...... جہاں آپ ہیں وہیں میرا گھر ہے...... آپ کے بغیر تو اس بڑے گھر میں بہت وحشت سی ہوتی ہے...... تحریم باپ سے لاڈ کرنے لگی درحقیقت وہ باپ کی قربت میں خود کو بہت ایزی فیل کر رہی تھی...... یوں جیسے زندگی میں کوئی مسئلہ نہ ہو...... کوئی فکر نہ ہو......

جیتی رہو بیٹی...... میرا کب دل چاہتا ہے کہ تم نظروں سے دور رہو میں تو تمہارے آرام کے خیال سے کہہ رہا تھا...... اچھی بات خان صاحب پھر آپ ہو آئیں...... آپ سے ابھی بہت ضروری باتیں کرنا باقی ہیں...... جو ہمارے ذہن کو ہر وقت Pinch کرتی رہتی ہیں...... شیخ صاحب نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

اللہ بہتر کرے گا...... آپ مطمئن رہیں...... خان صاحب نے شیخ صاحب کا ہاتھ تھام کر کہا اور پھر اپنا بریف کیس اُٹھا کر عجلت کے انداز میں باہر نکل گئے......



گل ریز بڑے اسٹائل میں ہارن پر ہارن دے رہا تھا قابل دید اطمینان و اعتماد......

شمس خان نے اپنے چیمبر سے محتاط انداز میں جھانکا پھر اپنی اسٹین گن سنبھال کر کرسی پر بیٹھ گیا اور بڑے بے فکرے انداز میں نسوار کی چٹکیاں منہ میں رکھنے لگا...... ہارن کی مسلسل آوازوں نے بھی اس کے سکون میں رخنہ اندازی نہیں کی......

سالا حرام خور...... ادھر ام اتنا سخت ڈیوٹی لگاتا ہے پھر خرچہ پورا نہیں ہوتا یہ صرف موٹر میں گھومتا ہے اور زور دکھاتا ہے...... آستین کا سانپ سالا...... ہارن بغیر وقفے کے ایک تواتر سے

بجا تو شمس خان نے دل ہی دل میں لعن طعن کرنا شروع کر دی...... اندر سے ملازم لڑکا دوڑتا ہوا کیبن میں آیا

"خان گیٹ کیوں نہیں کھولتا...... "گل ریز صاحب آیا ہے......

تیرا ماما لگتا ہے......؟ چل بھاگ اپنا کام کر...... ام بھیرا (بہرا) نہیں اے...... اوپر سے آرڈر نہیں اے......

شمس خان نے ہارن کی سمع خراشی کا ردِ عمل ملازم لڑکے پر ظاہر کیا...... وہ تو جھاڑ کھا کر واپس بگٹٹ دوڑ گیا......

اب کیبن میں لگے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ شمس خان نے غضب ناک نظروں سے فون سیٹ کی طرف گھورا اور ہاتھ بڑھا کر Held Up کر دیا...... اور اپنی اسٹین گن پر یوں پیار سے ہاتھ پھیرنے لگا جیسے اصطبل میں آنے والے نئے اور قیمتی گھوڑے کو مالک پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دیکھتا ہے...... باہر سے اب گل ریز کی آوازیں آنے لگیں غالباً وہ کار سے باہر آ چکا تھا......

شمس خان...... شمس خان......

ہونہہ سالے نے کبھی عید پر پانچ روپیہ عیدی نہیں دیا...... آرڈر کیسے دیتا ہے جیسے ام اس کے باپ کا نوکر ہو......

شمس خان...... شمس خان!...... کہاں مر گیا الو کا پٹھا...... باہر سے گل ریز نے کیبن میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا......

اب "خان صاحب" کی برداشت سے باہر ہو گیا...... ام کو الو کا پٹھا بولتا اے...... ام محنت کر کے روزی کماتا ہے ام الو کا پٹھا اے......؟ یہ بیٹھے بیٹھے حرام کھاتا اے یہ صاحب اے؟ جاؤ جا کر اپنا کام کرو...... گیٹ کھولنے کا آرڈر نہیں اے...... پہلے (پہلے) ام کو مس صاحب بولا تھا ام کھول دیا تھا...... اب مس صاحب کوٹھی سے باہر گیا اے ام نہیں کھول سکتا...... شمس خان نے کیبن کی کھڑکی سے باہر جھانک کر بڑے بدلحاظ اور غضب ناک میں کہا اور کھڑکی کا پٹ کھٹ سے بند کر دیا......

"گل ریز کے دماغ میں تو گویا بم پھٹا تھا۔"

اس نے باہر سے کھڑکی پر زور زور سے ہاتھ مارے...... انداز میں بدحواسی اور وحشت تھی او بابا کی اولاد...... میں کچھ پوچھ رہا ہوں تجھ سے...... تو ڈر کے مارے کیوں چپ ہو رہا ہے؟

سرا رکھا بھی فائر نہیں کروں گا......

شمس خان تو بزدلی کا طعنہ سن کر ایک دم بھڑک اٹھا...... اور ایک جھٹکے سے کھڑکی کے پٹ کھولے...... اور خون آلود نظروں سے گل ریز کو گھورا۔

ام کو فائر کا دھمکی دیتا اے؟ ام نمک حرام نہیں اے صاحب کا آرڈر نہیں اے ام نہیں کھولے گا بھلے فائر کرو بھلے توپ چلاؤ......

او بھائی مجھے تم سے جھگڑا نہیں کرنا...... میرا کیا فائدہ ہے...... میں تو یہ پوچھ رہا ہوں مس صاحب کس کے ساتھ گئی کب گئی...... تم نے خود دیکھا ہے......؟ اب گل ریز مصالحت آمیز انداز اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا......

ام خود دیکھا تھا اور کون دیکھے گا؟ ام ادھر ڈیوٹی (ڈیوٹی) دیتا اے...... قسم کھا کر نہیں سوتا او خان صاحب کے ساتھ گیا اے...... اکیلا نہیں گیا...... اب تم ادھر سے جاؤ...... تمہارا کوئی کام نہیں اے ادھر......

خان صاحب...... وہ لمبے سے...... جو چشمہ لگاتے ہیں...... جو

جو لمبا سا اے...... چشمہ لگاتا اے...... سیدھا چلتا اے...... اردو بولتا اے...... صاحب کا دفتر چلاتا اے...... بی بی کو بیٹا بولتا اے...... فواد صاحب کو بابا...... ام کو پورا پانسو (۵۰۰) روپیہ عیدی دیتا اے...... بال سفید اے رنگ گورا اے...... اور امارا سر شمس خان نے اتنا کہا اور دھاڑ سے کھڑکی بند کر دی......

گل ریز کو سناٹے میں کھڑا رہ گیا تھا......

خان صاحب کے ساتھ...... لیکن کیسے......؟ کہیں سچ مچ یہ شمس خان نشہ تو نہیں کرتا؟ وہ ساکت سا کھڑا سوچ رہا تھا......

ایک دم اسے خیال آیا کہ اسے خان صاحب کو فون کرنا چاہیے ان کے انداز ہی سے پتہ چل جائے گا کہ شمس خان درست کہہ رہا ہے یا غلط...... اس نے وہیں کھڑے کھڑے جیب سے اپنا سیل نکالا اور انتہائی تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ رنگ دی...... رنگ پاس ہو رہی تھی مگر کال ریسیو نہیں ہوئی...... ریکارڈنگ آنے لگی کہ جواب موصول نہیں ہو رہا...... اس نے تین چار مرتبہ ٹرائی کی...... مگر کوئی کال اٹینڈ نہیں ہوئی......

اب گل ریز نے گہری سانس لے کر کوٹھی پر ایک نظر دوڑائی...... جیسے بات سمجھ آ گئی ہو۔

ہوں...... اس کا مطلب ہے شمس خان ٹھیک کہہ رہا ہے...... ورنہ خان صاحب اس کی کال پہلی رنگ پر ریسیو کرتے

"مگر یہ سب کیسے ہوا......؟"

برابر میں دونوں کوٹھیاں مدت سے بند ہیں نہ فروخت ہوتی ہیں نہ کوئی آ کر بستا ہے۔ اسی کا تو ایڈوانٹیج لیتے ہوئے اس نے یہ سب کچھ پلان کیا تھا فرنٹ اور بیک سائیڈ روڈ تھا۔ اور اس کا بیڈ روم روڈ کو فیس نہیں کرتا تھا کوٹھی میں آٹومیٹک لاک نہیں تھے۔ امارت کے اظہار کے طور پر اسپیشل قسم کی پیتل کی چمکتی دمکتی کنڈیاں اور ہینڈل لگے ہوئے تھے۔

دروازوں پر پیتل ہی کی آؤٹ لائن تھی...... خوبصورت پیتل کی پھول پتیاں۔ کروڑوں کی مالیت کی کوٹھی تھی...... اس کی ایک ایک شے بہت اہتمام سے بنائی گئی تھی۔ اس کا تو سرونٹ کوارٹرز والا پورشن اتنا جاذب نظر تھا کہ پھر کوٹھی کی تو بات ہی دوسری تھی۔ یہ کنڈیاں، دائیں بائیں سناٹا و ویرانہ...... یہ سب کچھ پیش نظر رکھ کر اس نے پلان مرتب کیا تھا۔ کر اس پر شک کی صورت میں اگر اسکے اپارٹمنٹ پر ریڈ پڑتی تو خان صاحب خود ہی غلطی جتانے پر مجبور ہو جائیں گے...... اور وہ استہزاء کرے گا ان کی پریشانی کو انجوائے کرے گا۔ اپنی شرائط ماننے کیلئے مجبور کرے گا...... اسے یقین تھا یہ کارڈ ضائع نہیں جائے گا...... اور نہ ثابت اس کی شادی تحریم سے ہو جائے گی...... شادی کے بعد پھر وہ ایک اور گھناؤنا گیم کھیلے گا...... اور اس کے بعد تحریم کو وہ بلیک میل کرے گا...... سیدھا سیدھا مطلب یہ کہ تحریم کی تمام دولت اس کے اختیار میں ہو گی...... عمر بھر کی بے فکری...... روز کی چخ چخ سے ہمیشہ کیلئے نجات...... چین ہی چین عیش ہی عیش...... مگر یہ کیا...... شیخ چلی کا اکلوتا انڈا ہی ٹوٹ گیا۔ پولٹری فارم کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے...... اب نئے سرے سے دماغ شل کرنا ہو گا...... وہ سوچ رہا تھا...... مگر اس نے ہار ماننا تو سیکھی ہی نہیں...... میری آنکھوں کے سامنے کوئی اور اس دولت پر قابض ہو جائے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... اس نے موبائل جیب میں ٹھونستے ہوئے نئے سرے سے عزم کیا...... اور اپنی کار کی طرف بڑھ گیا...... قدموں تلے انگارے بچھے تھے۔ تلوے جلتے تھے آگ دماغ کو پہنچ رہی تھی...... آنکھوں میں خون اتر رہا تھا مگر وہ خون کرنے کی حد تک بے وقوف نہیں تھا...... مزوں کے بغیر تو وہ جینے کا تصور ہی نہیں کر سکتا تھا......

اس کی کار میں صرف ایک پرانا شمشاد بیگم کا گیت گونج رہا تھا۔

دُنیا کا مزہ لے لو

دُنیا تمہاری ہے



خان صاحب نے آفس پہنچتے ہی سب سے پہلے ہلکے پھلکے ریفریشمنٹ کی تیاری کا آرڈر دیا اور معزز مہمانوں کو بٹھانے کیلئے شیخ صاحب کا آفس کھلوایا...... کیوں کہ وہ پورے آفس کا سب سے خوبصورت حصہ تھا۔ وسیع کشادہ...... امپورٹڈ شاہانہ لک دیتا ہوا فرنیچر۔ سادہ و دلکش کراکری۔ سونے کی پالش اور نقاشی والی کٹلری...... تازہ پھولوں سے سجے کرسٹل کے گلدان...... نایاب پینٹنگز...... سادہ مزاج خان صاحب اپنی طرف سے پورا زور لگا رہے تھے کہ مہمان بری طرح متاثر ہو جائیں اور اگلے مرحلے کیلئے ذہن بنا کر روانہ ہوں۔

وہ ایک محنتی، دیانتدار اور بے حد مخلص انسان تھے۔ شاطرانہ چالیں، بااجہ کا ٹھک و ٹھیہ ان کا مزاج نہیں تھا۔ ٹھوکر ایک جگہ سے اپنے خلوص کی وجہ سے ضرور کھاتے تھے مگر ایک جگہ سے دو مرتبہ ٹھوکر کبھی نہیں کھائی جیسے کہ گل ریز آگ پر بھی بیٹھ جاتا تو اعتبار نہ کرتے انہوں نے ناقدانہ نظروں سے آفس کا جائزہ لیا اور مہمانوں کا انتظار کرنے لگے۔ دل ہی دل میں تحریم کی بازیابی کو نصر اللہ جانتے ہوئے اللہ کا تہہ دل سے شکر بھی کر رہے تھے۔

خان صاحب کو انٹرکام پر اطلاع ملی کہ مہمان آ چکے ہیں۔ خان صاحب تو ایک دم جذباتی سے ہو گئے خوشی کا عالم یہ تھا کہ جیسے سب کچھ حسب منشاء ہو گیا ہو۔ جلدی سے آفس سے باہر آئے۔ سامنے اشرف علی اور صادقہ بیگم کھڑے نظر آ گئے خان صاحب نے پرتپاک انداز میں سلام کرتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ صادقہ بیگم نے بڑی نرم دلی کی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ خان صاحب کے سلام کا جواب دیا۔ خان صاحب بصد احترام انہیں لے کر شیخ صاحب کے آفس میں آ گئے اور صوفوں پر تشریف رکھنے کیلئے کہا۔

اشرف علی نے بیٹھتے ہوئے ایک طائرانہ نظر آفس پر ڈالی۔ آفس دیکھ کر ہی انہیں شیخ صاحب کے کاروباری اسٹیٹس کا اندازہ ہو گیا تھا۔ نام تو انہوں نے شیخ صاحب کا سنا ہوا تھا کہ مشہور بزنس مین تھے...... کئی مرتبہ کاروباری تقریبات میں ایک ساتھ شامل بھی ہوئے ہوں گے مگر کاروباری نوعیت مختلف ہونے کی وجہ سے کوئی باقاعدہ ملاقات یاد نہیں تھی۔

"پہلے تو یہ بتائیے کیا لینا پسند فرمائیں گے ٹھنڈا یا گرم......؟" خان صاحب نے آداب

میزبانی ملتا ہے......

اچھی سی کافی منگوا لیجئے...... تھوڑا فریش ہو جاؤں گا...... اپنی بھابی سے البتہ یہ پوچھئے اس وقت کیا موڈ ہے۔ اشرف علی نے بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ عظیم الشان عمارت۔ شاندار آفس...... اشرف علی کی کیفیت خود بخود بہت خوشگوار ہو چکی تھی...... بڑے بیٹے مَن کا اگر اکلوتا بیٹا ہو تو وہ اس کیلئے کچھ اسی طرح کے خواب رکھتا ہے۔

جی بس ٹھیک ہے...... میں بھی کافی ہی لے لیتی ہوں...... صادقہ بیگم نے کسی دھیان سے چونک کر زبردستی مسکرا کر اپنے "IN" ہونے کا ثبوت دینے کی کوشش کی......

بہتر...... خان صاحب نے باہر کافی کے لیے کہا...... اور بڑے آرام دہ انداز میں بیٹھ کر اشرف علی کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے......

میرے علم میں تو جب سے یہ بات آئی تب سے بہت ٹینس ہوں...... اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے بیٹے نے بہت غیر ذمہ دارانہ حرکت کی...... یعنی مذاق کی بھی حد ہوتی ہے۔ بہر حال شکر ہے مالک کا کہ اس نے شیخ صاحب کو نئی زندگی دی۔ اللہ انہیں اپنے بچوں کے سر پر سلامت رکھے۔ آمین......

ارے بس...... آپ زیادہ ٹینس نہ ہوں...... بچوں سے بھول چوک ہو جاتی ہے۔ ورنہ اچھا بچہ ہے۔ اسے اپنی غلطی کا جیسے ہی احساس ہوا اس نے پہلی فرصت میں معذرت کی۔ اسکی بات سے تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ بہت اچھے ماحول میں پلا بڑھا ہے۔ اور اچھی ماں نے اس کی تربیت کی ہے...... خان صاحب نے اشرف علی کو پہلی فرصت میں ایزی کرنے کی کوشش کی......

ہم نے کوشش تو بہت کی کہ اپنے بچوں کو ذمہ داری سے پرورش کریں انہیں اچھا انسان بنائیں اور شاید اسی وجہ سے ہمیں یہ غلطی بہت بڑی محسوس ہوئی...... بہر حال جو ہوا...... اس کا تدارک کرنے کی انشاء اللہ کوشش کریں گے...... آپ یہ بتایئے شیخ صاحب کب ڈسچارج ہو رہے ہیں...... میں چاہتا ہوں اب ان سے گھر ہی پر ملاقات کی جائے۔ اشرف علی بولے اور صادقہ بیگم نے گھبرا کر ان کی صورت دیکھی......

انشاء اللہ وہ کل گھر چلے جائیں گے...... اب ان کا کہنا یہ ہے کہ وہ بیٹی بیاہ کے فرض سے سبکدوش ہو کر ہی بائی پاس کرانے اپنے بیٹے کے پاس جائیں گے...... خان صاحب نے اپنی ازحد خوشی کی کیفیت حتی الامکان کنٹرول کرنے کی کوشش کی۔

اللہ ان کو صحت دے...... بیٹی کی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے...... وہ اپنی جگہ ٹھیک سوچ رہے ہیں۔ بچی کا کیا نام ہے...... اشرف علی تفصیلات کی طرف آئے اور صادقہ بیگم کا دل بیٹھنے لگا...... انہیں سخت پچھتاوا لاحق ہو رہا تھا کہ آخر وہ یہ سب کچھ اشرف علی کے نوٹس میں لائیں ہی کیوں؟

"جی...... تحریم شیخ۔" خان صاحب کے لیے اشرف علی کا انداز بے پایاں تعجب کا باعث تھا۔

"ماشاء اللہ...... نام تو بہت اچھا ہے۔" اشرف علی نے بے ساختہ کہا......

بس...... دعا کریں اللہ بچی کا نصیب اچھا کرے۔ بعض اوقات بے پناہ حسن اور بے حساب دولت بھی بڑی آزمائش بن جاتی ہے...... خان صاحب نے اب قدرے سنجیدگی سے کہا......

شیخ صاحب کے بس دو ہی بچے ہیں......؟ صادقہ بیگم نے جبراً گفتگو میں حصہ لیا مبادا خان صاحب ان کی مستقل خاموشی کو محسوس کریں......

جی...... اللہ کے حکم سے بس دو ہی اولادیں ملیں شیخ صاحب کو...... پہلی بیوی سے تو کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی...... ان کی پہلی بیگم اولاد کے شوق میں اپنی جوان بیوہ بہن کا بچہ گھر لے آئیں...... شیخ صاحب نے بھی ان کی خوشی کی خاطر اس بچے کو اپنا لیا اور اولاد کی طرح اسے رکھا...... دیکھنے والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ ان کا اپنا سگا بیٹا نہیں ہے...... دنیا کی ساری آسائشیں اس کے سامنے ڈھیر کر دیں۔ بہترین تعلیمی اداروں میں اسے داخل کرایا...... مگر اب یہ تنگی شیخ صاحب کے گلے پڑ رہی ہے۔ ان کی پہلی بیوی تو وفات پا گئیں تھیں۔ بیوہ بہن کی دوسری شادی ہو چکی تھی۔ دوسری شادی کرتے وقت انہیں بے اولاد ظاہر کیا گیا تھا لہٰذا شیخ صاحب بچے کو واپس اس کی ماں کے پاس بھی نہیں پہنچا سکتے تھے پھر شیخ صاحب کو خود بھی بچے سے بہت لگاؤ ہو چکا تھا۔ مگر یہ بچہ بہت قدر ناشناس اور احسان فراموش نکلا...... خان صاحب نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور خاموش ہو گئے......

کیا مطلب...... کیا کہتا ہے...... شیخ صاحب نے اس کی شادی نہیں کی ابھی تک......؟ اشرف علی بہت الو ہو کر سن رہے تھے...... خان صاحب کے خاموش ہوتے ہی اسم اٹھا کر ذرا الجھ کر پوچھا......

وہ لڑکا تو مریم سے شادی کرنا چاہتا ہے .... خان صاحب کے لہجے میں افسردگی سی تھی۔

اس میں قباحت کیا ہے؟ بچپن سے شیخ صاحب کے پاس ہے دیکھا بھالا ہے جو شیخ صاحب کو کوئی اس سے اذیت ہو گی .... صادق بیگم نے جلدی سے کہا جیسے ایک دم کسی الجھن کا حل نکل آیا ہو۔

آپ کا خیال اپنی جگہ درست اور مناسب ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہ بچہ بہت لاڈلا اور نکما ہے۔ عیش و آرام نے اسے پورے طور سے نکما بنا دیا ہے اب بھی دیکھ لیجئے چونتیس (۳۴) پینتیس (۳۵) سال کا ہو چکا ہے آج تک اس نے کہیں ملازمت نہیں کی کاروبار میں شیخ صاحب کا کبھی ہاتھ نہیں بٹایا .... پہلے تو چھوٹی چھوٹی رقم تک بات مل جاتی تھی اب جب بھی تقاضہ ہوتا ہے پانچ لاکھ سے اوپر ہی کا ہوتا ہے .... خان صاحب دھیمی آواز میں کہہ رہے تھے لہجے میں دکھ کا عنصر غالب تھا۔

اوہ .... اشرف علی تو جیسے شیخ صاحب کی اذیت ناک زندگی کو ایک لمحے میں پا گئے ....

انہوں نے اپنے حقیقی بیٹے کو کبھی پانچ ہزار بھی دیئے تو ہر طرح سے اپنی تسلی کی .... ابھی تک اس کو اپنی ہی ذاتی کار لے کر نہیں دی سات سال قبل ہونڈا CD70 لے کر دی تھی تو سخت تاکید کی تھی کہ احتیاط سے استعمال کرنا .... کار اس وقت ملے گی جب باپ کے بزنس میں اس کا ہاتھ بٹاؤ گے اور کما کر دو گے .... صادق بیگم کی تربیت کا اثر تھا کہ تینوں بچے سعادت مند تھے اور ماں باپ کے متعلق برے گمان دل میں نہیں لاتے تھے۔

نکال باہر کریں ایسے نکمے انسان کو .... ٹھوکریں لگیں گی تو خود پتہ چل جائے گا کہ دنیا میں کیسے رہنا ہے۔ اشرف علی نے کوفت اور ناگواری کے ساتھ برمحل کہا ....

نکال چکے ہیں تنگ آ کر .... مگر آفس میں آ دھمکتا ہے .... فون پر دھمکیاں دیتا ہے خان صاحب نے اسی طرح افسردہ انداز میں جواب دیا ....

اوہ .... یہ تو خطرناک عنصر ہے .... اشرف علی کا تو خون کھولنے لگا تھا .... انہوں نے بچپن سے لے کر آج تک بغیر محنت کیے ایک وقت روٹی نہیں کھائی .... اور اس دنیا میں ایسے بھی حرام خور بھی پل رہے ہیں .... وہ غضب ناک ہو کر سوچ رہے تھے .... دولت کے چکر میں بچی کے پیچھے پڑا ہوا ہے .... اتنی پیاری نیک مزاج بچی کیسے اسے سونپ دیں .... آپ اس بچی کی سادگی دیکھئے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ بچی بے حساب دولت کی مالک ہے .... اس پر بچپن ہی میں ماں کی شفقت سے محروم ہو جانے کی وجہ سے بہت حساس اور نرم دل ہے .... خان صاحب کی آنکھیں

نم ہو رہی تھیں۔

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اپنی اولاد کو کسی حرام خور کو سونپ دے .... یہ تو آنکھوں دیکھی مکھی نگلنے والی بات ہے .... مجھے تو یہ سب سن کر نہایت دکھ ہو رہا ہے کہ شیخ صاحب جو پہلے ہی اتنی دکھوں سے گزر رہے تھے انہیں میرے بیٹے نے بھی اتنی بڑی تکلیف پہنچائی میں تو شرم سے مرا جا رہا ہوں .... اشرف علی کے لہجے میں ندامت بھی تھی اور تاسف بھی۔

صادق بیگم تو شوہر کی کیفیت پر حواس باختہ ہو گئیں۔ انہیں یوں لگا آج تو اشرف علی کوئی فیصلہ کر کے ہی اس آفس سے اٹھیں گے۔

نہیں نہیں اشرف صاحب .... آپ کا بھلا اس معاملے میں کیا قصور .... بچوں سے غلطی ہو جاتی ہے .... خان صاحب جیسا متواضع ملنسار اور مرنجان مرنج قسم کا بندہ اشرف علی کی شرمندگی برداشت نہ کر سکا .... ایک دم اشرف علی کی دلجوئی کرنے لگے ....

بہر حال جب والدین اولاد کے کارناموں پر فخر محسوس کرتے ہیں تو ان کی غلطیوں پر افسوس اور شرمندگی بھی محسوس کرتے ہیں۔ مجھے شیخ صاحب سے دلی ہمدردی ہے ....

آپ کا بہت بہت شکریہ .... دانیال سے بات چیت کے بعد میں نے اس کے والدین کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا وہ درست نکلا مجھے آپ سے مل کر قطعاً مایوسی نہیں ہوئی اصل میں تو دانیال کے دوست نے خود کو امیدوار ظاہر کیا تھا اور شیخ صاحب کو وہ بچہ بہت پسند بھی آیا تھا .... دانیال تو بس یونہی اس مذاق میں اس کے ساتھ تھا ....

تو پھر غلطی تو اس کے دوست کی ہوئی ناں .... دانیال نے تو اس رشتے میں کوئی دلچسپی نہیں لی تھی۔ صادق بیگم کو جیسے ہی بیٹے کی جان بچانے کا موقع ملا انہوں نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا گناہ میں تعاون کرنے والے کا گناہ، گناہ کرنے والے کے برابر ہی ہوتا ہے۔ اشرف علی کو ماں کی حمایت غیر منصفانہ اور ناجائز لگی .... انہوں نے آف موڈ میں بیوی کو جواب دیا تھا خان صاحب تو ایسے غیر جانبدار اور حق پرست انسان کو دیکھ کر ستائش کرنے لگے۔

اشرف علی کا وقار، سنجیدگی، غیر جانبدارانہ تلا انداز گفتگو۔ خان صاحب تو ان پر نثار ہونے لگے .... ہر انسان کے باطن میں اس کی انا چھپی ہوتی ہے خواہ انسان کو اس کے بارے میں کیا پتہ ہو .... یہ انا ہر لمحہ شاباشی کی منتظر رہتی ہے .... اسے "ویل ڈن" کی تھپکی سے غرور ملتا ہے
خان صاحب اس بات پر مسرور تھے کہ دانیال کی فیملی کے متعلق جو ان کا اندازہ تھا وہ 100%

درست نکلا...... دانیال کے باپ کی شخصیت بہت مضبوط اور پراثر تھی...... انہیں بہت اچھی اور
نظر آ رہی تھی۔

کافی دیگر لوازمات کے ساتھ آ چکی تھی۔

صادقہ بیگم بہت ٹینس تھیں......

اشرف علی پرسکون تھے......

خان صاحب پر امید و پرجوش تھے۔ اور دل و جان سے خاطر تواضع کر رہے تھے۔
اشرف علی بیوی کی کیفیت سے بے خبر نہیں تھے...... اسی وجہ سے وہ ایک ایک لفظ بہت احتیاط اور
ذمہ داری سے ادا کر رہے تھے...... وہ تسلیم کرتے تھے کہ دانیال کی ماں بہت سے حقوق محفوظ رکھتی
ہے...... اس لیے وہ کوئی فیصلہ کن بات کرنا نہیں چاہتے تھے...... تاوقتیکہ کہ ایک ماں کو پوری طرح
سے قائل کر لیا جائے......

کافی پینے کے دوران اشرف علی نے آئندہ ملنے کی بات کی شیخ صاحب سے ملاقات کی
خواہش ظاہر کی اور پھر ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگے...... یہ اور بات کہ ذہن بہت الجھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی دونوں میاں بیوی نے خان صاحب سے رخصت چاہی اور آپس
جلد ملاقات کا وعدہ کیا...... خان صاحب انہیں ان کی کار تک چھوڑنے آئے...... اور واپسی
پرسکون ہو چکے تھے۔



ہائے بانو آپا...... اتنی خوبصورت ساڑھی...... ماشاءاللہ...... اللہ حیا کو پہننا نصیب
کرے۔ عائشہ نے ساڑھی کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ رہے بے ساختہ سراہا تھا......

یہ کہاں سے لی تھی...... دوبئی سے؟ وہ ساڑھی کو بہت پیار سے چھو کر پوچھ رہی تھی۔
ارے عرب ملکوں میں یہ ساڑھیاں انڈیا بنگلہ دیش سے ہی جاتی ہیں...... یا
میں نے انڈیا سے لی تھی...... آج کی بات نہیں ہے اٹھارہ سال ہو گئے...... حیا کا کام ہے...... ایک
نظر میں مجھے اتنی بھائی تھی کہ میں نے ہر قیمت پر لینے کا فیصلہ کر لیا تھا اور یہ سوچ کر لی تھی کہ بیٹا
ہے بڑی بہو ہی پہنے گی...... حور بانو نے دیگر کپڑے احتیاط سے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا
اور جانے کیا سوچ کر مسکرانے لگیں......

واہ آپا...... کیا صبر و ضبط ہے آپ کا...... اٹھارہ سال پہلے آپ کا دل نہیں چاہا پہننا

پہن لوں اور دنیا واہ واہ کرے...... عائشہ ہنس کر ساڑھی کے آنچل پہ تنقیدی نظر ڈال کر بولیں۔

چودہ سال ہو چکے تھے اس وقت میری شادی کو...... یہ تو نئی نویلی دلہن کیلئے بنی ہے۔ حور
بانو نے متانت سے جواب دیا اور ایک سوٹ کا کپڑا عائشہ کو دکھا کر بولیں۔

اس پر کام بنوا لوں......؟

آپ کو تو اتنی جلدی ہے کہ پتہ نہیں کب بارات لے کر چل پڑیں...... دس دن پہلے تو
کوئی نہیں دے گا...... آپ کو تو ایک دم تیار کپڑے لینا ہوں گے...... عائشہ کپڑوں کے ڈھیر سے
ایک اور سوٹ وہیں کھینچ کر دیکھنے لگیں۔

حیا کیلئے بنوا لیتی ہوں اس کی رخصتی میں تو ابھی وقت ہے...... حور بانو مصروف انداز
میں بولیں......

ہاں...... چلیں یہ ٹھیک ہے...... عائشہ کپڑا پھیلا کر دیکھنے لگیں اسی لمحے یوں محسوس ہوا
جیسے پورچ میں کوئی گاڑی آ کر رکی ہو......

اس وقت کون آ گیا...... شاید غزالی ہو گا...... حور بانو کی توجہ باہر کی طرف گئی اور انہوں
نے ایک لمحے میں قیاس بھی کر لیا......

حیا کے تو صرف دو سوٹ ہوں گے ایک نکاح کا غرارہ اور ایک شلوار سوٹ۔ البتہ حیا
کی تو پوری بری تیار ہو گی...... صادقہ سے دو مرتبہ کہہ چکی ہوں کہ حیا کا ناپ T.C.S سے بھیج
دے...... ٹیلر سے میری بات ہو گئی ہے۔ پانچ سوٹ ارجنٹ سینے کا تو وہ وعدہ کر رہا ہے......

آپ کتنے سوٹ رکھنا چاہ رہی ہیں بری میں...... عائشہ نے پوچھا اور عین اسی وقت
ہمدانی لاؤنج میں داخل ہوا اور اپنے مخصوص پرتکلف اور پیارے انداز میں سلام کیا۔

"حور بانو نے حیران ہو کر ایک نظر اس پر دوسری کلاک پر ڈالی۔"

"خیریت۔" آج بڑی جلدی آ گئے......؟

"جی بس...... ایک ڈنر میں جانا ہے......" اس لیے...... اور یہ آپ کیا کچھ خرید لائیں
آج ہمدانی نے نش پش کرتے کپڑوں کے ڈھیر پر ایک نظر ڈال کر سرسری سے انداز میں پوچھ لیا۔

آج تو کچھ بھی نہیں خریدا...... یہ تو برسوں پہلے خریدے گئے قیمتی کپڑے ہیں...... جو کسی
زمانے میں بھی پرانے نہیں ہوں گے۔ تمہاری اور غزالی کی دلہنوں کے لیے دیکھ رہی تھی ان میں
سے اس طرح کے کپڑے جہیز بری ہی میں استعمال ہوتے ہیں...... حور بانو نے اب پھیلاوا سمیٹنا

شروع کیا......

امی یہ فضول سے سلکی کپڑے ہی پہنتا ہی کون ہے...... خدا کیلئے اس طرح کے کپڑوں کا ڈھیر مت لگا دیجئے گا...... شادی کے فوراً بعد تو وہ باہر چلی جائے گی...... وہاں فارن میں تو وہ یہ کپڑے USE نہیں کر سکے گی...... وہ وہیں شاپنگ کرلے گی جو اسے چاہیے ہو گا آپ یقین کریں ہوں...... کیوں ماں میں غلط کہہ رہا ہوں؟ وہ صوفے پر بیٹھ کر ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرنے لگا......

کہہ تو ٹھیک رہا ہے سرمد...... وہ یہاں ہوتی تو آنے جانے دعوتوں وغیرہ میں استعمال کرتی جب اس نے فوراً چلے جانا ہے تو کیا فائدہ...... شادی کے بعد اکثر لڑکیوں کا ناپ بھی بدل جاتا ہے...... واپس آئے تو پتہ چلے کپڑے تنگ پڑ گئے ہیں...... اس وقت تو سرمد نے بہت کام کی بات کی آپا...... پھر نہ تھکائیں آپ خود کو...... عائشہ کی سمجھ میں فوراً ہی آ گئی تھی۔ تو یہ کپڑوں کی تیاری وہ بھی دلہن کے کپڑوں کی اچھی خاصی مصروفیت ہوتی ہے...... ٹیلر کے چکر ہی تھکا مارتے ہیں۔ مشکل ہی سے دی ہوئی تاریخ پر دیتے ہیں ہر چکر پر دس بہانے ہزار وضاحتیں......

ارے تو بغیر ملے تو رکھوں گی ناں...... دنیا بری دیکھتی ہے۔ کم سے کم پچاس جوڑے تو ہوں...... حور بانو اپنی دھن میں بولیں......

مائی گڈنیس...... پچاس...... کیا کپڑوں کی کاؤنٹنگ کرتے ہیں لڑکی والے؟ سرمد کو حیرت کی کوئی حد نہیں تھی۔ عائشہ اور حور بانو کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی......

بس بیٹا...... یہ رسم رواج کی باتیں ہیں۔ گنتی ونتی کی بات نہیں ہے...... عائشہ ہنسی روک کر بولیں۔

نانسنس اینڈ ونلی...... کوئی لوجک ہی نہیں ہے پچاس ساٹھ کپڑوں کی...... کپڑا بندے کی اپنی چوائس کا پہننا چاہئے...... اب اسے پسند آئیں یا نہ آئیں پہننا پڑیں گے...... دوسری صورت میں فائینیس بلاک (Block) سرمد نے اب سرمایہ دارانہ پوائنٹ آف ویو سے بات کی۔

حور بانو نے گویا سر پیٹ لیا......

یہ عورتوں کی باتیں ہوتی ہیں۔ مردوں کو ان معاملات میں ٹانگ نہیں اڑانا چاہئے۔ جاؤ تم اپنا کام کرو یہ تمہاری دردسری نہیں ہے...... وہ جھلا کر بولیں۔

کیوں نہیں ہے امی...... فنانس کیلئے تو مرد ہی بھاگ دوڑ کرتے ہیں...... اس کا مطلب ہے کہ بجٹ ٹائٹ رکھنا چاہیے اتنا پیسہ بچانا ہی نہیں چاہیے جو بلاک ہو جائے آپ کو پتہ

یہ صرف ایک لاکھ کی سرکولیشن سے ہم آرام سے دو بندوں کی سیلری نکال سکتے ہیں......

بتاؤ...... ماں کے ساتھ کاروبار کرنے بیٹھ گیا...... پیسہ ہوتا کس لیے ہے اپنے ارمان پورے کرنے کیلئے...... میں تم سے روپے پیسے کا تقاضا نہیں کروں گی...... تم دل لگا کر اپنا کاروبار کرو۔ اللہ تمہارے باپ کو سلامت رکھے۔ اتنا میرے ہاتھ پر رکھتا ہے کہ مجھ سے برتا بھی نہیں جاتا۔ اب حور بانو نے سنجیدگی سے کہا...... لہجے میں ماں کا استحقاق و اعتماد تھا کہ ہوتا رہے بہت بڑا بزنس مین...... میری تو اولاد ہے۔

ماں پلیز امی کو سمجھائیے...... وہ یہ چمک دمک والے کپڑے نہیں پہنے گی...... میں اسے پہننے ہی نہیں دوں گا...... تو پھر وقت اور پیسہ کیوں ضائع کیا جائے...... سرمد تو کوئی فیصلہ کن بات ہونے سے پہلے وہاں سے اٹھنے کو ہی تیار نہیں تھا......

عائشہ نے آنکھ بچا کر حور بانو کو اشارا کیا کہ خاموش رہیں......

ہاں ہاں...... تم ٹھیک کہہ رہے ہو...... ہم تو ابھی صلاح مشورہ ہی کر رہے تھے۔ اگر تمہیں اعتراض ہے تو ٹھیک ہے...... جیسے تم کہو ویسے کر لیتے ہیں...... پھر حور بانو سے بولیں۔

آپا آج کل کے بچے واقعی رسم رواج کو نہیں مانتے...... ان کی خوشی بھی دیکھنا ضروری ہے...... وہ کپڑے تہہ کر کے کر کے سوٹ کیس میں ڈالنے لگیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ لو مسئلہ ہی ختم......

سرمد نے قدرے الجھ کر عائشہ کی طرف دیکھا...... پھر پرسکون سا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا......

او کے امی...... میں تیاری کرتا ہوں۔ مگر آپ نے یہ تو بتایا نہیں کہ ان لوگوں نے کوئی ڈیٹ دینے کیلئے کہا ہے......؟ وہ اپنا بریف کیس اٹھاتے ہوئے رک کر پوچھنے لگا......

آج بات ہو گی...... ابھی تک صادق کی بات نہیں ہوئی تھی...... حور بانو نے دبی زبان میں کہا......

کمال ہے...... سرمد نے کوفت بھرے انداز میں کہا اور بریف کیس اٹھا کر باہر چلا گیا حور بانو نے اس کے باہر نکلتے ہی پیشانی پر زور سے ہاتھ مارا۔

حد کر دی ہے اس لڑکے نے...... کیسا زمانہ آ گیا ہے...... اپنی شادی کی کتنی جلدی ہو رہی ہے پہلے تو لڑکے اپنی شادی کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کتراتے تھے...... سچ مجھے تو شرم آتی ہے پتہ نہیں ایک دم کیا ہو گیا ہے اسے...... کہاں تو شادی کے نام سے ہی بدکتا تھا اب ایک

سینے سے تو جیسے آفت اتری ہوئی ہے...... حور بانو سرمد کی بری کے کپڑوں پر شدید تنقید سے ایسے ہی دل برداشتہ ہو رہی تھیں سارے ارمان ہی ٹھنڈے کر دیے تھے۔ اس کے باہر جاتے ہی پھٹ پڑیں......

چھوڑیں آپا...... وقت وقت کی بات ہوتی ہے...... ہمارا وقت کوئی اور تھا ان کا کوئی اور ہے آپ کو تو بچوں کی خوشی سے غرض ہونا چاہیے...... عائشہ نے دلجوئی کرنے کی کوشش کی......

لیکن ایک عجیب سی کھٹک تو ہے ناں عائشہ...... اسے ایک دم سے شادی کی جلدی کیوں پڑ گئی ہے؟ جیسے ذرا دیر ہو گئی تو کوئی مسئلہ ہو جائے گا...... حور بانو سخت الجھن میں تھیں۔

بے کار کے وہم نہ کریں...... اللہ کا نام کر اپنا کام کریں...... آپ ابھی تک اپنے زمانے میں پھنسی ہوئی ہیں اور سوچ رہی ہیں اپنی شادی کا سن کر اسے کمبخت شرمانا چاہیے تھا۔

آج کل کی فلمیں ہی دیکھ لیں کیا چلا چلا کر ماں باپ کے سامنے عشق کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں...... وہ تو شکر کریں ہمارے بچے ہاتھوں سے نکلے ہوئے نہیں ہیں...... فضول کی عشق بازی میں نہیں پڑے۔ ماں باپ کے تابعدار ہیں عائشہ خود کو پرسکون کرنے کیلئے دلیلیں دینے لگیں...... اور اس کا خاطر خواہ اثر حور بانو کے چہرے سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔ عین اسی لمحے موبائل کی رنگ ہوئی بڑے سُریلے گیت کی دھن تھی۔ دونوں چونک پڑیں یہ کس کا موبائل ہے۔ انہوں نے آواز کی سمت نظریں دوڑائیں تو ایک موبائل پر دونوں کی ایک ساتھ نظر پڑی...... عائشہ غیر ارادی طور پر اٹھ کر آگے بڑھیں اور موبائل اٹھا لیا......

ارے یہ تو سرمد کا ہے...... لگتا ہے ہاتھ میں ہو گا بھول گیا...... رنگ بجا بند ہو گئی تھی۔ رنگ بند ہوتے ہی ایک کلر تصویر اسکرین پر آ گئی...... گھبری کی طرح رخساروں والے اگلے ہوئے کھلے بالوں۔ مسکراہٹ ایسی کہ سارے دانت واضح...... تیز سرخ لپ اسٹک...... گلے میں موٹی سی چین اور گلا بھی خوب گہرا عائشہ تو ہکا بکا تصویر دیکھ رہی تھیں جبکہ حور بانو ان کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ آخر عائشہ کیا دیکھ رہی ہے؟

کیا ہوا......؟ کس کا نمبر ہے تم تو پتہ نہیں کیا دیکھنے لگیں......؟ حور بانو اکتا کر بولیں۔ عین اسی وقت رنگ دوبارہ شروع ہو گئی...... مشہور انڈین گیت گھر آیا میرا پردیسی کی دھن تھی......

عائشہ نے بڑے پرتجسس انداز میں ریسیو کا بٹن پش کیا...... ان کے پاس بھی اسی ماڈل سے ملتا جلتا موبائل تھا......

مگر ریسیو پش کر کے وہ کچھ بولی نہیں بس کان سے لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگیں......

چند سیکنڈ بعد ایک نسوانی مگر خاصی بھاری آواز سماعت سے ٹکرائی......

ہیلو...... ہیلو...... میری آواز آ رہی ہے؟ ہیلو...... سرمد......؟

عائشہ نے فوراً سیل آف کر دیا۔ ان کے چہرے پر تفکرانہ سنجیدگی طاری ہو گئی...... موبائل آف ہوتے ہی وہی تصویر اسکرین پر چند سیکنڈ کے لیے روشن ہوئی۔ پھر اسکرین تاریک ہو گئی۔

کیا ہوا عائشہ...... خیر تو ہے...... کیا سوچ رہی ہو؟ حور بانو بھی عائشہ کی حالت دیکھ کر متفکر ہو گئیں۔

ہاں...... آں...... کسی کا نہیں...... یہ سرمد کو دے دیجئے کوئی بار بار رنگ کر رہا ہے اسے...... وہ اپنے دھیان سے چونک کر حور بانو کی طرف موبائل بڑھاتے ہوئے بولیں...... پھر ایک دم جیسے نیند سے جاگیں اچھا رہنے دیں...... میں اوپر جا رہی ہوں دیتی ہوئی چلی جاتی ہوں...... انہوں نے فوراً ہی پاؤں سلیپر میں ڈالے اور تیزی سے باہر نکل گئیں...... وہ چلتے ہوئے اسکرین روشن کر کے از سر نو تصویر دیکھ رہی تھیں۔ اچھی عمر کی عورت لگ رہی تھی لڑکی تو کسی طرح بھی نہیں کہہ سکتے تھے...... یہ سرمد نے کیوں سجائی ہوئی ہے...... جیسے ہر دم اسی تصویر کو دیکھنا چاہتا ہو......؟ وہ سوچ رہی تھیں اور دل گھبرا رہا تھا۔

سرمد کے بیڈ روم کے قریب پہنچ کر انہوں نے ایک مرتبہ پھر تصویر دیکھی اور دروازہ ناک کرنے لگیں۔

سرمد نے فوراً ہی دروازہ کھولا تھا...... عائشہ کو دیکھ کر ذرا الجھا......

"جی امی......؟"

یہ تم لاؤنج میں اپنا موبائل بھول گئے تھے...... کوئی بار بار کال کر رہا ہے...... رنگ ہوئی تو پتہ چلا کہ تم صوفے پر بھول کر چلے گئے ہو...... وہ اسے موبائل تھما کر آہستہ آواز میں بولیں۔

ایک لمحے کو سرمد ذرا سا ٹھٹکا پھر سنبھل کر مسکرایا......

اوہ تھینکس امی...... اس نے یہ کہہ کر عائشہ کے چہرے پر نظریں دوڑائیں جیسے کچھ کھوج رہا ہو......

عائشہ اس کی طرف دیکھے بنا چپ چاپ پلٹ گئیں..... ایک سوچ آ رہی تھی اکیلے رہی تھی..... اندیشوں کے بیچ ایک بڑا حوصلہ افزا خیال اُبھرا.....

لیکن اسے تو حیا سے شادی پر کوئی اعتراض نہیں..... بلکہ شادی کی بہت جلدی ہے.....؟

پتہ نہیں یہ "بجھتی" کون ہے؟



دانیال آ چکا تھا۔ رات کا کھانا ثریا بیگم، ربیعہ، بیلا اور دانیال نے ساتھ کھایا تھا۔ ساجدہ بیگم کہہ گئی تھیں کہ انہیں دیر بھی ہو سکتی ہے اس لیے کھانے پر ان کا انتظار نہ کریں۔

کھانے کے بعد جب سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو ثریا بیگم عشاء کی نماز پڑھنے لگیں۔ نماز ادا کر کے وہ اپنی تسبیح پڑھنے لگیں تو فون کی گھنٹی بجنے لگی..... انہوں نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید ملازم آ کر ریسیور اُٹھائے مگر جب کوئی آتا دکھائی نہ دیا تو اپنی جگہ سے ریسیور اُٹھا لیا.....

"ہیلو....." انداز بہت محتاط تھا۔

"جی اماں السلام علیکم۔" طاہرہ بات کر رہی ہوں..... دوسری جانب سے آواز آئی۔

"جیتی رہو..... وعلیکم السلام۔" خیر خیریت ہے ناں؟ وہ متفکر سی ہو کر بولیں.....

شکر ہے۔ میں نے آپ کو اس لیے فون کیا ہے کہ پوچھوں آ رہی ہیں یا کل آئیں گی..... اس وقت تو دس بجنے والے ہیں بہت رات ہو گئی ہے.....

ارے ہاں..... معاف کرنا..... میں تمہیں فون کرنا ہی بھول گئی صادقہ کو کہہ گئی تھی کہ وہ فون کرا دیتا..... وہ دونوں میاں بیوی کسی ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں ابھی تک لوٹے نہیں..... میں انشاء اللہ کل ہی آؤں گی..... تم لوگ آرام سے سو جاؤ..... وہ بولیں۔

اچھا ٹھیک ہے..... ویسے خیریت رہی ناں..... کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا..... مجھے بڑی فکر ہے۔ طاہرہ بیگم کا اضطراب ظاہر ہو گیا۔

ہاں ہاں سب خیریت ہے میں تو اپنی بات صادقہ سے کر چکی..... اب آگے اس کا کام ہے..... سن کر پریشان تو بہت نظر آ رہی تھی۔ دانیال بھی دیر سے آیا..... ابھی تک ماں بیٹے کی ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن وہ بات ضرور کرے گی..... تم اطمینان رکھو وہ بہت ذمہ دار بچی ہے۔

میری اولاد ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں..... تمہیں اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں..... اللہ اس مسئلے کا حل ضرور نکالے گا..... بالکل پریشان مت ہونا..... ثریا بیگم نے تسلی دینے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں استعمال کرنے کی کوشش کی۔

ٹھیک ہے اماں..... دُعا کر رہی ہوں..... آپ بھی دُعا کریں..... طاہرہ بیگم کا انداز ہنوز تھکا تھکا سا تھا۔

"خدا حافظ اماں....."

"خدا حافظ....."



صادقہ بیگم اور اشرف علی جب گھر واپس آئے تو سب اپنے اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے۔ راستے میں اشرف علی دو تین جگہ اُتر کر اپنے کام نمٹاتے آ رہے تھے..... صادقہ بیگم کار میں بیٹھی رہیں وہ اُتر کر دس پانچ منٹ کر چلے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے رات کے دس بج گئے تھے۔ راستے بھر صادقہ بیگم خاموش رہیں اور اشرف علی بھی ان کا موڈ دیکھ کر خاموش رہے کہ سنجیدہ بات چیت کیلئے میاں بیوی کیلئے بیڈروم مناسب جگہ ہے۔ اشرف علی تو کار سے اُتر کر سیدھے اپنے بیڈروم میں چلے گئے تھے جبکہ صادقہ بیگم نے ذمہ دار گھریلو عورت کی عادت کے مطابق سارے گھر میں گھوم پھر کر جائزہ لیا۔ گیسٹ روم کا دروازہ آہستہ سے کھول کر جھانکا تو ماں کو تاریک کمرے میں سوتا پایا۔ چپ چاپ اسی آہستگی سے دروازہ بند کر دیا پھر کچن میں آ کر ایک گلاس پانی پیا..... اور کچن کی ضروری سی صفائی کی۔ ملازم تو اپنے حساب سے کام نمٹا کر سونے جا چکا تھا..... اشرف علی نے راستے ہی میں کھانے کا منع کر دیا تھا اور انہیں بھی بھوک نہیں تھی..... اس وقت بس انہیں دانیال سے ملنے اور بات کرنے کی شدید خواہش تھی۔ وہ دیر سے تانے بانے بننے میں مصروف تھیں۔ ہزاروں خیالات کے بیچ ایک سوال اُبھرتا تھا اگر جو اس نے مان لیا کہ اس نے حیا کو انکار کرنے کیلئے کہا ہے..... اور وہ خود اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کے بعد کرنا کیا ہوگا..... حور بانو کے سامنے ان کی کیا عزت رہ جائے گی کہ کیسے آگے بڑھ بڑھ کر شادی کرانے کو کوشاں تھیں..... ان سب کو تو 100% یقین ہے کہ رشتہ پکا ہو جائے گا..... ان کے سارے گھر میں بات کھل چکی ہے۔ کیا وہ دانیال کو راہ میں لائیں اور اسے کہیں کہ بس جو ہونا تھا ہو چکا..... اب خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ ماں ہونے کے ناطے بیٹے کی دل برداشتگی کے تصور ہی سے اعصاب بکھنے لگے..... انہوں نے

کچن سے باہر جانے سے پہلے پھر ایک گلاس پانی پیا...... جیسے خود کو ریلیکس کر رہی ہوں......

اس معرکے سے نمٹ کر پھر ایک معرکہ درپیش ہوگا...... اشرف علی کا فیصلہ کن انداز۔ بیڈروم میں یقیناً ان کا انتظار ہو رہا ہوگا...... وہ بھی کچھ سنانے کو تیار بیٹھے ہوں گے۔ یہ سب کچھ بھی دانیال کے علم میں لانا ہوگا...... انہوں نے گلاس رکھ کر ایک گہری سانس لی...... اور باہر آ کر دانیال کے کمرے کا رخ کیا۔



دانیال سونے کی تیاریاں کر رہا تھا وہ جلدی سوتا تو نہیں تھا مگر آج پریکٹیکل کی وجہ سے اتنا مصروف رہا کہ ذہنی لحاظ سے بہت شل ہو چکا تھا...... پھر ولی کو ڈراپ کرنے کیلئے مزید بائیک چلانا پڑی اب بس وہ سب کچھ ذہن سے جھٹک کر سونا چاہتا تھا...... حبا تو ہر وقت ہی ذہن میں رہتی تھی۔ ہر کام کے دوران ذہن مسلسل سوچ رہا ہوتا تھا کہ حبا نے کیا Step لیا......؟ کیا انکار کر دیا اگر کچھ کہہ دیا ہے تو اس کا ری ایکشن کیا ہوا؟ آج کھانے پر نانی جان کو اس نے خصوصیت سے واچ کیا تھا کہ شاید وہاں سے کسی "نئی تازی" کا سراغ مل جائے...... مگر ادھر بھی تمام تاثرات اور بات چیت عام معمولات کی تھی...... اپنی طرف سے کچھ کھوجنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا...... وہ ڈرائیر سے اپنے گیلے بال سکھانے لگا...... ابھی تک نائٹ ڈریس کی شرٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے...... ڈرائیر کی شوں شوں کے بیچ اسے دروازے پر دستک کا گمان ہوا۔

"کون......؟" اس نے پوچھا اور ساتھ ہی کلاک کی طرف دیکھا۔

ہاں دانیال...... کھولو...... صادقہ بیگم کی آواز پر اس نے فوراً سوئچ آف کر دیا اور جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ صادقہ بیگم اندر آ گئیں اور خود ہی دروازہ بند کر دیا۔ دانیال بڑی الجھن بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ صادقہ بیگم کے انداز میں ایک غیر معمولی پن تھا۔

آج تو بہت دیر ہو گئی تھی تمہیں...... خیریت رہی ناں بیٹا......؟ وہ یوں گویا ہوئیں جیسے اسی وجہ سے بات کرنے آئی ہوں۔

جی اماں جان خیریت تھی...... پریکٹیکل کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی۔ پھر ولی کو بھی ڈراپ کرنا تھا اس کی بائیک ورکشاپ میں ہے......

اچھا اچھا...... سونے کی تیاری ہو رہی ہے...... کھانا تو کھا لیا تھا ناں......؟ وہ بیڈ کے

قریب پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولیں......

جی......؟ وہ ابھی تک الجھن میں نظر آ رہا تھا...... اسے یقین تھا کہ ماں اس وقت کوئی خاص بات کرنے آئی ہے۔

اچھا بیٹھو ذرا دو منٹ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں...... صادقہ بیگم اب اپنے مقصد پر آ گئیں۔

جی...... دانیال نے ذرا فکرمند سا ہو کر ماں کی طرف دیکھا اور دوسری کرسی گھسیٹ کر ان کے قریب کی اور بیٹھ گیا......اور سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا......

بیٹا بات بہت اہم ہے...... جو پوچھوں اس کا واضح جواب دینا۔ سچی بات یہ ہے کہ تم نے مجھے بہت مشکل میں ڈال دیا ہے...... ایک طرف شیخ صاحب سے مذاق کر کے ایک خاندان کو اپنے پیچھے لگا لیا۔ دوسری طرف حبا سے وعدے وعید کر کے بیٹھ گئے...... جب کہ اتنے دنوں سے گھر میں اس کی شادی کی بات ہو رہی ہے۔ عائشہ آپا کے سسرال کا معاملہ ہے...... بات اتنی آگے بڑھ چکی ہے کہ اپنی بات سے پلٹنا ایک مسئلہ ہو جائے گا۔ پھر ایک تماشہ تھوڑا ہی ہے تمہارے ابا جان تو شیخ صاحب کی بیٹی کا رشتہ مانگنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ آج خان صاحب سے ملنے گئے تھے مجھے لے کر...... بہت مطمئن دکھائی دے رہے ہیں...... اس قدر دولت اور اتنی سادگی و عاجزی ایک ساتھ کہاں دیکھنے کو ملتی ہے...... میں تو بالکل خاموش رہی بولتی بھی تو کیا......

تو اماں جان غلطی تو آپ کی ہے ناں۔ آپ نے ابا جان کو بتایا تو انہیں پتہ چلا۔ ورنہ ان کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوتی۔ دانیال نے سخت ناراض انداز میں ماں سے گلہ کیا۔

بات ہی ایسی تھی...... کیسے نہ کرتی ایک عزت دار انسان پریشان ہو کر ہمارے دروازے پر چلا آیا......

جب ہم کھل کر ان سے معذرت کر چکے ہیں۔ ان کی صاحبزادی جی بھر کر ہماری عزت افزائی کر چکی ہیں تو کیوں آئے...... اب وہ غلطی کر رہے ہیں۔ میرا اب اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں...... آپ ابا جان کو صاف صاف بتا دیجئے۔ دانیال نے اسی طرح آف موڈ میں ماں کو جواب دیا۔

بیٹے مذاق کرنا اور معذرت کرنا یہ تو بڑا آسان اور دلچسپ کام ہے...... چھوٹے بچے کریں تو نظرانداز کیا جا سکتا ہے مگر سمجھدار ہوش مند بچے اگر یہ سب کچھ کریں تو کوئی ان کو عادت

نہیں دیتا...... اور جو حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ مذاق کے نتیجے پر بھی تو انحصار ہے کہ معذرت قبول کی جائے یا نقصان کی تلافی کی جائے...... صادقہ بیگم بہت متحمل انداز میں اسے سمجھا رہی تھیں۔

لیکن اماں جان...... ان کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا شکر ہے کہ نقصان نہیں ہوا۔ ورنہ میں تو خود کو ہمیشہ گلٹی فیل کرتا...... دانیال نے ماں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

لیکن شیخ صاحب آج کل اس وجہ سے بہت خوش ہیں کہ انہیں یہ امید ہے کہ خان صاحب کی کوششوں سے انہیں ان کا من پسند داماد مل جائے گا...... اصل میں وہ اس وقت واقعی ہمدردی کے قابل ہیں...... آستین کے سانپ نے ان کی زندگی وبال کر دی ہے۔

اماں جان یہ ان کا پرسنل افیئر ہے...... ان کو فیس کرنا ہوگا...... اور یہ ان کی بیڈ لک ہے ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں...... دانیال نے بری طرح جھلا کر ماں کی بات کاٹ دی۔

لیکن تمہارے ابا جان کا خیال ہے کہ ایک دن تمہاری شادی کو کرنا ہی ہے۔ جب اتنا اچھا خاندان اور نیک شریف بچی مل رہی ہے تو ہم سنجیدگی سے اس طرف کیوں نہ سوچیں۔ اس خاندان کو بھی سکون مل جائے گا اور ہمارا بھی کوئی نقصان نہیں...... صادقہ بیگم نے اسی طرح صبر، ضبط سے کام لے کر اسے قائل کرنے کی کوشش کی......

حالانکہ ابھی آپ حبا کا ذکر کر چکی ہیں...... میری پسند کے بارے میں جان چکی ہیں پھر بھی اس طرح کی بات کر رہی ہیں...... دانیال ناراض لہجے میں بولتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس کو تو تم بھول جاؤ...... میری بہن کا اپنے سسرال میں تماشہ بن جائے گا۔ ابھی میں تم سے یہی کہنے والی تھی کہ حبا کے بارے میں سوچنا بھی مت اور اس کو الٹی سیدھی پٹیاں پڑھانے کی بھی ضرورت نہیں...... تم نے تو بنا بنایا کام بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ایسی کچھ بات تھی تو تمہیں پہلے بتانا چاہیے تھا...... خود ماں سے بات نہیں کر سکتے اسے کہہ رہے ہو انکار کر دے...... حد ہو گئی...... اب صادقہ بیگم نے خفا لہجے میں بات کی۔

مقصد یہی تھا ماں...... وہ چیپٹر تو کلوز ہوتا کہ میں آپ سے بات کروں...... اس کا تو تیسرا نمبر ہے مجھے کیا پتہ تھا کہ اتنی آفت بچ جائے گی...... میں فائنل سمسٹر کے بعد آپ سے بات کرنے کا پروگرام بنا چکا تھا...... اس نے رخ موڑ کر دبی زبان میں ماں سے یہی بات کہہ دی۔ جو کچھ بھی ان کے دل کو بھی لگی...... اور وہ سوچ میں پڑ گئیں کہ کہہ تو ٹھیک رہا ہے...... واقعی آفت کی تو بچ گئی...... دنوں میں بہت کچھ ہو گیا...... کچھ دیر گہری سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد انہوں نے

جھکا سر اٹھایا اور دانیال کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں...... پر واضح اور قطعی انداز میں بولیں......

بس اب تو جو ہونا تھا ہو چکا...... اس طرف سے اپنا ذہن ہٹا لو...... میں اماں سے کہہ دیتی ہوں کہ بھابی سے بولیں کہ حبا کو سمجھائیں کہ وہ ایک بچیوں کی طرح ماں باپ کا فیصلہ مان لے ہماری طرف سے اس طرح کا کوئی پروگرام نہیں ہے...... پہلے بھی سوچا نہیں تھا اور اب تو جب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... اب تم آرام کرو...... ہو سکتا ہے کل تمہارے ابا جان تم سے تفصیل سے بات کریں۔ میں نے حبا والے معاملے کا انہیں کچھ نہیں بتایا۔ وہ بہت ہی کھرے اور بااصول انسان ہیں میں بچوں جیسی باتیں کر کے ان سے اپنی بے عزتی نہیں کرا سکتی تمہیں جو کہنا ہے ان سے کہہ دینا...... وہ باہر کی طرف قدم بڑھاتے بڑھاتے رک کر بولی تھیں۔

اماں جان...... ابھی ہاں تو نہیں ہوئی ابھی تو بات چل رہی ہے...... منع کیا جا سکتا ہے۔ دانیال تو گویا اپنا آپ بھلا کر ان کے قریب جا کر بولا...... جیسے ماں کی منت کر رہا ہو......

انکار نہیں ہوا...... مگر انکار کر بھی نہیں سکتے...... گھر کا رشتہ ہے۔ انکار کی کوئی بہت خاص وجہ ہونا ضروری ہے...... وہ سرد مہر اور بے مروت سے انداز میں بولیں۔ پھر ایک ناراض سی نظر بیٹے پر ڈال کر بولیں۔

اب میں ان سے یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ میرے بیٹے کو اب ہوش آیا ہے اور حبا کے ساتھ اس کی انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی ہے انہوں نے صادق بھائی کی بچیوں کا کیا تصور جمایا ہوا ہے اس کے بعد تو بھو چاروں کی چاروں "مشکوک" ہو جائیں گی...... میں اپنے نا سمجھ بیٹے کی وجہ سے ان کا اتنا بڑا نقصان نہیں ہونے دوں گی...... نئی نئی بات ہے نکال دو سب کچھ اپنے ذہن سے...... اور خود جا کے اپنے باپ کی بات سنو...... یہ کہہ کر وہ اتنی تیزی سے باہر نکلیں وہ پیچھے سے اماں جان اماں جان پکارتا رہ گیا۔ اور ان کے باہر نکلتے ہی اپنا سر پکڑ کر بیڈ پر دھپ سے بیٹھ گیا...... مایوسی کی کالی گھٹا دل و دماغ پر چھانے لگی...... صادقہ بیگم نے تو ذرا گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ چند لمحے سر تھامے کچھ سوچتا رہا...... پھر ایک موہوم سی امید کے چاند نے گھنے بادلوں کی اوٹ سے جھانکا......

ابا جان کے سامنے ابھی پیشی ہونا باقی ہے...... وہ ان سے فیصلہ کن انداز میں بات کرے گا اس نے گویا عزم کیا...... اس کے ساتھ ہی قدرے ہلکا ہونے کا احساس ہوا...... نیند تو ہوا ہو چکی تھی...... زندگی میں رتجگے جاگنے والی رات آئی تھی...... حبا کی شکوہ کناں آنکھوں کے تیر اور پہاڑ



خان صاحب کی مسز خاصی دیر سے جتی کا دل بہلا رہی تھیں۔ پھر یہ کہہ کر ابھی کھانا لگوا کر آپ کو بلواتی ہوں خان صاحب بھی آتے ہوں گے۔ اُٹھ کر چلی گئی تھیں...... جتی ایک فیشن میگزین کی ورق گردانی کرنے لگی ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ خان صاحب بھی آ گئے جتی ان کو دیکھ کر بچوں کی طرح خوش ہو گئی......

انکل آپ نے بہت دیر کر دی...... پاپا کے پاس سے آ رہے ہیں...... کیا کر رہے تھے پاپا؟

سو گئے تھے...... ؟ میرا پوچھ رہے تھے؟ آپ نے کیا کہا......؟

ارے...... ارے بیٹا...... آرام سے...... اتنے سارے سوال...... میں تو بھول بھی گیا۔ بس آپ کے آخری سوال کا جواب حاضر ہے۔ سامنا ہونے پر سب سے پہلے آپ ہی کا پوچھتے ہیں...... اور ہم انہیں "سب اچھا ہے" کی رپورٹ دیتے ہیں...... آپ بور تو نہیں ہوئیں خان صاحب نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا......

ارے نہیں انکل...... آنٹی نے بالکل بور نہیں ہونے دیا...... بہت مزے کی باتیں کرتی ہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا...... جتی نے تشکرانہ جذبات کے ساتھ جواب دیا۔

گڈ...... آپ کی آنٹی اس وقت آپ کو ڈائننگ میں یاد کر رہی ہیں اور مجھ پر ناراض ہو رہی ہیں کہ آپ کے انتظار میں بچی ابھی تک بھوکی بیٹھی ہے...... خان صاحب اپنے مخصوص انداز میں مسکرائے......

ارے نہیں...... مجھے کوئی بھوک ووک نہیں لگی۔ شام کو چائے پر آنٹی نے اتنا اہتمام کیا تھا پھر اصرار سے کھلایا بھی تھا...... جتی دوپٹہ درست کرتے ہوئے ہنستے ہوئے بولی اسے ہنستا دیکھ کر خان صاحب کا دل باغ باغ ہو گیا......

آپ ہاسپٹل میں ہوں گے اسی وجہ سے لیٹ ہو گئے ہیں...... جتی نے فون کا سوئچ آف کرتے ہوئے اندازاً کہا......

میں آفس میں تھا۔ ہاسپٹل سے تو جلدی نکل گیا تھا۔ خان صاحب نے ایک گہری مگر چور نظر لاشعوری طور پر جتی کے چہرے پر ڈالی......

اتنی دیر تک آفس میں...... کیا آؤٹ سیزن چل رہا ہے......؟ وہ حیرت آمیز انداز میں مسکرائی......

اس سے بھی زیادہ اہم سیزن چل رہا ہے۔ خان صاحب معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولے۔

اوہ...... کوئی کنسائنمنٹ روانہ ہو رہی ہے......؟ اس نے سرسری انداز میں پوچھا

نہیں...... ابھی روانہ کرنے کا سوچا جا رہا ہے...... خیر آپ چلیں...... مزید لیٹ ہو گئے تو آپ کی آنٹی آپ کے سامنے ہی آ کر ڈانٹنے لگیں گی......

اللہ...... جتی نے خاص ادا سے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا...... اور دھیرے سے ہنسی اتنا ڈرتے ہیں آپ آنٹی سے......؟

بیٹا...... سب شریف لوگ ڈرتے ہیں...... خان صاحب خوش دلی سے گویا ہوئے اور جتی ہنستے ہوئے ان کے پیچھے چلنے لگی۔



صادقہ بیگم نے چوروں کی طرح اپنے بیڈروم میں قدم رکھا...... دل سے دعا کر رہی تھیں کہ خدا کرے اشرف علی سو گئے ہوں ان کا ذہن اتنا شل ہو رہا تھا کہ بس اب وہ سو جانا چاہتی تھیں۔ کمرے میں تاخیر سے آنے کا سبب بھی یہی خواہش تھی...... پہلے ماں کے ساتھ اعصاب شکن بات چیت پھر خان صاحب کے آفس میں صبر آزما وقت...... اس کے بعد بیٹے کی جھاڑ پونچھ وہ سچ مچ بہت تھکاوٹ محسوس کر رہی تھیں۔ کمرے کی تیز روشنیاں گل تھیں۔ نائٹ بلب کی مدھم روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی...... چودہ بائی اٹھارہ کا بیڈروم اور کہاں کمزور سا زیرو پاور کا بلب چند لمحے تو جیسے کچھ بھی واضح نہیں ہوا...... پھر کہیں جا کر نظر نے ٹھیک سے کام شروع کیا...... اور طمانیت کی لہر اندر دوڑ نے لگی...... اشرف علی آنکھوں پر بازو رکھے سو رہے تھے۔ انہوں نے بہت آہستگی سے اپنی سونے سے پہلے کی تیاری شروع کی۔ کنگن کھنکنے سے دل دھڑک اٹھتا تھا کہ کہیں اشرف علی کی نیند نہ ٹوٹ جائے...... نیند ٹوٹنے کے بعد فوراً آتی بھی نہیں تھی...... جاگ جاتے تو ضرور کوئی بات شروع کر دیتے......

وہ بہت آہستگی سے بیڈ پر دراز ہوئی تھیں...... اور ٹانگیں سیدھی کر کے ایک گہری سانس کھینچی تھی۔

کیا کر رہی تھیں اتنی دیر تک؟؟ اشرف علی آنکھوں سے بازو ہٹا کر عام سے انداز میں پوچھ رہے تھے۔

صادقہ بیگم تو جیسے اپنی جگہ سے اچھل پڑیں...... پھر خود کو فوراً کنٹرول کرتے ہوئے بولیں......

آپ جاگ رہے ہیں...... میں سمجھی کب کے سو چکے...... وہ بھی یوں بولیں جیسے روٹین کی بات ہو رہی ہو......

نیند ہی نہیں آرہی...... مجھے خود بہت الجھن ہو رہی ہے...... کچھ باتیں آپ سے کرنی تھیں شاید اس وجہ سے نیند نہ آرہی ہو......

صادقہ بیگم کا دل دھک سے رہ گیا...... وہی ہوا جس کا دھڑکا تھا......

میں بہت تھک چکی ہوں کوئی تفصیلی بات ہے تو صبح کر لیں گے...... انہوں نے اپنی عادت کے برخلاف مروت و مصلحت سے کام نہیں لیا کہ واقعی اس وقت ان کی حالت بہت خراب تھی۔ اتنا تو بہرحال انہیں اندازہ تھا کہ اتنی دیر تک اشرف علی انتظار کرنے والے نہیں تھے۔ وہ تو بستر پر لیٹتے ہی خراٹے لینے لگتے تھے آج بستر پر لیٹ کر جاگ رہے ہیں تو ضرور کوئی اہم وجہ ہے۔ ساری زندگی بھاگ بھاگ کر خود کو تھکا مارا تھا کہ کبھی جوابدہی کیلئے شوہر کے سامنے نہ کھڑا ہونا پڑے...... کسی بات پر باز پرس کی نوبت نہ آئے۔ لحاظ کا پردہ نہ اٹھ جائے...... "غیر ذمہ دار" عورت کا طعنہ نہ مل جائے......

مگر اس وقت تھکے ہوئے اعصاب اس قابل نہیں تھے کہ اولاد پر تنقید برداشت کر سکیں۔ وہ تھکن کی وجہ سے خاموش ہو رہی ہیں اشرف علی سمجھیں بیوی ان کی تائید کر رہی ہے......

چلو ٹھیک ہے...... میں سونے کی کوشش کرتا ہوں...... مگر صادقہ بیگم بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لینے سے بلی بھاگ نہیں جاتی...... آپ کو ذرا دل سخت کرنا ہوگا...... یہ کہہ کر اشرف علی نے ان کی طرف سے کروٹ لے لی اور اپنی دانست میں سونے کی کوشش کرنے لگے۔

صادقہ بیگم نے ان کی بات ہی دل میں تائید کی......

ٹھیک تو کہہ رہے ہیں...... آخر کسی فیصلے پر آ کر رکنا تو ہے۔



تاڑ رکنے کا تھا تو کہہ کر چلی جاتیں...... شام کو ان کے من پسند مہمان آرہے ہیں پوتی کی

تاریخ لینے...... اور وہ خوش ہوتا کب...... بڑی دادی صبح صبح شروع ہو گئیں......

دادی...... چھوٹی دادی بہت زور سے یاد آرہی ہیں؟؟ حرا نے اپنے بال سنوارتے ہوئے شرارت سے چھیڑا...... حرا سنا بھی مسکرانے لگیں جیا منظر سے غائب تھی اندر کہیں گھسی ہوئی تھی۔ طاہرہ بیگم ناشتے کے بعد کٹنگ کرنے بیٹھ جاتی تھیں۔ وہ بھی دادی کے قریب ہی بیٹھی تھیں......

اے نوج...... مجھے کیوں یاد آنے لگیں...... وہ تو میرے دل کا درد ہیں...... کسی پر بھوت پریت کا سایہ ہوتا ہے مجھ پر سوت کا سایہ ہے اللہ رکھے...... بگل بانو دادی اپنی عادت کے مطابق جل بھن کر شروع ہو گئیں...... لڑکیاں فس فس کر لوٹ گئیں۔ طاہرہ بیگم بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں...... اور پیشانی پر ہاتھ مار کر بولیں......

توبہ اماں آپ سے بھی...... بے چاری چھوٹی اماں گھر سے گئی ہی کب ہیں...... بیٹی کے گھر گئی ہیں...... دل لگ گیا ہوگا...... پھر بچیاں بھی نانی جان نانی جان کرتی آگے پیچھے پھرتی ہیں مہمان شام کو آئیں گے وہ ان سے پہلے انشاءاللہ گھر آ چکی ہوں گی۔ میری ان سے فون پر بات ہو گئی ہے...... آپ کی چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے...... انہوں نے آخر میں ساس کو سامنے رکھی چائے کی طرف متوجہ کیا......

چائے کے ساتھ ساتھ بڑی دادی کے بخارات بھی تو اڑ رہے ہیں...... تھوڑی دیر میں دونوں بالکل ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ دادی بھی اور چائے بھی...... حرا تھی کہہ کر ہنسی۔ ابھی لڑکیوں کا گھر میں بہن کی شادی کا ہنگامہ شروع ہونے والا تھا...... بہت خوش تھی...... مہندی مایوں ڈھولکی گیت اچھے اچھے کپڑے جیولری...... اس کے لیے تو سب سے خوش کن باتیں یہی تھیں کہ ہر عمر کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں۔

دلہن...... اے سالو (سنبھالو) ماں زبان ہے یا دو دھاری گز کا ڈنڈا...... بڑی دادی بھی لٹھ لے کر ہو گئیں...... سارا غصہ حرا کی طرف Flow ہونے لگا......

طاہرہ بیگم نے ان کا دل رکھنے کی غرض سے فہمائشی نظروں سے حرا کو گھورا تو وہ بال لہراتی جھٹ اندر کمرے میں گھس گئی......

ہر وقت بڑی بوڑھیوں میں بیٹھی رہیں گی تو پکی آپائیں بن جائیں گی وقت سے پہلے۔ مگر یہ بے چاریاں بھی کیا کریں...... آج کل گھر ہی ایسے ہیں ادھر بیٹھ کر بات کرو تو سارے گھر

میں آواز گونجے...... ایک ہماری ڈیوڑھی تھی...... گھر میں کسی سے کوئی کام پڑ گیا تو پورے گھر میں ڈھونڈتے پھرے۔ اتنا بڑا گھر...... دو چار تو گھر میں پتہ ہی نہیں چلتے تھے...... آہ ہا اتنا بول کر انہوں نے ٹھنڈی سانس بھری اور چائے کا کپ اٹھا لیا۔

دادی وہ اتنا بڑا گھر کس نے بیچ کر کھا لیا؟ حما نے مسکراہٹ دبا کر سنجیدگی سے پوچھا۔

حصے لگے ہوئے تھے اس میں دس بیس کے...... سسر دنیا سے سدھارے تو وراثت تقسیم ہو گئی...... ٹکڑے ہو گئے تھے سب حصے دار آ کر...... وہ چائے کا گھونٹ بھر کر بڑے جذبے سے گویا ہوئیں اور روانی سے بولتے ہوئے یہ بھی خیال نہ آیا کہ ان کے بیان میں گرفت کرنے والی بہت سی باتیں ہو گئیں۔ اور وہی ہوا...... حرا ہی کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی اندر سے جھانک کر بولی۔

ایسے بڑے گھر کا کیا فائدہ جس میں دس بیس کے حصے لگے ہوں...... اب یہ گھر ہے تو چھوٹا مگر صرف ابا جان کا ہی ہے ناں......

پھر بولی...... خاموش نہیں رہا جاتا...... جلدی جلدی کام سمیٹو...... مہمانوں کو رات کا کھانا بھی کھلانا ہے...... ابھی سے کام بانٹ لو اپنے اپنے تاکہ سب کام وقت سے ہو...... حیا کہاں ہے؟ اسے کہو مدراس کے کپڑے میرے ساتھ تیار کرائے...... بارہ بجے تک آ جائے گی۔ آج کا وعدہ ہے...... ہزار روپے دے کر جائے گی۔ سمجھو آج کا خرچہ تو نکلا...... طاہرہ بیگم نے عجیب سا شور ڈال دیا تاکہ کسی قسم کی بھی بدمزگی نہ ہو جائے......

ارے دلہن حرا کا منہ پہلے دیکھ لو...... یہ حنا بھی کتنا بولتی تھی...... جب سے بات چیت طے ہوئی ہے۔ مانو منہ میں زبان نہیں رہی...... گل بانو دادی نے جلدی جلدی چائے پیتے ہوئے بہو کو مشورہ دیا۔

طاہرہ بیگم نے ان کی بات پر جھکا سر اٹھا کر حنا کی طرف دیکھا...... رقت سی طاری ہونے لگی شاید میری بیٹی خوش نہیں ہے۔ مگر اچھا نتیجہ آنے تک مجھے صبر سے کام لینا ہوگا...... مراد بہت سمجھدار ہے...... بس بے چارے پر دو ہاجوں کی اسٹیپ لگ گئی ہے...... آہ......

حنا بیٹا...... صفائی ستھرائی تو حیا اور حرا کر لیں گی...... تم بس کچن کا کام سنبھالنا ہما کے ساتھ...... پہلے کھیر بنا لو...... تاکہ دوپہر تک فریج میں رکھنے کے قابل ہو جائے...... وہ ہدایات دینے لگیں...... میوہ اماں کو دے دو...... ہوائیاں کاٹنے کا

دلہن...... میری مانو تو بریانی مت بناؤ یخنی پلاؤ بنا لو...... ساتھ کوئی مسالے والا سالن جدھر چلے جاؤ بریانی دھری ہوتی ہے...... اور یہ ہما تو پلاؤ بناتی بھی بہت اچھا ہے۔ دادی کو شام کی دعوت کا مینو طے کرتے ہوئے بہت مزہ آ رہا تھا۔ دعوتوں سے بڑی خوش ہوتی تھیں صادقہ کے سمجھانے بجھانے پر اب وہ حنا کے رشتے پر کسی قسم کی چبھنے والی باتیں بھی نہیں کر رہی تھیں کچھ صبر بھی آ رہا تھا کہ ہونے والا کام تھا ہو رہا ہے۔

ٹھیک ہے اماں جیسے آپ کہیں پلاؤ بنا لیتے ہیں...... طاہرہ بیگم آج کی تاریخ میں ساس کو ہر صورت خوش دیکھنے کی خواہش مند تھیں حالانکہ ان کا اپنا دل بریانی کی طرف مائل تھا۔

طاہرہ بیگم کے کام سلجھاتے ہی چہل پہل شروع ہو گئی...... حیا بھی باہر آ کر ماں کا ہاتھ بٹانے لگی...... طاہرہ بیگم نے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا اور آہستگی سے پوچھا......

"میں نے ناشتہ کرتے نہیں دیکھا تمہیں...... "طبیعت ٹھیک ہے ناں......؟

جی امی...... ابھی دل نہیں چاہ رہا...... بھوک لگے گی تو کر لوں گی...... لائیں وہ بٹن لگانے والے کپڑے مجھے دے دیں...... وہ بے تاثر انداز میں بات کر رہی تھی...... جیسے کوئی روبوٹ طاہرہ بیگم نے گہری سانس لی اور کپڑے اس کی طرف بڑھانے لگیں......

ماں باپ کے فیصلوں پر سر جھکانے والی بچیاں بڑے آرام میں ہوتی ہیں...... خود سے کوئی فیصلہ کر کے زندگی کتنی بوجھل ہو جاتی ہے...... یہ چھوٹی عمر کا بہت بھاری بوجھ ہوتا ہے۔ مگر یہ بات بہت مشقت کے بعد سمجھ آتی ہے۔ گھر میں بہن کی خوشی ہے...... اپنا موڈ ٹھیک کرو انہوں نے دبے دبے لہجے میں اس کی پژمردگی پر تنقید کی......

حنا چپ چاپ کپڑے سمیٹ کر اندر چلی گئی۔ بڑی دادی کچن کا جائزہ لینے اٹھ چکی تھیں۔



اگرچہ صبح کو بات طے تو ہوا تھا۔ مگر صبح ہوتے ہی رومیں کے کام شروع ہونے کے بعد گھڑی سیکنڈ والی سوئی کے ساتھ بھاگنا پڑتا ہے...... صادقہ بیگم نماز کے بعد اشرف علی کے ناشتے کی تیاری میں لگ گئیں کہ وہ گھر سے جب مرضی جاتے مگر ناشتہ صبح سویرے کرتے تھے۔ صبح کی پاکیزگی وعبادات کے بعد کی ذاتی کیفیت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ حنا نازمہ با تھیں اس ماحول تک شاق گزرتی ہیں۔ دونوں میاں بیوی مصلحتاً خاموش رہے...... اور روٹین کے مطابق سب کام

ہوئے۔ جاسوسی اور "اخباروں" کے مطالعے کے بعد ڈرائیور نے گاڑی ریڈی ہونے کی اطلاع دی اور ان کا بریف کیس اٹھا کر چل پڑا..... صادقہ بیگم انہیں ہمیشہ کی طرح خدا حافظ کہنے پورچ تک آئیں..... مگر آج الوداع کہنے میں کچھ خاص جھجک تھی جیسے ایک دوسرے سے خفا ہوں..... چپ..... خاموش خاموش..... محتاط کہ صبح صبح کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکل جائے کہ دن بھر پریشانی رہے.....

میاں کو رخصت کر کے پلٹیں تو اماں کو لاؤنج میں منتظر پایا.....

"چلے گئے اشرف علی۔"

وہ اپنی دھن میں تھیں ماں کی آواز پر چونک پڑیں..... جی اماں..... آپ بیٹھیے میں آپ کیلئے چائے لاتی ہوں..... صبح کی بھاگ دوڑ میں خیال ہی نہ رہا کہ آپ کو بھی صبح صبح چائے پینے کی عادت ہے..... وہ قدرے شرمندہ سی ہو کر کہہ رہی تھیں.....

ارے چھوڑو..... ابھی بھی صبح ہی ہے..... یہ بچے ابھی تک کمروں سے باہر نہیں آئے۔ کیا بھئی ہے ثریا بیگم نے کلاک کی طرف دیکھتے تعجب سے پوچھا.....

دانیال کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ تو شاید آج چھٹی کرے اگر جانا ہوتا تو اب تک ناشتے کیلئے آ چکا ہوتا۔ دانیال کی بات کرتے ہوئے پتہ نہیں کیوں وہ ایک دم افسردہ نظر آنے لگیں۔

ربیعہ کی تو چھٹیاں ہیں۔ بھلا دیر سے جائے گی..... نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئی ہوگی آپ بیٹھیں اماں میں چائے لاتی ہوں..... وہ یہ کہہ کر آگے بڑھیں.....

ارے اپنے نوکر کو بولو..... وہ کس لیے رکھا ہے..... تم دو گھڑی میرے پاس بیٹھو میں دوپہر تک چلی جاؤں گی۔ مطلب گیارہ ساڑھے گیارہ تک۔ ثریا بیگم نے انہیں آگے بڑھنے سے روکا.....

اماں مجھے اپنا شوق پورا کر لینے دیں کہ ماں کو اپنے ہاتھ سے ایک کپ چائے تو بنا کر پلا دوں۔ پھر پتہ نہیں کب آئیں گی؟ آئیں گی تو پتہ نہیں رات رکیں گی بھی یا نہیں.....؟ اتنے مشکل وقت میں صرف ماں کی موجودگی ہی بہت بڑی ڈھارس ہوتی ہے..... بلکہ ماں اور دنوں سے زیادہ قریب محسوس ہوتی ہے..... انہیں بھی آج اپنی ماں بہت پیاری لگ رہی تھی.....

ثریا بیگم نے آگے بڑھ کر صادقہ بیگم کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر پیشانی پر بوسہ دیا۔

جیتی رہو بیٹی..... سدا سہاگن رہو..... اللہ اولاد کی خوشیاں دکھائے..... بیٹی کی محبت کا اظہار لاتو بے اختیاری ہو گئیں..... پھر اس کی مشکل کا خیال بھی ساتھ ہی آ گیا.....

تمہیں ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں..... جس کام کو درست اور آسان پاؤ وہ کرو اماں میں تو سارے زمانے کی ملامتیں سہہ کر اپنے بچے کی خوشی پوری کر دوں اماں مگر اشرف علی ہمیشہ اصولی بات کرتے ہیں ان کیلئے کوئی دلیل میرے پاس نہیں ہوتی صادقہ بیگم نے افسردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بات کی.....

مجھے معلوم ہے..... بہت نیک نصیب تھے میرے جو اشرف علی جیسا داماد اللہ نے دیا..... ہمارے خاندان کو بھی بہت عزت دی اور میری بیٹی کو بھی..... اگر خوشی سے راضی ہوں تو بسم اللہ..... اگر نہیں تو یہ جانو اللہ کو منظور نہیں..... بغیر کسی بھاری وجہ کے تو وہ انکار نہیں کریں گے..... انکار کر دیں تو خاموش ہو رہنا.....

اماں ان سے یہ بات تو ابھی میں کر ہی نہیں سکی..... کوئی مسئلہ ہے..... مگر میں نے دانیال سے بات کی تھی..... بلکہ اچھی خاصی سنائی تھی..... میں نے اسے جتا دیا ہے کہ اس نے دیر کر دی ہے۔ عائشہ آپا کے سسرال کا مسئلہ ہے..... حیا کی شادی وہیں ہو گی..... یہ لڑکا لڑکی کا ایک دوسرے کو پسند کر لینا اسے محبت کا نام دینا محض وقتی اُبال ہوتا ہے..... تم حیا کی طرف سے اپنا ذہن ہٹا لو..... صادقہ بیگم کچن میں جاتے جاتے رک کر دوبارہ نظریں چرا کر بولیں.....

"پھر کیا بولا.....؟" ثریا بیگم کو تجسس نے آ لیا.....

کیا بولے گا..... کچھ ہے ہی نہیں بولنے کیلئے..... آپ بے فکر ہو کر بھابی سے کہیے کہ وہ اپنا کام کریں اور حیا کو بھی سمجھا دیں..... اتنا اچھا رشتہ بڑے نصیب سے کسی کا ہاتھ آتا ہے..... بچے ہیں ہم ان کی باتوں پر چلے تو ہو گیا کام..... آپ سوچیں..... صادقہ بیگم نے قدرے خفگی اور سنجیدگی سے کہا اور کچن میں چلی گئیں.....

ٹھیک تو کہہ رہی ہے صادقہ..... بڑی ہوئی بات تو روک کر صادقہ اپنے بیٹے کی بات شروع کر دے تو تماشہ نہیں بنے گا جو سنے گا بھی کہے گا۔ پہلے کیا سو رہی تھیں۔ لڑکی سامنے ہی تھی آخر..... ثریا بیگم نے صادقہ کی وزنی بات کا وزن پوری حساسیت کے ساتھ محسوس کیا..... اور گہری سوچ میں گم ہو کر بیٹھ گئیں۔

♥♥♥

خان صاحب تحریم کو لے کر ہاسپٹل پہنچ گئے تھے۔ آج شیخ صاحب ڈسچارج ہو رہے تھے۔ تحریم کی خوشی سے بری حالت تھی۔ خان صاحب کی بیگم بھی ساتھ تھیں۔

پیشنٹ ایڈمٹ تو فٹافٹ ہو جاتا ہے مگر ڈسچارج ہونے کا پراسس بڑا تھکا دینے والا اور صبر آزما ہوتا ہے۔ دنوں کا پھیلاوا سمیٹنا، ڈاکٹروں سے بات چیت۔ ہاسپٹل کے بل کی ادائیگی ڈاکٹروں کی ہدایات۔ دواؤں کی تفصیل۔ وغیرہ وغیرہ...... اسی بھاگ دوڑ میں دو گھنٹے لگ گئے تب کہیں جا کر ہاسپٹل سے باہر آنے کی نوبت آئی۔

توبہ توبہ اللہ بچائے بلکہ اللہ دشمن کو بھی ہاسپٹل سے بچائے...... شیخ صاحب نے کار کی بیک سے پشت ٹکا کر کہا اور آنکھیں موند لیں۔

آپ تو ادھر وی۔ آئی۔ پی پیشنٹ تھے سر...... ذرا سوچئے عام آدمی کی کیا حالت ہوتی ہوگی خان صاحب نے گلا سنوار کر شوخ لہجے سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

ٹھیک کہہ رہے ہیں خان صاحب...... لیکن ہاسپٹل کی تنہا راتوں میں اکثر سوچ بہت گہرائی میں گئی تو بہت سی گرہیں کھلیں...... ایک بات بھی سمجھ آئی کہ جنت سے نکالا ہوا آدم زاد اپنی گم گشتہ راحتوں کیلئے جستجو کرتا ہے...... پہلے پہل یہ سمجھتا ہے کہ شاید دولت کی فراوانی اور سہولتیں اسے ابدی دائمی آرام مہیا کریں گی...... وہ دولت اکٹھی کرنے کے چکر میں نڈھال ہونے لگتا ہے۔ مگر دولت کی کثرت بھی روحانی مسرت کی ضمانت نہیں بلکہ یہ تو کسی انسان کی بہت بڑی آزمائش ہے...... شیخ صاحب خود کلامی کے انداز میں کہہ رہے تھے......

بجا فرما رہے ہیں سر...... دولت کمانے کے چکر میں ہم انسان فطرت سے بہت دور ہو جاتے ہیں...... سکون تو فطرت کے ساتھ دوستی رکھنے میں ہے...... ہماری اندھا دھند بھاگ دوڑ ہمارے رویوں پر اثر انداز ہوتی ہے...... ہماری اخلاقیات متاثر ہوتی ہیں ہمارے پاس مسکراہٹ کا تحفہ دینے کا وقت نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ کائنات لین دین کے قانون کے تحت چل رہی ہے...... سورج روشنی توانائی زرخیزی دے رہا ہے۔ بادل پانی برسا رہا ہے۔ چاند کی روشنی کیمیائی عمل میں کردار ادا کر رہی ہے...... ایک وصول کر رہا ہے ایک مہیا کر رہا ہے...... ہر طرح سے ترسیل کا سلسلہ جاری ساری ہے...... جب ہم وقت تو کیا مسکراہٹ تک نہیں دیتے تو ہمیں کیا ملے گا...... اس کائنات میں تو عمل اور رد عمل کا قانون نافذ ہے...... خان صاحب کی آواز میں بہت اثر انگیزی تھی تحریم اور خان صاحب کی بیگم مبہوت سی ہو کر سن رہی تھیں۔

دو تجربے کی بھٹی میں تپ کر کندن بنے انسان...... اس وقت سورج کی طرح تو انائی بخش روشنی مہیا کر رہے تھے...... وہ روشنی جو دل کی دھند مٹاتی ہے اور انسان کو غور و فکر کی طرف مائل کرتی ہے

"کیا کمال بات کی ہے انکل آپ نے۔" تحریم نے بے ساختہ کہا۔

ارے بیٹا کمال اس ذات کا جس کے ہاتھ میں ہماری ڈور ہے۔ خان صاحب نے عاجزی سے کہا اسی وقت ان کے موبائل پر رنگ ہوئی......

ہو گئی شروع...... ہو گئے شروع ان کے فون...... خان صاحب کی مسز جو تحریم کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ بڑبڑائیں......

جب تک ہماری گھنٹی بج رہی ہے بیگم...... یہ گھنٹیاں تو بجیں گی۔ خان صاحب نے بڑے خوشگوار موڈ میں بولتے ہوئے کال ریسیو کی۔

"جی...... ؟"

"اوہ...... السلام علیکم...... جی...... سر...... بس ہم راستے میں ہیں گھر پہنچنے والے ہیں...... بڑا کرم کیا اللہ نے...... بس آپ سامنے بیٹھ کر کرپی مبارک باد دے دیجئے گا شیخ صاحب کو...... شام پانچ بجے تک آجائیں...... مناسب وقت ہے...... ہماری بہن بھی ساتھ ہوں گی...... ؟

"چلیں پھر...... ٹھیک ہے...... یوں سمجھیں ابھی سے آپ کا انتظار ہو رہا ہے...... اللہ حافظ...... اشرف صاحب......" خان صاحب نے کال آف کر دیا۔

ننھیال کے ربط اشرف علی صاحب کا فون تھا...... آپ کی عیادت کیلئے آنا چاہ رہے تھے میں نے شام کا ٹائم دے دیا ہے اس وقت تک آپ بھی آرام کر کے اٹھ چکے ہوں گے......

"ٹھیک ہے ناں؟" خان صاحب نے موبائل جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

ارے بھئی لنچ پر بلا لیتے آپ...... خیر اب تو آپ کہہ چکے...... ہم تو خود ان سے ملنے کیلئے بے تاب ہیں۔ آج تو پانچ بھی بہت دیر میں بجیں گے...... شیخ صاحب دھیرے سے ہنس دیے۔ خان صاحب بھی ان کے جملے سے محظوظ ہو کر مسکرانے لگے......

تحریم کا دل جیسے چھلانگ لگا نے کو تھا پھر اس زور سے دھڑکا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا...... ساری کائنات جیسے اس کے شور سے گونج رہی تھی۔

اس نے بڑی بے بسی سے باپ کی طرف دیکھا...... یوں لگا کہ زندگی بالکل خالی ہو گئی... اپنی ذات اپنی موجودگی کے احساس کی کوئی اہمیت نہیں رہی...... اسے جتنی بھی سانسیں ملی ہیں وہ اپنے باپ کی زندگی بچانے کے لئے استعمال کرنا ہیں...... وہ تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی... ایک رہن رکھی ہوئی ذات کیا اس میں اتنا حوصلہ ہے کہ باپ خوشی اور طمانیت سے جی رہا ہو اور وہ اس کی مسکراہٹ چھین لے؟ اس کے اعصاب سنسنا رہے تھے...... گویا ایک عمر مسلسل کیلئے اسے زندگی عطاء کی گئی تھی... یہ اس کا مقدر تھا... زندگی کے لیے دیکھے گئے تمام حسین خواب بگولوں کی طرح چکرا رہے تھے...... سارے رنگ دھول میں اٹ رہے تھے۔ اس لیے کہ اسے پتہ تھا وہ اپنے باپ کی مسکراہٹ چھیننے کا تصور بھی نہیں کر سکتی وہ باپ جس نے محبت کا شعور دیا اور پھولوں کے بستر پر سلایا گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں تھی...... شیخ صاحب اور خان صاحب باتیں کر رہے تھے مگر اس کے کانوں سے ٹکرانے والے تمام الفاظ بکھر کر شور میں ڈھل رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔



دلہن...... بس بسم اللہ کرو...... صادقہ اپنی اس بہن کا اور اپنا تماشہ نہیں بنائے گی۔ بات بہت بڑھ چکی ہے...... تمہاری منظوری کے ساتھ ہی نکاح اور رخصتی کی تاریخ بھی طے ہو جائے گی...... چھوٹی دادی نے گھر آ کر موقع ملتے ہی اپنی اور صادقہ بیگم کا نتیجہ سنا دیا۔

طاہرہ بیگم چند لمحے کو اپنی جگہ پتھرا کر رہ گئیں...... ایک ہلکی سی آس تھی کہ شاید صادقہ کوئی راستہ نکال لے اور بچوں کی آرزو پوری ہو جائے......

یعنی بھتیجی کو اس لائق نہیں سمجھتی۔ [illegible] مالدار بیٹے کیلئے غریب بھائی کی بچی کیوں لی؟ چند لمحوں بعد اوسان بحال ہوئے تو طاہرہ بیگم نے تلخی سے کہا......

یہ بات نہیں ہے دلہن...... دل میں برا گمان مت لاؤ...... دیکھو دانیال ابھی پڑھ رہا تھا۔ صادقہ تو اس انتظار میں ہو گی کہ پہلے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو تو وہ اس کا گھر بسانے کا سوچے وہ دانیال سے پہلے دونوں بچیوں کو اپنے گھر کا کرنے کا سوچے بیٹھی تھی۔ ابھی تو اس نے بیٹے کیلئے کسی بچی کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی۔ اور دانیال بھی اسی لئے خاموش تھا کہ پڑھائی پوری ہو جائے تو ماں سے بات کرے۔ اللہ بھلا کرے حمد بانو کا کہ وہ آ گئیں رشتے ڈھونڈتی ہوئی مانو سوتے ہوؤں کو جگا دیا...... چھوٹی دادی نے بڑے سکون اور سمجھداری سے طاہرہ بیگم کو [illegible]

طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی......

لیکن اماں میں کیا کروں جب بچی راضی نہیں...... کس طرح بانو آپا کو ہاں کہہ دوں...... اگر کچھ کر بیٹھی تو......؟ طاہرہ بیگم نے اضطراری کیفیت میں اپنا دوپٹہ درست کرتے ہوئے پوچھا......

ہاں...... یہ مسئلہ تو ہے۔ البتہ اگر دانیال خود کہہ دے کہ فی الحال میرا کوئی ارادہ نہیں تم اپنے والدین کا فیصلہ مان لو...... تو وہ کچھ نہیں کر سکے گی۔ بس ذرا دل ٹوٹے گا۔ مگر بانو کے گھر میں جو دیکھے گی تو سب کچھ بھول جائے گی...... چھوٹی دادی نے بہت عقل کی بات کی جو آخری راستہ تھا......

تو اسے میں کہوں کہ دانیال نے انکار کر دیا ہے؟ اب میں فلموں ڈراموں کی طرح دانیال سے اس کی بات تو نہیں کراؤں گی۔ طاہرہ بیگم کو تو جلدی کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ دانیال کے واپس ہو جانے کے بعد تو وہ کسی قیمت پر سرمد کا رشتہ ٹھکرانے کی ہمت نہیں کر سکتی تھیں۔ قدرتی طور پر سرمد کی بات چل رہی تھی ان کا ذہن بنا ہوا تھا۔ بیچ میں دانیال کا مسئلہ آ گیا تو سوچ کئی حصوں میں بٹ گئی۔ دل نے کہا یہ بھی ٹھیک ہے...... مگر اب تو ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ حنا کے ساتھ ہی حیا کو بھی رخصت کر دیں......

ہاں اماں آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں...... بے چاری صادقہ کا بھی کوئی قصور نہیں میں اسے کیوں برا بھلا کہوں۔ اب تو سب ہی کی عزت کی بات ہے...... شادی تو اس کی بانو آپا کے بیٹے ہی سے کرنا پڑے گی...... عمر بھر کو دل میں گرہیں پڑ جائیں گی...... بعض اجنبی بن جائیں گی...... بس غلطی تو دانیال کی ہے...... اسے اپنے دل کی بات حیا تک پہنچانا ہی نہیں چاہئے تھی جب وہ کسی قابل ہی نہیں تھا۔ مگر فلمیں ڈرامے دیکھ کر بچے خود بھی الگ دنیا بسا کر بیٹھ جاتے ہیں...... طاہرہ بیگم ایک نئے جذبے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں جیسے چکراتے مسافر کو اچانک منزل کے آثار نظر آ گئے ہوں......

مجھے تم سے یہی امید تھی بیٹی کہ تم ہوش مندی سے کام کرو گی...... مانو طوفان آتے آتے رک گیا۔ بس تھوڑی گرد اڑی ہے چند دنوں میں بیٹھ جائے گی......

جی اماں...... بس آپ بھی تیاری شروع کر دیں حنا کے سسرال والے بھی پہنچنے والے ہوں گے۔

میری کیا تیاری بیٹی...... نہا دھو کر صادق کے گھر سے نئے کپڑے بھی پہن لیے تھے تم کوئی کام بتاؤ گھر کا۔ کیا پکنا ہے کیا لانا ہے؟ وہ بھی اب فکر سے اُٹھ کھڑی ہوئیں......

سودے کی لسٹ بنا کر صبح ہی ان کو دے دی تھی...... اب منگانا تو کچھ نہیں بس کھانے اور برتنوں کی تیاری مہمانوں کے اُٹھنے بیٹھنے کا انتظام بھی کچھ کرنا ہے...... طاہرہ بیگم کچن کا جائزہ لیتے آگے بڑھ رہی تھیں ذرا سی ذرا رُک کر بولیں......

چلو شکر ہے...... اللہ بچی کا نیک نصیب کرے۔ بڑی بھاری ذمہ داری اُٹھانے جا رہی ہے۔ چھوٹی دادی دل ہی میں دُعا کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔



حبا کو کھوج تو تھی کہ چھوٹی دادی پھوپھو کے گھر سے کیا سندیسہ لائی ہیں۔ اس نے ان کے چہرے سے بھی کچھ اخذ کرنے اندازہ لگانے کی کوشش کی مگر وہ مہمانداری کے جوش میں اور بچی کی متوقع شادی کی ٹینشن میں کہ چند دنوں میں کتنے ضروری کام کرنا ہوں گے اتنی مگن دکھائی دیں کہ وہ ان کے چہرے سے بھی کچھ اندازہ نہ کر پائی البتہ اپنی بے چینی کو قرار دینے کیلئے اس نے گھر میں بچی افراتفری سے فائدہ اُٹھا کر ڈائرکٹ دانیال کو ڈائل کرنے کی کوشش کی مگر دو تین مرتبہ کی ٹرائی کے بعد بھی جواب موصول نہیں ہو رہا کی ریکارڈنگ سنائی دی۔ ناکامی نے اور زیادہ چڑچڑا کر دی۔ ایک دو کاموں سے جان چھڑا کر اس نے آخری مرتبہ کوشش کی مگر اس کا دل دھک سے رہ گیا اس مرتبہ Powered off ہونے کی اطلاع تھی...... یعنی وہ اس کی کال اٹینڈ کرنا نہیں چاہتا...... اس نے بار بار رنگ کیا تو اس نے اپنا سیل ہی سوئچ آف کر دیا......؟

اب تو اس کے اندر وحشتیں ناچنے لگیں...... یعنی کہ...... یعنی کہ......

شدید بحران میں یعنی کہ اسے آگے قیامتوں کے اندیشے ہی ہولاتے ہیں...... کسی خوشخبری کا دلاسہ نہیں ہوتا...... وہ تو اتنی کمزوری محسوس کرنے لگی جیسے کئی دن سے بیمار چلی آ رہی تھی۔ گھر میں رونق تھی مہمان آ چکے تھے۔ چہروں پر خوشی کی روشنیاں تھیں۔ لذیذ کھانوں کی خوشبوؤں سے سارا گھر مہک رہا تھا۔ مہمان حبا کیلئے بہت قیمتی تحائف مٹھائی اور پھلوں کے بڑے بڑے ٹوکرے لائے تھے...... گھر میں شادی کی تاریخ رکھی جا رہی تھی۔ بے ساختہ گھر میں ایسا دن زندگی کے یادگار دنوں میں سے ہوتا ہے...... اور گھر کے ہر فرد کیلئے یادگار...... مگر وہ تو بوڑھوں کی طرح شل اور نڈھال سی محسوس کر رہی تھی خود کو......

میرا منہ کھلوا کر کیا ہونٹوں پر تالے ڈال کر بیٹھ گیا ہے......؟ اس خیال ہی سے ساری کائنات دھول میں اُٹی جا رہی تھی......

ارے حبا یہ تم اسٹور میں کونسے خزانے دریافت کر رہی ہو......؟ کھانا لگواؤ...... باہر خواتین کی اچھی اچھی باتیں سنو...... ہما اسے ڈھونڈتی ہوئی اسٹور تک آ گئی تھی...... اور اسے بہت حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

ہاں آ رہی ہوں...... وہ ایک دوپٹہ ڈھونڈ رہی تھی...... (گم تو کچھ بھی نہیں ہوا آپا...... اَنا پڑا کہ پڑا ہے کس عدالت کی زنجیر عدل ہلاؤں؟)

ہاں مبارک ہو...... اگلے مہینے کی چھ تاریخ طے ہو گئی ہے...... فوزیہ پھپھو تو بارہ دن ہیں ہمارے پاس۔ وہ تو تین چار دن بعد کہہ رہے تھے بڑی دادی نے شور مچا دیا کہ اُترتے چاند میں بیاہ نہیں کروں گی...... میری اُترتے چاند میں ہوئی تھی دیکھ لو آنگن بٹ گیا تھا میرا...... بے چاری مہمان خواتین تو ڈر گئیں بولیں۔

چلیں اماں جیسے آپ کی خوشی...... ہما ہنستے ہوئے بتا رہی تھی...... پھر حبا کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولے......

پانچ کمروں کا بنگلہ مہر میں لکھ کر دے گا لڑکا...... مزے آ گئے موٹی کے...... ہما واقعی دل سے خوش ہو رہی تھی سب سے بڑی ہونے کے ناتے فطری طور پر اس میں بڑا پن تھا اور بڑا دل تھا۔ بے چاری اتنی موٹی بھی نہیں ہے...... ہم سوکھی ماریوں کے بیچ میں ذرا کھاتی پیتی نظر آتی ہے حبا نے بھی بڑی مہارت سے خود پر کنٹرول کرتے ہوئے مسکرا کر کہا اور اسٹور کی لائٹ آف کر دی...... پھر واپس آتے ہوئے سنجیدگی سے بولی......

بنگلہ تو سب دیکھ رہے ہیں ان پر پڑنے والی ذمہ داریاں بھی تو دیکھیں۔ دو دو بچے پالیں گی وہاں جا کر اب اتنا تو ان کے ساتھ ہونا چاہیے

چھوڑو اس خوشی کے موقع پر ایسی باتوں کو...... چودہ پندرہ بندوں سے بھرے گھروں میں بھی تو لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے...... ہما اس وقت بدمزہ ہونے کے موڈ میں نہیں تھی......

اب تو گول نانی سونے کے بندے لیے بغیر اس کی جان نہیں چھوڑیں گی...... حبا نے بھی ہما کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے خوش دلی کا مظاہرہ کیا......



صادقہ بیگم کو حنا کی تاریخ میں بلایا گیا تھا مگر وہ پتہ نہیں کیوں طاہرہ بیگم کے سامنے جانے کا حوصلہ نہیں کر پائیں جیسے اچانک نند بھاوج کے درمیان ان دیکھے فاصلے در آئے تھے جیسے حنا کیلئے انکار کر کے انہوں نے کوئی گناہ کیا تھا...... اشرف علی آج کافی لیٹ آئے تھے کھانا بھی کہیں کھا کر آئے تھے۔ واش روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی اور وہ اس سوچ میں تھیں کہ باہر آکر وہ اگر دانیال کی شادی کی بات چھیڑ دیں تو وہ جواب میں کیا کہیں؟ دانیال کی شادی وہاں ممکن نہیں تو وہ کہیں اور بھی کرنے کو راضی نہیں ہوگا...... کیا باپ بیٹے میں ٹھن جائے گی؟ اشرف علی پھر کیا فیصلہ سنائیں گے......

واش روم کا دروازہ کھلا اور اشرف علی باہر آگئے۔ سلیپر اتارتے ہوئے انہوں نے صادقہ بیگم کی طرف دیکھا جاگ رہی ہیں صادقہ......؟

جی...... ایسے ہی بس نیند نہیں آرہی...... آج تو آپ کافی لیٹ ہو گئے......؟ وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

ہاں بس ایک دم دو تین ضروری کام نکل آئے۔ حالانکہ میں شیخ صاحب کی طرف جانا طے کر چکا تھا مگر وہاں بھی نہیں جا سکا...... وہ گھر شفٹ ہو گئے ہیں...... اب سوچ رہا ہوں کل آپ کو ساتھ لے کر شیخ صاحب کے گھر جاؤں اس طرح سے دو فائدے ہوں گے ایک تو میری شیخ صاحب سے ملاقات و مزاج پرسی۔ دوسرے آپ بچی کو بھی دیکھ لیں گی اور اگلے مرحلے کیلئے ذہن بن جائے گا...... اب اگر فرض کریں کہ لڑکی کا رنگ صاف نہیں ہے تو بھی ہمیں رشتہ تو اب اسی سے کرنا ہے...... اس لیے کہ شیخ صاحب تو اپنے طور پر فیصلہ کیے بیٹھے ہیں......؟

اگر دانیال راضی نہ ہوا تو کیا آپ جوان بیٹے کے ساتھ زبردستی کریں گے......؟ انہوں نے ڈرتے ڈرتے ان کی بات کاٹ کر کہا......

بالکل زبردستی کریں گے۔ کھیل ہی اس نے شروع کیا ہے...... میں ایک ہارٹ سپیشلسٹ کی موت کا ذمہ دار بیٹے کو بنانے کے بجائے اس کے ساتھ زبردستی کرنا پسند کروں گا...... زندگی کے اسی دریچے سے وہ مستقبل کا ذمہ دار انسان ثابت ہوگا...... اور اسے ہماری رضامندی کے بعد اعتراض و انکار کرنا بھی نہیں چاہیے...... یہ تو اس کی قسمت ہے کہ اس نے شہر کے بڑے رئیس کے ساتھ مذاق کیا جو شریف و عزت دار اور خاندانی بھی ہے...... اس شادی سے تو میرا اپنا بزنس بڑھے گا میں اپنے اکلوتے بیٹے کیلئے اس سے کم سوچ بھی نہیں سکتا...... اشرف علی بیوی سے بیزاری

لئی صاف صاف بات کر رہے تھے......

تو یہ کہیے ناں کہ آپ نے اصل میں اپنا فائدہ سوچ لیا ہے...... صادقہ بیگم ہی زبان میں ذرا طنزیہ بولیں......

"تو اس میں ہمارے بیٹے کا کیا نقصان ہے......؟" اشرف علی نے برجستہ پوچھا......

اس کا دل ٹوٹ جائے گا...... کم از کم انسان کو اپنی شادی کے دن تو خوش ہونا چاہیے۔ صادقہ بیگم نے ماں ہونے کے ناطے بیٹے کے ساتھ ہونے والی متوقع زبردستی کے خیال سے اداس ہو کر کہا۔

دل ٹوٹ جانے کے بعد بھی انسان زندہ رہتے ہیں...... زندگی خود انسان کو بہت کچھ سکھا دیتی ہے۔ میں نے تو محبت کی شادیاں کرنے والوں کو دیکھا ہے کہ محبت کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار تھے مگر ایک دوسرے کے بغیر رہنے کو تیار نہیں تھے۔ پھر ان میں بہت جلد طلاقیں بھی دیکھیں اور یہ بھی دیکھا کہ بیوی کسی وجہ سے اللہ کو پیاری ہو گئی تو چہلم کے فوراً بعد دوسرا نکاح فرما لیا...... اور اتنا مگن ہوئے کہ قبر پر فاتحہ تک پڑھنا یاد نہ آیا......

زندگی بہت پریکٹیکل ہے صادقہ بیگم...... اس دنیا میں دل ٹوٹتے ہیں تو دل جڑنے کے بھی بہت سامان ہیں...... شادی کے چند دن بعد ہی آپ دیکھ لیجئے گا اپنے بیٹے کو۔ بیوی کو شاندار سی مرسڈیز میں بٹھائے شہر میں تفریح کر رہا ہوگا...... اشرف علی نے ٹاول سے سر خشک کرتے ہوئے بڑے مستحکم لہجے میں دلائل دیے......

"صادقہ بیگم نے گہری سانس لے کر شوہر کی طرف دیکھا۔"

جب آپ کچھ طے کر لیں تو آپ کی بات کون بدل سکتا ہے...... وہ بجھے بجھے انداز میں بولیں۔

زندگی میں اچانک ہونے والی گہما گہمی کا ذمہ دار آپ کا بیٹا ہے صادقہ بیگم۔ میں نے تو ابھی تک اس کی شادی کے بارے میں کچھ سوچا ہی نہیں تھا......

اُف یہ میری اپنی غلطی ہے...... شوہر کو ہر بات بتانے کی عادت نے آج یہ دن دکھایا...... میں نے خان صاحب کی آمد کا ان سے ذکر ہی کیوں کیا...... میں نہ بتاتی تو ان کو قیامت تک پتہ ہی نہیں چل سکتا تھا۔ لیکن میری اپنی دلچسپی بھی تو پیدا ہو گئی تھی خان صاحب کا انداز ہی ایسا تھا۔

"مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ حبا میں دلچسپی لے رہا ہے۔"

وہ لیٹ کر سوچ رہی تھیں...... کروٹ کے بل لیٹی ہوئی تھیں۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی رخسار کے نیچے تھی۔ اشرف علی نے بال سنوار کر آئینے میں ان کی طرف دیکھا......

شام چار بجے تک تیار رہیے گا...... بہر حال میں شیخ صاحب کے رشتہ کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں...... یہ سب میرے تصورات کے عین مطابق ہے...... الحمدللہ۔

صادقہ بیگم خاموشی سے سن رہی تھیں۔



متوسط طبقے میں عموماً کسی دعوت کے بعد گھر والوں کو کہیں رات گئے کاموں سے نجات ملتی ہے۔ عارضی نشستیں سمیٹنا۔ جھوٹے برتنوں کا ڈھیر دھونا...... چیزیں واپس اپنی جگہ پہنچانا۔ کرائے والے گھر میں تو دعوت ختم سب اپنے اپنے بیڈ روم میں سونے لگے ہوئے ہوتے ہیں...... صبح اٹھے اور روٹین کے کام شروع......

مہمانوں کو رخصت ہوئے ایک ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا تھا۔ مگر چاروں لڑکیاں اور طاہرہ بیگم ابھی تک مصروف تھیں۔ سب سے پہلے تو بچا ہوا کھانا سنبھالنا تھا۔ پھر اس کے بعد ڈھیروں فروٹ اور مٹھائی کا ٹھکانہ بنایا...... چیزیں واپس اپنی جگہ رکھیں۔ برتنوں کا ڈھیر دھلا بعد میں سب پر تھک پڑا رہ جائے گئے کہ صبح تک خشک ہوں گے تو ٹھکانے پر پہنچیں گے......

دونوں دادیاں اور صادق حسین تو اپنے بستروں پر جا چکے تھے......

حرا نے سارے گھر میں جھاڑو لگائی مگر چپکے چپکے دونوں دادیاں مغرب کے بعد گھر میں جھاڑو لگانے پر سخت ہنگامہ کرتی تھیں کہ سورج چھپنے کے بعد جھاڑو پھیرنے سے گھر میں برکت ختم ہو جاتی ہے......

مگر حبا کو تو زمین پر چلتے ہوئے کرکراہٹ محسوس ہونے سے سخت الرجی تھی اسے تو نیند ہی نہیں آتی تھی امی نے پیار سے پچکار کر حرا کو جھاڑو لگانے پر آمادہ کیا تھا......

توبہ امی...... دعوت چھوٹی ہو یا بڑی کام تو ایک سا ہوتا ہے...... حبا نے ماں کو مٹھائی سنبھالتے دیکھا تو تھکن سے چور انداز میں بولی......

بیٹا نصیب والے گھروں میں دعوتیں ہوتی ہیں۔ چلو اچھا ہے چلتے ہیں۔ لیکن ہمارے گھر میں پھر کچھ کام کی بچت ہو جائے گی...... وہ مسکرائیں۔ حبا کو سویٹس کے ڈبے سنبھالتے ہوئے وہ خوشدلی سے مسکرا رہی تھیں......

وہ کیسے امی......؟ حبا نے ایک ڈبہ کھول کر اپنی پسند کی مٹھائی نکال کر کھانا شروع کر دی۔

بھئی حبا اور حنا ایک ہی دن رخصت ہو جائیں گی۔ دو کام ایک دن میں ہو جائیں گے......!!

وہ اسی طرح مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ کسی ماں کیلئے بیٹیوں کے اپنے گھر کا ہونے کا احساس ہی بہت خوش کن ہوتا ہے۔

ہیں......؟ لیکن ابھی حبا کی تاریخ تو نہیں رکھی گئی...... حبا نے حیرت سے پوچھا مٹھائی کھانا بھول گئی۔

دور کا معاملہ ہے ساری باتیں فون پر ہی ہو رہی ہیں۔ وہ تو ہمارے انتظار میں بیٹھے ہیں ہم کل انہیں تاریخ بتا دیں گے...... وہ تو جہاز سے بارات لے کر آئیں گے ہوٹل میں ٹھہریں گے اور اسی رات کی صبح دلہن لے کر واپس لاہور چلے جائیں گے......

اوہ...... یہ تو بہت ہی مزیدار سین ہو گیا...... حرا جھاڑو دے کر پاس آ کھڑی ہوئی۔ حنا اب ایک طرف کرسی پر بیٹھی بریانی کھا رہی تھی...... اسے شاید اب فرصت ملی تھی اسے ہمیشہ سے بہت سکون سے کھانا کھانے کی عادت تھی۔

حبا بڑے پتیلے کچن سے دھو کر باہر لا رہی تھی...... تخت تک پہنچتے پہنچتے اس نے اماں اور طاہرہ بیگم کی ساری بات سن لی تھی......

بڑے پتیلے تو جیسے کائنات کا بوجھ بن گئے بمشکل خود کو گھسیٹ کر آگے بڑھی اور پتیلے تخت پر ٹکا کر وہیں بیٹھ گئی۔

مہر لگ گئی...... ؟ فیصلہ ہو گیا...... ؟ تب ہی فون اٹینڈ نہیں کر رہا...... بزدل، کم ہمت...... کیا میں ایک فلرٹی کیلئے آنسو بہاؤں......؟ ایک دھوکہ باز کو کھونے کے غم میں آنسو بہاؤں......؟ اگر وہ یہ سوچ رہا ہے ایک لڑکی اس کے غم میں رو رو کر جان دے دے گی تو اس نے غلط سوچا ہے...... سارا بوجھ مجھ پر ڈال کر سرخرو ہونا چاہ رہا تھا...... میں انکار کر دوں...... کر دیا میں نے انکار...... پھر کیا کر لیا اس نے......؟ اتنا کمزور نکلا...... میرا آئیڈیل ایک کمزور مرد تو کبھی بھی نہیں رہا...... اگر مجھ سے محبت تھی تو لڑتا میرے لیے چلو شکر...... خواب جلد ہی ٹوٹ گیا...... قید سے

رہائی مل گئی...... کوئی بوجھ تھا جو اتر گیا...... اس نے اپنے ریزہ ریزہ وجود کو سمیٹا اور اٹھ کھڑی ہوئی......

''اور ہما اور ماں کے قریب چلی آئی۔''

چلیں بھئی ہم بھی مٹھائی کھائیں...... اب فرصت ملی ہے...... اس نے آکر مٹھائی میں ہاتھ مارا۔

''ہما اسے دیکھ کر مسکرائی۔''

تمہارا تو بغیر مٹھائی کے سب کام ہو گیا...... تم بھی سامان سمیٹو دس بارہ دن کی مہمان ہو اب طاہرہ بیگم نے ذرا سہم کر حبا کی طرف دیکھا کہ جانے وہ کیا بولے گی۔

یہاں تو سب کام چھو منتر سے ہو رہے ہیں آپ اپنی خیر منائیں کہیں ایسا نہ ہو ہم سے پہلے آپ اپنا بوریا بستر سمیٹ رہی ہوں...... حبا نے گلاب جامن منہ میں ڈالتے ہوئے مذاق کیا تو طاہرہ بیگم پر تو جیسے شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی...... دل کو پنکھے سے لگ گئے......

ہاں بیٹی اللہ سے دعا کرو...... اللہ اس کا مقدر بھی جلد کھول دے...... انہوں نے گہرے اطمینان کی کیفیت میں اترتے ہوئے بڑے جذبے سے دعا کی......

آمین...... ویسے امی یہ شادی کے بعد ہی مقدر کھلتا ہے...... شادی سے پہلے بغیر مقدر کے زندگی گزر رہی ہوتی ہے......؟ حبا نے والہانہ ہما کے گلے میں بازو ڈال کر شرارتاً پوچھا......

طاہرہ بیگم کے تو خوشی سے اوسان جاتے رہے...... حبا تو انہیں مسلسل حیران کیے جا رہی تھی۔

شادی کے بعد ہی تو عورت مکمل ہوتی ہے بیٹی...... شوہر اور بال بچوں سے تو عورت ذات بھاری ہوتی ہے۔ اللہ سب کی بیٹیوں کو نیک کرے۔ جیسے میری مشکلیں آسان ہو رہی ہیں اللہ کل کی مشکلیں آسان کرے۔ آمین۔

وہ جلدی جلدی کام سمیٹنے لگیں...... ہاتھ پیروں میں نئے سرے سے بجلیاں دوڑنے لگیں۔

آخر میری اولاد ہے...... رکھ لیا میرا بھرم...... ماشاءاللہ بہت سمجھدار ہے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھیں...... حبا کھانا کھا کر سونے کیلئے جا چکی تھی وہ بہت چپ چپ تھی اور طاہرہ بیگم کو اس دن کا انتظار تھا جب وہ شادی کے بعد پہلی مرتبہ مراد کے ساتھ ماں کے گھر آئے گی...... اور وہ

اس کے چہرے پر سچی خوشیوں کی چمک دیکھ رہی ہوں گی۔

♥♥♥

بیلا کالج چلی گئی تھی ربیعہ گھر پر تھی۔ دانیال بھی ابھی تک سو رہا تھا...... وہ کب سے اس کے جاگنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ آخر اسے بتانا بھی تو بہت ضروری تھا کہ تمہارے باپ نے تمہاری شادی کا فیصلہ کر لیا ہے اور آج ہم پہلا مرحلہ طے کرنے جا رہے ہیں...... رات تو وہ لیٹ آیا تھا...... انہوں نے جان بوجھ کر اس کو چھیڑنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ کہیں غم و غصے میں بھوکا ہی نہ سو جائے۔

اب جبکہ شیخ صاحب کے ہاں جانا طے ہو گیا تھا تو ایک بے قراری سی لگ گئی تھی کہ اتنا اہم فیصلہ اس کو تو پتہ چلنا چاہئے۔ ان کی طرح وہ بھی کچھ کر تو نہیں سکتا جبکہ غلطی بھی اسی کی ہے......

تقریباً گیارہ بجے کے قریب انہوں نے پھر ملازم کو بھیجا کہ دیکھ کر آئے دانیال صاحب اٹھ گئے ہیں یا نہیں اٹھ گئے ہیں تو ناشتے کیلئے بولو......

ملازم چند منٹ بعد واپس آ گیا تھا یہ خبر لے کر دانیال صاحب نیچے آ رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ جلدی جلدی ناشتے کے لوازمات سجانے لگیں ساتھ ہی وہ الفاظ بھی ترتیب دے رہی تھیں جو اس کو سمجھانے بجھانے کیلئے بولنا تھے۔

اس کا پسندیدہ بیسن کا حلوہ مائیکرو ویو میں گرم کرنے رکھا ہی تھا کہ دانیال ڈائننگ میں آ گیا اور بڑی سنجیدگی سے ماں کو سلام کیا......

وعلیکم السلام...... طبیعت ٹھیک ہے بیٹا آج دیر تک سوتے رہے یونیورسٹی کی چھٹی ہے کیا......؟

وہ غور سے اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر پوچھ رہی تھیں۔ لہجے میں فکرمندی سی تھی......

چھٹی تو نہیں تھی اماں جان بس کچھ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے...... صبح اٹھنے کی ہمت نہیں ہوئی وہ نظریں چرا کر کہتے ہوئے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا...... اور سلائس پر مکھن لگانے لگا......

کیا ہوا؟ خدانخواستہ بخار ہے۔ صادقہ بیگم سب کچھ بھول بھال کر پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

نہیں بس ایسے ہی سر میں درد تھا...... تھوڑا ریسٹ کروں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا آپ فکر مند نہ ہوں...... اس نے بے نیازی سے جواب دے کر سلائس پلیٹ میں رکھ دیا اور چائے نکالنے

میں نے تمہارے لیے یہ بیسن کا حلوہ گرم کیا ہے...... گرم گرم کھا لو...... وہ ہاٹ پاٹ کھول کر پلیٹ نکالنے لگیں...... دانیال خاموش رہا اور سلائس کا Bite لے کر چائے کا کپ اٹھا لیا......

صادقہ بیگم کھانے پینے کی چیزیں اس کے سامنے رکھتے ہوئے کھانے کی تاکید کرنے لگیں۔ اندر سے بری طرح اُلجھ رہی تھیں اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر جیسے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اور بات اتنی ضروری تھی کہ آسمہ کے رشتہ کو ٹالا نہیں جا سکتا تھا...... وہ چپ چاپ اس کے سامنے بیٹھ کر ناشتہ ختم ہونے کا انتظار کرنے لگیں......

آپ ناشتہ کر چکیں؟ دانیال ان کو یونہی سوچ میں گم دیکھ کر پوچھنے لگا......

ہاں...... میں تو بہت سویرے تمہارے ابا جان کے ساتھ ہی کر لیتی ہوں...... تم یہ خاگینہ کیوں نہیں لے رہے...... چھوٹے بچوں کی طرح سلائس کھائے جا رہے ہو...... بیٹا پورا دن پڑا ہے۔ ناشتہ ٹھیک سے کیا کرو...... انہوں نے کوئی تو بات کرنا تھی آخر......

جی میں لے رہا ہوں...... اس نے یہ کہہ کر تھوڑا سا خاگینہ پلیٹ میں نکالا۔ صادقہ بیگم نے جلدی سے گرم پراٹھا ہاٹ پاٹ سے نکال کر اس کے سامنے رکھا...... اور پھر خاموشی سے بیٹھ گئیں......

دانیال نے ماں کو کبھی خواہ مخواہ سامنے بیٹھا نہیں دیکھا تھا جب وہ بچوں کو ناشتہ کرا رہی ہوتی تھیں تو بس کچن اور ڈائننگ میں چلتی پھرتی ہی نظر آتی تھیں......

کوئی بات ہے اماں جان...... آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں......؟ اس نے پوچھ کر گویا صادقہ بیگم کی مشکل ہی آسان کر دی......

ہاں بات تو ہے مگر تم پہلے ناشتہ کر لو...... اصل میں پھر شاید بات کرنے کا موقع نہ ملے مجھے کہیں جانا ہے تم بھی کہیں نکل جاتے ہو تو آنے کا کچھ پتہ نہیں ہوتا......

میں ناشتہ کر رہا ہوں آپ بات کریں...... میں سن رہا ہوں۔ اس نے بڑی بردباری سے ماں کو کہا۔

نہیں نہیں تم ناشتہ کرو آرام سے...... دس پندرہ منٹ سے کوئی فرق نہیں پڑتا میں ذرا ایک ضروری فون کر لوں تم ناشتہ کر کے لاؤنج میں آ جاؤ...... وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہو گئیں۔

دانیال جواب میں خاموش رہا مگر اس کے چہرے سے اندرونی خلفشار آشکار تھا۔



صادقہ بیگم نے لاؤنج میں آ کر ذرا ڈرتے ڈرتے طاہرہ بیگم کو فون ملایا تاکہ مبارک باد بھی دیں اور ساتھ ہی ان کے تاثرات کا بھی اندازہ ہو جائے...... آخر فائنل جواب پہنچانے کی ذمہ داری بھی تو ان کی تھی۔

نور بانو کے تو صبح شام فون آ رہے تھے کہ کیا پروگرام ہے کب کی تاریخ کا سوچا...... انہوں نے نمبر ڈائل کیا تو دوسری طرف طاہرہ نے اٹھایا...... سلام دعا کے بعد اس نے ماں کو بلایا۔

طاہرہ بیگم نے جس خوش دلی سے سلام کا جواب دیا ان کی آواز سن کر صادقہ بیگم کے سر سے تو جیسے منوں بوجھ اتر گیا۔ طاہرہ بیگم کل ان کی غیر حاضری کی وجہ بھی پوچھ رہی تھیں اور نہ آنے کا گلہ بھی کر رہی تھیں۔ انہوں نے جواب میں طبیعت کی خرابی کا عذر پیش کیا اور مبارک دینے کے بعد اگلے روز آنے کا وعدہ کیا۔ اور اس کے بعد سب کی خیریت پوچھ کر خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

فون بند کرتے ہی دانیال لاؤنج میں آ گیا اور خاموشی سے ان کے مقابل بیٹھ گیا......

جی اماں جان...... کیا ضروری بات کرنا رہ گئی ہے اب...... کوئی خاص خبر؟...... ہزار اندیشوں سے لرزتا دل تھا...... ہر سوچ کا دھارا ایک ہی رُخ پر بہہ رہا تھا۔

ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو بات واقعی نہیں ہے...... خبر ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارے ابا جان آج شیخ صاحب سے فائنل بات کرنے جا رہے ہیں...... انہیں پتہ تھا وہ قیامت کا گولا پھینک رہی ہیں اس لیے لب و لہجہ دھیما اور محتاط تھا۔

دانیال حیرت کی شدت سے جیسے تڑپ کر کھڑا ہو گیا......

اماں جان...... اماں جان...... شادی تو بالکل پرسنل مسئلہ ہوتا ہے...... آپ کس طرح اپنی اولاد کی رضامندی کے بغیر کیسے فائنل کر سکتے ہیں...... ابھی حیرت کا غلبہ تھا غیظ و غضب کی تو رُت بھی نہیں تھی کام تمہارا شروع کیا ہوا تھا انجام تک تمہارا باپ پہنچا رہا ہے...... اور میں تمہیں بہت پہلے سب کچھ بتا چکی ہوں اب تمہارے بولنے کی گنجائش نہیں...... عیش و آرام کی زندگی نے تمہیں اتنا خود سر بنا دیا کہ تم انسانوں سے جان لیوا مذاق کرنے لگے...... ماں باپ تو پھر بھی اپنی اولاد پر بہت حق رکھتے ہیں...... تمہیں کس نے حق دیا تھا کہ انسانوں سے اتنے خوفناک مذاق کرو

اگر تم حبا کی وجہ سے انکار کر رہے ہو تو سن لو...... مرد سے اس کی بات طے ہو چکی ہے۔ بلکہ شاید دس بارہ دن کے اندر اندر حنا کے ساتھ ہی اس کی رخصتی بھی ہو جائے۔ بھائی کو جلدی تھی۔ بے اولاد آپا کو بہت جلدی ہے...... مرد باہر جا رہا ہے وہ اس کو ساتھ لے کر جانا چاہتا ہے۔

چپ ہو، بے تکی باتوں نے تو دانیال کی چولیں ہلا کر رکھ دیں......

آپ بھی کچھ نہیں کر سکتیں اماں جان...... صادق ماموں آپ کے سگے بھائی ہیں۔

دانیال کی آواز کا سارا زور ٹوٹ چکا تھا۔

اسی لیے تو نہیں کر سکتی کہ صادق بھائی میرے سگے بھائی ہیں...... اور عائشہ آپا میری بہن ہیں بچوں کی حماقتوں کی وجہ سے ان رشتوں کے خلوص سے محروم ہونا نہیں چاہتی...... یہ بھی دیکھئے کہ اس میں لڑکی کی کتنی بدنامی ہے...... وہ جو دو (۲) ابھی بیٹھی ہیں ان کے بارے میں کیا سوچا جائے گا...... صادقہ بیگم کے لہجے میں خفگی کا تاثر نمایاں تھا۔

کیا پسند کی شادی کرنا گناہ ہے......؟ دانیال کو ایک پل چین نہیں پڑ رہا تھا......

کوئی گناہ نہیں...... مگر پسند کی شادی کا خواب دیکھنے والوں میں احساس ذمہ داری ہونا چاہئے یہ نہیں کہ چلتے پھرتے معاشقے ہوئے فضول کی باتیں ہو گئیں ان کے بعد جا کر سوچا گیا کہ ہماری شادی بھی ہونا چاہیے...... میں بیٹھی تھی تمہارے پاس اس گھر میں تم اپنے دل کی بات مجھ سے کر سکتے تھے...... میں کسی کا بنا بنایا کام کیوں خراب کروں۔ میرا فائدہ کیا ہے......؟ کیوں اپنے گناہوں کا بار بڑھاؤں......؟ صادقہ بیگم خود کو سخت اور قطعی ظاہر کرنے پر مجبور تھیں۔ ان کو ذرا سا نرم پا کر دانیال بری طرح بکھر سکتا تھا۔

وہ اپنی دانست میں بات مکمل کر چکی تھیں اور پہلی فرصت میں دانیال کے سامنے سے ہٹ جانا چاہتی تھیں۔ مگر دانیال ایک دم راہ میں آ گیا۔

"ابا جان کو کسی طرح روکیں۔"

"تم روک سکتے ہو تو روک لو......" وہ یہ کہہ کر رکی نہیں تیزی سے باہر نکل گئیں۔

دانیال وہیں کھڑا کھڑا خود کو تولنے لگا...... کہ وہ اپنے باپ سے کیا کہہ سکتا ہے اور کیا نہیں...... مگر اسے جلد ہی احساس ہو گیا کہ باپ کے سامنے اس کی ایک نہیں چل سکتی اس لیے کہ اپنے مذاق کے پھندے میں بری طرح پھنس چکا ہے...... باپ اپنی جگہ منطق سے کام لے رہا ہے۔ اس شادی سے بچنے کا واحد راستہ بس یہی تھا کہ وہ راتوں رات [illegible]

اگر شیخ صاحب کی خدمت میں پیش کر دے......

"ایک ساتھ دو قیامتیں۔"

وہ جو زندگی کا حاصل تھی ریت کی طرح ہاتھ سے پھسل گئی تھی...... صدمہ سراپ اگلا......

دوسرے وہ لڑکی جس کو نہ وہ جانتا تھا نہ جاننا چاہتا تھا وہ زندگی کا حصہ بنتے جا رہی تھی۔

وہ نڈھال انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا...... غلطی تو کی تھی...... لیکن لوگ تو حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے...... پھر گناہ اتنا بھاری تھا کہ جو ندامت سے نہیں اتر سکتا تھا؟

وہ بند گلی کے بند راستے پر کھڑا حیرت سے سوچ رہا تھا......!



ماشاءاللہ شیخ صاحب آپ کو چلتا پھرتا دیکھ کر بے انتہا خوشی ہو رہی ہے۔ خان صاحب نے جو آپ کی حالت کے بارے میں سنا تھا اس کے بعد بہت تشویش تھی۔ آپ کو نئی زندگی مبارک ہو...... اور دانیال کی طرف سے ایک مرتبہ پھر آپ سے معافی مانگتا ہوں کہ میرے بیٹے کی ذرا سی غیر ذمہ داری نے آپ کے گھر میں پریشانی پیدا کر دی...... اشرف علی شیخ صاحب کے قریب بیٹھے بہت خوش دلی سے ان سے باتیں کر رہے تھے......

کوئی بات نہیں اشرف علی صاحب غلطیاں بچوں ہی سے ہوتی ہیں۔ مگر جس طرح اس بچے نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور معافی مانگی اس سے تو اس کی بنیادی فطرت اور آپ لوگوں کی تربیت کا اندازہ ہوتا ہے...... بس اس کی اسی بات نے تو ہمیں جیسے خرید لیا۔ اب ہم کبھی اس کی کسی غلطی کا ذکر کرنا پسند نہیں کریں گے...... ماشاءاللہ بہت ہونہار اور قابل بچہ ہے...... آج کل اچھے اور نیک مزاج لڑکے کہاں نظر آتے ہیں آسانی سے۔ آپ کو ہو سکتا ہے برا لگے مگر وہ تو اب میرا بیٹا ہے...... شیخ صاحب نے خود ہی راستہ مختصر کر دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں وہ آپ ہی کا بیٹا ہے۔

خان صاحب تو یہ دو طرفہ کلمات سن کر خوشی سے بے قرار ہو گئے...... جلدی سے صادقہ بیگم کی طرف متوجہ ہو کر بولے جو ابھی تک گم صم بیٹھی صرف سن رہی تھیں۔

آیئے بہن میں آپ کو حریم بیٹا کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ مردوں کی محفل میں بور ہو رہی ہوں گی۔

صادقہ بیگم چونک پڑیں...... آں...... ہاں...... چلیے...... میں تو خود بھی...... ملنے کو

انتظار کر رہی تھی۔ وہ خود کو سنبھال کر مسکرائیں...... درحقیقت وہ اتنی دیر سے تحریم کے بارے میں ہی سوچ رہی تھیں کہ پتہ نہیں کیسی ہو گی...... خدانخواستہ کوئی عیب تو نہیں بچی میں جوان لڑکی کو ابھی تک کوئی اچھا رشتہ ہی نہیں ملا......

وہ اندیشوں واہموں سے لرزتے دل کے ساتھ خان صاحب کی ہمراہی میں چلتے ہوئے سوچ رہی تھیں پتہ نہیں عادت کی کیسی ہو گی...... آخر رئیسوں کی اکلوتی بیٹی ہے......

خان صاحب فرسٹ فلور کے لاؤنج میں داخل ہوئے تو تحریم نماز پڑھ رہی تھی۔ صادقہ بیگم تو ایک رئیس زادی کی اتنی سادگی و عاجزی دیکھ کر سب کچھ بھول بھال گئیں...... نماز پڑھتی ہوئی اتنی پیاری اور معصوم نظر آ رہی تھی کہ صادقہ بیگم کا دل خوشی سے بلیوں اُچھلا...... اتنی خوبصورت اور سادہ سی لڑکی...... اس سے اچھی وہ کہاں ڈھونڈنے جائیں گی...... خان صاحب نے اشارے سے انہیں بیٹھنے کیلئے کہا اور خود کھڑے ہو کر تحریم کی نماز پوری ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

صادقہ بیگم نے اب اطراف میں نظریں دوڑائیں ایک ایک شے اپنے منہ سے بتا رہی تھی کہ دولت صدیوں سے اس گھر کی باندی ہے۔ نئے نئے دولت مندوں والا اظہار کہیں نہیں نظر آیا ہر شے عظیم الشان اور مستحکم نظر آئی...... دور دور تک نظر آنے والے ایرانی قالین عام قالین نہیں تھے ان کی بناوٹ اور نمونے منفرد و یکتا تھے......

عورتیں واقعی جذباتی ہوتی ہیں...... اشرف علی مرد ہیں...... کاروباری ہیں۔ دنیا گھومے ہیں انہوں نے ایسے ہی تو اکلوتے بیٹے کیلئے فیصلہ نہیں سنا دیا......

شکر ہے بچی خوبصورت بھی بہت ہے...... اب انہوں نے روایتی ماں کے انداز میں سوچا کہ ہر ماں پہلے دن اپنی بہو کی خوبصورتی کی تعریفیں سن کر پھولی نہیں سماتی۔

تحریم سلام پھیر کر دعا مانگ رہی تھی...... صادقہ بیگم کی بے تابی بڑھ رہی تھی۔

تحریم نے دعا مانگ کر جائے نماز کا کونہ موڑا اور اٹھ کھڑی ہوئی...... پہلے خان صاحب کی طرف دیکھا پھر صادقہ بیگم کی طرف......

بیٹا یہ دانیال کی والدہ ہیں آپ سے ملنے کیلئے آئی ہیں۔

تحریم کے پاؤں میں بھنور لپٹ گئے...... اس نے بمشکل خود کو سنبھالا اور آگے بڑھ کر بڑی شائستگی سے سلام کیا۔

صادقہ بیگم نے کھڑے ہو کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور دعا دی......

ٹھیک ہے بیٹا...... میں نیچے شیخ صاحب کے پاس ہوں دانیال کے والد بھی ہیں۔ آپ باتیں کریں۔ چائے تیار ہوتی ہے تو بلاتے ہیں...... خان صاحب یہ کہہ کر زینہ اتر گئے......

آپ کو اپنے والد صاحب کی صحت یابی مبارک ہو...... صادقہ بیگم نے ابتدا کی۔

”جی...... شکریہ۔“ تحریم کا انداز نارمل تھا......

آپ پڑھتی ہو بیٹے......؟ کیا مصروفیات ہیں آپ کی...... وہ دلچسپی سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

جی...... میں نے لمز سے ایم۔ بی۔ اے کیا ہے۔ میرا کوئی خاص انٹرسٹ نہیں تھا۔ پاپا کی خواہش تھی وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کا بزنس سنبھالوں...... تحریم بے تاثر لہجے میں روبوٹ کی طرح جواب دے رہی تھی۔

اچھی بات ہے...... ماشاء اللہ بہت خوشی ہوئی...... آج کے زمانے میں لڑکیوں کو اچھی تعلیم ضرور حاصل کرنا چاہئے...... میری اپنی دونوں بچیاں ماشاء اللہ ڈاکٹرز ہیں...... ایک ہاؤس جاب کر رہی ہے دوسری کے لاسٹ پریکٹیکل چل رہے ہیں......

صادقہ بیگم اس وقت مکمل طور پر تحریم میں کھو چکی تھیں۔ اپنی اور بیٹے کی خوش نصیبی کا جیسے یقین نہیں آ رہا تھا...... تحریم سے یوں باتیں کرنے لگیں جیسے پہلے بھی کئی مرتبہ مل چکی ہوں......

آنٹی آپ کچھ لیں گی......؟ تحریم کو ان کی اپنائیت سے وحشت ہو رہی تھی...... دل تو چاہ رہا تھا کہ آج ماں سامنے آ گئی ہے جی بھر کر ان کے بیٹے پر تنقید کرے...... خوب کھری کھری سنائے۔ مگر اس سے آگے سوچ کر بے بس تھی۔ مہمان بن بلائے ناخواندہ نہیں تھے اس کے باپ کی خوشی اور دعوت پر آئے تھے......

نہیں۔ شکریہ آپ بیٹھو بیٹا آرام سے...... مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں...... خان صاحب بتا رہے تھے آپ کا ایک ہی بھائی ہے جو بیوی بچوں کے ساتھ باہر ہوتا ہے...... کتنے دنوں میں چکر لگا لیتا ہے؟ وہ غور سے اس کے چہرے کا ایک ایک نقش تول رہی تھیں۔

جی وہ زیادہ نہیں آ پاتے بچے چھوٹے ہیں اسکول going ہیں...... میرا اور پاپا کا چکر لگتا رہتا ہے اب تو پاپا ٹریول سے بہت گھبرانے لگے ہیں...... اس لیے میں بھی کافی دن سے بھائی کے پاس نہیں گئی...... پاپا کی طبیعت کا کوئی بھروسہ نہیں...... انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔ وہ اتنے فطری اور سادہ انداز میں بول رہی تھی کہ صادقہ بیگم تو جیسے دل میں اُتر گئی...... انہوں نے بے

اختیار اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا......

جیتی رہو...... نصیب والی اولاد ماں باپ کی خدمت کرتی ہے اور دعائیں لیتی ہے۔

بولیں آنٹی میرے پاپا بہت اچھے ہیں...... انہوں نے ممی کی ڈیتھ کے بعد بہت Sacrifice کیا ہے ایک سے ایک خاتون سے وہ شادی کر سکتے تھے مگر انہوں نے میری وجہ سے Risk نہیں لیا۔ اور مجھے اتنا پیار دیا ہے کہ شاید کسی بیٹی کو اتنا پیار ملا ہو۔ میں تو اپنے پاپا کے بغیر مر جاؤں گی جب سے وہ ہارٹ پیشنٹ ہوئے ہیں میری زندگی سے خوشی کا احساس ہی مٹ گیا ہے...... رات کو پتہ نہیں کتنی مرتبہ اٹھ کر انہیں دیکھنے جاتی ہوں۔ تحریم اتنا کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یوں بھی دانیال کی ماں سامنے تھی گزرے دنوں میں جو زخم ملے اور بمشکل سلے ان کے ٹانکے ادھڑنے لگے تھے...... پرانے زخم سے تازہ ٹیس اٹھنے لگی تھی۔

صادقہ بیگم نے تڑپ کر اسے گلے سے لگا لیا...... یوں جیسے دور بیٹھا یا ملا ہو...... اور اس کی پیشانی اور آنسو بھری آنکھیں چوم لیں......

اللہ تمہارے باپ کو زندگی و صحت دے ان کا سایہ تمہارے سر پر سلامت رکھے...... زندگی حوصلہ مانگتی ہے بیٹی...... اچھی امید سے اللہ سے دعا کرتی رہو۔ وہ بڑا مہربان ہے......

صادقہ بیگم اسے تھپک رہی تھیں ان کے وجود سے اٹھتی خوشبو سے زیادہ طاقتور خوشبو ان کی انسانیت اور خلوص کی تھی۔

تحریم کو بھی ان ان دیکھی لہروں نے اپنے حصار میں لے لیا جو مثبت رویوں سے بادلوں کی طرح اٹھتی ہیں...... چھم چھم برستی ہیں۔ اپنی دلیل خود ہوتی ہیں اپنا جواب آپ ہوتی ہیں۔ کسی حرف و لفظ سے زیر بار نہیں ہوتیں۔ وہ ایک ماں کے لمس کا ادراک پا رہی تھی۔



ارے بھئی ایک دن کا پروگرام ہے شادی کے دن کی تیاری کتنی ہوتی ہے۔ کپڑوں کے ساتھ دوسرے لوازمات...... توبہ صادقہ نے تو میرے ہاتھ پاؤں پھلا دیے...... عائشہ پہلے تو تم رفیق کو یہ پیسے دے کر داتا دربار بھیجو دوپہر کا لنگر کراؤ...... اسے کہنا بہت اچھی بھاری پھولوں کی چادر داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مرقد پر ڈالے اور خیر و برکت کی دعا کرے اللہ سے......

حور بانو کی تو خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا پاؤں رکھتی کہیں تھیں پڑتا کہیں تھا۔ پتہ نہیں وہ غزالی کی شیروانی تیار ہوگی یا نہیں...... دن ہی کتنے ہیں...... کون کون جا رہا ہے لسٹ آج ہی بنا لو

برسوں میں دس پندرہ بیٹیاں تو مل ہی سکتی تھیں......

عائشہ نے حور بانو کی خوشی سے غیر حالت دیکھی تو بے اختیار پیار سے گلے سے لگا لیا۔

اللہ آپ کو یہ خوشی مبارک کرے آمین...... آپ کی خوشی دیکھ کر تو یہ لگتا ہے جیسے خدانخواستہ آپ مایوس تھیں...... عائشہ نے انہیں زور سے بھینچ کر کہا......

مایوس تو نہیں تھی بس صبر نہیں ہو رہا تھا۔ ہیرے کی قدر جوہری پرکھتا ہے۔ تم کیا جانو میں نے اس بچی میں کیا دیکھا...... وہ بہت گہری، سنجیدہ اور سمجھدار ہے...... ایسی لڑکی ہی شادی نبھا جانتی ہے...... ہمارے بچے تو لاڈ میں بگڑے ہوئے ہیں...... میرے گھر میں تو حبا کی طرح کی بہویں ہی چل سکتی ہیں...... مگر انہیں بھی اس گھر میں سب کچھ ملے گا پیار محبت خلوص اور دنیا کی ہر سہولت......

"انشاء اللہ" عائشہ نے بڑے جذبے سے کہا......

عائشہ تم ہمارے گھر کے لئے بہت بھاگوان ہو۔ جب سے تم آئی ہو ہمیں ہر شے اچھی ہوتی نظر آ رہی ہے...... تمہارے نیک قدم کی برکت سے میرے بیٹے کو اچھی لڑکی بھی مل گئی......

حور بانو نے عائشہ کی پیشانی چوم کر کہا......

یہ تو آپ کی محبت، اللہ کا احسان اور ماں کی دعائیں ہیں آپا...... ورنہ میری ہستی کیا ہے۔

عائشہ اپنی اتنی تعریفوں پر شرمندہ ہی ہو گئیں......

اتنے خوبصورت جھمکے بنوا کر دوں گی تمہیں کہ دیکھتی رہ جاؤ گی...... یہ تمہارا انعام ہے۔

حور بانو جی بھر کر خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔

اللہ آپا...... شکر ہے آپ کسی ریاست کی ملکہ نہیں ورنہ آج تو بادشاہ کا خزانہ خالی ہو جاتا۔ عائشہ ہنستے ہوئے بولیں۔

جی عائشہ میں تو بہت ڈر رہی تھی کہ اگر صادق بھائی اڑ گئے کہ نہیں ہم تو پہلے بڑی کی کریں گے تو پھر میں کیا کروں گی......؟ چلو شکر ہے اللہ نے کام بنا دیا...... بس اب تم بھی اپنی پیکنگ کرنا شروع کر دو...... میں ان کو دیکھتی ہوں کہاں ہیں۔ اکیلا مرد کیا کیا کرے گا غزالی کو تو رکھانے کی فرصت نہیں۔ غازی اور سعدی کو بھی فون کرتا ہے کہ وہ کل پرسوں کی فلائٹ پکڑ لیں...... حور بانو پر عجیب طرح کی عجلت سوار ہو چکی تھی عائشہ بہت محظوظ ہو رہی تھیں۔



اشرف علی نے رات راستے ہی میں واضح کر دیا تھا کہ اب انہوں نے بہت جلد
صاحب سے تحریم کا رشتہ مانگنے جانا ہے۔ پہلی ملاقات میں مناسب نہیں تھا دوسرے آپ نے لڑکی
بھی نہیں دیکھی تھی پھر انہوں نے پوچھا تھا کہ لڑکی آپ کو کیسی لگی؟ صادقہ بیگم تو اس وقت مکمل طور
میں تھیں۔

انہوں نے بے اختیاری انداز میں تحریم کیلئے بے پناہ پسندیدگی کا اظہار کر دیا تھا۔
اب بیٹھی اپنی بیٹیوں کو تمام تفصیلات بتا رہی تھیں......

یہ دیکھئے دانیال بھائی کو لگتے تو نہیں ہیں کہ وہ اس طرح کی شرارت بھی کر سکتے ہیں۔
بیلا نے ساری کہانی سن کر بے ساختہ کہا......

شکر کرو شرارت کا نتیجہ برا نہیں...... خدانخواستہ لڑکی میں کوئی عیب ہوتا تو تمہارے ابا
جان پھر بھی اسی سے کرتے وہ اپنے بیٹے کی غلطی کی وجہ سے کسی کے گھر میں ہمیشہ کی پریشانی نہیں
پھیلا سکتے تم لوگ تو ان کا مزاج جانتی ہو...... جس بات کو درست مانتے ہیں اس پر ہی عمل
کرتے چاہے ان کا اپنا نقصان ہی ہو رہا ہو...... صادقہ بیگم نے سنجیدگی سے کہا......

ہائے اللہ اماں جان...... آپ نے دیکھی کیسی ہے وہ...... ربیعہ نے اشتیاق سے
پوچھا۔

اتنی پیاری ہے جیسے ہاتھ سے بنی کوئی تصویر...... وہ تصور میں تحریم کو دیکھ کر گویا ہوئی
تھیں۔

ہائے پچ...... دانیال بھائی کو تو تکا چل گیا...... بلکہ لاٹری نکل گئی...... بیلا بہت خوش ہو
رہی تھی۔

واقعی اللہ کا اچانک ہی بہت کرم ہو گیا...... رئیس ابن رئیس خاندانی لوگ ہیں
صرف اچھے اور نیک شریف لڑکے کی خواہش میں انہوں نے اچھے اچھے گھروں کے رشتے ٹھکرا
دیے۔ کہتے ہیں دانیال کی اچھی فطرت کا اندازہ کرنے کیلئے یہ دلیل کافی ہے کہ اس نے اپنی غلطی کو
محسوس کیا پھر اعتراف کیا اور معافی مانگی...... اصل میں تو ولی کی شرارت تھی اس نے اپنا رشتہ بھیجا تھا
اور انٹرویو کے وقت دانیال ساتھ گیا تھا۔ لڑکے تو انہیں دونوں پسند آئے تھے مگر انتخاب تو ایک ہی
کرنا تھا جب ولی پیچھے ہٹ گیا تو وہ دانیال کی طرف دیکھنے لگے...... صادقہ بیگم نے بتایا۔

تو ولی بھائی نے یہ گولڈن چانس کیوں مس کیا؟ بیلا نے حیرت سے پوچھا۔

اس کی بچپن کی منگنی ہے...... وہ واقعی شرارت کر رہا تھا۔ یہ دانیال کا قصور ہے کہ وہ اس
شرارت میں اس کا ساتھ دے رہا تھا...... گناہ میں تعاون کرنے کا نتیجہ گناہ کرنے والے کے برابر
ہوتا ہے...... صادقہ بیگم نے اب ذرا سنجیدگی سے کہا......

ہائے اماں جان گناہ تو نہ کہیں...... یہ تو ولی بھائی سے انجانے میں نیکی ہو گئی۔ بیلا
کھلکھلا کر ہنسی تو صادقہ بیگم اور ربیعہ بھی مسکرانے لگیں......

دانیال بھائی تو دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ مذاق میں بات
بن گئی۔ ربیعہ نے غور سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا......

ابھی تو خیر خوش نہیں ہے مگر ہو جائے گا...... صادقہ بیگم نے نظریں چرا کر جواب دیا......

ہیں؟ وہ کیوں......؟ کھیل کھیل میں سب کچھ مل گیا پھر بھی خوش نہیں......؟ بیلا کو بہت
حیرت ہوئی حیرت تو ربیعہ کو بھی تھی مگر اسے اپنی ذات پر کنٹرول بہت تھا......

بس کم عمری اور ناتجربہ کاری کے سبب انسان بے بنیاد الجھنوں میں گھر جاتا ہے۔ مگر
وقت دھیرے دھیرے سب کچھ سکھا دیتی ہے...... پھر انسان اپنی حماقتیں یاد کر کے خود ہی ہنستا
ہے۔

میں تو دن رات مولا کریم کا شکر کر رہی ہوں کہ اللہ نے نگین بچے دیے تینوں کو اچھے
رشتے مل گئے دس دن بعد ہمارے گھر میں تقریب ہے بہت مصروف دن آ رہے ہیں......

دس دن بعد کیسی تقریب......؟ بیلا اور ربیعہ نے بے ساختہ اور ہم آواز ہو کر پوچھا......

ولی شیخ صاحب کے ہاں جانے کی بھاگ دوڑ میں میں بتانا بھول گئی۔ اگلے مہینے کی پانچ کو بیلا کا
نکاح ہے اور چھوٹے ابا اور سرمد کا نکاح اور رخصتی......

ارے بھئی مبارک ہو...... ربیعہ نے بے اختیار بیلا کو گلے سے لگا کر مبارکباد دی......
بیلا اماں کے سامنے بیٹھتے ہوئے حیا سی آنے لگی...... کسی لڑکی کی زندگی کی سب سے خوبصورت
گھڑی وہ بھی اتنے قریب...... اس کے چہرے پر گلابیاں چھلکنے لگیں۔ وہ فوراً وہاں سے اٹھ
گئی۔

اماں جان اتنی اہم بات اور آپ اب بتا رہی ہیں؟ تاریخ تک طے ہو گئی...... ربیعہ
نے حیرت سے ماں کی شکل دیکھی

بیٹے کل وقت ہی کہاں ملا۔ وہ تو لو آ کر ...... مصروف ...... تھے۔ صادق بھائی کی

طرف سے کوئی جواب ہی نہیں آ رہا تھا۔ کل ہی بھابی نے کہہ دیا کہ ہم تیار ہیں اور حنا کی شادی والے دن ہی حبا کا فرض ادا کرنا چاہ رہے ہیں۔ تو کل شیخ صاحب کے ہاں جاتے ہوئے عمر نے موبائل پر بانو آپا کو بتا دیا۔ تاریخ بھی بتا دی تو انہوں نے کہا وہ پانچ کی صبح کو کراچی آ جائیں گی اور شام کو بیلا کا نکاح رکھنے کو کہا تمہارے ابا جان ساتھ تھے میں نے اسی وقت ان سے پوچھا وہ بولے ٹھیک ہے۔ یہ ہے سارا قصہ...... صادقہ بیگم نے بات ختم کر کے گہری سانس لی ہائے اللہ اتنے تھوڑے سے دن میں اتنی ساری تیاریاں کرنا ہوں گی...... ربیعہ پر جوش نظر آنے لگی مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ ایک اور تقریب بھی درمیان میں نہ آ جائے...... صادقہ بیگم بہت خوشی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

ایک اور تقریب......؟ ربیعہ جو اٹھ کر چل پڑی تھی دوبارہ پلٹ کر آئی اور حیران ہو کر ماں کو دیکھا بھئی وہ شیخ صاحب کو بھی بیٹی کی شادی کی بہت جلدی ہے۔ ایسا نہ ہو وہ کہیں کہ کل کو بارات لے کر آ جائیں......

ارے نہیں اماں جان اتنی جلدی نہیں ایک ہی تو بھائی ہے ہمارا...... ہم بہت دھوم دھام سے ان کی شادی کریں گے۔ میری دوست کی بہن برائیڈل ڈریس کی ایکسپرٹ ہے بہت نام ہے اس کا میں تو دانیال بھائی کی دلہن کا نکاح کا جوڑا اس سے بنواؤں گی...... بلکہ ولیمے کا بھی ہمارے پاس کم سے کم ایک مہینہ تو ہونا چاہیے...... پھر ہمیں بھی تو اپنے کپڑوں کی تیاری کرنا ہوگی ہمارے پاس تو ڈھنگ کے کپڑے ہی نہیں ہیں۔ ربیعہ نے منہ لٹکا کر کہا......

ہاں ساری لڑکیوں کا یہی مسئلہ ہے۔ بے چاریوں کے پاس ڈھنگ کے کپڑے ہی نہیں ہوتے۔

صادقہ بیگم نے اٹھ کر ربیعہ کے سر پر پیار سے چپت لگا کر کہا۔ ربیعہ شرمندہ سی ہو کر سر کھجانے لگی۔

یہ دانیال بھائی پتہ نہیں کب آئیں گے...... آ جائیں تو لیتی ہوں ان کی خبر...... کتنی جلدی ہے شادی کی اخبار میں ضرورت رشتہ کا کالم پڑھ پڑھ کر انٹرویو دینے جاتے ہیں...... ربیعہ نے خفت مٹانے کی کوشش میں دانیال کی طرف بات کا رخ موڑ دیا۔

صادقہ بیگم مسکراتی ہوئی زینے کی طرف جا رہی تھیں۔



دانیال ولی کے سامنے یوں بیٹھا تھا جیسے ابھی ابھی "تھوبے" ٹھنڈے کیے گئے ہوں۔ ولی کے چہرے پر بھی آج شرارت کے بجائے گہری سنجیدگی تھی۔

یار...... وہ تمہارے باپ ہیں کوئی تمہیں مار دیں گے...... تم تھوڑا اڑ کر دیکھو...... ابھی تو کچھ ہو سکتا ہے اس کے بعد تو کوئی گنجائش نہیں رہے گی...... ولی متفکر انداز میں کہہ رہا تھا۔

باپ ہیں تب ہی تو پتہ ہے وہ کیا مان سکتے ہیں اور کیا نہیں...... وہ بھی بچوں کو سامنے بٹھا کر بحث نہیں کرتے اماں جان کے Through سب کچھ ہوتا ہے۔ اماں جان کو کہہ رکھا ہے کہ کوئی بچہ میرے سامنے آ کر کھڑا نہ ہو...... آپ ماں ہیں گھر میں رہتی ہیں جو مسئلہ ہو آپ بات کریں اور پھر جو میرے کرنے کا کام ہے وہ مجھے بتائیں...... میں ان سے کس طرح بات کروں؟ دانیال نے بے بسی سے پوچھا......

یار...... زندگی ہے کوئی مذاق تو نہیں...... تم اس لڑکی سے زندگی بھر کیسے نباہو گے جسے تمہارا ذہن قبول ہی نہیں کر رہا...... کچھ کر لو یار...... عمر بھر کیا غم کی تصویر بنے بیٹھے رہو گے......؟ ولی نے چڑ کر کہا یار مسئلہ یہ نہیں کہ میری شادی مرضی کے خلاف ہو رہی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہ کسی اور کی ہو رہی ہے۔ بلکہ ہو چکی...... چھ کو اس کی شادی ہو رہی ہے...... شادی کے بعد وہ لاہور چلی جائے گی اور تھوڑے ہی دنوں بعد ملک سے باہر...... میں تو ایک دم سے خالی ہو گیا...... ایک بات تو بالکل واضح ہے کہ اس سے میری شادی کسی طرح نہیں ہو سکتی...... دانیال نے شکستہ لہجے میں کہا...... بہت افسوس ہوا سن کر...... یہ تو بساط ہی الٹی ہوئی ہے۔ کھیل ہی ختم...... ٹھیک ہے پھر تمہاری شادی کسی بھی X.Y.Z سے کسی دن ہونا ہی ہے تو پھر یہ بیسٹ ہے...... لڑکی اچھی ہے ویل آف اور ویل ایجوکیٹیڈ ہے...... اب تم اپنا ذہن تیار کرو...... وہ جو کسی اور کی ہو رہی ہے اسے بھول جاؤ...... ویسے بھی کسی کی امانت پر نظر رکھنا اخلاقی لحاظ سے بری بات ہے۔ سیدھی سی بات ہے وہ تمہاری کبھی تھی ہی نہیں...... پہلے اپنے باپ کے گھر میں تھی اب شوہر کے گھر میں ہوگی...... حوصلہ پکڑو...... اس مشکل کو فیس کرو...... ولی اب بہت تدبر اور سنجیدگی سے بات کر رہا تھا......

عمر بھر کی ذلت تو ہے ناں...... وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہوگی...... مجھے بہت افسوس ہے کہ آج تک چپ تھا...... کیوں زبان کھولی...... ایک لڑکی کو خواب دکھائے۔ اس کا سکون برباد کیا۔

دانیال بہت دکھ سے کہہ رہا تھا...... پھر گہری سانس لے کر ولی کی طرف دیکھا اور

نظریں جھکا کر بولا ...... تحریم سے میری شادی کا سن کر وہ یقیناً یہ سوچے گی کہ ایک جیلہ دولت مند لڑکی کی خاطر میں نے اسے اپنانے سے پرہیز کیا

انسان کی سوچ پر کوئی پابندی نہیں ...... اب وہ یہ سوچے یا وہ ...... جب تمہارے پاس کوئی حل ہے نہ ماں باپ سے ٹکرانے کا حوصلہ تو بس جو ہو رہا ہے وہ ہونے دو ...... ہر حادثہ شروع میں تازہ زخم کی طرح دکھتا ہے پھر آہستہ آہستہ وقت کی دھول میں دھندلا جاتا ہے۔ سچ کہہ رہا ہوں اچھی لڑکی اور اچھے خاندان میں شادی ہونا تو لک کی بات ہوتی ہے ...... بس تمہاری لک کام کر رہی ہے ...... عورتوں کی طرح کونے میں بیٹھ کر آنسو بہانے کی ضرورت نہیں۔ اسے ویلکم کہنے کی تیاریاں کرو جو تقدیر کے زور پر تمہاری ہو رہی ہے ...... ولی نے ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانے کے بعد کہ دانیال کے پاس کھیلنے کیلئے اب کوئی مہرہ نہیں۔ ایک پر خلوص دوست ہونے کی حیثیت سے اسے پریکٹیکل کرنے کی کوشش کی کہ آخری راستہ یہی تھا۔ کیوں کہ وہ ان کی جذباتی لڑکوں میں سے بھی نہیں تھا جو محبت کی خاطر ماں باپ سے جنگ شروع کر دیتے ہیں۔ بہر حال اس کے دل میں اپنے والدین کیلئے بہت احترام تھا وہ ان کی بہت قدر کرتا تھا پھر یا تو اڑ گئی ہے تم تو ویسے بھی جگہ خالی ہے کا بورڈ لگا کر بیٹھے ہو ......

حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جس سے میرے والد میری شادی کرنا چاہ رہے ہیں اس کی نظر میں میری خاک عزت نہیں ہے۔ کتنا ذلیل کیا تھا اس رات ...... بھول گئے ......؟

دانیال نے کڑھتے ہوئے کہا۔

نہیں بھولا ...... مگر میری جان اس وقت وہ تمہاری بیوی نہیں تھی۔ اپنے باپ کے گھر میں بیٹھی تھی۔ اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ جب تمہارے اختیار میں ہوگی تو اس کے رنگ دیکھنا ......

ساری زندگی طعنے مارتی رہے گی ...... دانیال نے جھلا کر کہا۔

ہم نے اس کے باپ کو ہارٹ پیشنٹ نہیں بنایا وہ آل ریڈی پیشنٹ تھے۔ تم یاد دلاتے رہنا ...... ولی نے لاپرواہی سے کہا ......

مگر میرے پاس اسے دینے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے ...... یہ تو اس کے ساتھ زیادتی ہوگی ولی آفٹر آل شی از انوسنٹ ...... دانیال نے دبی زبان میں کہا۔

جس کو زیادتی کا احساس ہو وہ زیادتی کا ازالہ کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ تم اس

صورت حال سے جلدی باہر آ جاؤ گے ...... یار اتنا دلکش ساتھی بندے کے ساتھ ہو ...... وہ اس کے ساتھ پتھر بن کر رہ سکتا ہے ......؟ ولی نے آگے بڑھ کر دانیال کے شانے تھام کر کہا وہ کبھی مجھے عزت نہیں دے گی ...... تم نے دیکھ تو لیا ہے ...... کتنی پراؤڈ اور بدلحاظ ہے بس مجھے نہیں پتہ تم میری طرف سے بابا جان سے بات کرو ...... ان سے کہہ دو کہ میں ان کے کہنے سے کہیں بھی شادی کر لوں گا مگر وہ شیخ صاحب کی بیٹی سے میری شادی نہ کریں ......

دانیال کی جھنجھلاہٹ سے ظاہر تھا کہ دلیل ختم ہو چکی ہے ...... اور اب دل کی من مانی

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں ان سے جا کر بے بنیاد گفتگو شروع کر دوں ...... وہ دلائل کی کتاب لے کر بیٹھے ہوں۔ میں کہوں کہ وہ بیٹے کا دل پڑھیں ...... دماغ خراب ہے میرا ......

یار میں نے ناکام عاشقوں کو دس دس بچوں کا باپ بنتے دیکھا ہے ...... یہ بے رحم زندگی خود ہی جینے کے طریقے سکھا دیتی ہے ......

پتہ نہیں وہ بن مانس ان کا کیا لگتا ہے ...... اس سے کیوں نہیں کر دیتے اپنی بیٹی کی شادی ......؟ دانیال کو ایک دم گل ریز کا خیال آیا ......

یار کچھ خوف خدا کرو ...... وہ بندہ تو اسٹائل ہی سے کریمنل لگتا ہے ...... میرے خیال میں تو وہ اسی سے جان چھڑانے کیلئے اپنی بیٹی کی جلد شادی کرنا چاہ رہے ہیں اخبارات میں اردو انگلش میں اشتہار دے رہے ہیں ......

کر لو یار کسی معصوم لڑکی کو شیطان سے بچانے پر اللہ تمہیں اجر دے گا۔ ولی نے اب شرارت سے آنکھ دبا کر کہا ......

تمہارا تو سب کچھ مرضی کا ہو رہا ہے۔ تمہیں تو ہری ہری سوجھ رہی ہے ...... دانیال نے جھلا کر کہا ......

تمہارے جیسا ناشکرا بندہ میں نے نہیں دیکھا ...... قدرت تمہاری جھولی میں سب کچھ بھرنا چاہ رہی ہے اور ......

میرے پاس آل ریڈی سب کچھ ہے۔ الحمد للہ ...... میں کسی چیز سے ترسا ہوا نہیں ہوں ...... دانیال نے آف موڈ میں رکھا سا جواب دیا ......

یار لگژری کے بعد ایک سپر لگژری بھی ہوتا ہے ...... ولی نے شرارتاً کہا ......

جب بندے کا دل جلا رہا ہو...... دانیال اٹھ کھڑا ہوا

اس کے قریب آ کر ولی دونوں ہاتھ اس کے شانے پر رکھ کر سنجیدگی سے بولا......

دانیال...... پر تو تمہیں بھی پتہ ہو گا کہ تمہارے والد اتنا بڑا فیصلہ وہ بھی اکلوتے بیٹے کا صادر نہیں کر سکتے...... میں سمجھتا ہوں انہوں نے مختلف اینگل سے اس صورت حال کو چیک کیا ہو گا...... تم بھی پر سکون ذہن سے غور کرو......

کچھ نہیں سوچا کچھ نہیں دیکھا...... اماں جان کہہ رہی تھیں کہ ابا جان کہتے ہیں ان کے بچے نے ایک میرٹیس پیشنٹ کے ساتھ مذاق کیا...... اسے ہی اس کا ڈیمج (Damage) پورا کرنا ہے......

بہت بڑے آدمی ہیں تمہارے والد...... یہاں تو لوگ بندے اپنے ہاتھوں سے مار دیتے ہیں اور کچھ بھی محسوس نہیں کرتے...... بے حسی بے ضمیری کی کوئی حد نہیں......

آج بہت کچھ فائنل ہو جائے گا ولی...... دانیال بہت مضطرب تھا......

ہونے دو...... اس کی شادی تم سے پہلے ہو جائے گی...... ولی نے آہستگی سے کہا اور بے ساختہ بہت پیار سے دانیال کو گلے لگا لیا......

فیس کرو یار...... کاش میں تمہارے کسی کام آ سکتا مگر میں تمہیں بہلا بھی تو نہیں سکتا Be-Brave مائی ڈیئر......



شیخ صاحب انتہائی خوبصورت کڑھائی کا کرتا شلوار پہنے ہوئے تھے اور خوشی کی چمک سے چہرہ روشن تھا۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ موت کے دہانے سے پلٹ کر آئے ہیں اور ان کی طرح کی حالت خان صاحب کی تھی۔ خوشی سے انہیں قرار نہیں تھا...... والہانہ خاطر تواضع کر رہے تھے۔

آپ کا بیٹا تو بہت ہونہار ہے اشرف صاحب لیکن میری بچی بھی ہیرا ہے۔ یوں تو سب والدین اپنی اولاد کو خاص سمجھتے ہیں مگر میں آپ کو پوری سچائی سے کہہ رہا ہوں کہ ان شاءاللہ آپ کو کبھی اس سے شکایت نہیں ہو گی...... اس میں بہت صبر بہت ٹھہراؤ ہے...... قدرت نے بہت کچھ اس کے اختیار میں دیا ہے مگر اس کا طرز زندگی درمیانہ ہے...... شیخ صاحب کے لہجے میں بیٹی کا ذکر کرتے ہوئے پیار امڈ رہا تھا

یہ ہماری خوش نصیبی ہے شیخ صاحب کہ آپ سے ہمارا انتہائی قربت کا تعلق ہو رہا ہے۔

بچی دراصل بھول زندگی کا سب سے اہم موڑ بن گئی...... یہ قدرت کی کرشمہ سازیاں ہیں...... اور کیا کہہ سکتے ہیں...... اشرف علی بھی اپنی بے پایاں خوشی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے اس میں کچھ شک نہیں آپ کی بیٹی واقعی بہت سادہ اور نیک مزاج ہے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ مجھے دیکھا کہ بے اختیار ابھی بھول رہی ہے...... اس نے تو ایک ملاقات میں مجھے اپنا بنا لیا۔ اللہ اس کو اپنی امان میں رکھے...... صادقہ بیگم نے بھی حصہ لیا۔ وہ در حقیقت بہت مطمئن اور خوش تھیں......

اولاد کو بہترین رشتہ مل جائے اور ماں باپ کو پھر کیا چاہیے...... آج سے گویا یہ گل جیسا گھرانہ، بے حساب دولت، بہترین لڑکی...... سب ٹھکران کے بیٹے کا ہے کس قدر خوشی کا احساس تھا۔

چلتے ہوئے انہوں نے سوچا تھا کہ ماں کو کم از کم فون کر کے ہی مطلع کر دیں کہ وہ دانیال کا رشتہ کرنے جا رہی ہیں...... پھر خود ہی رک گئیں کہ ابھی وہاں اس طرح کی خبر پہنچانا درست نہیں...... بھابی کہیں یہ نہ سمجھیں کہ غریب بھتیجی کو اس لیے ٹھکرایا تھا کہ کوئی دولت مند لڑکی لانا چاہ رہی تھیں...... حیا کی شادی ہو جائے گی تو یہ بات اتنی بھاری نہیں لگے گی۔

اب آپ ہمیں اپنا پروگرام بتائیے۔ پہلے منگنی وغیرہ کی رسم کرنا چاہیں گے یا نکاح......؟

اشرف علی نے شیخ صاحب اور خان صاحب کو باری باری دیکھتے ہوئے پوچھا......

شیخ صاحب خان صاحب کی طرف دیکھنے لگے......

وہ اصل میں بات یہ ہے کہ ہم آپ کے نوٹس میں یہ بات لا چکے ہیں کہ شیخ صاحب کے لے پالک نے گھر میں بہت ٹینشن پھیلا رکھی ہے۔ اسی وجہ سے ہمیں بیٹا کی شادی کی بہت جلدی ہے۔ شادی تو ہم بہت دھوم دھام سے کرنا چاہیں گے کہ ایک ہی تو بچی ہے۔ شیخ صاحب کا بیٹا بھی اپنی فیملی کے ساتھ شریک ہونا چاہے گا...... اس طرح کی تیاریاں کرتے ہوئے دو ماہ تو لگ ہی سکتے ہیں...... لیکن ہم منگنی کے بجائے پہلے نکاح کرنا چاہیں گے۔ تاکہ وہ لڑکا تحریم کی طرف سے قطعی مایوس ہو جائے اور اپنا کچھ اور سوچے...... خان صاحب نے سمجھانے والے انداز میں بات کی۔

کہیں وہ خطرناک قسم کا تو نہیں...... خدانخواستہ دانیال کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے...... صادقہ بیگم دل کی بات زبان پر لائے بغیر رہ نہ سکیں......

ارے نہیں...... دانیال ہمارا اپنا بچہ ہے...... ہماری بچی اس سے وابستہ ہو رہی ہے......

ہمارے نزدیک اس سے زیادہ اہمیت کس کی ہو سکتی ہے......

یہ بچہ عیاش فطرت کا ضرور ہے...... مگر اس طرح کا کریمنل نہیں ہے صرف مفت کی دولت کا بھوکا ہے...... وہ تحریم سے صرف اس لیے شادی کرنا چاہتا ہے کہ یہ سب کچھ اس کا ہو جائے جب وہ اس کی دسترس سے باہر ہو جائے گی تو اسے ہم سے جو ملے گا اس پر صبر کرے گا...... کیونکہ اتنا کم عقل تو وہ بھی نہیں جانتا ہے پتہ ہے کہ ہم سب کو گولی مار کر بھی اسے یہ سب کچھ نہیں مل سکتا اس لیے کہ اس کی کوئی Leagal حیثیت ہی نہیں ہے...... آپ پریشان نہ ہوں یہ ہمارا مسئلہ ہے ہم خود اسے ڈیل کریں گے...... خان صاحب نے صادقہ بیگم کو مطمئن کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں استعمال کرتے ہوئے کہا۔

بس یہ خواتین تو اسی طرح ہراساں ہو جاتی ہیں...... زندگی میں Down & UPs تو چلتے ہی ہیں...... اشرف علی نے لاپرواہی سے کہا وہ تو کل ریز کو درخور اعتناء سمجھ ہی نہیں رہے تھے۔ وہ صرف اپنے مقصد اور ٹارگٹ سے ہٹ کر اپنی توانائیاں ضائع کرنے کے شوقین نہیں تھے۔ اس وقت تو ان کو وہ خوشی حاصل تھی کہ کوئی مسئلہ مسئلہ ہی نہیں تھا۔

ٹھیک ہے تین دن بعد جمعہ ہے۔ عصر مغرب کے درمیان نکاح رکھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد آرام سے شادی کا پروگرام شیڈول کر لیتے ہیں۔ اشرف علی نے بیوی کی طرف تائید طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے شیخ صاحب سے رائے لی......

بہت اچھا...... بہت خوب...... آیئے ایک مرتبہ میرے گلے تو لگ جایئے...... شیخ صاحب اپنی خوشی چھپانے پر قادر نہ رہے اور اُٹھ کر اشرف علی کی طرف بڑھے۔

اور جب اشرف علی سے گلے مل کر الگ ہوئے تو ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے......

آج تک پیسے سے ہر شے خریدتا آیا ہوں...... زندگی خریدنے کس بازار میں جاؤں۔ میں اپنی بیٹی کی خوشیاں دیکھنا چاہتا ہوں...... صرف اس کا مسکراتا چہرہ دیکھنے کیلئے جینا چاہتا ہوں...... اس کے پیارے پیارے بچوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا ہوں......

یہ بچی میرا سرمایہ ہے بھئی...... اس کا خیال رکھئے گا۔ شیخ صاحب بہت جذباتی ہو رہے تھے۔

آپ فکر نہ کریں شیخ صاحب...... ہماری اپنی زندگی کا کیا بھروسہ...... لیکن آپ سے یہ

وعدہ کرتے ہیں اگر اللہ نے ہمیں اس بچی کے ساتھ رہنے کی مہلت دی تو وہ ہمارے گھر میں ہماری بہو نہیں بیٹی ہو گی...... میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مجھے اتنی آسانی سے اتنی اچھی لڑکی مل جائے گی۔ صادقہ بیگم عورت ہونے کے ناطے شیخ صاحب کے آنسو دیکھ کر جیسے تڑپ سی گئیں یہ آپ کا ہم پر احسان ہو گا...... اصل میں بہت ترس ترس کر اولاد ملی ہے۔ مجھے اس اولاد کی قدر و قیمت کا احساس ہے...... سوچیں پچاس سال کی عمر میں دو بچے دیکھے...... شیخ صاحب بھرائی آواز میں کہہ رہے تھے......

”خیر...... اب چھوڑیں یہ سب باتیں...... تو پھر نکاح بروز جمعہ طے ہو گیا......؟“ خان صاحب بولے انشاء اللہ...... اشرف علی نے کہا۔

صادقہ بیگم ایک دم ذہنی خلفشار میں مبتلا ہو گئیں...... ”جمعہ کو نکاح......؟ حیا سے پہلے دانیال کا نکاح نہیں ہونا چاہئے...... قریب کے رشتوں میں ایک ان دیکھی سی گرہ پڑ جائے گی...... رشتہ تو طے ہو ہی گیا ہے...... اب ایسی بھی کیا جلدی...... اللہ کا شکر ہے شیخ صاحب کی طبیعت بھی اب بہتر ہے۔“ انہوں نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور اشرف علی سے بولیں......

”وہ آپ شاید بھول گئے...... اگلے مہینے کی پانچ کو ویلا کا نکاح ہے اور حیا کی اگلے دن نکاح و رخصتی ہے گھر میں بہت بھاگ دوڑ ہو گی۔“

”ٹھیک ہے بھابی...... آپ اپنی سہولت دیکھیں...... وہ ویلا...... آپ کی بچی کا نام ہے غالباً...... ماشاء اللہ صرف نکاح ہو رہا ہے ابھی رخصتی نہیں۔“ شیخ صاحب نے فوراً صادقہ بیگم کو اُلجھن سے نکالا اور بہت رواداری اور کھلے دل سے بولے......

”لیکن...... نکاح تو بالکل سادگی اور صرف گھر کے لوگوں کی موجودگی میں کرنے کا پروگرام ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے......؟“ اشرف علی نے اُلجھی ہوئی نظروں سے صادقہ بیگم کی طرف دیکھا......

”چلیں ٹھیک ہے۔ بہن کچھ سوچ کر کہہ رہی ہوں گی...... ہفتہ پندرہ دن سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ خان صاحب بھی صادقہ بیگم کا تردد نوٹ کر رہے تھے...... خوشی کی کیفیت میں ان کے جذبات کا احترام کرنا ضروری خیال کر رہے تھے کہ وہ خاتون خانہ ہیں ان کے پاس بھی ہر بات کی کوئی وجہ ہو گی......

صادقہ بیگم نے قدرے سکون کا سانس لیا اور اُٹھتے ہوئے بولیں......

"اپنی بچی سے تو مل لوں۔"

"ہاں ہاں ..... ضرور ..... آئیے آپ میرے ساتھ۔" خان صاحب فوراً کھڑے ہو گئے ..... اور اشرف علی کی طرف دیکھ کر بولے .....

"اتنی اہم بات ہو گئی مگر شاید آپ کی بچی سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی ..... آپ بیٹھئے میں ملازم سے کہتا ہوں وہ تحریم کو یہیں لے آئے۔"

اشرف علی نے تائید کی ..... "یہ اچھی بات ہوئی ہم بھی تو بچی سے دعا سلام کر لیں ..... ہم تو اپنی بیگم کی گواہی پر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے تھے کہ بچی بہت اچھی ہے۔" اپنی بات کے اختتام پر اُنہوں نے چھوٹا سا قہقہہ لگایا .....

خان صاحب آگے بڑھ کر ملازم کو آواز دینے لگے جو فوراً ہی حاضر ہو گیا .....

"تحریم بی بی سے بولو آپ کے پاپا بلا رہے ہیں۔" اُنہوں نے کہا اور عجیب سی سرخوشی میں آ کر اپنی جگہ بیٹھ گئے یوں اُن کے چہرے سے لگتا تھا کہ زندگی کی سب سے بڑی کامیابی سے لطف اندوز ہو رہے ہوں ..... اشرف علی کے چہرے پر بھی بڑی طمانیت تھی ..... اب تحریم سے ملنے کا شوق آنکھوں میں روشنی کی طرح چمک رہا تھا .....

"اب آپ کسی روز تینوں بچوں کے ساتھ آئیں اور ہمارے ساتھ ڈنر کریں ..... ڈنر تو خیر آپ آج بھی ہمارے ساتھ کریں گے لیکن بچوں کو بھی لے کر آئیے ..... ذرا ایک دوسرے سے بے تکلف ہوں گے ایک دوسرے سے قربت محسوس کریں گے۔" شیخ صاحب نے کہا .....

"ضرور ضرور ..... بچیاں تو اب خود بھی نہیں رُکیں گی اور تحریم سے ملنے کے لئے بے تاب ہوں گی۔" اشرف علی نے بیوی کی طرف تائید طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا .....

اسی لمحے تحریم بہت خوبصورت اور نفیس ڈریس میں ملبوس سر ڈھانپے اندر داخل ہوئی اور نظریں جھکا کر سلام کیا پھر آہستہ سے چلتی ہوئی باپ کے پہلو میں بیٹھ گئی .....

اشرف علی کی خوشی چھپائے نہ چھپی ..... اتنی پیاری نازک سی لڑکی ..... سب کچھ تو ٹھیک ہے کوئی مسئلہ ہی نہیں ..... وہ سوچ رہے تھے پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر بے اختیاری کیفیت میں تحریم کے سر پہ ہاتھ پھیرا ..... "جیتی رہو بیٹی ..... ماشاءاللہ۔"

"بیٹا یہ دانیال کے والد ہیں اور دانیال کی والدہ سے تو آپ مل ہی چکی ہو۔"

"اِدھر آؤ بیٹی ..... یہاں میرے پاس بیٹھو ..... صادقہ بیگم بھی بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔" اُنہوں نے بے اختیاری کی کیفیت میں تحریم کو اپنے پاس بلایا .....

تحریم نے سر اُٹھا کر باپ کی طرف دیکھا وہ مسکرانے لگے ..... تحریم آہستہ سے اپنی جگہ سے اُٹھی اور صادقہ بیگم کے قریب آ کر بیٹھ گئی .....

صادقہ بیگم نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر پرس سے ہزار کا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھنے لگیں ..... تحریم نے ایک دم ہاتھ کھینچ لیا .....

"ارے ارے ..... یہ آپ کیا کر رہی ہیں .....؟" شیخ صاحب بے ساختہ بولے .....

"بھائی صاحب یہ بھی ایک رسم ہوتی ہے جب رشتہ طے ہو جاتا ہے تو بچی کے ہاتھ پر کچھ رکھا جاتا ہے ..... یہ سمجھیں ایک طرح کی مہر ہوتی ہے کہ اس بچی پر اب ہمارا حق ہو گیا ہے اور یہ ہماری ہو گئی۔" صادقہ بیگم نے یہ کہہ کر نوٹ تحریم کی مٹھی میں دبا دیا .....

تحریم کے سارے وجود میں جھکڑ چلنے لگے ..... اس کی زندگی کا اہم ترین فیصلہ ہو گیا اس کے ساتھ باندھ دیا گیا جس کی وہ شکل دیکھنے کی روادار نہیں ..... اس کا دل بھر آیا ..... اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا ..... اور وہ اُٹھ کھڑی ہوئی .....

"پاپا ..... کھانا لگواؤں یا کچھ دیر بعد .....؟"

"ارے نہیں بیٹا فوراً کھانا لگواؤ یہاں سب جلدی ڈنر کرنے والے لوگ ہیں اور ساڑھے آٹھ بج رہے ہیں۔" شیخ صاحب کو بھی اچانک خیال آیا کہ ان کی دوا کا بھی وقت ہونے والا ہے .....

"یہ آپ نے تکلف کیا۔" اشرف علی نے کہا .....

"ارے بھئی اب تو گھر کی بات ہے ..... کبھی ہم آپ کی طرف کبھی آپ ہماری طرف۔" شیخ صاحب ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے .....

اور ان کو خوش دیکھ کر خان صاحب کی خوشی سے اپنی بُری حالت تھی ..... ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ فضا میں آتش بازی چھوڑ دیں .....

"بس اب چونکہ طے ہو گیا ہے کہ ڈائریکٹ نکاح ہو گا تو منگنی وغیرہ کی رسم تو پھر رہنے دیں .....؟" صادقہ بیگم نے شیخ صاحب اور خان صاحب کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے صلاح لی .....

"بالکل بالکل۔" شیخ صاحب نے تائید کی .....

"تو پھر میں ایک دو روز میں تحریم کو ساتھ لے جاؤں گی اور اس کی پسند سے اس کا سوٹ بھی لے لوں گی اور ہاتھ کے ہاتھ سلائی کے لیے بھی دے دوں گی۔۔۔ ناپ وغیرہ کا مسئلہ ہوتا ہے۔" صادقہ بیگم نے کہا۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔ جی۔۔۔۔ جیسے آپ کہیں۔۔۔۔ جس دن آپ کا پروگرام ہو آپ صبح فون کر دیجیے گا تحریم آپ کے ساتھ چلی جائے گی۔" شیخ صاحب نے صادقہ بیگم کو پرسکون کر دیا۔

اسی وقت ملازم نے اندر آ کر کھانا لگنے کی اطلاع دی اور شیخ صاحب نے اٹھ کر مہمانوں کو باہر کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔۔۔۔!



سرمد Laptop پہ بہت مصروف تھا حور بانو کی آمد کا اُسے احساس تک نہ ہوا۔۔۔ حور بانو اُس کے دائیں طرف آ کر کھڑی ہو گئیں۔۔۔

"بہت مصروف ہو دو چار منٹ نکال سکتے ہو۔۔۔؟"

سرمد ایک دم چونک پڑا اور سنبھل کر مسکرایا۔۔۔

"آیئے امی۔۔۔ خیریت ہے ناں۔۔۔ کوئی خاص بات۔۔۔؟" اُس نے اپنی انگلیوں کی حرکت روک کر ماں کی طرف دیکھا۔۔۔

"ہاں بھئی اب تو ہر بات ہی خاص بات ہے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔۔۔ یہ بتاؤ تم نے اپنی تیاری کر لی سوٹ تیار ہو گئے۔۔۔؟ صادقہ کا فون آیا تھا کہہ رہی تھیں کہ صادق بھائی نے بیس ہزار کے ٹریول چیک T.C.S سے بھیج دیے ہیں۔"

"بیس ہزار کے ٹریول چیک۔۔۔؟" سرمد کی حیرت دیدنی تھی۔۔۔ "وہ کس لیے ہیں۔۔۔؟"

"بھئی یہ بھی ایک رسم ہے لڑکی والے لڑکے کو کپڑا جوتا دیتے ہیں۔"

"اوہو تو آپ نے پہلے کیوں یہ بات نہیں بتائی۔۔۔؟ خوامخواہ ان لوگوں کو بوجھ برداشت کرنا پڑا اور مجھے بیس ہزار کی کوئی ضرورت بھی نہیں۔۔۔ میرا تو ایک تھری پیس تھری ڈی ون تھا دوز کا ہے مگر آپ یہ بات اُن لوگوں کو مت بتائیے گا۔۔۔ شادی آئی مین نکاح اور ولیمے کے دو دن کی شوٹنگ اور دوسری چیزوں پر تو میں اب تک ون لیک (ایک لاکھ) خرچ کر چکا ہوں۔۔۔ آپ پلیز یہ چیک ذرا واپس بھجوا دیجیے گا۔۔۔ ان لوگوں کے کام آئیں گے۔" وہ یہ کہہ کر پھر اپنے کام میں

مصروف ہو گیا۔۔۔۔

"وہ لوگ برا مانیں گے۔۔۔ یہ بھی ایک طرح سے محبت و اپنائیت کا اظہار ہوا کرتا ہے۔" حور بانو سمجھانے لگیں۔۔۔

"آئی گیس۔۔۔ میں یہ بیس ہزار کا احسان نہیں اٹھا سکتا۔۔۔ حیا کو یہ اچھی طرح پتہ ہونا چاہیے کہ میں نے اُس کے جہیز سے کوئی گفٹ نہیں لیا۔" اُس نے بڑی سرد مہری سے کہا تھا۔۔۔

"یہ کیا بات ہوئی بیٹا۔۔۔ خوشیوں کے موقع پر تحفے تحائف کے تبادلے تو ہوتے ہی ہیں۔" حور بانو سمجھانے کے انداز میں بولیں۔۔۔۔ "صادق نے بھی غزالی کی شاپنگ کے لیے پیسے بھجوائے ہیں۔"

"یہ غزالی کا ہیڈک ہے۔۔۔ بہر حال میں یہ بیس ہزار قبول نہیں کر سکتا اور آپ بھی ذرا بھجوا دیں ان لوگوں کے کام آئیں گے۔۔۔ امی جب ہمیں ضرورت نہیں تو ہم کیوں لیں۔۔۔ پلیز۔۔۔ بس اب مجھے کچھ اور نہیں کہنا۔"

حور بانو نے بے بسی سے اُس کی طرف دیکھا اور خاموش ہو رہیں۔۔۔ ان کے لیے تو یہ بھی بہت بڑی بات تھی کہ وہ اُن کی پسند کی لڑکی سے شادی کر رہا تھا۔۔۔

"ریزرویشن تو ہو گئی ہے۔۔۔ تمہارے ابو نے سب سے پہلے یہی کام کیا۔۔۔ دو سیٹوں کا مسئلہ ہو رہا تھا ذرا بھاگ دوڑ کی تو شکر ہے وہ بھی حل ہو گیا۔۔۔ بس اب تو پیکنگ کرنا ہے۔"

"واپسی کی ایک سیٹ زیادہ ہے ناں۔۔۔ پتہ چلا اصل سامان تو وہیں رہ گیا۔۔۔؟" سرمد نے ہنستی ماں کو شرارت سے فریش کرنے کی کوشش کی۔۔۔

"اصل سامان کی تم فکر نہ کرو۔۔۔ خدانخواستہ ایک سیٹ کا مسئلہ ہوا تو میں بعد میں آ جاؤں گی تمہارا سامان تمہارے ساتھ ہی آئے گا۔" وہ اُس کی لطیف بات پر سچ مچ خوش ہو گئیں اور اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔ اللہ میرے بچے کو ہمیشہ خوش رکھے۔۔۔ دشمنوں کی نظر سے بچائے۔۔۔

"ٹھیک ہے تم اپنا کام کرو۔۔۔ میں کراچی صادق بھائی کے ہاں تفصیلی فون کر لوں۔" وہ یہ کہہ کر باہر چلی گئیں۔۔۔

اُن کے نکلتے ہی سیٹ پر میسج کا اشارہ ہوا۔۔۔ سرمد کی ایک ایک ادا سے گرم جوشی چھلکنے لگی۔



"ارے یہ ایک ہی ہے......؟ حنا کے لئے رکھو گی...... حبا کے لئے کیا ابھی کپڑے خریدنے ہیں......؟ تم تو کہہ رہی تھیں کہ گیارہ گیارہ سوٹ ہو جائیں گے۔" بڑی دادی کپڑے اُلٹ پلٹ کرتے ہوئے طاہرہ بیگم کی طرف دیکھنے لگیں......

"حبا کے کپڑوں جوتوں کی فکر نہیں ہے اماں...... حور بانو آپا نے صادقہ سے کہلوایا تھا کہ سرمد جہیز کے لئے سختی سے منع کر رہا ہے...... اور پھر ٹھیک ہی تو ہے ہماری دی ہوئی عام سی چیزیں بانو آپا کی کوٹھی میں کہاں سجیں گی......؟"

"ارے تو ہم اپنی لڑکی کو کپڑے لتے تو دیں گے...... یہ تو بچی کا حق ہوتا ہے۔" بڑی دادی نے آف موڈ میں کہا......

"وہ تو کپڑوں کو بھی منع کر رہی ہیں کہہ رہی تھیں کہ سرمد یہ کہہ رہا ہے کہ شادی کے بعد وہ خود حبا کو اُس کی پسند کے ڈریسز بنوا دے گا...... غرارے شرارے کا ڈھیر لگانے کی ضرورت نہیں...... اُسے بھاری کام کے کپڑوں سے بہت چڑ ہے۔" طاہرہ بیگم نے دبی زبان میں بتایا......

"اوئی...... سرمد یہ کہہ رہا ہے...... سرمد وہ کہہ رہا ہے...... یعنی اُس کی ماں کی اور ہماری کوئی بات ہی نہیں...... لڑکی کی اپنی کوئی پسند یا ناپسند نہیں...... سوچ لو دلہن...... صاف نظر آ رہا ہے کہ لڑکا اپنی من مانی کرنے والا ہے۔" بڑی دادی تو بہت فکر مند نظر آنے لگیں......

"اماں سب مرد اپنی من مانی کرتے ہیں...... کوئی شروع میں کھل جاتا ہے کسی کے گن بعد میں پتہ چلتے ہیں...... آگے تو پھر عورتوں کی عقل و سمجھ پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح گھر چلاتی ہیں...... مگر ہر وقت اپنی منوانے والے مرد سر پر دکھے رہتے ہیں۔"

"بس اماں...... دعا کریں اللہ خیر کرے...... اب تو ایک دوسرے کو اپنا چکے...... بہر حال دل کو تسلی ہے لوگ اچھے ہیں...... عائشہ کو پچیس برس ہو گئے ان لوگوں سے نباہ کرتے وہ تو بہت تعریف کرتی ہے...... اور یہ بہت بڑی بات ہے اماں...... میں تو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کر رہی ہوں کہ حبا راضی ہو گئی...... ایک مسئلہ کھڑا ہوا تھا اللہ کی مہربانی سے حل ہو گیا...... میرے دماغ کو کتنا سکون ملا آپ اندازہ نہیں لگا سکتیں...... یقین کریں میرے پاؤں تلے زمین سرک گئی تھی اماں۔" طاہرہ بیگم نے اپنا کام ملتوی کر کے دونوں ہاتھ اُٹھا کر شکر ادا کرتے ہوئے کہا......

"ارے بچے خالی خولی بیٹی تو بہت غریب غربا بھی نہیں دیتے۔" بڑی دادی کو کسی طور چین نہیں پڑ رہا تھا...... بے قرار سی ہو کر بولیں......

"ایسی بات نہیں اماں...... ایک سونے کا سیٹ تو اس کا تھا ہی اب وہ لوگ کچھ نہیں لے رہے تو اس کی چار چوڑیاں بھی کر رہی ہوں اور سرمد کی راڈو گھڑی منگوائی ہے سلامی کے لئے...... بائیس ہزار کی آئے گی...... خالی خولی کیوں رخصت کرنے لگی...... پانچ پانچ ہزار سرداور مراد کو سلامی میں دے دوں گی...... ٹھیک ہے ناں...... خرچہ تو وہی ہو رہا ہے جو سامان دے کر ہوتا۔" طاہرہ بیگم نے بڑی سمجھداری سے ساس کو مطمئن کر دیا......

"یہ بھی کیسا اتفاق ہے کہ دونوں داماد جہیز لینے سے انکار کر رہے ہیں...... واقعی اللہ ہی مشکل کو آسان کرتا ہے انسانوں کے بس کی بات نہیں۔" بڑی دادی نے فلسفیانہ انداز میں سوچتے ہوئے کہا......

"بس اماں آپ کی دعائیں ہیں...... جس دن دونوں ساتھ عزت خیریت کے رخصت ہوں گی شکرانہ پڑھوں گی کہ اللہ نے اکٹھی دو بیٹیوں کے فرائض سے بچا لیا۔"

"بالکل بالکل۔" بڑی دادی نے بھی بڑے جوش میں کہا...... "بس یہ تھا کہ اس موقع پر بچیاں اپنی پسند کے دو چار کپڑے بنا لیتی ہیں تو خوش ہو جاتی ہیں...... چلو خیر...... بس اب تیاریاں کروا بالکل وقت نہیں ہے۔" بڑی دادی یوں اُٹھیں جیسے واقعی تیاریاں کرنے جا رہی ہوں......



"اماں جان اس معاملے میں مجھے پریشرائز نہ کریں...... شادی کوئی مذاق ہے...... میں اس لڑکی کے ساتھ ساری زندگی کیسے رہ سکتا ہوں جسے نہ دماغ قبول کرتا ہے اور نہ دل۔" دانیال تو رشتہ طے ہونے کی اطلاع سن کر جیسے اُکھڑ گیا......

"لیکن تمہاری شادی حجاب سے بھی نہیں ہو سکتی...... اگلے مہینے کی چھ کو اس کی شادی ہو رہی ہے بارات جہاز سے آ رہی ہے ریزرویشن ہو چکی ہے۔" "اب بھی غلطی سے بھی اس کا نام زبان پر مت لانا ورنہ۔" صادقہ بیگم نے ناراض انداز میں کہا......

"ٹھیک ہے میں نے یہ تلخ حقیقت قبول کی...... آپ تھوڑی سی کوشش کرتیں تو ایسا ہونا ناممکن نہیں تھا مگر اب الزام تراشیوں سے کوئی فائدہ نہیں...... مگر شادی کرنا میری مجبوری نہیں میں تنہا تو رہ سکتا ہوں اس میں کسی کا کیا نقصان ہے......؟" وہ غصے کی شدید لہر دبا کر کہہ رہا تھا......

"بن باس کاٹو گے......؟ کھڑاویں پہن کر سر میں خاک ڈال کر جنگلوں میں نکل جاؤ گے......؟ کوئی عقل کی بات کرو دانیال...... میں تمہیں ایک ایک بات سے باخبر کر رہی ہوں تمہیں

بتا دیا تھا کہ تمہارے ابا جان شیخ صاحب کے ہاں تمہارا رشتہ کر رہے ہیں ایک مرتبہ تمہارے پہنچائے
ہوئے دھچکے نے انہیں ہسپتال پہنچا دیا—— اب تمہاری طرف سے انہیں دوسرا دھچکا لگایا
جائے—— زندگی کو تم نے کھیل تماشہ سمجھ لیا ہے......؟ بس اب ایک بات ہو گئی ہے...... کوئی گنجائش
نہیں ہے—— بیلا کے نکاح کے فوراً بعد تمہارا نکاح ہے...... تمہارے تو نصیب اچھے ہیں کہ ایک
اچھی لڑکی مل رہی ہے۔"

"بہت بدنصیب ہوتا ہے وہ جس کے دل کی مراد پوری نہیں ہوتی...... ہونہہ اچھے
نصیب۔" دانیال نے بڑی تلخی سے ماں کی بات کاٹ کر ٹکڑا لگایا......

"میرے ساتھ زبردستی مت کریں اماں جان ورنہ میں یہ گھر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں
گا۔" اس کے لہجے میں دھمکی نہیں قطعیت تھی...... صادقہ بیگم کے تو چھکے چھوٹ گئے......

"اس کا مطلب ہے تمہیں اپنے والدین کی محبت اور خلوص پر اعتماد نہیں...... تم سمجھتے ہو
ہم اپنے کسی فائدے کے لئے تمہیں نقصان پہنچا رہے ہیں......؟" وہ دکھ سے چور آواز میں
بولیں......

"اماں یہ بات نہیں آپ اور ابا جان ہمارے لئے سب سے بڑی نعمت ہیں—— اور
آپ کی محبت اور خلوص پر اسی طرح یقین ہے جس طرح اپنے پیدا ہونے اور اللہ کے موجود ہونے
کا یقین ہے مگر آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں...... جب شادی کے لئے میرا ذہن ہی آمادہ
نہیں تو میں کس طرح اس نئے تعلق کو نباہوں گا...... وہ جو آئے گی اس کے بھی کچھ حقوق کچھ خواب
ہوں گے...... میں اسے بہت سی خوشیوں سے محروم رکھنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔" دانیال نے بہت
جذباتی انداز میں دلائل سے ماں کو قائل کرنے کی کوشش کی......

صادقہ بیگم کو بے اختیار بیٹے پر ٹوٹ کر پیار آ گیا...... اس کی دلیل بہت مضبوط اور
خیالات اخلاقیات کی گرفت میں تھے انہوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دانیال کی پیشانی چوم لی اور نم
آنکھوں کے ساتھ اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے بولیں......

"بیٹا اللہ تمہارا نصیب نیک بنائے تمہیں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں سمیٹنے کی توفیق
دے—— تمہاری بات بہت وزنی ہے...... مگر ہم جو کرنے جا رہے ہیں وہ بھی اخلاقیات کے
زمرے ہی میں آ رہا ہے...... ان کے گھر میں ایک عذاب اترا ہوا ہے وہ معصوم بچی مجرموں کی سی
زندگی گزار رہی ہے...... اب [illegible] اسے اس وقت ایک

وہ عقلمند ساتھی کی ضرورت ہے اور اللہ نے اس کو اتنی عقل سمجھ دی ہے کہ تم زیادہ دیر نظرانداز نہیں
کر سکو گے...... وہ بہت جلد تمہارا دل جیت لے گی...... انشاء اللہ۔"

"لیکن حیا کے معاملے میں تو اپنی نظروں میں ہمیشہ کے لئے گر جاؤں گا۔" دانیال ماں
کی محبت کے زیراثر آ کر بہت بے بسی سے بولا......

"ان باتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے...... ابھی کوئی بات ہی نہیں تھی نہ خدانخواستہ تم سے
کوئی ایسی بھول چوک ہوئی کہ تم تاوان ادا کر کے خلاصی چاہو...... بیٹا اب اس کی بات بھی مت
کرو وہ پرائی ہو چکی...... اور اب یہ ایک نازیبا بات ہو گی...... دیکھو شادی تو تمہاری آج نہیں تو کل
کسی سے بھی ہونا ہی ہے...... تو پھر اتنی اچھی لڑکی کو کیوں ٹھکرائیں......؟ یہ تو کفرانِ نعمت
ہے...... ہم تو ابھی تمہاری شادی کا سوچ بھی نہیں رہے تھے ہمارا دھیان لڑکیوں کی طرف تھا مگر
تمہاری ایک غلطی سے یہ صورتحال پیدا ہوئی...... نصیب کی بات لڑکی دیکھ کر ہمیں ایسا لگا جیسے ہم
اسی کو ڈھونڈ رہے تھے سعادت مندی سے تمہاری زندگی کے ہر معاملے میں برکت رہے گی۔"

"اماں جان...... میں دکھ سے ٹوٹ رہا ہوں...... میری عقل کام نہیں کر رہی ہے یہ
سب کیا ہو رہا ہے......؟"

"ماں صدقے جائے اللہ میرے بچے کے دکھوں کو خوشی سے بدلنے پر قادر ہے مایوسی
کفر ہے یہ سوچ کر خود کو سمجھاؤ انسان کو وہی مل کر رہتا ہے جو اس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے...... ماں
باپ کی خوشی کے ساتھ جو کچھ ملتا ہے اس میں بڑی خوش بختی ہوتی ہے دیکھو اب الجھنے سے کوئی فائدہ
نہیں ایک بات ہو چکی...... جاؤ جا کر آرام کرو کچھ باتیں وقت کے ساتھ ساتھ پتہ چلتی ہیں اور عقل
میں آتی ہیں۔" انہوں نے کہا اور اس سے پہلے اٹھ کر وہاں سے چل دیں اور اسے وہ [illegible] یاد آیا
کہ [illegible] کا دیکھتا رہ گیا......

بے بسی کی ایسی کیفیت تھی جب کوئی انتہائی قدم اٹھانا محال ہوتا ہے...... اتنا پیار اور
آرام دینے والے کی ماں باپ سے لاحاصل جنگ شروع کر دے......؟ اس لڑکی کی خاطر جس
نے ذرا سی بھی مزاحمت نہیں کی فوراً ہتھیار ڈال دیئے...... میرا اعتبار کر کے ایک ذرا میرا انتظار تو
کرتی...... انتہائی فائق بندہ مل رہا تھا جو آنے والے وقت میں گروپ آف انڈسٹریز کا سربراہ ہو
[illegible] میں تو اپنی بات کا بھرم رکھنے کے لئے ماں سے اصرار کر رہا ہوں...... ورنہ...... سب لڑکیاں
ایک سی ہوتی ہیں جہاں [illegible]

لڑکی مل رہی ہے اماں جان تو بہت ہی سادہ ہیں...... دو ٹکے کی عزت نہیں ہو گی اُس کی نظر میں میری...... اتنی پراؤڈ...... بہو بنتے ہی اماں جان کو آٹے دال کا بھاؤ بتا دے گی......" وہ بُری طرح اُلجھتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا......



"بیٹا ہم نے آپ کی بہتری کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے گل ریز دولت کی ہوس میں مرض جنون کی کیفیت مبتلا ہو چکی ہے...... دوسرے ہماری زندگی کا اک پل اعتبار نہیں...... ہمیں امید ہے کہ آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا...... بہت دن ہوئے ایک رشتہ آیا تھا تو ہم نے آپ کی رائے مانگی تھی تو آپ نے جواب دیا تھا کہ پاپا میں اس معاملے میں آپ سے بہتر فیصلہ نہیں کر سکتی مجھے آپ پر اندھا اعتماد ہے...... آپ نے ہمیشہ مجھے بہترین ہی پروائڈ کیا ہے۔" شیخ صاحب اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہے تھے

"جی پاپا۔" تحریم کے پاس اس کے علاوہ کوئی جواب نہیں تھا...... اُس نے آہستگی سے کہا تھا......

"ہم بھی چاہتے تھے کہ ہمیں صرف اچھا لڑکا نہیں بہترین فیملی اور بہترین فیملی بیک گراؤنڈ بھی چاہئے...... اچھی فیملی بہت ضروری ہے بیٹا...... فیملی ممبر پُرخلوص ہوں تو کوئی مشکل مشکل نہیں لگتی...... انسان کبھی خود کو تنہا محسوس نہیں کرتا۔"

"جی...... پاپا۔"

"دانیال جیسا قابل اور شریف لڑکا ملنا آج کے دور میں بہت مشکل ہے...... دولت کی کثرت ہو تو لڑکے نت نئے شوق پال لیتے ہیں...... خودسر اور نافرمان ہو جاتے ہیں...... اُن کو ہینڈل کرنا مشکل ہو جاتا ہے...... دو بہنیں ہیں اُس کی دونوں کی شادیاں ہونے والی ہیں...... اس گھر میں تم ہو گی اور دانیال کے والدین جو کہ مزاجاً بہت سادہ اور مہربان ہیں...... ہم تو اتنے خوش ہیں کہ آپ تصور نہیں کر سکتیں بلکہ زندگی میں پہلی مرتبہ شاید اتنی بھرپور خوشی کا احساس ہوا ہے...... الحمدللہ۔" شیخ صاحب کی بولتے بولتے آنکھیں نم ہو گئیں......

"پاپا...... آپ کی خوشی میری زندگی کا حاصل ہے...... مجھے صرف آپ کو خوش دیکھنا ہے...... اس کے علاوہ نہ کوئی دعا ہے نہ خواہش۔" تحریم نے اُن کے شانے سے سر لگا کر آنکھیں موند لیں اور چپکے سے نظر بچا کر اپنی آنکھوں کے گوشوں سے چھلکتے آنسو صاف کئے

"آپ کی سعادت مندی میرے لئے باعث فخر ہے...... بس اب آپ تیاریاں شروع کریں اپنی خالہ کی ہیلپ لیں...... دانیال کی بہن کا نکاح ہو رہا ہے اس دن کے لئے کوئی اچھا سا ڈریس بنوائیے...... وہاں اس روز آپ اسپیشل ہوں گی...... بہت سے لوگ آپ کو دیکھنے کے خواہش مند ہوں گے...... اُس کی بہنوں کے لئے کچھ گفٹ بھی لے لیں...... تحائف کے تبادلے فاصلے مٹاتے ہیں۔" شیخ صاحب اس کو ضروری تاکیدیں کرنے لگیں......

"جی پاپا...... ٹھیک ہے۔" اُس نے اسی طرح آنکھیں موندے موندے جواب دیا...... اسی لمحے فون کی بیل رنگ ہوئی...... اُس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں......

"دیکھنا بیٹا کون ہے......؟" شیخ صاحب بھی اٹینشن ہو کر اپنی ریسٹ واچ پر نظر دوڑانے لگے......

تحریم نے آگے بڑھ کر فون اٹینڈ کیا...... اور آواز سنتے ہی چکرا گئی دوسری جانب گل ریز تھا......

"ہوں...... کس لئے فون کیا ہے......؟" اُس نے فوراً خود کو کنٹرول کر لیا......

"ڈیئر پاپا سے بات کرائیے...... ایک بہت بڑی خوشخبری ہے اُن کے لئے۔" گل ریز چہک رہا تھا...... تحریم اُلجھن میں پڑ گئی...... اس منحوس منہ سے آج کون سی خوشخبری سننے کو ملے گی......؟

"ٹھیک ہے میں بات کرا دیتی ہوں مگر کوئی اُلٹی سیدھی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" اُس نے تادیب کے ضمن میں کہتے ہوئے ریسیور ہولڈ اپ کر دیا اور شیخ صاحب کی طرف دیکھ کر آہستہ سے بولی......

"پاپا گل ریز کا فون ہے کوئی خوشخبری سنانا چاہتا ہے سن لیجئے کوئی بکواس کرے تو فون بند کر دیجئے گا فون سننا کوئی مجبوری نہیں۔" وہ یہ کہتی ہوئی اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی...... شیخ صاحب طوعاً کرہاً اُٹھے

"اس نا ہنجار کے پاس کب سے اچھی خبریں ہونے لگیں۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولے......

"ہیلو...... حکم کیجئے...... کیا خدمت کی جائے آپ کی......؟" دل کی کدورت لہجے سے چھلکی......

"اُف کتنی بدگمانی ..... اب اتنا بھی بُرا نہیں ہوں پاپا ..... بہر حال اس وقت میں بہت
خوش ہوں اور اپنی خوشی شیئر کرنا چاہتا ہوں ..... میں نے شادی کر لی ہے بہت اچھی لڑکی ہے
آپ ملیں گے تو بہت خوش ہوں گے ..... وہ آپ سے اور تحریم سے ملنا چاہتی ہے ..... اس لئے کہ
آپ لوگ ہی تو میرے اپنے ہیں ..... کم از کم اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا تو دے دیں۔"

وہ بول رہا تھا اور شیخ صاحب کے تاثرات بدل رہے تھے ..... خوشی اور سکون کی کیفیت
اُن کی آنکھوں سے واضح ہو رہی تھی

"تھینک گاڈ ..... یہ تم نے بہت اچھا کیا اب سچ سچ تمہارا گھر بن جائے گا ..... مجھے
واقعی بہت خوشی ہوئی ..... بلکہ یقین ہی نہیں آ رہا ..... بہت بہت مبارک ہو"

"پاپا ..... وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے ہم راستے میں ہیں کیا آپ دس منٹ دے سکتے
ہیں .....؟" گل ریز کا تو انداز ہی بدلا ہوا تھا .....

"بھئی اس وقت تمہاری دلہن کی کوئی خدمت تو نہ ہو سکے گی سوائے واچ مین کے آج
گھر میں کوئی نوکر نہیں ہے ..... کل صبح آ جانا۔" شیخ صاحب تو اتنی بڑی خبر سن کر جیسے سب کچھ
فراموش کر بیٹھے .....

"پاپا صرف پانچ منٹ کے لئے ہم آ رہے ہیں ..... ایکچولی ہمیں ایک ڈنر پر جانا
ہے۔" گل ریز کہہ رہا تھا .....

"چلو ٹھیک ہے اگر جلدی ممکن ہے تو ٹھیک ہے کیوں کہ تھوڑی دیر بعد میں میڈیسن لے
کر سو جاؤں گا۔"

"Thanks پاپا ..... بس ہم ابھی پہنچ رہے ہیں۔" گل ریز بہت پُر جوش انداز میں
بولا اور فون بند ہو گیا ..... شیخ صاحب نے جیسے سکون کی سانس لی۔

"چلو ..... شکر ہے اللہ کا ..... آخر اس نے شادی کر لی ..... ایک ٹینشن سے تو نجات
ملی۔" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے .....

"ٹھیک ہے اس نے شادی کر لی اچھا کیا ..... مگر یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے .....؟
آپ نے پھر اُس کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں ..... ایک مسئلہ حل ہوا ..... لیکن ہر وقت لاکھوں کے
نقصان تو اپنی جگہ ہیں ..... ہمیں کیا وہ شادی کرے یا نہ کرے .....؟" تحریم کو شیخ صاحب کی
رواداری اور نرمی نے نئے سرے سے عذاب میں مبتلا کر دیا .....

"بیٹا ..... پانچ دس منٹ کے لئے اپنی دلہن کو ملانے آ رہا ہے ..... کیا فرق پڑتا ہے
مجھے تو اس کی خبر سے اتنا سکون ملا ہے کہ بیان سے باہر ہے ..... البتہ اگر آپ اس سے اور اس کی
دلہن سے ملنا نہیں چاہتیں تو آپ کی خوشی میں اس سلسلے میں آپ کو قطعاً پریشرائز نہیں کروں گا۔"
شیخ صاحب بہت ہلکے پھلکے ہو کر بات کر رہے تھے .....

"رئیلی پاپا ..... میں تو اس کی شکل ہی نہیں دیکھنا چاہتی ..... نہ مجھے اس کی دلہن سے
کوئی دلچسپی ہے ..... ہزار دو ہزار اُس کی بیوی کو دے کر جلد سے جلد انہیں رخصت کر دیجئے گا
میں اپنے بیڈروم میں جا رہی ہوں۔"

"اوکے ..... اوکے۔" شیخ صاحب پھر اپنی ریسٹ واچ پر نظر دوڑانے لگے .....
چہرے پر گہرا سکون اُترا ہوا تھا .....

"اپنی بیوی کے سامنے تو اچھا امپریشن ڈالنے کی ہی کوشش کرے گا ..... اس وقت تو
کوئی غلط حرکت یا بات نہیں کر سکتا۔" وہ مطمئن انداز میں سوچ رہے تھے .....



بڑی دادی کے علاوہ آج سب لوگ بڑے اہتمام سے شاپنگ کے لئے نکلے ہوئے
تھے ..... طاہرہ بیگم کی سلیقہ شعاری اور جہیز کے تکلفات سے آزادی نے شاپنگ کو بہت پُر لطف بنا
دیا تھا ..... خاص مواقع کے لئے سینت سینت کر رکھا ہوا پیسہ اس وقت لاٹری کا پیسہ لگ رہا تھا .....
بارات اور ولیمے کی تیاری پر بہت زور تھا .....

حبا اور حنا گھر پر ہی تھیں ..... بڑی دادی اور حنا چھت پر نماز پڑھنے گئیں تو حبا کو یوں لگا
جیسے وہ گھر میں تنہا ہو ..... تنہائی کا مکمل احساس ہوتے ہی ..... درد بھرے طوفان اُٹھنے لگے
احساسِ توہین، کم مائیگی اور بے وقوف بن جانے کے احساس نے سارے وجود پر غلبہ پا لیا .....

کیوں بات زبان سے کہہ کر کھوئی
دل آج تک ہاتھ مل رہا ہے

اس شعر نے ذہن پر کئی مرتبہ دستک دی تو جذبات میں ہیجان سا برپا ہو گیا ..... ماہر
لڑکیاں نہیں تھیں مذاق کرنے کے لئے .....؟ ماں دادی اور پھوپھو کے سامنے مجھے ایک دم بے
حیثیت کر دیا .....

اس نے شدید جذبات کی لہر دبا کر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے دانیال کا نمبر ڈائل کرنا

شروع کر دیا اور دھڑکتے دل کے ساتھ ادھر اُدھر بھی دیکھتی جا رہی تھی......

نمبر لگ گیا...... رنگ پاس ہو رہی تھی دھڑکن تیز ہو رہی تھی......

''ہیلو۔'' دانیال کا لہجہ بہت متانت تھا

''ہیلو...... حیا بات کر رہی ہوں کیسے ہیں آپ......؟'' حیا کا لہجہ معمول تھا......

دانیال تو جیسے بھونسے کی طرح پامال ہو گیا...... خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا...... کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا بولے اور اُس نے اُسے کیوں فون کیا ہے جبکہ اُس کی تو شادی کی تاریخ بھی طے ہو چکی......

''ٹھیک ہوں...... آپ کی طرف خیریت ہے......؟'' اُس نے بڑے تکلف سے پوچھا......

''الحمدللہ...... ہم سب خیریت سے ہیں آپ کی خیریت نیک چاہتے ہیں...... بس خوشی کی انتہاء پر اچانک خیال آیا کہ آپ کو اپنی خوشیوں میں شامل کیا جائے...... سرمد جیسا ساتھی بائی لک ملتا ہے...... شکر ہے آپ مذاق کر رہے تھے خدانخواستہ سنجیدہ ہو جاتے تو میری بڑی بیڈ لک ہوتی...... کہاں آپ بائیک پر وہ بھی باپ کی گفٹ کی ہوئی کہاں سرمد...... ٹریڈ ٹاور ''صبح'' لندن میں شام فرانس میں لنچ' دبئی میں...... ڈنر ہالینڈ میں...... 50 50 ہزار کے تو Casual سوٹ پہنتا ہے...... اُف ایسا جگمگ جگمگ سپرمین...... پتہ نہیں میں نے انجانے میں کیا نیکی کی تھی جو اتنا کچھ مل رہا ہے...... دیکھئے بارات والے دن سب سے پہلا پھولوں کا ہار آپ انہیں پہنائیں گے...... اور نکاح کے بعد سب سے پہلے آپ مبارک باد دیں گے...... مجھے بڑی روحانی مسرت ہو گی۔''

یہ کہہ کر اُس نے دانت پیس کر زور سے ریسیور پٹخ دیا...... پھر وہیں کھڑی ہو کر ہونٹ کاٹتے ہوئے آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی...... مگر اندر کہیں گہری چوٹ تھی...... آنسو رخسار پر گرنے کی بجائے اندر دل کی چوٹ پر پڑے تو آنسوؤں کے نمک نے آگ سی لگا دی......

اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا...... وہ بے اختیار ہو رہی تھی خود پر کنٹرول کر رہی تھی...... معاً اُس نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا......

خالی گھر میں چیخیں طوفان کا شور بن کر پھیل گئیں...... بڑی دادی اور حنا گرتی پڑتی بھاگی آ گئیں......

''ارے میری بچی کو کیا ہو گیا......؟ ارے میرے مولا...... رحم کرنا۔'' بڑی دادی نے حیا کو بازوؤں میں سمیٹ لیا...... ''میری بیٹی...... ارے میری بچی کو کیا ہو گیا......؟ کچھ بتاؤ تو سہی...... ارے حنا ٹھنڈا پانی پلا بہن کو...... اتنی دور جانے کا غم کر رہی ہے...... ارے بیٹی سب لڑکیاں ایک دن ماں باپ کا گھر چھوڑتی ہیں...... کیوں اتنا رو رہی ہے......؟ اللہ رکھے دھنواتوں کے گھر جا رہی ہے...... جہاز میں بیٹھی اور دو گھنٹے میں ماں کے پاس...... نری بات میرا بچہ...... دادی صدقے جائے۔'' وہ اُس کی آنسوؤں سے بھری آنکھیں چومنے لگیں...... حنا بھاگ کر پانی لے آئی تھی......

''یہ لے پانی پی...... خبردار جو اتنا غم کیا...... اللہ نصیب اچھے کرے...... خیر سے پھوپھی کے پاس جا رہی ہے...... وہ کیا کہتے ہیں ماں بیٹی دو ذات پھوپھی بھتیجی ایک ذات۔'' بڑی دادی کے کمزور اعصاب اتنی شدت کی آہ وزاری برداشت نہیں کر سکتے تھے......

برف کی طرح پگھل کر رہ گئی...... اُس کے بُری طرح رونے سے حنا کا بھی دل بھر آیا تھا...... اُس نے پورا زور لگا کر حیا کو اُٹھایا اور چھوٹے بچے کی طرح اپنے بازو کے گھیرے میں لے لیا......

''لو پانی پیو...... کیا پاگل پن ہے......؟'' اُس نے گلاس حیا کے ہونٹوں سے لگا کر پیار سے سرزنش کی...... حیا نے چند گھونٹ لئے اور آنکھیں پونچھنے لگی......

''اللہ میری بچیوں کا نصیب اچھا کرے اپنے اپنے گھروں میں سکھی رہیں۔'' بڑی اماں اپنے تخت کی طرف بڑھتے ہوئے دعا کر رہی تھیں...... آج کل یوں بھی حنا اور حیا کے لئے اُن کا دل بہت موم ہو چکا تھا کہ بچیاں اب چند دن کی مہمان ہیں......



''شادی......؟'' سرمد کا قہقہہ بہت زوردار تھا...... ''یار آپ کی خاطر اور عزت ہو رہا ہوں...... ہاں سنا تو یہی ہے کہ سیدھی سادی ہے...... یار Lower مڈل کلاس کی لڑکیوں کا تو تمہیں پتہ ہی ہے...... گورنمنٹ سکولوں میں پڑھنے والیاں جن کو A.B.C کا تو پتہ ہوتا ہے Phonic کا پتہ نہیں ہوتا...... تھینک یو سوری سے زیادہ انگلش نہیں بول سکتیں...... سپر لگژری لائف کے خواب دیکھتی ہیں...... مل جائے تو پاگل ہو جاتی ہیں۔''

وہ توقف کر کے فون پر دوسری طرف کی بات سننے لگا......

''ڈونٹ کیئر...... بس اچھے دن آ رہے ہیں...... پھر میں اور میری مسز تمہارے گھر اکثر

آیا کریں گے...... زنجیریں کٹ جائیں گی...... اور ہاں میرا کام یاد ہے ناں......؟ یار اُسے کسی صورت پینڈنگ میں مت ڈالنا...... ورنہ میں مارا جاؤں گا۔"

اُس نے پھر توقف کیا اور توجہ سے سننے لگا...... پھر ایک دم بے زاری سے بولا......

"Leave It یار میں نے تو دیکھی بھی نہیں ہے مگر امی اُس کے عشق میں مبتلا ہو چکی ہیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر وہ جنت کی حور بھی ہو...... اتنا کچا نہیں ہوں کہ صورت دیکھ کر لٹو ہو جاؤں...... بقول امی کے بہت خوبصورت ہے ایک میٹر لمبے بال ہیں میرے گھر میں بہت خوبصورت ڈیکوریشن پیسز (Pieces) ہیں ایک وہ بھی سہی۔" سرمد نے اپنی بات کے اختتام پر ایک زبردست قہقہہ لگایا...... پھر اپنا سیل آف کر کے سیل پر ایک Kiss کیا وہ بہت خوش اور فریش نظر آ رہا تھا......

اُسی وقت حور بانو ناک کر کے اندر آئیں اُن کے ہاتھ میں جیولری باکس تھے وہ بہت شاداں و فرحاں نظر آ رہی تھیں......

سرمد اُنہیں دیکھتے ہی سنبھل کر بیٹھ گیا......

"آیئے امی اب کیا اُٹھا لائیں...... کیا ہے یہ......؟" اُس نے جیولری باکس کی طرف اشارہ کیا......

"ارے جیولری ہے اور کیا ہے میں نے کہا تمہیں دکھا دوں کبھی ان پر بھی تمہیں اعتراض ہو۔" وہ اُس کے قریب بیٹھ کر باکس کھولتے ہوئے بولیں......

"مجھے کیوں اعتراض ہونے لگا...... مجھے جیولری وغیرہ کا کیا پتہ کہ آج کل کیا فیشن ہے......؟"

"یہ دیکھو یہ نکاح کے سوٹ کے ساتھ کا سیٹ ہے اسی لئے اس میں لال موتی لگوائے ہیں اور یہ کنگن۔" پھر ایک دم چونک کر سرمد کی طرف دیکھا......

"تم نے دُلہن کی منہ دکھائی کے لئے کچھ لیا......؟"

"اوہ...... مجھے تو یاد ہی نہیں رہا...... امی میں اُسے کیش دے دوں گا اپنی پسند سے لے لے گی۔" اُس نے جان چھڑانے والے انداز میں جواب دیا......

"تحفہ تحفہ ہوتا ہے...... خبردار...... اتنے اہم موقع پر یہ غفلت نہ کرنا...... ہر لڑکی کے ارمان ہوتے ہیں...... شادی ایک مرتبہ ہوتی ہے...... عورت اپنی زندگی کا یہ اہم دن کبھی نہیں

بھولتی...... کوئی اچھی خوبصورت سی ڈائمنڈ کی انگوٹھی لے لو۔"

"خوب کہا آپ نے...... لیکن بعض لوگوں کی دو چھوڑیں تین تین شادیاں بھی ہوتی ہیں۔"

"اللہ کی پناہ...... سرمد اچھے بول منہ سے نکالو...... اللہ سب بچوں کے نصیب اچھے کرے...... توبہ...... کتنے بے دھڑک بولتے ہو۔"

"اب دیکھ لو...... بعد میں کچھ نہ کہنا...... پسند آیا تمہیں زیور......؟" انہوں نے گھبرا کر جلدی سے موضوع بدلا......

"اچھا ہے کچھ پہننے والے پر بھی منحصر ہے...... پتہ نہیں اس پر اچھا لگے گا یا نہیں۔" سرمد کا انداز لاپرواہ اور ٹالنے والا تھا......

"وہ تو اتنی پیاری ہے...... خالی پھول بھی پہن لے تو سب سے الگ دکھائی دے میری سب سے بڑی بہو ہوگی...... ایسے ہی پسند نہیں کیا میں نے تمہارے لئے۔" وہ باکس بند کرتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہہ رہی تھیں......

"میرے لئے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ خوش ہیں۔" سرمد نے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھولتے ہوئے اس طرح کہا جیسے کوئی رسمی کارروائی نمٹا رہا ہو......

"ارے صادقہ نے میرے لئے بھاگ دوڑ کی ہے...... اللہ خوش رکھے اس کے لئے بھی جھمکے بنوائے ہیں میں نے...... دن رات ایک کر دیئے اُس نے صادق بھائی سے ہاں کرانے کے لئے۔" وہ اُٹھتے ہوئے بولیں......

"تو اتنے نخرے کیوں کر رہے تھے وہ لوگ دنیا میں کیا اور لڑکیاں نہیں تھیں...... انہوں نے منع کر دیا تھا تو آپ کو دوبارہ بات ہی نہیں کرنا چاہئے تھی آپ نے صادقہ آنٹی کو کیوں اتنی تکلیف دی۔" سرمد کی پیشانی پر بل پڑ گئے...... جیسے اس کی اَنا پر بھاری ضرب پڑی ہو......

"بے وقوف اُن کے انکار کی کوئی وجہ تھی اصل میں ابھی حیا کی بڑی بہن کا کہیں رشتہ نہیں ہوا ہے...... وہ یہ کہہ رہے تھے کہ پہلے بڑی کا ہو جائے...... میں بڑی کا رشتہ مانگتی تو وہ کبھی انکار نہیں کرتے۔" حور بانو نے سمجھاتے ہوئے کہا......

"تو آپ بڑی کو پرپوز کر دیتیں کوئی مسئلہ تھا......؟ اس میں کوئی قباحت ہے......؟" سرمد نے حیرت و سنجیدگی سے پوچھا......

"ماشاءاللہ وہ بھی بہت پیاری ہے مگر حیا والی بات اُن کی کسی بچی میں نہیں..... بس میرا دل تو اسی پر آ گیا تھا..... اپنی اپنی نظر ہوتی ہے۔" وہ یہ کہہ کر مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئیں.....

سرمد جیسے مراقبے میں چلا گیا..... گہری سوچ کا عکس اُس کی نظر میں تھا.....



تحریم نے اگرچہ باپ سے کہہ تو دیا تھا کہ اُسے گل ریز اور اُس کی بیوی سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ ہی وہ اُن سے ملنا چاہتی ہے..... مگر اندر ایک تجسس تو بیدار ہو چکا تھا کہ پاپا نے اس نے شادی کیوں اور کیسے کر لی..... ؟ اور کس طرح کی لڑکی سے کی ہے..... ؟ وہ جس دولت پر برسوں سے نظریں جمائے بیٹھا تھا اُس سے ایک دم کیسے دستبردار ہو گیا..... ؟ اگر وہ اپنی بیوی کو ملانے لایا ہے تو کیوں..... ؟ پاپا کو تو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں وہ تو اُسے گھر سے نکال کر بیٹھنے کے لئے جان چھڑا چکے..... وہ ذہنی خلفشار کا شکار ہو چکی تھی دوسرے اُسے یہ ٹینشن تھی کہ وہ شیخ صاحب سے کوئی اُلٹی سیدھی بات نہ کر بیٹھے..... اتنی مشکل سے تو وہ نارمل حالت پر آئے ہیں..... وہ گل ریز کی آمد پر کان لگائے بیٹھی تھی اُس کے آنے کے بعد چھپ کر اُس کی باتیں بھی سننا چاہتی تھی..... شیخ صاحب اپنے بیڈ روم میں جا چکے تھے وہ زیادہ دیر نہیں بیٹھ سکتے تھے گل ریز اور اس کی بیوی نے ان کے بیڈ روم میں ہی جانا تھا..... شیخ صاحب کے بیڈ روم میں تین اطراف Windows تھیں ایک لان کی طرف کھلتی تھی ایک گیلری کی طرف تیسری Passage میں.....

اُسے Passage والی کھڑکی سے کان لگانا تھا..... اُس کے لئے ضروری تھا کہ چاروں پٹ میں سے کوئی ایک پٹ تھوڑا سا کھلا ہوا ہو..... سارے پٹ بند ہونے کے بعد کچھ سننا ممکن نہیں تھا..... وہ اس خیال کے تحت بڑی تیزی سے اپنے کمرے سے باہر آئی وقت بہت کم تھا..... وہ شیخ صاحب کے بیڈ روم کے دروازے تک پہنچی..... پہلے تو بہانہ سوچا کہ باپ نے پوچھ لیا تو کیا کہے گی..... ؟ پھر آہستہ سے ہینڈل گھما کر اندر جھانکا..... شیخ صاحب بیڈ پر نہیں تھے یقیناً واش روم میں تھے اور یہ قدرتاً سہولت مل گئی اُس نے پھرتی سے پردہ سرکا کر ایک پٹ دھکیل کر تھوڑا سا آگے کر دیا پھر پردہ برابر کر دیا اور دبے پاؤں باہر آ گئی..... اس عمل سے گزرنے کے بعد بہرحال اب وہ قدرے پُرسکون تھی.....

کمرے میں آتے ہی اُسے گیٹ پر ہارن کی آواز سنائی دی..... دل تیزی سے

دھڑکا..... اُس نے آہستگی سے دروازہ بند کر دیا..... اور بے قراری سے ٹہلنے لگی..... پاپا نے واچ مین کو ہدایت تو دے دی ہو گی..... وہ سوچ رہی تھی..... دروازہ بند ہونے کے بعد اب باہر سے آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں.....

پانچ منٹ گزرنے کے بعد وہ اپنے کمرے سے نکل کر بالکنی کی طرف آئی..... گیٹ پورچ اور L شیپ کا لان اُس کے سامنے تھا..... پورچ میں اس کی اور شیخ صاحب کی کار کے علاوہ تیسری کار بھی موجود تھی..... جو یقیناً گل ریز کی تھی..... اس کے اعصاب شل ہو رہے تھے ایک پل قرار نہیں تھا..... پتہ نہیں کیا کرنے آیا ہے..... ؟ اس کی بیوی کو ہم سے کیا دلچسپی..... ؟ وہ بری طرح اُلجھی ہوئی شیخ صاحب کے بیڈ روم کی طرف آئی اور Passage والی Window کے ساتھ کان لگا کر کھڑی ہو گئی.....

"دیکھو گل ریز..... میں ہارٹ پیشنٹ ہوں..... فرض کرو تمہاری دی ہوئی کسی تکلیف کی وجہ سے میری موت واقع ہو جاتی ہے تب بھی میری پراپرٹی میں تمہارا کوئی حصہ ثابت نہیں ہو گا..... تمہارے سارے ڈاکومنٹس میں تمہارے باپ کا وہی نام لکھا ہے جو تمہارے برتھ سرٹیفکیٹ میں ہے..... لوگوں نے مجھے کہا بھی تھا کہ کیا فرق پڑتا ہے آپ باپ کے خانے میں اپنا لکھ دیا کریں..... بچہ بڑا ہو گا تو چول ہو گا..... نفسیاتی مسئلے بھی پیدا ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ..... مگر میرے نزدیک یہ بہت بڑا اخلاقی جرم ہے..... باپ کا نام بدلنا تو ایک طرح سے گالی ہو گی۔"

"ارے آپ نے اس وجہ سے اپنا نام مجھے نہیں دیا..... درحقیقت آپ کو اندازہ تھا کہ اس وجہ سے جائیداد میں اس کا حصہ بن جائے گا۔" گل ریز کی آواز میں تمسخر کا شائبہ تھا.....

"بہرحال میں تمہارے خیالات نہیں بدل سکتا..... میں اپنی نیت و اعمال کا ذمہ دار خود ہوں مگر اس وقت تم نے جو حرکت کی ہے گویا مہر لگا دی ہے آئندہ اگر تم سچ کسی شکل میں بھی کر کا بھی بولو گے تو کوئی اعتبار نہیں کرے گا..... میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور دوں گا..... مگر تحریم کی شادی تم سے نہیں کر سکتا۔"

شیخ صاحب کی آواز میں شکستگی و آہستگی تھی..... تحریم کو تو جیسے غش آنے لگے پھر فوراً پاپا سے قریب ہونے اپنی غنڈہ گردی دکھانے کا موقع نکالنے کی ایک اور شیطانی کوشش..... ؟ وہ بُری طرح Shoked ہو کر سوچ رہی تھی یہ کوئی حرکت کئے بغیر یہاں سے جا بھی نہیں سکتا جب کہ شیخ صاحب تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اس نے بڑے جتن کئے ہوں گے..... خوف کی

ایک لہر اُس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کر گئی...... اب اُسے فوری کوئی راہ نجات نکالنا تھی...... یہ تو طے تھا کہ اس وقت دونوں باپ بیٹی اُس کے نرغے میں ہیں وہ دبے پاؤں چلتی اپنے کمرے میں واپس آئی...... اور دروازہ لاک کر کے فوراً اپنے سیل سے خان صاحب کو رنگ کیا...... رنگ پاس ہوتی رہی مگر آخر کار یہی حاصل ہوا کہ جواب موصول نہیں ہو رہا...... اُس نے گھر پر ڈائل کیا تو خاصی رنگ پاس ہونے کے بعد ملازم نے اٹینڈ کیا اور بتایا کہ خان صاحب اور بیگم صاحبہ آٹھ بجے کے قریب خاص چلے گئے تھے وہاں کسی کی ڈیتھ ہو گئی ہے سارا گھر لاکڈ ہے اور یہ کال بھی چوکیدار کے کیبن میں ریسیو کی گئی ہے وہ تو خیر کچھ بھی نہیں رہی تھی نہ سمجھنا چاہتی تھی بس یہی سمجھ پائی کہ اس وقت اُسے خان صاحب میسر نہیں...... وہ بہت حواس باختہ ہو رہی تھی...... ابھی چند دن پہلے کل ریز نے جو حرکت کی تھی اُس کو اُسی کے گھر میں قید کرنے کی وہ پوری فلم اُس کے حافظے میں چل رہی تھی......

"اُف اس وقت پاپا پر کیا گزر رہی ہے......؟" اُس کی حالت خراب ہونے لگی...... کیا کرے پولیس کو بلائے...... ہائے کہیں وہ بے غیرت کوئی حرکت نہ کر بیٹھے...... خدانخواستہ اس کے پاپا کو کچھ نہ ہو جائے...... اُس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے...... دل کو پنکھے لگے ہوئے تھے......

اُسی وقت P.T.C.L فون پر رنگ ہوئی یہ کنکشن تین جگہ استعمال ہوتا تھا...... لاؤنج میں شیخ صاحب کے کمرے میں اور تحریم کے کمرے میں...... اُس نے نمبر دیکھا یونہی گمان سا ہوا کہ یہ تو دانیال کے گھر کا نمبر ہے...... کہیں کوئی چور راستے سے کسی وابستگی کا احساس دبے پاؤں در آیا اُس نے بے اختیار ریسیور اُٹھا لیا...... دوسری جانب سے شیخ صاحب بھی ریسیور اُٹھا چکے تھے...... اُن کی آواز تو بالکل واضح تھی مگر دوسری جانب کوئی لڑکی تھی اور کہہ رہی تھی...... "انکل میں ربیعہ ہوں دانیال کی سسٹر کیا تحریم سے بات ہو سکتی ہے......؟"

"شاید وہ سو چکی ہے ورنہ وہ یہ کال اٹینڈ کرتی...... بیٹا میں آپ کی صبح بات کرا دوں گا...... کیا اس وقت دانیال گھر پر ہے......؟" شیخ صاحب کی آواز سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بُری طرح نڈھال ہوں اور اُن کی سانس بے ترتیب ہو چکی ہو...... باپ کی آواز کا غیر معمولی اُتار چڑھاؤ تحریم کی سماعتیں سلگنے لگیں...... جی چاہا...... ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر اُٹھے اور اُس شیطان کو شوٹ کر دے جو انسانیت کے منہ پر طمانچہ ہے...... ربیعہ کی طرف سے خاموشی چھا چکی تھی۔ شیخ صاحب کی طرف سے بھی ریسیور رکھنے کی آواز آئی......

تحریم کو یوں محسوس ہوا جیسے کچھ اچھا ہوتے ہوتے رہ گیا...... وہ سر تھام کر بیٹھ گئی مگر دوسرے ہی لمحے چونک کر کھڑی ہو گئی...... "اُف وہ شیطان اور پاپا اکیلے...... ہائے اللہ انہیں کچھ ہو نہ جائے۔" اس کے خیال کے ساتھ ہی بے قراری بڑھ گئی...... خود وہ اس کے سامنے جانا نہیں چاہتی تھی کہ کل ریز نے اُس کے ساتھ کوئی حرکت کی تو شیخ صاحب سے وہ برداشت نہ ہو سکے گی...... عجیب سی بے بسی نے اُس کے اعصاب پر قبضہ کر لیا...... وہ بے قراری سے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی......

پھر جانے کیا ہوا دانیال اُس کے سامنے آ کھڑا ہوا...... وہ جسے اُس کے باپ نے اس کے لیے پسند کیا وہ جو اُس کی زندگی کا ساتھی بننے والا تھا...... سب کچھ طے تھا...... نکاح کے دو بولوں کا بس فاصلہ رہ گیا تھا...... فواد بہت دور ہے...... دانیال تو بہت قریب ہے...... خون کے رشتوں کے بعد دنیا کا اہم ترین رشتہ اُس سے قائم ہونے والا ہے جتنی ضرورت آج اُس کی موجودگی کی ہے اتنی تو شاید کبھی نہ ہو...... ساتھ ہی اُسے صادقہ بیگم کا خیال آیا اُن کی شفقت محبت اور دل میں اُترنے والی سادگی...... بالکل ماں کی طرح محسوس ہونے والی...... جس پر اندھا اعتبار کرنے کو جی چاہا...... وہ ایک طاقتور جذبے کے ساتھ C.L.I چیک کرنے لگی...... ربیعہ نے جس نمبر سے کال کی تھی وہ نمبر اُس نے نوٹ کیا اور فوراً Ring Back کر دیا...... رنگ پاس ہونے لگی...... دل کی دھڑکن بڑھنے لگی ذہن ایک ساتھ دو سمتوں میں دوڑ رہا تھا...... کبھی باپ کی طرف کبھی دانیال کی طرف...... کہ وہ اُس سے کیا کہے......؟

فون ربیعہ نے ہی اٹینڈ کیا......

"ہیلو...... السلام علیکم۔" تحریم کے انداز میں عجلت تھی......

"جی وعلیکم السلام...... وہ...... آپ تحریم بھابی بات کر رہی ہیں......؟" ربیعہ کے انداز بچوں کی طرح خوش ہونے کا تاثر تھا......

"جی...... وہ کیا دانیال گھر پر ہیں......؟ پلیز آپ میری فوراً اُن سے بات کرا دیں ایک بڑا مسئلہ ہے۔" تحریم ٹینشن کی وجہ سے بے ربط ہو رہی تھی......

"بھائی تو گھر پر نہیں ہیں آپ کے پاس اُن کا سیل نمبر نہیں ہے......؟" ربیعہ نے پوچھا......

"نہیں......" اُس نے یوں کہا جیسے کوئی اعتراف جرم کر رہی ہو......

"فون کیجئے۔" ربیعہ بھی اس کی سنجیدگی کو محسوس کر کے بڑی سنجیدگی سے بات کر رہی تھی......

"جی بولیے۔" وہ لکھنے لگی...... ربیعہ نے جیسے ہی نمبر بتایا تحریم نے لائن ڈسکنیکٹ کر دی...... اس وقت ایک ایک لمحہ قیمتی تھا...... اگلے ہی لمحے اس نے دانیال کا نمبر ملایا...... رنگ ہونے لگی تیسری رنگ پر دانیال نے کال اٹینڈ کر لی......

"ہیلو۔" اس کی آواز میں تردد اور الجھن کا عکس واضح تھا......

"دانیال...... میں...... تحریم بات کر رہی ہوں پلیز آپ اسی وقت گھر آ جائیں جتنی جلدی بھی ممکن ہے...... As Soon As Posible۔" اس کی آواز پر آنسو غالب آ گئے۔

"خیریت......؟ شیخ صاحب تو خیریت سے ہیں......؟" وہ فکرمندی سے پوچھ رہا تھا......

"بس انہی کی خیریت کو خطرہ ہے Devil ان کے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے میں اس کی موجودگی میں وہاں جا نہیں سکتی...... وہ پاپا سے اہم Signature لینے میں کامیاب ہو گیا ہے...... اس وقت گھر میں سوائے واچ مین کے کوئی نہیں ہے...... وہ انتہائی بے رحم اور ظالم ہے کہ دولت کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہے...... میں خود بھی اس وقت خطرے میں ہوں وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے...... پھر پاپا تو سمجھیں۔" اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا...... وہ پلٹی تو فون کی گھنٹی بجنے لگی...... مگر اس نے ڈر کے مارے ریسیور نہیں اٹھایا کیونکہ اسکرین پر دانیال کا سیل نمبر چمک رہا تھا...... اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں گل ریز اٹینڈ نہ کرے حالانکہ دل تو چاہ رہا تھا کہ پتہ کرے دانیال نے دوبارہ کال بیک کیوں کی ہے......

اس نے دوبارہ اپنے سیل سے دانیال کا نمبر ملایا...... دوسری مرتبہ کی ٹرائی کے بعد نمبر لگ گیا کیونکہ وہ خود ادھر ٹرائی کر رہا تھا......

"جی...... آپ کیوں کال کر رہے ہیں...... فوراً آ سکتے ہیں تو آ جائیں اور P.T.C.L نمبر Use نہ کریں وہ بے غیرت اٹینڈ کر سکتا ہے...... میں اس وقت بہت خطرے میں ہوں۔" تحریم کا انداز عجلت بھرا تھا......

"آپ میری بات سنیں...... ایک منٹ کی تاخیر کیے بغیر گھر سے باہر آ جائیں...... میں پہنچ رہا ہوں آپ کے گھر کے سامنے جو پارک ہے آپ وہاں میرا ویٹ کریں مگر گھر سے فوراً نکل

آئیں۔" اتنا کہہ کر دانیال نے فون بند کر دیا......

تحریم نے جلدی سے عمل درآمد شروع کر دیا...... اپنا پرس اٹھایا اور چادر لپیٹی اور کمرے کا دروازہ لاک کر کے تیزی سے زینہ اترنے لگی......



دانیال فل اسپیڈ میں بائیک دوڑاتا ہوا شیخ صاحب کی کوٹھی تک پہنچا تھا...... تحریم گھر سے نکلتے وقت چوکیدار کو ہدایت کر گئی تھی کہ تھوڑی دیر میں کوئی دانیال صاحب آئیں گے انہیں پاپا کے بیڈروم تک پہنچا دینا...... دانیال نے بائیک روکی تو چوکیدار نے فوراً اسے تجسس سے دیکھا تھا......

"آپ کون......؟"

"دانیال...... مجھے آپ کے صاحب سے ملنا ہے۔" اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا...... ایک ایک پل پہاڑ کی طرح لگ رہا تھا...... اس وقت محض وہ ایک انسان تھا جس نے کسی مشکل وقت میں Help چاہی تھی...... گزرے دنوں میں جو شیخ صاحب کی حالت رہی تھی وہ اس کے پیش نظر تھی پھر ایک مرتبہ وہ گیٹ پر گل ریز کے انداز و اطوار ملاحظہ کر چکا تھا اور دوسری مرتبہ خان صاحب کے آفس میں بھی اس کی حرکتیں دیکھی تھیں باتیں سنی تھیں......

چوکیدار نے گیٹ کھولا تو وہ اپنی بائیک اندر لے گیا...... جتنی دیر میں اس نے بائیک کھڑی کی اتنی دیر میں چوکیدار اس کے قریب آ چکا تھا......

"آئیے صاحب۔" وہ یہ کہہ کر اندر کی طرف بڑھا...... دانیال اس کے پیچھے چل پڑا......

"صاحب احتیاط کرنا اندر گل ریز صاحب بھی ہے بڑا خراب دماغ ہے...... اللہ کو پتا ہے کہ وہ صاحب سے کیوں ملنے آیا ہے......؟ صاحب نے تو اس کو گھر سے نکال دیا تھا۔" چوکیدار نے سرگوشی کے انداز میں دانیال سے کہا اور اوپر پہنچ کر ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے کہا......

"وہ شیخ صاحب کا بیڈروم ہے۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" دانیال نے اپنی ٹی شرٹ کھینچ کر درست کرتے ہوئے کہا......

چوکیدار چلا گیا...... اس نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی......

"کون...... آ جاؤ۔" شیخ صاحب کی آواز بہت کمزور سی محسوس ہوئی...... وہ اندر داخل ہوا تو شیخ صاحب بڑے خوفزدہ سے انداز میں دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے...... شاید انہیں

تحریم کی آمد کا اندیشہ تھا...... کہ اس نے باپ کی وجہ سے ساری مصلحت بالائے طاق رکھ دی ہوگی
مگر دانیال پر نظر پڑتے ہی ان کا چہرہ خوشی سے جگمگانے لگا...... والہانہ انداز میں اس کی طرف
بڑھے...... ''ارے میرا بیٹا دانیال...... انہوں نے بڑی اپنائیت سے اسے گلے لگایا۔'' گل ریز
ایک دم کھڑا ہو گیا تھا...... یہ سب کچھ اس کی توقع کے خلاف تھا...... وہ تو اب تک شیخ صاحب کو ہر
طرح سے پریشرائز کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا......

''آپ کی تعریف......؟'' دانیال نے گل ریز کا سرتاپا جائزہ لیتے ہوئے شیخ صاحب
سے پوچھا......

''یہ گل ریز ہے...... ہماری زندگی کی سب سے بڑی بھول...... سب سے بڑا گناہ......
مگر بیٹے کوئی بات نہیں جو تقدیر میں لکھ دیا گیا اس سے تو انسان کو گزرنا ہی پڑتا ہے......

''میری تعریف تو آپ نے پوچھ لی...... آپ کون ہیں......؟ بڑا پیار جتا رہے ہیں
پاپا...... میں ان کا فیملی ممبر ہوں اور......''

''ہوں نہیں تھا۔'' شیخ صاحب نے تلخی سے گل ریز کی بات کاٹی......'' اس بچے کی
تعریف یہ ہے کہ اب یہ گھر اس کا ہے...... ساری Management اس کی ہے...... یہ تحریم کا
ہزبینڈ (Husband) ہے۔''

''وہاٹس...... یو مین۔'' گل ریز تو جیسے سنتے ہی پاگل ہو گیا...... دانیال اپنی جگہ لب
بستہ تھا کہ یہ شیخ صاحب کیا کہہ رہے ہیں......؟

''تحریم پر صرف میرا حق ہے...... وہ میری ہے...... اگر کسی نے اس پر اپنا حق جتایا تو
میں تحریم کو شوٹ کر دوں گا...... اتنا بڑا فراڈ میرے ساتھ۔'' گل ریز تو جیسے کھڑے کھڑے ہی
جنون میں مبتلا ہو گیا...... کف اڑانے لگا......

''ذرا تمیز سے کام لیجئے اس گھر کا مالک آپ کو Disown کر رہا ہے اور آپ
کھڑے کھڑے حق جتا رہے ہیں...... تحریم شیخ صاحب کی بیٹی ہے جو مرضی اس کے لئے ہوش
فیصلے کریں آپ کہاں سے حق دار ہو گئے......؟ اس کے باپ سے زیادہ حق ہے آپ کو......؟
شرافت سے یہاں سے چلے جایئے۔''

''میں چلا جاتا ہوں...... اس وقت تو یہی مناسب ہے...... مگر تم تحریم کو پا نہیں سکتے
میں تمہیں جان سے تو نہیں ماروں گا...... مگر عمر بھر کے لئے معذور کر دوں گا...... یہ دونوں باپ بیٹی

نہیں دھکے دے کر خود ہی اس گھر سے نکال دیں گے۔'' گل ریز تو کاکا کے نشے یا احساس سے
بالکل ہی پاگل ہو رہا تھا...... یہ سب کچھ بھی ہو سکتا ہے یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا......

''اپنی جان کی خیر مناتے رہو...... مفت کی دولت نے تو تمہیں معذور بنا کر رکھ دیا ہے
مسٹر...... جتنی Income روز کے کنارے پر بیٹھے ہوئے بھکاری کی ہوتی ہے تمہیں بھی شیخ
صاحب Per day وہی پڑتا ہے۔''

''بڑا گھمنڈ ہے...... بیٹھے بٹھائے لاٹری نکل گئی ہے اس لئے شاید۔'' گل ریز کے
حرف حرف میں زہر تھا اس کی نگاہ میں خون اترا ہوا تھا بس نہیں چلتا تھا کہ دانیال کو شوٹ کر
ڈالے......

''اپنی اپنی لک ہے حالانکہ مجھے لاٹری نکلنے کی کوئی تمنا نہیں تھی۔'' دانیال کا انداز مذاق
اڑانے والا تھا وہ آہستہ سے چلتا ہوا شیخ صاحب کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا...... وہ لیٹے لیٹے ہوئے
تھے دانیال نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا...... اور گل ریز کی طرف دیکھ کر بڑے افسوس
کرنے کے انداز میں کہا......

''یار کوئی شدید پیاس میں ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دے تو احسان سمجھ کر ہمیشہ یاد رکھنا
چاہئے...... شیخ صاحب نے تمہیں دنیا کی ہر نعمت مہیا کی...... پیار محبت سمیت اور تم ان کی جان
لینے کے درپے ہو...... یعنی حد ہو گئی...... اتنی احسان فراموشی تمہیں جو کچھ ان سے ملا تمہارا حق تھا
نہیں تھا مگر انہوں نے مہربانی کی لیکن تم سارا ہضم کرنے کے چکر میں پڑ گئے......

''ہونہہ تم بھی اسی چکر میں یہاں تک پہنچے ہو...... بلکہ تمہیں تو شاید ان کی دولت کا
ٹھیک ٹھیک اندازہ بھی نہیں ہے۔'' گل ریز نے تمسخرانہ تبصرہ کیا......

''میرے پاس الحمدللہ میرے اپنے باپ کی دولت بہت ہے مسلمان کا ایک جسم پر عقیدہ
ہے اور میرے باپ کی دولت میرے ایک جسم کے لئے کافی ہے...... اب تم یہاں سے چلتے پھرتے
نظر آؤ...... ایک سیکنڈ کے لئے بھی ناقابل برداشت ہو۔'' دانیال نے آف موڈ میں کہا......

''ہمارے پچیس سال کچھ نہیں تم ایک دن میں مالک بن گئے۔'' گل ریز نے دانت
پیسے......

''تم بھی بن سکتے تھے...... غور کرو...... شیخ صاحب کی طبیعت بگڑ رہی ہے فوراً یہاں
سے غائب ہو جاؤ۔'' دانیال اس کو دھکا دے کر نکالنے کے ارادے سے آگے بڑھا......

"زیادہ چوہدری بننے کی ضرورت نہیں۔" گل ریز نے فوراً ریوالور نکال لیا۔۔۔ شیخ صاحب کو غش آنے لگے۔۔۔۔۔

"تمہارے جیسا بزدل اور عیاش انسان اس ریوالور کا سہارا ہی خوف کی وجہ سے لیتا ہے تم کسی کا خون کر کے دال روٹی نہیں کھا سکتے حوالات میں۔۔۔۔ اتنے پیار سے اپنی جان کو پالنے والا قید خانے کی سختی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"میں تمہیں جان سے کیوں ماروں گا میرا دماغ خراب ہے مگر میں تمہاری ٹانگیں بے کار کر دوں گا۔۔۔۔ تحریم خود ہی تم پر تھوک دے گی"

"وہیں کھڑے رہو۔۔۔ میں تحریم کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں اگر تم نے درمیان میں آنے کی کوشش کی تو میں فائر کر دوں گا۔" گل ریز پیچھے ہٹتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔۔۔ "ٹھیک ہے اگر اس کا تم سے نکاح ہو چکا۔۔۔۔ تو کیا ہوا۔۔۔۔ وہ خلع لے لے گی۔۔۔ نو پرابلم۔۔۔۔؟" وہ اُلٹے پاؤں دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔۔۔۔

دانیال کو تو جیسے اندھیرے میں جلتا ہوا روشن چراغ مل گیا۔۔۔۔

اس نے فوراً اپنے بڑھتے ہوئے قدم روک دیئے۔۔۔۔ اور جلدی سے شیخ صاحب کے پہلو میں بیٹھ گیا۔۔۔۔ اور اُن کا ہاتھ تھام لیا۔۔۔۔ شیخ صاحب کی حالت غیر ہو رہی تھی۔۔۔۔ دانیال نے اُنہیں اپنے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔۔۔۔

گل ریز کے باہر نکلتے ہی اس نے شیخ صاحب کے کان میں سرگوشی کی۔

"انکل۔۔۔۔ تحریم گھر پر نہیں ہے۔۔۔۔ جتنی دیر میں وہ اُسے تلاش کرے گا آپ چوکیدار کے کیبن میں پہنچیں میں 15 ملا رہا ہوں۔۔۔۔ اس کے پاس ریوالور ہے اُسے ابھی اریسٹ کراتا ہوں۔۔۔۔ وہ P.T.C.L فون سے 15 ملانے لگا اور کہا کہ ڈاکو اوپر کارروائی کر رہے ہیں پانچ منٹ میں پہنچنے کی کوشش کریں۔

شیخ صاحب سے کھڑا ہونا دوبھر تھا۔۔۔۔ دانیال نے اُنہیں کھینچ کر اُٹھایا اور کمرے سے باہر لے کر چلا۔۔۔۔ اوپر سے دروازے بند ہونے اور کھلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔۔۔۔ شیخ صاحب کے اعصاب وقتی جواب دے چکے تھے وہ مکمل طور پر دانیال پر انحصار کر رہے تھے۔۔۔۔ دانیال بمشکل اُنہیں سنبھالتا چوکیدار کے کیبن تک پہنچا۔۔۔۔ چوکیدار یہ سب کچھ دیکھ کر گھبرا گیا۔۔۔۔ کبھی شیخ صاحب کو دیکھتا کبھی دانیال کو۔

"خان صاحب اپنا گن لوڈ رکھو۔۔۔۔ گل ریز کو قابو میں کر کے رکھنا۔۔۔۔ جیسے ہی پولیس موبائل آتی ہے فوراً گیٹ کھول دینا۔۔۔۔ اور بتا دینا ڈاکو اوپر ہیں۔" دانیال یوں بول رہا تھا جیسے مشین سے الفاظ نکل رہے ہوں۔۔۔۔ ساتھ ہی اس نے چوکیدار کی چارپائی پر شیخ صاحب کو لٹا دیا جو باہر سے گزرنے والے کو نظر نہیں آتی تھی۔۔۔۔

"ڈاکو صاحب۔" چوکیدار گن لوڈ کرتے ہوئے حیرت سے دانیال کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

دانیال بغیر جواب دیئے گراؤنڈ فلور کے اندرونی حصے کی طرف دوڑتا ہوا اندر غائب ہو گیا۔۔۔۔

چوکیدار مستعد کھڑا تھا۔۔۔۔ گل ریز زخمی شیر کی طرف جھلایا ہوا غراتا ہوا باہر آیا۔۔۔۔ چوکیدار نے گن سے اُس کا نشانہ لے لیا۔۔۔۔

"ام تمہارا نشانہ خراب کر سکتا اے تم امارا نشانہ سے نہیں بچ سکتا۔۔۔۔ وہیں کھڑے رہو۔۔۔۔ ہتھیار پھینک دو۔" چوکیدار رفل فارم میں آ چکا تھا اُس کی بڑی سی اسٹین گن اور اس پر سے اس کا کانفیڈنس۔۔۔۔ ایک لمحے کو تو گل ریز واقعی ٹپٹا گیا۔۔۔۔

"کیا بدتمیزی ہے۔۔۔۔ میرا نشانہ لو گے۔۔۔۔ دماغ ٹھیک ہے۔۔۔۔؟"

"بولو نہیں وہیں کھڑے رہو۔" چوکیدار نے اُسی اعتماد سے حکمیہ کہا۔

"تیرے باپ کا گھر ہے۔" گل ریز نے ریوالور کی نال اُس کی طرف کر کے کہا۔۔۔۔

"نہیں۔۔۔۔ مگر تمہارا باپ کا بھی نہیں ہے۔" چوکیدار نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"وہ لڑکا نکل گیا۔۔۔۔؟" گل ریز کو ایک دم دانیال کا خیال آیا۔۔۔۔ ابھی ابھی اس نے آتے ہوئے شیخ صاحب کے کمرے میں دیکھا تھا نہ شیخ صاحب تھے نہ دانیال۔۔۔۔ وہ تحریم کی تلاش کے چکر میں وہاں زیادہ دیر رکا نہیں۔۔۔۔ اس کا خیال تھا کہ تحریم فرار ہو رہی ہو گی اس نے شاید اُسے دیکھ لیا ہو گا۔۔۔۔ اس لئے اُس نے وقت ضائع کیے بغیر گیٹ کا رخ کیا تھا۔۔۔۔ مگر چوکیدار تو بلا کا الرٹ تھا جیسے اُسے باقاعدہ ہدایات ملی ہوں۔۔۔۔

"کون لڑکا۔۔۔۔ ام کسی لڑکے مڑکے کو نہیں جانتا۔"

اسی لمحے پولیس موبائل گیٹ پر رکنے کی آواز آئی۔۔۔۔ گل ریز کچھ نہیں سمجھ سکا مگر چوکیدار سمجھ چکا تھا۔۔۔۔ سائیڈ سے بلیو موبائل نظر بھی آ رہی تھی۔۔۔۔ پلر اور گیٹ کے مابین جو گیپ تھا وہاں سے باہر کھڑی گاڑی کا اندازہ ہونا کچھ مشکل نہیں تھا۔۔۔۔

چوکیدار اُلٹے پاؤں چلتے ہوئے گیٹ تک گیا وہ زیادہ دور گیٹ سے تھا بھی نہیں۔

اُس نے گیٹ کھولا ساتھ ہی نشانہ باندھے رکھا...... اُس نے گیٹ کو کر سے زور سے دھکیلا تو گیٹ دو فٹ کے قریب کھل گیا اور اندر کا منظر باہر سے واضح دکھائی دینے لگا...... گل ریز پولیس کو دیکھ کر بُری طرح گھبرایا اور گھبراہٹ میں ہوائی فائر کرتا اندر کی طرف دوڑنے لگا...... چوکیدار کے اشارے پر پولیس اندر آ گئی اور اُس کا پیچھا کرنے لگی...... پوری کوٹھی میں بھاگتے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں...... دانیال اندر پردے کے پیچھے باہر کی آوازوں پر کان لگائے کھڑا تھا معاملہ سمجھتے ہی باہر آ گیا اور سیدھا کیبن میں پہنچا...... اُسے اصل میں سب سے زیادہ فکر شیخ صاحب کی تھی...... وہ کیبن میں آیا...... چوکیدار اپنی رپورٹ سنانے کے لئے تڑپ رہا تھا اُس کے حساب سے یہ کوئی کم کارنامہ نہیں تھا کہ اُس نے گل ریز کو فائر کرنے اور کیبن میں آنے سے روکا رکھا۔

"صاحب اب وہ بچے گا نہیں۔" وہ اضطراری کیفیت میں دانیال کے پیچھے پیچھے آیا......

"خان صاحب...... آپ گیٹ پر رہیں...... کہیں وہ بچھو فرار ہونے میں کامیاب نہ ہو جائے...... میں ذرا شیخ صاحب کو سنبھالتا ہوں۔" اُس نے چوکیدار کو فوراً خاموش کرا دیا...... اور بڑی فکرمندی سے شیخ صاحب کو دیکھنے لگا...... اُن کی کلائی تھامی نبض کی رفتار نارمل نہیں تھی مگر وہ ہوش میں تھے محبت کی قوت سے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے وہ محبت جو اپنی اکلوتی اور عزیز از جان بیٹی کے لئے تھی......

دانیال کے کلائی تھامتے ہی اُنہوں نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔" دانیال نے بہت پیار سے اُن کے رخسار کو چھوا......

"Everything is Allright انکل...... بالکل پریشان نہ ہوں...... تحریم بھی بالکل Safe ہے...... صاحب کو ٹھنڈا پانی پلاؤ۔" دانیال نے چوکیدار سے کہا...... اور خود شیخ صاحب کا بازو دبانے لگا......

"بیٹے اس کے بعد کا سوچو...... گرفتار ہو جائے گا...... چھوٹ جائے گا۔" شیخ صاحب نڈھال لہجے میں کہہ رہے تھے......

"بس یہ جو ہمیں مہلت مل رہی ہے انکل ہم اسی کا فائدہ اٹھائیں گے...... آپ کے لئے مجھ سے جو ہو سکے گا انشاءاللہ میں کرنے کی کوشش کروں گا...... آپ ایزی فیل کریں۔" اس کے انداز میں یقین واعتماد کا عکس واضح تھا......

"بیٹا...... تحریم ہے کہاں......؟" شیخ صاحب کا ذہن تحریم کی طرف مستقل مرکوز تھا......

"ابھی آپ پولیس کو جانے دیں...... میں پولیس کے جاتے ہی آپ کے سامنے لے آؤں گا...... اللہ کا شکر ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔"

اسی وقت پولیس کے سپاہی گل ریز کو لئے گیٹ تک آ گئے...... دانیال فوراً کیبن سے باہر نکل آیا......

"آپ نے تو بتایا تھا کہ گھر میں ڈاکو آ گئے ہیں یہ تو بولتا ہے یہ اس کا گھر ہے......؟"

ایک سپاہی بڑی بدتمیزی سے دانیال سے مخاطب ہوا تھا......

"عقل سے کام لیں آپ...... اپنے گھر میں لوگ ریوالور لے کر گھستے ہیں۔" دانیال نے بھی تلخی سے کہا......

"یہ باہر کا بندہ ہے غلط ارادے سے اس گھر میں داخل ہوا تھا...... اس کے لئے ریوالور نکالا تھا میں نے۔"

"اور میں اتنا احمق ہوں کہ غلط ارادے سے اس گھر میں آیا موقع ملنے کے باوجود فرار نہیں ہوا جبکہ گیٹ کے سامنے ہی کھڑا ہوں۔" دانیال کی مسکراہٹ جان جلانے والی تھی......

"ڈرامہ کر رہا ہے آپ میرا N.I.C دیکھیں...... اور اس کا N.I.C دیکھیں میرے N.I.C پر اس کوٹھی کا ایڈریس ہے۔" گل ریز کی شیطانی کھوپڑی خوب کام کر رہی تھی...... اپنے حساب سے اُس نے بڑا زبردست پوائنٹ اُٹھایا تھا......

"بکواس کرتا ہے یہ۔" شیخ صاحب اسی وقت کیبن سے نکل کر سامنے آ گئے...... اُن کی طبیعت اگرچہ ٹھیک نظر نہیں آ رہی تھی مگر وہ خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے......

"آپ......؟" کانسٹیبل نے سوالیہ نظروں سے شیخ صاحب کی طرف دیکھا......

"یہ شیخ موئز علی ہیں اس گھر کے مالک۔" دانیال نے گل ریز کو گھورتے ہوئے جواب دیا......

"تو آپ اس کیبن میں کیا کر رہے تھے......؟" دوسرا سپاہی حیرت سے پوچھ رہا تھا......

"جھک مار رہا تھا...... یعنی کہ حد ہو گئی خون کرنے کے گھر پر پولیس بلا رہے ہیں تو کوئی مسئلہ

ہی ہو گا...... آپ اسے لے جائیں ابھی اسی وقت میری نظروں کے سامنے سے میری ضرورت ہو گی تو حاضر ہو جاؤں گا...... ایس پی سرور شاہ آپ سے خود بات کر لیں گے۔" شیخ صاحب نے جھلا کر جواب دیا......

"کیوں بھئی...... کسے ڈرا رہا تھا ہتھیاروں سے...... قانون ہاتھ میں لے رہا تھا۔ پھر بولتا ہے یہ میرا گھر ہے...... ؟ کوٹھی کے کاغذات ہیں تیرے پاس۔" پولیس مین نے اب گل ریز کو آڑے ہاتھوں لیا...... ایس پی سرور شاہ کا نام سن کر اس کی ٹون ہی بدل گئی تھی......

"میں جھوٹ نہیں بول رہا...... یہ دیکھ لو...... میرے N.I.C پر اس کوٹھی کا ایڈریس ہے یا نہیں...... ؟" گل ریز اپنے والٹ سے N.I.C نکال کر دکھانے لگا......

"میرے گھر میں شر پھیلانے کی ضرورت نہیں...... آپ اسے لے جائیں...... اب اس کے ساتھ کوئی رعایت ہوئی تو یہ Highly Risk ہو گا...... میری طرف سے جو کہنا ہو گا سرور شاہ کہیں گے میں پیشنٹ بندہ ہوں زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کر سکتا...... خدا حافظ۔" شیخ صاحب اتنا کہہ کر آگے بڑھ گئے...... دانیال ان کے پیچھے چل پڑا......

گل ریز نے خون آشام نظروں سے دانیال کی طرف دیکھا......

"سالے کے پاس کار تک تو ہے نہیں چلے اسکول کا پڑھا ہوا لگتا ہے شیخ صاحب کی بیٹی سے شادی کر رہا ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے پولیس موبائل کی طرف بڑھ رہا تھا......

دانیال نے شیخ صاحب کو تھام لیا تھا وہ ایک دم نڈھال دکھائی دے رہے تھے......

موبائل گل ریز کو لے کر روانہ ہوئی تو چوکیدار نے گیٹ بند کر دیا......

"میں ٹھیک ہوں دانیال بیٹا اپنے روم تک چلا جاؤں گا...... تم جا کر تحریم کو لے آؤ...... کس عذاب میں پڑ گئی ہے میری بچی...... ؟"

"کوئی بات نہیں میں آپ کو بیڈ تک چھوڑ آتا ہوں تحریم زیادہ دور نہیں ہیں سامنے ہاسپٹل کے لاؤنج میں ہیں۔" اس نے شیخ صاحب کو تسلی دی۔ شیخ صاحب کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگے......



دانیال ہسپتال کے لاؤنج میں پہنچا تو تحریم آخری روکی ایک کرسی پر بیٹھی کسی دینی میگزین کی ورق گردانی کرتی نظر آ گئی...... وہ بھی دانیال کی آمد کی منتظر تھی اور بار بار بیرونی دروازے کی

طرف دیکھ رہی تھی اس لئے فوراً ہی اس کی نظر دانیال پر پڑ گئی تھی...... وہ دوسری کرسی پر میگزین رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑی جانچتی نظروں سے دانیال کے حلیے پر نظر دوڑائی جیسے اندازہ لگا رہی ہو کہ ہاتھا پائی کی کوئی نوبت آئی تھی یا نہیں...... دانیال ٹھیک ٹھاک نظر آیا تو مطمئن سی ہو گئی اور اس کے قریب آ کر بولی......

"کوئی مسئلہ تو نہیں...... گھر جاؤں...... ؟"

"جی...... کوئی مسئلہ نہیں وہ اریسٹ ہو گیا ہے...... شیخ صاحب خیریت سے ہیں اور آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" دانیال نے جان بوجھ کر اس کی طرف دیکھنے سے احتراز کیا اور بے تاثر آواز میں اس کو تسلی دی......

"Thanks□ó□ş□ÿ" تحریم نے روبوٹ کے انداز میں کہا اور آگے بڑھی پھر ایک دم کسی خیال کے تحت رک کر دانیال کی طرف دیکھا...... جس کے قدموں کی رفتار بے حد سست تھی...... "آپ چل رہے ہیں...... ؟" اس نے قدرے جھجکتے ہوئے پوچھا......

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو۔" دانیال نے برجستہ کہا......

تحریم نظریں چرا کر سامنے دیکھتے ہوئے چل پڑی......

دونوں نے ساتھ روڈ کراس کیا...... اس دوران دونوں کے درمیان گہری خاموشی حائل رہی...... تحریم نے کال بیل کا بٹن پش کیا...... چوکیدار نے تشویش بھرے انداز میں ہول سے باہر جھانکا پھر تحریم پر نظر پڑتے ہی اس کے تاثرات تبدیل ہو گئے اس نے بڑی گرم جوشی سے گیٹ کھولا اور سلیوٹ کے انداز میں سلام کیا......

"اللہ کا شکر ہے آپ خیریت سے ہو...... ادھر تو بڑا گڑبڑ ہوا۔"

"اب اتنا بھی گڑبڑ نہیں ہوا خان...... کیوں بی بی کو ڈرا رہے ہو۔" دانیال نے چوکیدار کو فوراً ٹوک دیا......

"کچھ ہوا تھا کیا...... ؟" تحریم نے پلٹ کر فکر مندی سے پوچھا......

"ارے نہیں...... اصل میں یہ آپ کو ٹوٹلی بے خبر جان کر تازہ ترین سے انفارم کرنا چاہ رہا تھا...... موبائل آئی اور اسے لے گئی...... اصل میں پولیس کا گھر میں آنا بہت خاص بات لگتی ہے اس لیے بے چارا ابھی تک پریشان ہے...... آپ چلئے شیخ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" دانیال کے لہجے میں کسی خاص بات کی جھلک نہیں تھی تحریم نے پھر بھی ایک نظر اس کی طرف

دیکھا تھا پھر خاموشی سے آگے بڑھ گئی تھی...... دانیال بہت آہستہ چل رہا تھا......



شیخ صاحب بہت بے قرار تھے جیسے ہی تحریم پر نظر پڑی سکون اور خوشی کے رنگ ان کے چہرے پر بکھر گئے...... تحریم بھاگ کر ان کے سینے سے لگ گئی......

"شکر خدا کا سب خیریت ہے...... اولاد کی طرح پالا تھا...... اس لئے انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے شرم سی آتی تھی...... ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ اس گھر میں پلا بڑھا ہے اسی لئے اس پولیس وولیس کے چکروں سے گھبراہٹ ہوتی تھی...... بیٹی کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے بس یہی سوچ کر آج تک برداشت سے کام لے رہا تھا۔" وہ تحریم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دانیال سے کہہ رہے تھے......

"اور وہ آپ کی اس برداشت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا...... آپ کو بہت پہلے یہ اسٹیپ لے لینا چاہیے تھا...... ڈونٹ مائنڈ آپ نے اچھا خاصہ رسک لیا۔" دانیال نے سمجھاتے ہوئے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی......

"بیٹے...... جن بچوں کو اولاد کی نظر سے دیکھا ہو ان کے لئے سمجھانا مشکل ہوتا ہے...... بہرحال وہ اتنی حدود سے گزر جائے گا یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" شیخ صاحب نے دبی زبان میں یوں کہا جیسے اعتراف گناہ کر رہے ہوں......

"ہونہہ حدود...... آپ کو کیا پتہ......؟" تحریم بے ساختہ کہتے کہتے رک گئی اور یوں سراسیمہ سے ہو گئی جیسے سوچ رہی ہو کہ وہ کیا کہنے لگی تھی......

دانیال نے بہت کچھ محسوس کیا تھا مگر طرح دے گیا تھا......

"دانیال کو کچھ کھلاؤ پلاؤ بیٹا...... آج تو واقعی یوں محسوس ہوا کہ بیٹا گھر میں ہے میں اس وقت کتنا سکون محسوس کر رہا ہوں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔"

"جب میں سوچتا ہوں کہ تحریم کی شادی کر دوں اس فرض سے فارغ ہو جاؤں تو یوں ہی ایک خیال آتا تھا کہ مجھے اپنی پسند کا بیٹا ضرور ملے گا...... جو رشتہ آتا میں اداس ہو کر سوچتا یہ وہ نہیں ہے...... مگر ایک دن وہ بھی آ جائے گا...... میری روح کا اس سے رابطہ ہے وہ کہیں نہ کہیں موجود ہے...... وہ میری بچی کا نصیب بن کر اس دنیا میں آیا ہے۔" شیخ صاحب اپنی دھن میں کہہ رہے تھے...... ان کے ایک ایک حرف میں بڑی قوت بہت اثر تھا...... جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

تھا......

"جب فطرت کے سامنے سے مصلحتوں کے پردے سرکتے ہیں تو زندگی کی حرارت سے پتھروں میں بھی گرمی دوڑتی ہے سچ اپنی جگہ بناتا ہے...... ہر جراحت سچ کی کھاتی ہے۔"

دانیال شیخ صاحب کی معصوم صداقتوں کے سامنے لب بستہ کھڑا تھا...... ٹھیک ہی تو ہے وہ تو اپنا راستہ طے کر چکا تھا...... اور اپنی دھن میں رواں دواں تھا...... پھر یہ کیا ہوا......؟ وہ شیخ صاحب کے سامنے کیسے آ کھڑا ہوا...... وہ تو نہیں آنا چاہتا تھا...... اس کے دل میں تو بڑا زور تھا...... جذبات منہ زور اور طوفانی تھے......

"وہ اس گھر میں کیسے آ گیا......؟ اسے تو شیخ صاحب سے کوئی ہمدردی نہیں تھی...... تحریم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی...... وہ یہاں کیا کر رہا تھا......؟"

"نہیں انکل...... پلیز...... اس وقت تو میں چلوں گا...... کچھ ضروری کام کرنا ہیں۔" اس نے اپنے خیالات سے باہر آ کر رواداری سے کہا......

تحریم جیسے منتظر کھڑی تھی جاتے جاتے پلٹ آئی اور سوالیہ نظروں سے باپ کی طرف دیکھا......

"بیٹے اس طرح نہیں...... کچھ تو تمہیں لینا ہوگا...... کچھ ہلکا پھلکا لے لو...... اور ہاں میں آپ کا انکل نہیں ہوں اب میرے تین بچے ہیں فواد تحریم اور دانیال۔" شیخ صاحب نے دانیال کو اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے کر بہت پیار سے کہا......

دانیال خلوص محبت کے اس عمل کے سامنے بے بس ہو گیا......

"چلیں ٹھیک ہے پھر چائے پلوا دیں۔" اس نے خود پر جبر کی صورت اٹھا کر بمشکل کہا...... تحریم یہ سنتے ہی باہر نکل گئی......



صادقہ بیگم صبح صبح چلی آئیں ہاتھ میں بڑے بڑے ڈبے تھے......

ان کے آتے ہی گھر میں جیسے بھاگ دوڑ سی شروع ہو گئی......

"ارے ان ڈبوں میں کیا اٹھا لائیں......؟" بڑی دادی نے بڑے لاڈ پیار سے پوچھا......

تحفے تحائف کے خیال سے چہرے پر بڑی چمک سی تھی......

"اماں یہ لاہور سے آئے ہیں T.C.S سے...... ایک میں تو حیا کے نکاح کا جوڑا اور لوازمات ہیں دوسرے میں مٹھائی ہے جو میں نے یہیں سے خریدی ہے۔" صادقہ بیگم نے بیٹھتے ہوئے کہا......

"ارے تو کیا صرف ایک نکاح کا جوڑا دیں گی بری میں......؟" بڑی اماں کو دھچکہ لگا......

"ارے نہیں اماں...... وہ کہہ رہی ہیں کہ دلہن کو چار پانچ گھنٹے پہلے بیوٹی پارلر جانا ہوتا ہے دلہن کی تیاری میں بہت ٹائم لگتا ہے...... مطلب یہ کہ جب وہ کراچی پہنچیں تو دلہن تیار ملے...... بری تو وہ ساتھ لائیں گی۔"

"اے ہے اتنا بڑا ڈبہ لاہور سے بھیجا بہت خرچہ ہوا ہوگا۔" ثریا دادی نے فکرمندی سے ڈبے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا......

"اللہ کا بہت فضل ہے اماں...... اس طرح کے خرچوں کو تو وہاں خرچہ ہی نہیں سمجھا جاتا...... آپا بتا رہی تھیں ہر چھ مہینے بعد سرمد سارے بیڈروم کا فرنیچر بدلتا ہے صرف فرنیچر ہی نہیں پردے قالین سب کچھ۔"

"تو پہلے والے فرنیچر کا کیا کرتے ہیں......؟" بڑی دادی کے تو جیسے اوسان جاتے رہے انہوں نے گھر میں دور دور نظر دوڑا کر اپنے چالیس سال پرانے فرنیچر کا جائزہ لیتے ہوئے کہا جس کی پالش اترے ہوئے بھی زمانے ہو چکے تھے...... کسی الماری کا ہینڈل غائب تو کسی کا تالہ...... ڈریسنگ ٹیبل کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی...... اسے آدھی اینٹ کا سہارا دیا گیا تھا تاکہ اپنی جگہ پر قیامت تک قائم و دائم رہے۔

"وہ آدھی قیمت پر بازار میں کباڑیے لے لیتے ہیں۔" صادقہ بیگم ڈبے کی پیکنگ کھولتے ہوئے لاپرواہی سے بولیں......

"کباڑیے......؟" دونوں دادیوں نے آنکھیں پھاڑ کر صادقہ بیگم کی طرف دیکھا......

"چھ مہینے میں کیا خرابی ہو جاتی ہے نئے سامان میں۔" بڑی دادی نے گم صم ہو کر پوچھا......

"بس اماں دولت کی جوت ہے...... بے حساب دولت ہو تو پھر اسی طرح کے شوق ہو

جاتے ہیں۔" صادقہ بیگم نے اسی انداز میں کہا......

طاہرہ بیگم بھی اس دوران آ چکی تھیں اور بڑے اشتیاق سے صادقہ کو پیکنگ کھولتے ہوئے دیکھ رہی تھیں کہ ڈبہ کھلتے ہی جیسے کوئی عظیم الشان شے منظر عام پر آ جائے گی......

"بتاؤ...... اس طرح پیسہ برباد کرتے ہیں لوگ غریب بچیوں کے جہیز بنا دیں تو آخرت سنور جائے...... اور کتنے لوگوں کو چین سکون ملے۔" ثریا دادی نے خودکلامی کے انداز میں کہا......

"اب ہمیں کیا پتہ اماں کہ وہ لوگوں کا خیال کرتے ہیں یا نہیں اس طرح کے کام دکھا کر تھوڑا ہی کیے جاتے ہیں...... کیا پتہ کتنا کرتے ہوں وہ جانے اور اللہ......؟" وہ پیکنگ تقریباً کھول چکی تھیں...... سب بڑے اشتیاق سے دیکھ رہے تھے ہما اور حرا بھی آ کھڑی ہوئی تھیں۔

صادقہ بیگم نے ڈبہ کھولا اور پلاسٹک کی تھیلی میں پیک ایک سرخ اور اورنج شیڈ کا شرارہ سوٹ نکال کر سب کے سامنے لہرایا......

ہما نے آگے بڑھ کر سوٹ لے لیا...... "اللہ...... کتنا شاندار ہے۔" کچی خوشی کا عکس چہرے پر چمک بکھیر رہا تھا...... "کھول کر دیکھتی ہوں۔" وہ وہیں بیٹھ کر تھیلی میں لگی پنیں نکالنے لگی...... صادقہ بیگم ڈبے سے دوسری چیزیں مثلاً سینڈل، کاسمیٹکس وغیرہ نکال نکال کر رکھ رہی تھیں......

"ماشاءاللہ بہت خوبصورت ہے اللہ پہننا نصیب کرے...... بری نظر سے بچائے۔" ثریا دادی نے بڑی محبت سے دعا دی......

"آمین۔" طاہرہ بیگم نے آمین کہنے میں سبقت لی...... کسی ماں کی زندگی کی یہ بڑی خوش کن گھڑیاں ہوتی ہیں جب اس کی بیٹی دلہن بننے جا رہی ہوتی ہے...... یوں لگتا ہے کہ یہی زندگی کا حاصل ہے......

ہما اور حرا کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی حیرت آمیز خوشی دم بخود سی کھڑی دیکھ رہی تھیں اتنا قیمتی اور خوبصورت عروسی جوڑا جسے کبھی خواب میں دیکھا ہو...... پریوں کے دیس کا پہناوا...... وہ جھک جھک کر چھو چھو کر دیکھ رہی تھیں......

"ماشاءاللہ بھئی آپا نے خوب ارمان نکالے ہیں...... ستر اسی ہزار سے کم کا جوڑا نہیں۔"

"بس...... ستر ہزار۔" دونوں دادیوں کو جیسے غش پڑنے لگے...... طاہرہ بیگم کیونکہ بے حساب مارکیٹنگ کرتی تھیں وہ خود بھی اس کی قیمت کا اندازہ کر سکتی تھیں...... البتہ دونوں لڑکیاں بھی

خاصی حیران ہوئی تھیں۔

"اے بی اتنے پیسوں میں تو پوری نری بن جاتی ہے۔" بڑی دادی کے ذرا حواس ٹھکانے آئے تو انہوں نے کانپتے لبوں سے کہا۔

"اماں اب وہ ستر ہزار میں نری بنانے والا زمانہ کہاں......؟ ایک سے ایک نئے بازار میں بھری پڑی ہے...... سستی سے سستی...... مہنگی سے مہنگی...... اب آپ زیور دیکھئے گا جو وہ ساتھ لائیں گی چار پانچ لاکھ سے کم کا زیور نہیں ہوگا۔"

"اے بس ہٹاؤ...... سارا پیسہ کیا ایک ہی بیٹے پر لگا دیں گی......؟" ثریا دادی کو یقین نہ آیا بے یقینی تو بڑی دادی کو بھی بہت تھی مگر مارے حیرت کے لب بستہ بیٹھی تھیں......

"اماں جس گھر میں پندرہ بیس لاکھ ماہانہ آتا ہو اُن کے لئے چار پانچ لاکھ کا زیور کوئی بڑی بات نہیں۔" صادقہ بیگم نے بے نیازی سے کہا......

"دیکھنے میں کتنی سادہ ہیں خود بانو...... ذرا مزاج نہیں...... ارے تو کیا عائشہ کا میاں بھی اتنا کماتا ہے......؟ مجھے تو آج تک اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ وہ اتنا کماتا ہوگا۔" ثریا دادی نے سادگی سے کہا......

"عائشہ آپا کا میاں بھی بزنس مین ہے اماں اشرف علی کی طرح مگر یوسف بھائی میں بھی بہت سادگی ہے۔"

"ہائے دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور ہم جیسے پتھر کی طرح ایک جگہ گڑے ہیں۔" بڑی دادی نے خود کلامی کے انداز میں کہا......

"ساری رونقیں مرد کی کمائی سے ہوتی ہیں اماں...... مرد میں اپنے خاندان کو خوشحال دیکھنے کا جذبہ ہونا چاہئے۔" کہیں کسی گوشے میں پنہاں احساسِ محرومی تلخی کی صورت طاہرہ بیگم کے لہجے سے چھلک پڑا......

صادقہ بیگم اور دونوں دادیاں لمحے بھر کو سناٹے میں رہ گئیں...... اور یوں نظریں چرانے لگیں گویا طاہرہ بیگم کے حالات میں اُن کا ہاتھ ہو......

"امی...... میں یہ لے جاؤں...... حبا کو دکھا دوں......؟" ہما نے اشتیاق سے پوچھا اس کی توجہ ابھی تک عروسی جوڑے کی طرف تھی......

طاہرہ بیگم نے چونک کر ہما کی طرف دیکھا اور بڑی محبت و شفقت سے مسکرا پڑیں......

"ہاں لے جاؤ دکھا دو...... میری بچی بڑی ہے اور اس کا دل بھی بڑا ہے...... اللہ نصیب اچھے کرے۔" اُن کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے......

"بھابی وہ شام کی تیاری ہو رہی ہے ناں......؟ آج کون سا منگوایا ہے...... بس عصر کی نماز کے ذرا بعد مایوں کی رسم کر دیجئے گا...... کوئی لمبا چوڑا پروگرام تو ہے نہیں کہ بلاوجہ دیر کی جائے...... ربیعہ اور بیلا بھی دوپہر تک آ جائیں گی۔" صادقہ بیگم چیزیں دوبارہ ڈبے میں ڈالتے ہوئے بولیں......

"ہاں...... تقریباً ساری تیاری ہے...... تیس چالیس کے قریب لوگ ہوں گے کھانا تو باہر سے آئے گا۔"

"چلیں ٹھیک ہے یہ آپ نے بالکل صحیح کام کیا...... کھانا پکانے کے چکر میں تھک جاتی ہیں بہت بچت ہو جاتی ہے وقت کی۔" صادقہ بیگم شام کی تیاری کی طرف سے پُرسکون ہو گئیں......

"چائے بناؤں صادقہ......؟" طاہرہ بیگم نے پوچھا......

"نہیں بھابی...... چائے پی کر ہی چلی تھی...... آپ بس اپنا کام کریں تکلفات میں مت پڑیں...... میرا دل چاہے گا تو کسی بچی سے بنوا کر پی لوں گی۔"

پھر گھر کے در و دیوار پر نظر دوڑاتے ہوئے بولیں......

"رنگ و روغن کے بعد تو گھر کی رونق ہی اور لگتی ہے...... ماشاء اللہ بہت اچھا لگ رہا ہے...... صفائی ستھرائی تو یہاں کی سب جگہ مشہور ہے۔" وہ طاہرہ بیگم کو سراہتے ہوئے بولیں......

"ڈھولکی منگوائی ہے دلہن......؟" ثریا دادی نے اٹھتے ہوئے پوچھا......

"ہاں ہم ہی بول سکتے ہیں لڑکیاں نہیں مانتیں...... حرا پرسوں ہی لے آئی تھی۔" طاہرہ بیگم نے جواب دیا......



"اللہ...... حبا دیکھو تو سہی کتنا شاندار شرارہ ہے۔" ہما نے حبا کے سامنے شرارہ پھیلاتے ہوئے کہا......

حبا کوئی کتاب لئے کرسی پر پاؤں اٹھا کر بیٹھی ہوئی تھی...... اس نے ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی بے پروائی اور دوبارہ کتاب کی طرف متوجہ ہو گئی......

"ارے دیکھو تو سہی۔" ہما دوپٹہ پھیلا کر دیکھتے ہوئے بولی......

"دیکھ لیا...... اچھا ہے۔" حبا نے یوں کہا جیسے کوئی فرض ادا کر رہی ہو۔

"کمال ہے...... کوئی ایکسپریشن تو دو...... اچھا ہے...... یہ کیا بات ہوئی۔۔؟" ہما نے بناوٹی غصے سے اُسے گھورتے ہوئے کہا......

"تو کیا خوشی سے ناچنا شروع کر دوں......؟" حبا نے چڑ کر کہا۔

"حنا آپی کی بری تو شام کو آئے گی ہے ناں......؟" حرا نے ہما سے پوچھا۔

"ہاں...... بری تو اس کی بھی بہت اچھی ہوگی۔" ہما اب پہلے کپڑے تہہ کرنے لگی۔

"لڑکیاں بھی کیا ہوتی ہیں اچھے اچھے کپڑوں اور جیولری سے ہی بہل جاتی ہیں جیسے یہ سب زندگی کا حاصل ہو...... ایک دن کا شو اور دو دنوں کا شور۔" حبا ہما کو دیکھتے ہوئے عجیب انداز میں مسکرائی اُسے ہما کی خوشی اور محبت کے احساس نے ایک دم بہت حساس کر دیا۔

"اور کیا کسی عورت کی زندگی کا سب سے یادگار دن ہوتا ہے جب وہ دلہن بنتی ہے۔" ہما نے مصروفیت کے لمحات میں لاپرواہی سے کہا......

"واہ کسی کی بھی دلہن بن رہی ہو...... موٹے گنجے حبشی مارواڑی سیٹھ...... لاکھوں خواتین کو دلہن بننے کے اعزاز سے نوازنے والا۔" حبا نے اپنی بات کے اختتام پر قہقہہ سا لگایا...... قہقہہ اپنی جگہ مگر آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک تھی......

"تو اللہ کا شکر ادا کرو...... تم تو ایک بہت ہینڈسم بندے کی دلہن بن رہی ہو...... اس لئے ہمیں سچ مچ خوش ہونا چاہئے...... جو کچھ تمہیں مل رہا ہے مڈل کلاس لڑکیاں تو اس کے بس خواب ہی دیکھ سکتی ہیں۔"

"زیادہ اچھی بات ہے کہ خواب دیکھتی رہیں کم از کم Feeling تو خوشگوار رہتی ہے۔" حبا نے کتاب کے صفحات اُلٹ پلٹ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا...... ایسی مسکراہٹ جس کے کوئی معنی نہ ہوں......

"تم تو کتابیں پڑھ پڑھ کر بس کوئی الگ ہی دنیا بنا کر بیٹھ گئی ہو...... شادی ہو رہی ہے تمہاری پریکٹیکل لائف شروع ہو رہی ہے اب یہ ساری کتابیں اٹھا کر کہیں لاک لگا کر رکھو...... اب باقی پڑھائیاں تمہیں سرمد بھائی پڑھائیں گے۔" ہما نے ہلکی سی چپت اس کے سر پہ لگا کر کہا...... حرا ہنسنے لگی......

"پھوپھو کب سے آئی ہوئی ہیں جا کر سلام تو کر لو۔" ہما ڈبہ اٹھا کر اسٹور کی طرف

جاتے ہوئے رُک کر بولی......

"ابھی تو ہیں ناں جا تو نہیں رہیں...... کر لوں گی۔" حبا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا......

ہما کی نظر میں گہری سوچ کا عکس اترا وہ گہری سانس لے کر آگے بڑھ گئی......

"آپی چار بجے فیشل کے لئے جانا ہے۔" حرا نے یاد دلایا......

"کہہ تو دیا تھا کہ مجھے یہ فیشل ویشل کا کوئی شوق نہیں ویسٹ آف ٹائم ویسٹ آف منی...... فیشل تو عمر رسیدہ خواتین کو کرانا چاہئے...... اپنی اسکن کو دوبارہ جوان بنانے کے لئے۔" حبا نے ٹکا سا جواب دیا......

"آئی بروز تو سیٹ کرا لیں...... فیس ذرا پالشڈ سا لگتا ہے۔" حرا کو پارلر جانے کا بہت شوق تھا...... پارلر میں داخل ہوتے ہی احساسات پر بڑا خوشگوار اثر پڑتا تھا...... وہ ایک مرتبہ اپنی دوست کے ساتھ اتفاق سے چلی گئی تھی جو بیوٹیشن کا کورس کر رہی تھی...... چاروں طرف آئینے تیز روشنیاں، خوشبوئیں، طرح طرح کی کاسمیٹکس...... بنی سنوری دوشیزائیں...... اندر جاؤ تو باہر آنے کو جی نہ چاہے...... وہ تو سوچ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ اس کی بہنوں کی شادی ہو رہی ہے اور وہ دُم چھلا بن کر ان کے ساتھ پارلر کے چکر لگائے گی...... ہاتھ کے ہاتھ اپنا بھی کچھ کرا لے گی...... پھر خود ہی کسی خیال کے تحت تازہ دم ہو گئی...... حبا آپی جائیں نہ جائیں حنا آپی تو جائیں گی......

وہ اٹھ کر ڈرائنگ روم میں چلی گئی جہاں حنا کشنز کے کورز بدل رہی تھی......

♥♥♥

"سرمد شام کو جلدی آ جانا...... مایوں کی رسم کرنی ہے...... تمہاری طبیعت کو دیکھتے ہوئے میں زیادہ لوگوں کو نہیں بلا رہی...... بس تمہاری تائی چچی ممانیاں اور میری چند دوست ہوں گی۔" حور بانو نے سرمد کے گھر سے نکلنے سے پہلے اس کو ٹوکا......

"یہ کیا رسم ہوتی ہے......؟" سرمد نے جگ جگ کرتی ریسٹ واچ کلائی میں ڈالتے ہوئے بڑے تعجب سے پوچھا...... شروع میں اکیڈمک لائف ملی تھی پھر اسٹڈی کی غرض سے مسلسل سفر...... ان رسموں رواجوں کی تو اسے الف ب معلوم نہیں تھی...... پھر یہیں بھی کہیں تھیں کہ ان کی وجہ سے سوشل امور سے واسطہ پڑ جاتا...... چھٹیاں ہوتیں تو باپ کے پاس امارات چلا جاتا حور بانو بھی اکثر وہیں ہوتی تھیں...... سیر و تفریح کر کے واپس چلا جاتا کبھی اتفاق سے کوئی شادی اٹینڈ کر

لیا...... مایوں مہندی کی تقریب تو اُس نے کبھی اٹینڈ ہی نہیں کی تھی.........

''بھئی دولہا کو اُبٹن لگاتے ہیں شادی بیاہ کے گیت گاتے ہیں۔'' حور بانو نے کلیئر کیا......

''اُبٹن......؟!!!''

''ارے بھئی ایک طرح کی پرانے زمانے کی ہربل کریم ہوتی ہے اسکن پالشڈ ہو جاتی ہے رنگ روپ نکھر جاتا ہے...... دولہا اچھا لگتا ہے۔'' وہ پیار سے بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں......

''نانسس...... امی...... سوری...... میں اس طرح کی بیوٹی کریم نہیں لگا سکتا...... میں ٹھیک ٹھاک ہوں...... کیا مجھے ان چیزوں کی ضرورت ہے......؟'' سرمد بہت حیرت سے پوچھ رہا تھا......

حور بانو نے آگے بڑھ کر اُس کی پیشانی چوم لی......

''بہت سیدھا ہے میرا بیٹا...... بیٹے یہ تو مشرقی معاشرے کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے بہانے ہوتے ہیں...... بس یوں سمجھو گیٹ ٹوگیدر ہو جاتی ہے۔'' وہ سمجھانے کے انداز میں کہہ رہی تھیں......

''اوکے...... آپ رکھ لیں گیٹ ٹوگیدر...... لیکن میں خواتین کی اس گیٹ ٹوگیدر میں پارٹی سپیٹ نہیں کر سکتا...... سوری۔'' اُس نے اتنا کہہ کر جانے کے لئے قدم بڑھائے......

''تو بھئی یہ گیٹ ٹوگیدر تمہاری وجہ سے ہی ہو رہی ہے...... بے وقوف۔'' اُنہوں نے جھلا کر کہا......

''تو پھر رہنے دیں...... لیو اٹ...... یہ ویسٹ آف ٹائم ہے...... پاکستانی خواتین کے پاس ضائع کرنے کے لئے بہت وقت ہے اسی لئے وہ اس طرح کی چیزیں Creat کرتی رہتی ہیں...... خدا حافظ امی...... گڈ لک۔'' وہ یہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا......

حور بانو گم صم سے اپنی جگہ کھڑی رہ گئیں...... سارے ارمان دھرے کے دھرے رہ گئے......

''کیا ہوا آپا...... خیریت تو ہے...... اس طرح سے کیوں کھڑی ہیں......؟'' عائشہ انہیں تلاش کرتی ہوئی لاؤنج میں آ گئیں......

''آں...... ہاں...... کچھ نہیں۔'' حور بانو چونک کر زبردستی مسکرائیں......

''کچھ تو ہے آپ تو بالکل مجسمہ بنی کھڑی تھیں جیسے کوئی اچانک خاص خبر ملی ہو...... خیر تو ہے ناں۔'' عائشہ اُن کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئیں......

''ارے بس یہ سرمد نے ہی اُلجھا دیا تھا...... عجیب لڑکا ہے...... ہر وقت اپنی سی کرتا ہے۔'' وہ تھکے تھکے انداز میں صوفے پر بیٹھ گئیں......

''کیوں کیا ہوا...... کیا کہہ رہا ہے......؟'' عائشہ فکر مند ہو گئیں......

''وہی اُس کی باتیں کہ سب رسمیں فضول ہوتی ہیں ان کی کوئی ضرورت نہیں اب بتاؤ گھر میں پہلی پہلی شادی ہے لوگ کیا سوچیں گے۔'' حور بانو آزردگی سے کہہ رہی تھیں......

''توبہ میں تو ڈر ہی گئی تھی کہ پتہ نہیں کیا بات ہو گئی...... آج کل کے بچے بس اسی طرح کرتے ہیں جب وہ نہیں مان رہا تو رہنے دیں ہم اپنا گانا بجانا کر لیں گے زور زبردستی کریں گی تو خوامخواہ خوشی کے موقع پر بدمزگی ہو گی۔'' عائشہ سرمد کے مزاج کو مدنظر رکھ کر سمجھانے لگیں......

''ماں کا دل بھی تو رکھ سکتا ہے کیسا پتھر ہو گیا ہے......؟'' حور بانو کی آواز بھرا گئی......

عائشہ نے فوراً اُنہیں گلے سے لگا لیا......

''ارے آپا...... شکر کریں اُس نے شادی کے معاملے میں سعادت مندی کا مظاہرہ کیا کوئی منہ مٹھرا کر انگریزی بولنے والی لا کر سامنے کھڑی کر دیتا کہ ان سے ملئے یہ میری مسز ہیں تو آپ کیا کر لیتیں آپ کی پسند کی لڑکی سے شادی کر رہا ہے اور کتنے تعجب کی بات ہے اس نے لڑکی کو دیکھنے کی خواہش تک ظاہر نہیں کی اتنا اعتماد کرتا ہے آپ پر۔'' عائشہ حور بانو کو بچوں کی طرح بہلا رہی تھیں......

''ہاں بس یہی سوچ کر دل کو ذرا حوصلہ ہو جاتا ہے۔'' حور بانو آنکھیں پونچھنے لگیں......

''بس آپا...... آپ ان بچوں کو دعا دیں کہ آنے والے دنوں میں ان کی خوشیاں دیکھنے کو ملیں ان کی زندگی باغ بہار ہو سب والدین یہی چاہتے ہیں ناں......؟'' عائشہ نے پیار سے کہا......

حور بانو نے معصوم بچوں کی طرح اثبات میں سر ہلایا......

''ابھی آپ کے تین بیٹے اور ہیں اللہ رکھے وہ سرمد سے بہت مختلف ہیں ان پر سب ارمان نکال لیجئے گا...... مجھے یقین ہے تینوں میں سے کوئی نہیں بولے گا...... وہ دونوں چھوٹے تو ایسے شیطان ہیں خود اسٹیج پر چڑھ کر بیٹھ جائیں گے کہ ہمیں اُبٹن لگائیں...... پھر اس کے بعد ہم سہاگن

کو خود ابٹن لگائیں گے۔" عائشہ انہیں مسکرانے پر مجبور کر رہی تھیں......

گھر سے دور دونوں بچوں کا خیال آتے ہی حور بانو کے تاثرات بدل گئے ایک دم چونک کر بولیں...... "ارے ان کی تو آج رات کی فلائٹ ہے...... میں نے تو ان کا کمرہ بھی نہیں دیکھا کافی دنوں سے بند ہے۔"

"چلئے پھر آپ ان کا کمرہ دیکھیے...... میں ذرا بازار کا چکر لگا آؤں...... دوبارہ ابھی ٹیلر کے پاس ہیں آج کا وعدہ کیا تھا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں......

"جیتی رہو عائشہ...... تم سے بہت سہارا ہے مجھے۔" حور بانو نے عائشہ کی طرف بہت محبت سے دیکھا تھا......

"بس آپا آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے...... میرا بھی آپ کے بغیر گزارا کہاں۔" وہ ہنسیں......



"ارے چنیڈیوں پر گولو کو بٹھاؤ...... ڈھولکی لے کر بیٹھ گئی تو اٹھانا مشکل۔" بڑی دادی نے طاہرہ بیگم کو آواز دے کر کہا......

"بھابی آپ نے یہ کیا چنیڈیوں کا کھڑاگ پھیلا لیا...... آج کل کون بناتا ہے یہ چنیڈیاں وینڈیاں۔" صادقہ بیگم نے دبی زبان میں طاہرہ بیگم سے کہا......

"ارے یہ بات اگر اماں کو تم سمجھا سکتی ہو تو سمجھا لو...... میرے بس کی تو بات نہیں وہ تو پورا سامان منگوا کر بیٹھی ہیں...... یہاں تو یہ حال ہے ایک رسم بھی رہ گئی تو خدانخواستہ ایمان جانے کا خطرہ ہے۔" طاہرہ بیگم خوشگوار موڈ میں کہہ رہی تھیں......

"بس پھر تو بہت مشکل ہے کہ اماں مانیں...... خوامخواہ کتنی دیر تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔" صادقہ بیگم نے کوفت کے انداز میں کہا......

"تم برا مت ماننا صادقہ ڈیفنس والوں کے سب رنگ تم پر چڑھ ہی گئے آہستہ آہستہ گڑ کھاؤ اور سو جاؤ۔" طاہرہ بیگم ہنسیں......

"ارے نہیں بھابی...... شادی بیاہ پر تو وہ لوگ بھی سب ہی کچھ کرتے ہیں...... کچھ نہیں چھوڑتے...... یہ الگ بات ہے کہ تمام رسومات بڑے بڑے ہوٹلوں میں کی جاتی ہیں اور ہر رسم کو انجوائے کرتے ہیں پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں۔" صادقہ بیگم نے بھی ہنستے ہوئے وضاحت

سے جواب دیا......

"بس میرا اپنا دل بہت اُلجھنے لگا ہے...... کچھ اس طرح کے واقعات سامنے آئے کہ پیسوں پر خرچ کرتے ہوئے اندر ایک چبھن سی ہونے لگتی ہے۔" صادقہ بیگم نے ایک دم اُداس ہو کر کہا......

"کیا مطلب......؟" طاہرہ بیگم ان کے بدلنے کے انداز پر چونک کر بولیں بلکہ اپنا کام ہی بھول گئیں......

"مطلب یہ کہ ایک بندے کو اپنی اکلوتی بچی کے علاج کے لئے پیسے نہ مل سکے بچی مر گئی اور اس نے خودکشی کر لی کہ میں اپنی اولاد کے لئے کچھ نہ کر سکا۔"

"ایک لڑکی ہمارے نوکروں میں کسی کی رشتے دار تھی اس کو دھڑکن کی کوئی تکلیف تھی علاج نہ ہو سکا مرض بگڑتا گیا وہ تو ویسے ہی مر جاتی مگر اتنی دل برداشتہ ہوئی کہ خودکشی کر لی...... ان چار واقعات کے بعد میری سوچ میں بہت تبدیلی آ گئی...... بے جا خرچ کرتے دل دُکھتا ہے...... یہی خیال آتا ہے کہ ان پیسوں سے کسی غریب مجبور بے بس انسان کا کوئی مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔" صادقہ بیگم کے لہجے میں صداقت کی آنچ تھی...... طاہرہ بیگم کو ان پر پیار آ گیا......

"ہاں صادقہ...... ماں باپ کی نیتوں اور اعمال کا پھل ان کی اولاد کھاتی ہے...... اللہ نے تمہیں نیک سعادت مند باشعور اولاد دی ماشاء اللہ ان کے مقدر بھی بہت اچھے ہیں...... اللہ تمہیں ان کی خوشیاں دکھائے...... آمین۔"

"آپ کا بہت بڑا دل ہے بھابی...... میں تو مارے شرم کے اندر سے ٹوٹ رہی تھی کہ بھابی کیا سوچتی ہوں گی کہ میں نے ان کی کسی بچی کے لئے نہیں سوچا...... میں ضرور سوچتی اگر دانیال اپنے پاؤں پر کھڑا ہو چکا ہوتا...... اور اس کے دل کی بات بھی تب پتہ چلی جب معاملہ ہی ہو گیا تھا۔" وہ شرمندہ شرمندہ سی نظر آنے لگیں......

"تمہارا اس میں کیا قصور صادقہ...... یہ سب مقدر کے کھیل مجھے تم سے کوئی بدگمانی نہیں تم بھی ایسا سوچنا بھی مت...... دیکھو سب کچھ اچھا ہو رہا ہے آج کل کے زمانے میں غریب طبقے کے رشتے داروں کی بچیوں کی طرف تو لوگ دیکھتے ہی نہیں ہیں رشتہ کرنا اپنی بے عزتی تصور کرتے ہیں مگر دیکھ لو...... اگر مقدر میں کچھ لکھا ہو تو ہو کر رہتا ہے میں نے تو کبھی خواب میں بھی نکالا اپنے گھرانوں کا نہیں سوچا ہوگا...... دانیال تمہارا اکلوتا بیٹا ہے میں نے کبھی اس پر نیت نہیں

کی...... یہی سوچتی تھی کہ اشرف بھائی اُس کا رشتہ اپنے ہی جیسوں میں کریں گے...... جس انسان کو کنواں کھود کر پانی پینے کی عادت رہی ہو وہ بہت حقیقت پسند ہوتا ہے...... خواب نہیں دیکھتا۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں بھابی...... لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اشرف علی آپ کی بے حد عزت کرتے ہیں...... کہتے ہیں کہ اتنی خودداری تو مرد نہیں دکھاتے جتنی خودداری طاہرہ بھابی میں ہے۔"

"شکر ہے مالک کا عزت و ذلت سب اُس کے ہاتھ میں ہے چلو اندر آ جاؤ تمہیں لڑکیوں کا زیور دکھا دوں۔"

"ماشاء اللہ زیور تو ان کے پاس بہت ہو گیا ایک ایک سیٹ میں نے بھی بنایا ہے دونوں کا اور عائشہ آپا فون پر بتا رہی تھیں کہ ایک ایک سیٹ اُنہوں نے بھی دونوں کا لیا ہے۔"

"میں آپ کو بتانے والی تھی دوسری باتیں نکل گئیں...... حفصہ اور تمنا آپا نے دونوں نے 50 50 ہزار روپے بھجوائے ہیں کہ ہماری طرف سے بچیاں گولڈ کی کوئی چیز لے لیں یا بھابی شادی میں خرچ کر لیں جیسے اُن کی مرضی...... وہ آج آپ کو فون بھی کریں گی کہہ رہی تھیں کہ دل تو بہت چاہتا ہے کہ ہم ان خوشیوں میں شریک ہوں مگر وقت بہت کم ہے شادیاں بہت جلدی میں ہو رہی ہیں اس لئے نہیں آ سکتیں۔"

"ہاں بڑی اماں نے تو تاریخ طے ہوتے ہی فوراً اُن دونوں کو فون کر دیا تھا کہ شاید پندرہ بیس دن میں وہ تیاری کر لیں...... خیر...... اتنی دور کا معاملہ ہے کیا کر سکتے ہیں......؟" طاہرہ بیگم نے کہا اور صادقہ بیگم کو لے کر اندر کی طرف چل پڑیں......

دونوں دادیاں گول اماں کے ساتھ کچن میں پنجیریوں کی تیاری میں جتی ہوئی تھیں۔ لڑکیاں دوسرے کمرے میں مصروف تھیں......

♥♥♥

"یار سمجھ نہیں آتی یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔" دانیال بڑی بے بسی سے کہہ رہا تھا کسی کام میں دل نہ لگا تو ولی کے پاس چلا آیا......

"دنیا میں بہت کچھ ہو جاتا ہے جو کبھی سمجھ نہیں آتا...... اب حقیقت کو فیس کرو وہ جو ساحر لدھیانوی نے کہا تھا کہ

تم میں ہمت ہے تو بغاوت کر دو

ورنہ جہاں ماں باپ کہتے ہیں شادی کر لو

ولی لاپرواہی سے مسکرایا......

"تم نے بھی بڑے آرام سے کہہ دیا اور ساحر مرحوم نے بھی۔" دانیال نے جلا کر کہا......

"تو کہنے سے پہلے میرے پیٹ میں درد ہونا چاہیے تھا......؟ دانیال مت اُلجھاؤ خود کو اس لئے کہ اب تمہارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے...... اللہ کا شکر کرو کہ فیملی اچھی ہے لڑکی اچھی ہے بُرے بھی پھنس سکتے تھے۔" ولی بہت ہوش مندی سے اس کو ایزی کرنے کی کوشش کر رہا تھا......

"تمہیں پھنسنا چاہیے تھا...... مشورہ تو تم نے دیا تھا...... خود مزے کر رہے ہو۔" دانیال کو اب سچ مچ غصہ آ گیا......

"مزے کہاں کر رہا ہوں لمبا انتظار کر رہا ہوں...... ظالم کی مدت سے شکل تک نہیں دیکھی۔" ولی نے بڑے غمناک انداز میں کہا......

"پرسوں شادی ہو رہی ہے اُس کی...... مجھ میں تو شرکت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔" دانیال کے لہجے میں غم کی تپش تھی......

"اسی لئے کہتے ہیں کزنز وغیرہ سے افیئر نہیں چلانا چاہیے...... اکثر یہی ہوتا ہے کہ ماموں بننا پڑتا ہے۔" ولی نے پھر اُس کی بات چٹکیوں میں اُڑا دی......

"یار...... میں اُسے دل و دماغ سے کیسے نکالوں یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔" دانیال نے بڑی بے بسی سے کہا......

"تمہاری اپنی شادی ہو جائے گی دو تین بچے ہو جائیں گے پھر تمہیں اپنے بچوں کی ماں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو جائے گی...... پھر تم اس کے ساتھ بیٹھ کر اپنا مذاق خود اڑایا کرو گے کہ یار میں بھی کتنا پاگل تھا...... کیا ہو گیا تھا مجھے......؟" ولی نے روشن پہلو دکھا کر اس کا غم دور کرنے کی کوشش کی......

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے......؟" دانیال نے خود کلامی کی......

"تمہاری اپنی شادی طے ہو چکی ہے تم ہونے والی سسرال میں بہادری کے جھنڈے گاڑ کر آ چکے ہو...... اس وقت اپنی ہونے والی بیوی سے بددیانتی نہیں کر رہے ہو......؟ شرم کرو...... کتنی معصوم لڑکی تمہاری زندگی

میں آرہی ہے..... جس نے باپ بھائی کے علاوہ کسی سے محبت ہی نہیں کی..... ولی نے سنجیدگی سے کہا.....

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو.....؟" دانیال نے آف موڈ میں سوال کیا.....

"ہم بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں..... لڑکی کے انداز اور انداز بیاں دونوں اس کے کردار کا عکس ہوتے ہیں..... پہلے اسکول کی ہیڈ مسٹریس لگتی ہے۔" ولی نے اپنی بات ختم کی اور زوردار قہقہہ لگایا.....

پہلے اسکول کی ہیڈ مسٹریس اور بیکن ہاؤس کی پرنسپل میں کیا فرق ہوتا ہے.....؟" دانیال نے جھلا کر پوچھا.....

"پہلے اسکول کی ہیڈ مسٹریس بہت ہیڈ کانشیس ہوتی ہے جبکہ بیکن ہاؤس کی پرنسپل مینجمنٹ ڈسپلن کے چکر میں ہلکان ہوئی جاتی ہے..... فرق صاف ظاہر ہے جس کو تم چاہ رہے ہو وہ تمہیں سوچتی تھی..... وہ تمہاری تصویر دل میں لئے کسی کی زندگی میں داخل ہو رہی ہے..... تم اُس کو یاد کرتے ہوئے کسی کو اپناؤ گے مگر وہ جو تمہاری زندگی میں آرہی ہے ٹوٹلی انوسینٹ ہے کورا کاغذ..... قدر کرو یار نصیب سے ملتے ہیں ایسے کورے کاغذ..... جیسے مرضی اپنے نام کی خطاطی کرنا۔"

"یہی تو دکھ کی بات ہے اتنی اچھی لڑکی کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے یہ تو بہت بڑی حق تلفی ہے۔" دانیال نے اُداسی سے کہا.....

"اُسے اپنے گھر میں تو آنے دو..... سارے حقوق فرضوں کی طرح ادا کرنے لگو گے..... یہ رشتہ تو بہت گنجائش رکھتا ہے..... بڑی بڑی لو میرجز کے انجام دیکھے ہیں کورٹ میں کھڑے پرانے دشمنوں کی طرح ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوتے ہیں..... لو فکشن ہے اور شادی پریکٹیکل میری جان۔" ولی مسکرایا.....

"تمہاری کون سی شادی ہو چکی ہے جو اتنے کونفیڈنس سے فتوے جھاڑ رہے ہو..... میرے دکھ کو سمجھو کیوں بچوں کی طرح بہلا رہے ہو۔" دانیال نے بہت آف موڈ میں کہا.....

"تمہارے دکھ کی ایسی تیسی..... مجنوں 2007..... ایک شے جو اپنی کبھی تھی ہی نہیں اس کا اس طرح غم کر رہا ہے جیسے ذاتی خزانے پر ڈاکہ پڑا ہو۔" ولی جھلایا.....

"فرض کرو اگر تمہاری شادی خدانخواستہ وہاں نہ ہو سکی جہاں تم انگیج ہو تو کیا تمہیں دکھ نہیں ہوگا.....؟" دانیال نے اپنی دانست میں ولی کو لاجواب کرنے کی کوشش کی.....

"بہت دکھ ہوگا اس لئے کہ میں انگیج ہوں ساری برادری نے باہمی مشورے سے ہمیں انگیج کیا..... ساری دنیا میں شور ڈال دیا کہ ان کو ایک دوسرے سے باندھ دیا گیا ہے مگر تمہارا کیس نہیں..... تمہارا سارا سفر خواب کا سفر ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق قائم ہی نہیں ہوا تھا اتنا تو تم بھی اندازہ کر سکتے ہو.....؟" ولی نے صاف گوئی سے کہا.....

"یہ تو واقعی تم نے بالکل ٹھیک کہا کہ یہ بس خواب کا سفر تھا۔" دانیال نے اذیت کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بے ساختہ کہا.....

"دانیال وہ بہت اچھی لڑکی ہے..... اور زندگی بغیر ساتھی کے بے معنی ہے..... ساتھی اچھا ہو تو دل میں جگہ بنا ہی لیتا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی محبت کسی سے کرو اور شادی کسی اور سے..... بندہ سائیکی ہو سکتا ہے۔"

"ایک پیارا سا ساتھی گھر میں چلتا پھرتا دکھائی دے گا تو یار محبت بھی ہو جائے گی۔" ولی نے دانیال کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چھیڑ چھاڑ کی.....

"لوگ دوسری تیسری بلکہ چوتھی شادی بھی کرتے ہیں..... علیحدگی ہو جاتی ہے تو نئی جگہ بھی بن جاتی ہے..... بہت کم لوگ علیحدگی کے بعد گوتم بدھ بنتے ہیں....."

"یار اپنے ولیمے کا ڈنر شاندار کرانا..... مٹن کڑاہی لاہوری چرغہ کو سٹ کی گی۔"

"اور تمہارا سر۔" دانیال بُری طرح جھلایا.....

"یہ پٹھان کا سر ہے اس میں سے کیا نکلے گا..... مفت کی شرمندگی اٹھاؤ گے۔" ولی نے بے بسی سے کہا.....

"یار اچھی سی کافی پلاؤ سر میں بہت درد ہو رہا ہے مذاق چھوڑو..... سب سے طویل عمرانی کا اعزاز اس ملک میں پٹھان کے پاس ہے..... تمہیں احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"تھینک یو یار..... بڑا حوصلہ بڑھایا..... حالانکہ میں تو تمہیں حوصلہ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔" ولی کچن کی طرف جاتے ہوئے بولا.....

♥♥♥

"گھر میں بہت مہمان تھے..... بس ایک وہی نہیں تھا جو سب سے زیادہ اس گھر میں

آتا تھا۔" حبا نے وضو کرتے ہوئے سوچا......

"دیکھتے ہی دیکھتے منظر ہی بدل گیا...... چار سو سرمد کے تذکرے...... باتیں...... پہلے شہر چھوٹے گا پھر وطن بھی...... سب عزیز ترین چہرے یہیں رہ جائیں گی...... لاہور کی اپنے ساتھ کیا لے کر جا رہی ہے...... ایک بنجر دل جو کبھی زرخیز تھا...... جسے چار طرف سے بہتے دریا سیراب کرتے تھے...... پھر دریاؤں کا رُخ ہی مڑ گیا...... خشک سالی آگئی جذبات کا قحط پڑ گیا...... نہ غصہ نہ دُکھ نہ ملال...... نہ کچھ کھونے کا احساس...... حیرت کا وسیع و عریض چٹیل میدان...... تاحد نظر نہ سبزہ نہ چٹان۔"

"میں اُسے کیا دوں گی......؟ شل مردہ...... جس انسان نے دھوکہ کھایا ہو وہ تو ہر وقت اندیشوں کی زد میں رہتا ہے۔"

"لیکن میں بھی تو کسی کو دھوکہ دینے جا رہی ہوں...... جو زندگی کا ساتھی بن رہا ہے اس کے لئے تو میرے اندر کوئی جذبہ ہی نہیں۔"

"حاصل کلام یہ ہوا کہ ہم جیسی لوئر مڈل کلاس لڑکیوں کو خواب سجانے کا کوئی حق نہیں علاوہ گھر نئے قریب لوگ کھیل گئے ہم سے۔" اس کے حلق میں آنسوؤں کے گولے اٹکنے لگے......

"وضو کر رہی ہو یا سرمد کے ساتھ اور ویز تلافی کر رہی ہو......؟" ہما جو واش بیسن کے پاس اس کے ہٹنے کا انتظار کر رہی تھی اُسے گم صم پا کر چھیڑتے ہوئے بولی تو حبا ایک دم چونک کر وضو مکمل کرنے لگی......

"بس چند گھنٹوں کا فاصلہ رہ گیا ہے...... زیادہ غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں...... مہندی بھی لگانا ہے تمہیں میں خود لگاؤں گی...... پارلر والے تو بھائیجل مہندی کے پندرہ سو لے رہے ہیں میں مفت میں اس سے اچھی لگاؤں گی۔" ہما کو بہن پر ٹوٹ کر پیار آ رہا تھا کہ بس اب وہ جدا ہونے والی ہے...... بہت دور جانے والی ہے......

"بڑی دادی تو دُلہنوں کی طرح مہندی لگانے کو کہہ رہی تھیں...... دیکھے ہیں ناں وہ دبنے جن پر مہندی کے بڑے بڑے ٹھپے پڑے ہوتے ہیں۔" اس نے ہنس کر پوچھا تو حبا بھی اس کی خاطر وہیرے سے مسکرا دی......

"وہ تو پھوپھو نے انہیں سمجھا دیا اور شکر ہے وہ سمجھ گئیں...... اللہ حبا تو دلہن بن کر کتنی پیاری لگے گی...... پیاری تو خیر حبا بھی بہت لگے گی...... سوئی شکل سے کتنی بھولی لگتی ہے...... ہائے

ملائی کی پلیٹ پہ ہماری کتنی لڑائیاں ہوتی تھیں...... اب چاہے عمر بھر ملائی کھاتے کو ملے...... مگر لڑ والی ملائی کا تو الگ مزہ ہوتا ہے۔"

ہما ہاتھوں میں صابن کا جھاگ بناتے ہوئے بڑے خوبصورت خیالات میں کھوئی ہوئی تھی......

"کتنی خوش قسمت ہیں میری بہنیں...... انہیں کوئی دل کا روگ نہیں کسی دھوکے کا بوجھ نہیں۔" حبا کے سینے سے ہوک سی اٹھی تھی...... اندر کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے سوچ رہی تھی......



دانیال کو سامنے پا کر تحریم دم بخود سی دیکھ رہی تھی کہ بغیر کسی اطلاع کے رات گیارہ بجے "کیسے......؟ کس کام سے آیا ہے جبکہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ شیخ صاحب تو نو بجے کے لگ بھگ دوا لے کر سو جاتے ہیں......

"حیران کیوں ہیں...... کیا مجھے نہیں آنا چاہیے تھا......؟" دانیال نے زبردستی خوشگوار موڈ بنانے کی کوشش کی......

"نن...... نہیں نہیں...... وہ اصل میں رات خاصی ہو چکی ہے اور اس جگہ تو رات کے گیارہ بجے لگتا ہے کہ رات آخری مراحل سے گزر رہی ہے...... آیئے پلیز تشریف رکھئے۔" وہ اسے ڈرائنگ روم کی طرف لے کر چلی......

"بہت معذرت خواہ ہوں کہ اس وقت آپ کو ڈسٹرب کیا...... لیکن میں بہت ڈپریسڈ تھا اور ڈپریشن میں رات گزارنا نہیں چاہتا تھا۔"

تحریم نے اس کی بات سن کر پلٹ کر بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھا...... وہ ڈرائنگ روم کے اندر داخل ہو چکے تھے...... دانیال سر جھکائے جوتے کی نوک سے قالین مسل رہا تھا...... تحریم کو اس کی طرف چند سیکنڈ غور سے دیکھنے کا موقع ملا...... دانیال کو اس کے دیکھنے کا احساس ہوا تو اس نے چٹ سے پلکیں اٹھا لیں...... تحریم نے بڑے وقار سے اپنی نظروں کا رُخ موڑا اور دوپٹہ سنبھال کر بیٹھتے ہوئے بولی......

"تشریف رکھئے۔"

دانیال بیٹھ گیا......

"آپ کیا پسند کریں گے چائے کافی یا کولڈ......؟" وہ پوچھ رہی تھی......

"تھینکس...... کچھ نہیں...... بس یونہی آپ سے کچھ ڈسکس کرنے کا موڈ بن گیا۔" دانیال بہت سکون اور اعتماد سے بیٹھا تھا کوئی اضطراری کیفیت یا بے قراری اس کی کسی ادا سے آشکار نہیں تھی......

لائٹ پنچ کلر کا قیمتی مگر سادہ سا سوٹ پہنے ہوئے تحریم اتنی گریس فل نظر آ رہی تھی کہ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ شرارت سے کہے بغیر نہ رہتا کہ آپ کو دیکھ کر تو مادر ملت یاد آ رہی ہیں......

"جی بالکل کیجئے۔" وہ بڑے وقار سے بولی...... اعتماد تو جیسے اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا......

"یہ تو آپ کو پتہ ہی ہے کہ ہمارے بزرگ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کر چکے ہیں...... میں اپنے والدین کے اس فیصلے سے بُری طرح Shocked ہوا تھا۔" وہ کہنے لگا...... تحریم کی طرف دیکھنے سے وہ جان کر احتراز کر رہا تھا...... تاکہ بات اپنے Flow میں جاری رہے......

"Shocked......؟" تحریم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا......

"آپ تو دوسروں کو Shocked کرتے رہتے ہیں خود کیسے Shocked ہو گئے......؟" لاشعوری طور پر تحریم کا لہجہ طنزیہ ہو گیا......

"ہاں...... مگر اس واقعے نے مجھے ہمیشہ کے لئے بہت محتاط کر دیا ہے۔"

"مگر اب احتیاط کا کوئی فائدہ تو نہیں۔" تحریم نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور اپنا دوپٹہ درست کرنے لگی...... "بہر حال اب Shocked ہونے کی وجہ بھی بتا دیجئے۔" تحریم نے سنجیدگی سے کہا......

"اصل میں میری کسی سے کمٹ منٹ تھی۔"

"اوہ۔" تحریم کے منہ سے بے ساختہ نکلا وہ قدرے فکر مند نظر آنے لگی......

"آپ کو اپنے پیرنٹس سے بات کرنا چاہیے تھی......" تحریم بولنے لگی مگر دانیال نے اس کی بات کاٹ دی......

"مگر میرے والد کا خیال ہے کہ میں نے جس غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے مجھے اس کا مداوا کرنا چاہیے...... جبکہ شیخ صاحب خان صاحب سے فائنل کر چکے تھے کہ اگر ولی [illegible]

دانیال کے لئے بات کیجئے۔"

"آپ چاہتے ہیں یہ بات ختم ہو جائے آپ پھر اتحاد مانگنے آئے ہیں......؟" تحریم کے لہجے میں جذباتیت کی رمق بھی نہیں تھی...... وہ بہت سکون سے بات کر رہی تھی...... البتہ اس نے پہلو بدلا تھا......

"ہرگز نہیں۔" دانیال نے برجستہ کہا......

"جی" اب تحریم واقعی بہت حیران ہوئی......

"پھر...... آپ کیا چاہتے ہیں......؟" اس کا سوال فطری تھا......

"کچھ بھی نہیں...... بس اپنی زندگی کے اس مخفی گوشے سے آپ کے روبرو نقاب اٹھانا چاہتا تھا...... آپ کو اپنی اصلی تصویر دکھانا چاہتا تھا۔"

"مائی گاڈ...... آپ نے ایک وقت میں کئی انسانوں کے ساتھ واقعی زیادتی کی۔" تحریم کے لہجے میں گہرا تاسف تھا...... "آپ نے کسی لڑکی کو ایک طرح سے دھوکہ دیا۔"

"اس کی شادی ہو رہی ہے۔" دانیال نہیں چاہتا تھا کہ تحریم مزید کچھ بولے۔ اس نے اسے درمیان میں ہی ٹوک دیا......

"جی......؟" اب تحریم اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے اسے دانیال کی ذہنی صحت پر شک ہو......

"تو اب کیا مسئلہ ہے......؟" بالآخر وہ گویا ہوئی......

"کوئی مسئلہ نہیں...... میں یہ سب کچھ آپ کو شادی کے بعد بتاتا تو بہت ہی غلط بات تھی آپ کو بہت دکھ ہوتا...... اس لئے ابھی بتا رہا ہوں کہ آپ اگر یہ برداشت نہیں کر سکتیں کہ کوئی ایسا شخص آپ کا لائف پارٹنر بنے جو اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو تو کسی اور پر پوزل کو مجھ پر ترجیح دے سکتی ہیں...... شیخ صاحب یقیناً آپ کے جذبات کا احترام کریں گے۔"

تحریم پوری یکسوئی سے اس کا لفظ لفظ سن رہی تھی...... اس کے خاموش ہوتے ہی اس کی جذباتی دنیا میں جوار بھاٹا اٹھنے لگا...... وہ گہرے خیالات میں ڈوب چکی تھی دانیال بغور اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا......

معاً تحریم نظریں اٹھائیں......

"وہ تو خیر ثابت ہے کہ آپ بہت غیر ذمہ دار ہیں یعنی Play Boy ہیں...... حیرت

ہے کہ قدرت کیوں نہیں ہیں...... بلکہ کسی سے اتنی اٹیچ منٹ ہو چکی تھی کہ اُس کی کہیں اور شادی ہونے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے ہیں...... اتنی غیر اہم ہے زندگی......؟ یہ مجھ سے پوچھیں کہ زندگی کیا ہے...... میرے اختیار میں ہو تو اپنے باپ کے لئے زندگی خرید لوں اگر کہیں بک رہی ہو...... واہ دانیال صاحب واہ...... لگتا ہے کبھی کوئی دُکھ محسوس ہی نہیں کیا تھا...... کس حکیم نے مشورہ دیا تھا آپ کو کہ آپ محبت کریں یہ بار اُٹھانا آپ کے بس کی بات نہیں تھی۔" تحریم مسکرا رہی تھی اور دانیال حیرت سے پتھر ہوا جاتا تھا...... ایسی عجیب و غریب لڑکی اُس نے زندگی میں نہیں دیکھی تھی......

"میں اپنے باپ کو یقین دلا چکی ہوں کہ وہ میرے حق میں جو بھی فیصلہ کریں گے وہ مجھے قبول ہوگا...... اس لئے کہ اُن سے زیادہ میرا خیر خواہ کوئی نہیں ہو سکتا۔" تحریم توقف کے بعد پھر گویا ہوئی......

"مجھے نہیں پتہ انہیں آپ کی کس خوبی نے متاثر کیا...... مگر آپ میرے باپ کا انتخاب ہیں جبکہ وہ بہت سے پرپوزلز بہت آرام سے ٹھکرا چکے ہیں ظاہر ہے اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی...... مجھے اپنے باپ سے بے حد پیار ہے میں اُنہیں زندہ ہنستا مسکراتا دیکھنا چاہتی ہوں...... اُن کو دُکھ دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" وہ اب رُک گئی......

دانیال نے سوالیہ نظریں اُٹھائیں......

"آپ ایسا کیجئے گا...... شادی کے بعد اکیلے سوئزرلینڈ چلے جایئے گا...... سبزہ زاروں میں بیٹھ کر کسی کی یاد میں خوب آنسو بہایئے گا...... جب رو رو کر تھک جائیں تو واپس آجایئے گا...... دل ہلکا پھلکا ہوگا...... جذبات کی دھند اتر چکی ہوگی...... کچھ ہی دنوں میں عقل کام کرنے لگے گی...... یہ میری آپ سے کمٹ منٹ تھی جو بھی میرے نصیب سے میرا شوہر بنے گا میرا سب کچھ اُس کا ہوگا...... میری روح میرے دل سمیت...... شوہر بدل جاتے ہیں باپ نہیں بدلتا...... باپ بہت ضروری ہے...... اس کا کوئی نعم البدل نہیں...... باپ بھی وہ جو ماں بھی ہو اور باپ بھی اور دوست بھی...... میں آپ دونوں دوستوں سے سختی سے اس لئے پیش آئی تھی کہ آپ دونوں کو دیکھتے ہی میرے دماغ میں آندھیاں چلنے لگی تھیں کہ یہ انسان نہیں موت کے فرشتے ہیں جو میرے باپ کے لئے اجل کا پیغام لے کر آئے تھے۔" وہ تواتر سے بولتے بولتے یکدم چپ ہو گئی جیسے احساس ہوا ہو کہ وہ بہت بول چکی......

دانیال مبہوت سا بیٹھا سن رہا تھا اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی پڑھی اور [illegible] ہو سکتی ہے اور الفاظ بیان پر اتنی قدرت رکھتی ہے دیکھنے میں اُس کا امیج بس ایک مشرقی روایتی دوشیزہ کا ہی بنتا ہے......

"آپ نے جو کہا میں نے بہت توجہ سے سنا...... آخر میں بس یہی کہہ سکتا ہوں جو میرے دل میں تھا وہ میں کہہ چکا...... ایک اندرونی جنگ سے مجھے نجات مل گئی...... آپ جیسی حقیقت پسند اور باہمت لڑکیاں بہت کم ہوتی ہیں...... میں بہت عجیب اور فضول سا لڑکا ہوں پتہ نہیں شیخ صاحب نے مجھ میں کیا دیکھا...... اجازت......؟"

تحریم نے دھیرے سے پلکیں اُٹھائیں......

"دانیال...... پاپا کا بہت خیال رکھئے گا...... مجھے آپ کے رونے دھونے پر کوئی اعتراض نہیں...... جب آپ کا دل چاہے گا شوق پورا کیجئے گا...... خیر ایک کپ کافی پی لیجئے تو اچھا لگا۔" وہ دھیرے سے بولی......

دانیال کھڑا ہو چکا تھا اُس کی نظر میں حیرت بھی تھی اور مسکراہٹ بھی......

"شکر ہے ان آخری الفاظ سے تو یہ محسوس ہوا کہ آپ میں بھی زندگی کی حرارت موجود ہے...... اللہ حافظ۔" تحریم نے نظر بچا کر دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا...... ایک شخص جو عمر بھر کے لئے اُس کا ہو رہا تھا وہ اُس کے سامنے کھڑی تھی اُسے دیکھ رہی تھی...... دوشیزہ ہی تو تھی آخر کتنا تپتی......؟

"اللہ حافظ...... گڈ لک۔" دانیال نے بھی اُسے آزمائش میں نہیں ڈالا فوراً ہی باہر کی طرف بڑھ گیا......



صادق حسین نے درمیانے درجے کا ہال بک کرا لیا تھا...... تین سو کے قریب مہمان ہونے تھے...... جہیز نہ بنانے کی وجہ سے کھانا اچھا کر رہے تھے کہ دونوں دامادوں کا اسٹیٹس مدنظر تھا...... شادی والے روز صبح ہی سے بھاگ دوڑ شروع ہو گئی تھی...... دونوں دامادوں کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے جبکہ صادق حسین اپنی عادت کے مطابق خاموشی سے کاموں میں لگے ہوئے تھے...... اشرف علی نے صبح ہی گاڑی مع ڈرائیور کے بھجوا دی تھی کہ صادق حسین کو باہر کے کاموں میں گھماتا رہے...... لاہور کی بارات صبح کی فلائٹ سے دس بجے تک ہوٹل پہنچ چکی تھی اور حور بانو

مسلسل فون پر کونٹیکٹ کیے ہوئے تھیں..... گھر سے مہمانوں کو ہال لے جانے کے لیے وہ کوسٹرز بک تھیں..... سب معاملات بخیر و خوبی مراحل سے گزر رہے تھے..... حیا اور حنا کو صادقہ بیگم نے بڑی دادی سے لمبی بحث کے بعد پارلر بھجوا دیا تھا..... اُن کی کسی جاننے والی کا پارلر تھا پہلے سے بکنگ نہیں تھی بہت اصرار کر کے پارلر کی مالکن کو راضی کیا گیا بلکہ صادقہ بیگم تو ناراض بھی ہو گئیں کہ کم از کم انہیں تو بتا دیا جاتا کہ دادی نے پارلر جانے کو منع کر دیا ہے وہ تو یہی سمجھ رہی تھیں کہ آج کل تو ہر طبقے سے تعلق رکھنے والی دلہن پارلر میں تیار ہوتی ہے تو ظاہر ہے لڑکیوں نے بھی بکنگ کرائی ہوگی۔

یہ بارات کے دن کا سب سے کٹھن کام نکل آیا تھا اور اچھی خاصی بھاگ دوڑ کرنی پڑ گئی تھی..... لڑکیوں کے پارلر جاتے ہی سب اپنی تیاریوں میں لگ گئے تھے..... سب سے زیادہ زور دار تیاری بڑی دادی کی تھی..... آڑا پاجامہ کلف دار خوبصورت کڑھائی کا کرتہ دوپٹہ رنگ تو وہ مدت سے سفید ہی پہنتی تھیں..... سر میں خوشبودار تیل کپڑوں میں خس کا عطر..... ہاتھ پاؤں [illegible]..... کانوں میں موتیے کی کلیاں..... آنکھوں میں سرمے کی لکیریں پاؤں میں تلے دار گرگابی سب سے پہلے تیار ہو کر اپنی چھڑی یوں سنبھال کر برآمدے میں کرسی ڈال کر اس طرح بیٹھ گئی تھیں کہ ہر گزرنے والا اُن سے بے خبر آگے نہیں بڑھ سکتا تھا..... جو بھی گزرتا اُن سے حق اُن کی تیاری کو سراہتی اور بڑی دادی بڑی ادا سے یوں مسکراتیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ ہاں بھئی تم نے ٹھیک کہا..... آخر اتنی محنت کی ہے میں نے.....

"بڑی دادی نمبر لے گئیں..... سب سے پہلے تیار۔" حیا اپنے کپڑے پریس کرتے ہوئے ہنسی.....

"ارے انہیں تو کوئی کام ہی نہیں..... ایک گھنٹے میں تو نہا کر نکلی ہیں..... اللہ جانے کیا باتیں ہوئیں پوری خوشبوؤں کی دوکان بنی بیٹھی ہیں۔" ثریا دادی بولے بنا نہ رہ سکیں.....

"بس کر لے کام..... اب کیا آخری سانس تک گدھا بنے رہیں.....؟"

"کام کی بھی کوئی عمر ہوتی ہے اب تمہاری ہڈی کو چین نہیں تو اس کا کیا علاج۔" بڑی دادی نے ثریا دادی کو غصے سے گھورا.....

"مرتے دم تک ہاتھ پاؤں چلتے رہیں ہم تو یہی دعا مانگتے ہیں..... نہ کام کرنے سے کوئی کھسا ہے نہ تھکنے سے مرا ہے..... تمہاری تو سدا کی عادت..... سفر کرنا ہے تو سفر ہو کوئی تقریب ہے تو اس کی ہو..... مگر خیر اچھا ہوا..... تم تیار ہو گئیں کچھ سکون میں آ گئیں..... آنکھوں

میں ایک ایک کنگن تو ڈال لو..... خیر سے دو پوتیوں کا استقبال کرنے جا رہی ہو۔" ثریا دادی نے اندر کی طرف جاتے ہوئے ایک لمحے کو رک کر کہا.....

"ارے بس رہنے دو..... اب تو عادت ہی ختم ہو گئی کنگن پہننے کی..... ہمارا کنگن تو منوں مٹی تلے پڑا سوتا ہے..... ارے بہنے آج وہ ہوتے تو کتنا خوش ہوتے..... کہ کتنے حیثیت والے داماد ملے ہیں صادق حسین کو..... کیسے خوش ہو کر گلابوں کے ہار پہناتے دامادوں کو..... کمر سے ہو کر باورچی سے کھانا پکواتے..... بہانے بہانے سے میری مہندی دیکھتے۔" بڑی دادی بولتے بولتے با آواز بلند رونے لگیں..... گھر میں موجود ہر فرد اُن کی طرف دوڑا چلا آیا.....

"کیا ہوا..... بڑی اماں..... کیا ہوا نانی..... کیا ہوا بڑی ممانی..... کیا ہوا بڑی پھوپھو.....؟" ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں اس لیے کہ کسی نے ثریا دادی کی کنگن والی بات نہیں سنی تھی اس لیے فکر مند ہو کر اُن کی خیریت پوچھنے لگے.....

"ارے کچھ نہیں ہوا..... خوشی کا موقع ہے..... صادق حسین کے ابا کو یاد کر رہی ہیں۔" ثریا دادی تو کنگن پہننے کا مشورہ دے کر پچھتا گئیں..... اتنے سارے کاموں کے بیچ [illegible] کنٹرول کرنے کا کام بھی پڑ گیا.....

"بس..... چپ ہو جاؤ پھوپھو..... اللہ نے جس کی جتنی لکھی ہے اتنی ہی گزارتا ہے یہاں اپنے اختیار میں ہو تو کوئی اپنے سے پہلے اپنے پیاروں کو نہ جانے دے۔" ایک رشتہ دار خاتون بڑی دادی کو سنبھالتے سمجھانے لگیں.....

"ارے بڑے ذمہ دار تھے اتنے بڑے بڑے کام سنبھال لیتے تھے اور پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔" بڑی دادی نے آنسو پونچھتے ہوئے رقت آمیز آواز میں کہا.....

"ہاں جانے والے چلے جاتے ہیں بس اُن کی یادیں ہی رہ جاتی ہیں۔" ایک اور خاتون نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا.....

"دادی نے تو محفل کو دادا کا سوگ بنا دیا۔" حنا کپڑے بازو پر لٹکا کر حرا کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے کان میں بولی..... حرا کھلکھلا کر ہنس پڑی.....

اُس کی ہنسی گونجی اور سب حواسوں میں آ گئے یاد آ گیا کیا کرنے جا رہے تھے..... صادقہ بیگم اور ریلا تیار ہو کے گھر جا چکی تھیں جبکہ ربیعہ حیا اور حنا کے ساتھ تھی.....

♥♥♥

دونوں باراتیں بہت مختصر تھیں حور بانو کے ہمراہ پندرہ سولہ افراد تھے اور مراد کی طرف سے دس باقی تمام رش دلہن والوں کی طرف کا تھا...... مراد کی بارات پہلے آئی تھی اور اس کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد سرمد کی بارات آئی تھی...... لوگوں کے لئے یہ بڑی خوشی اور اطمینان کی بات تھی کہ مدتوں بعد رات آٹھ بجے باراتوں کو دیکھا تھا باراتوں کے پہنچنے کے بعد ہی نکاح کی کاروائی شروع ہو گئی......

پہلے حنا کا نکاح ہوا پھر حبا کا......

لاشعوری طور پر حبا کا ذہن بار بار دانیال کی طرف گیا...... ابھی تک اس نے نہ دانیال کی آواز سنی تھی نہ ذکر...... خود سے بھلا کیوں پوچھتی...... بڑی چھوٹی دادی طاہرہ بیگم ہما حراب نے ہی صادقہ بیگم سے پوچھا تھا اُن کو جواب دینا محال ہوا...... اپنے طور پر بھی انہوں نے دانیال کو کونٹیکٹ کیا دل کو بیٹے کے دکھ کے خیال سے بوجھ تو بہت تھا بہرحال اس دریا کو عبور تو کرنا تھا......

فون پر تو اس نے یہی جواب دیا کہ ابا جان کے ساتھ آ جاؤں گا ضروری کام کر رہا ہوں بیچ میں نہیں چھوڑ سکتا لیکن جب اشرف علی تنہا آتے دکھائی دیے تو اُن کے دل نے خود ہی راز کی بات انہیں بتا دی...... پھر اس کے بعد انہوں نے خود ہی کونٹیکٹ نہیں کیا...... اور خود کو سنبھال کر مہمانوں سے گھل مل کر باتیں کرنے لگیں خوشی میں ایک کرکری سی تو آ گئی تھی...... تھوڑی دیر قبل دلہن بنی حبا پر نظر پڑی تو صرف ایک لمحے کے لئے کوئی ملال سا جاگا تھا جسے فوراً ہی انہوں نے تھپکی دے کر سلا دیا تھا......

مراد ایک مرتبہ دلہا بن چکا تھا اس کے انداز میں عجیب سی بے نیازی اور بھرا پن تھا جبکہ سرمد بہت کانشس اور پراؤڈ فیل ہو رہا تھا...... اس کی تیاری بھی مراد کے مقابلے میں بہت زبردست تھی...... دونوں ڈنر سوٹ میں تھے...... شیروانی پٹکے وغیرہ کا اہتمام نہیں تھا...... گلے میں گلابوں کے گھنے ہار نہ ہوتے تو دلہا کے بجائے باراتی ہی لگتے...... مراد کے چہرے سے نرمی اور خوش اخلاقی واضح طور پر ظاہر ہوتی تھی...... جبکہ سرمد دولہا کم اور کامیاب بزنس مین زیادہ Show ہو رہا تھا......

حنا تو نکاح کے بعد سے مسلسل روئے جا رہی تھی مگر سب کو اس بات پر حیرت تھی کہ حبا کی آنکھ میں نمی تک نہیں اتری نہ ہی اس نے افسردہ صورت بنانے کی کوشش کی...... ایک ایسی ڈل لگ رہی تھی جسے ابھی ابھی فنشنگ کے مرحلے سے گزار کر شوکیس میں سجایا گیا ہو...... نکاح کے بعد

دونوں کو اپنے اپنے دولہا کے پہلو میں بٹھا دیا گیا...... مراد کے تو سب انداز ہی باوقار تھے اُسے اندازہ تھا کہ آج کے دن دولہا فوکس ہوتا ہے اُس نے حنا کی اسٹیج پر آمد اور بیٹھنے کا گویا نوٹس ہی نہیں لیا اور برابر میں بیٹھی ہوئی خاتون سے محو گفتگو رہا......

جبکہ سرمد نے بڑے اعتماد سے حبا کا جائزہ لیا تھا...... جسے حور بانو اپنے بازو کے گھیرے میں لئے خوشی سے بے حال دکھائی دے رہی تھیں...... جیسے کوئی ماؤنٹ ایورسٹ کا فاتح...... اُن کی آنکھوں میں حیرت و مسرت کا عکس تھا...... حبا کا تو دھلے منہ تاثر قیامت تھا اب تو وہ دلہن کے روپ میں تھی جس کی نظر اٹھی...... اُس میں ستائش اور الوہی مسرت کا تاثر تھا ایک ایسی روحانی مسرت جو قدرت کی حسین صناعی کو دیکھ کر ہی ذی روح کو ہوتی ہے......

حنا روایتی دلہنوں کی طرح رو رو کر برا حال دکھائی دے رہی تھی اور اس سے زیادہ بڑی دادی روئی تھیں روتے روتے گلے ہاتھوں ڈھیروں نصیحتیں بھی کر ڈالی تھیں......

فوٹو سیشن شروع ہوا ساتھ ہی کھانا بھی...... باراتیں جلدی آئی تھیں تو کھانا بھی جلدی شروع ہو گیا تھا مہمانوں خوشی سے بے حال وقت پر ملنے والے کھانے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے...... اشرف علی نے بڑی ذمہ داری سے مہمانوں کو کھانا کھلانے کے عمل کی نگرانی کی اور اپنی منظم فطرت کے باعث بڑا احسن انتظام دیکھنے میں آیا...... صادق حسین تو بس اُن کے ساتھ ساتھ تھے اور اُن کی ہر بات کی تائید کرنے کا فریضہ انجام دے رہے تھے...... انہیں دانیال کی غیر موجودگی کا بہت شدت سے احساس تھا اور حیرت بھی بہت تھی کہ کہاں تو عمر بھر ماموں کے جانے کے بہانے ڈھونڈتا کہاں انتہائی اہم موقع پر منظر سے غائب...... اُن کی حیرت بجا تھی بہرحال موقع محل کی مناسبت سے انہوں نے اس موضوع پر صادقہ بیگم سے بات کرنے سے شعوری احتراز کیا کہ وہ بھی بہت مصروف نظر آ رہی تھیں خاص طور پر لاہور کے باراتیوں کو اٹینڈ کر رہی تھیں......

سرمد نے Boldly کئی مرتبہ حبا کی طرف دیکھا تو لڑکیوں نے آوازیں کسیں مگر وہ ذرا پزل نہیں ہوا بلکہ ناظرین کے انداز میں ہاتھ بلند کر کے لہرا دیا...... سب نے اس صورت حال کو بہت انجوائے کیا...... لڑکیوں کے لئے وہ بڑا دلچسپ دولہا تھا...... جیسے کسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہو اور نمبرون ہیرو پرفارم کر رہا ہو......

حبا بھی کچھ دیکھ رہی تھی محسوس بھی کر رہی تھی مگر چہرہ بالکل سپاٹ تھا...... اچانک سرمد

نے اُس کی طرف گردن موڑ کر کہا۔

''آپ اتنی خاموش کیوں ہیں...... باتیں واتیں کریں...... انجوائے کریں یہ سب کچھ۔'' تبا سبا اپنی حیرت پر قابو نہ رکھ سکی...... اُس نے باقاعدہ آنکھیں پھاڑ کر سرمد کی طرف دیکھا تھا......

''ہائیں وہ اُس سے کیا باتیں کرے۔'' اُس نے حیرت سے سوچا اور نظروں کا رُخ واپس موڑ لیا...... قریب کھڑے لوگ بہت محظوظ ہو رہے تھے......

''حیا...... سرمد بھائی سے باتیں کرو بھئی کتنے بے چین ہیں تم سے باتیں کرنے کے لئے گھر تک پہنچنے کا انتظار بھی محال ہے...... حال احوال ہی پوچھ لو۔'' ایک کزن نے شرارت سے کہا......

''چلو یہی کہہ دو کہ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی...... آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ ہماری خاطر اتنی دور سے تشریف لائے......''

''بلکہ یوں کہو کس زبان سے...... کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔'' ایک اور شرارتی لڑکی نے گرہ لگائی...... زبردست قہقہے بلند ہوئے......

''یہ آج کل کے بچے۔'' ایک خاتون نے سر پر ہاتھ مار کر پناہ مانگی......

''مراد بھائی آپ بھی تو کچھ بولیں۔'' ایک لڑکی نے مسکراتے ہوئے مراد کو مخاطب کیا......

''میں کیا بولوں...... میں قاضی کے سامنے بول کر آئندہ بولنے سے توبہ کر چکا ہوں۔''

مراد کی حاضر جوابی نے تو سونے پہ سہاگے کا کام کیا تھا......

اسی وقت بڑی دادی اسٹیج پر چلی آئیں۔ ''ارے بس کیجیے...... اب دولہاؤں کو کھانا کھانے دو...... اس کے بعد دودھ پلا کر اپنا حق لینا...... زیادہ لمبا مت کھینچنا ایک بارات کو وقت سے پہلے ایئر پورٹ پہنچنا ہے۔'' بڑی دادی کے اس اعلان کے بعد تقریب کا منظر بدل گیا...... ہر شخص جلدی میں دکھائی دینے لگا...... یہ تو اکثریت کو پتہ ہی نہیں تھا کہ حیا رخصت ہو کر ڈائریکٹ ایئر پورٹ جا رہی ہے...... حور بانو بھی بار بار طاہرہ بیگم کو ٹوک رہی تھیں کہ رخصتی میں دیر نہ کریں......

افراتفری کے اس ماحول میں حور بانو کی نظر بیلا پر پڑی وہ بہت خوبصورت جب کہ

رہا یت شرارہ سوٹ پہنے قدرے الگ تھلگ کھڑی تھی...... شاید غزالی کی وجہ سے کانشس سی ہو رہی تھی...... لڑکیوں نے بھی چھیڑ چھاڑ کر کے اُس کا ناطقہ بند کیا ہوا تھا......

وہ اُس کے قریب آئیں اور اُسے سینے سے لگا لیا...... ''ارے اتنی الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو...... دونوں بہنوئی اس وقت فیاض بادشاہ بنے ہوئے ہیں جا کر نیگ لو۔''

''وہ آ رہا ہے ادھر۔'' بیلا کو بھی جواب سوجھا...... چہرے پر حیا کے رنگ بکھرے ہوئے تھے......

''کیا ہوا......؟'' بڑی دادی قریب آ کر دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگیں......

''کچھ نہیں اماں...... یہ الگ کونے میں چپ چاپ کھڑی ہے میں کہہ رہی ہوں...... تم بھی جا کر نیگ وصول کرو۔'' حور بانو نے پیار بھری نظروں سے بیلا کو دیکھا......

''جھجک رہی ہوگی...... غزالی بھی ادھر ہے...... بچیاں بھی پھر خوب تنگ کرتی ہیں۔'' بڑی دادی نے خوشگوار موڈ میں کہا...... پھر ایک دم کسی دھیان سے چونک کر بولیں......

''اور ہاں بھئی پرسوں تک یہ سننے میں آ رہا تھا کہ تم بیلا اور غزالی کا نکاح ساتھ ہی کرو گی پھر پتہ چلا کہ بات آگے بڑھ گئی ہے...... خیر تو ہے...... بات کیوں آگے بڑھائی......؟''

''ارے آپ کو صادقہ نے پوری بات نہیں بتائی خیرت ہے...... بس وہ بھی بہت مصروف ہے شاید موقع نہیں ملا ہوگا...... ہماری تو پوری تیاری تھی مگر صادقہ نے کہا کہ اشرف بھائی کہہ رہے ہیں کہ بانو آپا کے پاس صرف ایک دن ہے بہت بھاگ دوڑ ہو جائے گی پھر وہ نکاح پر اپنے ہاں لوگوں کو بلانا چاہتے ہیں چار بندوں میں خاموشی سے نکاح نہیں کرنا چاہتے...... کہہ رہے ہیں کہ اس تقریب میں لڑکیوں کی سہیلیوں اور بہنوں کو ضرور شرکت کرنا چاہیے۔''

''دوسری اہم وجہ یہ ہوئی کہ وہ دانیال کی شادی جلدی کر رہے ہیں...... دانیال کے ولیمے میں بیلا کا نکاح رکھنا چاہ رہے ہیں...... میں نے اُن کی خوشی دیکھ کر بات مان لی...... ایسا یہ کام تو ویسے بھی خوشی رضامندی کے ماحول میں ہونا چاہئیں......''

''دانیال کی شادی......؟!!!'' بڑی دادی کے سر پر جیسے کوئی پہاڑ گرا تھا...... دم بخود دادو حیران سی حور بانو کی طرف دیکھ رہی تھیں جن کی توجہ فوراً ہی اسٹیج پر ہونے والے شور شرابے کی طرف چلی گئی تھی وہ بڑی دادی کی کیفیت نہ دیکھ سکیں......

''ہم نے سوچا...... واقعی گھر میں خواہ چھوٹی سی تقریب ہو کچھ نہ کچھ ہلا گلا کرنا ہی ہوتا ہے

پھر حیا کی شادی کی وجہ سے صادقہ بھابی کے گھر میں مصروف ہو گی...... چلیں پندرہ بیس دن زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کی تو بات ہے دانیال کی شادی میں تو ویسے بھی آنا ہی ہو گا...... صادقہ کو سہولت رہے گی۔ اچھا ماں...... وہ شاید طاہرہ بھابی مجھے ڈھونڈ رہی ہیں ایک منٹ میں ذرا ان کی بات سن لوں۔" حور بانو عجلت بھرے انداز میں طاہرہ بیگم کی طرف بڑھ گئیں...... بڑی دادی سب کچھ بھول بھال سنانے میں کھڑی تھیں

"پندرہ بیس دن میں دانیال کی شادی......؟!!! سب کچھ طے ہو چکا اب حور بانو شادی کی بات کر رہی ہیں...... پندرہ بیس دن۔" بار بار یہی گردان دماغ میں ہو رہی تھی......



تحریم اپنے بیڈروم پر نیم دراز مطالعے میں مگن تھی کہ اس کے سیل پر رنگ ہوئی...... اس نے ہاتھ بڑھا کر سیل اُٹھایا اور نمبر دیکھنے لگی نمبر Un Known تھا اس نے استفہامی کیفیت میں اٹینڈ کیا......

"گل ریز بات کر رہا ہوں...... چھوڑوں گا نہیں...... تم میری پراپرٹی ہو...... تم اگر میری نہیں ہو سکتیں تو میں تمہیں اتنا تنگ کروں گا کہ تم غصے سے پاگل ہو کر خودکشی کر لو...... تمہیں خدا کے پاس جاتے ہوئے تو دیکھ سکتا ہوں کسی اور کے پاس نہیں دیکھ سکتا...... اپنے باپ سے بول۔"

تحریم نے سوئچ آف کر دیا...... اپنے باپ کے لئے کوئی نازیبا کلمات سننے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا...... موبائل واپس رکھ کر اس نے کتاب بھی نشان لگا کر بند کر دی...... گل ریز کا زہریلا لہجہ اور بدزبانی دماغ میں دھما کے کر رہی تھی......

"یا اللہ...... یہ کیسا عذاب ہے ہم پر رحم کر دے مالک میرے پاپا پر...... ان پر اتنی سخت آزمائش نہ ڈال جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو رحم کر دے۔" بے بسی کا آخری سوز دعا ہے...... اس کا رواں رواں دعا گو رہا تھا......



بارات رخصت ہو کر ایئر پورٹ پہنچی تو ان کا ایک ملازم جو لاہور سے ساتھ آیا تھا ہوٹل سے سامان لے کر بارات پہنچنے سے پہلے ایئر پورٹ پہنچ چکا تھا...... صادق حسین تو شادی کے بعد کے کاموں میں مصروف ہو گئے البتہ طاہرہ بیگم دونوں دادیاں ہما اور حرا حیا کو رخصت کرنے ایئر پورٹ آئی تھیں...... انہیں تو شاید دھیان بھی نہ آتا وہ تو صادقہ بیگم نے کہا کہ وہ جا رہی ہیں تو

آپ سب بھی چلیں...... ہما حرا تو ایئر پورٹ جانے کے خیال سے ہی ساری تھکن بھول گئیں نئے سرے سے تازہ دم ہو گئیں...... "لو ہمیں پتہ ہوتا کہ ایئر پورٹ جانا ہے تو کچھ آنسو بچا کر رکھتے خواہ مخواہ پہلے ہی اتنا سارا رو لئے۔" حرا نے ہما سے کہا تو وہ بے ساختہ ہی ہنس پڑی...... "سب ہی نے خوب رونا دھونا کر لیا مگر جسے رونا چاہئے تھا اس کی آنکھ سے ایک آنسو نہیں نکلا۔" ہما نے حیا کے بارے میں تبصرہ کیا تھا......

"حالانکہ ان کا پتہ ہے کہ ان کا میک اپ واٹر پروف ہے۔" دونوں اشرف علی کی نئی چمکتی پراڈو میں بیک سیٹ پر بیٹھی کھسر پھسر کر رہی تھیں......

"ماشاء اللہ بچیوں پر بڑا روپ آیا...... اللہ نصیب اچھے کرے۔" بڑی دادی اس وقت خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھیں سارے کام ہی بخیر و خوبی انجام پا گئے تھے......

"پوتیاں رخصت ہوئیں اللہ نے عزت رکھ لی۔"

"اے تو بچیوں کی عمر ہی کیا ہے شکر ہے اللہ کا کچ عمر میں اچھے بر مل گئے۔" ثریا دادی نے اِدھر اُدھر سے اپنا کلف دار دوپٹہ سمیٹتے ہوئے کلمہ شکر ادا کیا جیپ میں بیٹھتے ہی وہ اس ٹینشن میں مبتلا ہو گئی تھیں کہ لوگ کافی ہیں کوئی ان کے دوپٹے پر چڑھ کر نہ بیٹھ جائے......

"جب میری رخصتی ہوئی تو حیا کے برابر ہی عمر تھی میری...... اللہ بخشے پورے اٹھارہ برس بڑے تھے...... مجھ سے اچھی کھلائی پلائی تھی لگتے ہی نہیں تھے۔"

"اے ہٹاؤ حیا کے برابر...... سب بہن بھائیوں میں پہلا نمبر تھا تمہارا...... تم تو ساری زندگی ہی بنی رہتا۔" ثریا دادی کی کم عمری کا ذکر بڑی دادی کے لئے ہمیشہ اذیت ناک ہوا کرتا تھا......

"ہاں تو میری شادی کے وقت سب سے چھوٹا بھائی گود میں تھا...... اسے تو میری شادی کا وقت یاد ہی نہیں ہے...... ماشاء اللہ آج بھی جیتے ہیں دلی کے جانے پہچانے بیوپاری ہیں کوئی پوچھ لے ان سے۔" ثریا دادی نے دلیل اور گواہ کے وزن سے بوجھل جواب دینے میں لمحہ بھر تاخیر نہیں کی اور اپنا پان کا بٹوہ کھول کر گلوری نکالنے لگیں...... انہیں اچھی طرح پتہ تھا کہ ان کے اس جواب کے بعد گل بانو دادی قیامت سے گزر رہی ہوں گی...... کیونکہ وہ اپنی کم عمری کی شادی کی بات کر رہی ہیں......

"حال ڈیڑھ سال کا تو فرق ہے مجھ میں اور تم میں۔" گل بانو دادی ہار ماننے کو تیار نہ

تھیں اُن کے لئے اب ایک ہی راستہ تھا کہ خود بھی ثریا دادی کی ہم عمر بن جائیں......

"جب میری شادی ہوئی تم تین بچوں کی ماں تھیں...... حفصہ تمہارا قرآن پڑھنے جاتی تھیں عائشہ تمہاری گود میں تھی سال بھر کی......"

"چھوڑیں دادی...... ڈرائیور اور پھوپھا جان اگلی سیٹ پر بیٹھے ہیں...... اُن کا تو کچھ خیال کریں...... یہ باتیں تو ہمیشہ ہوتی رہیں گی۔" ہما نے چھوٹی دادی کا شانہ دبا کر آہستہ آواز سے کہا کہ وہی جلدی بات کو سمجھ سکتی تھیں۔

ہما کی بروقت مداخلت سے شو ہوتے ہوتے رہ گیا......

طاہرہ بیگم اور صادقہ بیگم اُن سے کافی آگے بیٹھی تھیں...... بیلا اور ربیعہ اُن سے پیچھے تھیں جیپ میں AC آن تھا اس لئے کھڑکیوں کے شیشے بند تھے...... اندر کی دنیا کا بیرونی دنیا سے عارضی طور پر رابطہ منقطع تھا......

دونوں دادیوں کو بھی فوراً احساس ہو گیا تھا کہ اُن کی آوازیں آگے پہنچ رہی ہوں گی اور داماد کے کانوں میں پڑ رہی ہوں گی......

بڑی دادی نے ایک نظر اپنے مہندی لگے ہاتھوں پر ڈالی اور دوسری ثریا دادی پر۔ گزرے دنوں کے کسی زخم نے پھر ستایا تھا......

ایک شخص اپنا ہو اور فاصلے بھی نہ ہوں پھر بھی اپنا نہ ہو...... دل چاہنے پر میسر نہ ہو......

"سوت پر بیٹی دینے سے تو بہتر ہے کہ بیٹی کو دہلیز پر بوڑھا کر دو۔" ایک آہ سرد اُن کے ہونٹوں سے نکلی مگر کسی کی توجہ اُن کی طرف نہیں تھی سب حیا کو خدا حافظ کرنے کی باتیں کر رہے تھے......



ڈپارچر لاؤنج کی مخصوص رونق دُلہن کی وجہ سے غیر معمولی ہو گئی تھی...... دوسرے مسافر بھی مفت میں شو دیکھ رہے تھے چند مسافر خواتین کو اپنے بچے کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا تھا جو بھاگ بھاگ کر اور چھو کر دُلہن کو دیکھ رہے تھے...... متعلقہ ائیرلائن کی طرف سے دولہا دُلہن کو تازہ پھولوں کے گلدستے پیش کیے گئے تھے......

حیا کو تو حور بانو نے فوراً ہی ایک مناسب جگہ دیکھ کر بٹھا دیا تھا مگر سرمد جب سے لاؤنج میں آیا تھا اِدھر اُدھر جاتا دکھائی دے رہا تھا کیونکہ آج کے پروگرام کا وہی منتظم خاص تھا اور ساتھ آئے ہوئے مہمانوں کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی کوشش کر رہا تھا...... اگرچہ عائشہ اور حور بانو بھی

بڑی ذمہ داری سے سب مہمانوں کا خیال کر رہی تھیں

"صادقہ اور طاہرہ بھابی بھی بس پہنچنے والی ہیں وہ اندر تو نہیں آ سکتیں اور نہ ہی اب تم باہر جا سکتی ہو مگر سرمد نے بات کر لی ہے وہ دروازہ جہاں سے ہم لوگ ابھی اندر آئے ہیں وہاں کھڑی ہو کر سب سے مل لینا میرا خیال ہے لڑکیاں بھی آ رہی ہیں۔" عائشہ نے حیا کا دوپٹہ درست کرتے ہوئے اور پُرشوق نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا...... تب سے حیا کو ایک بے قراری سی لگ گئی تھی...... جاتے جاتے پھر ایک مرتبہ ماں سے ملاقات ہو جائے گی...... اس نے احساس تنہائی کو تھپکی سی دی......

سرمد ایک کولڈ ڈرنک لئے اُس کے قریب آ گیا...... اور حیا کی طرف بڑھائی...... حیا گھبرا سی گئی اور نفی میں سر ہلا دیا...... اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگی کہ دوسرے یہ سب دیکھ کر کیا ردعمل کر رہے ہیں...... اُس کی یادداشت میں آج تک ایسی کوئی شادی نہیں تھی جب کسی دولہا نے دُلہن کے پاس بیٹھتے ہی باتیں شروع کر دی ہوں اور خود دُلہن کو اٹینڈ کر رہا ہو...... یہ کام تو دولہا کی ماں بہنیں کرتی ہیں...... وہ اُلجھ کر سوچنے لگی......

"یہ بندہ تو بڑا مختلف سا لگ رہا ہے...... سب کچھ لگ رہا ہے دولہا کہیں سے نہیں لگ رہا۔" اُس نے ذرا ہمت کر کے نظریں اُٹھائیں...... سرمد اسی کی طرف دیکھ رہا تھا......

"اگر کوک پسند نہیں تو کچھ اور بھی مل سکتا ہے...... آپ بتائیں کیا لائک کرتی ہیں......؟"

"تھینکس۔" اُس نے نظریں جھکا کر بالآخر کہا...... "اس وقت کچھ نہیں۔"

"اوکے۔" وہ یہ کہہ کر واپس پلٹ گیا...... حور بانو اُس کے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔

"گھبرانا نہیں حیا...... اپنوں کو چھوڑ کر اپنوں میں ہی جا رہی ہو...... اس وقت میں کتنی خوش ہوں کچھ مت پوچھو...... کوئی ٹھکانہ نہیں ہے میری خوشی کا تمہیں دیکھتے ہی دل نے جیسے ٹھنڈک پائی تھی...... شکر ہے رب العزت تو نے میرے خواب کو نیک تعبیر دی...... میری آرزو پوری کی۔" خوشی کے شدید احساس سے اُن کی آنکھیں بھر آئیں جس کا تاثر آواز پر بھی آیا......

حیا نے مبہوت سی ہو کر حور بانو کی طرف دیکھا...... ابھی تک اُن کے جذبات یہ شدت اُس پر آشکار نہیں تھی

"اتنی کچھ خاص ہے کہ وہ لوگ اس شدت سے اُس کی تمنا کریں......" کتنی پگلی ہیں بانو

آئی کہ آج تک اُن کی سب خواہشات پوری ہو رہی ہیں...... وہ حور بانو کے بچے اور شدید جذبات کے سامنے خود کو بہت کمزور محسوس کرنے لگی...... لگ رہا ہے نظر اُٹھا کر اُن کی طرف دیکھ رہی تھی......

"بیٹی بیاہ کرنے جا رہی ہوں ماں سمجھو گی تو کبھی خود کو اکیلا محسوس نہیں کرو گی...... کالا ٹیکا باندھ کر آئی ہوں گھر پہنچتے ہی تمہارا صدقہ اُتاروں گی...... اللہ مجھے تمہارے سکھ دکھائے......
آمین۔" اُنہوں نے بے اختیاری ہو کر حیا کا رخسار چوم لیا......

"کتنی لڑکیاں دیکھی تھیں سرمد کے لئے کوئی سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی تمہیں ایک نظر دیکھا اور دل نے کہا...... یہی ہے وہ...... پھر اس کے بعد مجھ سے صبر نہیں ہوا۔" حیا سحر زدہ سی ان کی باتیں سن رہی تھی......

"سرمد سے میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے مفت میں خوار کرنے کی ضرورت نہیں کوئی پسند کر لی ہے تو بتا دو اگر میری پسند سے کرنا چاہتے ہو تو بھی بتا دو...... وہ بولا امی میرے پاس تو اتنا وقت ہی نہیں ہے کہ میں لائف پارٹنر تلاش کروں...... غور کروں...... آپ مجھے بتا دیں کہ میرا لائف پارٹنر کیسا ہونا چاہئے......؟ لو بھئی اس کے بعد تو بانو میں نے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی...... پہلے پہلے بیٹے کے بیاہ کا تو ارمان ہی کچھ اور ہوتا ہے...... اللہ پھول کی طرح تمہارا نصیب کھلائے...... شکر ہے پروردگار کا اس نے میری مراد پوری کی۔" وہ کلمہ تشکر ادا کر رہی تھیں کہ ایک مہمان باراتی خاتون آ کر اُن سے اپنی کوئی بات کرنے لگیں......

حیا ابھی تک سحر زدہ سی بیٹھی ہوئی تھی...... اور ایک ٹک حور بانو کی طرف دیکھ رہی تھی...... ایسی بے غرض اور انمول تھی کہ کسی کے دل کی مراد بن گئی تھی اتنی خاص ہے وہ...... کہ چھان بین کے بعد مرکز نگاہ ٹھہری...... یا کہ ہی تو واقعی اُسے نہیں تھی......

آہ...... مگر...... پھر کوئی اس کے لئے دنیا سے ٹکرانے کا حوصلہ کیوں نہ کر سکا......؟ اگر وہ خاص تھی تو طلب گار اتنی آسانی سے دستبردار کیوں ہو گئے...... اُن کے جذبے کی شدت بانو آپی کے جذبے سے ضرور کم ہو گی...... کیوں کم تھی......؟ آپ شرمندہ ہوں گے۔ اُس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ اُبھری اور فوراً معدوم ہو گئی......

چلو اچھا ہوا قلعی کھل گئی...... جان چھوٹی...... محبت کے احسان کے بوجھ اُترے......
محبت تو آخری سانس تک حسین وعدہ ہے......

ایسا ہرا بھرا درخت جس کی چھاؤں میں عمر کاٹنے کی تڑپ ہوتی ہے......
شکر ہے کسی سے وعدہ نہیں کیا......

عہد شکنی کے بعد اس نئے شخص کے ساتھ حلف وفاداری کیسے اُٹھاتی...... جو چند دنوں میں میرا اب کچھ ہو گیا ہے...... آج ماں کے گھر سے لے آیا ہے...... کل مادر وطن کی گود سے اُچک لے گا...... اُس نے دور ڈرائنگ روم میں سرمد کو دیکھا جو تیز روشنیوں میں خوب چمک رہا تھا اور بڑی شانِ بے نیازی سے ایک مہمان سے باتوں میں مصروف تھا......

اچانک اُس کی نگاہ حیا پر پڑی اُس نے دور سے ہاتھ ہلایا جیسے اُسے جتا رہا ہو کہ وہ اس کی طرف سے غافل نہیں ہے......

حیا نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا...... اور نظریں نیچی کر کے دم سادھ کر بیٹھ گئی...... سرمد اس کے لئے کسی عجوبے سے کم نہیں تھا......

اسی لمحے حور بانو اور عائشہ اُس کے قریب چلی آئیں......

"آؤ حیا...... بھابی اور صادقہ پہنچ گئی ہیں...... بس چند منٹ ہیں ابھی...... تم ان سے ملاقات کر لو اور دیکھو رونے دھونے کی ضرورت نہیں انشاء اللہ آتی جاتی رہو گی۔"

دونوں نے اُس کا شرارہ دوپٹہ سنبھال کر اُٹھنے میں مدد دی...... اور اُسے اس سمت لے کر چل پڑیں جہاں سے وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تھی......



مراد کی خالہ افروز بیگم نوکر کو ہدایات دے کر اور دولہا دلہن کے لئے دودھ کے دو گلاس حجلہ عروسی میں پہنچا کر سونے کے لئے چلی گئی تھیں...... گورنس دونوں بچوں کو سلانے چلی گئی تھی...... حیا کافی دیر سے روایتی دلہنوں کے انداز میں مراد کا انتظار کر رہی تھی...... آدھے گھنٹے کا انتظار سالوں کا انتظار لگ رہا تھا...... بیٹھے بیٹھے یوں بھی اُس کی بُری حالت ہو گئی تھی صبح چار بجے آنکھ لگی ہو گی فجر کی اذان کے وقت خود بخود کھل گئی تھی تب سے یہ وقت ہو گیا تھا...... نماز پڑھ کر اگرچہ دوبارہ لیٹ گئی تھی مگر پھر بھی نیند نہیں آئی...... پانچ گھنٹے پارلر میں لگ گئے تین گھنٹے ہال میں اکڑ کر بیٹھی رہی تھی سیدھا لیٹنے کی تمنا شدید تھی مگر دھڑکا تھا کہ اس کے لیٹتے ہی مراد نہ آ جائے اور یہی ہوا تب وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر جماہیاں روکنے کی کوشش کر رہی تھی مراد نے کمرے میں قدم رکھا...... وہ ایک دم محتاط ہو کر بیٹھ گئی...... دل زور زور سے دھڑکنے لگا...... ہتھیلیوں میں پسینہ پھوٹ نکلا......

مراد نے آتے ہی پہلے سلام کیا پھر اپنا کوٹ اُتار کر ہینگر کرنے لگا......

"بچوں سے تو شاید آپ کی تفصیلی ملاقات نہ ہو پائی ہوگی اکیچو کلی وہ تو بجے سو جاتے ہیں آج ذرا سے لیٹ سوئے ہیں خیر صبح سہی...... آپ ایزی فیل کریں اپنے گھر میں ہیں وہ گھر جو قدرت نے آپ کے مقدر میں لکھ دیا تھا...... آج اس گھر میں آپ آ گئی ہیں۔"

"ارے آپ نے میرے سلام کا جواب تو دیا ہی نہیں۔" وہ اُس کے قریب آ کر مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا......

"وعلیکم السلام۔" حنا نے ہونقوں کی طرح گھبرا کر سلام کا جواب دیا تو مراد دھیرے سے ہنس پڑا......

"مجھ سے گھبرا رہی ہیں......؟ مجھ سے...... جو دنیا میں سب سے زیادہ آپ کا اپنا ہے۔" حنا شرمندہ سی ہو کر مسکرانے لگی......

"اچھا چلیں اُٹھیں...... میں آپ کو آپ کا گھر دکھاتا ہوں...... اُٹھیں شاباش۔" مراد نے اپنا آگے بڑھایا...... حنا نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے دیا۔" مراد نے ذرا سا کھینچ کر اُسے اُٹھنے پر آمادہ کیا......

وہ بیڈ سے نیچے اُتر آئی......

وہ اُسے شانوں سے تھام کر بیڈ روم سے باہر لے آیا...... حنا کے سامنے ایک وسیع لاؤنج تھا...... دیواروں پر خوبصورت سینریز کے وال پیپر تھے...... چھت سے لے کر فرش تک گرتا ہوا آبشار دیکھ کر آنکھوں کو عجیب سی ٹھنڈک کا احساس ہوا تھا...... یوں لگ رہا تھا جیسے حقیقت میں کسی آبشار کے قریب کھڑے ہوں......

کارنر میں چینل کے صراحی شیپ میں دو دو فٹ اونچے پھول دان رکھے تھے جن میں تیز رنگوں کے پھول عجیب بہار دے رہے تھے......

ایرانی قالین کا نمونہ بڑا دیدہ زیب تھا جس پر خوبصورت گاؤ تکیے اور فلور کشن پڑے ہوئے تھے...... ذرا سے فاصلے پر بید کی کرسیاں بھی پڑی ہوئی تھیں جن پر بلیو لیدر کی گدیاں تھیں...... حنا بڑے پُر شوق انداز میں ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھی......

"میں نے اس گھر میں جدید اور قدیم تعمیر کا اہتمام کیا ہے...... اس گھر میں اوپر نیچے لاؤنج ہیں...... لیکن بیک سائیڈ پہ ایک بڑا صحن بھی ہے جیسے پرانے ڈیزائن کے گھروں میں ہوتا ہے...... ایک شیپ میں لان ہے اور ایک سائیڈ پر دو سرونٹ کوارٹر ہیں...... میں تو آپ کو ایک اچھا سا مکان بنا کر دے رہا ہوں...... دیکھتے ہیں آپ اسے گھر کیسا بناتی ہیں۔" پھر شرارت سے مسکرایا......

"گول خالہ تو کہہ رہی تھیں لڑکی بہت گھریلو اور سلیقہ مند ہے۔"

حنا اُس کی شریر مسکراہٹ پر جھینپ سی گئی...... گراؤنڈ فلور کا راؤنڈ پورا کر کے وہ اُسے فرسٹ فلور پر لے آیا...... وہاں بھی آرائش مکمل تھی...... حنا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اتنے خوبصورت گھر کی مالکن بن چکی ہے لگتا تھا جیسے کسی خواب کے عمل سے گزر رہی ہے...... سب لوگ کہہ تو رہے تھے کہ مراد کا گھر بہت خوبصورت ہے مگر اتنا خوبصورت ہوگا یہ تو اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا...... وہ دم بخود سی تھی......

"یاد رکھنے کی بات تو بس یہ ہے حنا...... کنکریٹ سے بنا مکان کچھ بھی نہیں ہوتا خواہ وہ 100 کمروں کا حسین محل ہی کیوں نہ ہوں...... جب تک اُس میں بسنے والے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مخلص نہ ہوں...... محبت کی قدر کرنے والے نہ ہوں۔"

"میں نے بڑے ارمان و شوق سے یہ گھر تعمیر کرایا تھا...... لیکن جب اس میں داخل ہوا تو تنہا تھا...... دو معصوم بچے...... جن سے کاروباری مصروفیات کی وجہ سے زیادہ دیر نہیں مل پاتا...... گھر تو دو محبت کرنے والے مرد و عورت سے بنتا ہے...... اکیلے انسان کا کوئی گھر نہیں ہوتا۔" یہ کہہ کر مراد نے گہری سانس لی......

حنا ہمہ تن گوش تھی...... اُس کے خاموش ہوتے ہی بے ساختہ بولی......

"پہلے آپ کہاں رہتے تھے اپنی پہلی بیگم کے ساتھ......؟" اُس کے انداز میں بڑی سادگی تھی......

"یعنی آپ کو یقین آ چکا ہے کہ آپ میری دوسری بیگم ہیں......؟" مراد کا قہقہہ بھی بڑا بے ساختہ تھا...... حنا بُری طرح جھینپ گئی......

"حقیقت کو سمجھنا اور قبول کرنا ہی ذہنی توازن درست ہونے کی علامت ہے یہ قدرت کے فیصلے ہوتے ہیں کسی کو نہیں معلوم اُس نے یہاں کتنی دیر اپنا رول Play کرنا ہے...... جانے والی کا کردار بس اتنا ہی تھا اب آپ کو اس گھر میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔"

"آئیں ہم نیچے اپنے بیڈ روم میں چلتے ہیں اور اس جانے والی کے لئے فاتحہ پڑھتے

ہیں جس سے مجھے بہت کچھ ملا...... ایک مخلص و وفادار عورت کا حق ہوتا ہے کہ اُسے اور اُس کی بھلائیوں کو یاد رکھا جائے اور اُس کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔"

مراد بہت اعتماد اور خلوص سے کہہ رہا تھا...... حنا کو اپنے حاصل علم و شعور کے ذریعے واضح طور پر محسوس ہوا کہ اُسے ایک مثبت سوچ کے حامل ساتھی کی رفاقت نصیب ہوئی ہے۔ سب کچھ اُس کی توقعات سے بہت زیادہ تھا...... جس کی سوجھ بوجھ اتنی کمال تھی کہ اُس نے حنا کو اپنی مرحومہ بیوی سے قربت کا ایسا احساس دیا کہ اُس کے دل میں لمحے بھر کو بھی جذبہ رقابت بیدار نہیں ہوا......

یہ کتنی کمال کی بات تھی وہ اُس کے ساتھ چلتے ہوئے سب سے زیادہ اپنا محسوس ہو رہا تھا اور وہ بھی اُس کے ساتھ تھی جواب دنیا میں نہیں تھی......

♥♥♥

بارہ ایک کے درمیان بارات واپس لاہور پہنچ چکی تھی...... حبا کو عائشہ نے فوراً ہی بیڈ روم میں پہنچا دیا تھا...... مشرقی رسومات سے کلی بیزار سرمد نے حبا کو مزید بیٹھنے کی مشقت سے بچا لیا تھا...... سچ مچ اُس کی ہمت جواب دے رہی تھی اتنی پابندی...... "اُف کتنا تھکا دینے والا عمل ہے شادی۔" اُس نے خوبصورت بیڈ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا...... جس پر پاؤں پھیلا کر لیٹنے کے خیال سے تھکن اترنے لگی تھی......

عائشہ تو اُس کی اپنی پھوپھو تھیں...... اُس نے بیزاری سے دوپٹہ ایک طرف ہٹاتے ہوئے عائشہ کی طرف دیکھا......

"بہت تھک گئی میری چندا...... مگر جلد ہی تھکن اتر جائے گی...... ابھی بہت دنوں تک بس اچھے اچھے کپڑے پہننا ہیں اور آرام کرنا ہے...... کوئی کام وام نہیں...... شادی کے یہ شروع کے دن عورت کبھی نہیں بھولتی...... کیونکہ پھر اُسے ساری زندگی آرام نہیں ملتا...... میاں کے نخرے...... بچوں کے کام...... رشتوں کی ذمہ داریاں...... مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ ہر عورت کی روٹین لائف ہوتی ہے۔" وہ اُس کی بندیا سیدھی کرتی ہوئی بہت پیار سے کہہ رہی تھیں۔

"کچھ کھا لو...... گھر میں بہت کچھ ہے...... طاہرہ بھابی بتا رہی تھیں کہ تم نے بہت تھوڑا سا کھانا کھایا تھا...... میں تو تمہاری پھوپھو ہوں مجھ سے کیسا تکلف......؟"

"تم تو بہت خوش قسمت ہو کہ سسرال میں اپنی سگی پھوپھو ہے ورنہ اس رات تو بہت سی

لڑکیاں شرم و تکلف میں ماری جاتی ہیں...... بتاؤ کچھ لاؤں...... کچھ لائٹ سا لے لو دودھ کے ساتھ......؟" وہ اصرار کے انداز میں بولیں......

"یقین کریں پھوپھو بالکل بھی بھوک محسوس نہیں ہو رہی یوں لگتا ہے سارے بخشر فریز ہو گئے ہیں۔" وہ نڈھال سے انداز میں بولی......

"اللہ نہ کرے اللہ ہمیشہ ہوش و حواس قائم و دائم رکھے...... آمین...... میں سمجھ رہی ہوں تم بہت تھک گئی ہو تم ایسا کرو لیٹ جاؤ...... میں نائٹ بلب جلا دیتی ہوں ابھی تو باہر بہت ہنگامہ ہے باقی آپا مہمانوں کو سنبھال رہی ہیں بستر وغیرہ لگوا رہی ہیں...... سرمد بھی مہمانوں کو باپ کے ساتھ انٹرٹین کر رہا ہے...... ایک گھنٹہ تو تم آرام سے ریسٹ کر سکتی ہو...... میں دوبارہ چکر لگاؤں گی گھبرانا نہیں یہ رائٹ سائیڈ پر واش روم ہے۔"

"یہ ہٹاؤ۔" وہ گاؤ تکیہ ہٹاتے ہوئے بولیں اور ہلکا سا دباؤ ڈال کر حبا کو لیٹنے پر مجبور کر دیا...... حبا کو جیسے آرام دہ بستر پر کمر ٹکاتے ہی یوں لگا کہ اس وقت کی سب سے خاص ضرورت بستر ہے...... عائشہ نے تیز لائٹس آف کر دیں اور نائٹ بلب جلا دیا جو قندیل کی صورت میں بیک سائیڈ پر تھا...... "یہ پانی بالکل تمہارے قریب ہی رکھا ہے۔"

"شکریہ پھوپھو۔" اُس نے زیر لب کہا......

عائشہ باہر چلی گئیں دروازہ بند ہونے کی آواز کے ساتھ ہی اُس نے آنکھیں موند لیں تھکن کا یہ عالم تھا کہ اس کے اندر اپنے بیڈ روم کا جائزہ لینے کا جذبہ تک بیدار نہیں ہو سکا......

♥♥♥

"دلہن کھانا سب سنبھال لیا ہے ناں...... اچھا خاصہ کھانا بچا ہے جہاں بھی دینا ہوا ہے صبح کو ہی کریں گے۔" بڑی دادی مکلف کپڑوں سے نجات پا کر اپنے پرانے نرم کاٹن کے کپڑے پہن کر عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں...... سلام پھیرتے ہی انہیں یاد آیا تھا......

"جی اماں...... پیسے تھیلے کر کے فریج میں کھپا تو دیا ہے اب اللہ مالک ہے...... کڑھائی گوشت بڑے پتیلے میں نکال کر ہلکی آنچ پر رکھ دیا ہے...... فریج میں جگہ نہیں تھی کھیر اور بریانی سے فریج بھر گیا...... سلاد فریزر میں رکھ دیا ہے۔" انہوں نے ساس کو مطمئن کیا......

ثریا دادی اندر اسٹور میں گھسی جانے کیا کر رہی تھیں...... حنا اور حرا ماں کا ہاتھ بٹا کر لیٹنے جا چکی تھیں......

''ارے کیا ثریا سو گئیں......؟'' بڑی دادی نماز ختم کر کے تسبیح ہاتھ میں لے کر پہلا دانہ گرانے سے پہلے طاہرہ بیگم سے پوچھنے لگیں......

''اندر اسٹور میں ہیں......شاید کپڑے سنبھال رہی ہیں۔'' طاہرہ بیگم تھکے تھکے انداز میں بولیں......

''اور یہ صادق حسین کا پلنگ بھی خالی پڑا ہے اب اتنی رات کو کہاں نکل گئے۔'' انہیں ہر طرف کا دھیان آ رہا تھا......

''اوپر چھت پر ہیں......کہہ رہے تھے ذرا دیر کھلی ہوا میں لیٹوں گا۔''

''اب تم بھی آرام کرو دلہن......شکر ہے مالک کا اُس نے عزت رکھ لی بچیاں ساتھ خیریت کے رخصت ہو گئیں۔''

''بس اب سوتی ہوں اماں......آج مدت بعد خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہی ہوں نیند سے آنکھیں بند ہوئی جا رہی ہیں۔'' طاہرہ بیگم کچن سے باہر آ کر کچن کا دروازہ بند کرتے ہوئے بولیں......

بڑی دادی اب تسبیح کے دانے گرا رہی تھیں......ثریا دادی نے باہر آ کر اپنے بستر کی طرف دیکھا......پھر بڑی دادی پر ایک نظر ڈالی......اتنی دیر میں طاہرہ بیگم سامنے آ گئیں......

''یہ حور بانو نے بالکل ٹھیک کہا کہ دوسرے بیٹے کا نکاح آگے بڑھا دیا چند گھنٹے تھے کیا کر لیتیں......؟ پھر صادقہ دو گھروں میں بھاگی پھرتی......خوب ہی افراتفری ہو جاتی۔'' وہ اپنے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے بہو سے اظہار خیال کرنے لگیں......آواز ان کی بتا رہی تھی کہ ''بیٹری'' آخری مرحلوں میں ہے......

بڑی دادی نے ثریا دادی کی بات سنی انہیں اپنی تسبیح مکمل کرنا محال ہو گیا......بولنے کی تڑپ سی جاگی اور اپنے باقی بچے دانوں کو غور سے دیکھنے لگیں......

''جی اماں......واقعی بہت بھاگ دوڑ ہو جاتی......ظاہر ہے بچی کا نکاح ہوتا تو مجھے بھی گھر کے کام چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے تو جانا پڑتا......گھر کی بچی ہے۔'' طاہرہ بیگم نے بڑی کا جماہی روکتے ہوئے جواب دیا......

بڑی دادی اپنے اندر جیسے کسی طوفان کو روک رہی تھیں جلدی جلدی تسبیح مکمل کی اور جائے نماز کا کونہ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئیں......

''ارے یہ سب حور بانو کی مرضی سے نہیں ہوا ہے حور بانو نے رخصتی سے تھوڑی دیر پہلے مجھے خود بتایا ہے کہ صادقہ نے اُن کو روکا ہے۔''

''ارے تو اسی وجہ سے روکا ہو گا کہ ایک دن میں دو دو گھروں کی تقریب کوئی آسان بات تو نہیں ہے......اچھا ہی کیا صادقہ نے۔'' ثریا دادی نے لیٹے ہوئے کسلمندی سے کہا......

''ارے دھماکہ ہو گیا ہے تمہاری بیٹی نے تمہیں بھی نہیں بتایا حیرت ہے یا تم ہم سے چھپا رہی ہو......؟'' بڑی دادی نے جائے نماز تہہ کرتے ہوئے شعرانہ کہا......

''اے کیا دھماکہ ہو گیا اور تمہارا پیٹ کب سے اتنا بڑا ہو گیا کہ دھماکے روکے بیٹھی ہو۔'' ثریا دادی تنگ کر بولیں......

''ارے موقع تو ملتا......بات تو نئی ہے......اب موٹر میں اتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے کیا ذکر کرتی خود صادقہ بھی پاس ہی بیٹھی تھی......غیر سے اکلوتے بیٹے کا رشتہ طے کر دیا ہے اُس نے......اب دانیال کے ولیمے میں ببلا کا نکاح ہو گا۔'' بڑی دادی نے جائے نماز بستر پر ایک طرف رکھی اور پلنگ پر بیٹھ کر ثریا دادی اور طاہرہ بیگم کے فق چہروں کو بہت اہتمام سے جائزہ لیا......ساتھ ہی مسکرا بھی رہی تھیں جیسے آج ثریا بیگم کو انہوں نے فیصلہ کن اور مکمل شکست دے دی ہو......

''اے ہٹاؤ......بچے کا کہیں رشتہ کرنا کیا گناہ کی بات ہوتی ہے جو وہ چھپائے گی......تمہیں سننے میں مغالطہ ہوا ہو گا۔'' ثریا بیگم نے تو خبر کی صحت سے ہی انکار کر دیا......

''ارے صاف کہو کہ بہری ہوں......کان بہٹ گئے ہیں......صرف تمہاری کڑوی باتیں سننے کے قابل رہ گئے ہیں۔'' بڑی دادی تو بُری طرح جلا گئیں......شدید نقصان پہنچا اس پر سے انہیں بہری بھی بتایا جا رہا تھا جسے سے اکھڑنا کوئی انوکھی بات نہیں تھی......

''ارے تو سوچنے کی بات ہے۔''

''رات بڑی ہے......ابھی ڈیڑھ ہی بجا ہے پڑی سوچتی رہو سویرے تک۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے لیٹ گئیں......

''خیر اماں......بات تو واقعی تعجب کی ہے۔'' طاہرہ بیگم کو صادقہ بیگم کے انکار کی وجہ سمجھ آنے لگی......شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے کوئی راستہ نکالنے کی کوشش ہی نہیں کی اور ایک ہی مرتبہ میں بات ختم کر دی......

''ایسی ویسی...... ارے تمہیں نہ بتاتی اپنی سگی ماں کو تو بتاتی۔'' بڑی دادی کو آج خوب موقع ملا تھا...... ثریا بیگم تو جیسے گنتی سے پہلے ہی الیکشن ہاری ہوئی تھیں......

''میرے بچوں نے کبھی سگا سوتیلا نہیں کیا اور نہ میں نے ان کی اس طرح کی تربیت کی ہے اب بھی دیکھ لو اگر کوئی بات تمہیں پتہ نہیں تو مجھے بھی کچھ علم نہیں...... بلکہ میرے لئے تو حیرت اور دکھ کی بات ہے کہ صادقہ نے یہ سب کچھ ہم سے تو چھپایا مگر حور بانو کو بتا دیا...... سمدھن بن کر وہ ہم سے زیادہ ہو گئیں۔'' ثریا دادی کے لہجے میں دکھ تھا......

''اچھا چھوڑیں اماں...... پتہ نہیں کیا وجہ ہو...... اب اتنی رات کو مت الجھیں۔ صادقہ کوئی دور نہیں...... اور میں سمجھتی ہوں کہ کوئی وجہ ہی ہو گی جو اس نے خود کچھ نہیں بتایا۔ شادی کی مصروفیات میں اُسے موقع نہیں ملا ہو گا...... جو کچھ بھی ہے وہ آپ دونوں کو ضرور بتائے گی۔'' طاہرہ بیگم نے امن کا جھنڈا لہرایا ورنہ انہیں خدشہ تھا کہ دونوں شروع ہو گئیں تو رات کالی ہو جائے گی جسمانی توانائی میں ضرور کمی ہو گی مگر ''جذبہ'' تو بہت ہے......

''بس اب آپ دونوں آرام سے سو جائیں...... 2 بجنے والے ہیں کل حنا کا ولیمہ ہے اس کی بھی تیاری کرنا ہے بچا ہوا کھانا بھی اڑوس پڑوس میں پہنچانا ہے۔''

''ارے دانیال بھی تو دکھائی نہیں دیا...... میں نے کئی مرتبہ پوچھنے کی کوشش کی مگر صادقہ ایک دم سے اِدھر اُدھر ہو گئیں۔'' بڑی دادی کو کروٹ لیتے ہی ایک دم خیال آیا......

ثریا دادی اور طاہرہ بیگم اپنی جگہ چور سی ہو گئیں...... طاہرہ بیگم نے ایک گہری سانس کھینچی......

''طبیعت ٹھیک نہیں ہو گی...... ورنہ کوئی وجہ تو نہیں نہ آنے کی۔'' ثریا دادی نے حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا...... انہیں معلوم تھا کہ اس مقام پر طاہرہ بیگم خود کو بے بس محسوس کر رہی ہوں گی۔

''ارے گھر کی شادی تھی تھوڑی دیر کے لئے ہی آ جاتا...... البتہ اشرف علی نے بڑا کام سنبھالا ماشاءاللہ بہت ذمہ دار ہیں۔'' بڑی دادی اب نیند کے سامنے ہتھیار ڈالنے ہی والی تھیں ان کی آواز سے لگتا تھا فوج خیمے سمیٹ رہی ہے......

ثریا دادی اور طاہرہ بیگم دونوں کو قدرے سکون کا سانس لینے کا موقع ملا...... دونوں خاموش رہیں دونوں کو یقین تھا کہ اب مزید جاگنا بڑی دادی کے بس کی بات نہیں رہی......

❤❤❤

نیند بڑی بے اختیاری شے ہے...... مثل مشہور ہے کہ نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے وہ جب لیٹی تو اس کی سونے کی ذرا سی بھی نیت نہیں تھی مگر تھکے ہوئے جسم کو آرام دہ بستر ملا تو جانے کب آنکھ لگ گئی......

خدا معلوم کہ کتنی دیر کی نیند تھی ایک خاص قسم کے احساس سے خود بخود آنکھ کھل گئی تھی چند لمحے تو وہ پلکیں جھپک جھپک کر یہ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ اس وقت کہاں ہے پھر جیسے ایک دم نیند کا پردہ دماغ سے ہٹ گیا...... وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی...... سب سے پہلے توجہ اپنے پہلو کی طرف گئی......

سرمد تکیے سے ٹیک لگائے سیل پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا...... البتہ اُسے بیٹھا دیکھ کر قدرے محتاط ہو گیا تھا...... وہ تو ابھی پوری طرح حواسوں میں ہی نہیں تھی ابھی تک کان میں صرف سرمد کا ''ہوں'' ہی پڑا تھا......

وہ دوپٹے کی پنیں نکالنے لگی...... سرمد کی موجودگی کے احساس سے ہی سارا اعتماد ہوا تھا...... دو منٹ بعد سرمد نے سیل آف کر دیا......

''میں آپ کو دیکھ کر یہی سوچ رہا تھا کہ آپ اس ڈریس میں سو کیسے گئیں میرا خیال ہے آپ کا اور اس برائیڈل ڈریس کا Weight تقریباً Same ہے...... May I Help You?'' وہ اُسے دوپٹے میں اُلجھا ہوا دیکھ کر مدد کے لئے پوچھ رہا تھا......

''نہیں...... بس ٹھیک ہے۔''

''وہ آپ وارڈروب میں دیکھیں امی نے کچھ نائٹ ڈریس آپ کے لئے لٹکا کر رکھے تھے۔'' سرمد نے اب واقعی اس کی مدد کی تھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اب وہ کیا پہنے......؟

''یہ امی نے دودھ بھی رکھا تھا ٹھنڈا ہو چکا ہو گا...... آپ کی گہری نیند دیکھ کر تو ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے آج آپ مدت بعد سوئی ہیں...... میری ہمت نہیں ہوئی کہ آپ کو جگاؤں...... ویسے کمال ہے آپ سو کیسے گئیں......؟ سنا ہے اس رات تو دولہا دلہن کو نیند نہیں آتی ویسے پروف ہے میں تو بہرحال جاگ رہا ہوں۔'' اپنے لحاظ سے سرمد نے بڑی شگفتگی کا مظاہرہ کیا تھا......

حنا نے دوپٹہ اتار کر تہہ کرنا شروع کیا......

سرمد نے دوپٹہ اس کے ہاتھ سے لے کر ایک طرف رکھ دیا...... ''گھر میں ملازم ہیں وہ سارا کام کر لیں گے...... اب آپ کپڑے تبدیل کر کے مزید ٹائم ویسٹ کریں گی۔''

"اچھا ذرا کھڑی ہوں۔" سرمد نے بڑی غیر متوقع فرمائش کی..... حیا نے حیران ہو کر بے ساختہ اُس کی طرف دیکھا تھا دوپٹہ اُتار کر وہ ویسے ہی جھجک رہی تھی.....

"ذرا کھڑی تو ہوں..... کیا کھڑی نہیں ہوں گی..... پلیز۔"

حیا جھجکتے ہوئے بستر سے اُتر گئی اور اپنے ہاتھوں سے اپنا وجود چھپانے کی غیر ارادی کوشش کی.....

سرمد نے بستر سے اُتر کر اُس کے ہاتھ کھول دیے..... "ایسے کھڑی ہوں جیسے P.T میں کھڑے ہوتے ہیں....."

حیا کی نظریں جھک گئیں اُس نے ہاتھ لٹکا لیے تھے.....

سرمد نے پہلے اُس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھے..... پھر ہاتھوں نے سفر کیا..... حیا بدک کر پیچھے ہٹ گئی..... ہلکے بید کی طرح کانپ گئی.....

"ٹھیک ہے..... جسٹ رائٹ..... لگتا ہے پہلی مرتبہ کسی مرد نے ٹچ کیا ہے.....؟" وہ بڑے ذو معنی انداز میں بولا تو حیا دم بخود سی کھڑی رہ گئی..... پھر اس کی فطرت نے زور مارا..... پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں اُسے سرمد کے جملے نے ہرٹ کیا تھا بلکہ توہین کی تھی.....

اُس نے سب کچھ بھلا کر کڑے تیوروں سے سرمد کی طرف دیکھا تھا..... خود کو بمشکل کنٹرول کرتے ہوئے بولی.....

"یہ میری پہلی شادی ہے..... کیا آپ کو کسی نے نہیں بتایا تھا کہ آپ کی شادی ایک اَن میرڈ لڑکی سے ہو رہی ہے.....؟"

"ارے آپ نے تو بہت مائنڈ کیا..... چلیں خیر اس بہانے تصویر تو مکمل ہو گئی..... بڑا غصہ ہے بھئی مجھے بہت احتیاط کرنا ہو گی۔"

"ویسے اگر آپ یوں کہتیں کہ یہ میری پہلی اور آخری شادی ہے تو مجھے بڑا حوصلہ ہوتا۔"

سرمد نے آگے بڑھ کر اس کے شانوں پر نرمی سے ہاتھ رکھ دیے.....

حیا کو پھر جیسے اُس نے چٹکی کاٹی تھی.....

"آپ کو خود پر اعتماد نہیں ہے.....؟ فرض کریں اگر فیوچر میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو آپ ہی کی وجہ سے ہو گی..... ہمارے ہاں جب لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو اُسے یہی بتایا جاتا ہے کہ جس کے پلے باندھی جا رہی ہو وہ کیسا ہی ہو سارے شرعی عیب ہوں مگر تم نے اُس سے نباہ کرنا ہے کچھ

بھی Wrong ہے تو اُسے درست کرنے کی کوشش کرنا ہے ایک چھوڑ کر دوسرا پکڑنا قسمت بدلنے کی گارنٹی نہیں ہے۔"

"How Strange□àFantastic□ó□y□y" سرمد نے اس کی بات کاٹ دی..... حیا تو جیسے اس بھونڈے مذاق پر بالکل آؤٹ ہو گئی تھی یہ بھی خیال نہ رہا کہ اُس کی سرمد کے ساتھ پہلی رات ہے..... وہ ابھی تک عروسی ملبوس میں ہے.....

"آپ تو بہت بولڈ ہیں میں نے تو سنا تھا لوئر مڈل کلاس کی لڑکیاں۔"

"پلیز سرمد صاحب..... میری شادی سے پہلے جو کلاس تھی وہ اب نہیں ہے اب میری وہ کلاس ہے جو آپ کی ہے..... آپ نے اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کی ہے پھر یہ کلاس والا کیا ذکر کر رہے ہیں.....؟" حیا نے تُرشی سے اُس کی بات کاٹ دی.....

"اُف مائی گاڈ..... کیا آپ اسکول میں پرنسپل تھیں.....؟ میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ بہت مشکل سے بات کریں گی..... میری خواہش تھی کہ میری بیوی بہت اسٹرونگ ہو ہر لحاظ سے..... میں بہت ایزی فیل کر رہا ہوں..... اچھا چلیں چینج کریں آپ کہیں تو اس سلسلے میں میں آپ کی کچھ ہیلپ کروں.....؟" اب اُس کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی.....

حیا بُری طرح جھینپ گئی اُسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ اچھی خاصی بے وقوف بن گئی..... امی ٹھیک ہی تو کہتی ہیں کہ تمہیں تو ہر وقت جواب دینے کی پڑی رہتی ہے وہ خجل ہو کر سوچ رہی تھی سرمد کی آنکھوں میں گہری سوچ کا عکس اُتر آیا..... یوں لگتا تھا کہ اس کا ذہن کہیں دور اُڑان بھر رہا ہے..... بظاہر وہ حیا کا بازو تھام کر بستر کی طرف آ رہا تھا..... اور حیا کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے.....

♥♥♥

دانیال ساری رات ڈپریشن کی وجہ سے سویا نہیں تھا..... اپنے کمرے میں جاگتے ہوئے اس نے گاڑیوں کے پورچ میں رُکنے کی آوازیں سنیں..... ایک دو مرتبہ ہما اور ربیعہ کی آوازیں اور ہنسی بھی سنی پھر کچھ دیر بعد مکمل سکوت طاری ہو گیا تھا.....

رات تین بجے اس نے کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا تھا.....

"وہ لاہور میں ہو گی..... شہر خالی ہو گیا..... لاہور آباد ہو گیا..... جیسے وہاں سناٹے اُترے ہوئے تھے کوئی انجمن آراء پہنچ گیا۔"

"اس وقت وہ اکیلی نہیں ہوگی۔" اس اذیت ناک احساس کے ساتھ ہی وہ گھبرا کر کمرے سے باہر نکل آیا تھا..... کمرے میں تو لگتا تھا چار سمت وہ کھڑی ہے..... اس کے کانوں میں فون پر آخری مرتبہ سنی ہوئی آواز کی بازگشت تھی..... وہ اُسے ذلیل کر رہی تھی اور جواب میں اُس کے پاس ایک لفظ نہیں تھا.....

اُس نے کچن میں آکر چیکو کا شیک بنانے کی تیاری کی.....

شیک تیار کر کے دو گلاس پیے..... مکسر دھو کر اپنی جگہ رکھا..... گلاس دھویا اور اُسے وہیں اوندھا رکھ دیا اور غائب دماغی کی کیفیت میں گلاس کو یوں گھورتا رہا جیسے اس میں کچھ نظر آ رہا ہو..... باہر لاؤنج میں بجے انٹیک قسم کے گھڑیال کی ٹن ٹن نے اُسے چونکا دیا..... اس نے گھنٹے گنے چار بج گئے تھے..... پہاڑ سی رات سرک گئی تھی..... صبح کے قدموں کی آہٹ آنے لگی..... اس نے پورا زور لگا کر انگڑائی لی..... جدید اسٹائل کے خوبصورت وسیع و عریض کچن پر ایک طائرانہ نظر ڈالی.....

آج وہ اپنے ضبط کو خود آزما رہا تھا..... کوئی مصنوعی سہارا کوئی نیند کی گولی لے کر وہ نہیں چاہتا تھا کہ پھر یہ وقتی سہارے عمر بھر کے آسیب نہ بن جائیں..... وہ غم کی شدت سے گزر جانے کا خواہش مند تھا..... اس جگہ پڑاؤ ڈالنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور یہ شاید تحریم کے لفظوں کی جادوگری تھی.....

"شادی کے بعد آپ اکیلے سوئٹزرلینڈ چلے جایئے گا..... سبزہ زاروں میں بیٹھ کر کسی کی یاد میں خوب آنسو بہایئے گا جب دل ہلکا ہو جائے تو واپس آ جایئے گا..... کچھ ہی دنوں میں اصل کام کرنے لگے گی۔"

تحریم کی آواز بازگشت کی طرح اُس کے ذہن کے گنبد میں گونج رہی تھی.....

"کیا عجیب و غریب لڑکی ہے۔" جیسے کوئی غیبی مدد مجھے ریزہ ریزہ ہونے سے بچا لیا..... اتنی مضبوط لڑکی کہ اُس کے سامنے اپنا وجود کیڑا مکوڑا لگنے لگا..... "ٹھیک ہے وہ مجھے تمام کمزوریوں کے باوجود اپنانے کا حوصلہ رکھتی ہے اپنے باپ کی محبت میں یکسر اپنی ذات کو نظر انداز کر سکتی ہے تو مجھے کیا اعتراض ہے..... میں نے تو اپنی تمام کمزوریاں حماقتیں اس کی جھولی میں ڈال دی ہیں..... مجھے رونے دھونے کی پوری آزادی دے رہی ہے۔" وہ پیاری پیاری لڑکیاں اس کو دائیں بائیں گھیر کر کھڑی ہو گئیں.....

مجھے غم کا شعور نہیں تھا.....

مجھے غم کا شعور ملا ہے.....

کم از کم مرتے دم تک دوسرے کے غم کا احساس تو ہوگا.....

"بہت اچھا ہوا حیا تم مجھے دھتکار کر چلی گئیں..... میں زندگی کے کسی موڑ پر صفائی پیش نہیں کروں گا کہ اس میں تمہارا دائمی سکون ہے..... میرے بارے میں تمہارا برا گمان میرے حق میں اچھا ہے۔"

"لیکن کچھ کھونے کا احساس تو میرے اختیار میں نہیں..... شاید میں کچھ دنوں میں سنبھل جاؤں..... شاید کوئی مجھے سنبھال لے۔"

اذیت کی لہر میں اتنی شدت تھی کہ دل کا سمندر جوش میں آیا اور آنکھوں کے کناروں تک نمی آ گئی.....



حیا سرمد سے پہلے جاگ گئی تھی..... ابھی صبح کا ہلکا ہلکا اجالا اترا تھا..... اس نے ایک نظر سوئے ہوئے سرمد کو دیکھا پھر پوری توجہ سے بیڈروم کا جائزہ لیا..... حقیقی معنوں میں یہ کسی رئیس کا بیڈروم تھا..... ایسا بیڈروم جو بڑے بجٹ سے بنی ہوئی فلم میں دکھائی دیتا ہے..... وہ دم بخود سی ایک ایک شے کو دیکھ رہی تھی..... جیسے کسی خواب کے محل سے گزر رہی ہو..... ٹائم اور اسپیس (Space) سے ماورا جہاں..... جہاں آواز نہیں ہوتی صرف احساسات اور رنگ ہوتے ہیں.....

اس کی نگاہ پھر سرمد پر پڑی..... وہ صرف ٹراؤزر میں بغیر شرٹ کے سمور کے پروں والا تکیہ دبوچے اوندھا سو رہا تھا..... اس کی پشت حیا کی طرف تھی..... بائیں پہلو میں اس کی چھپکی ہوئی کمر پر ایک بہت خوبصورت چمکتا ہوا سیاہ تل بہت واضح تھا..... وہ ٹکٹکی باندھے چند لمحے اس تل کو گھورتی رہی..... بلاوجہ اور بے سبب..... پھر ایک دم اپنے ہی احساسات سے چونکی اور گہری سانس لے کر بیڈ سے اترنے لگی..... "اب اس تل پر ہی دل ٹھہرا ہے..... جو پارے کی طرح چھپتا رہا ہے..... اب اس کے لئے استحکام اور استقامت لازم ہوگی ہے۔"

بہت منفرد اور معمہ سا ایک شخص زندگی میں اچانک وارد ہوا ہے..... جسے مجھے سلجھانا ہے کہ یہ موڑ آیا ہے..... کچھ سمجھ تو نہیں آ رہی..... مگر شاید آ جائے.....

وہ بیڈ سے اُتر کر سوچتی ہوئی وارڈ روب تک آئی اُسے علم نہیں تھا کہ اس پرشکوہ وارڈ میں اُس کے لئے کیا کچھ اہتمام ہے اُس نے ایک پٹ کھولا سرمد کے سوٹ لٹک رہے تھے...... اُس نے دوسرا کھولا سرمد ہی کے لوازمات تھے...... تیسرا کھولا اُس میں شیلف اور درازیں اور درمیان میں آئینہ تھا...... درازیں تو نہیں کھولیں شیلف پر نظر دوڑائی مختلف سائز کے ٹاولز کا ڈھیر تھا...... نچلی شیلف میں بیڈ شیٹس اور بیڈ کورز وغیرہ تھے...... چوتھا پٹ کھولا تو اُس میں وہ موجود تھی یعنی لیڈیز کپڑے' نائیٹیز' انڈر گارمنٹس وغیرہ رکھے ہوئے تھے...... اُس نے لٹکتے ہوئے کپڑوں کو دیکھنا شروع کیا...... منفرد اور خوبصورت رنگوں کے موسم کے ملبوسات تھے...... حور بانو نے اُس کا ناپ تو منگوا ہی لیا تھا...... یقیناً یہ اُنہی کی شاپنگ ہوگی اُس نے لیمن کلر کا شلوار سوٹ نکال لیا جس پر زرد رنگ کے ریشم کی بہت خوبصورت کڑھائی تھی اور لیمن کلر کے دوپٹے کا بارڈر زرد کلر کا تھا......

اُس نے کپڑے ہینگر سے اُتارے وہ استعمال کے لئے بالکل ریڈی تھے...... اُس نے دل ہی دل میں حور بانو کے احساسِ ذمہ داری کو سراہا پھر پٹ کھول کر ایک ٹاول نکالا اور واش روم میں چلی گئی...... بڑا سا واش روم جہاں باتھ ٹب بھی تھا...... شاور والا حصہ دودھیا شیشے کی دیواریں بنا کر الگ کر دیا گیا تھا...... اتنا شاندار واش روم تو اُس نے صادقہ بیگم کی کوٹھی میں بھی نہیں دیکھا تھا...... معاً اُسے اپنے گھر کا واش روم یاد آ گیا...... ٹونٹی کے نیچے پڑی ایک بڑی سی پلاسٹک کی بالٹی جو اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتی تھی...... ایک طرف گرین کلر کی پلاسٹک کی چوکی دوسرے کونے میں پڑا ہوا پلاسٹک کا لوٹا...... دیوار پر لگا ہوا ایک باکس جس میں شیمپو' صابن' ٹوتھ برش' ٹوتھ پیسٹ' ماؤتھ واش' کنگھا وغیرہ رکھے جاتے تھے...... سیمنٹ کا فرش جو روز رگڑ رگڑ کر دھویا جاتا تھا تاکہ کائی نہ جمنے پائے......

وہ چند ثانیے تو صرف واش روم کا جائزہ ہی لیتی رہی...... پھر بے ساختہ مسکرا پڑی...... خوب کھلونے دیئے ہیں بہلانے کو...... اُس نے واش روم کا دروازہ بند کرتے ہوئے سوچا......



دانیال آج یونیورسٹی نہیں گیا تھا...... صبح تو آنکھ لگی تھی جلدی کیسے اُٹھتا......؟ تقریباً ساڑھے نو بجے کے قریب اُس کے موبائل پر رنگ ہوئی پہلا خیال ولی کی طرف گیا کہ اُس نے یونیورسٹی پہنچ کر اُسے غائب پایا تو فون کیا ہے...... اُس نے نمبر بھی نہیں دیکھا نیند سے بوجھل آنکھوں سے موبائل کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اُٹھا لیا......

''ہیلو۔'' گہری نیند کا تاثر آواز پر غالب تھا......

''سو رہے ہیں یا رو رہے ہیں۔'' دوسری طرف تحریم تھی...... وہ یوں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا جیسے وہ اس کے قریب کھڑی پوچھ رہی ہو......

''السلام علیکم۔'' اُس نے قدرے مخمل سے انداز میں یوں سلام کیا جیسے جان بچانے کی پہلی کوشش...... پھر اس کے بعد کے چند لمحے خود کو سنبھالنے کے لئے کافی تھے......

''وعلیکم السلام...... طبیعت ٹھیک ہے آپ کی......؟ میرا خیال ہے ٹھیک نہیں ہوگی...... کل شاید آپ کی اُسی کزن کی شادی تھی...... کل سب گھر والے غالباً وہیں تھے۔'' وہ بہت عام سے انداز میں بات کر رہی تھی...... دانیال تو جیسے سناٹے میں آ گیا...... اس بات کا اُس کے پاس کوئی جواب ہی نہیں تھا......

''شادی گئے تھے......؟'' وہ پوچھ رہی تھی......

دانیال خاموش رہا......

''ویسے لڑکی کی رخصتی کا موقع بھی بہت اچھا موقع ہوتا ہے جس کا دل چاہے رو سکتا ہے دل کی بھڑاس نکال سکتا ہے دور دور کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہوتا کہ کیوں رو رہے ہوں......؟'' دانیال اپنی جگہ پتھر بنا بیٹھا تھا...... تحریم کے اعتماد کے سامنے وہ خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا......

''میں نے خود سے کوئی جستجو نہیں کی تھی کہ پتہ کروں آپ کہاں ہیں......؟ وہ اشرف انکل کی پاپا سے فون پر بات ہو رہی تھی اُس سے پتہ چلا کہ آپ کے بہت قریبی رشتہ داروں کے ہاں آج شادی کی تقریب ہے سب لوگ وہیں ہیں...... البتہ دانیال گھر پر ہی ہے اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے...... میں فوراً سمجھ گئی کہ طبیعت کیوں خراب ہے...... اس لئے آپ نے اُس دن ایک جملہ کہا تھا کہ اُس کی شادی ہو رہی ہے...... ہو گئی ہے نہیں کہا تھا۔'' وہ کہہ رہی تھی لہجے میں مسکراہٹ کا عکس تھا......

دانیال نے بڑی مہارت سے خود کو سنبھالا......

''آپ کے اختیار میں دے دیا گیا ہوں جیسی مرضی درگت بنائیں...... جو کہنا ہے کہہ لیں جب ہم کچھ کہیں گے تو آپ کے سارے الفاظ پردے بن کر اُڑ جائیں گے...... اُس نے بھی مسکرا کر کہا......

''ہمیں اپنی حدود اور صلاحیتوں کا علم ہے...... کیا ہمیں آپ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار

سمجھ کر چاہیے ؟ میرا خیال ہے .... ہم ہی کو تو کرنا چاہیے۔"

"وہ تو آپ کر چکیں ...... بہت بہت شکریہ ...... میں ہمیشہ یاد رکھوں گا ..... اب کوئی دوسری بات کریں ......؟" دانیال اب مکمل طور پر خود کو کنٹرول کر چکا تھا ..... اور اپنی فطرت پر واپس آ چکا تھا ......

"دوسری بات ؟ ہاں ...... وہ مجھے آپ سے کہنا ہے رات گل ریز کا فون آیا تھا وہ لاک اپ سے باہر آ چکا ہے ...... میں نے پاپا کو نہیں بتایا کہ وہ ٹینس ہو جائیں گے ..... ویسے بھی میں نے اُن کے کمرے سے فون سیٹ ہٹا دیا ہے یہ کہہ کر وہ فون کی Bells سے ڈسٹرب ہوتے ہیں ..... اور پاپا کے پاس اب موبائل تو ویسے بھی نہیں ہے کوئی خاص فون ہوتا ہے تو میں پاپا کی بات کرا دیتی ہوں۔"

"یہ آپ نے اچھا کیا کہ شیخ صاحب کو نہیں بتایا ..... اب مجھے یہ بتائیں وہ فون پر آپ سے کیا کہہ رہا تھا ......؟ پلیز مجھ سے کچھ مت چھپایئے گا۔" دانیال اب فل اٹینشن تھا ......

"وہی بات ...... کہ میں تمہاری شادی کہیں اور ہونے نہیں دوں گا ...... خواہ کچھ بھی ہو جائے۔"

"اور کچھ ......؟" دانیال نے سنجیدگی سے پوچھا ......

"میں نے اپنا سیل آف کر دیا تھا۔" تحریم نے آہستہ آواز میں جواب دیا ......

"آپ ٹینس نہ ہوں ...... اُسے اب یہ اندازہ تو ہو گیا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہو سکتا ہے ..... اب اس کی بے بسی ہے کہ اسے دھمکیوں سے گزارا کرنا ہے۔" اس نے وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے اعتماد سے کہا ......

"لیکن وہ پہلے کی بات تھی ...... اب حالات خاصے بدل چکے ..... آپ کو بھی کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے وہ حرص و لالچ میں ذہنی توازن کھو چکا ہے کچھ بھی کر سکتا ہے۔" تحریم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ......

"تو پھر دیکھتے ہیں کیا کرتا ہے ..... آپ بس اتنا کریں اس کا جو بھی فون آئے وہ جو بات بھی کرے آپ مجھے انفارم کیجئے ...... باقی کام میرا ہے۔"

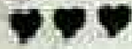
"شاید آپ کو اندازہ نہیں۔"

"مجھے خوب اندازہ ہے ...... اور یہی [illegible] ایک کریمنل کے مقابل

پلیز آپ ریلیکس ہو جائیں ...... آرام کریں۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور بات۔" وہ اپنی طرف سے فون بند کرنا نہیں چاہتا تھا ......

"نہیں ...... شکریہ۔" تحریم نے سنجیدگی سے کہا اور فون بند کر دیا ...... دانیال نے اپنے موبائل فون کا سوئچ آف کیا اور دوبارہ سے اوندھا لیٹ گیا ...... نیند تو ہوا ہو گئی تھی اس کا ذہن اب گل ریز کی طرف گھوم رہا تھا ......



"ایک دم سے دو بچیاں گھر سے چلی گئیں ...... گھر کیسا خالی خالی لگ رہا ہے۔" ثریا دادی پورے گھر کا راؤنڈ کر کے صحن میں بچھے تخت پر آ کر بیٹھ گئیں ......

"ہاں اماں کچھ دن تو محسوس ہو گا ...... پھر عادت ہو جائے گی۔" طاہرہ بیگم نے کچن کی مصروفیت کے دوران ساس کو جواب دینے کی مہلت نکالی ......

"دعا کرو باقی دو کو بھی نیک بر مل جائیں اور وہ بھی ساتھ عزت کے اپنے گھر کی ہوں۔" بڑی دادی کمرے سے باہر آتے ہوئے بولیں ......

"آمین۔" ثریا دادی نے بڑے جذبے سے کہا ......

"دلہن کو لوا آتی ہو گی ...... اُس کا کھانا نکال کر رکھ دینا ...... حنا کا ناشتہ لے جانا ہو گا ...... اس کی تیاری رکھو ...... صادقہ موٹر لے کر آتی ہی ہو گی ...... اس نے رات کہہ دیا تھا کہ اماں کچھ میں بالاؤں کی کچھ بازار کا ہو گا ...... بس جس نے جانا ہو وہ بالکل تیار رہے ...... تم نے چلنا ہے تو تیار کر لو ...... میں تو نماز پڑھ کر ہی تیار ہو گئی تھی۔"

"اے تم لے کر جاؤ گی پوتی کا ناشتہ ...... یہ دونوں بچیاں چلی جائیں گی صادقہ کے ساتھ اور ہو سکتا ہے کہ بیلا ربیعہ بھی ماں کے ساتھ ہوں۔" ثریا دادی نے ابرو تان کر بڑی دادی کو گھورا

"اے تو دادی پوتی کے گھر نہیں جا سکتی ...... عیب کی بات ہے ......؟" بڑی دادی نے ناک کہا کر ثریا دادی کو گھورا ...... آخر صبح سے ان پر سفر سوار ہو چکا تھا عید کا جوڑا پہنے بیٹھی تھیں ......

"ارے ذرا عقل سے بھی کام لیا کرو تم سے بھی حد ہے ہر وقت موڑ میں گھومنے کا شوق ہے ...... بہنیں بھابیاں جاتی ہیں اس موقع پر بزرگوں کا کیا کام ...... اب بڑی چھوٹی کوئی بھابی تو ہے نہیں چلو پھوپھی سہی ...... تم بیٹھو آرام سے ...... ابھی شادی کا کھانا بھی تقسیم کرنا ہے ...... گھر کو بھی

منع کر دیا...... ارے بھی تمہاری طرح گھومنے پھرنے کا بہت شوق ہے۔" ثریا دادی ہر قسم کی مروت بالائے طاق رکھ کر فیصلہ کن انداز میں بات کی......

"میں بھی کیوں صبح سے جوڑا بدلے گھوم رہی ہیں...... پہیلی بن کر جائیں گی پوتی سے راز کی باتیں کرنے۔" ثریا دادی بڑبڑاتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئیں......

"ہما' حرا...... ارے بس تیار ہو جاؤ صادقہ آتی ہی ہو گی......" وہ کچن کی طرف بڑھتے ہوئے باآواز بلند بولیں......

"ہم تیار ہیں دادی۔" حرا کی آواز آئی......

"لاؤ دلہن کیا کیا رکھنا ہے......؟ تم مجھے دیتی جاؤ میں سالتی (سنبھالتی) ہوں۔" ثریا دادی اب کچن میں بہو کو اپنی خدمات پیش کر رہی تھیں......

"ارے جانے دیں اماں کو بے چارے کتنے شوقت سے تیاری کر رہی تھیں۔" طاہرہ بیگم نے ساس کے کان میں سرگوشی کی تاکہ وہ بھی آہستہ ہی بولیں مبادا کچھ ایسا بول دیں کہ محاذ کھل جائے اور کام بڑھ جائے......

"ارے دلہن...... صبح صبح جا کر بیٹھ جائیں گی...... آج ولیمہ ہے مراد کو دس کام ہوں گے اور یہ اُسے سنائیں گی پورے خاندان کی تاریخ یہ تو خدا سے چاہتی ہیں کوئی سننے والا ملے اور یہ سنائیں۔" ثریا دادی بھی طاہرہ بیگم کا منشاء سمجھ کر دبی آواز مگر چڑ کر کہہ رہی تھیں......

"چھوڑیں اماں بوڑھا بچہ تو برابر ہوتا ہے...... ذرا خوش ہو جائیں گی...... آپ نے خواہ مخواہ اُن کا موڈ خراب کر دیا...... کتنی خوش خوش پھر رہی تھیں...... میں کہتی ہوں۔" یہ کہہ کر طاہرہ بیگم نے کچن سے جھانکا......

"اماں آپ اپنا دل خراب نہ کریں...... چلی جائیں...... چھوٹی اماں تو اپنے حساب سے ٹھیک ہی کہہ رہی تھیں اس موقع پر سہیلیاں بھابیاں وغیرہ ہی ناشتہ لے کر جاتی ہیں...... مگر اب آپ تیار ہیں تو چلی جائیں۔"

"ارے تو میں کون سا اُن کے روکے رکتی ہوں...... میری خوشی تو انہیں پھوٹی آنکھ نہیں بھاتی...... اب تو میں وہیں رکوں گی وہیں سے ولیمے میں شریک ہو جاؤں گی...... گھر واپس آ کر پھر ان کی دس باتیں سنو...... ارے ہما میرا ایک جوڑا کپڑا ابھی رکھ لو جو ولیمے کے لئے بنوایا ہے۔" انہوں نے جلدی سے اپنے فیصلے پر عمل درآمد کیا اور لگے ہاتھ ہما کو بھی تاکید کر دی۔

"اب بتاؤ...... یہ تو بوریا بستر باندھ کر ایک دن کے داماد کے گھر [illegible] دادی نے بہو کو گھورا......

"لیکن اماں حنا کو تو صادقہ دو تین گھنٹوں کے لئے ساتھ لائے گی...... آپ وہاں اکیلی کیا کریں گی......؟" طاہرہ بیگم کے ذہن میں بروقت خیال آ گیا......

"اس کے ساتھ آ جاؤں گی پھر اسی کے ساتھ چلی جاؤں گی...... یہاں بیٹھ کر کون اپنی جان جلائے۔" بڑی دادی نے بھی خوب ٹھان لی تھی......

حنا آپی تو شاید یہاں سے سیدھی پارلر جائیں گی تیار ہونے...... آپ بھی جائیں گی ساتھ...... خیر چلئے گا آج اسی بہانے پارلر بھی دیکھ لیجئے گا...... اور پارٹی میک اپ بھی کرا لیجئے گا...... پھر تو آج لوگ دلہن سے زیادہ دلہن کی دادی کو دیکھیں گے۔" حرا بالوں میں برش چلاتی قل قل ہنستی باہر آ گئی......

"ویسے آج کل یہ ناشتہ لے جانے والی رسم بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔" ہما نے باہر آ کر کہا اور کلائی میں ریسٹ واچ پہننے لگی......

"ارے جب تک ہم جیتے ہیں...... تب تک کی رسمیں ہیں...... ہمارے بعد تو لوگ فاتحہ پڑھنے کو رسم کہہ کر فاتحہ پڑھنا بند کر دیں گے۔" بڑی دادی نے تنگی سے کہا رسموں پر تنقید انہیں ایمان پر تنقید کے برابر لگتی تھی......

اسی لمحے باہر کار کا ہارن سنائی دیا...... اور بڑی دادی سب کچھ بھول بھال دروازے کی طرف دوڑیں...... "لو آ گئی صادقہ...... اے بیٹی ہم تیار ہیں...... آ رہے ہیں۔" سفر کے خیال سے وہ پُرجوش ہو گئیں......

"ابھی اس نے موٹر کا دروازہ نہیں کھولا ہو گا اور انہوں نے اُس سے اپنی ساری باتیں بھی کر لیں۔" ثریا دادی نے ناشتے کے لوازمات سے بھری باسکٹ ہما کی طرف کھسکا کر جل بھن کر کہا تھا......



"اماں یہ روایت کو بڑی اماں نے خوب شوشہ چھوڑا...... اگر کوئی بات تھی تو صادقہ آپ کو ضرور بتاتی...... طاہرہ بیگم صبح سویرے بھاگی دوڑی پھر رہی تھیں مگر خالی ہوتے ہی ذرا ستانے کو بیٹھ گئیں...... ثریا دادی بریانی کی تقسیم کی تیاری کر رہی تھیں اور صاف ستھری پوری ڈھین کی تھیلیاں

پھانس دی گئی تھی۔

''بات کوئی معقول نہیں تھی۔ گل بانو خود سے کیوں گھڑنے لگیں...... اللہ جانے کیا معاملہ ہے۔'' ''میں تو خود رات سے سوچ میں ہوں جب حیا کے لیے بات ہو رہی تھی تو صادق نے یوں ظاہر کیا تھا کہ دونوں بچیوں سے پہلے وہ اُس کی شادی کا سوچے گی بھی نہیں...... بات چیت ہوتی تو بھی کوئی بات نہیں گل بانو تو نکاح کی بات بتا رہی ہیں...... یعنی کبھی بات چیت ہوئی تھی تو آج نکاح کی بات ہو رہی ہے۔'' ثریا دادی نے بڑے شاپر میں ہاتھ مار کر پھر ایک چھوٹی تھیلی باہر نکالتے ہوئے کہا۔

''اگر بات ہو چکی تھی تو دانیال نے حیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کیوں کی تھی...... اُس کے ماں باپ شادی کی بات کریں اور اُسے خبر نہ ہو یہ ممکن ہے۔'' طاہرہ بیگم کے لہجے میں عجیب سا دکھ در آیا......

''اللہ جانے کیا معمہ ہے...... وہ تو شاید خود کو نظر ملانے کے قابل ہی نہیں سمجھتا کل دیکھو گھر کی شادیاں تھیں...... دو لڑکیوں کی رخصتی مگر وہ نہیں آیا...... تعجب کی بات نہیں ہے۔'' ثریا دادی نے اب پھیلاوا سمیٹنا شروع کر دیا تھا......

''شکر ہے لڑکی نے ہوش مندی سے کام لیا ورنہ ہم تو گئے تھے کام سے...... رشتہ بھی اتنا اچھا کہ دوبارہ ملنا مشکل۔'' طاہرہ بیگم گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اُٹھنے کی کوشش کر رہی تھیں...... ''توبہ اماں اب پتہ چل رہا ہے...... ٹانگوں کے پٹھے اکڑ گئے ہیں بھاگ بھاگ کر......''

''حرا سے کہو گرم زیتون کے تیل کی مالش کروا لینا...... آرام ملے گا...... ماشاء اللہ دو دو بارا توں کی تیاری تھی لوگ ایک بیاہ میں ہار جاتے ہیں...... اور دلہن تمہیں اپنے دماغ پر بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں نہ ہی احسان کرنے کی...... شکر ادا کرو اللہ کا کہ حیثیت والے نیک کردار داماد ملے۔''

''ہاں...... اماں...... شکر ہے مالک کا میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا...... اپنی حیثیت کے لوگوں میں ہی دماغ گھومتا تھا اتنے اونچے خواب نہیں دیکھے تھے۔'' وہ تشکرانہ کہہ رہی تھیں......

''جب عائشہ کی شادی ہوئی اُس کا میاں گورنمنٹ نوکر تھا مگر اُسے آگے بڑھنے کی دھن تھی...... عائشہ کہتی تھی اماں گھر میں ٹک کر نہیں بیٹھتے...... دیکھتے ہی دیکھتے دیکھو کہاں تک گیا...... حفصہ حنا کے رشتے ہوئے تو دونوں کے دولہا کمپنی میں نوکر تھے گزارا ہو جاتا تھا...... ان کے بے اولاد چچا نے کیا...... رخصت ہوتے دونوں بھائیوں نے باہر جا کر کاروبار سنبھالا (سنبھالا)

ہم نے تو بیٹیاں درمیانے درجے کے گھروں میں ہی دی تھیں اب ان کی قسمت رنگ لائی تھی...... بس دلہن ساری بات مقدر کی ہے...... آنے والے وقت کی کسے خبر...... تم اپنا دل اچھا رکھو اپنا ماں کا یاد کیوں ہو تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا...... رہ گئیں وہ...... اللہ ایک جان کا۔'' ثریا دادی نے بہو کو ہر طرح سے پُرسکون کرنے کی کوشش کی کہ دنیا کے مرد حالات بدلنے کی کوشش کرتے ہیں اُن کی بہو نے عورت ہو کر گھر کی عزت سنبھالی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آئی وہ دل سے طاہرہ بیگم کی قدر کرتے تھے......

''لو بتاؤ صادق حسین تین گھروں میں کہا دیے گئے تھے ابھی تک نہیں لوٹے اور گل بانو بی بجلی بن کر پہنچ گئیں پوتی کی خیر خیریت لینے سن گن لینے کا تو بہت ہی شوق ہے۔'' ثریا دادی کو پھر گل بانو دادی کا بے موقع جانا یاد آیا تو بڑبڑانے لگیں......



ولیمے کا اہتمام آواری میں تھا...... سرمد تو ناشتے کے بعد ہی نظر نہ آیا...... حور بانو اور کچھ رشتے دار لڑکیاں اُس کا خیال رکھ رہی تھیں...... پانچ بجے شام عائشہ اور سرمد کی ایک کزن اُسے پارلر لے گئیں...... عائشہ واپس آ گئی تھیں کزن اُس کے ساتھ تھی......

پارلر میں بیٹھ کر تین گھنٹے گزارنے کا اُسے پتہ ہی نہ چلا...... سورج کی روشنی میں وہ پارلر آئی تھی باہر آئی تو رات کا منظر تھا......

حور بانو اور عائشہ اُسے لینے آئیں وہ اُسے لے کر سیدھی ہوٹل گئیں...... Reception پر سرمد اُس کا منتظر تھا۔ سلور گرے قیمتی سوٹ اور میچنگ ٹائی وبالی شوز میں وہ بہت شاندار لگ رہا تھا...... اُس نے ماں کو کہا کہ حیا کو ابھی اندر نہ بٹھائیں...... یہ Reception پر میرے ساتھ گیسٹ کو ویلکم کرے گی...... حور بانو نے عائشہ کی طرف دیکھا پھر ہنس دیں...... ''ٹھیک ہے۔'' اور اُسے سرمد کے پہلو میں کھڑا کر دیا...... اب وہ مہمانوں کو ریسیو کر رہی تھی...... مسکرا بھی رہی تھی اُسے سمجھ آ گئی تھی کہ اُسے کیا کرنا ہے...... سرمد نے ایک ہاتھ اُس کی کمر میں حائل کر کے اپنے نزدیک کر لیا تھا...... ایک گیسٹ خاتون جو پندرہ سال کی لڑکی کے ساتھ داخل ہوئی تھیں...... اورنج و بلیک شیڈ کی ساڑھی سلیولیس بلاؤز بمشکل چھ انچ کا...... انہوں نے آ کر سرمد کو گلے سے لگایا...... پھر حیا پر ناقدانہ نظر ڈالی۔ ''یہ تم نے کیا کیا...... اللہ یہ تو بہت پیاری ہے...... بہت کیوٹ......''

اور آگے بڑھ کر سرمد کو گلے سے لگا کر ہوائی بوسہ دیا۔

ساتھ آئی لڑکی نے ہاتھ میں تھاما بوکے حبا کو پیش کیا تو وہ ایک دم حواسوں میں آگئی اور سنبھل کر مسکرا کر شکریہ کہا۔

"آپ بیٹھئے...... !میں آتا ہوں تھوڑی دیر میں۔" سرمد نے والہانہ انداز میں خاتون کی طرف جھک کر کہا۔

"تم نے میری ساڑھی کی تعریف نہیں کی......؟ اسپیشلی یہ آج کی تیاری ہے۔ کیسی لگ رہی ہوں......؟" خاتون ہر مصلحت کو نظر انداز کر کے صرف اپنی ذات میں مگن تھیں۔

"ہمیشہ کی طرح شاندار۔"

"سو نائس آف یو مائی ڈارلنگ...... !دیکھو بور مت کرنا۔ جلدی آؤ میرے پاس۔ میں آتا ہوں، جب تک آپ مینا کے ساتھ گپ شپ کریں۔" سرمد کا انداز حبا کے لئے بڑا انوکھا تھا۔ اس کی توجہ جیسے ہر طرف سے ہٹ گئی تھی۔

"یہ میری دوست ہیں حبا...... بلکہ بس یہی دوست ہیں۔" سرمد نے اب سنبھل کر وضاحت کی اور دور تک خاتون کا نظروں سے تعاقب کیا۔

"دوست......؟ دیکھنے میں تو یہ آپ کی آنٹی لگتی ہیں۔ آپ ان کی بات کر رہے ہیں یا وہ لڑکی جو ان کے ساتھ ہے......؟" حبا نے اپنی حیرت چھپا کر وضاحت چاہی۔

"نانسنس...... !اتنی شاندار خاتون ہیں یہ کہ شہر میں ان کی مثال نہیں۔ لوگ تو ان سے دوستی کو ترستے ہیں۔" سرمد کے لہجے میں عجیب سی خوشی تھی۔

"مجھے تو ان میں کوئی سرخاب کا پر لگا ہوا نظر نہیں آیا۔ میری امی اگر یہ ساڑھی پہن لیں تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ ان خاتون سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیں گی۔" حبا اپنی منہ پھٹ طبیعت سے مجبور تھی۔ بولے بنا رہ نہ سکی۔ یوں بھی ان خاتون میں کچھ ایسی بات تھی کہ حبا اندر سے ان کو مسترد کر رہی تھی اور اپنے اس جذبے کو وہ کوئی نام نہیں دے سکتی تھی۔ مگر وہ بہت زور سے چبھ رہی تھیں۔ یوں بھی بیوی کی ایک حس زیادہ ہی ہوتی ہے۔

"میں نے کہا ناں...... !یہ میری دوست ہیں، میں ان کی انسلٹ برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہو تو ان سے دوستی کرنا ہو گی۔ ان کو خوش رکھنا ہو گا۔" سرمد کا موڈ ایک دم خراب ہو گیا۔

حبا کا اندر سے خون تو کھول گیا تھا مگر وقت و حال کی مصلحت کے پیش نظر وہ یہ خون کا

گھونٹ پی کر رہ گئی۔ ایک عجیب سی بدمزگی حواس پر چھا گئی۔ اب سے کچھ دیر پہلے سب کچھ بہت اچھا تھا۔ اچانک سارے رنگ پھیکے پڑ گئے، روشنیاں مدھم پڑ گئیں۔

اس نے سر اٹھا کر سرمد کی طرف دیکھا کہ اس کی ہائٹ حبا کے مقابلے میں بہت اچھی تھی۔ وہ ہنوز اس طرف دیکھ رہا تھا جس طرف خاتون لڑکی کو لے کر بڑھ گئی تھیں۔

نہایت قیمتی شاندار ڈنر سوٹ، نفاست سے بنے بال، کھلی روشن ذہین آنکھیں، ایک دوسرے میں پیوست سرخ ابھرے ہوئے ہونٹ، چمکتی ہوئی صاف رنگت اور پرفیوم کی دلفریب جان فزا مہک حبا کو وہ شوہر سے زیادہ "بڑا آدمی" محسوس ہوا۔ جو اللہ کی مخلوق کو خود سے فاصلے پر رکھتا ہے، بلکہ امارت و انا کا نقاب اوڑھتے ہوئے وہ خلق خدا کے سامنے آتا ہی نہیں ہے۔ وہ اس کی پشت پر سیاہ تل دیکھ چکی تھی مگر اب بھی وہ اس سے لامتناہی فاصلے پر تھا۔

"ہیلو میری جان...... !بہت بہت مبارک ہو۔ ایک صاحب آ کر سرمد سے مل رہے تھے۔ حبا نے سنبھل کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ بیگم کے ساتھ تھے ان کی بیگم نے حبا کو پیار کیا۔

"واہ سرمد...... !کراچی کے سمندر سے بڑا اچھا موتی نکال کر لائے ہو۔ ماشاءاللہ......! دلہن بہت پیاری ہے۔ امی سے کہہ کر دلہن کی نظر ضرور اتروا لینا۔ عموماً پیاری سی دلہن کو نظر لگ جاتی ہے۔" وہ خاتون ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"حبا...... They are our Neibours! شیخ انکل اور آنٹی۔" سرمد نے تعارف کرایا۔ حبا نے مسکرا کر وش کیا۔

وہ دونوں گفٹ تھما کر آگے بڑھ گئے۔ ان کے آگے بڑھتے ہی ایک تسلسل سے مہمان آنے لگے۔ دونوں مہمانوں کو ویلکم کہنے میں اتنے مصروف ہوئے کہ وقت کا پتا ہی نہ چلا۔

اب دور دور تک کوئی سیٹ خالی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کم و بیش سارے ہی مہمان آ چکے تھے۔ سرمد نے آستین اونچی کر کے ٹائم دیکھا۔ پھر حبا سے بولا۔

"حبا...... !آپ ادھر امی کے ساتھ بیٹھیں، میں آتا ہوں۔ چلیں پہلے میں آپ کو بٹھا دوں۔" حبا نے جھک کر شرارہ سنبھالنا شروع کر دیا۔



شیخ صاحب کی طبیعت آج پھر قدرے خراب تھی۔ وہ نو بجے سو جانے کے عادی تھے مگر آج ایک بج چکا تھا مگر انہیں نیند نہیں آ رہی تھی۔ تحریم مسلسل ان کے پاس بیٹھی تھی اور دوا وغیرہ دے

"بیٹا......! آپ تھک گئی ہوں گی، جا کر آرام کرو۔ میں پہلے سے بہتر محسوس کر رہا ہوں۔ ان شاء اللہ نیند بھی آ جائے گی۔"

"مجھے کوئی تھکن وکن نہیں ہے۔ میں نے کون سے کوئی بھاری کام کیے ہیں جو تھک جاؤں گی۔ مجھے آپ کے پاس بیٹھ کر بس سکون سا مل رہا ہے۔" تحریم نے پیار سے باپ کا ہاتھ تھام لیا۔

"جیتی رہو......! تمہیں دیکھتا ہوں تو اللہ سے کہتا ہوں، یا اللہ! اتنی پیاری بیٹی دی ہے تو کم از کم مجھے پچاس سال تو اس کے ساتھ رہنے کا موقع دیتا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"پاپا......! آپ مایوسی کی باتیں نہ کریں۔ مجھے یقین ہے آپ بہت دن تک میرے ساتھ رہیں گے۔ موت تو سب کے لیے ہے پاپا......! عمر سے تو لوگ نہیں جاتے۔ جن کو جانا ہوتا ہے وہ کسی بھی عمر میں جا سکتے ہیں۔ اس وقت میں فزیکلی بالکل فٹ ہوں مگر کیا یہ زندہ رہنے کی گارنٹی ہے......؟ آنے والے وقت کا کسی کو کیا پتا۔" وہ باپ کو بہت پیار بھرے لہجے میں امید کی دنیا میں لا رہی تھی۔

"میں تو اب بس اتنی مہلت مانگتا ہوں کہ اپنی اکلوتی بیٹی کا بستا بستا گھر دیکھوں۔ اس کی بہت سی خوشیاں دیکھوں۔ شکر ہے مالک کا۔ جس طرح کا لڑکا میں تمہارے لیے چاہ رہا تھا ویسا ہی مل گیا۔ اب میں ہر وقت بہت اچھا فیل کرتا ہوں۔ سب سے بڑھ کر ایک آئیڈیل فیملی، دونوں بچیاں بھی چند دنوں میں اپنے اپنے گھر ہوں گی۔ گھر میں ایک تم اور ایک دانیال کی والدہ اور وہ بھی بہت سلجھی ہوئی، سمجھدار خاتون ہیں۔ فواد سے میری بات ہوئی تھی وہ بھی بہت خوش ہیں۔ وہ دور بیٹھا ہے مگر فکر تو ہے ناں بہن کی۔"

تحریم خاموش سر جھکائے بیٹھی تھی۔ شیخ صاحب کی کسی بات کے جواب میں اس کے منہ سے ہنکارا بھی نہ نکلا۔

"البتہ گھر کی طرف سے میں مطمئن نہیں ہوں مگر اللہ سے دعا کر رہا ہوں۔ مجھے کیا پتا تھا کہ سانپ کو دودھ پلا رہا ہوں۔ یتیم بے سہارا بچہ سمجھ کر سر پر ہاتھ رکھا تھا اور جیسے کوئی جرم کیا تھا۔" شیخ صاحب کی آواز میں گہرے دکھ کا عکس تھا۔

"چھوڑیں پاپا......! آپ ٹینس نہ ہوں۔ جو جیسا کرتا ہے آخر کار ویسا بھرتا ہے۔ ایک دن اپنے جال میں خود ہی آ جائے گا۔ جیسا کرو ویسا بھرو ہوتا ہے۔ شکر ہے کہ وہ اس گھر سے نکل گیا۔"

تحریم گھر کا نام سنتے ہی بدمزہ ہو گئی۔

"بیٹا......! آپ کسی روز اپنی خالہ کے ساتھ بازار چلی جاؤ۔ کچھ ضروری چیزوں کی شاپنگ کر لو۔ میں ہاشم پوتا والا کو کل بلوا لیتا ہوں زیورات کے لیے، اپنی پسند کی جیولری خرید لو۔"

"پاپا......! اتنی ڈھیر جیولری تو رکھی ہے، میری بھی اور ممی کی بھی۔ کیا ضرورت ہے خرید جیولری کی......؟ مجھے ویسے بھی جیولری پہننے کا کوئی شوق نہیں۔" تحریم نے باپ کی بات کاٹ کر کہا۔

"بیٹا......! شادی کے بعد تو لڑکیاں پہنتی ہیں ناں......؟"

"تو پاپا......! ہے ناں جیولری۔ پہلے وہ تو یوز ہو جائے۔"

"چلو ٹھیک ہے......! جیسی تمہاری مرضی......! مگر میں دانیال کی والدہ کے لیے گفٹ دینا چاہتا ہوں۔ میرے اکلوتے داماد کی ماں۔ اس کے لیے تو کوئی بہت اچھا سا گفٹ ہونا چاہیے۔ جس نے اتنی توجہ اور محنت سے بچے کی پرورش و تربیت کی۔ اس کی عزت افزائی کے لیے تحفہ تو ہونا چاہیے۔"

"جی پاپا......!" تحریم اتنا ہی کہہ سکی۔

"ان کے ہاتھ کا ناپ چاہیے ہو گا۔ تم ذرا ڈرائیور کے ساتھ جا کر لے آنا۔"

"میں پاپا......؟" تحریم بری طرح ٹھٹکی۔

"کیوں......؟ کیا مضائقہ ہے......؟"

"میں وہاں نہیں جاؤں گی پاپا......!" تحریم کے چہرے پر حیا کے رنگ بکھر گئے۔

"اچھا اچھا......! ٹھیک ہے......! چلو خیر......! میں خان صاحب سے کہہ دوں گا وہ اپنی بیگم کے ساتھ جا کر ناپ لے آئیں گے۔" شیخ صاحب بیٹی کی جھجک سے سمجھ گئے کہ اسے شادی سے پہلے سسرال جانا منظور نہیں اور یہ کہ وہ روایتی لڑکی ہے۔ انہیں اپنی فرمانبردار سی بیٹی پر بہت پیار آیا۔ ان کی نظر میں محبت کے ستارے دمک رہے تھے۔



"یہ آپ نے بیٹی کے بجائے اس کی والدہ کو دعوت کیوں بلایا......؟ بہت ہی عجیب" فریحہ بیگم کمنٹس پاس کر رہی تھیں۔ "یہ تو بہت کیوٹ ہے۔ اسے یہ تم نے کیا کہا......؟ کیا مطلب ہوا اس بات کا......؟" حیا اپنے بالوں میں برش چلاتے ہوئے مڑ کر پوچھ رہی تھی جو بہت خاموشی سے ناگواری سی محسوس کر رہا تھا۔

"وہ اسی طرح کی باتیں کرتی ہیں، ان کی ایک کلاس ہے، ہائی سٹیٹس ہے، تمہاری سمجھ میں

ایک دم سے کیسے آ جائیں گی۔

"مہنگی ساڑھی پہننے اور امپورٹڈ کاسمیٹکس یوز کرنے سے کلاس بنتی ہے۔ تو آج کلاس وائز میں ان سے بہتر تھی۔ تقریباً میں نے دو لاکھ کی جیولری پہنی ہوئی تھی اور اسی ہزار کا شرارہ سوٹ، ان کی ساڑھی زیادہ سے زیادہ دس ہزار کی ہوگی۔ جب سے آپ نے مجھے یہ کہا ہے کہ مجھے ان سے دوستی کرنا ہوگی تب سے مجھے لگ رہا ہے جیسے میرا نروس بریک ڈاؤن ہونے والا ہے۔" حبا نے اپنی فطرت کے مطابق بے دھڑک کہہ دیا۔

سرمد کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ بمشکل شدید غصہ ضبط کر رہا ہے۔ وہ حبا کی طرف جان بوجھ کر دیکھنے سے احتراز کر رہا تھا۔

"مڈل کلاس کے لوگ ہوتے ہی کامپلیکسڈ اور جیلس ہیں۔ مگر تمہیں تو وہی کرنا ہوگا جو میں کہوں گا۔ تمہیں اس کے علاوہ کوئی بات نہیں سوچنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے...... لیکن کسی کو کسی کے ساتھ زبردستی دوستی کرنے پر تو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔" حبا نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔

"تم میری بیوی ہو۔ میرے دوست تمہارے دوست، میرے دشمن تمہارے دشمن۔" اب سرمد نے بہت مضبوط لہجے میں اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"آپ کو اتنے بڑے شہر میں دوستی کے لئے یہی چھچھوری خاتون ملی تھیں......؟" حبا نے ناک چڑھا کر بے خوفی سے کہا۔

"اسٹاپ دس ٹاپک...... ! میں ان خاتون کی انسلٹ برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر تم خود کو میرے ساتھ ان فٹ محسوس کرو تو واپس اپنی محلے کی کے گھر میں جا سکتی ہو۔ جس گھر میں تم زندگی گزار کر آئی ہو۔ اتنے بڑے تو چوسرونٹ کوارٹرز بن رہے ہیں میری کوٹھی میں۔" سرمد ایک دم آؤٹ ہو گیا۔

"یہ تو آپ کو پہلے سوچ لینا چاہئے تھا۔ حیرت ہے کہ جن خاتون کی وجہ سے آپ مجھے واپس میرے والدین کے پاس بھیج سکتے ہیں، جن کی انسلٹ آپ سے برداشت نہیں ہوئی، ایسی عزیز از جان دوست کے ہوتے ہوئے آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی......؟ ہمارے گھر والوں نے آپ سے ریکویسٹ کی تھی......؟" حبا تنتنے سے اکڑ گئی۔

"شٹ اپ......!"

"شٹ اپ یو...... ! میں بھاگ کر نہیں آئی ہوں مسٹر سرمد...... ایسی بھی ایسی، ایسی عزیزہ خاتون کی وجہ سے آپ میری انسلٹ نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا کرتے ہیں تو فیصلہ کرنا ہوگا Why...... میں مڈل کلاس لڑکی ہوں مگر خریدی ہوئی نہیں۔ ہوں...... ! میں ان خاتون سے دوستی نہیں کروں گی۔ اپنے والدین کے پاس واپس چلی جاؤں گی۔ آپ انہی سپر کلاس خاتون سے شادی کر لیں۔" حبا ایک چھچھوری سی خاتون کی وجہ سے ہونے والی انسلٹ برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ تو اسی وقت سے کھول رہی تھی جب سرمد اسے چھوڑ کر مستقل ان خاتون کو کمپنی دے رہا تھا، بہانے بہانے سے اس کے پاس جا کر بیٹھ رہا تھا۔

سرمد کے لئے اس کی آنکھوں کا والہانہ پن اور شدید جذبات حبا سے پوشیدہ نہیں تھے۔ اب وہ بیوی بن چکی تھی۔ جس کی ایک حس زیادہ ہوتی ہے اور نکاح کے دو بول پڑھتے ہی جانے کس کونے کھدرے سے انگڑائی لے کر جاگ پڑتی ہے۔

"کم ڈاؤن حبا...... ! ریلیکس...... ! اتنا اموشنل ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری جان...... ایک دم ایکسٹریم پر مت آؤ۔ ابھی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تو کیا ہوا......؟ آ جائے گی۔"

"تو پھر آپ مجھے ابھی سمجھا دیں۔ میری رگ رگ میں انگارے دوڑ رہے ہیں۔ یہ میری زندگی کا بہت خاص دن تھا آپ نے مجھ سے زیادہ اٹینشن اور کمپنی اس عورت کو کیوں دی......؟ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے آپ اس کے ہاتھوں کٹھ پتلی ہیں۔ یوں جیسے آپ کا کنٹرول سسٹم اس کے ہاتھ میں ہے۔"

"حبا! پلیز خاموش ہو جاؤ۔ اتنی پیاری رات برباد مت کرو۔" سرمد نے پینترا بدلا۔

"ہو گئی برباد...... رات بھی اور شاید میری زندگی بھی۔" حبا غصے سے پھنکاری۔

"میری بات بہت غور سے سنو حبا...... ! بات سمجھ آ جائے گی تو تمہارا غصہ ایک دم ہوا ہو جائے گا۔" سرمد اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ اس کا مزاج نہیں تھا۔ حبا اس کی توقعات سے یکسر الٹ ثابت ہو رہی تھی۔ اس کے ذہن میں تو لوئر مڈل کلاس کی لڑکی کا امیج ہی ابھرا تھا۔ سہمی سہمی، خوفزدہ، "جی حضوری" کی تصویر، دولت و آسائش میں بہل جانے والی جس کی کوئی شخصیت نہیں ہوتی، جس کو ہر وقت معاشرے کی فکر ہوتی ہے، کہیں یہ نہ ہو جائے، کہیں وہ نہ ہو جائے۔ حبا نے تو ذرا صبر و برداشت سے کام نہیں لیا تھا۔ شادی کے صرف دوسرے دن ہی اس کا منہ بند کروا دیا تھا۔ سرمد کو تو جیسے اس نے صحیح معنوں میں کام سے لگا دیا تھا۔ ساری خوش فہمیاں بلبلے کی طرح اڑا دی تھیں...... وہ جسے ہر کام سے پہلے پراپر پلاننگ کا خبط تھا ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ گئی۔ کم عمر، جوان اور بہت دلکش لڑکی، وہ بھی بیوی، جس پر اسے مکمل اختیار حاصل ہو چکا تھا۔

اس کے غم و غصے اور ردعمل کو نظر انداز کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

"دیکھو تم جس ماحول میں پیدا ہوئیں، پلی بڑھیں وہاں کروڑوں کے بزنس نہیں ہوتے۔ جہاں کروڑوں کی سرکولیشن ہوتی ہے وہاں بہت سی کاروباری باؤنڈنگز ہوتی ہیں۔ بزنس ٹرم ہوتے ہیں۔ اس حساب سے دوستیاں اور میل جول کے انداز بنتے ہیں اور یہ سب کچھ وقتی ہوتا ہے۔ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک بندہ آؤٹ ڈور ہوتا ہے، بیڈروم سے باہر ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اتنا زوردار نہیں ہوتا کہ میاں بیوی جنگیں کرنے لگیں اور ایک دوسرے کا سکون برباد کرنے لگیں۔" وہ خود پر بڑا جبر کر کے بہت نرمی سے اسے قائل کرنے کے جتن کر رہا تھا۔

"تو کیا ان واہیات خواتین کے بغیر کوئی بزنس نہیں ہو سکتا......؟ اشرف پھوپھا جان بھی تو بزنس کرتے ہیں، ان کی دوست کوئی خاتون نہیں ہے، اچھی سی خاتون بھی نہیں، واہیات قسم کی خاتون تو دور کی بات۔" حیا ابھی تک قابو سے باہر تھی۔ غصے میں تیز تیز بالوں میں برش چلانے لگی۔

"اور ہاں......! ذرا ایکسپلین کریں یہ کیا بات ہوئی، کیا مطلب ہوا......؟"

"ہائے سرمد......! یہ تو بہت کیوٹ ہے۔ یہ تم نے کیا کیا......؟" حیا نے نقل اتاری۔

"یعنی آپ نے کوئی بہت غلط کام کیا ہے، لوگوں کی شادی نہیں ہوتی کیا......؟ کوئی نرالا کام کیا ہے آپ نے......؟"

سرمد نظر چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس کے حواس گم ہو رہے تھے۔ جیسے سمجھ نہ آ رہی ہو کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا۔

"کیا صبح تک اسی طرح ٹینس رہو گی......؟ کوئی فائدہ......؟ آ جاؤ یار......! سوتے ہیں۔ بہت تھک چکا ہوں۔ تمہیں اندازہ تو ہوگا ناں کہ آج میں نے کتنا کام کیا ہوگا......؟" وہ صلح جو انداز میں بولتا ہوا بستر تک گیا اور پلٹ کر پھر حیا کی طرف دیکھا۔

"لائٹ آف کردو حیا......!" سرمد بستر پر اوندھا لیٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی [illegible] باری بند ہو گئی۔ حیا نے برش رکھ دیا اور بال لپیٹتی سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گئی۔



بڑی دادی حسب عادت صبح صبح ٹھیلے والے سے سبزی خرید رہی تھیں۔ ساتھ میں تنقید اور صلواتوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ سبزی والا بھی عادی ہو چکا تھا۔ ایک کان سے سنتا دوسرے سے اڑا دیتا تھا۔

"مار ڈالا اتنے کانے ٹماٹر اٹھا لایا ہے۔ گھنٹہ بھر چھانٹتے رہو۔" وہ بیزار ہو رہی تھیں۔

"اتنے بھی کانے نہیں ہیں اماں......! ذرا سے آپریشن سے ٹھیک ہو جائیں گے۔" سبزی والے نے دانت نکوس کر لاپرواہی سے کہا۔

"ارے......! تو تجھے اتنی بڑی منڈی میں یہی ملے تھے......؟ مفت میں مل گئے ہوں گے......؟ نیت اچھی رکھ، اللہ کام میں برکت دے گا۔" بڑی دادی نے جھاڑ پلائی۔

"بس اماں......! دعا کرتی رہو، اللہ تمہاری ہی سن لے۔" وہ پھر بے ڈھب انداز میں ہنسا۔

اسی لمحے کرولا سٹی آ کر رکی۔ بڑی دادی نے آنکھیں چندھیا کر بڑے تجسس میں کار کی طرف دیکھا پھر ہاتھ میں پکڑا ٹماٹر پھینک، کار کی طرف بڑھیں۔

"ارے! میری بچی آئی ہے۔ دادی قربان جائے۔" وہ خوشی سے بے حال ہو کر کھڑکی سے اندر جھانک رہی تھیں۔ دوسری طرف سے حیا اتر رہی تھی اور دونوں بچوں کو بھی اتار رہی تھی۔

"السلام علیکم دادی!" وہ چھوٹے والے بچے کو ہاتھ سے پکڑ کر اتارتے ہوئے بولی۔

"بیٹا......! دادی کو سلام کرو۔" اس نے بچوں کو کہا۔ بڑے نے تو جھٹ سلام کیا اور معانقے کے لئے ہاتھ بھی بڑھا دیا جبکہ چھوٹا شرما کر حیا سے لپٹ گیا۔

"ماشاءاللہ......! ماشاءاللہ......! جیتے رہیں، عمر دراز ہو۔ سوہنی تو بچوں کے ساتھ لگتی ہے۔ کتنی اچھی لگ رہی ہے حیا بچوں کے ساتھ، چشم بد دور۔" وہ نہال ہو کر کہہ رہی تھیں۔

"دادی سبزی والے کے پاس کھڑی ہیں اس لئے مثال بھی سبزی سے ہی دے رہی ہیں۔" حیا ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ڈرائیور ڈگی سے بچوں کا بیگ اور کھلونے نکال رہا تھا۔

"بیگم صاحب......! میں جاؤں یا ویٹ کروں......؟"

"نہیں......! تم جاؤ......! میں شام کو تمہیں کال کروں گی۔ صاحب کا لنچ بھی تو لے جانا ہے تمہیں، ماسی سے کہنا پورچ ضرور دھو لے۔ آج دونوں گاڑیاں نکلی ہیں، مٹی پڑ گئی ہے۔ آرام سے اچھی طرح دھوئے۔" حیا نے آگے بڑھتے بڑھتے چند لمحوں کے لئے رک کر کہا۔

"جی ٹھیک ہے......!" ڈرائیور اس کے پیچھے پیچھے سامان لے کر چل پڑا۔

"ارے......! تو کیا دیکھ رہا ہے......؟ اپنا کام کر، دو کلو [illegible]......؟"

بڑی دادی نے سبزی والے لڑکے کو جو بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا

''اماں ...... تمہاری پوتی تو سیٹھانی ہے، میرے کو تو پتا ہی نہیں تھا۔'' وہ ''ہی ہی'' کر کے ہنسا۔

''ہاں ...... ! تو نظر لگا دے میری بچی کو۔ چل اپنا کام کر۔'' انہوں نے جھاڑ پلائی۔ اب ان پر عجلت سوار ہو چکی تھی۔ حنا اندر جا چکی تھی۔ اندر سے پرجوش استقبالیہ جملے باہر تک سنائی دے رہے تھے۔

''اماں ...... ! آج توری بھنڈی نہیں لو گی ...... ؟'' سبزی والے نے پوچھا۔

''اے ...... ! میری پوتی آئی ہے۔ اسے توری بھنڈی کھلاؤں گی ...... ؟ آج تو میں یخنی پلاؤ بناؤں گی۔ کتنے پیسے گئے تیرے ...... ؟'' وہ عجلت بھرے انداز میں پوچھنے لگیں جیسے اندر جانے کی جلدی ہو۔

''صرف سترہ روپے ...... آج تو تم نے صبح سے بونی نہیں کرائی۔ چالیس پچاس کا بل تو بنایا ہوتا۔'' سبزی فروش پھر ''کھی کھی'' کر کے ہنسا۔

''یہ لے بیس روپے، سترہ کاٹ کر تین واپس کر، بہت بولتا ہے۔'' وہ پیسے دیتے ہوئے بڑبڑائیں۔

''بات بے بات ہنستا ہے۔ ایسے کون سے لطیفے سنائے ہیں میں نے ...... ؟'' وہ بقایا پیسے لے کر اندر جاتے ہوئے ہنوز بڑبڑا رہی تھیں۔

اندر الگ ایک چہل پہل شروع ہو گئی تھی۔ ہما اور حرا تو بچوں کو دیکھ کر خوشی سے بے حال ہو رہی تھیں۔ اچھی طرح ڈریس اپ خوبصورت صحت مند بچے، جو نئے چہروں سے قدرے گھبرائے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ریز رو سے تھے۔

حنا خوشبوؤں میں مہکی، خوبصورت میرون اور مسٹرڈ کے کنٹراسٹ سے تیار ڈریس میں پھول کی طرح کھلی محسوس ہو رہی تھی۔ چہرے پر تازہ گلاب کی سی تازگی تھی۔ ہونٹ بات بے بات مسکرا رہے تھے۔ طاہرہ بیگم بیٹی کو خوش باش دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھیں۔ چھوٹی دادی کے بھی جیسے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

''بہت اچھا کیا صبح صبح آ گئیں، دو چار دن تو رکو گی ناں ...... ؟'' چھوٹی دادی پوچھ رہی تھیں۔

''اللہ ...... ! دو چار دن کیسے رک سکتی ہوں دادی ...... ! یہ دونوں اسکول جاتے ہیں۔ عمر اور ہی صبح جاتے ہیں تو رات تک مصروف ہوتے ہیں۔ پھر وہ لنچ کرنے گھر آتے ہیں۔''

''اے تو بیوی ...... ! تم سے پہلے بھی تو اس گھر میں سب کام ہو رہے تھے، خیر سے نوکر چاکر موجود ہیں۔ تم کیوں خود پر بار لیتی ہو۔ نئی نئی شادی ہے۔ لڑکیاں دو چار دن میکے آ کر رکتی ہیں۔ بعد میں کہاں پھر یہ فرصتیں۔'' بڑی دادی نے حنا کی بات کاٹ کر کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے دادی ...... ! ان سے پوچھنا تو ہوگا ناں رکنے کے لیے ...... ؟ آج اتفاق سے ان بچوں کی چھٹی تھی تو میں نے پروگرام بنا لیا۔ کہا شام تک آ جاؤں گی۔'' حنا نے کھلے ہوئے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتے ہوئے تفصیل سے جواب دیا۔

''چلو ٹھیک ہے ...... ! جیسے تمہاری خوشی ...... ! جیتی رہو۔ اپنے گھر میں سکھی رہو۔'' چھوٹی دادی نے اپنے حساب سے بے معنی بحث کا دروازہ بند کیا۔

''اللہ ...... ! آپا ...... ! یہ تو بہت پیاری باتیں کرتا ہے۔'' حرا نے دور سے تان لگائی۔ چھوٹے بچے کو وہ گود میں اٹھائے ہوئے تھی۔

''ماشاء اللہ بولو ...... ! بچوں کا خون ہلکا ہوتا ہے، ٹوک لگ جاتی ہے۔'' بڑی دادی نے گھرکا۔

''ان بچوں کی وجہ سے میں تو ایک دم ایڈجسٹ ہو گئی ہوں۔ ان سے گھر میں بہت رونق ہے۔'' حنا نے تخت پر بیٹھ کر پاندان کھولا اور چھالیہ کے دانے منہ میں ڈالے۔

''ہاں بیٹی ...... ! بچوں سے ہی تو رونق ہوتی ہے گھر میں۔ اللہ ان کے نصیب اچھے کرے۔'' چھوٹی دادی نے بہت پیار سے بچوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں تو بیٹھے بٹھائے ثواب کمانے کا موقع مل گیا ہے۔ ان بچوں کو ماں کا پیار دو گی تو اللہ اجر دے گا۔ دیکھو کتنے معصوم ہیں۔ انہیں کیا خبر ماں کہاں گئی ...... ؟'' طاہرہ بیگم نے دلسوزی سے کہا۔

''دعا کرو اللہ ہما کا نصیب بھی کھول دے۔ اسے بھی نیک بر ملے۔ شکر ہے مالک کا صادق حسین کو بہت اچھے داماد مل گئے۔'' بڑی دادی بولیں۔ اپنا کرتا کاڑھنے بیٹھی تھیں۔ حنا کی آمد پر اپنا کام موقوف کر دیا اور کپڑا لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا۔

''حبا کا کوئی فون وون آیا امی ...... !'' حنا کو ایک دم خیال آیا۔

''نہیں ...... اگر میں نے کیا تھا۔'' طاہرہ بیگم نے جواب دیا۔

''خوش ہے ناں ...... ! گھر ور پسند آ گیا ...... ؟'' حنا نے پرشوق انداز میں پوچھا۔

''زیادہ بات نہیں ہوئی۔ حور بانو اور عائشہ سے بھی بات ہوئی تھی۔''

"آنے کا کچھ کہا، کب تک آئے گی......؟" حنا کو وہ رگی بہن شدت سے یاد آنے لگی۔

"دوسرے شہر کی بات ہے، ابھی تو گئی ہے، آ جائے گی اپنی سہولت دیکھ کر۔ جہاز کا آنا جانا ہے، خرچہ بھی بہت ہوتا ہے۔" طاہرہ بیگم تخت پر پھیلے ہوئے کپڑے اٹھاتے ہوئے بولیں۔

"خرچے کی کیا بات ہے......؟ اللہ نے بہت دیا حور بانو کو۔ مہینے میں چار مرتبہ بھی آ جائے تو ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔" بڑی دادی نے پاندان کھول کر پان لگانے کا ارادہ کیا۔

"اب یہ تو ان کے سوچنے کی باتیں ہیں۔ ہم تو بس یہی چاہتے ہیں کہ بچیاں اپنے اپنے گھر میں خوش رہیں۔" چھوٹی دادی حنا سے کہہ رہی تھیں۔

"ارے دلہن......! دانیال کی خبر بھی تو دو حنا کو، دیکھو پھوپھی نے چپکے چپکے کیا کام دکھایا ہے۔ گھر والوں کو خبر نہیں، دانیال کا رشتہ بھی طے ہو گیا۔" بڑی دادی نے چبھتی ہوئی مگر ترچھی نظروں سے چھوٹی دادی کو دیکھتے ہوئے اپنی طرف سے کوئی دھماکہ خیز انکشاف کیا۔

"ہائے اللہ......! سچ......؟ دانیال کی شادی ہو رہی ہے......؟ کہاں......؟ کس سے......؟" حنا کے شوق و جوش نے ثابت کیا کہ بڑی دادی اپنے مقصد میں کامیاب رہیں۔ حنا کے لیے واقعی یہ دھماکہ خیز خبر تھی۔

"ارے کہاں......؟ انہیں تو یونہی رائی کا پہاڑ بنانے کی عادت ہے۔ کہیں بات چیت چل رہی ہے تمہارے پھوپھا کے ملنے والوں میں، جب بچے شادی کے قابل ہوتے ہیں تو اس طرح کی بات چیت تو کسی بھی وقت شروع ہو سکتی ہے۔" چھوٹی دادی نے بڑے ناگوار لہجے میں جیسے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی اور ایک تیز نگاہ بڑی دادی پر بھی ڈالی۔

"چلیں خیر......! یہ کوئی بری بات تو نہیں۔ ہو سکتا ہے ابھی تک کوئی خاص بات نہ ہوئی ہو اسی لئے پھوپھو نے ذکر نہ کیا ہو۔" حنا نے مصالحتی انداز اپنایا۔

"ارے......! رشتہ ہوا سمجھو۔ بہت دولت مند گھر کی لڑکی دیکھی ہے۔ جب ہی تو دانیال کے مزاج نہیں ملتے۔ ہر وقت اس گھر میں نظر آنے والا، عین شادی کے دن غائب ابھی سے یہ حال ہے، شادی کے بعد دیکھنا۔" بڑی دادی کی تنقید میں تیز چھری کی سی دھار تھی۔ چھوٹی دادی نے جیسے خون کے گھونٹ پیئے۔ آخر براہ راست نہ سہی بالواسطہ ان ہی پر حملہ تھا۔

"ہاں...... اچھی بات ہے۔ مجھے بھی بہت دکھ ہوا تھا دانیال بھائی شادی میں شریک نہیں ہوئے۔" حنا بچے کو بسکٹ کھلاتے کھلاتے پلٹ کر حنا سے بولی۔ بڑا بچہ حنا کے ساتھ چپکا بیٹھا تھا......

"چھوڑیں اماں......! کیا بحث شروع کر بیٹھیں۔ جس کا رشتہ ہے وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ صادقہ کچھ بولے گی تو حقیقت پتا چلے گی۔ ہم کیوں ہوا میں گرہیں لگانے کی کوشش کریں......؟ بچی گھر آئی ہے، یہ بتاؤ کیا دوپہر کو کیا پکا لوں......؟" طاہرہ بیگم نے بظاہر دکھ کی ہنسی دباتے ہوئے بات کا رخ موڑا۔ چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

"میں تو یخنی پلاؤ کا سوچے بیٹھی ہوں۔ ساتھ رائتہ سلاد، میٹھے میں ہویوں کا زردہ، بچیوں کے لئے فروٹ والا کسٹرڈ ٹھیک ہے۔" بڑی دادی کو ایک دم جوش چڑھا اور انہوں نے چند منٹوں میں پورا Menu سیٹ کر دیا۔

"اللہ......! دادی......! میں اپنے گھر میں آئی ہوں، آپ کیوں مجھے دعوت کھلا رہی ہیں......؟ جو گھر میں پکے گا دال سبزی میں بھی کھا لوں گی۔" حنا اتنا اہتمام سن کر شرمندہ سی ہو گئی۔

"میں اور آپا (ہما) بنا لیں گے دوپہر کے لئے کچھ، آپ اپنے اپنے کام کریں۔"

"بھئی......! آج تو تم مہمان بن کر کھانا کھاؤ۔ بہت ترقی یافتہ ہو کر میکے آئی ہو۔"

"نئی دلہن......! ریڈی میڈ دو بچوں کے ساتھ۔" ہما جلدی جلدی سمیٹا سنبھالی کر رہی تھی۔ ہنستے ہوئے بولی۔ پھر شرارت سے حنا سے پوچھنے لگی۔

"حنا......! اتنے شاندار سے گھر میں دو دن گزار کر آئی ہو تو یہ گھر کیسا لگ رہا ہے......؟"

"آپا......! یہ دنیا کا سب سے خوبصورت گھر ہے۔ اس میں میری پیاری سی ماں رہتی ہے۔" حنا کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ پھر تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور طاہرہ بیگم کا رخسار چوم لیا۔

"امی کی وجہ سے ہی تو پہنچی ہوں اس گھر میں۔ ساری دنیا میں سب سے پیارا گھر ہوتا ہے جس میں ماں رہتی ہو۔" وہ طاہرہ بیگم کے ساتھ بیٹھ گئی اور اپنا سر ان کے شانے سے ٹکا دیا۔

"بڑی سمجھدار بچی ہے۔ اللہ بھاگ لگا رکھے۔" چھوٹی دادی نے پیار سے حنا کو دیکھا۔

"اے بی ہما......! یخنی تو چڑھا دے۔ ہلکی آنچ کی یخنی کی تو بات ہی کیا ہے۔" بڑی دادی کا موڈ بھی حنا کی بات سن کر خاصا خوشگوار ہو چکا تھا۔

حرا دونوں بچوں کو کمرے میں لے جا چکی تھی۔ اس کو آج کے دن کا کام مل گیا تھا۔ اسکول تو جا نہیں رہی تھی۔ دو چار دن بعد ایگزام شروع ہونے والے تھے۔

"آج تو بڑی دادی کا بہت اچھا دن ہے۔ جب دادی کی خوشی انتہا کو چھوتی ہے تو گھر میں یخنی پلاؤ پکتی ہے۔" ہما ہنستے ہوئے کچن کی طرف جا رہی تھی۔ اس کی بات نے سب کے چہروں

دانیال اکیلا ناشتہ کر رہا تھا۔ وہ دیر سے سو کر اٹھا تھا۔ ربیعہ لاؤنج میں اپنی کوئی شرٹ لئے بیٹھی تھی۔ لمبی شرٹ کو فیشن کے مطابق اونچی کر رہی تھی۔ ہاتھ بڑی تیزی سے ترپائی میں مصروف تھے۔ بیلا آتی ہے، ادھر اُدھر نظریں دوڑا کر آس پاس کا جائزہ لیتی ہے پھر دھپ سے ربیعہ کے برابر میں بیٹھ جاتی ہے۔

"بڑی فرصت ہے، ترپائی ہو رہی ہے، زن مشین چلاتیں دو منٹ میں کام ختم۔" بیلا نے شرٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کپڑے ختم ہو گئے ہیں آپا.....! اب پرانے کپڑوں کی باری لگ رہی ہے۔ ریپئر کر کے پہنا کریں گی۔" وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"یہ میری فیورٹ شرٹ ہے اسے میں وائٹ شلوار کے ساتھ پہنتی ہوں۔ یہ کبھی پرانی نہیں ہوگی۔" ربیعہ نے تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے بیلا کی نظر ناشتہ کرتے دانیال پر پڑی۔

"صبح بخیر بھائی.....! برنچ ہو رہا ہے.....؟ میں آپ ہی کو ڈھونڈ رہی تھی حالانکہ آپ کے لئے تو کچھ زیادہ اچھی خبر نہیں ہے۔ مگر آپ سے اس خبر کا خاص تعلق ہے۔" وہ ہنسی۔

"بولتی رہو سن رہا ہوں۔" دانیال نے سلائس پر مارملیڈ پھیلاتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"آپ کی "ان" کا فون آیا تھا صبح صبح۔" وہ شرارتاً رک گئی جیسے دانیال کے اندر تجسس کی کیفیت پیدا کرنا چاہ رہی ہو۔ مگر دانیال جواب میں خاموش رہا۔

"پوچھیں ناں کیوں.....؟" بیلا نے اصرار کیا۔

"مجھے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے.....؟ فون تمہارے لئے تھا، تم سے ہی کچھ کام ہوگا.....؟" دانیال نے متجسس ہونے کے باوجود خود کو ٹھس ظاہر کیا۔

"آپا.....! تحریم بھابی نے آج مجھے اور آپ کو لنچ پر بلایا ہے۔ سچ مجھے تو اتنی خوشی ہوئی کہ بتا نہیں سکتی۔" بیلا نے بچوں کی طرح پرشوق انداز میں کہا۔

"تم نے کبھی مفت کا لنچ نہیں کیا، پہلا اتفاق ہے.....؟" دانیال نے چھیڑا۔

"لیجیے.....! ہماری بھابی ہمارے ساتھ لنچ کرنے کی خواہش مند ہے۔ آپ کا تو ذکر

"واقعی.....؟ ایسے ہی مذاق تو نہیں کر رہیں بھابی نے.....؟" ربیعہ نے اپنا کام چھوڑ کر بڑے پرشوق انداز میں پوچھا۔

"مذاق کرنا ہوتا تو پہلے کر چکی ہوتی۔ سچ آپا..... صبح صبح ان کی آواز سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ.....! کتنی پیاری آواز ہے۔ ایسے بولتی ہیں جیسے موسم کی خبریں سنا رہی ہوں۔" بیلا اپنی بات کے اختتام پر "قل قل" کر کے ہنسی۔

"بہت دور جانا ہے تمہیں، سامان باندھنا شروع کرو۔" دانیال نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے شرارت سے بیلا کو چھیڑا۔

"زیادہ ٹائم نہیں ہے تمہارے پاس۔"

"حبا تو پہنچ گئی، اس کا تو کام ختم۔ ہائے.....! آج اتنا دل چاہ رہا تھا اس کے ولیمے میں جانے کو مگر پتا نہیں امی نے عین وقت پر کیوں ارادہ بدل دیا.....؟" ربیعہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور دانتوں سے دھاگہ کاٹنے لگی۔

"وہ اصل میں نانی جان کے ہاں سے کوئی نہیں جا رہا تھا۔ ہما حرا تیار تھیں مگر امی کہنے لگیں میں تو ٹرین کا سفر نہیں کر سکتی۔ اب اچھا نہیں لگتا ہے ہم تو پلین سے جائیں اور وہ ٹرین سے.....؟! امی دونوں کے ٹکٹ لے بھی لیتیں تو ممانی جان نہیں مانتیں۔ بہت خوددار ہیں، انہوں نے کبھی کسی کا احسان نہیں لیا۔" بیلا نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں.....! اسی لئے ان کی سب جگہ بہت عزت کی جاتی ہے۔ ابا جان تو ان کو بہت مانتے ہیں حالانکہ دو دو شادیاں ہوئیں مگر انہوں نے پھر بھی کسی سے مالی ہیلپ نہیں لی۔"

"حبا کو محسوس تو بہت ہوا ہوگا کہ کراچی سے کوئی نہیں آیا۔ کوئی تو چلا جاتا۔ بھائی ہی چلے جاتے۔" بیلا نے دانیال کو دیکھ کر کہا۔

"شادی میں تو شریک نہیں ہوئے، ولیمے میں کیسے چلے جاتے۔" ربیعہ نے چڑ کر کہا۔

"بھائی.....! ویسے بہت بری بات ہے۔ سب ہی نے فیل کیا تھا کہ آپ شادی میں شریک کیوں نہیں ہوئے۔ طبیعت خراب تھی تو تھوڑی دیر ہی کے لئے آ جاتے۔" بیلا نے دانیال کی کوتاہی جتانے کے لئے پورا زور لگایا۔

"اچھا ربیعہ.....! میں چلتا ہوں۔ بہت لیٹ ہو گیا ہوں۔ اماں جان شاید سو رہی ہیں، انھیں بتا دینا۔" دانیال ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی [illegible]

اور بہت تیزی سے باہر نکل گیا۔

بیلا ... بابی کی روانی کر ایک دم سے گیا۔ اتنی لمبی بات اور چھوٹا سا جواب بھی نہیں۔

"بھائی بہت بدلے بدلے لگتے ہیں آج کل۔" اس نے جیسے خجالت مٹانے کی کوشش کی۔

"ہوں ...! نوٹ تو میں بھی کر رہی ہوں، ہو سکتا ہے اپنی اسٹڈی کی وجہ سے زیادہ بزی ہوں۔ پریکٹیکل بھی چل رہے ہیں۔" ربیعہ نے اندازاً کہا۔ اس سے زیادہ اس کی سوچ جا ہی نہیں سکتی تھی۔

"آپا ...! پھر بتائیں ناں ... چلیں گی ناں لنچ پر ...؟ میں تیاری شروع کروں ...؟" بیلا اٹھتے ہوئے بولی۔

"ابھی تو بہت وقت ہے۔ تم نے کیا تیاریاں کرنی ہیں ...؟ تیاری تو ان کا ٹنگ کرے گا۔ ابھی اماں جان سے بھی تو پوچھنا ہے۔" ربیعہ کا کام اختتامی مراحل میں تھا۔

"اماں جان تو سن کر بہت خوش ہوں گی کہ ان کی ہونے والی بہو نندوں کو کھانا کھلا رہی ہے۔" بیلا ہنستی ہوئی جا رہی تھی۔

♥♥♥

"کتنا اچھا لگ رہا ہے، پتا نہیں کتنے دنوں بعد سب گھر والے ساتھ ناشتہ کر رہے ہیں۔" حور بانو حبا کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"سب گھر والے کہاں امی ...! ایک بندہ تو ابھی کراچی میں ہے۔" غزالی نے شرارت سے کہا۔ سب چونک پڑے مگر حور بانو سمجھ گئیں۔

"جب تک تین مرتبہ "قبول ہے" نہیں بولو گے، حق مہر ڈن نہیں کرو گے تب تک وہ بندہ کراچی ہی میں ناشتہ کرے گا۔"

سب ہنسنے لگے۔

"میں تو بالکل تیار تھا مگر آپ لوگوں نے معاملے پینڈنگ میں ڈال دیا۔" غزالی نے برجستہ کہا۔

"امی ... اسے جلدی تھی تو پہلے اس کی کر دیتیں۔" سرمد نے مسکرا کر غزالی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"امی ... دیکھ لیا آپ نے ... ہماری ... کی اس ... میں نے کچھ کہا ہی نہیں۔" غزالی نے

... جواب دیا۔

"اللہ ...! میرے بچوں کو اسی طرح ہنستا بستا رکھے۔ غم نہ کرو زیادہ دن کی بات نہیں ہے۔" حور بانو نے پیاری بھری نظروں سے بیٹے کو دیکھا۔

"بجی آپا ...! ساتھ ہی کر دیتیں۔ آج بیلا بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھی ہوتی۔" عائشہ نے کہا۔

"بھئی ...! صادقہ ہی رضامند نہیں تھیں تو میں کیا کرتی ...؟ وہ ربیعہ سے پہلے بیلا کی کرنا ہی نہیں چاہتیں۔" حور بانو نے ٹھوس جواب دیا۔

"کیوں حبا! تمہارا کیا خیال ہے؟ صادقہ پر اگر دباؤ ڈالا جاتا تو کیا وہ راضی ہو جاتیں۔" حور بانو نے بہانے سے حبا کو بھی گفتگو میں شریک کرنا چاہا جو بالکل سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی تھی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں ...؟" وہ ایک دم ٹپٹا گئی۔ سامنے ہی عائشہ کے شوہر اور حور بانو کے شوہر یعنی اس کے سسر بیٹھے تھے۔ ایک عجیب سی جھجک خود بخود پیدا ہو رہی تھی۔

"چلو خیر ...! ہر کام کا وقت ہوتا ہے۔ جب وقت آئے گا تو پتا بھی نہیں چلے گا۔" عائشہ نے قصہ کوتاہ کیا۔

"اور ہاں ...! یاد آیا، آج سب ملک صاحب کے ہاں ڈنر پر انوائٹ ہیں۔" حور بانو کو اچانک انویٹیشن یاد آیا۔ جبکہ انہوں نے سوچا ہوا تھا کہ ناشتے کی میز پر پہنچتے ہی سب کو مطلع کر دیں گی۔

"چلو بھئی سرمد! دعوتیں شروع، تمہارے ساتھ ہمارے بھی مزے۔" عائشہ ہنسنے لگیں۔

"ملک صاحب کا تو ڈنر بھی لاجواب اور یادگار ہوتا ہے۔ حبا ...! آج تم نے بہت شاندار ڈریس پہننا ہے آج تم وی آئی پی ہو، سمجھیں ...؟ ملک صاحب کے ہاں کی خواتین عام دنوں میں خاص ڈریس پہنتی ہیں۔"

"یعنی آج ڈنر کے ساتھ ساتھ فینسی ڈریس شو بھی ہے ...؟" غزالی سے چھوٹے ... نے فقرہ چست کیا۔

"ایسا ویسا ...؟ زبردست ...!" عائشہ حبا کو سامنے پا کر جیسے خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں۔

ان کی اپنی بھتیجی ان کے پسندیدہ بھانجے کی دلہن بنی تھی۔ وہ شروع ہی سے سوچتی تھیں ... کہاں بھی تو آ کر عیش کریں گی، ان کے اپنے بھائی کی بھی بیٹیاں ہیں، ان کے بھی دن بدلنا

چاہتی۔ وہ یوں محسوس کر رہی تھی جیسے سب کچھ ان کے کریڈٹ پر ہے۔

"نہیں...... میں تو آج بہت بزی ہوں۔ حبا چلی جائے گی آپ لوگوں کے ساتھ۔"

سرمد جو کافی دیر سے خاموش تھا نیپکن اٹھا کر بڑے اطمینان سے گویا ہوا۔

"ارے...... ملک صاحب ڈنر دلہا دلہن کے اعزاز میں دے رہے ہیں۔ ہم لوگ تو وہاں اکثر جاتے ہی رہتے ہیں۔ مصروف تو تم سدا کے ہو مگر آج تو تمہیں ہر صورت وقت نکالنا ہوگا۔" حور بانو کا موڈ بگڑ گیا۔

"سوری امی...... ! پھر آپ ان سے معذرت کر لیں۔ میں تو کسی صورت نہیں جا سکتا۔" سرمد کے انداز میں لچک تھی نہ گنجائش۔

"ارے بھئی...... ! کتنی دیر کی مصروفیت ہوگی، رات دس بجے تک تو فارغ ہو سکتے ہو......؟" سرمد کے والد نے بھی بہت تعجب سے سرمد کی طرف دیکھا۔

"نہیں...... ! سوری پاپا...... ! آپ لوگ چلے جائیں، حبا کو بھی ذرا چینج مل جائے گا۔ تھوڑا سا لاہور دیکھ لے گی۔" سرمد نے اسی ٹون میں جواب دیا۔

"حبا لاہور دیکھنے نہیں آئی۔ لاہور میں اس کا گھر ہے۔ دیکھتی رہے گی عمر بھر لاہور۔" حور بانو کا موڈ آف ہونے لگا۔

"بہر حال...... ! آپ لوگ خود ہی سوچ لیں۔ میں تو ویلنٹ نہیں ہوں۔" سرمد نے نیپکن سے منہ صاف کیا اور کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔

حبا کے چہرے پر گہری ناگواری سوچ واضح تھی۔ مگر وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔

"اس طرح تو تم ہر کسی کی دعوت میں کرو گے ......؟ تمہاری مصروفیت تو کبھی ختم ہی نہیں ہوتی۔" حور بانو نے بگڑ کر کہا۔

"اچھا بس چھوڑو، پیچھے مت پڑو اسے واقعی بہت کام ہوتے ہیں۔ جتنا بزنس اس نے جما لیا ہے، یہاں تک آتے آتے لوگوں کے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ ہوگی اس کی کوئی خاص مجبوری۔" سرمد کے والد نے بزنس مین ہونے کے ناطے بزنس مین بیٹے کی طرفداری کی۔

"تو پھر مسز ملک کو کیا جواب دوں......؟" حور بانو نے بجھے بجھے انداز میں شوہر سے سوال کیا۔

"چلتے ہیں، بھئی دلہن تو ساتھ ہے ناں۔ سب سے زیادہ تو یہی وی آئی پی ہے ناں...... اسی کے ساتھ میں اس بیچاری کا کیا قصور......؟ چلتے ہیں، ملک صاحب کا ڈنر کوئی اتنی اہم

ہو گا۔ میرے اندر تو اتنی بڑی قربانی دینے کا حوصلہ نہیں۔" سرمد کے والد صاحب نے کھلکھلا کر بڑے موڈ درست کرنے کی کوشش کی۔

"ہم کون سا مڈل ایسٹ سے ملک صاحب کا ڈنر کھانے روز روز آئیں گے......؟" پھر انہوں نے زبردست قہقہہ لگایا۔

"ڈنر بھی اپنی پیاری سی بیٹی کے ساتھ...... سونے پر سہاگہ۔" سب ہنسنے لگے حبا بھی زبردستی مسکرائی۔ سب ہنس رہے ہوں تو کم از کم مسکرانا تو چاہیے ورنہ بندہ عجیب ہی نظر آتا ہے۔

"سرمد بھائی تو پیدا ہی رنگ میں بھنگ ڈالنے کے لیے ہوئے۔" غازی نے منہ بنا کر کہا۔

"ہمیشہ سے اُلٹا چلنے کی عادت ہے۔ سب جو کچھ کرتے ہیں فضول ہیں۔ سب کو ان کی طرح پیسہ بنانے کی مشین بن جانا چاہیے۔"

"بری بات...... ! بڑا بھائی ہے، تمہارے لیے تو فخر کی بات ہونا چاہیے کہ تمہارا بھائی ایک کامیاب انسان ہے۔" عائشہ نے غازی کو ٹوکا۔

ناشتہ اختتامی مراحل میں تھا۔ حبا چائے کا کپ تھامے گہری سوچ میں تھی۔



حبا ناشتے کے بعد خاصی دیر تک لاؤنج میں گھر والوں کے ساتھ بیٹھی رہی۔ نئی دلہن کو کوئی کام تو ہوتا نہیں۔ نہائی دھوئی، کپڑے بدلے، بیٹھ گئی۔ کسی کام کو ہاتھ بھی لگاتی تو سب منع کرنے لگتے۔ ارے تم کیوں کر رہی ہو؟ ابھی تو نئی نئی شادی ہے، کچھ دن آرام کر لو، پھر تو عمر بھر گھر گرہستی کے کام ہی کرنا ہیں۔

موضوع ملک صاحب کا ڈنر ہی تھا، شام کے بہانے جان چھوٹی تو سب ہی بے فکری سے بیٹھ گئے۔ یوں بھی گھر والوں نے کہیں ڈنر پر جانا ہو تو لگتا ہے کوئی کام ہی نہیں کرنے کو۔

"پھر آہستہ آہستہ بھیڑ چھٹ گئی۔ سرمد کے والد کسی سے ملنے چلے گئے۔ غازی غزالی اپنے اپنے کمروں میں، عائشہ اور ان کے شوہر گھریلو شاپنگ کے لیے نکل گئے۔ صرف حور بانو اب حبا کے ساتھ تھیں۔

"حبا...... ! امی سے فون پر بات کرنا ہے تو کر لو۔ تمہیں ان سے فون پر بات کرنے کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ یہ تمہارا گھر ہے۔" حور بانو اپنی شاندار کامیابی کو دل و جان سے انجوائے کر رہی تھیں جیسے حبا کی بلائیں لے رہی تھیں۔

"جی ...... امی کا فون آیا تھا۔ بات ہو گئی تھی۔" حبا نے آہستگی سے جواب دیا۔

"ہاں ...... ٹھیک ہے مگر تم روز ایک کال ان کو ضرور کیا کرو۔ ایک دم سے اتنی دور آ گئی ہو انہیں تمہاری کمی تو ظاہر ہے، بہت محسوس ہو گی شروع شروع میں۔ کم از کم آواز سن کر ہی خوش ہو جایا کریں۔ دو تین دن بعد میں سرمد سے کہوں گی وہ تمہیں ماں باپ سے ملانے کراچی لے جائے۔ اچھا ...... ! بالکل بھی پریشان مت ہونا۔ جب دل چاہے ان سے مل آؤ۔ اللہ کا شکر ہے سرمد تمہیں مہینے میں دس مرتبہ بھی کراچی بھیج سکتا ہے۔ ریٹرن لو بیٹھ جاؤ۔ دو چار دن ان کے پاس رہو آ جاؤ۔" حور بانو اپنی طرف سے حبا کو ہر طرح سے مطمئن کر رہی تھیں کہ وہ فاصلے زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ سوچنے لگے کہ ماں باپ سے ملنا بہت مشکل ہے۔

"جی ...... مجھے اندازہ ہے۔" حبا نے جواب میں کہا۔

"اور ایک اہم بات ...... ! سرمد ذرا عام لڑکوں سے مختلف ہے۔ گھر سے دور رہ کر ایجوکیشن لی ہے، سوشل لائف سے بہت دور رہا ہے۔ اس کے اندر بلا ضرورت کے تکلفات نہیں ہیں۔ بات کرتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے مردہ کفن پھاڑ کر بولا ہو۔ چھوٹی چھوٹی تفصیلات، خدشے، کھٹکے، احتیاط اس کے مزاج میں نہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے تمہیں شروع شروع میں مشکل محسوس ہو۔ مگر تم ماشاء اللہ سمجھدار ہو جلد ہی سمجھ جاؤ گی۔

"کوئی بات دل میں رکھنے اور کڑھنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس گھر میں تمہاری ماں اور سگی پھوپھی موجود ہیں۔ محسوس کرو تو اپنے ہی گھر میں ہو۔ کوئی بات ہو، کیسی بات ہو، میں زندہ ہوں تو ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں۔ بڑے ارمانوں سے تمہیں لائی ہوں۔ تمہیں دیکھا تو چین نہیں ہوا۔ دیکھ لو ایک مہینے کے اندر اندر تمہیں لاہور میں لا بسایا۔"

حور بانو نے بے ساختہ اسے اپنے ساتھ لگا کر پیشانی چوم لی۔

"آنٹی ...... !" حبا نے کچھ کہنا چاہا۔

"آنٹی نہیں ...... امی ...... ! ویسے تو رواج ہے ساس کو امی یا اماں ہی کہا جاتا ہے مگر مجھے تو اپنی بہوؤں کے منہ سے امی سننا بہت اچھا لگے گا۔ جس عورت کے صرف بیٹے ہوں ماشاء اللہ تو اسے بہو لانے کی بڑی جلدی ہوتی ہے۔ کیونکہ پھر وہ پلی پلائی بیٹیوں کی ماں بھی بن جاتی ہیں۔ کیوں؟" حور بانو ہنستے ہوئے بڑے پر شوق اور والہانہ انداز سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"جی ......" حبا نے نظریں جھکا لیں اور مسکرا کر "جی" کہا۔ خلوص تو اپنی جگہ خود منوا لیتا ہے۔ حبا پر ان کے جذباتی اظہار کا بہت مثبت ردعمل تھا۔ تاثر پر جو بد مزگی کا تاثر سا

پر طاری ہو گیا تھا وہ جاتا رہا۔ اعصابی تناؤ ڈھیلا پڑا تو نظریں ہر طرف پڑنے لگیں۔ احساس ہوا وہ بہت ہی خوبصورت اور شاندار گھر میں بیٹھی ہوئی ہے اور یہ گھر اس کا ہے۔ حور بانو کے خلوص اور شیریں بیانی میں بڑا دم تھا۔ کونے کھدرے میں بھی کوئی خلش، ہر ہمہ اور بیٹھا کوئی ملال، سب کہیں گم ہو گئے۔ وہ بڑی تازہ دم سی ہو کر اپنے بیڈ روم میں چلی آئی۔ حور بانو فون پر مصروف ہو گئیں۔

سرمد تقریباً تیار ہو چکا تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑا پرفیوم اسپرے کر رہا تھا۔ حبا کی نظر خود بخود اس پر پڑ گئی۔ وہ بہت شاندار نظر آ رہا تھا۔ کوئی کمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ جیسے کسی بنک کے ایڈ میں نظر آنے والا گریس فل ماڈل، جو دسیوں مرحلوں سے گزر کر سلیکٹ ہوتا ہے۔

"ٹھیک سے دیکھ لو، کوئی پابندی نہیں ہے۔" سرمد نے اس کی نظروں کی دلچسپی کو محسوس کر لیا تھا۔

حبا نے فوراً نظروں کا رخ موڑ لیا۔

"پابندیوں کو تو میں خاطر میں بھی نہیں لاتی، پابند ہونے کے لئے قائل ہونا ضروری ہے۔" اس نے بے نیازی سے کہا اور چیئر پر بیٹھ گئی۔

"جینئس ...... ارے تم تو مجھے ڈرا رہی ہو۔ مرد ذہین عورت سے بہت ڈرتا ہے۔" سرمد نے قریب آ کر شرارت سے اس پر پرفیوم اسپرے کر دیا۔

"جو اللہ سے ڈرتا ہے اسے کسی سے ڈرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ تو ہر وقت ایزی فیل کرتا ہے۔ اس کے اندر کوئی Guilt ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے ریلیکس ہوتا ہے۔" جانے اب کیا بات اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ سرمد فوراً نظریں چرا گیا اور پرفیوم رکھتے ہوئے بڑے سپاٹ لہجے میں بولا۔

"تم میری آزاد فطرت کو زنجیر پہنانے کی کوشش مت کرنا۔ یہ پرمیشن تو میں نے ماں کو بھی نہیں دی۔ مجھے گمراہ سمجھ کر (Reformer) مصلح بننے کی کوشش مت کرنا۔ آخری بات بھی کہ میں کمپرومائز نہیں کرتا۔ اس لئے کہ مجھے کمپرومائز کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ صادق حسین کی بیٹی اس گھر میں بھی ان کی بیٹی نظر آنا چاہئے۔ اسے خود کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔ ...... اب ہم لیٹ آورز میں ملیں گے۔ تم فیملی کے ساتھ ڈنر انجوائے کرنا۔ او کے ...... گڈ بائے ...... گڈ نائٹ ......!"

"اینڈ گڈ بائے ...... !"

سرمد نے بریف کیس اٹھا کر اس کے رخسار کو چھوا اور باہر نکل گیا۔

چاہیے اس کے ایک ایک لفظ کے معنی کی گہرائی ڈھونڈنے کی۔



صادقہ بیگم گھر میں داخل ہوئیں تو بڑی دادی نے استقبال بنانا شروع کر دیئے۔

"آؤ آؤ..... ! وعلیکم السلام..... ! جیتی رہو..... !! اے بچے..... ! خالی ہاتھ چلی آرہی ہو۔ بات پکی کرنے کی مٹھائی نہیں لائیں۔ یا کارٹ (کارڈ) کے سنگ ہی کھلاؤ گی۔" ان کی طرف سے بغیر کسی توقف کے گولہ باری شروع ہو گئی تھی۔

"ہائے اماں..... ! سانس تو لینے دیں اسے۔ بیٹھنے تو دیں۔" طاہرہ بیگم کی وضعداری طبیعت پر یہ بد لحاظی شاق گزری، تو فوراً ساس کو ٹوک دیا۔

"اے..... ! تو کون سا پیدل آئی ہے..... ؟ ٹھنڈی موٹر میں بیٹھی، یہاں اتر گئی۔ ماشاء اللہ..... اللہ اور رزق میں برکت دے، پھولے پھلے۔" بڑی دادی تو جیسے بھری بیٹھی تھیں۔

"بہت ناراض ہیں بڑی اماں..... ! میں اسی خیال سے سارے کام چھوڑ کر پہلی فرصت میں آئی۔ مجھے اماں نے فون تھوڑے سے اشارے کنائے میں بات کی تھی اسی وقت سے میں فکر میں تھی کہ آپ لوگ پتا نہیں کیا کچھ سوچ بیٹھے ہوں گے۔" صادقہ بیگم جان بوجھ کر بڑی اماں کے قریب بیٹھیں تاکہ اپنائیت کا پہلا احساس انہیں تھوڑا سا ٹھنڈا کر دے۔

"اے تو بیوی..... اول کو ذکر نہیں ہوگا، گھر کی بات اور دوسروں سے پتا چل رہی ہے..... ہم تو حق کی بولو۔" بڑی دادی اب خود پر خاصا کنٹرول کر چکی تھیں۔

"چائے پیئو گی صادقہ..... ! یا ٹھنڈا لاؤں..... ؟" طاہرہ بیگم نے آداب میزبانی کو اہمیت دی کہ باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی۔

"کچھ نہیں بھابی..... اچھا ہے کا کپ رکھ کر گھر سے چلی تھی۔ دوپہر کو یہیں ہوں، کھانا آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گی مگر کوئی تکلف نہیں، آپ لوگ پہلے ہی بہت تھکے ہوئے ہیں۔ خیر سے دو دو شادیاں تھیں، پھیلاوا سمیٹنے میں دن لگ جاتے ہیں، آپ جو کام کر رہی تھیں کر لیں۔ میں ذرا بڑی اماں کا غصہ ٹھنڈا کر لوں۔" وہ اب مسکرا کر بڑی دادی کو دیکھ رہی تھیں۔

"شکل و صورت سے کیسی ہے..... ؟" اس مرتبہ بھی بڑی دادی ہی نے سوال کیا تھا۔

"اللہ کی بنائی ہوئی شکل ہے، ماشاء اللہ اچھی ہے۔ اماں..... ! انسان کی اصل خوبی تو اس کا کردار ہوتا ہے۔ لڑکی بڑی سنجیدہ اور سوجھ بوجھ والی ہے۔ میں لے کر جاؤں گی آپ سب کو ملاؤں گی اس سے۔ جب تاریخ طے کرنے کا وقت آئے گا تب بھی آپ ساتھ ہوں گی۔ آپ کے

بڑھاپے میں گھر میں کوئی خوشی کر سکتی ہوں..... ؟" "آپ بچوں کی خوشیوں کی دعا کریں اماں اللہ سے نیک امید رکھیں۔ جس نے دو بیٹیوں کو اچھے گھر اور نصیب دیئے، وہ بیٹے کے لیے بھی راستہ نکالے گا۔ ان شاء اللہ اس کا بھی اچھا ہوگا۔ بھابی نے بڑی ہمت اور محنت سے یہ گھر بنایا ہے۔ اولاد کو تعلیم دلائی، نیک تربیت کی۔ اللہ ضرور اس کا صلہ دے گا۔" صادقہ بیگم بہت کچھ بغیر کہے محسوس کر رہی تھیں۔ بڑی اماں کی ڈھکی چھپی خفگی کا مطلب وہ بہت اچھی طرح سمجھ رہی تھیں۔

"ہاں بیٹی..... ! بس دعا کرو اللہ دوہاجو سے بچائے۔ کوئی کنوارا لے میری بچی کو۔ بہت بڑا دل ہے، بہت گن والی لائق بچی ہے۔" بڑی دادی کو دوہاجو کے ہاتھ سے نکل جانے پر کسی کل چین نہیں پڑ رہا تھا۔ یوں جیسے کوئی بچہ رونے کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہو۔

"بڑے بوڑھوں سے سنا ہے کہ انسان بڑا بول نہ بولے، بڑا نوالہ کھائے بعض وقت جس بات سے ہم کتراتے ہیں وہی ہو جاتی ہے۔ یہ دعا کریں جو بھی اس کے نصیب سے لے اس کو خوش رکھے، اس کو سکھ دے، اس کی قدر کرے، آمین..... !" چھوٹی دادی اب جھنجھلا کر بھی آخر بول ہی پڑیں۔

"جس تن لاگے وہ تن جانے۔ یہ بھی بڑے بوڑھوں ہی نے کہا ہے۔ مرد کے دل کو کوئی لگی ہی ہوئی ہو وہ مرد کیا خاک خوش رکھے گا..... ؟ ایک سے زیادہ بیویاں کر کے مرد اپنے ارمان ٹھنڈے کر لیتا ہے مگر عورتوں کا بیڑہ غرق کر دیتا ہے۔ عورت اسی الجھن میں رہتی ہے پتا نہیں اِدھر زیادہ ہے یا اُدھر۔" بڑی دادی نے بری طرح چیخ کر کہا۔

"اماں..... دوہاجو تو اس کو بھی کہتے ہیں جس کی بیوی مر گئی ہو یا اس نے بیوی کو چھوڑ دیا ہو۔ میرے مراد..... جگہ خالی ہو گی تو بھی دوسری شادی کی ضرورت ہوتی ہے۔" طاہرہ بیگم نے دوہاجو کی تشریح کرنا ضروری خیال کیا۔

"ہاں بیٹی..... ! مگر پہلی دوسری میں فرق تو پچھتا رہے گا ناں..... ! مقابلہ تو کرے گا ناں..... !" بڑی دادی کو ہار ماننے کی عادت ہی نہیں تھی۔

"اگر عورت پورے خلوص سے اپنے فرائض ادا کرے تو دل جیت لیتی ہے۔ خواہ کسی کا مرد ہو۔ چھوڑو، کیا عورتوں کی دو دو تین تین شادیاں نہیں ہوتیں..... ؟ بیوہ ہو کر یا کوئی مرد اور طلاق یافتہ سے نکاح ہی نہ کرے کہ یہ جہیز میں پہلے والے کی یادیں ساتھ لائے گی..... ؟" چھوٹی دادی نے پیشانی پر بل ڈال کر بڑی منطقی بات کی۔

"اماں..... ! آپ اچھے جہاں اچھا۔ انسان کی عادت اچھی ہو تو سب کو پیارا ہو جاتا

ہے۔ فرض کریں اگر کوئی مر گیا اور وہ بہت اچھا اور خوبیوں والا تھا تو اس کو اچھے الفاظ میں یاد کرنا کوئی بری بات ہے......؟ رات کو رات اور دن کو دن کہا جاتا ہے۔ میں نے تو حنا کو سمجھا دیا تھا کہ کبھی مرنے والی سے حد محسوس مت کرنا۔ اگر تمہارا شوہر اسے اچھے الفاظ میں یاد کرتا ہے تو وہ خود خوبی والا ہے۔ احسان فراموش نہیں ہے۔ جب وہ اس کی خوبیوں کو یاد کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ تمہاری بھی قدر کرے گا۔ اگر اس کے ساتھ اچھے سبھاؤ سے چلو گی۔"

طاہرہ بیگم نے بڑی متانت سے بہت وزنی بات کی۔

صادقہ بیگم کو سچ مچ بھاوج پر پیار آ گیا۔ اُٹھ کر ان سے لپٹ گئیں۔

"کوئی ہے میری بھابی جیسا دُنیا میں......؟" انہوں نے طاہرہ بیگم کا رُخسار چوم لیا۔

"ڈاؤلینس ریلا ئبل ہے۔" ہما نے کچن سے جھانک کر شرارت سے ٹکڑا لگایا۔

ملی جلی ہنسی سے ماحول یکدم خوشگوار ہو گیا۔

"ارے......! اسے حرا کو اُٹھاؤ، دن چڑھ گیا، کب تک پڑی سوتی رہے گی......؟" بڑی دادی نے اپنی خجالت مٹانے کے لئے حرا کا سہارا ڈھونڈا۔

"امتحان ہونے والے ہیں۔ بچی رات گئے تک پڑھتی رہتی ہے، سونے دو۔ اس کے بغیر کون سا کام رُکا ہوا ہے......؟ میری تو تمنا ہے حرا ڈاکٹر بن جائے۔ بیعہ، بیلا کی طرح۔" چھوٹی دادی نے بڑی دادی کو منا کر فوراً ہی اپنی دلی آرزو بھی بیان کر دی۔

"اگر پڑھائی میں اچھی ہے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ اگر خود اس کی اپنی بھی خواہش ہو تب۔" صادقہ بیگم نے دلی مسرت کا اظہار کیا۔ ان کے لئے یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ ان کی بھتیجی بھی کوئی کیریئر بنانا چاہتی ہو اور ان کے بھائی کو بھی ڈاکٹر بیٹی کے باپ ہونے کا اعزاز ملے۔

"پھپھو......! میں تو آرٹس کالج میں ایڈمیشن لینے کا سوچ رہی ہوں۔ آج کل انٹیریئر ڈیکوریشن کا بڑا اسکوپ ہے۔ کام بھی بہت خوبصورت ہے، سجانا بنانا، خراب کو اچھا کرنا، خوبصورت کو بہت خوبصورت بنانا۔" ہما نے کچن سے باہر آتے ہوئے بڑے پُرشوق لہجے میں اپنی خواہش بیان کی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بہت دلچسپ اور خوبصورت کام ہے۔ تو کیوں وقت ضائع کر رہی ہو......؟ ایڈمیشن لے لو۔"

اس نے تو ایک دن اپنے گھر جانا ہی ہے۔ اس کے بعد بھی گھر میں سب کام ہوں گے۔ آپ نے اسے کیوں سوا بچاس کی مزدوری پر لگا رکھا ہے......؟ کرنے دیں اسے اپنا شوق پورا۔" صادقہ بیگم نے ہما کی سفارش کی۔

"میں نے سوچا داخلہ لے لے گی تو پابند ہو جائے گی اگر کوئی اچھا رشتہ آ گیا تو بیچ میں چھوڑنا پڑے گا۔ خواہ مخواہ پیسہ برباد ہو گا۔ نہ حاصل نہ وصول۔" طاہرہ بیگم نے وجہ بتائی۔

"شادی تو اپنے وقت پر ہی ہو گی۔ جو نصیب میں ہے مل کر رہے گا۔ یہ قیمتی وقت ہے یہ اسے ضائع مت کریں۔ اعلیٰ تعلیم سے تو لڑکی کا معیار اور بلند ہوتا ہے۔ زیادہ اچھے لوگ توجہ دیتے ہیں۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے بچی......!" چھوٹی دادی نے صادقہ بیگم کی تائید کی۔ طاہرہ بیگم نے سر اُٹھا کر ہما کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آرزوؤں کے جگنو چمک رہے تھے۔

"ٹھیک ہے......! اس نے پہلے کبھی اپنے شوق کا اظہار نہیں کیا۔ پہلے کہتی تو میں سوچتی۔ چلو خیر، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے......؟ بیٹیوں سے کیا سہارے ڈھونڈنا......؟ انہوں نے تو بھی ایک نہ ایک دن چھوڑ کر چلے جانا ہوتا ہے۔" طاہرہ بیگم نے خود کلامی کے انداز میں کہتے ہوئے قینچی کی تلاش میں اِدھر اُدھر ہاتھ مارا۔

ماحول میں ایک سکون اور خوشگواری کا تاثر غالب آ چکا تھا۔



دانیال گھر خاصا لیٹ آیا تھا۔ اسے تجسس تو تھا کہ ربیعہ، بیلا، تحریم کے ساتھ لنچ کرنے گئی تھیں یا نہیں۔ مگر ماحول کا تاثر یوں تھا جیسے سب سو چکے ہوں۔ ملازم اسے دیکھتے ہی کھانے کا پوچھنے آ گیا تھا۔ یہ اس کے لئے حیرت کی بات تھی کہ عموماً جب بھی وہ لیٹ ہوتا تھا تو صادقہ بیگم اس کے انتظار میں بیٹھی ملتی تھیں۔

"اماں جان سو گئیں......؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں......! وہ صاحب کے ساتھ کہیں کھانے پر گئی ہیں۔" ملازم نے جواب دیا۔

"میں برگر کھا چکا ہوں مجھے بھوک نہیں ہے۔ تم بھی جا کر آرام کرو۔"

"چائے کافی صاحب......؟" ملازم لڑکے نے پوچھا۔

"نہیں......! کچھ نہیں......! بس اب سونا چاہتا ہوں۔ خدا کرے نیند آ جائے۔"

آخری جملہ اس نے جیسے خود سے کہا اور اپنے کمرے میں چلا آیا۔

کمرے میں داخل ہوا تو فوراً ہی اس کے موبائل پر رِنگ ہوئی Coming Call کسی Unknown نمبر سے تھی، اس نے اُلجھتے ہوئے اٹینڈ کی۔

دوسری طرف تحریم اپنے موبائل سے بات کر رہی تھی۔
"السلام علیکم......" اس کی مدھر آواز اس کے کان میں جیسے گنگنائی۔ وہ ایک دم جیسے ...ت ہو گیا۔
"وعلیکم السلام...... خیریت ہے......؟" اس نے جیسے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
"ہم نے تو آپ کی خیریت پوچھنے کے لئے فون کیا ہے۔ سو رہے تھے یا رو رہے ...ے......؟" تحریم کے انداز و لب و لہجے کی شگفتگی نے جیسے اسے حواس باختہ سا کر دیا۔
"کسی کا مذاق نہیں اڑانا چاہئے، گناہ ملتا ہے۔ برا وقت تو کسی پر بھی آ سکتا ہے۔ اس ...لئے کوئی خاص بندے نامزد نہیں ہوتے۔ توبہ کریں اللہ سے۔" دانیال بھی خود کو سنبھال کر ...رے پر ڈٹ گیا۔
"یہ والا برا وقت تو ہم پر تب ہی آئے گا جب آپ ہم سے دھوکہ کریں گے۔ فی الحال تو ہم آزاد ہیں۔ عشق محبت تو بہت بری غلامی ہے، بقول شاعر ؎

عمر میری تھی بسر اس نے کیا

ہم ایک بار ملی ہوئی قیمتی زندگی اتنی آسانی سے کسی کو استعمال کرنے کے لئے نہیں دے سکتے۔" تحریم بات کے اختتام پر دھیرے سے ہنسی۔
"آپ بہت عجیب لڑکی ہیں، عجیب و غریب نہیں کہہ سکتا...... کہ غریب تو آپ کے ڈاکر بھی نہیں ہیں۔" دانیال بھی پھر اپنے نام کا ایک تھا۔
تحریم کھلکھلا کر ہنسی۔
"بات ہو جاتی ہے مسٹر دانیال......! اب آپ میری پراپرٹی ہیں۔ میرے اور آپ کے باپ نے مل کر ہمیں ایک دوسرے کی پراپرٹی بنا دیا ہے۔ پراپرٹی کی دیکھ بھال بہت ضروری ہوتی ہے اور میں وہی کر رہی ہوں۔"
"اچھا کیا آپ نے وضاحت کر دی کہ ایک دوسرے کی پراپرٹی ورنہ "میری پراپرٹی" سن کر تو میں غصے سے ناچنے والا تھا۔" دانیال نے شگفتگی سے کہا۔
"آپ غصے میں ناچتے ہیں......؟ میں نے تو سنا ہے لوگ خوشی سے ناچتے ہیں۔" تحریم نے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔
"خوشی کہاں......؟ وہ تو گمشدہ خزانہ ہوا جسے اب ڈھونڈنا پڑے گا۔" دانیال نے بھی

"مجھے گمشدہ چیزیں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ آپ کے لئے کوشش کروں گی۔" پھر اس نے خلاف توقع رابطہ منقطع کر دیا۔
دانیال حیرت کے سمندر میں غوطے لگا رہا تھا۔ جیسے چاروں طبق روشن ہو گئے تھے۔



حبا کو جانے کب اونگھ آ گئی تھی۔ ایک جھٹکے سے اس نے کلاک کی طرف دیکھا تھا۔ اس نے تو ابھی تک شب خوابی کا لباس بھی نہیں پہنا تھا۔ صوفے پر بیٹھے بیٹھے اونگھ گئی تھی۔ شادی کی دعوت کھانے کے بعد نیند میں بھی بڑا زور ہوتا ہے۔ اگرچہ ابھی تک ایک ملال دماغ کے زیر اثر تھی۔ شادی کے بعد پہلی دعوت وہ بھی دولہا کے بغیر۔ مگر اتنی رونق اور چہل پہل تھی کہ وقتی طور پر بہل گئی تھی۔
سرمد دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو حبا کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک رہی تھی۔ سرمد نے اس کا شانہ ہلایا تو وہ چونک پڑی۔ نیند بھری آنکھوں سے پہلے سرمد کی طرف پھر وال کلاک کی طرف دیکھا۔ صبح کی آہٹیں شروع ہونے والی تھیں۔ تین بج رہے تھے۔



حبا ایک دم ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔
"کہاں تھے آپ......؟" اس نے ایک مرتبہ پھر کلاک کی طرف دیکھا کہ شاید اس نے نیند میں غلط وقت دیکھ لیا ہو۔
"یہ سوال مجھ سے کبھی نہ کرنا۔ میں کسی سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔" سرمد گلے سے ٹائی اتار رہا تھا۔
"کیوں......؟ یہ سوال تو گھر کا کوئی بھی فرد کر سکتا ہے......؟ میں نے کون سا انوکھا سوال کیا ہے......؟" حبا نے نیند کا پردہ ذہن سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
"میں صبح دس بجے تک اب تمہارے پاس ہوں...... No More" سرمد نے وارڈروب کھولتے ہوئے بے تاثر لہجے میں کہا۔
"میرے پاس یا گہری نیند کے ساتھ اپنے بیڈ پر......؟" حبا نے وارڈروب کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"اگر میں تمہارے ساتھ ہوں، تمہارے سامنے ہوں، موجود ہوں تو یہ بھی تمہاری

''اچھا......! آپ اتنے پیسے والے ہیں، اپنی ڈی بنوا کر اس کمرے میں کیوں نہیں سجا دیتے......؟''

''شٹ اَپ......!'' سرمد نے تندی سے حبا کی بات کاٹ دی۔

''تمہارا ہز بینڈ لاکھوں روپے ٹیکس دیتا ہے گورنمنٹ کو۔ لوئر مڈل کلاس کا جونیئر کلرک نہیں ہے کہ آفس میں دبا کر چائے پیے۔ اُلٹی سیدھی فائلیں نمٹانے اور پانچ بجے گھر آ کر ٹی وی کے سامنے بیٹھ جائے اور بیوی پر رعب جمائے کہ بہت کام کر کے آیا ہے۔ ہم صبح سے رات تک بزی ہوتے ہیں تب کروڑوں کماتے ہیں اور اپنی فیملی کو سپر لگژری لائف پرووائڈ کرتے ہیں۔''

''میری بیوی کا فرض ہے وہ اس حقیقت کو Realize کرے۔'' سرمد نے نائٹ نکال کر وارڈ روب زور سے بند کی۔

''سپر لگژری آئٹم کسی زندہ انسان کا نعم البدل تو نہیں ہوتے۔'' حبا بولے بغیر رہ نہیں سکی تھی۔

''جن کے پاس نہیں ہیں ان سے پوچھو۔ تم تو ایک جمپ میں اپروچ کر گئی ہو۔''

سرمد نے بڑے توہین آمیز لہجے میں بات کی۔

حبا کے تو جیسے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

''میں بھاگ کر نہیں آئی، نہ میں نے آپ کی منتیں کی تھیں۔ آپ کی ماں نے مجھے پسند کیا، آپ کے پاس اختیار تھا، آپ کے پاس اختیار تھا، آپ انکار کر دیتے، آپ کا کچھ بھی نہ بگڑتا۔'' اس نے بڑی بے خوفی سے کہا تھا۔

''مجھے نینس مت کرو حبا......! ورنہ میں گھر آنا ہی چھوڑ دوں گا۔ مجھے لڑنے جھگڑنے والی بیوی نہیں چاہیے۔ اپر کلاس میں مجھے لڑکیوں کی کمی نہیں تھی۔ میں نے تو یہ سوچ کر تم سے شادی کی تھی کہ تنگی ترشی میں وقت گزارنے والی لڑکی بڑی پیشنٹ (صابر) ہوتی ہے۔'' سرمد تھکن اور نیند کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی جھلا رہا تھا۔

''ہم نے کوئی تنگی ترشی میں وقت نہیں گزارا۔ میرے ماں باپ دونوں کماتے تھے، میری ماں ایک سلیقہ مند عورت ہے۔ گھر میں وہ سب کچھ پکتا تھا جو ہم شوق سے کھاتے تھے۔ کپڑے بھی اچھا پہنتے تھے۔ وقت سے سوتے تھے۔ ہمارے پیرنٹس میں کبھی ''تو تو میں میں'' نہیں ہوئی۔ بہت نارمل ماحول میں وقت گزار کر آپ کے گھر آئی ہوں۔'' حبا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''تم تو اس طرح لڑ رہی ہو جیسے بہت پرانے میاں بیوی لڑتے ہیں۔ ہماری شادی کو

دن ہی کتنے ہوئے ہیں......؟'' اس مرتبہ سرمد کا لہجہ دھیما مگر حیرت زدہ تھا۔

''اور ان چند دنوں میں میری آپ سے دو تین گھنٹے ہی بات ہوئی ہے، جس میں سے ایک گھنٹہ جھگڑنے کا الگ کر لیں۔'' حبا دھپ سے بیڈ پر بیٹھ گئی، ہوڈ ہوز آف تھا۔

''حبا......! تم Realize کرو، کلاس ڈفرنس بہت امپورٹنٹ فیکٹر ہے۔ تم آہستہ آہستہ عادی ہو جاؤ گی اور اپنی ایکٹویٹیز ڈھونڈ لوگی۔ بڑے بزنس مین کے پاس وقت نہیں ہوتا، وہ وقت نکالتا ہے، اپنے سینس آف ڈیوٹی کی وجہ سے، بات سمجھنے کی کوشش کرو۔'' سرمد کے انداز میں اب قدرے تحمل تھا جیسے وہ حبا کی سائیکالوجی میں اتر گیا تھا اور اس کی فیلنگز سمجھ رہا تھا۔

''رات تین بجے تک کون سا بزنس ہوتا ہے......؟'' حبا چڑ کر بولی۔

''اسی وقت تو بزنس ہوتا ہے۔ دن میں تو پلاننگ ہوتی ہے، فائلیں اور میٹنگز سائن ہوتے ہیں۔''

سرمد نے جیسے زیر لب کہا اور چھپاک سے واش روم میں گھس گیا۔

حبا بیٹھی گتھیاں سلجھا رہی تھی۔

''اس وقت بزنس ہوتا ہے......؟''



صادقہ بیگم بیلا کے ساتھ بازار جانے کے لئے گھر سے نکلی ہی تھیں کہ اشرف علی کا فون آگیا۔ اشرف علی کبھی بلاضرورت، بلاوجہ گھر فون نہیں کرتے تھے۔ اس لئے صادقہ بیگم ایک دم فکرمندی نظر آئیں اور محتاط انداز میں کال ریسیو کی۔

''ہیلو......! السلام علیکم......!''

''ہاں صادقہ......! میں اشرف علی بات کر رہا ہوں، دیکھو ایمرجنسی ہوگئی ہے۔ شیخ صاحب کا فون آیا تھا، وہ کہہ رہے ہیں وہ کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہے ہیں اور چاہ رہے ہیں کہ کل شام تک نکاح ہو جائے۔''

''کل شام......؟ اتنی جلدی......؟ بہت سی ضروری تیاریاں کرنا ہوتی ہیں۔ دو چار قریبی لوگوں کو تو بلانا ہوتا ہے ورنہ ساری زندگی معذرتیں کرنا پڑتی ہیں۔'' صادقہ بیگم کے تو ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔

''ہاں تو ٹھیک ہے، چوبیس گھنٹے میں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ میں اب انہیں ٹال نہیں سکتا۔ وہ تو ہارٹ پیشنٹ ہیں، ان کی بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ بس تم کل کے لئے تیاری کرو۔

جس کو بلانا چاہتی ہو بلالو۔ زیادہ دوڑ دھوپ کرنے کی ضرورت نہیں، بیس پچیس لوگ کافی ہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

صادقہ بیگم سیل ہاتھ میں پکڑے گم سم سی بیٹھی رہ گئیں۔ ایک دم سے تو سمجھ میں بھی نہیں آرہا تھا کہ کس کو بلائیں؟ اور کس کو رہنے دیں؟

"کیا ہوا اماں جان......!" بیک سیٹ پر ساتھ بیٹھی بیلا نے متفکر انداز میں ماں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آں......! کچھ نہیں......! تمہارے ابا جان کا فون تھا۔ شیخ صاحب کل شام نکاح کے لئے کہہ رہے ہیں۔" انہوں نے خیال میں کھوئے کھوئے آہستہ آواز میں جواب دیا۔

"کل شام......؟ اتنی جلدی......؟ ابھی تو بہت سی تیاریاں......"

"شیخ صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" انہوں نے بیلا کی بات کاٹ کر سیل پرس میں رکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر دانیال بھائی کو تو بتا دیں، انہوں نے بھی تو اپنے دوستوں کو انوائٹ کرنا ہوگا۔" بیلا نے کہا۔

"ہوں......! گھر واپس جا کر اسے کو ٹیکٹ کروں گی۔ سب کچھ ہی اُلٹ پلٹ ہو گیا۔ خیر اللہ مالک ہے۔" وہ خود کلامی کے انداز میں گویا ہوئیں۔

"اماں جان......! جیولری کا تو مسئلہ نہیں ہے مگر وہ نکاح کا سوٹ......؟ دیکھتے ہیں کوئی اچھا ریڈی میٹ مل جائے تو ورنہ سادہ سا ہی تو میں ارجنٹ تیار کرا ہی لوں گی، فال اور بیلٹ لگانا ہوگی اور بلاؤز تیار کرانا ہوگا، وہ میں خلیل سے کہہ دوں گی تو کر دے گا۔" انہوں نے اپنے ٹیلر کا نام لے کر گویا بیلا کو تسلی دی۔

مگر بیلا پر ایک بیقراری سوار تو ہو ہی چکی تھی۔ آخر زندگی کی اہم ترین تقریب سر پر سوار تھی۔

♥♥♥

"ارے گولو......! ہم بچوں کے کہے پر چلنے والے نہیں۔ بھلے بولتی رہے، یہ پوچھنا ہے، وہ پڑھنا ہے، چودہ پڑھے کہ سولہ، کرنا تو آخرکار گھر داری ہے۔ تم ڈھونڈو اس کے لئے کوئی رشتہ بیگم اللہ کے واسطے کوئی دوہاجو (شادی شدہ) مت اُٹھا لانا۔ چلو ایک دے دی، نصیب اس کا۔" بڑی دادی اک تو اتر سے کہہ رہی تھیں۔

"توبہ اماں......! اتنے بڑے بول مت بولیں۔ انسان کا اختیاری کتنا ہے......؟ کوئی جیتا ہے......؟ دعا کریں جو بھی ہو نیک ہو، ہماری بچی کے حق میں اچھا ہو۔" طاہرہ بیگم نے کپڑے پر چلتی قینچی روک کر جیسے دہل کر ساس کو ٹوکا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو دلہن......! شادی شدہ خوشی کی ضمانت ہے نہ کنوارا خوشی تو نصیب سے ملتی ہے۔" گول اماں نے جھٹ طاہرہ بیگم کی تائید کی کہ ان کے امکانات میں شادی شدہ بھی رہتے تھے اور وہ مایوس کسی کو کرنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ جو بھی ان سے رجوع کرتا ان کا بھی دل چاہتا ہے کہ جادو کے زور سے ابھی اس کا نکاح پڑھوا دیں۔

"ماشاء اللہ......! اپنی حنا ہی کو دیکھ لو۔ اللہ نظر بد سے بچائے، کتنی خوش ہے، پاؤں دھرتی کہیں ہے، پڑتا کہیں ہے۔" گول اماں نے اپنی تازہ ترین کامیابی کی طرف توجہ دلائی۔ مگر ایک دم کسی دھیان سے چونک پڑیں۔

"اے......! چھوٹی آپا دکھائی نہیں پڑیں۔ صادقہ کی طرف گئی ہوئی ہیں......؟" گول اماں کو اپنے مضبوط حمایتی کی یاد آئی۔

"گوشت مرغی ختم تھا۔ آج ناغہ ختم ہوا تو ناشتہ کرتے ہی چل دیں کہ بعد میں رش بہت ہوگا۔" طاہرہ بیگم نے اپنا کام جاری رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"حرا تو سکول گئی ہوگی، حبا بھی نظر نہیں آرہی......؟" گول اماں پوچھنے لگیں۔

"اندر کپڑے استری کر رہی ہے۔" بڑی دادی خود کو خاصا کنٹرول کر چکی تھیں۔ گول اماں اور بہو نے باہمی اختلاف سے ان کا موڈ آف کر دیا تھا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ بڑی دادی یوں اُٹھیں جیسے واقعی انہیں کسی کے فون کا انتظار تھا۔

"شاید حبا کا ہو......؟ ناشتہ کرتے ہی فون کرتی ہے۔" طاہرہ بیگم بھی پرجوش اور متجسس نظر آئیں۔ بڑی دادی ریسیور اُٹھا چکی تھیں اور بڑی خوش اخلاقی سے "ہیلو" کہا تھا۔

"وعلیکم السلام......! جیتی رہو......! خیر خیریت ہے ناں......؟" وہ بڑی محبت سے پوچھ رہی تھیں۔

طاہرہ بیگم کو یقین ہو گیا کہ حبا کا فون ہے۔ وہ اپنا کام چھوڑ چھاڑ اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ہاں ہاں......! بولو......!" بڑی دادی بڑی توجہ سے دوسری طرف کی بات سن رہی تھیں۔

"مبارک ہو...... اللہ خوش رکھے، ہمیں تو پہلے ہی اندازہ تھا کہ کافی دنوں سے چکر چل رہا ہے۔ ورنہ ایک دن میں کس کا نکاح ہوا ہے......؟ جھٹ منگنی پٹ بیاہ تو سنا ہے مگر اتنا پٹ بیاہ بھی نہیں ہوتا۔ خیر بیوی...... ہم تو تمہاری خوشی میں خوش ہیں۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔ اللہ بچے کو خوشیاں دکھائے، آمین...... اماں تو تمہاری بازار کو نکلی ہوئی ہیں۔ یہ لو اپنی بھابی سے بات کرو۔" بڑی دادی نے ریسیور طاہرہ بیگم کو تھما دیا جو سب کچھ سمجھ کر مطمئن سی اپنی جگہ کھڑی تھیں کہ صادقہ بیگم کا فون ہے اور وہ دانیال کی شادی کا شاید بلاوا دے رہی ہیں۔ انہوں ریسیور کان سے لگایا۔

"ہیلو...... وعلیکم السلام...... اوہ تو میں نے اندازہ لگا لیا کہ تم نے کس سلسلے میں فون کیا ہے۔"

"اندازہ کیوں نہ لگاؤ گی دلہن......!" بڑی آپا تو فون کرنے والے کی بات ساتھ ساتھ دہراتی ہیں اور جواب بھی دیتی ہیں۔ تین منٹ کی کال چھ منٹ کی پڑتی ہے۔" گول اماں بھی بڑی دلچسپی سے فون پر ہونے والی بات چیت سن رہی تھیں۔ بیچ میں لقمہ دیئے بغیر رہ نہ سکیں بعد میں "قل قل" ہنسی تھیں۔

"اے......! تو وہ کون پی سی او سے فون کر رہی ہے۔ خیر سے گھر میں تین تین ٹیلی فون ہیں۔ ایک ایک گھر والے ہاتھ میں لئے گھومتے ہیں۔ اس زمانے میں اور ہے ہی کیا......؟ مہنگائی اور ٹیلی فون کی گھنٹیاں۔" بڑی دادی کو گول اماں کی چھیڑ چھاڑ پر قدرے غصہ آ گیا۔ پیشانی پر سلوٹیں پڑے تھے۔

"اے بنّاؤ...... ! تم تو برا مان جاتی ہو، ذرا سا مذاق تو سہہ لیا کرو۔"

"ہاں ہاں......! کیوں نہیں......؟ ہم ضرور آئیں گے، ہمارے بچے کی خوشی ہے، سر کے بل آئیں گے۔ اللہ خوشی راس لائے، آمین......! ہاں ہاں......! ٹھیک ہے......! میں بتا دوں گی تمہارے بھائی کو۔ میرے لائق کوئی کام سمجھو تو بلا تکلف کہو۔" طاہرہ بیگم بڑی وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنائیت کا بھرپور مظاہرہ کر رہی تھیں۔

"اچھا ٹھیک......! انشاء اللہ کل ملاقات ہو گی۔" انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"بھائی کی بیٹیاں بیٹھی ہیں اور صادقہ باہر سے بہو لا رہی ہے۔ ارے......! پہلے تو ان بچیوں کا حق ہے۔" گول اماں نے گویا پھلجھڑی چھوڑی تھی۔

"ارے...... ! قیامت کی نشانیاں ہیں۔" بڑی دادی نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"ہوں گی بہت سی قیامت کی نشانیاں مگر یہ نہیں ہے۔ سب کا حق ہے کہ اپنی اولاد کے لئے جو بہتر سمجھیں، کریں۔" طاہرہ بیگم نے بڑی متانت اور رواداری سے بڑی دادی کا خیال مسترد کیا۔

"اے بنّاؤ دلہن......! یہ تمہارے مزاج کی نرمی ہی کی وجہ سے اتنا اچھا لڑکا ہاتھ سے نکلا ہے۔ ذرا نند کو کچھ جتاتیں، احساس دلاتیں تو وہ کچھ تو سوچتی۔" بڑی دادی اور حقیقت بہت حق تو، وہ تو دانیال کو آج تک مستقبل کے داماد کی حیثیت ہی سے دیکھتی رہی تھیں۔

"اماں......! جب سب کچھ صاف نظر آتا ہے اور محسوس ہوتا ہو تو کیوں اپنی بات کھوئیں......؟" طاہرہ بیگم بالکل غیر جذباتی اور متحمل ہو کر جواب دے رہی تھیں۔

"خیر آپا......! یہ سب مقدر کے کھیل ہیں۔ ہوک مت ڈالو۔ تمہاری اپنی بچی کی خوشی ہے۔ بچے کو دعا دو۔" گول اماں نے خود ہی بھس میں چنگاری ڈالی اور خود ہی پانی ڈالنے لگیں۔

"اب آپ کل کی تیاری شروع کریں۔ ابھی سے دیکھ لیں کیا پہننا ہے۔ ماشاء اللہ......! نواسے کی بارات میں سب سے بڑی آپ ہوں گی، کوئی بہت اچھا سا جوڑا نکالیں۔" طاہرہ بیگم نے ساس کو اب دوسری طرف لگا دیا۔ کہیں جانے کا تصور پھر کپڑوں کا انتخاب یہ ان کا سب سے پسندیدہ کام تھا اور وہ واقعی سرگرم ہو گئیں۔

بڑی دادی ادھر ادھر ہوئیں تو گول اماں مسکرائیں۔

"خوب نبض پہچانتی تو اتنا وقت کیسے گزارتی......؟" طاہرہ بیگم نے پھر اپنے کام پر توجہ دی۔ مسکرا رہی تھیں، بڑی عجیب سی مسکراہٹ تھی جس کے بہت سے معنی اخذ کئے جا سکتے تھے۔ مگر گول اماں کے لئے وہ صرف اچھے موڈ کی علامت تھی۔

♥♥♥

حبا اپنے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں ریموٹ تھا اور نظریں ٹی وی اسکرین پر مرکوز تھا مگر ذہن ٹی وی کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ کہیں دور اڑانیں بھر رہا ہے۔ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور حور بانو دروازہ کھول کر مسکراتی ہوئی اندر آ گئیں۔

حبا انہیں دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئی اور دوپٹہ سنبھالنے لگی۔

"آیئے آنٹی......!" اس نے بھی مسکرا کر خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

"ارے......! ابھی تک آنٹی......؟ ہمارے ہاں ساس کو امی بولتے ہیں، بچیاں بہت تمہاری، کوئی کمی نہیں۔" وہ اس کے قریب آ کر پیار بھری خفگی سے گویا ہوئیں۔

"سوری......! آہستہ آہستہ عادی ہو جاؤں گی۔ نو مائنڈ......! بیٹھیے ناں......! کھڑی کیوں ہیں......؟" اس نے جھینپ کر کہا۔

"ہاں......! تھوڑی دیر تو بیٹھوں گی۔ اس لئے کہ ایک دم سے سفر کی نوبت آ گئی ہے اور بہت سی تیاریاں کرنا ہے۔ میں تمہیں بتانے آئی تھی کہ آج رات کی فلائٹ سے ہم کراچی جا رہے ہیں۔ تمہیں یوں بھی بھیجنا تو تھا، اب خود بخود موقع نکل آیا۔ کل شام دانیال کا نکاح ہے۔ تھوڑی دیر پہلے صادقہ کا فون آیا تھا۔ اب مرد تو ایک دم سے نہیں جا سکتے، روزگار کے چکروں میں پھنسے ہوتے ہیں، اس لئے میں تم اور عائشہ ہی جا رہے ہیں۔ تم تیاری شروع کر دو۔ سات بجے تک گھر سے نکل جائیں گے۔"

حوربانو بیڈ پر ٹکتے ہی ایک تواتر سے بولتی چلی گئیں۔

حبا حیران پریشان سی ان کی صورت تک رہی تھی۔

"آج شام......؟" اس کے منہ سے بے ارادہ نکلا۔

"ہاں......! صادقہ بتا رہی تھی کہ جس لڑکی سے دانیال کا نکاح ہو رہا ہے اس کے والد کی طبیعت خراب ہے، ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ ان کے اصرار کی وجہ سے جلدی میں نکاح کرنا پڑ رہا ہے۔" حوربانو نے اب ذرا سکون اور وضاحت کے ساتھ بات کی۔

"کون ہے وہ......؟ میرا مطلب ہے کس سے شادی ہو رہی ہے دانیال کی......؟" حبا نے نظریں جھکا کر پژمردگی سے پوچھا۔ ایسی خبروں پر اب اُداسی جرم تھی مگر بعض اوقات بہت سی باتیں انسان کے اختیار میں نہیں ہوتیں۔

"اشرف بھائی کے ملنے والوں میں ہیں اور یہ لڑکی اشرف بھائی کی ہی پسند ہے۔ دانیال کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ صادقہ تو ابھی اس کی شادی کے حق میں ہی نہیں تھیں۔ اس کی پڑھائی مکمل ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔ جب میں بیلا کا رشتہ لے کر گئی تھی تو اس نے صاف کہا تھا کہ ابھی تو وہ دانیال کے بارے میں کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی۔ مجھے ابھی صرف لڑکیوں کی فکر ہے۔ پھر پتا نہیں کیا ہوا؟ اشرف بھائی نے یہ لڑکی کہاں دیکھ لی کہ ان کو اتنی پسند آ گئی۔ فوراً بہو بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ بس جو نصیب میں لکھا ہو وہ تو ہو کر ہی رہتا ہے۔ بندوں کی پلاننگ کچھ، اللہ کے فیصلے کچھ۔ خیر خوشی کی بات ہے، ماشاء اللہ صادقہ قسمت والی ہے، صحیح وقت پر تینوں بچے نپٹ گئے۔"

حبا جیسے سانس روکے سن رہی تھی۔

"دانیال کا کوئی حصہ نہیں ہے......؟ وہ دودھ پیتا بچہ ہے......؟ اتنا بے بس اتنا بے اختیار کہ اپنی پسند ناپسند کا اظہار تک نہیں کر سکتا......؟ میں مان ہی نہیں سکتی۔ پھوپھو جان کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف شادی کر دیں......؟ ان کا کیا انٹرسٹ ہے......؟ یہ باتیں ادھر ادھر اس لئے کی گئی ہوں گی کہ کسی نہ کسی طرح میرے کانوں تک تو پہنچ ہی جائیں گی اور وہ سرخرو ہو جائے گا کہ وہ تو بہت معصوم ہے بیچارا سا......ہونہہ......! ڈرامے باز......!"

"کیا سوچنے لگیں حبا......!" حوربانو اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

"اوہ......! کچھ نہیں......! بس یہی کہ کون سے کپڑے رکھوں......؟" اس نے سنبھل کر مسکرا کر بات بنائی۔

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے......؟ ایک سوٹ ذرا بھاری سا رکھ لو جو کل نکاح میں پہنو گی، باقی روز کے استعمال ہونے والے کپڑے۔ ایک ہفتے کی تیاری کرو۔ اس سے زیادہ دن کی ضرورت نہیں۔ میرا بیٹا بور ہو جائے گا۔ اگلے مہینے پھر چلی جانا ایک ہفتے کے لئے۔" حوربانو ہنستے ہوئے بہت پیار سے دیکھ رہی تھیں۔

"جی ٹھیک ہے......! مگر ابھی سرمد سے تو کوئی بات نہیں ہوئی، ان سے بھی تو بات کرنا ضروری ہے۔" اچانک سرمد کا روڈ اور بے مروت چہرہ سامنے آ گیا۔ وہ ایک دم جھجکتی ہوئی بات کرنے لگی۔

"ارے......! وہ کیا کہے گا......؟ تمہارے کراچی جانے کی بات تو دس مرتبہ اس کے سامنے ہو چکی ہے۔ بیٹا اس کے ذہن میں ہے ناں کہ تم شادی ہو کر دوسرے شہر میں آئی ہو اور لڑکیاں میکے جاتی ہیں۔ پھر بھی تم فون پر اس سے بات کر لو۔ بتا دو کہ کل دانیال کا نکاح ہے اس لئے آج ہی جانا ہو گا۔" وہ اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے بولیں۔

"دانیال کا نکاح......؟ یہ خبر بھی مجھ ہی کو سنانا ہو گی......؟" اس کے احساسات عجیب سے ہوئے۔ کھڑی سوچ رہی تھی پھر ایک دم جیسے بڑبڑا کر جاگی۔

"وہ......آپ سرمد کو فون کر کے ڈسکس کر لیں۔" اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔

"ہائیں......؟ تم بیوی ہو اس کی، تم کرو اس سے ہر طرح کی ڈسکشن۔ بے وقوف نہیں، گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی لگام تو تم نے تھامنا ہے۔ بات پکڑ کر رکھو۔ مردوں کو ذرا ڈھیل دو تو قابو کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور سرمد تو ہے بھی اور مزاج کا۔ مجھے اٹھا کر رکھ دیتا

ہے۔ بات کرو اس سے اور مجھے بتاؤ کیا کہہ رہا ہے......؟ غزالی تو میں نے سیٹ کنفرم کرانے کو کہہ دیا ہے اور انشا اللہ سات بجے کی نہ سہی نو بجے کی تو مل ہی جائے گی۔'' وہ باہر جاتے جاتے پھر رک کر پلٹ کر اس سے کہنے لگیں۔

''جی ٹھیک ہے......! میں کرتی ہوں۔'' اس نے اُلجھے اُلجھے انداز میں ان کو مطمئن کرنے کی نیت سے کہا۔

حور بانو باہر چلی گئیں۔

حیا نے سرمد کا نمبر ملایا، نمبر ملاتے ہوئے وہ در حقیقت ڈبل مائنڈڈ تھی۔ سرمد نے فوراً ہی کال ریسیو کی تھی۔

''ہیلو......!'' اس کی آواز ائیر پیس میں اُبھری۔

''السلام علیکم......!'' حیا نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے سلام سے بات کا گویا آغاز کیا۔

''اوہ......! حیا......! والسلام......! خیریت ہے ناں......؟'' سرمد کی آواز سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ بے انتہا مصروف ہے اور توجہ دو طرف ہے۔

''جی......! وہ آپ کو یہ بتانے کے لئے فون کر رہی ہوں کہ ہم لوگ کراچی جا رہے ہیں۔'' کیونکہ وہ ذہنی لحاظ سے بکھری ہوئی تھی اس لئے انداز میں مضبوطی اور اعتماد نہیں تھا۔

''ہم لوگ Mean......؟'' اس نے شدید مصروفیت میں حیران ہونے کی فرصت نکالی۔

''میں امی اور عائشہ پھپھو وغیرہ۔'' اس نے گڑبڑا کر کہا۔

''وغیرہ......؟ حیا......! فار گاڈ سیک......! Leave it......! یہ بتاؤ ایک دم سے کراچی کا پروگرام کیسے بن گیا......؟ وہاں سب خیریت ہے ناں......؟'' وہ جیسے زبردستی تکلفات نبا رہا تھا۔ انداز یہ تھا کہ میری طرف سے بزار مرتبہ جاؤ۔

''وہ دانیال کا نکاح ہے کل۔ پھپھو نے انوائٹ کیا ہے۔'' اس کے لبوں پر دانیال کا نام آیا تو سارے حواس بوجھل سے ہو گئے۔ یوں بولی جیسے کچھ زیر لب کہا ہو۔

''پتا نہیں خواب کیوں دیکھتی ہیں لڑکیاں......؟ جب ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ سٹیسفائیڈ ہوں۔ میں اسے قبول کر چکی ہوں۔ مگر ماضی کے خواب کیا عمر بھر کا عذاب اور بوجھ بن گئے ہیں۔'' اسے اپنے ہی احساسات پر اُلجھن ہوئی۔

''او کے......! او کے......! ایزی فیل کرو۔ جب ائیر پورٹ کے لئے نکلو مجھے فون کر دینا۔'' سرمد نے اسی طرح اپنے مصروف انداز میں جلدی سے کہا اور اس کی کسی بات کا انتظار کئے بغیر سیل آف کر دیا۔

اک خواب کا سفر، پیاس پر ختم۔ آنکھ کھلتے ہی حلق میں کانٹے پڑنے کا احساس، سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بے تاب نظروں سے اِدھر اُدھر پانی کی تلاش۔ بے نشاں مسافت اور حاصل سراب۔ وہ کراچی میں بہت بوجھ پھینک کر آ گئی تھی، سوچ رہی تھی کہ ہلکی ہو گئی ہے مگر پہلے سے زیادہ بوجھل تھی۔ یہ وہ بوجھ تھے جن کا اُتار پھینکنا اختیار میں نہ تھا۔ ساری دُنیا کی نظر میں بہت بڑے آدمی کی بیوی اور اپنی ذات میں بلبلے کی طرح خالی۔ وہ تو دانیال کے سامنے بہت مضبوطی سے قدم جما کر کھڑی ہونا چاہتی تھی مگر اب تو جیسے پاؤں تلے زمین ہی نہ تھی۔ دانیال ایک تکلیف دہ یادداشت تھی۔ سرمد عمر بھر کا روگ۔ نہ محبت پانے کا یقین تھا نہ کچھ کھونے کا احساس۔ خالی گنبد جیسی زندگی جس میں ہر سمت سے آتی آوازوں کی بازگشت۔ اور کسی بازگشت میں اس کے نام کی پکار یا جھنکار نہ تھی۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ وہ بہت مضبوط ہے۔ مگر سرمد نے تو اس کا سارا اعتماد ہی چھین لیا تھا۔ پیسہ بنانے، نوٹ چھاپنے کی مشین۔ ایک لمحے کے لئے بھی تو شوہر یا رشتہ محسوس نہیں ہوا تھا۔ شادی کے بعد پہلی بار میکے جانے والی لڑکی ایسی لٹی پٹی تو نہیں ہوتی۔ اور واپسی بھی اس انداز میں کہ لوٹنے والے کی خوشی میں شرکت بہانہ بنی۔ سوچا تو یہ تھا اب جب بھی اس دھوکے باز کا سامنا ہو گا تو وہ بھرپور قہقہے لگائے گی۔ کیونکہ اسے بہت سی خوشیاں ملنے کا یقین تھا۔ یہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے؟ وہ حیرت سے پتھر بنی سوچ رہی تھی۔

''کتنے آرام سے کہہ رہا تھا ائیر پورٹ کے لئے نکلو تو مجھے فون کر دینا۔ یہ تک نہ پوچھا تھا کہ ان کے لئے جا رہی ہو......؟ آنے کا پروگرام بناؤ تو مجھے بتا دینا، میں لینے آ جاؤں گا۔'' اس کے سینے سے ہوک سی اٹھی۔

''کیا واقعی میرا مقدر دکھو کھلی ہنسی ہے......؟ کسے بتاؤں اپنے دُکھ......؟ ماں کو بھی نہیں بتا سکتی۔ کہتے ہیں ماں کو دُکھ نہیں بتانا چاہئیں۔ وہ اولاد کے دُکھ سے مر جاتی ہے۔ تم اپنے دُکھ کا بوجھ اٹھا سکتے ہو مگر ماں تمہارے دُکھ نہیں سہہ سکتی۔ ماں پر رحم کرنا چاہو تو اسے کبھی اپنے دُکھ نہ بتاؤ۔''

حیا نے ان دیکھی زنجیروں کا بوجھ اپنے پاؤں میں محسوس کیا۔ اسے کبھی بچپن میں سفر کرنے کا بہت شوق تھا۔ سوچتی تھی شاید کبھی حج کی سعادت نصیب ہو گی تو وہ ہوائی سفر کرے گی۔ آن لائن بکنگ سب اس کی دسترس میں تھا اور اس کے اندر کسی قسم کا جوش و جذبہ نہ تھا۔ سوٹ کیس

میں کپڑے اور ضروری سامان رکھنے کے خیال ہی سے وہ ذہنی بوجھل ہو رہا تھا۔

♥♥♥

تحریم شیخ صاحب کو ناشتہ کروا رہی تھی ساتھ ساتھ اپنی روٹین کی باتیں بھی کرتی جا رہی تھی۔

"بیٹا...... ! ناشتے کے بعد خان صاحب کو ٹیلیفون کر دو۔ کل کی ساری تیاری انہوں نے ہی کرنا ہے۔ کچھ قریبی دوستوں کو تو انوائٹ کرنا ہو گا۔ پھر کھانے کا آرڈر بھی دینا ہے۔ تمہیں اگر اپنے لئے کچھ لینا ہو تو خان صاحب کی مسز کے ساتھ چلی جاؤ۔" شیخ صاحب نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بہت پیار سے بیٹی کی طرف دیکھا۔

"میرا خیال ہے مجھے کچھ نہیں لینا۔" اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا اور ہاتھ میں پکڑا دلیے کا باؤل ٹرالی میں رکھ دیا۔

"او ہاں...... ! مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ نکاح پر تو لڑکے والے ہی لڑکی کے لئے تیاری کرتے ہیں۔ اُف میں خود کو کتنا پرسکون محسوس کر رہا ہوں۔" شیخ صاحب کے حرف حرف سے طمانیت جھلک رہی تھی۔

"دانیال جیسا داماد مجھے مل گیا۔ دانیال تو میری سوچ سے بھی بڑھ کر ہے۔ وہ خود جو ہے وہ تو الگ بات، خوشی اس بات کی ہے فیملی بہت اچھی ہے۔ خاندانی لوگ ہیں۔" شیخ صاحب ایک سرخوشی کی کیفیت میں اپنی دھن میں بولتے جا رہے تھے۔ تحریم کا چہرہ قطعی بے تاثر تھا۔

"آپ خوش ہو بیٹا...... !" شیخ صاحب کو جیسے کچھ خیال ہوا۔

"جی...... ! آپ کی خوشی کے علاوہ مجھے کچھ چاہیے بھی نہیں۔" تحریم نے آہستگی سے جواب دیا اور تحمل سے برتن اٹھا کر ٹرالی میں رکھنے لگی۔

"جیتی رہو...... ! اصل میں تمہارے دیئے ہوئے اعتماد کی وجہ سے ہی میں نے اس رشتے کو فائنل کیا۔ تم نے کہہ دیا تھا کہ پاپا جو فیصلہ آپ کریں گے مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

شیخ صاحب نے یہ بات جیسے خود کو تسلی دینے کی خاطر کی۔ ساتھ ساتھ بیٹی کا چہرہ بھی دیکھا جیسے اندازہ لگا رہے ہوں کہ باپ کو اختیار دے کر اب کوئی پچھتاوا تو نہیں۔

"آپ مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں پاپا...... ! آپ سے زیادہ میری بھلائی کے لئے کون سوچ سکتا ہے۔ باقی ہر انسان کی اپنی قسمت ہوتی ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے وہ مل کر رہتا ہے۔" تحریم [illegible] سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اللہ تمہاری قسمت اچھی کرے۔ انشاء اللہ...... اللہ اچھا کرم کرے گا۔ بہر حال میں بہت مطمئن ہوں اور اللہ کا شکر گزار ہوں۔ آج کے زمانے میں دانیال جیسے لڑکے مشکل ہی سے ملتے ہیں۔ اس کی تربیت پر بھی بہت توجہ دی گئی ہے۔ میں نے اشرف صاحب سے کہا ماشاء اللہ بڑا بزنس ہے آپ کا اور آپ کا اکلوتا بیٹا بائیک پہ دھول اڑاتا پھرتا ہے۔ 800cc کی گاڑی اس کو دے دیتے۔ تو کہنے لگے میں کاہلی اور آرام پسندی سے ہمیشہ خوفزدہ رہا ہوں۔ میں نے اپنی نوکری سے کہہ دیا تھا کہ بچوں کو اے سی میں نہیں سلانا ورنہ یہ گرمیوں میں پڑھ نہیں سکیں گے۔ اسکول سے بھاگنے کے چکر میں رہیں گے کہ کب جان چھوٹے اور وہ اپنے اے سی روم میں پہنچیں۔ دانیال کو ذاتی استعمال کے لئے اس لئے کار لے کر نہیں دی کہ وہ سڑکوں پر اپنا وقت ضائع کرے گا۔ میں چاہتا ہوں اپنی ذاتی محنت سے کار خریدے تا کہ اسے اندازہ ہو کہ گاڑی کس طرح حاصل ہوتی ہے۔" شیخ صاحب نے توقف کیا اور دوبارہ سے بولے۔

"میں نے اشرف صاحب سے کہا آپ بہت بے رحم ہیں۔ بیٹے پر بھی ترس نہیں آتا...؟ دھوپ میں جلتا یونیورسٹی سے آتا ہے۔ بولے سب کچھ انہی کا ہے مگر ان کو احساس دلانا ہے کہ زندگی پھولوں کا بستر نہیں ہے۔ سختی بھی انسان ہی کے لئے ہے۔ ہر وقت آرام دہ ماحول اور من پسند وقت گزارنے والوں کی عقل ادھوری ہوتی ہے۔ بھئی واہ...... !" شیخ صاحب نے اپنے کچے پکے بالوں والا سر سہلا کر اشرف علی کی فراست کو داد دی۔

"میں نے اپنے بیٹے کو ہمیشہ سے کنٹرول میں رکھا اسی لئے وہ خاصا بے حس ہے۔ باپ کو ملنے دیکھنے کی فرصت نہیں ملتی اسے۔ اس لئے کہ بے آرامی اسے بیزار کرتی ہے۔ کسی بھی حال میں اسے اپنے آرام و سکون کی قربانی منظور نہیں۔" شیخ صاحب کے لہجے میں گہرا دکھ اتر آیا۔

تحریم جاتے جاتے پلٹی۔

"یہ بات نہیں ہے پاپا...... ! فواد بھائی بزنس پھیلا کر پھنس چکے ہیں۔ پھر اب فیملی والے بھی ہو گئے ہیں۔ بزنس سے جو وقت ملتا ہو گا وہ اپنی فیملی کو دیتے ہوں گے۔" تحریم نے بھائی کی طرف سے باپ کا دل صاف کرنے کی کوشش کی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شیخ صاحب ایک لمحے کے لئے کچھ نیگیٹو سوچیں۔ ڈپریشن ان کے لئے خطرناک تھا۔

وہ شیخ صاحب کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ ناشتہ شیخ صاحب اپنے روم ہی میں کرتے تھے اس لئے وہ بھی ان کے ساتھ ناشتہ کرتی تھی۔ اس بہانے باپ بیٹی بہت سی باتیں بھی کر لیا کرتے تھے۔

"خوش رہو بیٹی ...... بڑا دل ہے تمہارا ...... ! اچھا سوچتی ہو، بہت اچھی بات ہے مگر وہ بھی میری ہولاد ہے۔ کبھی کبھی شدت سے اسے قریب سے دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔" وہ تحریم کی خاطر ذرا سا مسکرائے جو بہت فکر مند سی نظر آنے لگی تھی۔

"ان کا پروگرام بن رہا ہے پاپا ...... وہ چند دنوں میں بس آ جائیں گے۔ بس اب آپ کچھ نہ سوچیں۔ میں ٹی وی لگا کر جا رہی ہوں، کوئی اچھا پروگرام دیکھیں۔ بالکل بھی کچھ نہیں سوچیں گے آپ۔ میری خاطر آپ کو اپنا خیال رکھنا چاہیے۔ مجھے اپنے پاپا مسکراتے ہوئے اچھے لگتے ہیں۔" اس نے آگے بڑھ کر ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کرتے ہوئے باپ کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"اچھا میری بیٹی ...... ! تو تو طوطی ہے میری جس میں میری جان ہے۔" شیخ صاحب سچ مچ دل سے مسکرانے لگے۔

تحریم ان کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

دانیال کے لیے بے تحاشا تعریفی کلمات اسے ڈپریسڈ کرنے لگے تھے۔ لوگ عشق کی خاطر سولی چڑھ جاتے ہیں۔ میں باپ کی خاطر جان بوجھ کر آگ میں چھلانگ مار رہی ہوں۔ دانیال کے پاس مجھے دینے کو ہے ہی کیا ...... ؟ جو کچھ وہ مجھے دے سکتا ہے وہ آل ریڈی میرے پاس ہے۔ ایک اداس اور تلخ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیلنے لگی۔

♥♥♥

"امی ...... بستروں پر یہ نئی چادریں بچھا دوں ...... ؟ میں آپ سے کب کہہ رہی ہوں سونے کے لیے کشن لے آئیں، بالکل نرم ہو گئے ہیں۔ یہ بڑا تخت بھی چھت پر رکھوا دیں، بالکل کھڈا ہو چکا ہے۔" ہما بہت جوش میں سنائی صفائی کر رہی تھی۔

"اے چناؤ ...... بڑا تخت کسی کو کیا کہہ رہا ہے ...... ؟ چار پانچ بندے آرام سے بیٹھ جاتے ہیں اس پر اور تمہارے کیوں اتنے ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں ...... ؟ صبا اپنے ہی گھر میں آ رہی ہے جس میں بائیس تیئس سال گزار کر گئی ہے۔ مت اتنی ہلکان ہو، تمہیں انعام دے کر نہیں جائے گی۔" بڑی دادی تو بڑے تخت کی توہین پر جیسے چراغ پا ہو گئیں۔

"دادی ...... وہ اتنے شاندار گھر سے نکل کر اس گھر میں آئے گی تو اسے یہ سب بہت عجیب سا لگے گا۔" ہما نے سادگی سے کہا۔ دادی کو قائل کرنے کے لیے بس یہی دلیل اس کے پاس تھی۔

"وہ اپنے گھر میں جیسے مرضی رہے، ہم اپنے گھر کے بادشاہ۔" بڑی دادی نے پان منہ میں رکھ کر کورا سا جواب دیا۔

"دادی ...... ! "ملکہ" بادشاہ تو مرد ہوتے ہیں۔" حرا "تصحیح" کرنے لگی۔

"کوئی کام نہیں ہے تجھے، بیٹھی زبان چلا رہی ہے۔" انہوں نے حرا کی خبر لی۔

"یہ بھی کوئی معمولی کام نہیں، پھسلنے والی چیز کو پکڑنا۔" حرا نے شرارت سے کہا اور چھپاک اندر کمرے میں بھاگ گئی۔ ہما کی ہنسی چھوٹ گئی۔ طاہرہ بیگم نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی۔

"قینچی کی طرح زبان چلتی ہے۔ چودہویں صدی کے جلوے۔" بڑی دادی نے کان چھو کر کہا۔

"اکیسویں صدی چل رہی ہے دادی ...... !" ہما نے تصحیح کی۔ پھر ایک دم ڈر گئی کہ اب وہ اس کی کلاس لیں گی۔ جلدی سے بات بدل ڈالی۔

"اور ہاں ...... وہ پکانا کیا ہے ...... ؟" اسے پتا تھا بڑی دادی پکانے کا سن کر سب کچھ بھول جائیں گی اور روحی ڈشز کی فہرست سنانا شروع کر دیں گی۔

"ارے ...... وہ سیدھے یہاں تو نہیں آ رہیں۔ ایئرپورٹ سے سیدھی صادقہ کے گھر جائیں گی۔" چھوٹی دادی چھت پر پرندوں کو دانہ ڈال کر زینہ اتر رہی تھیں، وہیں سے بولیں۔

"تو حبا بھی پہلے وہاں جائے گی ...... ؟" ہما نے حیرت سے پوچھا۔

"جہاں اس کی ساس ہوگی اب وہیں وہ ہوگی۔ اس کی اپنی گھر گرہستی ہے۔ اپنے رشتے ہیں۔" بڑی دادی نے پاندان سرکایا، تکیہ درست کیا، چادر کی سلوٹ ہاتھ سے درست کی اور کمر سیدھی کرنے کی غرض سے اپنے عزیز از جان تخت پر دراز ہو گئیں۔

"اللہ ...... ! تو کیا آپی سے کل ملاقات ہوگی ...... ؟" حرا نے کمرے سے جھانک کر کہا، انداز میں بڑی مایوسی تھی۔

"ملاقات تو خیر آج بھی ہو سکتی ہے اگر ہم صادقہ کی طرف چلے جائیں، مگر فرزانہ کہہ رہی ہے تو ہفتہ دس دن یہاں رک کر ہی جائے گی۔" طاہرہ بیگم ٹوکری سے سبزی نکال کر دی کی تھال میں رکھ رہی تھیں جو ابھی ورودوالے سے چھوٹی سبزی فروش سے خریدی گئی تھی۔

"تو ہمیں تو ویسے بھی جانا چاہیے تھا، ایک روز پہلے مگر صادقہ بولی، ابھی کوئی ہما جا کر کیا کرے گی، بس صادقہ سے نکاح کی تیاری ہے۔" بڑی دادی نے کروٹ لی اور جھک کر اگال دان میں پچکاری ماری۔

"ویسے ہی بات ہے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا ..... جیسے کوئی آفت سی پڑ گئی ہے" پھوپھو مضطرب سی ہو گئیں۔

"ارے ..... ! کچھ بھی مضطرب نہیں ہوا۔ نصیب کی بات ہوتی ہے۔ مثل ہے ناں، ماں باپ کہیں ناں ناں، قسمت کہے ہاں ہاں۔" چھوٹی دادی بہو کا ہاتھ بٹانے کی نیت سے طاہرہ بیگم کے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔ انہوں نے بڑی دادی کی بات بلا ارادہ کاٹ دی تھی کہ اب وہ پھر بہانے سے صادقہ کو نشانہ بنائیں گی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ اماں ..... ! شادی بیاہ تو مقدر کی باتیں ہیں۔ کوششیں کرتے رہو، کچھ نہیں ہوتا اور جب وقت آتا ہے تو اتنا بڑا کام ہو جاتا ہے، پتا بھی نہیں چلتا۔"

"ہائے اللہ ..... امی ..... ! مجھے تو رات کو نیند بھی نہیں آئے گی کہ آپی اس شہر میں ہیں اور میں ان سے دور بیٹھی ہوں۔" حرا یہ سن کر کہ حبا صادقہ کے گھر جائے گی، حرا پر اداسی کے دورے پڑنے لگے۔

"اے بی بی ..... ! تم پر کیا پابندی ہے کہ پھوپھی کے گھر بغیر بلائے نہیں جا سکتیں ..... ؟ ٹیلی فون کر دو اپنی پھوپھی کو، موٹر بھیج دے گی۔" چھوٹی دادی نے بڑی محبت سے حرا کی دلجوئی کی۔

"رہنے دیں اماں ..... ! وہ ویسے ہی بہت مصروف ہوگی۔ کل نکاح ہے گھر میں کوئی تقریب ہو تو کام پر کام نکلتے ہیں۔ بس ٹھیک ہے کل ملاقات ہو جائے گی اور پھر ہم حبا کو اپنے ساتھ لے آئیں گے۔" طاہرہ بیگم نے قصہ کوتاہ کیا۔

حرا منہ لٹکا کر واپس کمرے میں چلی گئی۔ حبا چادروں پر استری کر رہی تھی ساتھ ہی گھر کا جائزہ لے رہی تھی کہ گھر مزید جاذبِ نظر بنانے کے لئے اور کیا کرنا چاہیے۔

♥♥♥

تحریم سیٹ پر مصروف تھی کہ اسے خان صاحب کے آنے کی اطلاع ملی۔ وہ اپنا کام اسی طرح چھوڑ کر بڑی تیزی سے ڈرائنگ روم میں آئی۔

"السلام علیکم ..... !" اس نے اپنے مخصوص شائستہ انداز میں خان صاحب کو سلام کیا۔

وہ اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے، آگے بڑھے اور اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔

"جیتی رہو ..... ! خیریت ہے ناں بیٹا ..... !"

"جی ..... ! شکر ہے سب خیریت ہے۔ تشریف رکھیے انکل ..... !" اس نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ خان صاحب فوراً بیٹھ گئے تو تحریم بھی ان کے مقابل بیٹھ گئی اور ان کے چہرے کا جائزہ لے کر اندازوں سے کھیلنے لگی کہ وہ کس مقصد سے اس وقت آئے ہیں۔ روٹین کی ملاقات ہے یا کوئی خاص بات کرنے آئے ہیں۔

"کل کے پروگرام کے سارے انتظامات مکمل ہو گئے ہیں، کوئی مسئلہ نہیں۔ میں شیخ صاحب کو فون پر سب کچھ بتا چکا ہوں۔" خان صاحب نے تمہیدی بات چیت شروع کی جس کا تحریم کے پاس کوئی ردِ عمل نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے ہمہ تن گوش تھی۔

"آپ کے پاس آنے کی اس وقت اس لئے ضرورت پیش آئی کہ آپ کو وضاحت کر دوں۔" وہ اتنا کہہ کر رکے اور تحریم نے چونک کر ان کی سمت دیکھا۔

"وہ تو آپ خود بھی سمجھ گئی ہوں گی کہ میں آپ سے کیا کہنا چاہتا ہوں ..... بہرحال مختصراً اتنا ہی کہنا بہت ہے کہ آپ گریز کی طرف سے محتاط رہیں۔ کسی بہت ہی ضروری کام سے بھی باہر نہ جائیں۔ یقینی ناکامی کے احساس سے وہ پاگل ہو سکتا ہے اور پاگل کچھ بھی کر سکتا ہے۔" وہ اسے بڑے دھیمے انداز میں سمجھا رہے تھے۔

"جی ..... !" تحریم نے آہستگی سے کہا۔

"ویسے بھی میرا باہر نکلنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔"

"بس بیٹا ..... ! کل کا دن خیریت سے گزر جائے، نیک کام انجام کو پہنچ جائے۔ میں تو شکرانے کے نفل ادا کروں گا۔"

"کیا آپ نے گریز کی طرف سے کوئی الٹی سیدھی بات سنی ہے ..... ؟ اس نے کچھ کہا ہے آپ سے ..... ؟" تحریم کو اندیشوں نے ستایا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ باہر آ کر اس نے دو تین مرتبہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے سیل آف کر دیا تھا۔ اس بات کو بھی خیر کافی دن ہو گئے ہیں۔ میں آپ کو محتاط کرنے کی غرض سے بات کر رہا تھا۔ آپ پریشان نہ ہوں، میں اور شیخ صاحب تو اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اللہ نے ہمیں دانیال جیسا بیٹا دے دیا۔ ہماری مراد پوری کی۔ ان شاء اللہ آپ اس کے ساتھ بہت خوش رہیں گی۔"

"وہ بھی خود خوش ہوا تو شاید ہم بھی خوش ہوں گے ورنہ ساری زندگی اس کے خوش ہونے کا انتظار کریں گے۔" تحریم کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"انکل ..... ! آپ کے لئے کافی منگواؤں یا کولڈ ..... ؟"

"کوئی تکلف نہیں بیٹا ..... ! ہمارا اپنا گھر ہے۔ مجھے آفس میں کچھ ضروری کام دیکھنا

ہے۔ مجھے اجازت دیجیے اور اپنا خیال رکھیے۔" خان صاحب فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ٹھیک ہے انکل......!" تحریم بھی تعظیماً کھڑی ہو گئی۔



صادقہ بیگم خود ریسیو کرنے ایئرپورٹ پہنچیں تھیں۔ آنے والوں میں بہن بھی تھی اور سمدھن بھی۔ خوشیاں من چاہی ہوں تو دل بڑا زور مارتا ہے۔ نہ کسی کام سے بیزاری ہوتی ہے نہ تھکن۔ گھر کے سینکڑوں دھندے نمٹا کر بھی وہ ایئرپورٹ پر کھڑی بہت تازہ دم اور پرجوش نظر آ رہی تھیں۔ لاہور سے آنے والی فلائٹ کے پہنچنے کی اناؤنسمنٹ ہو چکی تھی اور وہ بہت بے تابی سے Exit کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"مسافر باہر آ رہے تھے۔ بہرحال ان کی متلاشی نظروں کو قرار آ گیا۔ سب سے آگے عائشہ اور ان کے پیچھے نرالی دھلیکی حبا اور حور بانو تھیں۔

وہ والہانہ آگے بڑھیں۔ حبا نے بہت خوبصورت ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔ جیولری برائے نام تھی، چہرے کے تاثرات سے اس کی اندرونی کیفیت کا کوئی اندازہ نہ ہوتا تھا۔ وہ چار قدم آگے آئیں اور صادقہ بیگم دس قدم آگے بڑھ کر ان سے قریب ہوئیں۔ سلام دعا معانقہ سب کچھ ہوا، حبا کو انہوں نے سینے سے لگا کر اس کی پیشانی چومی اور چند لمحے سینے سے لگائے جیسے اسے محسوس کر کے کوئی روحانی مسرت حاصل کرنے لگیں۔

"ارے حبا......! تو تو ہفتہ بھر میں پہچانی نہیں جا رہی۔ ماشاءاللہ......! چشم بددور......!"

انہوں نے خوشی سے وارفتہ آواز میں کہا اور اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"لاہور کا پانی راس آ گیا ہے حبا کو۔" عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صرف پانی نہیں لاہور والے بھی راس آ گئے ہیں۔" حور بانو اتنا کہہ کر اپنے مخصوص انداز میں "قل قل" کر کے ہنسیں۔

"اکیلی آئی ہو......؟ کوئی اور بھی آیا ہے......؟" عائشہ نے ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

حبا نے لاشعوری طور پر نظریں اٹھائیں تھیں اور ضمیر نے اسی وقت زور سے چٹکی کاٹی۔

"تیری نظر کی تلاش اور دل کی جستجو محدود کر دی گئی ہے، خبردار! جھوٹے برتن میں دودھ ڈالے گی تو پھٹ جائے گا۔ پھر شکوؤں کا چراغ ہاتھ میں لے کر خلوص ڈھونڈے گی۔ لاحول ولا قوۃ......!" اس نے شیطان کو دور بھگایا اور مسکرا کر صادقہ بیگم کو دیکھا۔

"امی نہیں آئیں......؟ میں تو سوچ رہی تھی امی ضرور آئیں گی۔" اس نے کہا۔

"وہ تو آنا چاہ رہی تھیں مگر میں نے خود ہی منع کر دیا کہ رات ایک ڈیڑھ بجے تک خواہ مخواہ پریشان ہوں گی۔ کل تو سب کو آنا ہی ہے۔ سارا دن کی تھکی ہوئی ہوتی ہیں بے آرام ہو جائیں گی۔" صادقہ بیگم نے اشارے سے ڈرائیور کو پاس بلاتے ہوئے جواب دیا۔ وہ آ کر سامان اٹھانے لگا۔

"بہت کوشش کی ہم نے کہ آٹھ بجے والی فلائٹ مل جائے گی مگر وہی بکنگ تھیں مجبوراً گیارہ بجے والی لینا پڑی۔ صبح کی کراتے تو رات بھر سفر سوار رہتا۔ اب یہ ہے کہ کم از کم دو چار گھنٹے سو تو جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک......!" صادقہ بیگم نے تائید کی پھر بے اختیاری ہو کر حبا کو دوبارہ اپنے گلے سے لگا لیا۔

"ماشاءاللہ......! حبا کہیں تجھے میری نظر نہ لگ جائے۔ بہت پیاری لگ رہی ہے۔" ان کے انداز میں والہانہ پن، اخلاص اور بچوں جیسی بے ساختگی تھی۔ نہ جانے کیوں حبا کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

اتنی دور سے آئی، اس شہر میں جس کی فضاؤں میں اس کے سارے رنگ دیکھیں تھے۔ کمال موڑ تھا یہ زندگی کا۔ اس گھر میں اس حال میں جا رہی تھی جب اپنا سب کچھ کسی کو سونپ کر ہاتھ جھاڑ لئے تھے۔ جس گھر میں ہمیشہ کلیاں چننے کے خواب دیکھتی تھی۔ آج اسی گھر میں جاتے ہوئے قدم رک رک جا رہے تھے۔

ڈرائیور جیپ کا ڈور کھولے منتظر کھڑا تھا۔

دنیا سمجھ رہی ہو گی کہ چال ساڑھی کی وجہ سے متاثر ہے، حقیقت یہ تھی قدم اٹھانا مشکل تھا۔



تحریم ایزی چیئر پر جھول رہی تھی۔ آنکھیں یوں بند تھیں جیسے نادیدہ اسکرین پر کچھ دیکھ رہی ہو۔ فون کی بیل گنگنائی۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ دل بڑے زور سے دھڑکا۔ کال اگر کریز کی تھی تو بھی قیامت تھی۔ اگر دانیال کی تھی تو بھی عذاب۔ طوعاً کرہاً اپنی جگہ سے اٹھی اور اسکرین پر نمبر دیکھا۔ یکدم خوشی سے آنکھیں چمکنے لگیں۔ یو۔ایس۔اے سے فواد کی کال تھی۔ اس نے بڑی عجلت میں ریسیور اٹھایا۔

"السلام علیکم بھائی......"

"وعلیکم السلام...... تحریم...... کیسی ہو......؟" فواد پوچھ رہا تھا۔

"آئی ایم جسٹ فائن......! آپ ٹھیک ہیں......؟" خوشی سے اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔

"ویری فائن......! ویری ہیپی......! پاپا نے مجھے گڈ نیوز سنائی تھی۔ بہت خوشی ہوئی۔ بہت بہت مبارک ہو......! پاپا بہت خوش ہیں۔ تھینک گاڈ......!"

"تھینک یو...... آپ بھی نہیں آئیں گے آپ......؟" اس نے پیار بھرا شکوہ کیا۔

"تمہاری رخصتی پر میں شیور آؤں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ اس مرتبہ میرا Stay کم از کم دو مہینے تک ہو۔ اس لئے کہ تمہاری شادی کے بعد پاپا Lonly فیل کریں گے۔ انہیں کمپنی دینا ضروری ہو گا۔ ابھی تک تو میں تمہاری وجہ سے ایزی فیل کرتا تھا۔ بہرحال آئی ول ٹرائی بیسٹ کہ پاپا میرے ساتھ ہی یو۔ایس۔اے آ جائیں۔" فواد کہہ رہا تھا۔

"آپ ٹھیک سوچ رہے ہیں۔ میں بھی بہت اچھا فیل کر رہی ہوں۔ مجھے سچ بہت خوشی ہو رہی ہے۔ پاپا تو بعض اوقات بہت ڈپریسڈ ہو جاتے ہیں کہ فواد کو تو میری یاد ہی نہیں آتی۔" تحریم نے بے ساختہ کہہ دیا۔

"ارے نہیں......! میرے باپ ہیں ان کی وجہ سے تو آج میں یہاں بیٹھا کامیاب بزنس کر رہا ہوں۔ اپنا باپ کسے یاد نہیں ہوتا بھئی......! تم پاپا کو سمجھایا کرو۔"

"اور سناؤ......! انگریز کیا کر رہا ہے آج کل......؟ یا اسی طرح عیاشی چل رہی ہے؟ کھانا اور سونا۔" فواد بول رہا تھا تحریم خاموش سی ہو کر رہ گئی جیسے منہ سے ایک لفظ نکالنا محال ہو۔

"ہیلو......! میری آواز آ رہی ہے......؟" فواد کو شبہ ہوا جیسے رابطہ منقطع ہو گیا ہو۔

"جی......! جی......! آ رہی ہے۔ وہ بس ٹھیک ہے۔ ویسا ہی ہے۔" وہ خود کو سنبھال کر بولنے لگی۔

"پاپا تمہارے Expected Hasband کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے تم بہت خوش ہو گی۔ اچھی بات ہے۔ ٹوٹلی ارینج ہے ناں یا کوئی انوالومنٹ ہے......؟" وہ امریکہ جیسی آزاد ریاست کا شہری تھا۔ وہاں کے ماحول کے مطابق کھلی ڈلی بات کر رہا تھا۔

"ٹوٹلی ارینج ہے۔ پاپا کی خوشی کی وجہ سے میں نے اوکے کیا ہے۔ اس لئے کہ پاپا کی لونگ

لائف اب بھی پاپا کو ہانٹ کرتی ہے۔" اس نے ماں جائے کے سامنے مصلحت ضروری خیال نہ کیا۔ ویسے بھی وہ بہت صاف گو تھی۔ بات گھمانا بات بنانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"واٹ یو مین......؟ پاپا کی خوشی کے لئے یہ سب کر رہی ہو......؟ کیا تمہیں وہ پسند نہیں......؟" فواد جیسے شاکڈ ہوا۔

"یہ بات نہیں......! میرا مطلب ہے...... پسند ہے کوئی اور...... پاپا نے کہا......"

"اسٹوپڈ......!" فواد نے ناراضگی سے بات کاٹ دی۔

"شادی پرسنل افیئر ہے۔ پیرنٹس بھی اس معاملے میں انٹرفیئر کرنے کا کوئی رائٹ نہیں رکھتے۔ اگر تم ان ایزی فیل کرتی ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں اپنے اسٹائل سے بات کرتا ہوں۔ یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے کوئی دو چار دن کی کہانی نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ پاپا نے کہا ہے۔ شادی تم نے کرنی ہے یا پاپا نے......؟ پاپا اس کی اتنی تعریف کر رہے تھے اس کا مطلب ہے تو ایسے لڑکے کی تصویر بن رہی ہے کہ کوئی بھی لڑکی اس پارٹنر شپ کو آنر فیل کرے گی...... کیوں......؟" فواد واقعی الجھ گیا تھا۔

"جی......! ایسی کوئی بات نہیں......! وہ آپ نے پرسنل انٹرسٹ کی بات کی تھی ناں......! اس لئے یہ کہا ہے کہ پاپا کی چوائس ہے اور میں نے ان کی خوشی کی خاطر اوکے کر دیا۔" تحریم جیسی صاف گو کھری لڑکی کو گھما پھرا کر جواب دینا عذاب لگ رہا تھا۔

"پھر وہی پاپا کی خوشی کی خاطر......؟ کیا تم خوش نہیں ہو......؟" فواد اب جھلا گیا۔

"میں کون سا اس کے ساتھ رہ رہی ہوں......؟ مجھے کیا پتا اس کی کیا سائیکی ہے......؟ کیا عادات ہیں......؟ خوش ہونے کی کوئی وجہ تو ہوتی ہے لیکن آپ فکر نہ کریں۔ ٹینس نہ ہوں۔ میری Satisfoction کے لئے یہی کافی ہے کہ پاپا ہر صورت میری بھلائی کے خواہشمند ہیں۔" تحریم آخر بات سنبھالنے میں کامیاب ہو گئی۔

"تھینک گاڈ......! تمہاری اُلجھی ہوئی باتوں نے واقعی مجھے ٹینس کر دیا تھا۔" فواد کی مطمئن آواز اُبھری۔ تحریم ایک دم محتاط ہو کر سوچنے لگی کہ واقعی اس کی باتیں اُلجھنے والی تھیں۔

"اتنی دور بیٹھے بھائی کی فکرمندی اچھی لگی۔ تھینک یو فواد بھائی......!" تحریم واقعی بہت پُرسکون نظر آنے لگی۔ محبتوں کے یقین سے بڑا سرور اور نشہ ابھی تک تخلیق نہیں ہوا۔

فواد نے خدا حافظ کہا۔ تحریم نے ریسیور رکھ دیا اور خود کو پھول کی طرح ہلکا محسوس کیا۔ بھائی آخر بھائی ہوتا ہے۔ ایک خوبصورت رشتہ، ایک مکمل اعزاز۔



حور بانو اور عائشہ کو ایک کمرہ دیا گیا اور حبا کو بیرونی گیسٹ روم۔ شادی سے پہلے جب وہ بھی یہاں رہنے آئی تو بیلا ربیعہ کے کمرے ہی میں جگہ ملتی تھی بلکہ وہ تینوں اکٹھا رہنے کی خواہشمند ہوتی تھیں۔ گھر پہنچتے پہنچتے ایک تو ویسے ایک ڈیڑھ بج چکا تھا۔ اس لئے سب کو سونے کی پڑ گئی کہ کل آنے والا دن یوں بھی مصروفیت کا تھا۔

حبا نے اپنے ٹھکانے کی طرف بڑھتے ہوئے اطراف میں نظریں دوڑائیں۔ بند دروازے، نیم تاریکی اور گہری خاموشی۔ اسے بہت عجیب سا فیل ہوا کہ نکاح ہی سہی۔ گھر میں خوشی کی تقریب ہے اور رات وہی روٹین کی۔ وہ تو سوچ رہی تھی کہ گھر میں گھستے ہی ڈھولکی کی تھاپ اور گیتوں کی آوازیں کان میں پڑیں گی۔

دانیال کے نکاح میں شرکت کے لئے وہ لاہور سے آئی ہے۔ وہ اس خیال کے تحت بڑے عجیب سے انداز میں مسکرا پڑی، وہ بھی بغیر میاں کے۔ سرمد نام کا ایک ٹیگ رہ گیا ہے اس کی پیشانی پر۔ سیفٹی وال تعمیر ہو گئی ہے۔ حرم بھی مل گیا ہے اور محرم بھی، اب بھرم بناتے ہوئے سفر طے کرنا ہے۔ اس سیفٹی وال پر کیلیں ٹھونک ٹھونک کر بہت خوبصورت اور خوشگوار احساس دینے والی تصویریں لٹکانا ہیں۔ منی پلانٹ کی بیلیں پروان چڑھانا ہیں۔ دُنیا کی طرف پلٹ پلٹ کر دیکھنا ہے کیا سے اچھا لگ رہا ہے، پسند آ رہا ہے، مطمئن تو ہے ناں۔ ساری عمر دُنیا کا خوف، دُنیا کا خیال اور وقت رُخصت صرف چار کاندھوں کا احسان۔

وہ کمرے میں پہنچ کر سامان کھولتے ہوئے خیالات میں اُلجھی ہوئی تھی۔ عجیب سا ڈپریشن طاری ہو رہا تھا۔ سرمد نے اسے بہت خوبصورت موبائل فون لے کر دیا تھا جو مٹھی میں بند ہو جاتا تھا، بہت قیمتی تھا۔ لاہور سے نکلے ہوئے چھ گھنٹے ہو چکے تھے اور ابھی تک اس قیمتی اور خوبصورت موبائل پر سرمد کے نام سے کوئی کال نہیں آئی تھی۔ اس کا دل جیسے رو دیا۔

''شاید میں ہر وقت دو سمتوں میں تقسیم رہتی ہوں۔ شاید یہ اسی بددیانتی کی سزا ہے۔'' بالآخر اس نے اپنا قصور نکال کر جیسے خود کو سمجھایا۔

پھر نائٹ ڈریس نکال کر ڈریسنگ کی طرف بڑھ گئی۔ ابھی پہنچ کے ہی تھے اور ڈریسنگ میں تھی کہ موبائل کی بیل رنگ ہوئی۔ وہ جیسے بھاگتی ہوئی بیڈ تک آئی اور سرہانے رکھا موبائل اُٹھا لیا۔ سرمد کالنگ، دیکھتے ہی جیسے کوئی بوجھ گرا۔

''ہیلو.......! السلام علیکم.......!'' اس نے پھولی ہوئی سانس پر قابو پاتے ہوئے بڑے گرم جوش انداز میں کہا۔

''ہوں.......! وا لسلام.......! خیریت سے پہنچ گئیں.......؟''

''بڑی جلدی خیال آ گیا.......؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی زبان سے شکوہ پھسل گیا۔

''آ تو گیا.......! ابھی گھر آیا ہوں۔ خالی کمرہ دیکھ کر خیال آیا کمرے میں آج کچھ کم ہے۔'' سرمد کے انداز میں شگفتگی تھی۔

''یوں کہیں کمرے میں آج ایک ''چیز'' کم ہے۔'' اس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ اُبھری۔

''چیز تو تم ہو مگر کمال چیز ہو۔'' سرمد نے جملہ ختم کیا اور ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

''کیوں جاگ رہی ہو.......؟ سوئی نہیں ابھی تک.......؟ کیا سوچ رہی تھیں.......؟ آواز سے تو لگتا ہے ابھی بیڈ نہیں سنبھالا.......؟'' پے در پے سوال آئے۔

''کچھ نہیں.......! بس سونے کی تیاری ہی کر رہی تھی۔''

''او کے.......! پھر آرام کرو.......! گڈ لک.......!'' سرمد کی آواز اُبھری اور فون بند ہو گیا۔

اَن گنت، بے شمار جملے کودتے پھاندتے اِدھر اُدھر غائب ہو گئے۔ وہ حیران سی کھڑی سیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر جیسے ایک دم حواسوں میں آ گئی۔

''اس کی ہنسی پر کیا خواب بنے گی.......؟ نرم اور بامروت جملوں پر دل کی بستی آباد کرے گی.......؟ آس باندھے گی.......؟ اُمید لگائے گی.......؟ مریدوں کی طرح خوشی کی تمنا میں اس کی طرف دیکھتی رہے گی.......؟ اپنی ذات کچھ نہیں.......؟ ان سب کے ہونے سے سب کچھ ہے.......؟ اپنی خوشی کی کاشت خود کرنا ہوتی ہے.......؟ کچھ مقدر سے ملتے ہیں.......؟'' وہ ابھی خاصی اَپ سیٹ ہو کر باہر لان میں چلی آئی۔

ہلکی ہلکی برقی روشنیاں، درختوں کے لمبے لمبے سائے، جن کی وجہ سے ماحول میں عجیب سی پُراسراریت محسوس ہو رہی تھی۔ اندر وحشت ناچ رہی ہو تو باہر چمن بھی صحرا نظر آتا ہے۔ نہ خواب تھے نہ آرزو تھی نہ امنگ۔ زندگی ایک حیرت کدے میں قید ہو گئی تھی۔ وہ برآمدے کے ایک اسٹیپ پر بیٹھ گئی اور یونہی بے خیالی میں گھاس کے تنکے توڑنے لگی۔

کر بھیجنے لگی۔

دانیال کافی بنانے کچن میں آیا تھا۔ اکثر وہ اسٹڈی کے دوران کافی بنانے آتا تھا۔ کچن کی خوبصورت بیلوں سے ڈھکی کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔ اسے وہاں سے حیا کی طرف پشت نظر آئی۔ پہلا دھیان ربیعہ بیلا کی طرف گیا اور حیران ہوا کہ وہ اس وقت یہاں کیوں۔

بوائلر کا سوئچ آف کر کے وہ حیرت زدہ سا باہر نکل آیا۔ اسٹڈی تو جاگنے کا بہانہ تھی نیند تو اسے ویسے ہی نہیں آ رہی تھی۔ عجیب سا خالی پن تھا۔ سوچ کا کوئی مرکز محور نہیں تھا۔ بے سمت اڑان تھی۔ کشاں کشاں حیا کی طرف آیا تھا۔ قدموں کی آہٹ پر حیا نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تھا اور جیسے سناٹے میں رہ گئی تھی۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس وقت اس کا دانیال سے سامنا ہو جائے گا اور بد حواس سی ہو کر یوں کھڑی ہو گئی جیسے اچانک کوئی اجنبی سامنے آ کھڑا ہو۔

''اچھا......! تم بھی آئی ہو......؟ شاید عائشہ خالہ وغیرہ آئی ہیں ناں آج......؟'' دانیال نے بڑی جلدی خود کو سنبھال لیا تھا۔

''ہوں......! بس ویسے ہی کھلی ہوا میں بیٹھنے کو دل چاہ رہا تھا۔'' حیا کو کوئی جواب تو دینا ہی تھا۔ نظریں جھکا کر سپاٹ لہجے میں بولی۔

''سرمد نہیں آیا......؟'' دانیال اور اس کے درمیان ایک سیارے کا فاصلہ تھا۔

اس نے نظر اٹھا کر ایک لمحے کے لئے دیکھا۔

''آپ جائیں آرام کریں۔ سرمد کا آنا نہ آنا میرا مسئلہ ہے۔ میرا میاں بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اسے ایک دن کے لئے بھی کہیں جانا ہو تو شیڈول کرنا پڑتا ہے۔ اتنی فرصت نہیں ہے انہیں کہ جب دل چاہا منہ اٹھا کر کہیں چل پڑیں۔''

''فیصلے تو ہو چکے اب اتنی تلخی کے معنی......؟'' دانیال استہزائیہ مسکرایا۔

''آپ کو تلخی محسوس ہو رہی ہے۔ ایسی کوئی بات ہے نہیں۔ بہر حال مبارک ہو کل آپ بھی نئی زندگی کا پہلا مرحلہ طے کر رہے ہیں۔ کھوٹے سکے اور سچے موتی کا ملاپ ہے یہ۔'' حیا کی مسکراہٹ زہر زہر تھی۔

''اس کو سچے موتی کا خطاب دینے کا شکریہ۔ عورت ہونے کے ناطے بہت بڑا دل کیا ہے اور سچ مچ وہ سچا موتی ہے۔ میں اس کے لائق نہیں ہوں مگر قسمت......'' دانیال نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''سمجھ میں نہیں آتا آپ لائق کس کے ہیں......؟'' حیا نے پاؤں ڈھیری اس کے سراپے پر دوڑائیں۔ اب اس کے لئے مرد ''بازیافت شدہ'' جہاں تھا۔ اب دوشیزہ نہیں ایک بھرپور لڑکی کی شان بے نیازی اور سیرابی کا استغنا تھا۔ تجسس اور سوالیہ نشان ختم ہو چکے تھے۔

''تمہیں اس بات سے کیا سروکار کہ میں کس لائق ہوں......؟''

''تحریم کا خیال رکھئے گا۔ اس کی بے حرمتی مت کیجئے گا۔ ہم جیسے تو اپنی نظروں میں گر کر بھی جی رہے ہیں، اس میں شاید اتنا حوصلہ نہ ہو۔''

حیا نے اتنا کہا اور کچھ سننے کا انتظار کئے بغیر آگے بڑھ گئی۔

دانیال خالی الذہن کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔



حیا نے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر لیا۔ دوپٹہ ایک طرف اچھالا اور اسپلٹ آن کر کے دھپ سے بیڈ پر آڑی ترچھی لیٹ گئی۔ جیسے کہیں دور سے تھک کر آئی ہو۔

یوں کیسے دیتا ہے؟ نہ اس کی سمجھ آئی نہ اس کی جس نے بھاری بیڑیاں پہنا کر قید کر لیا ہے۔ بہت عقلمند عورتیں ہوتی ہیں وہ جو کیریئر بناتی ہیں اور کبھی شادی نہیں کرتیں۔ کسی بادشاہوں جیسی خود مختاری کی زندگی ہوتی ہے۔

محبت کرو تو بے سکونی، شادی ہو جائے تو فل ٹائم ٹینشن، بس دو گھڑی بستر پر بے وقوف ملایا۔ مطلب نکلا یہ جا، وہ جا۔ حیا کے اندر زبردست کھولن شروع ہو چکی تھی جو اس بے بسی کی ملامت ہوتی ہے جو سوچ کو ہر سمت میں لاچار کرتی ہے۔ ہما آپی کو کہوں گی خبردار جو شادی کی۔ اس چار کمروں کے مکان میں جو سکون ہے وہ خزانے لٹا کر بھی نہیں لے گا۔ حما آپا نے کون سا عظیم الشان مقصد حاصل کیا ہے وہ بھی محبت کے نام پر بے وقوف بنا رہے ہوں گے تاکہ وہ ان کے بچوں کی دل و جان سے خدمتیں کریں۔ جوان ہو کر دنیا کو بتائیں گے کہ یہ ہماری سوتیلی ماں ہے۔ ساری عمر کی محنت کا اتنا شاندار رزلٹ، ہونہہ......!

اس نے سر جھٹکا اور کھسک کر صحیح طریقے سے لیٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ رگ رگ میں انگارے دہک رہے تھے۔ 6 روپے کی کال کر کے عظیم احسان فرما کر پڑے تو رہے ہوں گے۔ کرو ٹیں بدل کر محسوس ہوا۔ ڈیکوریشن پیس لے کر گئی ہے ان کی ماں کراچی سے۔ حیا کو جیسے کسی کل چین نہیں پڑ رہا تھا۔

اسی لمحے موبائل ... اس نے بڑھ کر ... طرف گیا۔

ے اس کا نمبر دیکھا تا کہ رابطہ کاٹ دے۔ مگر ایک دم حیران سی ہو گئی کوئی ان جانا نمبر تھا۔

اس نے سیل کان سے لگایا۔

"جی......!" آواز میں تجسس واضح تھا۔

"السلام علیکم......! کیا مسز سرمد بات کر رہی ہیں......؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جی جی......! بات کر رہی ہوں۔" نامانوس مردانہ آواز نے استعجاب بڑھا دیا۔

"دیکھئے میں نے بڑی مشکل سے آپ کا نمبر حاصل کیا ہے۔ تفصیل بتانا ضروری نہیں اور نہ ہی نام۔ شاید آپ کے علم میں ابھی نہ ہو کہ آپ کی نئی نئی شادی ہے۔ آپ کا شوہر بہت بڑا جواری ہے۔ دس سال پہلے اس نے میری بیوی کو جوئے میں جیت لیا تھا۔"

♥♥♥

حبا کو تو یوں محسوس ہوا گویا زمین و آسمان تیز تیز گول گول گھوم رہے ہوں۔ نامانوس آواز میں دھماکہ خیز خبر۔ اپنی ساری زندگی میں بے شمار سنسنی خیز خبریں سنیں مگر اتنی دل دہلانے والی خبر کبھی نہیں سنی تھی۔

"ہیلو......! ہیلو......!" دوسری طرف اس کی خاموشی کو محسوس کر کے کال کرنے والا مسلسل "ہیلو ہیلو" کر رہا تھا۔

"ہیلو......! آپ میری بات سن رہی ہیں......؟ میری آواز آ رہی ہے......؟"

"جی......! جی......! آپ بولئے میں سن رہی ہوں۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں......؟" حبا نے سپاٹ و بے تاثر آواز میں کہا۔

"دیکھیں جی......! سیدھی سی بات ہے۔ اس نے میری بیوی کو جوئے میں جیت لیا تھا۔ پھر اس کے بعد اس نے مجھ سے کبھی بازی نہیں لگائی۔ میں اگلا گیم کھیل کر اپنی بیوی کو واپس لے سکتا تھا، وہ کیوں نہیں کھیلتا......؟ جب وہ دس سال سے میرے ساتھ کھیل رہا تھا تو اب کیا مسئلہ ہے......؟ اس کی نیت خراب ہو گئی ہے۔ الو کا پٹھا ہے وہ، بے ایمان ہے، بدنیت ہے، آپ ہے......"

"الو کا پٹھا وہ نہیں آپ ہیں۔ وہ بدنیت ہے آپ بے غیرت ہیں۔ اس سے بڑا بے غیرت دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا جو اپنی بیوی کو بھی جوئے کی بازی میں لگاتا ہے اور بے غیرت پلٹ کر نہیں کرتے۔ بے غیرت ترین انسان سنو......! آئندہ مجھے فون مت کرنا، میں تمہاری کوئی خدمت نہیں کر

سکتی۔ تم ایک کمرشل عورت کو اپنی بیوی کہہ رہے ہو......؟ جاؤ کہیں سمندر میں غرق ہو جاؤ۔ بیوی اس کو کہتے ہیں جس پر صرف ایک مرد کا اختیار ہوتا ہے۔ لعنت ہے تم پر۔" حبا پر تو جیسے ہذیان طاری ہو گیا تھا۔ اسے خود پتا نہیں تھا کہ وہ کیا بول رہی ہے۔ یہ کہہ اس نے رابطہ منقطع نہیں کیا ہو گا سیل ہی آف کر دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر نیچے کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

دور تک گھٹا ٹوپ اندھیرا، آندھیوں کی شائیں شائیں، زلزلے کی گھوں گھوں، سیلاب کی طرح بڑھتے سمندر لہروں کا شور۔

ذرا دیر میں حشر برپا ہو گیا تھا۔ بہت بڑا بزنس مین، کنوارا، بہنوں کی ذمہ داریوں سے آزاد، خوبصورت، خاندانی، گھر کا لڑکا، ساری خوبیوں سے آراستہ، پرکشش رشتہ، ساری دنیا کی نظروں میں ایک خوش قسمت لڑکی جس کے دامن میں سچے موتی تھے اور مانگ میں ستارے تھے۔ لڑکیاں ہمیشہ اس کے بارے میں بڑی حسرت و رشک سے سوچا کریں گی۔ شیلا و عبیر کے سرخ چہرے اور ان سے محرومی کا ایک قلعہ تعمیر کرتے زندگی گزر جائے گی۔

اگر یہ ذکر کرے گی تو تماشا بن جائے گی۔ قابل رحم ہو جائے گی۔ حسرت کا نشان کہلائے گی۔ یہ ایک دم سے اس کے ساتھ ہو کیا گیا؟ کہیں وہ کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھ رہی؟ وہ وحشت زدہ بدحواس سی بیٹھی سوچ رہی تھی۔

سات دن اس بے مہر شہر میں رہ کر واپس تو آ گئی ہے۔ کیا اسے اب دوبارہ جانا چاہئے؟ نہیں!! اتنا بڑا فراڈ ہونے کے بعد نہ وہ اس سے محبت کر سکے گی نہ اس کو وہ عزت دے سکے گی جو ایک ذمہ دار شوہر کا جائز حق ہوتی ہے۔

"کہیں ایسا تو نہیں کسی نے سرمد کے ساتھ دشمنی میں یہ سب کیا ہو......؟" اسے بڑے مثبت خیال کے فوراً بعد ہی خوف کی انتہا نے نجات کا راستہ ڈھونڈا۔ طوفان کی شدت میں ذرا سی کمی ہوئی۔ اس نے سر سے ہاتھ ہٹا لئے۔

سامنے کلاک پر نظر ڈال کر وقت دیکھا تو رات کے جنگل میں بھٹکی سوچ کو باہر نکلنے کا راستہ دکھائی دیا۔

اس بات کو کسی دوسرے تک منتقل کرنے سے پہلے سرمد تک پہنچانا چاہئے۔ اگر یہ تہمت یا الزام ہے تو سرمد کے الفاظ و تاثرات سے کسی نتیجے تک پہنچنا مشکل نہ ہوگا۔

وہ اس سے فون پر بات نہیں کرے گی۔ وہ ایک مرتبہ لاہور ضرور جائے گی۔ کھل کر بات کر سکے گی۔ پھر اس کے بعد کوئی فیصلہ کرے گی۔ اس خیال کے ساتھ ہی وہ ممکن

ہوگئی۔ اگرچہ وہ حتماً ماتم کناں سی تھی جیسے یقین سا ہو کہ الزام ثابت ہو جائے گا۔ وہ بمشکل اٹھی اور بیڈ پر لیٹ گئی۔



"دانیال کیا پہنے گا ...... ؟ شیروانی یا سوٹ ...... ؟" حور بانو ناشتے کی میز پر صادقہ بیگم سے باتیں کر رہی تھیں۔ روایتی مزاج کی اور بہت اچھی زندگی گزارنے والی خوش باش خاتون تھیں۔ شادی بیاہ کا ذکر سنتے ہی پرجوش ہو جاتی تھیں۔ بہترین لباس، ہیرے سونے کے زیورات، ہم عمر خواتین میں بیٹھ کر دل پسند خوشگوار باتیں، ان کے نزدیک یہی زندگی تھی۔ آج گھر میں تقریب تھی اور آنکھ کھلتے ہی حور بانو کے اعصاب پر سوار تھی۔ اپنی پیچ کلر کتان کی ساڑھی اور ساتھ ڈائمنڈ کے کنگن پہننے کا خیال ہی بے حد سکون آفریں اور خوشگوار تھا۔

"شیخ صاحب نے تو پچاس ہزار روپے بھجوا دیے تھے کہ دانیال اپنی پسند سے نکاح کے کپڑے جوتے لے لے۔ میں نے اس کو دیے تو کہنے لگا میرے پاس دو نئے تھری پیس سوٹ ہیں، ان میں سے کوئی پہن لوں گا۔ اتنی جلدی کوئی ٹیلر کوئی مشکل ہی سے دے گا اور ریڈی میڈ مجھے پسند نہیں۔" صادقہ بیگم نے جواب دیا اور مسکرا کر حور بانو کو دیکھنے لگیں۔ آج کی صبح بہت خوبصورت تھی، ان کا اکلوتا بیٹا زندگی کے خوشگوار سفر پر جا رہا تھا۔ جو ایک نظر میں دل میں اتر گئی تھی۔

"پتا نہیں آج کل کے لڑکوں کو کیا ہو گیا ہے ...... ؟ کسی رسم و ریت کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ بہت کپڑے سب کے پاس ہوتے ہیں مگر شادی کا جوڑا تو بہت خاص ہوتا ہے۔ ارجنٹ سلائی بھی ہوتی ہے یا اور بات کر کے ڈبل دینا پڑتا ہے۔" حور بانو کا موڈ خراب ہو گیا۔ دولہا رکھے ہوئے کپڑے پہن رہا تھا اور وہ نئی ساڑھی۔

"مرحوم بھی ہر بات پر مجھ سے اکڑ جاتا تھا۔ یہ نہیں کرنا، فضول ہے، وہ نہیں کرنا، بیکار ہے۔ دولت کا فائدہ کیا جب موقع محل سے خرچ نہ کی جائے ...... ؟"

"آج کل کے بچے بہت پریکٹیکل اور مجبور ہیں آپا ......!" عائشہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی کوشش کی۔

"ارے ہٹاؤ ......! بالکل ہی مشین بن گئے ہیں۔ جذبات ہی نہیں رہے۔ مجھے تو بہت افسوس ہوتا ہے۔ ایک بار زندگی ملی ہے اس لیے تھوڑی کہ مشین بن کر رہ جاؤ۔" حور بانو نے بیزاری سے کہا۔ وہ تو سب کچھ منانا چاہتی تھیں، چھوٹی سے چھوٹی خوشی بھی ان کے لیے ایک جشن کی طرح

تھی۔ وہ تو اپنے رسم و رواج کو قانون کی طرح سمجھتی تھیں۔ پہلے اپنے گھر میں اور فراخ دلی کی طرف سے مایوس ہوئیں تو چہرے سے ان کے مخصوص جوش و خروش کی چمک معدوم ہو گئی۔

دوسروں کی شادیوں میں ہفتہ بھر پہلے پہنچنے والی، جاتے ہی ڈھولکی کے پیچھے گھس کر خوبصورت دھن تھاپ پر گیت ٹپے گانے والی اور اپنے گھر میں یہ حال کہ بچوں کو یہ پسند نہیں، وہ پسند نہیں۔

"بچیوں کو بلا کر کچھ دیر ڈھولکی تو بجوا لو۔ شادی کا گھر تو لگے۔" انھوں نے آخری کوشش کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"بڑی اماں اور چھوٹی اماں کو بلوا لو لڑکیاں ساتھ آ جائیں گی۔" عائشہ نے مشورہ دیا۔

"بس آپا ......! اب تو انشاء اللہ رخصتی پر ہی سب کچھ ہوگا۔ آپ فکر نہ کریں ہفتہ پہلے ڈھولکی رکھواؤں گی۔ آپ کو تو پتا ہی ہے شیخ صاحب کی وجہ سے جلدی میں سب کچھ کرنا پڑ رہا تھا۔ ان کی طبیعت کا کوئی بھروسہ نہیں۔ پچھلے ہفتے بالکل ٹھیک ٹھاک تھے اور دو دن پہلے اچانک طبیعت بگڑ گئی۔ دعا کریں ساتھ خیریت کے یہ اہم کام ہو جائے۔"

"لڑکی تو تمہاری سمجھ میں آ گئی، اچھی طرح دیکھ بھال تو کر لی ہے ناں ......؟" حور بانو کا دھیان ایک دم تحریم کی طرف گیا جس کو دیکھنے کے لیے وہ بے تاب تھیں۔

"ماشاء اللہ ......! لڑکی تو لاکھوں میں ایک ہے۔" صادقہ بیگم کے چہرے پر فطری مسرت کی چمک آ گئی۔ لہجے میں بے پناہ پیار تھا۔ حبا نے اسی وقت لاؤنج میں قدم رکھا تھا۔

صادقہ بیگم اپنی دھن میں بول رہی تھیں۔

"اللہ جانے میری کون سی نیکی اللہ نے قبول کی۔ اتنی پیاری اور سادہ مزاج لڑکی۔ اللہ نے اسے کیا نہیں دیا۔ حسن، دولت، تعلیم، رکھ رکھاؤ۔ ایک ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھتی ہے اور دل کھنچتا ہے۔ چشم بددور ......!"

"ماشاء اللہ ......! ماشاء اللہ ......!" عائشہ بہن کی خوشی پر ان سے زیادہ خوش نظر آ رہی تھیں۔

حبا عائشہ کے قریب بیٹھ گئی۔ کوشش کرنے کے باوجود وہ اپنے چہرے سے اضمحلال کا اثر نہ مٹا سکی۔

"نیند پوری نہیں ہوئی بیٹی ......! ابھی تک تھکی ہوئی لگ رہی ہو ......؟" حور بانو نے محبت سے پوچھا۔

"جی امی...... ! سر بہت بھاری سا ہو رہا ہے۔ پھپھو...... ! ایک کپ چائے پلوا دیں۔ ابھی ناشتہ نہیں کروں گی۔" حبا نے اسی طرح تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"اچھی بات...... ! جب تمہارا دل چاہے کر لینا۔ تم کوئی مہمان ہو، تمہارا اپنا گھر ہے بلکہ ایسا کرو چائے کے ساتھ ڈسپرین لے لو اور آرام کرو۔ بھابی اور اماں تو دوپہر تک پہنچیں گی۔ میں نے ڈرائیور کو کہہ دیا ہے، جاؤ تم آرام کرو میں چائے بھجواتی ہوں۔" صادقہ بیگم نے حبا کی اتری ہوئی صورت دیکھی تو بہت فکرمند ہو گئیں۔ ان کے تصور میں تو اس حبا کی تصویر تھی جس کی نئی نئی شادی تھی۔ پہلی مرتبہ میکے آئی تھی۔ خوب چہک رہی تھی۔ بھاری کپڑے، کھن کھن کرتے سونے کے کنگن، آنکھوں میں زندگی کے سارے خوبصورت رنگ اور اس وقت حبا جو چہرہ لیے بیٹھی تھی۔ اسے دیکھ کر ہی ان کا دل جیسے تڑپ اٹھا تھا۔ انہیں اپنی شادی کا پہلا ہفتہ آج بھی یاد تھا۔ آٹھ پہر ایک انوکھی مسرت کا احساس، پاؤں رکھیں کہیں تو پڑے کہیں، زندگی میں جیسے رنگ ہی رنگ تھے، حسن ہی حسن تھا۔

حبا نے ایک نظر تینوں پر ڈالی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹا...... ! طبیعت زیادہ خراب محسوس کر رہی ہو تو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں......؟" حور بانو بھی بہت فکرمند ہو کر اس سے پوچھنے لگیں۔

"ڈاکٹر کو دکھانے والی کوئی بات نہیں امی...... ! سر میں درد ہے بس...... !" حبا نے اسی طرح پژمردہ انداز میں جواب دیا۔

"کبھی کبھی بی پی لو (B.P.LOW) کی وجہ سے بھی سر میں درد ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہہ رہی تھی چائے کے ساتھ ایک بوائل انڈہ بھجوا دیتی ہوں، کھا لینا، انشاء اللہ سر درد جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔" حور بانو نے متفکر نظریں اس کے چہرے پر دوڑائیں۔

"آپا ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ایک بوائل انڈہ کھا لو تم۔ ویسے بھی دن چڑھ گیا ہے، خالی پیٹ چائے مت پینا۔" عائشہ بھی فکرمندی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ تو ایک دم مریض نظر آنے لگی تھی۔ ساتھ یہ بھی فکر کہ بھابی بیگم دیکھیں گی تو کیا سوچیں گی۔

"جی ٹھیک ہے...... !" حبا یہ کہہ کر لاؤنج سے باہر چلی گئی۔

❤❤❤

"تحریم بیٹا...... ! تمہیں دو بجے کے فوراً بعد پارلر چلے جانا چاہئے۔ میری نیلوفر سے بات ہو گئی ہے۔" خان صاحب کی مسز صبح نو بجے ہی آ گئی تھیں تاکہ ضروری کاموں میں ہاتھ بٹا سکیں اور تحریم کو میک اپ کر سکیں۔

"جی آنٹی...... ! اشعال کا ویٹ کر رہی ہوں۔ بارہ بجے تک وہ پہنچ جائے گی۔ اس کو ساتھ لے کر چلی جاؤں گی۔" تحریم نے ایک نظر کلاک پر ڈالی پھر نظریں جھکا کر دھیرے سے جواب دیا۔ ایک فطری حیا کا عکس اس کے چہرے پر واضح تھا۔ خان صاحب کی مسز روبینہ نے بے اختیار آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔

"آج کل کے زمانے میں تم جیسی لڑکی کسی عجوبے سے کم نہیں۔ آج کل کی تیاریاں لڑکیاں کئی دن پہلے شروع کر دیتی ہیں۔ چار مرتبہ تو پارلر ہو آتی ہیں۔ اسپیشل برائیڈل مہندی لگواتی ہیں۔ تم پتا نہیں اتنی Cool کیوں ہو......؟ دانیال بہت پیارا بچہ ہے، انشاء اللہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔" مسز روبینہ خان کہہ رہی تھی اور بہت پیار سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

"کیا یہ مہندی ٹھیک نہیں......؟ فوزیہ نے رات ہمیں آ کر لگا دی تھی۔" تحریم نے مسز خان کو ہاتھ پھیلا کر دکھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں...... ! بہت اچھی ہے۔ لیکن دلہن والی نہیں لگ رہی۔ چلو خیر آج تو صرف نکاح ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ رخصتی پر میں تمہیں خود لے کر جاؤں گی۔ میں رات کو آ رہی تھی مگر لاہور سے کچھ گیسٹ آ گئے۔ ان کو کھلا پلا کر فارغ ہوئی تو گیارہ بج چکے تھے۔ میں نے سوچا اب تو تم تھکی ہوں گی یا میرے پہنچنے تک سو جاؤ گی۔ اس لئے ارادہ بدل دیا۔ اور ہاں...... ! تم کئی گھنٹے پارلر میں بیٹھو گی، تھک جاؤ گی، کوئی فریش جوس لے لو۔ یہ بھی میک اپ کا ایک پارٹ ہے۔ چہرے کی سکن میں Glow آتی ہے۔"

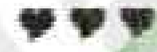
"جی آنٹی...... !" تحریم بے تکان ہدایتیں جاری کرتی مسز خان کو جواب میں اور کیا کہتی۔

"اپنا ڈریس چیک کر لیا......؟ فٹنگ وغیرہ ٹھیک ہے......؟ کبھی عین وقت پر کوئی مسئلہ ہو......؟" مسز خان نے باہر نکلتے نکلتے پوچھا۔

"جی...... ! میں نے دیکھ لیا تھا۔ گلا کچھ بڑا لگ رہا ہے وہ میں شولڈر پہ سیفٹی پن لگا کر ایڈجسٹ کر لوں گی۔" تحریم نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"ارے میرے اللہ...... ! لک (Look) خراب ہو جائے گی شرٹ کی۔" مسز خان نے پیشانی پر ہاتھ مار کر جیسے تحریم کی حماقت پر احتجاج کیا۔ "لاؤ مجھے دو شرٹ...... ! میں ابھی ٹھیک کر دیتی ہوں۔" وہ جاتے جاتے پھر پلٹ

تحریم شرمندہ شرمندہ سی وارڈ روب سے شرٹ نکالنے لگی۔



"ارے...... اب جلدی نکلنے کی کرو۔ دوپہر ہونے کو آئی۔" بڑی دادی تقریب میں پہننے والے کپڑے اور ضروری لوازمات بیگ میں رکھتے ہوئے عجلت بھرے انداز میں طاہرہ بیگم سے بولیں۔

"بس اماں...... میں بھی تیار ہی ہوں۔ تقریب تو شام کی ہے جو پہننا اوڑھنا ہوگا وہ تو شام ہی کو ہوگا۔ صبح نہا کر کپڑے بدل لیے تھے فی الحال تو یہی ٹھیک ہیں اور وہ حرا تو صبح سے تیار ہوئی بیٹھی ہے۔ لگتا ہے رات بھر سوئی نہیں۔ حیا سے ملنے کو بے چین ہے۔" طاہرہ بیگم کچن میں ضروری چیزیں ٹھکانے پر رکھتے ہوئے ساس کو مطمئن کرتے ہوئے بولیں جو درحقیقت حرا سے زیادہ بیقرار تھیں۔ بیقراری تو ان کو بھی بہت تھی۔ صبح اٹھتے ہی انہوں نے حیا سے بات کرنے کے لیے فون کیا مگر صادقہ بیگم نے بتایا کہ وہ ابھی تک سو کر نہیں اٹھی۔ انہیں سن کر بہت تعجب بھی ہوا تھا اور دکھ بھی کہ اسے ماں سے ملنے، بات کرنے کی کوئی جلدی نہیں ابھی تک آرام سے سو رہی ہے۔

چھوٹی دادی بھی تیار ہو کر باہر آ گئیں۔

"ٹیکسی لے آئے صادق حسین......؟" وہ باہر آتے ہی سب کی تیاریوں کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"آتے ہی ہوں گے۔ نکلے ہوئے تو خاصی دیر ہوگئی۔" طاہرہ بیگم کچن سے باہر آ چکی تھیں۔

"تم نے بھی ناحق تکلف کیا۔ صادقہ موٹر بھجوا دیتی۔ پہلے بھی ہزار مرتبہ بھجوائی ہے۔ تین سو روپے سے کم میں نہیں ملے گی ٹیکسی۔" گل بانو دادی نے اپنے آڑے پاجامے کی چوڑیاں درست کرتے ہوئے اپنی دھن میں کہا۔

"اماں...... موقع محل بھی دیکھا جاتا ہے۔ وہ کب منع کرتی ہیں۔ مگر گھر میں تقریب ہے گھر کے کاموں کے لیے بھی موٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔ رہی تین سو روپے کی بات تو اللہ کا شکر ہے تین سو روپے کی ٹیکسی بھاری نہیں۔ اللہ کا بہت فضل اور احسان ہے۔" طاہرہ بیگم نے دروازے کی طرف متوجہ ہو کر ساس کو قدرے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ ان کو گل بانو دادی کی کنجوس فطرت سے ہمیشہ گلہ رہا۔ ہر وقت آنہ پائی کا حساب رکھنے والی فطرت، ثریا دادی بھی اس کی اس عادت سے بہت چڑتی تھیں اور ان کی شکایتیں کرتے کبھی نہ تھکتی تھیں کہ ان کی اس طرح سینت سینت کر رکھنے کی عادت کی وجہ سے ہزاروں کا نقصان بھی ہو چکا ہے۔ [illegible] چھپا کر رکھی تھیں۔ نوٹ بدلے اور ان کو ہوش نہ آیا۔ کئی سال بعد جب بھید کھلا تو نوٹ ردی کے بھاؤ بھی نہ تھے۔

"ارے تو مجھے کون سا اپنی قبر میں لے جانے کا شوق ہے۔ ان بچوں کے لیے ہی سنبھالتی ہوں۔" بڑی دادی بری طرح غضب ناک ہو گئیں۔ طاہرہ بیگم بوکھلا کر جاتے جاتے پلٹ آئیں۔

"ارے...... بس چھوڑیں بھی پچھلی باتوں کو۔ موقع محل بھی دیکھ لیا کریں۔ چھوٹی اماں...... آپ نے سب چیزیں رکھ لیں......؟ بعد میں کہیں یہ بھول گئی وہ بھول گئی......؟ حیا بھی انتظار کر رہی ہوگی۔"

"شام کو پہننے والے کپڑے رکھ لیے، پاندان ساتھ رکھ رہی ہوں اور کیا تیاری ہوگی میری......؟ تم اپنا دیکھو۔" بدمزگی کا اثر جو ان کے لہجے سے چھلک رہا تھا۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور صادق حسین اندر آئے۔

"باہر ٹیکسی کھڑی ہے۔ کیا کیا سامان رکھنا ہے......؟" وہ ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے بولے۔

حرا سب سے پہلے باہر کی طرف بھاگی۔ اس کے پیچھے دادی تھی، چادر اچھی طرح لپیٹتی ہوئی۔

بڑی دادی کا جوش و خروش سوا تھا۔ عجلت و جوش میں پاؤں میں سلیپر الٹے پہنے رہ گئے۔

"یہ دو بیگ ہیں۔" طاہرہ بیگم نے درمیانے سائز کے دو بیگز کی طرف صادق حسین کو توجہ دلائی جو وہ فوراً اٹھا کر باہر نکل گئے۔

"اماں...... آپ آگے بیٹھے گا۔ باقی ہم چار پیچھے بیٹھ جائیں گی۔ صادق تو دکان کے وقت ہی آ جائیں گے۔ انہیں اسٹور پر بیٹھنا ہے۔ قریشی صاحب حیدرآباد گئے ہوئے ہیں۔ (قریشی صاحب اس میڈیکل اسٹور کے مالک تھے، جہاں صادق حسین پارٹ ٹائم بیٹھتے تھے اور باقاعدہ تنخواہ لیتے تھے)۔

"ارے...... اس بڑھاپے میں مردوں کے ساتھ آگے بیٹھوں......؟" بڑی دادی نے ابرو تان

کر بڑا مان کر پوچھا۔

''صادقہ کا ڈرائیور بھی پرایا مرد ہی ہے، اس کے ساتھ بھی تو کسی وقت بیٹھ ہی جاتی ہیں۔'' طاہرہ بیگم کو عین نازک وقت میں ان کا اعتراض بہت کھلا۔

''ارے...... وہ دیکھا بھالا تو ہے۔'' بڑی دادی بڑبڑاتے ہوئے باہر جارہی تھیں۔

''ہم چار بھی آپ کے ساتھ ہی ہیں۔ لے کر جائے گا تو پانچوں کو ہی لے کر جائے گا۔'' طاہرہ بیگم بھی بڑبڑائیں اور گھر پر تنقیدی جائزہ لیتی باہر نکل گئیں۔



سرمد اپنے بیڈ پر ہی تھا کہ اس کے موبائل پر رنگ ہوئی۔ اس نے بڑی کسلمندی سے ہاتھ بڑھا کر سیل اٹھایا اور نمبر دیکھا۔ حبا کی کال تھی، وہ ایک دم اٹینشن ہوگیا۔

''ہیلو......!'' انداز میں شوق و تجسس واضح تھا۔

''ہیلو......! حبابات کر رہی ہوں۔ آپ اس وقت کہاں ہیں......؟'' حبا کے لہجے سے کچھ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کس موڈ میں بات کر رہی ہے۔

''بستر میں......! آج تو پتا نہیں بستر چھوڑنے کا دل ہی نہیں چاہ رہا۔ آفس سے فون پر فون آرہے ہیں۔ سائٹ پر شاید ٹھیکیدار کا کسی سے جھگڑا بھی ہوگیا ہے۔ بتا رہے ہیں ایک دو بندے زخمی بھی ہوئے ہیں۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ ان کی ٹریٹ منٹ کرا کر گھر بھیج دو۔ فضول قسم کے لوگ، جاہل، اسٹوپڈ، وائلیشن Create کرتے ہیں۔ تم سناؤ......! کیا کر رہی ہو......؟'' سرمد نیند سے بھاری آواز میں پوچھ رہا تھا۔

''ٹھیک سے پتا کرلیں کہیں وہ غریب مزدور بیچارہ زیادہ ہی زخمی نہ ہوگئے ہوں۔ مشینوں میں ان غریبوں کا تیل پڑتا ہے تو محل بنتے ہیں۔'' حبا کو اس کی بے حسی سے جیسے دھچکا لگا۔

''میں نے ان کو مشورہ نہیں دیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو زخمی کریں۔ اگر مر بھی جاتے ہیں تو خود ہی ذمہ دار ہیں۔ یہ غریب آدمی بہت براؤڈ ہوتا ہے۔ دولتمند بندے سے زیادہ اکڑ ہوتی ہے جو سوف نہیں کرتی اور نہایت ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ یہ خود پر رحم نہیں کرتے تو دوسروں کو کیا مصیبت آئی ہے......؟ تم اپنی بات کرو۔ تم نے کیا پلیکس جوائن کرنا ہے جو ان کو ناپک بنا رہی ہو......؟''

''غربت واقعی بہت تکلیف دہ چیز ہے۔ میں نے تو خیر نہیں دیکھی۔ ہم سب گھر والے محنت کرتے تھے، ہر ایمرجنسی اور ضرورت کے لئے ہمارے پاس پیسہ نکل آتا تھا۔ ہم نے بھی ادھار قرض کر کے شو نہیں ماری۔ لیکن میں یہ دیکھتی ہوں جب بندہ خوشحال ہو جاتا ہے تو اس میں دولت کی ہوس پیدا ہو جاتی ہے بلکہ وہ شارٹ کٹ سے زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لئے ایکٹو ہو جاتا ہے اور میرا خیال ہے سب سے آسانی سے دولت جوئے ریس سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جوئے سے پیسہ مل جائے تو مزے کی بات لیکن جوئے میں پیسے کے بجائے عورت جیتی جائے تو کیا فائدہ......؟ اچار ڈالتے ہیں اس عورت کا......؟'' حبا بڑی معصوم لہجے سے آرام سے بات کر رہی تھی۔

دوسری طرف ایک دم سناٹا طاری ہوگیا۔ جیسے رابطہ منقطع ہوگیا ہو۔

''ہیلو......! میری آواز آرہی ہے......؟'' حبا کے انداز میں سکون بھی تھا اور اعتماد بھی۔

''ہوں......! میں سوچ رہا ہوں تم یہ کیسی فضول سی باتیں کر رہی ہو......؟ اور مجھ سے کیوں کر رہی ہو......؟ تمہارے پاس اتنی دور بیٹھ کر کرنے کے لئے یہ فضول سی باتیں ہیں......؟ میرا خیال ہے تم شادی انجوائے کرو، اپنے پیرنٹس کے ساتھ اچھا وقت گزارو، دیٹس آل......!'' سرمد نے ایک ان دیکھے طوفان کی ''شوں شوں'' محسوس کرتے ہی سیل آف کردیا۔

وہ اچھا خاصا ٹینس ہو چکا تھا۔ رنگ دوبارہ ہوئی۔ تجسس تو سیلاب کے ریلے کی طرح شروع ہو چکے تھے۔ نا چاہتے ہوئے بھی اس نے حبا کی کال پھر ریسیو کی۔

''ہوں......!'' لفظ کے بجائے اس نے صرف ایک ہنکارے سے کام چلایا۔

''میں اب دوبارہ لاہور نہیں آؤں گی اور نہ آپ زحمت کیجئے گا۔ نفرت ہے مجھے ان مسکین بننے والی عورتوں سے جو عیاش کرپٹ مردوں کے ہاتھ مضبوط کرتی ہیں اور عیاشی اور دولت کی خاطر ساری عمر کسی مرد کا بھرم رکھتی ہیں۔ سوسائٹی کے سامنے اسے اوتار بنا کر پیش کرتی ہیں۔ اپنے مفادات کے لئے آپ لوگ پورے پورے خاندان استعمال کرتے ہیں۔ میں ابھی اسی وقت آپ کو طلاق دیتی ہوں۔ میرے گھر میں گل بانو بیگم، ثریا بیگم، طاہرہ بیگم کے بعد کوئی خاتون غیر ذمہ دار مرد کا بھرم نہیں رکھے گی۔ اپنا کما کر زندگی گزارے گی تو اپنے ساتھ مرد کا دم چھلا نہیں لگائے گی۔ اس معاشرے کے گھڑے ہوئے سب اصول مسترد کرتی ہوں۔ ساری رات نہیں سوئی ہوں میں۔ تمہارے جوئے ریس کی دولت تمہیں مبارک......!''

''آپ سے تم......؟'' طوفان کی آخری آمد، آخری جھٹکا تھا۔

حبا نے رابطہ منقطع کردیا تھا۔

سرمد نے سیل کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھا پھر ایک دم چھلانگ مار کر بستر سے

نیچے اتر آیا۔

چھانٹ کر وہی ایک لوئر مڈل کلاس کی لڑکی لایا تھا۔ فیملی لائف میں ایمن کرنے کے لیے۔
سارے ملک میں پیدا ہونے والے نوزائیدہ لڑکے مارے جا رہے تھے اور موسیٰ صندوق میں بند تیرتے ہوئے فرعون کے محل میں پہنچ گئے تھے۔

یوں لگتا تھا کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بالکل زیرو ہو گئی ہے۔ اپنے بالوں میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں چلا رہا تھا جس سے اندر کا اضطراب آشکار تھا۔

''لاہور نہیں آئے گی......؟'' بس ایک جملے کی بازگشت چہار سو تھی۔

تماشا بن جائے گا۔ سارا زور ٹوٹ جائے گا۔ ایک سیکنڈ میں فیملی کی نظروں سے گر جائے گا۔ اسے آخر کس نے سب کچھ بتا دیا؟ جوئے ریس کی بات وہ کتنے یقین و اعتماد سے کر رہی تھی۔ اب اس سچویشن کو وہ کس طرح سنبھالے؟ یہ تو بہت جلدی ہو گیا، تھوڑا وقت گزر جاتا تو شاید بہت کچھ آسانی سے کنٹرول ہو جاتا۔

وہ اس ہفتے میں کئی بار کمل کر لے ہیں۔ اگر وہ پر یکنٹ ہو گئی؟ بچے بھی گیا، شادی پر پورے پانچ لاکھ خرچ ہوئے۔ گویا وہ تو جوئے میں پانچ لاکھ ہار گیا؟ سب سے اہم بات اس کو فیس کیسے کرے گا؟ اسے تو یہ ملک ہی چھوڑنا پڑے گا۔ جانا تو اسے ہے مگر اس طرح تو جانا نہیں چاہتا تھا۔ بارہ برس سے سب کچھ کتنی مہارت و ہوشیاری سے سنبھال رہا تھا۔ ایک معمولی سی لڑکی نے سب کچھ اپ سیٹ کر دیا۔ اسے ٹریپ کرنا بہت ضروری ہے ورنہ تو سارا کھیل ہی خراب ہو گیا۔

وہ بیقراری سے ٹہل ٹہل کر سوچ رہا تھا۔ پھر اپنا موبائل اٹھا کر حیا کا نمبر ملانے لگا اور بڑے پرشوق انداز میں کان سے لگایا۔ فوراً ہی چہرے پر مایوسی کے تاثرات چھا گئے۔ دوسری طرف سے سوئچ آف کی اطلاع مل رہی تھی۔

کیا وہ صادقہ آنٹی کا پی ٹی سی ایل نمبر یوز کرے؟ پتا نہیں ان کے گھر میں سیٹ کس جگہ رکھا ہے۔ حیا سب کے سامنے بیٹھ کر جانے کیا کچھ بول پڑے۔

اس نے سیل اپنے الٹے ہاتھ کی ہتھیلی پر یوں مارنا شروع کیا جیسے سیل سے تالی بجا رہا ہو۔ ہونٹ کانپ رہے تھے، آنکھوں میں گہری سوچ کا عکس تھا۔ وہ پھر کوئی نمبر ملانے لگا۔ دوسری طرف کال ریسیو ہوئی۔ سرمد نے ایک گہری سانس کھینچی۔

''میں ٹھیک ہوں۔ ہنی یار...... اس نے بڑا تنگ کر دیا ہے۔ ذرا اسے کچھ دن کی...... اُلو کا پٹھا ہے کہاں......؟''

''ہاں ہاں...... اوہ ی...... لٹا ہوا، زخمی ناگ۔ تمہاری میرے ساتھ کمٹ منٹ تھی اگر وہ تو اس کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔ پھر تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ ظاہر ہے میں اپنی فیملی کو کس طرح فیس کروں گا......؟ سب لوگوں کی نظر میں میری ایک حیثیت ہے۔ مجھے بہت نہیں دی جاتی ہے بلکہ میری سوسائٹی میں گڈ ول ہے۔ تم اسے فوراً پکڑو۔ اس نے میری کو اپنا کر اپنے دکھڑے سنائے، وہ اب آنے کو تیار نہیں۔''

وہ رک کر دوسری طرف کی بات سن رہا تھا۔ چہرے کے تاثرات میں تغیر برپا ہو رہا تھا۔

''کیا مطلب......؟ میں اسی طرح بس شادیاں کرتا رہوں۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ تمہاری طرح کی ''سوشل خاتون'' کو بیوی بنانے کا مطلب ہے کہ میں اپنے سارے کام چھوڑ کر بیوی کی چوکیداری کرتا رہوں۔ یہ کام اتنا آسان ہوتا تو میں حیا سے شادی کیوں کرتا تم سے کر لیتا......؟ تمہارے شوہر نے تمہیں طلاق نہیں دی اور تم نے زمینوں کے لالچ میں اس سے خلع نہیں لی...... میرا خیال ہے ہم آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ بات ادھوری رہے گی اور بیٹری ختم ہو جائے گی۔''

''تم لبرٹی روسا تو وا پہنچو۔ میں آ رہا ہوں۔ اوکے...... ہاں ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد...... اوکے!'' سرمد نے سیل آف کر کے اسی میں ٹائم دیکھا اور عجلت بھرے انداز میں واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

♥♥♥

''ارے میری بچی...... دادی صدقے جائے، تو اس طرح سر جھاڑ منہ پھاڑ کھڑی ہے۔ ارے نور بانو...... کتنے دن ہوئے ہیں اس کے بیاہ کو......؟ دلہن پر اچھا کپڑا لتہ زیور۔ پہلی مرتبہ میکے آئی ہیں تو لدپھند کر چھٹی کی دلہن بن کر آتی ہیں۔'' سب حیا سے ملے اور خوش گوار انداز میں۔ لیکن بڑی دادی نے تو جیسے ہنگامہ کر دیا۔ بالکل آف کلر چھپکے چھپکے کلر کا سوٹ جسے اس نے نرمی کی وجہ سے بطور شب خوابی ڈریس کے استعمال کیا تھا۔ ساری جیولری اتار کر بالوں میں رکھ دی تھی۔ چہرے پر ہلکی سی لپ اسٹک تک نہیں تھی۔

''خالہ جان...... اسے بہت تھکی ہوئی تھی، ویسے سو کر اٹھی ہے۔ ابھی نہا دھو کر تیار ہو گی تو بہت کچھ پہن کر آپ کو دکھائے گی۔ شکر ہے مالک کا یہ خوش ہے۔ ہم خوش ہیں۔ آپ وہم نہ کیا کریں شام کو آپ اس کی تیاری دیکھیے گا۔ ہر وقت پر تکلف کپڑے پہن کر بھی طبیعت اوب جاتی ہے۔'' نور بانو نے ٹھہری ہوئی بڑی دادی کو بہت محبت اور ملائمت سے سمیٹا۔

طاہرہ بیگم بڑے پیار سے اس کے بالوں کی لٹیں کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے غور سے دیکھ رہی تھیں اور حیا ماں کے سامنے خود پر قابو پانے کی جدوجہد سے گزر رہی تھی۔ حرا بڑے پرشوق انداز میں اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے بے پناہ خوش نظر آ رہی تھی۔ ہما اپنے فطری پرتکلف اور باوقار انداز میں فاصلے پر کھڑی مسکرا مسکرا کر دیکھ رہی تھی، گلے مل کر رخسار چوم کر وہ ایک طرف ہٹ گئی تھی۔ اس کی نظر میں ایک اشتیاق سا تھا۔ جیسے وہ حیا کی ذات میں کوئی نیا پن، کوئی تبدیلی کھوج رہی ہو۔

"اتنی دور کیوں کھڑی ہیں آپا......!" حیا کی نظر اس پر پڑی تو اس نے ماں کو نظر انداز کر کے بڑے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔ وہ فوراً سے پیشتر ماں کے سامنے سے ہٹ جانا چاہتی تھی۔ ورنہ غالب امکان تھا کہ ماں چند لمحے مزید قریب کھڑی رہی تو بند ٹوٹ جائیں گے، سیلاب آ جائے گا۔ سب کے سامنے وہ چیخیں مار مار رونا نہیں چاہتی تھی۔

"بس تمہیں دیکھ رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں لاہور کی آب و ہوا نے تم پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ جیسے گئی تھیں ویسی ہی واپس آ گئیں۔" ہما سچ مچ بہن کو سامنے پا کر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔

"ارے......! جب مہینہ رک کر آئے گی تب فرق پتا چلے گا تمہیں۔" حور بانو نے ایک دم مداخلت کی۔ آخر ان کی کارکردگی پر حرف آ رہا تھا کہ انہوں نے بہو کا خیال نہیں کیا۔

"آرام کہاں ملا بیچاری کو......؟ دعوتیں شروع ہو گئیں، بہت سے لوگ شادی میں نہیں آ سکے تھے وہ ملنے کے لئے آنے لگے۔ بے آرامی کی وجہ سے اتنی تھکی تھکی دکھائی دے رہی ہے۔" حور بانو دل کھول کر صفائیاں پیش کرنے لگیں۔

غیر ارادی طور پر حیا ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ ان کا بے تکان بولنا اس کے ذہن پر بوجھ بننے لگا۔ نگاہ میں اپنائیت قربت یا کسی رشتے کا عکس نہیں تھا۔ بہت بے رحم، بے لحاظ، بے مروت نگاہ تھی۔ غصے کی ساری شدت ان پر مرتکز ہو گئی۔ اپنی ایک ایک اذیت کی ذمہ دار حور بانو کو سمجھنے لگی۔

"ہونہہ......! ہر وقت عیش اور آرام سے رہنے والی، اپنی مرضی سے کھانے پہننے سونے والی، وقت کی مستی میں اتنا ہوش ہی کہاں ہوتا ہوگا کہ بچوں کی ایکٹیویٹیز پر نظر رکھیں۔ بارہ تولے چوڑیاں، پندرہ تولے کے کنگن بس انہی چکروں میں زندگی کٹ گئی۔"

"ارے...... بیٹھ کر باتیں کر لو۔ کیوں کھڑی ہوئی ہو......؟" عائشہ نے ٹوکا تو وہ ایک دم حواسوں میں آ گئی۔ ہما اس کا ہاتھ تھام کر صوفے کی طرف بڑھی۔

"چلو آؤ ادھر بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔" وہ یوں بیٹھی جیسے سخت بیمار ہو۔ بیٹھتے ہی بیک سے ٹیک لگا لی۔

"سرمد بھائی ٹھیک ہیں......؟" ہما نئی نویلی شادی شدہ بہن کو بڑی پرشوق نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ہوں......!" حیا کے لئے تو جیسے "ہوں" کہنا بھی دوبھر تھا۔

"اللہ......! کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟ ایسے کیوں ہو رہی ہو......؟ نیند آ رہی ہے......؟" ہما اس کی خاموشی سے عاجز آ گئی۔

حرا اس کی دوسری جانب آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"آپا......! آپ لاہور میں گھومنے پھرنے تو گئی ہوں گی......؟ کہاں کہاں کی سیر کی......؟" حرا اپنے انٹرسٹ کی باتیں کرنے لگی۔

"اتنے سے دنوں میں کیا کیا کر لیتی......؟" اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کرتے ہوئے رسانیت سے جواب دیا۔

"ایک ہفتے میں بھی اچھی خاصی سیر تفریح ہو سکتی ہے۔" حرا نے لاپروائی و بے نیازی سے کہا۔

"ہاں......! جب بندے کو اور کوئی کام نہ ہو۔" اب وہ چڑ کر بولی تھی۔

"ہیں......؟ تو کیا آپ وہاں جاتے ہی کام کرنے لگیں......؟" حرا نے تعجب سے آنکھیں پھاڑیں۔

"ان کے گھر میں تو نوکر کام کرتے ہیں، آپ کیا کرتی ہیں......؟" حرا واقعی بہت حیران تھی۔

"بھاڑ جھونکتی ہوں۔" اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔

"چھوڑو حرا......! اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آرام کرنے دو، [illegible] کی شام کو تقریب ہے یہ اور تھک جائے گی۔"

"تم آرام کرنا چاہو تو کمرے میں چلی جاؤ۔ ہم لوگ تو ربیعہ خالہ کے ساتھ کام میں لگ جائیں گے۔ ابھی تو کپڑے بھی پریس کرنا ہیں۔ ذرا سی دیر میں شام بھی ہو جائے گی۔" ہما کو تقریب کا خیال آتے ہی کام یاد آنے لگے۔

"یہ دانیال بھائی کہاں ہیں......؟ دوسروں کو تنگ کرتے ہیں اپنی باری پر چھپتے پھر رہے ہیں۔ پتا نہیں پھپھو نے ڈھولکی بھی منگوائی ہے یا نہیں۔ ہم لوگ گانے ہی گا لیتے۔" حرا گھر کے اندرونی حصے کی طرف چلی گئی۔

ہما بھی حیا پر ایک نظر ڈال کر کھڑی ہو گئی۔ حیا نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔ تمام خواتین بھی لاؤنج سے اندر جا چکی تھیں۔



وہ ہارا ہوا جواری ہے۔ اس کا دماغی توازن بگڑ چکا ہے۔ تم اس کو اہمیت دے رہے ہو۔ تم اپنے دل کی بات کرو۔ اگر تمہارا دل مجھ سے اُکتا چکا ہے تو صاف صاف بات کرو۔ ڈیڑھ کروڑ کا حساب بنتا ہے میرا تمہاری طرف۔ دے کر جان چھڑاؤ۔ فارغ ہو جاؤ۔" وہ بڑے طمطراق سے سرمد کے سامنے بیٹھی سگریٹ انگلیوں میں دبائے کش پر کش لگا رہی تھی۔ جسے عرف عام میں ہما دون کہا جاتا تھا اور سرمد کی بھی تھی۔

"خود ہی خود فرض کر کے ڈیڑھ کروڑ کا حساب سیٹ کر لیا......؟" سرمد عجیب سے انداز میں مسکرایا اور سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔

"پروف ہیں میرے پاس۔ ہوائی قلعے نہیں بناتی۔ پریکٹیکل عورت ہوں۔" ہما نے کش لگا کر بڑے اہتمام سے دھواں بکھیرا۔

"لاسٹ ائیر سیونٹی لیک (70-Lac) کا نیکلس بیچا تھا تمہارا......جس کے فوراً بعد ہی تم مجھ سے دس ہزار (10,000) پونڈز لے کر لندن شاپنگ کرنے گئی تھیں۔" سرمد نے بڑی تیزی سے بات کاٹی۔

"مطلب کی بات کرو سرمد......انہی تو پہلے ہی کھٹک گئی تھی اتنی خوبصورت، جوان لڑکی تمہارے بیڈ روم میں آ گئی ہے۔ آخر کار یہ تو ایک دن ہونا ہی تھا۔ ڈرتے کیوں ہو......؟ بس ایک ڈیڑھ سیمنٹ فیکٹری ہی سے محروم ہو جاؤ گے۔ یہ تو ایسا کوئی خاص نقصان نہیں۔" ہما نے سینے سے ڈھلکتے ساڑھی کے آنچل کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کی۔ گزرے دنوں کی خوشگوار یادیں ذہن کے پردے پر لانے کی یہ ایک شعوری کوشش تھی۔

سرمد قل نفس بیٹھا تھا۔ وہ بات منظر عام پر آنے کے خطرات کالے بادل کی طرح چھا رہے تھے۔ جس کے بعد اس کی فیملی لائف زیرو تھی۔ ساری ناز برداریاں ختم تھیں۔ اپنی شرائط پر زندگی گزارنے کے مزے ہاتھ سے جا رہے تھے۔ اسے اس بلا نوش سے اتنی جلدی کسی اقدام کی

امید نہیں تھی جس نے ڈائریکٹ حیا کو فون کر ڈالا تھا۔

"تم بات کو غلط رنگ دینے کی کوشش کر رہی ہو۔ مجھ سے بدگمان ہو کر الجھنے کے بجائے اس آسیب سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو جو تمہارے خون میں اتر چکا ہے۔ ہینڈل کر لاؤ۔ میرا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں۔ حیا میرے گھر کا ایک ڈیکوریشن پیس ہے۔ فیملی لائف کی مجبوری ہے۔ میں اتنا کچھ کر رہا ہوں مجھے اس کو سنبھالنے والی لیگل اولاد بھی چاہیے۔ انڈرسٹینڈ کرو۔" سرمد اتنی جلدی ہار ماننے والا نہیں تھا۔ چھوٹی سی عمر میں بطور صنعت کار مارکیٹ میں اس کی ساکھ بن چکی تھی۔ اس نے ملنے والا کوئی موقع نہیں گنوایا تھا۔ جس وقت لوگ کسی قیمت پر بستر سے اٹھنا پسند نہیں کرتے وہ اس وقت بھی بستر کے سامنے بے بس نہیں ہوتا تھا۔ حرکات میں پیچیدہ جیسی تیزی اور ذہن کمپیوٹر تھا۔

وہ ہاتھ آئی سیمنٹ فیکٹری سے کیسے دست بردار ہو جاتا۔ اسے اپنے بچوں کے لئے بہت ویل مینرڈ، ایجوکیٹڈ، ایکو اور پارسا ماں چاہیے تھی۔ حیا اس وقت سیمنٹ فیکٹری کے مقابل تھی۔ سرمد کو دونوں چاہیے تھیں۔ جس سرکل کو وہ موو کرتا تھا اس میں عورت کی پارسائی مشتبہ تھی اور اسے بہت صاف ستھری فیملی لائف کی تمنا تھی۔ اپنی اولاد کے لئے اپنی ماں جیسی ماں کی آرزو تھی۔

"میں اُسے ہینڈل کرنے کی کوشش میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتی۔ وہ چوبیس گھنٹے میں کس وقت ہوش میں ہوتا ہے یہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تو پھر تم اس کی بوتل میں زہر ملا دو۔ میں تم سے پراپر طریقے سے شادی کر لوں گا۔" سرمد نے بڑے بے رحم اور دو ٹوک لہجے میں اپنی دانست میں قاتل بات کی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے کہ ہوا میں اڑتے تیر پکڑنے کی کوشش کروں......؟ مجھے کوئی مسئلہ نہیں، وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مجھے کس شے کی کمی ہے......؟ مال دولت، انگوریلس، ٹریولز اور تمہاری مکمل کمپنی۔ میرا بیڈ روم بھی تم سے مکمل ہے۔ تم سب کو گڈ نائٹ کہہ کر میری رات کو گلنار کرتے ہو۔" ہما نے اپنی بات کے اختتام پر بڑے بے ساختہ انداز میں بھرپور قہقہہ لگایا اور خاص ادا سے جھک کر ایش ٹرے میں راکھ جھاڑنے لگی۔

سرمد اس وقت ہما کے گھر کے خوبصورت لان میں بیٹھا ہوا تھا۔ سبزے کے درمیان وائٹ لان چیئرز کا سیٹ ٹیبل پر رکھا کرسٹل کا ایش ٹرے سامنے لان کا خوبصورت ویو۔

"تمہارے خیال میں اس کوٹھی کی مالیت اس وقت کیا ہو گی......؟" سرمد نے اچانک

عجیب سا سوال کیا۔

"اب اسے حاصل کرنا تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔ یاد کرو وہ رات جب تم سردار کے ساتھ بازی لگا رہے تھے اور وہ اپنا بنک بیلنس ہار چکا تھا۔ وہ بری طرح لٹ کر پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے تم سے پوچھا تھا، یہ کوٹھی یعنی......؟ اور تم نے کہا تھا ہنی۔ جب میں نے تم سے پوچھا تھا تم نے اتنی خوبصورت قیمتی کوٹھی چھوڑ کر مجھے جیتنا کیوں پسند کیا......؟ تو تم نے کہا تھا کہ ہنی میرے ساتھ ہو گی تو ہر سال ایسی کوٹھی خرید لوں گا۔ مجھے پتا ہے تم یہ کوٹھی خرید سکتے ہو۔ مگر میں تو اسے ڈیل نہیں کر رہی۔ ہاں...... ! حبا کے نام لکھ کر اسے طلاق نامے کے ساتھ گفٹ کرنے کی بات کرتے ہو تو میں ابھی ڈیل کرتی ہوں۔ تم میرے لئے لائف اسٹیم ہو، میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔" ہنی بولتے بولتے ایک دم خونخوار نظر آنے لگی۔

"مجھے اس ڈر نگر نے بہت تڑپایا، بہت تڑپایا ہے۔ مجھے تمہاری ذات سے سکون ملتا ہے۔ تم تو نشے کی طرح مجھے لگ چکے ہو۔ حبا جاتی ہے، جانے دو۔ دوسری شادی کر لو۔ وہ بھی چلی جاتی ہے، تم تیسری شادی کر لو۔ میں تمہیں شادیاں کرنے سے روک تو نہیں رہی۔ بعض مرد چھ چھ شادیاں کرتے ہیں۔ اچھا ہے تمہیں ورائٹی ملتی رہے گی۔ اس لئے کہ یہ خبیث بڈھا، اکرم ہارون تو باز آنے والا نہیں۔ لوگوں کو آنا فانا کینسر ہو جاتا ہے، جھٹ پٹ مر جاتے ہیں۔ اسے کچھ بھی نہیں ہوتا۔" ہنی نے ٹیبل سے سگریٹ کا پیکٹ اٹھایا اور سگریٹ نکالتے ہوئے زہریلے اور سنگدل لہجے میں بولی۔

"اس لئے کہ اس کی جان تم میں اٹکی ہوئی ہے۔" سرمد نے تیزی سے ٹکڑا لگایا۔

"ہم میں تو پتا نہیں کس کس کی جان اٹکی ہوئی ہے......؟ مگر تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میری جان کس میں اٹکی ہوئی ہے......؟" ہنی نے تیکھی اور لش پش کرتے لائٹر سے سگریٹ سلگائی۔ ایک زوردار کش لگایا اور سگریٹ ہونٹوں سے نکال کر سرمد کو یوں پیش کی جیسے کوئی پھول پیش کر رہی ہو۔

سرمد نے سگریٹ اس کے ہاتھ سے لے کر منہ میں دبالی۔ ہنی نے دو انگلیاں اپنے ہونٹوں پر رکھ کر ہوائی بوسہ دیا اور بڑی ادا سے ساڑھی کی فال درست کرنے لگی۔

سرمد گہری سوچ میں ڈوب چکا تھا۔ جیسے کوئی حل سوچ رہا ہو۔



دانیال کو شید بناتے ہوئے کوئی ضروری کام یاد آ گیا۔ اس نے تولیہ شانوں پر پھیلایا اور جاگ جھاگ چہرے کے ساتھ ماں کو ادھر ادھر ڈھونڈتا او پر بیڈ روم پہنچ گیا۔ حبا وہاں اکیلی بیڈ پر بیٹھی اپنے ناخن تراش رہی تھی۔ قدموں کی آہٹ پا کر اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ دانیال نے اچانک اور تنہا پا کر ٹھٹکا سا گیا۔

"وہ اماں جان پتا نہیں کہاں چلی گئیں......؟ تمہیں پتا ہے کچھ......؟ اپنے کمرے میں بھی نہیں ہیں۔" وہ بلا ارادہ بولتا چلا گیا۔ اس کی چبھتی ہوئی نظروں کے سامنے سارا اعتماد ہوا ہو گیا تھا۔

حبا جواب میں یوں خاموش رہی جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ جب جانے لگا تو طنزیہ بولی۔

"بڑے جوش و خروش سے دولہا بننے کی تیاری ہو رہی ہے......؟ لگتا ہے جو چاہا تھا وہی مل رہا ہے......؟" دانیال جو جانے کے لئے پلٹ رہا تھا، رک گیا اور وہیں سے پلٹ کر حبا کی طرف دیکھا۔

"اب ان باتوں کا مقصد......؟ تم مجھ سے پہلے اپنی من چاہی منزل پر پہنچ چکی ہو۔ میں تو اپنے احسان کرنے والے پیرنٹس کو Obey کر رہا ہوں۔ ہر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ میری زندگی میرے والدین کی خوشیوں کے لئے کام آ رہی ہے۔ میرے اطمینان کے لئے یہی کافی ہے۔ تم ایک شاندار زندگی کا آغاز کر چکی ہو۔ اب تمہارا لہجہ و انداز بدل جانا چاہئے۔ بہر حال ہم کزن ہیں اور زندگی میں اکثر کسی نہ کسی وجہ سے ملتے رہیں گے۔" دانیال نے بہت اعتماد اور وقار کے ساتھ کہا۔

"شاندار زندگی......؟" پہلے سے ڈپریشن میں مبتلا حبا کے سر پر تو جیسے اس نے بم دھماکہ کیا تھا۔ اپنے تمام دکھوں اور نقصانات کا ذمہ دار اس وقت دانیال ہی نظر آ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں جیسے جھکڑ چلنے لگے۔ اس نے دانت پیس کر نفرت سے دانیال کی طرف دیکھا۔

"بزدل انسان...... ! لڑکیوں کو تفریح اور دل بہلانے والی شے سمجھنے والا۔ اب تمہیں تمہاری کوئی منگیتر دل بہلانے والی نہیں تھی۔ اس لئے روز ماموں کے گھر آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ اللہ کرے ساری زندگی سکون تلاش کرتے رہو۔" حبا نے تلخ لہجے میں بددعا دی۔

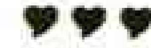
"تم نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔ تم سے پوچھا گیا تھا، زبردستی تمہیں اٹھا کر لا اور نہیں بھیجا گیا۔ اس قسم کی باتوں سے تمہارا مقصد کیا ہے......؟ خود مزے اڑاؤ، دوسروں کو ہوا دو......؟ بہت جلدی پڑی ہوئی تھی تمہیں شادی کرنے کی بلکہ بہت شوق ہو رہا تھا۔" دانیال

نے بھی اپنے اندر کی گھٹن باہر نکالنے کا موقع ضائع نہیں کیا۔

حبا جیسے تلملا کر رہ گئی۔ شعلہ بار نظروں سے دانیال کی طرف دیکھا۔

''زیادہ نہیں، تھوڑی سی شرم کرلو۔ زندگی برباد کرنے کے لیے لڑکیوں کو اُکساتے ہیں تم جیسے لڑکے۔'' یہ کہہ کر وہ رُکی نہیں تیزی سے باہر چلی گئی۔

دانیال کو سچ مچ یوں محسوس ہوا جیسے اسے سنگسار کیا جارہا ہو۔ ہر سمت سے پتھر کی ضرب تھی۔



حبا تیاری کے آخری مراحل میں تھی کہ حور بانو دروازہ ناک کر کے اندر چلی آئیں۔ ہاتھ میں موبائل تھا۔ حبا کانوں میں جھمکے ڈال رہی تھی۔ اس نے آئینے میں حور بانو کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

حور بانو نے موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

''سرمد کا فون ہے، کہہ رہا ہے وہ کب سے تمہارے موبائل پر ٹرائی کر رہا ہے مگر کوئی رسپانس نہیں۔ شاید تم آف کر کے بھول گئی ہو۔'' وہ بولتے ہوئے بڑی محبت بھری اور ستائشی نظریں اس کے سراپے پر دوڑا رہی تھیں۔

حبا جیسے ایک عذاب میں مبتلا ہوگئی۔ وہ واقعی سرمد کی کال اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔ یہ خیال نہیں تھا کہ سرمد دوسرا راستہ بھی اختیار کر سکتا ہے۔ اس نے بادلِ نخواستہ موبائل حور بانو سے لے کر کان سے لگایا۔

''ہیلو......!'' وہ کھنکار کر گلا صاف کرنے کے بعد آہستہ سے بولی۔

''ہیلو......! ہاں حبا......! سرمد بات کر رہا ہوں۔ فون کیا آف کیا ہوا ہے......؟ یار......! کب سے ٹرائی کر رہا ہوں۔'' سرمد اس کی آواز سنتے ہی جیسے جذباتی ہوگیا اور رابطہ ہونے پر خوش بھی۔

''نہ کریں......!'' اس نے حور بانو کی طرف دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور خود ہی رابطہ منقطع کر کے موبائل واپس حور بانو کو تھما دیا۔

''آواز بہت کٹ رہی ہے۔ شاید ان کے موبائل کی بیٹری ختم ہو رہی ہے۔'' اس نے نظریں جھکا کر بہت اعتماد و سکون سے کہا۔

''اچھا......؟ ابھی مجھ سے بات ہو رہی تھی تو بہت صاف آواز آرہی تھی۔ خیر تم اپنا موبائل آن رکھو۔ وہ اب شاید پی ٹی سی ایل نمبر پر ٹرائی کرے گا۔'' حور بانو نے موبائل لے کر جانے کے لیے قدم بڑھائے اور مسکرا کر ایک مرتبہ پھر اس کا جائزہ لیا۔

''ماشاء اللہ......! چشم بددور......! بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' وہ بے اختیاری ہو کر اس کے قریب آئیں اور اس کی پیشانی چوم لی۔

حبا کے تن من میں پھر آگ بھڑک اُٹھی۔ اس پیاری صورت نے تو یہ دن دکھائے ہیں۔ کوئی Value نہیں ہے اس کی۔ کیا فائدہ ایسی خوبصورتی کا جب زہر کے گھونٹ پی کر زندگی گزارنا پڑے۔ اس نے جاتی ہوئی حور بانو کو زہریلی نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچا۔

حور بانو دروازے سے باہر نکلی ہی تھیں کہ ان کے موبائل پر پھر رنگ ہوئی، وہ اُلٹے پاؤں واپس آئیں۔

''لو اس نے پھر ملایا ہے۔ بات کرنے کی کوشش کرو۔'' وہ جلدی سے موبائل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولیں۔

''ٹھیک ہے امی......! آپ ان کو کہہ دیں کہ میرے موبائل پر رنگ دیں۔ میں آرام سے بات کرلوں گی۔ آپ کو بھی تیاری کرنا ہے، دیر ہو رہی ہوگی۔'' اس نے جلدی سے ساس اور موبائل سے نجات پانے کا بہانہ تلاش کرلیا۔

''اچھا ٹھیک ہے......!'' یہ کہہ کر موبائل اپنے کان سے لگالیا۔

''ہاں سرمد......! تم حبا کے موبائل پر رنگ کرو۔ موبائل آن ہے۔ بارات جانے والی ہے میں تیار ہوں۔'' وہ باہر نکلتے ہوئے سرمد سے بات کر رہی تھیں۔

حبا نے سکون کا گہرا سانس لیا اور حور بانو کے باہر نکلتے ہی سچ مچ اپنا سیل آف کر دیا۔

''سمجھ نہیں آرہی کہ تمہاری مجھ میں دلچسپی کیا ہے......؟ صرف عیاشی......؟ لیکن عیاشی تمہارے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ بے حساب دولت ہوتے ہوئے عیاشی سے تمہیں کون روک سکتا ہے......؟'' وہ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے اُلجھی ہوئی سوچ رہی تھی۔

موبائل اُٹھا کر اس نے وارڈروب کی دراز میں رکھ دیا۔ اس کے لیے کوئی کشش نہیں تھی۔ ہر تعلق ہر برقی تاروں پر سفر کرنے والی کسی آواز میں اس کے لیے کوئی کشش نہیں تھی۔ ہر تعلق ہر رشتے سے اسے وحشت ہو رہی تھی۔



تحریم کو بڑی احتیاط سے برقعے میں چھپا کر پارلر سے لایا گیا تھا۔ شیخ صاحب نے

گیسٹ بھی پانچ چھ سے زیادہ نہیں بلائے تھے۔ نگریز کی طرف سے کسی امکانی غلط حرکت کے پیش نظر بہت احتیاط کی جا رہی تھی۔ ہر کام میں احتیاط کا عنصر غالب تھا۔ جوں جوں بارات کی آمد کا وقت قریب آ رہا تھا شیخ صاحب کی ٹینشن میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ ہر ہر لمحہ بس اللہ سے رابطہ تھا۔

تحریم کو مارے احتیاط کے گیسٹ روم میں بٹھایا گیا تھا تا کہ خدانخواستہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں اسے گھر سے باہر نکلنے میں آسانی رہے۔ کوٹھی میں مسلح گارڈ موجود تھا مگر پھر بھی انہوں نے گیٹ پر پولیس موبائل کھڑی کی ہوئی تھی۔

"توبہ آنٹی ...... ! ایک بندے کی اتنی دہشت ...... ؟ سب فل ٹینشن میں ہیں۔ آخر اب کیا کرے گا وہ ...... ؟ ہم سب کو جان سے مار دے گا ...... ؟ اس طرح اسے ساری دولت مل جائے گی ...... ؟" تحریم نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسپلٹ آن کرتے ہوئے بڑی بیزاری سے خان صاحب کی بیگم سے کہا۔

"زمانہ ہی ایسا ہے بیٹی ...... ! بے غیرتی کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ مگر تم کوئی ٹینشن نہ لو۔" وہ بہت پیار سے تحریم کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ سرخ تنگ پائجامہ، پشواز اور بڑے سے بھاری دوپٹے میں وہ پوری عروسی تیاری کے ساتھ غضب ڈھا رہی تھی۔ میک اپ بہت لائٹ تھا۔ صرف سرخ لپ اسٹک ہی نے کمال دکھا دیا تھا کہ عام دنوں میں اس نے کبھی تیز کلر کی لپ اسٹک استعمال نہیں کی تھی۔

"زمانے کی کیا بات کرتی ہیں آنٹی ...... ! نیکی بدی کی جنگ تو ازل سے جاری ہے۔ انسانوں کی درندگی کے ثبوت تاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ کون سا زمانہ ایسا آیا ہے جب ساری دنیا میں امن اور سکون تھا ...... ؟" تحریم نے اسی طرح تلخی سے کہا۔

کسی دوشیزہ کی زندگی کا اہم ترین دن، جب بہت سے رنگین خواب حقیقت کا روپ دھارنے کو ہوتے ہیں۔ احساسات کی نئی نرالی دنیا بازیافت ہوتی ہے۔ دھڑکنوں میں لے سر پھوٹتے ہیں۔ ایسا دن جو طلوع ہوتے ہی خوشگواری کا احساس دیتا ہے۔ اس دن کے آٹھ پہر الوہی مسرتوں کا پیغام لے کر آتے ہیں۔

اور آج کے دن تحریم زہر زہر ہو رہی تھی۔ جو اپنانے کو بس پہنچنے ہی والا تھا اس کے تصور کے ساتھ ہی روح میں انگارے سلگ رہے تھے۔ کس بات کی کمی تھی اس میں۔ دولت مند، تعلیم یافتہ، خوبصورت، شریف، خاندانی۔ سب ہی کچھ تو تھا اس کے پاس۔ بس دیانت کا چھلکا ہو اسکا نہیں تھا سارے فراڈ میں۔ اس کے سینے سے ہوک اٹھی۔ بمشکل آنکھ میں اترنے والا پانی

روکا۔

خان صاحب کی مسز نے تحریم کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"فتح تو ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ یہ پریشانیاں، رولا، دھمکیاں، ٹینشن سب وقتی باتیں ہوتی ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں شیطان رحمٰن تو نہیں بن سکتا، ہلکان تو کر سکتا ہے۔ بس اس وجہ سے احتیاط کی بات کر رہی تھی۔ آج کے دن تمہارے چہرے کا اصلی میک اپ تو خوشی کی چمک ہونا چاہئے۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ میرا دل کہتا ہے کہ اللہ تمہیں وہ سب کچھ دے گا جو ایک خوش قسمت عورت کے پاس ہونا چاہئے۔"

اسی وقت دروازہ کھلا اور تحریم کی خالہ دروانہ اندر آئیں۔ خوشی سے بے حال بہت اچھی طرح تیار، آتے ہی تحریم کو بوسہ دیا۔

"سوری تیمی ...... ! وہ پارلر میں ذرا دیر ہو گئی۔ آج تو بڑی زبردست تیاری کی خواہش تھی۔ یادگار اسپیشل بننا ہے تمہیں ہینڈسم دولہا کے ساتھ۔ آفٹر آل خالہ ساس ہوں۔" دروانہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ وہ تحریم کی والدہ سے بہت چھوٹی تھیں اور تحریم سے صرف سات سال بڑی تھیں۔ ان سے بڑی رومانہ کوئٹہ میں تھیں اور خاصے عرصے سے علیل تھیں۔ وہ عرصے سے کراچی نہیں آئی تھیں۔ تحریم اکثر خود ہی ان سے ملنے جاتی تھی۔

شیخ صاحب کے دو چھوٹے بھائی تھے جو عرصہ دراز سے مڈل ایسٹ میں سیٹل تھے۔ پاکستان بہت کم آتے تھے۔ شیخ صاحب اکثر عمرے پر جاتے رہتے تھے۔ عمرے سے واپسی پر دونوں بھائیوں سے ملتے ہوئے آجاتے تھے۔ شیخ صاحب کے اکثر رشتے دار U.K - U.S.A میں مقیم تھے۔ تحریم کا ننھیال بہت مختصر تھا۔ اس کی ماں کے رشتے دار ہندوستان میں تھے۔ انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی۔ تحریم کی ماں اور خالائیں شادی ہونے کے بعد پاکستان آئی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ آج کی تقریب میں جو گنے چنے مہمان شرکت کر رہے تھے ان میں رشتہ دار صرف تحریم کی خالہ تھیں۔ باقی دو تین کپل شیخ صاحب کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔

"دولہا تو واقعی لاکھوں میں ایک ہے، ماشاءاللہ ...... !" خان صاحب کی مسز نے جیسے ہی کہا۔

"کب تک پہنچ جائیں گے وہ لوگ ...... ؟ ٹائم تو شاید آٹھ بجے کا تھا ...... ؟" دروانہ نے سامنے دیوار پر لگی کلاک کی طرف دیکھا۔

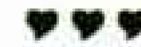
تحریم نے نظریں جھکا لیں۔ خان نور محمد خان صاحب کی مسز دوبارہ بے قراری ہو گئیں اور لیں

"بس آنے ہی والے ہیں۔ شیخ صاحب کہہ رہے تھے کہ اشرف علی صاحب وقت ضائع کرنے والے بندے نہیں ہیں۔ بہت بااصول اور پنکچوئل ہیں۔" وہ بہت اعتماد و وثوق سے کہہ رہی تھیں۔

"شکر ہے بلکہ لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت اچھی فیملی ملی ہے۔ بھائی صاحب بے انتہا خوش ہیں۔ مجھے یقین ہے اب، بڑی تیزی سے صحت مند ہو جائیں گے۔ ہر وقت کی ٹینشن تو اچھے بھلے بندے کو بیمار کر دیتی ہے۔" دردانہ بہت مطمئن نظر آ رہی تھیں۔

اتنی دیر میں نوکر نے آ کر اطلاع دی کہ مہمان آ گئے ہیں۔

"میں یہاں تحریم کے پاس ہوں۔ آپ بارات کو ویلکم کہیں۔" خان صاحب کی مسز نے دردانہ سے کہا جو پہلے ہی باہر جانے کو بے تاب کھڑی تھیں۔



محدود تعداد میں مہمان تھے، شیخ صاحب کے وسیع ڈرائنگ روم میں بڑے آرام سے سما گئے تھے۔ ایک صوفے پر دانیال اشرف علی اور صادق حسین کے درمیان بیٹھا تھا۔ حیا نہ جانے کیوں اس کے عین مقابل بیٹھی۔ لاشعوری طور پر وہ اس کو اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی۔ اس کے دائیں طرف حور بانو اور بائیں جانب طاہرہ بیگم تھیں اور ان کے برابر میں چھوٹی دادی۔ باقی لوگ دوسرے صوفوں پر آرائشی کرسیوں پر تھے۔

سب لوگوں کی نشستوں پر بیٹھنے کے بعد مشروبات سے تواضع ہوئی پھر فوراً ہی نکاح خواں شیخ صاحب اپنے ایک دوست کے ہمراہ تحریم کی رضامندی لینے اندر چلے گئے۔

حیا نے خالی خالی نظروں سے اندر جاتے ہوئے لوگوں کو دیکھا پھر آہستگی سے نظریں موڑ کر سامنے دیکھا۔ دانیال صادق حسین کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھا۔ حیا کی آنکھوں میں خون اُترنے لگا۔ حدود پر کوڑے ہیں اور قتل پر سزائے موت۔ ان خوبصورت دھوکے بازوں کے لئے کون سزا تجویز کرے اور کون عملدرآمد کرائے۔ دھوکے بھی یہی دیں، فائدے میں بھی یہی رہیں۔ واہ کیا بات ہے۔ دانیال کو اس کی نظروں کی شدت سے اُلجھن ہو رہی تھی۔ وہ تو اپنا ریزہ ریزہ وجود بمشکل سنبھالے بیٹھا تھا اور وہ اسے بکھیرنے پر تلی ہوئی تھی۔

بہر حال غیب سے مدد ہوئی۔ شیخ صاحب نکاح خواں کے ہمراہ واپس آ چکے تھے اور دانیال کی طرف بڑھ رہے تھے۔

نکاح خواں دانیال کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ نکاح شروع ہوا۔ دانیال کی رضامندی

معلوم کی گئی اور دستخط کے لئے قلم اسے تھما دیا گیا۔

پوری کائنات ایک کربناک چیخ میں قید ہو گئی۔

حیا اپنی کیفیت سے خود ہی خوفزدہ ہو گئی۔ بلاوجہ ہی اپنا پرس کھول کر جھانکنے لگی۔ سیل اس نے Vibret پر کیا ہوا تھا۔ یونہی نکال کر دیکھنے لگی جو تین Mis Call شو کر رہا تھا۔ وہ چیک کرنے لگی۔ تینوں سرمد کی تھیں۔

"کیوں پڑا ہوا ہے میرے پیچھے......؟ خوش ہونا چاہئے اسے تو کہ آرام سے جان چھوٹ گئی۔" اس نے دانت پیس کر سیل کی طرف دیکھا اور واپس پرس میں رکھ دیا۔

نکاح کی کارروائی مکمل ہوئی اور مبارکباد کی آوازیں گونجنے لگیں۔ حیا اپنی جگہ سے اُٹھی اور سیدھی دانیال کی طرف بڑھی۔

"بہت بہت مبارک ہو......! آپ نے تو ہماری شادی میں شرکت ہی نہیں کی تھی۔ مبارک باد کیسے دیتے......؟ ہم تو اس خوشی کے موقع پر بنفس نفیس موجود ہیں اور ڈائرکٹ مبارک باد دے رہے ہیں۔" وہ بڑے دلکش انداز میں کہہ رہی تھی۔ بظاہر بڑا خوشگوار اور نرم لہجہ تھا۔

"تھینک یو......! مجھے خوشی ہے آپ اس عظیم خوشی کے موقع پر مجھے قل کھنچی دے رہی ہیں۔ میرا عزیز ترین دوست عبدالولی اس موقع پر موجود نہیں۔ آپ بھی نہ ہوتیں تو میں آج خود کو بہت اکیلا محسوس کرتا۔ ایک بار پھر شکریہ......! بنڈل آف تھینکس......!"

دانیال نے اپنی ساری اذیت اور کرب دھیمے سروں میں باہر نکال پھینکی۔ بے حساب ماتم کیا۔

اسی لمحے گھر کا ملازم اندر آیا اور سیدھا شیخ صاحب کے پاس گیا۔

"صاحب......! وہ باہر تبریز صاحب چوکیدار سے جھگڑا کر رہے ہیں کہ گھر میں شادی ہے میں بھی شریک ہونا چاہتا ہوں۔"



شیخ صاحب ایک لمحہ کو پریشان دکھائی دیے۔ پھر کسی خیال کے تحت ایک دم پرسکون ہو گئے۔ ملازم نے اتنی آہستہ آواز میں بات کی تھی کہ خوش گپیوں میں مصروف مہمانوں کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔

"میں انتظام کر چکا ہوں۔ میں اپنے کمرے میں جا کر سیکورٹی الارم بجاتا ہوں۔ تم چوکیدار سے کہو اس سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی کرسی پر آرام سے بیٹھ جائے اور وہ جو کہہ رہا

ہے چند منٹ سن لے۔ ابھی پانچ منٹ میں گرفتار ہو جائے گا۔"

شیخ صاحب نے کھڑے ہو کر دبی زبان میں ملازم سے بات کی اور کمرے سے باہر چلے گئے۔ ملازم ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ تقریب گھر میں تھی۔ شیخ صاحب گھر کے مالک تھے، ان کا اُٹھ کر اچانک چلے جانا کوئی چونکانے والی بات نہیں تھی۔ مہمان اسی طرح اپنی اپنی باتوں میں مگن تھے۔

"میرا خیال ہے اب تصویریں بن جائیں پھر اس کے بعد کھانا...... ٹھیک......؟" دردانہ نے خان صاحب کی بیگم سے رائے لی۔

"بالکل......! تصویریں تو کھانے سے پہلے بن جانا چاہئیں ورنہ تحریم کا تو ویسے بھی میک اَپ بہت لائٹ ہے۔ لپ اسٹک بھی خراب ہو جائے گی۔" بیگم خان نے دردانہ سے اتفاق کیا اور اُٹھ کر خان صاحب کے پاس جا کر فوٹو گرافر کو ریڈی ہونے کا کہنے لگیں۔

دردانہ مسکراتی ہوئی دانیال کے قریب آئیں۔

"بہت بہت مبارک ہو داماد جی......! خالہ ساس ہوں آپ کی، ساس پھر ساس ہوتی ہے خواہ خالہ ساس ہو، ہوشیار باش......!"

"آپ اب اٹینشن ہو کر بیٹھ جایئے میں تحریم کو لے کر آتی ہوں۔ تھوڑا سا نوٹیشن ہو جائے ان تاریخی لمحات کا۔"

انہوں نے جھک کر دانیال کے شانے تھامے اور بوسہ دیا۔ صادقہ بیگم بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ بیٹے کی جوان اور خوبصورت خالہ ساس انہیں بہت اچھی لگ رہی تھی۔

دردانہ فوراً ہی باہر چلی گئی تھیں۔

خان صاحب کی بیگم مہمانوں کو چھوہارے تقسیم کرنے لگی تھیں۔ ڈیکر ٹرے میں خوبصورت تھیلیاں رکھے ان کے ساتھ ساتھ تھا۔

حبا بے حس و حرکت بیٹھی ٹکر ٹکر ان کی صورت دیکھ رہی تھی۔

ڈرائنگ روم میں پولیس موبائل کے ہوٹر اور وقفے وقفے سے سیٹی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جو اندر موجود مہمان روٹین کی بات سمجھ کر اگنور کر رہے تھے اور اپنی باتوں میں مگن تھے۔

پانچ منٹ بعد شیخ صاحب رومال سے اپنا چہرہ پونچھتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے اور سیدھے نور محمد خان صاحب کے پاس گئے جو اپنا چہرہ اٹھا کر شیخ صاحب کو دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک دم جیسے کوئی دھیان آیا اور سرعت کھڑے ہو گئے۔

"وہ خبیث گرفتار کروا دیا ہے میں نے۔" شیخ صاحب نے دبی زبان میں خان صاحب کو بتایا۔

خان صاحب کے تو جیسے پسینے چھوٹ گئے۔ گھبرا کر مہمانوں پر ایک نظر ڈالی اور بولے۔

"وہ اندر آ گیا تھا......؟"

"اندر کیسے آ سکتا تھا......؟ باہر کھڑا چوکیدار سے اُلجھ رہا تھا۔ اس نے غفور کو میرے پاس بھیج دیا۔"

"پھر......؟" خان صاحب کا دل بڑے زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ بات کرتے ہوئے مہمانوں پر بھی نظر دوڑاتے تھے۔

"پھر کیا......؟ میں نے سیکورٹی بزریوز کی۔ پولیس لے گئی ہے اسے۔" شیخ صاحب نے رومال اپنے کرتے کی جیب میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ماشاء اللہ......! آپ نے بڑی ہمت دکھائی۔" خان صاحب نے شیخ صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ان کو گویا شاباشی دی۔

"شکر ہے اللہ نے عزت رکھ لی۔ کرتا ہوں میں اس کا کوئی مستقل بندوبست۔ دماغ تو الجھا رہتا ہے، اب کوئی رسک نہیں لیا جا سکتا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر......! یہ تو بہت ہی ضروری ہے۔" خان صاحب نے اتفاق کیا۔ اب وہ خاصے پرسکون نظر آ رہے تھے۔

"پھر کیا پروگرام ہے......؟ کھانا شروع کر دیا جائے......؟" شیخ صاحب پوچھ رہے تھے۔ ساتھ ہی اشرف علی کو ہاتھ کے اشارے سے مسکرا کر کہہ رہے تھے کہ میں آ رہا ہوں آپ کے پاس۔ جواباً اشرف علی مسکرائے آج یوں بھی ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ یوں جیسے آخری رن (Ran) پر چھکا لگا تھا۔

"ابھی پندرہ بیس منٹ رُک جائیں۔ تحریم کو یہاں لا رہے ہیں، تصویریں وغیرہ بنوا لیتے ہیں۔" خان صاحب کا جواب سن کر شیخ صاحب اشرف علی کی طرف بڑھ گئے۔

دونوں دادیوں کے تو جیسے ہوش گم تھے۔ وہ تو شیخ صاحب کے عالی شان ڈرائنگ روم کو ہکا بکا ہو کر بیٹھی تھیں۔

"ناز کہاں صادق حسین کی بیٹی......؟ کہاں شیخ صاحب کی بیٹی......؟ زمین آسمان کا

فرق ہے۔'' بڑی دادی نے آخر کار لب کھولے۔

''یہ بات نہیں......! اشرف علی کاروباری آدمی ہیں اور یہ شادی کاروباری میل ملاپ کا نتیجہ، دولت کے بھوکے نہیں ہیں وہ، اب یہ دانیال کی قسمت۔'' چھوٹی دادی نے بڑی دقار سے جواب دیا۔

''ارے......! تو آتی کے بری لگتی ہے۔ ترجیح تو دولت والی ہی کو دی ناں......!''

''مقدر بھی کوئی شے ہے۔ اس عمر میں تو یہ بات تمہیں سمجھ آ جانا چاہئے۔ تمنائیں کرنے سے کچھ نہیں ملتا جب تک مقدر میں نہ لکھا ہو۔''

''ہائے......! خاندان کا ہیرے جیسا بچہ، وہ بھی شیخ صاحب نے ہتھیا لیا۔ پانی ڈھال کی طرف ہی بہتا ہے بیوی......!'' بڑی دادی نے ٹھنڈی سانس بھرلی۔

اس سے پہلے کہ ثریا دادی کوئی تنقیدی جملہ پھینکیں، دردانہ تحریم کو لئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں۔

صادقہ بیگم جیسے خوشی سے چور اپنی جگہ سے بہو کو تھامنے اُٹھیں۔ حبا کے اندر بھی جیسے زندگی کی رمق دوڑی۔ اس نے بڑے اشتیاق اور لاشعوری طور پر حسرت سے تحریم کا جائزہ لیا۔ نازک سی تحریم آج بھاری سوٹ جیولری اور تیز رنگ لپ اسٹک میں ویسے ہی غضب ڈھا رہی تھی۔ حبا کا دل نیچے کسی اتھاہ میں اترا۔ یہ کیفیت غیر اختیاری و غیر شعوری تھی اس وقت کچھ بھی اس کے بس میں نہیں تھا۔

وہ ایک جواری عیاش کے ساتھ تھی اور دانیال ایک خوبصورت دولت مند اور پارسا لڑکی کے ساتھ خواب بھی میرے ریزہ ریزہ اور نقصان بھی عمر بھر کے لئے میرے۔ شاید اس کا نام تو بدنصیبی ہے۔ بدنصیب بھی تو اسی دُنیا کا حصہ ہیں۔ مگر خود کو یہ یقین دلانا کتنا مشکل ہے کہ ہم بدنصیب ہیں۔ ہر سماعت صرف یہی خوش کن جملہ سننا چاہتی ہے کہ آپ بہت خوش نصیب ہیں۔

تحریم کو دانیال کے پہلو میں بٹھا دیا گیا تھا۔ فوٹو گرافر اپنا کام شروع کر چکا تھا۔ مووی میکر تو شروع ہی سے اپنا کام کر رہا تھا۔

حبا نے چند لمحے ان دونوں پر نظریں جمائیں اور پھر ایک دم ہڑبڑا کر جیسے جاگ گی۔

''میں اس فراڈ کے لئے اتنا ڈپریسڈ ہو رہی ہوں......؟ لاحول ولاقوۃ......!'' وہ جیسے تڑپ کر کھڑی ہوگئی۔

''کہاں جا رہی ہو حبا......!'' طاہرہ بیگم نے چونک کر پوچھا۔

''جاؤں گی کہاں......؟ ابھی آتی ہوں۔''

دانیال نے ابھی تک تحریم پر ایک نگاہ غلط بھی نہیں ڈالی تھی البتہ وہ کھڑی ہوئی حبا کو اُلجھی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

حبا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی تحریم کے قریب پہنچی اور اشارے سے فوٹو گرافر کو تھوڑی دیر ویٹ کرنے کے لئے کہا۔

دانیال پوری آنکھیں کھول حبا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

حبا نے تحریم کی ٹھوڑی اونچی کر کے اس کا چہرہ دیکھا۔

''ماشاء اللہ......! دانیال......! آپ کی مسز بہت کیوٹ ہیں۔ آپ کی تو ہر طرح سے لاٹری نکل گئی، مبارک ہو......!''

''تھینک یو......! ویسے میری لاٹری سے پہلے آپ کی لاٹری نکل گئی تھی۔ ایک بار پھر شکریہ......!'' دانیال کے لہجے میں جو کچھ تھا وہ صرف حبا ہی محسوس کر سکتی تھی۔

''تحریم......! یہ میری کزن ہیں حبا......!'' دانیال نے تحریم سے تعارف کرایا۔

تحریم پہلے ہی بہت پرشوق انداز میں حبا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دونوں طرف کے جملے سن کر مسکرا بھی رہی تھی۔

اچانک اسے کچھ دھیان آیا، اس نے اب ذرا چونک کر حبا کی طرف دیکھا۔ جو کہ دلہن کے سارے لوازمات سے لیس تھی۔

''Newly Married...?'' اس نے حبا سے ڈائرکٹ پوچھ لیا۔

''بالکل نئی......!'' حبا عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

''وہ جن کی شادی لاہور میں ہوئی ہے......؟'' تحریم عجیب سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ ساتھ ہی حبا کے چہرے اور سراپے پر نظر دوڑا رہی تھی۔

''جی بالکل......! ماشاء اللہ......! بڑی باخبر ہیں۔'' حبا تلخ انداز میں مسکرائی۔

''آپ کے ہزبینڈ نہیں آئے......؟'' تحریم کا دل پتا نہیں کیوں بیٹھا جا رہا تھا۔ اتنی خوبصورت ہے حبا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

''ان کی زندگی بہت مصروف ہے۔ اپنی شادی کے لئے بھی انہوں نے بہت مشکل سے وقت نکالا تھا۔'' حبا عجیب سے انداز میں ہنس پڑی۔

''اوہ......! آپ انہیں مس نہیں کر رہیں......؟'' تحریم نے پوچھتے ہوئے بے اختیار

دانیال کی طرف دیکھا۔

''میں اگر انہیں مس کروں تو بھی یہ بتانے والی بات نہیں ہوتی۔''

''خیر......! آپ کے لئے دُعا ہے کہ آپ خوش رہیں۔ دانیال کا تو آپ مشن تھیں جو آج تکمیل کو پہنچا۔ ٹھیک ہے...... ! پھر بات ہوگی، فوٹو گرافر ویٹ کر رہا ہے۔'' وہ دانیال پر تازیانہ مار کر فوراً وہاں سے ہٹ گئی۔

''دانیال......! یہ ہے ''وہ''......؟'' تحریم کے وجود میں پتا نہیں کیوں قیامت سی اُٹھنے لگی۔

''اتنا منفرد چہرہ، یہ دراز گیسو۔ دانیال کے ذہن سے کیا تصویر کبھی ہٹ سکے گی......؟''
وہ اب بیوی کے احساسات میں قید ہو کر خوفزدہ سی سوچ رہی تھی۔

دانیال کی خاموشی کا مطلب ''ہاں'' تھا۔

تحریم نے گہری سانس لی۔

''آپ ایزی فیل کریں تحریم......! اب ''یہ'' ''وہ'' کوئی بھی نہیں۔ وہ کسی کی امانت ہے اور کچھ نہیں۔'' دانیال بھی اب تحریم کا شوہر بن کر اس کے جذبات کا خیال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''پلیز......! اب آپ دونوں کھڑے ہو جائیں۔'' فوٹو گرافر نئے پوز کے لئے ریکوسٹ کر رہا تھا۔



سرمد بیڈ پر اوندھا لیٹا ہوا تھا۔ ہنی نائٹی میں ملبوس ڈریسنگ سے باہر آتی ہے۔ ایک نظر سرمد پر ڈال کر بالوں کو کیچر سے آزاد کر کے سر ہلا کر پھیلاتی ہے اور آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ بڑے سے سرخی آئینے میں بیڈ واضح تھا۔

ہنی برش اُٹھا کر بالوں میں چلاتی ہے پھر کچھ سوچ کر برش ہاتھ میں تھامے بیڈ کے قریب آتی ہے۔ بڑے اسٹائل میں سیٹی بجاتی ہے جیسے متوجہ کر رہی ہو۔

سرمد کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

ہنی دھپ سے بیڈ پر بیٹھ جاتی ہے اور سرمد کا موبائل اُٹھا کر دیکھنے لگتی ہے۔

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا
بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا

وہ جیسے گنگنانے لگی اور کن انکھیوں سے سرمد کا جائزہ لینے لگی۔ سرمد کے حال میں پھر بھی ...ئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

''ایک...... دو...... تین...... چار......'' وہ گنتی کر رہی تھی جو سرمد کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

''پوری دس ڈائننگ...... دس مرتبہ ڈائل کیا ہے تم نے جانو۔ کیا اٹینڈ نہیں کر رہی ...ے میں ہے تمہاری نئی نئی نوجوان دُلہن......؟'' ہنی نے ایک چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔

''تم بھی ڈپریشن بڑھاؤ گی تو کہاں جاؤں گا......؟'' سرمد اسی طرح اوندھا لیٹا بول رہا تو...

...ا۔

''اب تو تم کہیں جا ہی نہیں سکتے۔ انگور کی بیٹی کو لفٹ ہی نہیں کراتے ورنہ یہ پریشن تو ...ٹ میں ختم ہو سکتا ہے۔'' ہنی نے لیٹے ہوئے سرمد پر اپنا سارا بوجھ ڈال کر بڑی ادا سے کہا۔

''اس انگور کی بیٹی کو لفٹ کرا دیتا تو بھیک منگوا دیتی۔ جو اس کے عاشق ہیں انہی سے تو ...ازاں جیتا ہوں۔'' سرمد نے تھکے تھکے انداز میں جواب دیا۔

''اپنے قانونی شوہر کا حشر دیکھ لو۔'' اس نے مزید کہا۔

''مجھے اپنے غیر قانونی شوہر سے فرصت نہیں جو اسے دیکھوں۔'' ہنی نے جملہ کہا اور ...زبردست قہقہہ لگایا۔

''ویسے یار......! تم پہلے اور نرالے جواری ہو جو شرابی نہیں ہے، ورنہ یہ دونوں تمیں ...ہوتی ہیں۔''

''ہر شرابی جواری نہیں ہوتا تو ہر جواری شرابی بھی نہیں ہوتا۔ ہر وقت ہوش میں ہوتا ہوں ...ٹریڈ ایمپائر کا مالک ہوں۔ میری عمر دیکھو اور میری دولت دیکھو۔ اگر میرے ماں باپ کو ...دولت کا اندازہ ہو جائے تو وہ غش کھانے لگیں۔''

''مگر تم شاید بھول رہے ہو اس ایمپائر کے مالک تم میرے تعاون سے بنے ہو۔''

''میں یہ بات کبھی نہیں بھولا مگر تم نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ میری جوانی کی ...تمہیں جوان بنائے ہوئے ہیں۔ دُنیا تمہارے لئے جنت ہے۔'' سرمد ابھی تک اسی طرح ...ہوا تھا اور ہنی نے اپنا سارا بوجھ اس پر ڈالا ہوا تھا۔

''مگر اس وقت تو جانو......! تم بور کر رہے ہو۔ ایک تھرڈ کلاس لڑکی کو روتے ہو۔''

''وہ تھرڈ کلاس نہیں ہے۔ میں اس کی پارسائی کا گواہ ہوں۔ پارسا لڑکی کبھی تھرڈ کلاس ...'' سرمد نے سپاٹ لہجے میں تصحیح کی۔

"مجھے ڈی گریڈ کر رہے ہو......؟ کیا سمجھانا چاہ رہے ہو مجھے......؟" ہنی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"میری کبھی Booking نہیں ہوئی۔ میں دس سال سے صرف تمہاری ہوں۔" ہنی کو سرمد کی بات جتنی گالی بن کر لگی تھی۔ غصے کی شدت سے اس کی سانس بے ترتیب ہو رہی تھی۔

"میں تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا جو تم اتنا مائنڈ کر رہی ہو۔ میں مانتا ہوں تم میری داشتہ نہیں ہو، تمہاری داشتہ ہوں۔" سرمد آہستگی سے سیدھا ہو کر مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہم بہت اچھے دوست ہیں اور دوستی میں سنسیرٹی پہلی شرط ہوتی ہے۔ ان دس سالوں میں میں نے کبھی تمہیں چیٹ (Cheat) کیا......؟" وہ اسی طرح آف موڈ میں پوچھ رہی تھی۔

"یہ تو ہے......!" سرمد نے آسانی سے اتفاق کیا۔

"اور تم میں کوئی کمی نہیں ہے۔ ایک اسٹوپڈ لڑکی کی وجہ سے ڈپریسڈ ہونے کی ضرورت نہیں، چھوڑتی ہے تو چھوڑ دے۔ تمہاری ماں بہت ایکٹو ہے، وہ جلد ہی تمہارے لئے دوسری ڈھونڈ لے گی، ڈونٹ وری......!"

سرمد جواب میں خاموش رہا۔

"تمہاری خاموشی کریمنل ہے۔" ہنی نے گردن موڑ کر سرمد کو گھورا۔ ابھی تک وہ سامنے دیوار کی طرف دیکھ کر باتیں کر رہی تھی۔

"میرا ذہن اس وقت بالکل خالی ہے، ڈونٹ وری تو......!" سرمد نے تھکے تھکے انداز میں انگڑائی لی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ہم بزنس پارٹنر ہیں ہنی......! اور دونوں اپنی جگہ Selfish ہیں، ایم آئی رانگ......؟" سرمد نے اب جیسے مذاکرات شروع کئے۔

"بولو......! بولو......! آگے بولو......! میں سن رہی ہوں۔" ہنی نے بھی اکھڑے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم میرے پرسنلز سے دور رہو ورنہ ہماری دوستی بدمزہ ہو جائے گی جو کہ ہونا نہیں چاہیے۔" سرمد نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں نپی تلی بات کی۔

"تم میرے سامنے کسی کی وجہ سے ڈپریسڈ بیٹھے رہو۔ جسم میرے سامنے اور دماغ کہیں اور......؟ یہ تو میں برداشت ہی نہیں کر سکتی۔ میری موجودگی میں تمہاری ساری اٹینشن صرف میرے لئے ہونا چاہیے۔" ہنی نے دوٹوک جواب دیا۔

"کچھ باتیں انسان کے اختیار میں نہیں ہوتیں۔ جیسے کہ تم میرے معاملے میں بے اختیار ہو۔" سرمد نے اپنے ننگے بازو سہلاتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا۔

"ابھی سے خود کو کنٹرول کرو گے تو کنٹرول ہوگا۔" ہنی چیخ کر بولی۔

"تم نے مجھ سے کمٹمنٹ کی تھی کہ تمہاری شادی خاندانی مجبوری ہے اور اس شادی سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" ہنی نے سخت لہجے میں یاددہانی کرائی۔

"شیور......! ایسا ہی ہے۔ میری بیوی تو آج ایک تقریب اٹینڈ کر رہی ہے وہاں وہ اکیلی ہے میرڈ ہونے کے باوجود۔ اگر میں چاہتا تو اسے کمپنی دے سکتا تھا۔ صبح کی فلائٹ سے چلا جاتا اور نائٹ کوچ سے واپس آجاتا۔ نئی نئی شادی ہے وہ ضرور مجھے مس کر رہی ہوگی مگر میں تمہیں کمپنی دے رہا ہوں۔"

"وہ تو تم سے خفا ہے۔ اکرم کے فون کی وجہ سے شدت سے ری ایکٹ کر رہی ہے۔ وہ کیوں تمہیں مس کرے گی......؟" ہنی نے طنزیہ مسکرا کر کہا۔

"محبت اور نفرت دونوں شدت کا اظہار کرنے والے جذبے ہیں جو کسی کو کسی کے موجود ہونے کا پل پل احساس دلاتے ہیں۔ وہ مجھ سے نفرت بھی کر رہی ہے تو مجھے یاد تو کر رہی ہے۔ میں اس کی میموری میں کینسر کی طرح بکھرا ہوا ہوں اور یہ فیکٹ ہے۔"

"میرے بیڈروم میں کسی اور لڑکی کا ذکر نہیں ہوگا۔" ہنی پر جیسے ہذیان طاری ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر سرمد کو گھورنے لگی۔

"تم ابھی چلے جاؤ۔ آج رات تم مجھے مینٹل ٹارچر کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتے۔ پلیز Go Away...... اس وقت میں تم سے مزید بات نہیں کر سکتی۔" اتنا کہہ کر ہنی واش روم کی طرف بڑھی۔ پھر پلٹ کر سرمد کی طرف دیکھا جو سر جھکائے کسی سوچ میں گم تھا۔ پھر اس نے واش روم میں داخل ہو کر دروازہ دھڑ سے بند کر لیا۔

سرمد نے سر اٹھا کر بند دروازے کی طرف دیکھا اور شرٹ پہننے لگا۔ بٹن بند کر کے بیڈ سے نیچے اترا اور سائیڈ ٹیبل سے اپنا والٹ، سیل، کار کی چابی اٹھا کر جیبوں میں رکھنے لگا۔ ہنی کی قربت میں اب وہ لڑکی بہت شدت سے یاد آنے لگی تھی۔ جیسے اس کے علاوہ کسی نے اسے نہیں چھوا تھا۔ پارسا عورت کی مقناطیسیت کا مقابلہ دنیا کی حسین ترین کمرشل عورت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ مرد کی حاکمانہ فطرت کی تسکین کے لئے یہی بہت ہے کہ وہ ایک عورت پر کلی اختیار

رکھتا ہے۔ قانونی، مذہبی رُو سے مکمل اختیار۔ وہ اپنی کیفیت سے خود ہی عاجز اور پریشان ہو رہا تھا۔

اس نے ایک نظر واش روم کے بند دروازے کی طرف دیکھا اور گہری سانس لے کر کمرے سے باہر نکل آیا۔



کھانا شروع ہو چکا تھا۔ کھانے کا انتظام باہر وسیع لان میں کیا گیا تھا۔ عموماً تقریبات میں ایسے موقع پر تیز روشنیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے مگر یہاں صورت حال اس کے اُلٹ تھی۔ روشنیاں بہت مدھم تھیں جس سے ماحول بڑا خوابناک سا محسوس ہو رہا تھا۔ برتنوں کی کھٹر پٹر اور وی آئی پی کیٹرنگ کی طرف سے ہی کیا گیا خوبصورت موسیقی کا اہتمام۔ راؤنڈ ٹیبل ڈیکوریشن تھی اس لئے اکثریت کھانا لے کر اپنی نشستوں پر بیٹھ چکی تھی۔

ایک ٹیبل پر تحریم کے ساتھ مسز خان، تحریم کی خالہ وردانہ، صادقہ بیگم، عائشہ، حور بانو اور دونوں دادیاں تھیں۔

حبا جان بوجھ کر ذرا فاصلے پر بیٹھی تھی۔ کھانا کھانے کا تو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر برائے نام پلیٹ میں کچھ لے کر بیٹھ ہی گئی تھی۔ اگرچہ ڈنر بہت شاندار تھا، بیٹرا اور پران کی ڈشوں سے آراستہ۔ طاہرہ بیگم بیٹیوں کے ساتھ بیٹھی تھیں اور گھوم پھر کر کوٹھی پر نظر دوڑاتی تھیں۔ محل نما کوٹھی سے بہت متاثر تھیں۔ شعوری طور پر کئی مرتبہ حبا اور تحریم کا جائزہ بھی لے چکی تھیں۔

"مایا کو ملے مایا، کر کر لمبے ہاتھ۔" بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچی تھیں۔

"شکر ہے حبا کو بھی بہت اچھا گھر مل گیا۔" انہوں نے جیسے خود کو سمجھایا۔ دانیال سے فطری طور پر ایک دانست تو تھی۔ چپکے سے داماد کی شکل میں دیکھنے کی خواہش نے بھی سر اُبھارا تھا۔

"حبا.....! کچھ تو لو بیٹا..... خالی پلیٹ سامنے رکھے بیٹھی ہو۔" انہوں نے خیالات میں گم حبا کو ٹوکا۔

"جی.....؟ امی.....!" وہ یوں چونکی جیسے گہری نیند سے جاگی ہو۔

"یہ سرمد بھائی کے ساتھ کھانا کھانے کی عادی ہو گئی ہے، اکیلے کھایا نہیں جا رہا۔" حنا نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اسے چھیڑا۔

حبا کے سینے سے ہوک سی اٹھی۔ بے معنی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اُبھری۔

"بچوں کو بھی لے آتیں ایسے موقع پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ ویسے آج کی تقریب تو کہاں بھی بڑی عجیب ہے، کوئی بچہ نظر نہیں آ رہا۔" طاہرہ بیگم نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے خوشگوار موڈ

میں کہا۔

"ہاں خیر یہ تو ہے.....! شادی بیاہ پر اکثر دیر تو بہت ہو جاتی ہے۔" طاہرہ بیگم نے اتفاق کیا۔

"امی.....! دانیال بھائی کی دلہن کتنی پیاری ہے ناں.....؟" ثنا نے دور سے تحریم پر نظر ڈال کر بڑے پرشوق انداز میں کہا۔

"ہاں ماشاءاللہ.....! اللہ نصیب اچھے کرے۔" انہوں نے بڑے خلوص سے دعا دی۔

شیخ صاحب اِدھر اُدھر آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ لگتا تھا کہ بے انتہا خوش ہیں۔ دو تین مرتبہ بطورِ خاص دانیال اور اشرف علی کو کچھ لینے کے بعد اصرار کیا۔ جواب میں انہوں نے انہیں بھی کھانا کھانے کی تاکید کی۔

صادقہ بیگم تحریم کی پلیٹ میں زبردستی کچھ رکھ رہی تھیں اور وہ انہیں ہاتھ اٹھا کر منع کر رہی تھی۔ ساس بہو کی یہ تکرار سب کو بہت پر لطف لگ رہی تھی۔

"صادقہ.....! ہم ہمیشہ یہی منظر دیکھنا چاہیں گے۔" حور بانو نے شرارتاً کہا۔

"انشاءاللہ.....! آپ لوگ دعا کرتے رہیں۔ اللہ نے چاہا تو اس سے اچھے مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔ نصیب سے بہت اچھی بہو مل گئی ہے۔" صادقہ بیگم کے لہجے سے خوشی کی انتہائیں محسوس ہو رہی تھیں۔

"روپ کے روئے کرم کی کھائے۔ شکل و صورت بھلے کیسی ہو اللہ نصیب نیک بنائے۔" بڑی دادی نے بھی نوالہ منہ میں ڈالنے سے پہلے توقف کیا اور شریک گفتگو ہوئیں۔

"آمین.....!" ملی جلی آوازوں میں خلوص کی آمیزش تھی۔

"بھئی صادقہ.....! مجھے تو تمہاری بہو بہت پسند آئی۔ ماشاءاللہ..... اچھا ہوا۔" ثریا دادی نے بڑے پیار سے تحریم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی اماں.....! اللہ کا کرم و احسان ہے۔" صادقہ بیگم نے مسکرا کر وردانہ کی طرف دیکھا جو بھانجی کی تعریف سن کر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں۔

"اے ہے.....! بے ماں کی بچی ہے۔ بچی.....! بہت خیال رکھنا اب تم ہی اس کی ماں ہو۔" بڑی دادی نے کولڈ ڈرنک کی بوتل اٹھاتے ہوئے صادقہ بیگم کو تاکید کی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ.....!" بیگم رومیشان نے بڑے پُرجوش انداز سے اتفاق کیا۔

◆◆◆

سرمد نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کوٹ ایک طرف اُچھالا، موزے دوسری طرف اور شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بٹن کھولتے کھولتے اس کی نظر بائیں طرف دیوار پر لگی اپنی اور حیا کی بڑی تصویر پر پڑی۔ یہ ان کی شادی کے موقع پر لیا گیا خصوصی فوٹو تھا۔ حیا چیئر پر بیٹھی تھی اور سرمد کھڑا ہوا تھا۔ سرمد کا ایک ہاتھ حیا کے شانے پر تھا۔ حور بانو نے بڑے اہتمام سے اس تصویر کو انلارج کرایا تھا۔ تقریباً تین فٹ لمبی اور دو فٹ چوڑی تصویر تھی۔ اس میں حیا کے سب خدوخال واضح ہو رہے تھے۔

وہ اٹھ کر تصویر کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا اور حیا کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"مجھے شادی کرنا ہی نہیں چاہیے تھی۔ میرے شیڈول میں ایک بیوی کی گنجائش کب تھی......؟ شادی کی، اچھا نہیں کیا۔ شادی ختم ہو گی تو بہت ہی برا ہو گا۔" وہ شرٹ اُتارتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

مگر وہ حیا کو واپس کیونکر لائے گا؟ وہ تو انڈیپنڈنٹ عورتوں کی طرح اسٹرونگ اور انا پرست ہے اور اس شادی کے ختم ہونے کا مطلب ہے کہ اس کی خاندانی زندگی ختم ہو جائے گی۔ ہنی کے ساتھ تو زندگی میں تفریح ہے، رنگ ہیں لیکن زندگی میں اس کے علاوہ بھی تو بہت کچھ ہوتا ہے۔

اسے اپنی ماں بھی تو بہت عزیز ہے۔ ماں کی موجودگی میں اسے بہت اچھا فیل ہوتا ہے۔

"میں نے واقعی حیا کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ مجھے شادی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ بس امی کو پتا نہیں کیا مسئلہ تھا......؟ میری شادی کی پڑی ہوئی تھی۔" اب اسے ماں پر بہت شدت سے غصہ آنے لگا۔

"فون اٹینڈ نہیں کر رہی۔ اس کا سیدھا سا مطلب ہے کہ وہ اپنی طرف سے فائنل ڈیسیژن (حتمی فیصلہ) کر چکی ہے۔" وہ ہنی کے بہت رونے کے بعد درحقیقت بہت الجھ گیا تھا، بکھر گیا تھا۔

اس نے ایک مرتبہ پھر تصویر پر ایک گہری نظر ڈالی اور شاور لینے کے خیال سے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

♥♥♥

شیخ صاحب بصد اصرار اشرف علی کی پلیٹ میں سیخ کباب رکھ رہے تھے اور اشرف علی انہیں باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسی لیے ان کے موبائل پر رنگ ہوئی۔ انہوں نے کرتے کی بغلی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا موبائل نکالا۔ نمبر اور وہ حیران میں رہ گئے۔ وہ موبائل کان سے لگاتے ہوئے ٹیبل سے ذرا دور ہٹ گئے بلکہ ایک کونے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

"ہیلو......!" انہوں نے چونکہ Comming Call کا نمبر نہیں دیکھا تھا اس لیے لہجے میں احتیاط اور تجسس تھا۔

"گریز بات کر رہا ہوں پاپا......!"

گریز کی آواز سماعت سے ٹکرائی اور کمزور اعصاب شیخ صاحب پر رعشہ سا طاری ہو گیا۔

"یہ تو پولیس کسٹڈی میں ہے۔ کہاں سے بات کر رہا ہے......؟" وہ پریشان ہو کر سوچنے لگے۔

"ہیلو......! میری آواز آ رہی ہے......؟" وہ چاٹ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"ہوں......! اچھو......! کیوں فون کیا ہے......؟" وہ خود پر قابو پاتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

"میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ تحریم پر میرا حق ہے۔ میں گھر کا بندہ ہوں، میرے ہوتے ہوئے کوئی غیر باہر سے آ کر اسے کیسے لے جا سکتا ہے......؟ مگر آپ کی سمجھ میں میری بات نہیں آ رہی۔ اُلٹا مجھے ذلیل کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔" وہ پھنکارتے ہوئے بول رہا تھا۔

"تم کہاں سے بات کر رہے ہو......؟" شیخ صاحب جیب سے رومال نکالتے ہوئے کمزور آواز میں پوچھ رہے تھے۔

"کہیں سے بھی کر رہا ہوں آپ کے لیے خوشخبری ہے۔ پولیس مجھے گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ میں اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں جتنا آپ نے سمجھا ہوا ہے۔ مگر آپ نے اس ٹیگر کو ایک اور زخم لگا دیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں تحریم کی رخصتی کس طرح ہوتی ہے......؟ جذبہ ٹوٹ جائے تو قیامت بن جاتا ہے۔ پانی اپنے بہنے کا راستہ نکال ہی لیتا ہے۔ صرف نکاح ہی ہوا ہے ناں......؟ گڈ بائے......!"

رابطہ منقطع ہو گیا۔ شیخ صاحب کی حالت غیر ہونے لگی۔ وہ بمشکل خود کو سنبھال رہے تھے۔ کھانا شروع ہونے کی گہما گہمی میں ان کی سیکورٹی والوں سے کو چیک کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ گریز کیونکہ گیٹ پر تھا اس لیے انہیں یقین تھا کہ اسے گھیر کر گرفتار کر لیا جائے گا۔ دوسرے

انہیں اپنی ساکھ اور اثر و رسوخ پر بھی اعتماد تھا۔

وہ ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بلکہ جیسے سب کی آنکھ بچا کر چوکیدار کے کیبن کے پاس چلے آئے۔ چند لمحے رُک کر رومال سے چہرہ صاف کیا۔ موبائل اپنی جیب میں ڈالا اور سانسیں درست کر کے کیبن میں چلے آئے۔

چوکیدار بڑے اطمینان سے اپنی کرسی پر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھا ہوا تھا۔ شیخ صاحب کو سامنے پا کر ایک دم ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ یوں بھی شیخ صاحب شاید پہلی مرتبہ کیبن کے اندر آئے تھے ورنہ چوکیدار سے جو بات بھی ہوتی تھی انٹر کام پر ہی ہوتی تھی۔

"جی صاحب......! وہ تو غائب ہو گیا تھا۔ ہم اس کو لین پار کی طرف بھاگتا دیکھا تھا۔ پولیس کو بتا دیا تھا۔ وہ اُدھر ہی گئے تھے اس کو پکڑ کر لے گئے ہوں گے۔ اس کا کار تو ابھی باہر ہی کھڑا ہے، دیکھ لیں۔" وہ کیبن میں بنے ہول سے شیخ صاحب کو دیکھنے کے لئے کہہ رہا تھا۔

شیخ صاحب نے نظریں جھکا کر اس کی بات سنی اور ان کا مسئلہ حل ہو گیا۔ یعنی پولیس نے چوکیدار کے سامنے ظفر یزد کو گرفتار نہیں کیا تھا۔ انہوں نے نظریں اُٹھا کر ہول کی طرف دیکھا اور گہری سانس لے کر واپس پلٹ گئے۔ چوکیدار کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ حیران سا دیکھ رہا تھا۔

شیخ صاحب کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی ہے اور ان کے اعصاب پر وزن پڑ رہا ہے۔ جسم پسینے سے دہک رہا ہے۔ ان کی چال سست پڑ رہی تھی۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے لان تک پہنچے اور نظریں دوڑا کر خان صاحب کو ڈھونڈا۔ پھر جب وہ دکھائی نہ دیئے تو ملازم کو اشارے سے قریب بلا کر خان صاحب کو بلانے کے لئے کہا۔ وہ ایک دم خود کو اتنا کمزور محسوس کر رہے تھے کہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا محال ہو رہا تھا۔ ملازم مہمانوں کے درمیان گھوم کر خان صاحب کو تلاش کر رہا تھا۔

خان صاحب دور کونے میں کھڑے اپنی بیگم کے ساتھ جانے کیا صلاح مشورہ کر رہے تھے۔ ملازم تیز قدموں سے ان کی طرف بڑھا اور اشارہ کر کے بتایا کہ خان صاحب انہیں وہاں بلا رہے ہیں۔ خان صاحب نے نظر اُٹھا کر دور کھڑے شیخ صاحب کی طرف دیکھا اور اپنے طور پر ہی محسوس کر لیا کہ کوئی خاص بات ہے اور شیخ صاحب کی کیفیت تھوڑی دیر پہلے والی نہیں ہے۔ وہ اپنی بات اُدھوری چھوڑ کر بڑی عجلت میں شیخ صاحب کے قریب آئے۔ شیخ صاحب اس وقت تک اچھے خاصے پسینے میں بھیگ چکے تھے۔ خان صاح کے تو ایک لمحے کے لئے اوسان جاتے رہے۔

"جی سر......! خیریت ہے ناں......؟" انہوں نے فوراً عجلت سے شیخ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

"آپ دو منٹ کے لئے میرے ساتھ اندر تشریف لائیں۔" انہوں نے کمزور سی آواز میں کہا۔

"جی بہتر......! چلئے۔" وہ شیخ صاحب کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گئے۔

"پہلے تو مجھے ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلوایئے۔" لاؤنج میں پہنچ کر شیخ صاحب صوفے پر ڈھیر ہو گئے۔

"ملازم تو سب لان میں ہیں میں خود لے کر آتا ہوں۔" خان صاحب شیخ صاحب کی غیر حالت دیکھ کر حواس باختہ سے ہو رہے تھے جیسے دوڑتے وہ ڈائننگ کی طرف گئے اور ایک منٹ میں پانی لے کر باہر آ گئے۔

"پانی سر......!"

شیخ صاحب آنکھیں موندے گرنے کے انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خان صاحب کی آواز سن کر بند آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا اور گلاس تھامنے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ خان صاحب نے نوٹ کیا ان کے ہاتھ میں ہلکی سی لرزش تھی۔ خان صاحب کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ وہ درحقیقت بے حد پریشان ہو رہے تھے۔

شیخ صاحب نے جیسے ایک سانس میں گلاس خالی کر دیا اور خان صاحب کی طرف بڑھا دیا جو خان صاحب نے فوراً تھام لیا اور ٹیبل پر رکھ دیا اور شیخ صاحب کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

"میرا خیال ہے آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ آپ ریسٹ کر لیں میں اشرف صاحب سے بات کرتا ہوں۔" خان صاحب نے شیخ صاحب کی کلائی پر انگلیاں رکھ کر کہا۔

شیخ صاحب نے اشارے سے انہیں بیٹھے رہنے کے لئے کہا اور بات کرنے کے لئے اپنی ساری توانائی جمع کرنے لگے۔ خان صاحب ان کی طرف بغور دیکھ رہے تھے۔

"وہ...... ظفر یزد پولیس سے بچ کر نکل گیا ہے۔" شیخ صاحب نے بات شروع کی۔

"اوہ......! خیر یہ بھی اچھا ہوا۔ یہاں تو اب دوبارہ نہیں آئے گا پھر آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں......؟" خان صاحب اُلجھن بھری نظروں سے شیخ صاحب کو دیکھنے لگے۔

"ابھی اس خبیث کا، احسان فراموش کا فون آیا تھا۔" شیخ صاحب کا سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا۔

"آپ پریشان نہ ہوں سر......! وہ ہارے ہوئے جواری کی طرح React تو کرے

گا۔ اللہ کا شکر ہے تحریم بیٹا کا بخیر و عافیت نکاح ہو چکا ہے۔ چند دنوں بعد ان شاء اللہ رخصتی بھی ہو جائے گی۔ اب بیٹھا کرتا رہے بنی سی۔ آپ کے باہر جانے کی تیاریاں بھی تقریباً مکمل ہیں۔ آپ فواد میاں کے بچوں کے ساتھ کھیل کر وقت کو خوشگوار بنائیے اور واقعی آپ ان بچوں میں رہیں گے تو آپ کی طبیعت پر بہت اچھا اثر ہوگا۔

شیخ صاحب نے ہاتھ بلند کر کے خان صاحب کو مزید بولنے سے روکا۔

”مگر یزید کے خوابوں کا عظیم الشان محل ٹوٹا ہے۔ وہ ناکام ہو کر دیوانے پن میں کچھ بھی کر سکتا ہے۔ آپ نے وہ کہاوت نہیں سنی کہ بلی نے دودھ گرا دیا نہ پیا نہ پینے دیا۔ اور کچھ نہیں تو وہ دانیال کو کسی مشکل میں پھنسا سکتا ہے۔ اس کے دل پر مہر لگی ہوئی ہے خان صاحب——! اس سے بھی کسی گنجائش کی امید نہ رکھیں۔“

”پھر——؟“ خان صاحب درحقیقت کچھ سمجھ نہ پا رہے تھے۔

”میں اپنے آپ کو بہتر محسوس نہیں کر رہا ہوں خان صاحب——! میرا خیال ہے میں اپنے سامنے تحریم کو رخصت کر کے کچھ سکون محسوس کروں گا۔“ وہ سر جھکا کر کمزور سی آواز میں بولے۔

”جی——؟“ خان صاحب بری طرح چونکے۔

”تحریم بیٹا کی رخصتی——؟ لاڈلی پیاری بچی کی اس طرح پندرہ بیس مہمانوں میں رخصتی——؟ بچیوں کے بھی کچھ ارمان ہوتے ہیں شیخ صاحب——!“ خان صاحب نے اس اچانک پیدا ہونے والی صورت حال کا یہ حل قبول کرنے سے فوراً انکار کر دیا۔

”آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے خان صاحب——! اسی لاڈلی پیاری بچی کی خاطر ہی تو کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔“ شیخ صاحب نے تھکی تھکی آواز میں جواب دیا۔

”آپ فکر نہ کریں شیخ صاحب——! وہ اپنی ناکامی پر باآواز بلند ماتم کر رہا ہے۔ شکست برداشت نہیں کر پا رہا۔ آپ ٹینس نہ ہوں۔“ خان صاحب ان کو پرسکون کرنے کے لئے زور مارنے لگے۔

”مگر میں یہ ہاتھ آئی خوش نصیبی داؤ پر لگانا نہیں چاہتا۔ آپ نے دیکھا ان خاندانی لوگوں کو——؟ کتنے شائستہ اور باوقار، ان کے چہروں پر کتنا سکون اور اطمینان ہے۔ دوست اور سادگی، یہی انسان کے اعلیٰ ظرف، خاندانی اور سیر ہونے کی علامت ہے۔ سب کچھ وہی ہے جو میں چاہ رہا تھا۔ وہ کچھ بھی نہ کرے ہمارا تماشا تو بنا سکتا ہے۔ آپ اشرف علی کو یہاں لے آئیے۔ میں ان سے بات کرتا ہوں۔“ اب شیخ صاحب کا انداز دو ٹوک تھا۔

خان صاحب شیخ صاحب کے خدشات کو یکسر نظرانداز بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ درحقیقت تحریم کو اغوا کرنے کا اقدام کر چکا تھا اور یہ بات انہوں نے شیخ صاحب سے چھپائی تھی۔ اگر وہ حادثہ شیخ صاحب کے علم میں ہوتا تو وہ خان صاحب کے ساتھ کوئی تمہید باندھنے کے بجائے پہلا جملہ ہی فیصلہ کن بولتے۔

خان صاحب نے ایک نگاہ شیخ صاحب پر ڈالی اور گہری سانس کھینچ کر رہ گئے۔ شیخ صاحب کی فیصلہ کن بات کے بعد وہ کچھ نہیں بولتے تھے۔

”میں ابھی حاضر ہوا سر——! اشرف صاحب کو لے کر——اتنی دیر میں آپ خود کو سنبھالنے کی کوشش کیجئے۔“

یہ کہہ کر وہ تیزی سے باہر چلے گئے۔

♥♥♥

”آپی——! دانیال بھائی تو بہت لکی ہیں۔ اتنی پیاری دلہن جیسے موم کی گڑیا اور اتنے امیر لوگ۔ شاید یہ لوگ تو سرمد بھائی سے زیادہ امیر ہیں۔“ حرا حنا سے باتیں کر رہی تھی۔

”ارے بھئی——! سرمد کل کا بچہ——شیخ صاحب کو آدھی صدی ہو گئی کاروبار کرتے سرمد کا ان سے کیا مقابلہ——؟“ طاہرہ بیگم نے جان بوجھ کر نہیں بلکہ بے ساختگی میں ٹوکا تھا جیسے سرمد کا کسی سے کم نظر آنا ان کی توہین ہو۔

”بس تم لوگ ہمیشہ انہی چکروں میں رہنا، زیادہ امیر کم امیر۔ کیا پیسے سے دکھ ختم ہو جاتے ہیں——؟ زیادہ دولت کیا خوش باش زندگی کی گارنٹی ہے——؟“ حنا نے آخر موڈ میں حرا کو جھاڑ پلائی۔

”ہاں——! آپ تو بہت امیر بیگم بن چکی ہیں اب آپ تو یہی کہیں گی۔ جن کے پاس نہیں ہے وہ تو یہی سمجھتے ہیں۔“ حرا نے ڈھٹائی سے مسکرا کر کہا۔ باقی تینوں ہنسنے لگیں۔

”بعض محلوں میں کرسٹل کے فانوس لٹک رہے ہوتے ہیں مگر انہیں روشن کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔“ حنا نے تلخی سے کہا۔

”سب محلوں میں ایسا نہیں ہوتا۔“ ہما نے مسکرا کر چٹکی لی۔

”وہاں کوئی مسئلے ہوتے ہیں——؟ پریشان خیالی میں ہر انسان کا مقدر ہے اس سے کوئی جان نہیں بچا سکتا۔“ حنا نے اب بہت سنجیدگی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا جیسے وہ کسی

المقدور کوشش کر رہی تھی کہ اس کی معصوم بہنیں دولت سے متاثر ہونا چھوڑ دیں۔ کچھ ہونے اور نہ ہونے سے ان کو کوئی فرق نہ پڑے۔

"آپ ایمانداری سے کہیں آپ کو اس بڑے سے گھر میں گھومتے پھرتے اچھا نہیں لگتا......؟" حرا نے بچوں کی طرح معصومیت سے حبا سے سوال کیا۔

ایک ہوک سی حبا کے سینے میں اٹھی۔ طاہرہ بیگم بہت فخر اور سرخوشی کی کیفیت میں بیٹی کی طرف دیکھنے لگیں۔

"حنا......! آپا سے پوچھا ان کو اس کوٹھی میں کتنا مزہ آ رہا ہے......؟" حبا نے بات کسی اور طرف پلٹانے میں عافیت جانی۔ کمال کا ضبط کیا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے میں تو بہت خوش ہوں اس گھر میں۔ مراد میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔" حنا نے عاجزی و سادگی سے کلمہ تشکر ادا کیا۔

"اتنا اچھا "پیس" (Piece) دوسری ٹرائی میں ملنا بڑی لک کی بات ہوتی ہے۔ مراد بھائی کو تو واقعی آپ کی قدر کرنا چاہئے۔" حبا معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ......؟ میں نوٹ کر رہی ہوں شادی کے بعد آپ بہت پراؤڈ ہو گئی ہیں۔" حرا حبا کو شرارتاً گھورتے ہوئے بولی۔

"بعض اوقات کوئی کسی کو سمجھ نہیں آتا، اسے کوئی نام دینا مشکل ہوتا ہے تو ہم جلدی سے اسے پراؤڈ کہہ کر اپنی جان چھڑا لیتے ہیں۔" حبا عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"واقعی اکثر تمہاری سمجھ تو نہیں آتی۔" ہما جو خاصی دیر سے خاموش بیٹھی ان کی تکرار سن رہی تھی۔ مسکرا کر بولی اور حبا کو غور سے دیکھنے لگی۔

"اچھا......!" حبا دور جانے کیا دیکھتے ہوئے عجیب سی "ہنسی" ہنس پڑی۔

دانیال، شیخ صاحب کے نو اشخاص فیملی میں گھرا ہوا تھا۔ لگتا تھا اس کا بڑا سخت انٹرویو ہو رہا ہے۔ فیملی میں تین لڑکیاں، ایک نو عمر لڑکا اور ان کے پیرنٹس تھے۔ ایک لڑکی بڑی تیز طرار نظر آ رہی تھی۔ دانیال پر بہت خطرناک جملے کر رہی تھی اور مسکراہٹ کے پردے میں اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ساتھ ہی حاضرین پر ایک نظر دوڑا دیتا تھا کہ شاید کوئی اس کی جان بچانے کو آ رہا ہو۔

حبا کی نظریں اس طرف اٹھیں، وہ بھی اس طرف دیکھ رہا تھا۔ اب اس کے چہرے پر لڑکی کی شرارت کی وجہ سے مسکراہٹ کا عکس تھا۔

بس...... پردہ گر گیا، کھیل ختم، آخر کار مسکراہٹوں پر سودے تمام ہوئے۔ سوداگر گھروں کو روانہ ہوئے۔ اس کے دل پر جیسے اسے مسکراتا دیکھ کر چوٹ سی پڑی۔

تو پھر کیا کرے وہ؟ جسے پایا ہی نہیں تھا اس کے کھونے کا ماتم کرے؟ ہنستے چہروں کے مقابل کھڑا ہو کر روتی صورت بنائے؟ اگر بنائے بھی تو کیوں؟ اس کا کون سا نقصان ہوا ہے؟ اس نے کب کچھ گنوایا ہے؟ وہ تو اس کی موجودگی کی شمع کر کے شاید خفا سا ہے، اگر وہ موجود نہ ہوتی تو شاید بھرپور قہقہے لگا رہا ہوتا۔

پرس کے اندر موبائل Vibret ہوا۔ اذیت سوا ہو گئی۔ پھر وہی ہوگا۔ جس کی توجہ سوئی کی نوک بن کر چبھتی ہے۔ اس نے نم آنکھوں سے اپنی خوش باش بہنوں کو ایک لمحے کے لئے دیکھا اور بددلی سے پرس سے موبائل نکالا۔ اسکرین کے کونے پر "لفافہ" چمک رہا تھا۔ میسج تھا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے میسج دیکھا۔

"صرف ایک بار کال اٹینڈ کر لو، سرمد۔"

اس نے موبائل بند کر دیا اور کولڈ ڈرنک کی بوتل اٹھائی۔

بے وقوف بنانے والا دوسرا مرد، پہلے تو بہت بے خبری تھی اب تو نہیں ہے۔

لان میں اب کسی دل والے نے اسد امانت علی کی گائی بہت خوبصورت غزل پلیئر پر لگا دی تھی۔

"میں تجھے دل سے پیار کرتا ہوں
تو مجھے زندگی سے پیارا ہے
چھوڑ دوں پکڑ کر ہاتھ تیرا
بھول کر بھی میں ایسی بھول نہ کروں
جس میں بکھرے نہ ہوں تیرے جلوے
ایسی جنت بھی میں قبول نہ کروں
تو آسمان محبت پہ
میری تقدیر کا ستارہ ہے

"کوئی کسی کی تقدیر کا ستارہ ضرور ہوتا ہوگا مگر آسمان محبت پہ ہونا ضروری تھا۔" اس نے اطراف سے گھونٹ بھرتے ہوئے خوبصورت دھن کی وجہ سے اشعار پر توجہ دی تھی اور بڑی گہری سوچ رہا تھا

"کیوں دستک دے رہا ہے......؟ مجھے لاپتہ جان کر خوشی کیوں نہیں منا رہا......؟ نہ دل خالی ہے نہ بستر، پھر اسے مسئلہ کیا ہے......؟" ڈپریشن شدید ہونے لگا۔ دل پیانے کی طرح چھلکنے کو بیتاب ہوا۔ وہ اپنی کیفیت سے گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو......؟" اس کے ایک دم کھڑے ہونے کا انداز ہی ایسا تھا کہ طاہرہ بیگم نے چونک کر پوچھا۔

"ابھی آ رہی ہوں واش روم سے۔" اس نے جواب دیا اور جلدی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

"وہ بڑی اماں دیر سے اشارے کر کے مجھے بلا رہی ہیں۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھتی ہوں۔ تم لوگ ٹھیک سے کھانا کھا لو۔" ساتھ ہی انہوں نے بھی کھڑے ہو کر بیٹیوں سے کہا۔

"وہ مراد کو پوچھو اس نے کھانا وانا کھا لیا ہے ٹھیک سے......؟" انہوں نے حنا سے کہا۔

"وہ ابو کے ساتھ ہی ہیں۔ کھا لیا ہوگا۔" حنا نے جواب دیا اور طاہرہ بیگم آگے بڑھ گئیں۔



شیخ صاحب نے تمام حقائق اور صورت حال بتانے کی ذمہ داری نور محمد خان صاحب کے سر ڈال دی تھی کہ وہ خود میں تفصیلی بات کرنے کی ہمت نہیں پا رہے تھے۔

اشرف علی گم سم بلکہ دم بخود سے بیٹھے دونوں کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ کسی ناموافق انہونی کے اندیشے سے دل کی دھڑکن بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے بہت زیادہ چھان بین و غور و خوض کیے بغیر شیخ صاحب کی ساکھ کے پیش نظر اتنا بڑا فیصلہ کیا تھا اب سوچ رہے تھے کہ کیا انہوں نے جلد بازی کی؟

"بات یہ ہے اشرف صاحب......! امید ہے آپ بڑے سکون و اطمینان سے وہ سب کچھ سنیں گے جو میں آپ کو بتانے جا رہا ہوں اور ایک بات طے ہے کہ اس میں آپ کے لیے پریشانی والی بات کوئی نہیں ہے۔"

اشرف علی کو خان صاحب کے اس جملے سے خاصی تقویت پہنچی۔ وہ بڑے سکون سے خان صاحب کے بولنے کا انتظار کرنے لگے۔

"باہر مہمان بیٹھے ہیں اس لیے کوشش کروں گا کہ بہت اختصار سے سب کچھ آپ کے گوش گزار کر دوں۔" خان صاحب نے عینک اتاری اور رومال سے صاف کرنے لگے۔

"آپ کہیے میں سن رہا ہوں۔" اشرف علی نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

خان صاحب نے گریز کو گود لینے سے لے کر اس وقت تک کی تمام کہانی بہت اختصار سے بیان کرنا شروع کی۔ ساتھ اشرف صاحب کے چہرے کے تاثرات سے کچھ اخذ کرنے کی کوشش بھی کرتے جاتے تھے مگر اشرف علی کو ہمیشہ سے سیلف کنٹرول میں کمال حاصل تھا۔ وہ بالکل سپاٹ چہرے کے ساتھ سب کچھ سن رہے تھے۔

"ٹھیک ہے......! یہ دنیا آزمائش گاہ ہے ہر انسان مختلف طرح سے آزمایا جا رہا ہے۔ مجھے شیخ صاحب سے دلی ہمدردی ہے کہ انہوں نے ایک نیکی کی تھی اور گناہ کی طرح تاوان ادا کر رہے ہیں۔"

"اب سوال یہ ہے کہ اس موقع پر مجھے اعتماد میں لینے کا کوئی مقصد، یہ باتیں تو بعد میں بھی ہو سکتی تھیں مگر میں محسوس کر رہا ہوں جیسے آپ لوگ کچھ خاص سوچ رہے ہیں یا آپ کے ذہن میں کوئی بات اور بھی ہے جو ابھی تک آپ نے مجھ سے نہیں کی۔ آپ اطمینان رکھیے، اب ہم اور آپ ایک ہو چکے ہیں۔ شیخ صاحب میرے لیے لائق احترام ہیں، آپ جو کہنا چاہتے ہیں اعتماد سے کہہ دیں۔ بہتری کے لیے آپ کو میری طرف سے ہر طرح کا تعاون ملے گا۔" اشرف علی نے دونوں کو بات کرنے کا حوصلہ دیا۔

"بات یہ ہے اشرف صاحب......! آپ اس وقت شیخ صاحب کی حالت دیکھ ہی رہے ہیں۔ طویل بیماری سے اور اس احسان فراموش لڑکے کی حرکتوں کی وجہ سے شیخ صاحب کے اعصاب جواب دے چکے ہیں۔ ذرا کچھ اچانک ہو جائے تو ان کی حالت غیر ہونے لگتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں شیخ صاحب اس وقت بولنے کی قوت نہیں رکھتے اور مجھے آپ سے بات کرنا پڑ رہی ہے۔ شیخ صاحب اب کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں آپ آج ہی تحریم بیٹا کو رخصت کرا کر اپنے گھر لے جائیں۔ اگرچہ اس سے بہت سے لوگ Shocked ہوں گے مگر کسی بہت بڑی تکلیف دہ آزمائش سے گزرنے سے یہی بہتر ہے۔ اس لیے کہ جب تک تحریم بیٹا اس گھر میں ہیں وہ ہار نہیں مانے گا۔ شیخ صاحب یہ کوٹھی فروخت کر چکے ہیں۔ اس گھر کے صرف دو قانونی وارث ہیں۔ ایک بیٹا فواد اور بیٹی تحریم۔ دونوں وارثوں کو ان کا حصہ دے کر شیخ صاحب بیٹے کے پاس چلے جائیں گے۔ اور ان کا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔ یہ ہے شیخ صاحب کا فیصلہ اب جیسے آپ حکم فرمائیں۔" خان صاحب نے اپنی بات مکمل کی اور شیخ صاحب کی طرف دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ انہوں نے جو "اننگ" کھیلی وہ شیخ صاحب کو پسند آئی۔ شیخ صاحب کا

نظریں جمی ہوئی تھیں۔ وہ تو اپنی جگہ بہت محتاط اور خوفزدہ تھے کہ نہ جانے اب اشرف علی کیا ردعمل ظاہر کریں۔

اشرف علی بہت انہماک سے سب کچھ سن رہے تھے۔ خان صاحب کے خاموش ہوتے ہی انہوں نے جھکی نظریں اُٹھا کر دونوں کو باری باری دیکھا اور کھنکار کر گویا ہوئے۔

''شیخ صاحب.....! نکاح ہو چکا ہے اور تحریم ہماری بیٹی بن چکی ہے۔ جو صورت حال آپ نے بیان کی اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ آپ کو اذیت ناک صورت حال سے نکالنے کے لئے آپ کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ اگر مجھے یقین ہے کہ گھر کی خواتین کی طرف سے شدید ردعمل کی توقع ہے جو رسومات کے بغیر شادی کو شادی نہیں مانتیں۔ ماشاء اللہ میری دو عدد قابل احترام ''ساسیں'' ہیں اور ایک عدد بیگم۔ میں ان سے بات کر کے آپ کو مطلع کرتا ہوں۔ آخری حد تک کوشش یہی ہوگی کہ نتیجہ آپ کے حق میں اور آپ کا دل پسند ہو۔ یعنی جو اس وقت آپ چاہ رہے ہیں۔'' اشرف علی نے بڑے وقار سے اپنا موقف بیان کیا۔

''آپ اس وقت کی تقریب کے اہم ترین کردار کو بھول رہے ہیں۔ ہمارا مطلب ہے دانیال میاں۔ کیا وہ اس اچانک ہونے والی تبدیلی پر آسانی سے تیار ہو جائیں گے.....؟'' خان صاحب کو گہرے سکون کے عین درمیان اندیشے کے ناگ نے ڈسا۔

''وہ میرا بیٹا ہے، مجھے اتنا یقین ہے کہ انسانیت کے اُصولوں کو وہ بھی ہر صورت ترجیح دے گا۔'' اشرف علی نے اعتماد سے کہا۔

''ٹھیک ہے.....! پھر آپ بات کیجئے۔ میرا خیال ہے باہر مہمانوں نے ہماری غیر موجودگی کو شدت سے محسوس کرنا شروع کر دیا ہوگا۔ ہم بیگم صاحبہ کو یہیں بھیج دیتے ہیں۔ آپ ان سے صلح مشورہ کر لیں۔ آپ پلیز یہیں تشریف رکھئے۔ چلئے شیخ صاحب.....!'' خان صاحب نے شیخ صاحب کا بازو تھام کر ان کو اُٹھنے میں مدد دی۔ اشرف علی نے بڑی ہمدردی سے شیخ صاحب کی طرف دیکھا تھا۔ اب درحقیقت ان کو بڑا کٹھن مرحلہ درپیش تھا۔



سرمد نے بہت سونے کی کوشش کی مگر نیند نہیں آئی۔ اتنی جلدی تو ویسے سوتا بھی نہیں تھا۔ آج اتفاق یا مجبوری سے جلد گھر آنا پڑا تو سوچا سو ہی جائے کہ اُلجھی ہوئی سوچوں سے تو جان چھوٹے۔

جب کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ آگے مراحل کیا ہیں اور ان سے کس طور گزرنا ہے۔

وہ نرم تکیہ سر پر ڈال کر اوندھا ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد اس کے موبائل پر رنگ ہوئی۔ اس نے بڑی بیتابی سے یوں فون ریسیو کیا جیسے کسی کے فون کا بڑا شدت سے انتظار تھا۔

دوسری طرف ہنی تھی۔

''ڈارلنگ.....! جس طرح منہ موڑ کر گئے ہو ابھی تک تڑپ رہی ہوں۔ مجھے نہیں لگتا کہ میں رات کو سو سکوں گی۔'' وہ بڑی لگاوٹ سے بول رہی تھی۔

''تم نے مجھے وہاں سے آنے پر خود مجبور کیا تھا۔ بہرحال سونے کی کوشش کرو۔ میں بھی سو رہا ہوں۔'' اس وقت اُلجھے ہوئے دماغ نے ہر مصلحت سے معذرت کر لی تھی۔ یوں بھی اب اس کا پلہ بھاری تھا۔ وہ نخرے دکھا سکتا تھا۔ بہت عرصہ ہنی کا کھلونا بنا رہا۔ حتیٰ کہ اس کی بیٹی تک کے نخرے اُٹھاتا رہا۔ آج اپنی سی کر کے کوئی بوجھ بھی ہلکا ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ تکیہ اپنے سر پر رکھ لیا۔

فون اٹینڈ نہ کرنے کا مطلب ہی یہ تھا کہ اسے سرمد کی کوئی بھی بات سننے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب وہ حور بانو کے تھرو بھی اس سے کونٹیکٹ کرتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ اس زبردستی کے نتیجے میں کہیں وہ حور بانو کے سامنے سارا کچا چٹھا نہ کھول دے۔ ابھی تک حور بانو کے لہجے میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ جانے ان سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ آخری ترب کا پتہ تھا، مگر ادھر سے برابر خاموشی تھی۔ ہنی کی کال پر اس نے جو بیتابی سے بغیر نمبر دیکھے فون اٹینڈ کیا تھا، اس خوش فہمی کی وجہ سے کہ جانے اس کا میسج ریسیو کرنے کے بعد شاید اسے کال کیا ہے۔

ہنی جیسی پینتالیس برس کی گھاگ عورت کے مقابلے پر جوان، خوبصورت، پکی کری، امت لڑکی تھی۔ ایسا ہرا بھرا تر و تازہ درخت جس کی شاخوں پر پھل سے پہلے کا پھول تھا۔ ہر شاخ پھولوں سے لدی ہوئی تھی۔ خال خال پھول میں پھل کی بنیاد بھی تھی۔ عورت کے تجربے سے گزرا اور وہ جیسے آتش فشاں کو نظر انداز کر ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر وہ تو اس کی اپنی بیوی تھی۔ وہ اس پر کلی اختیار حاصل کر چکا تھا۔ گزری ہوئی چند راتیں اس کے حافظے پر گہرے پکے نشان کی طرح ثبت تھیں۔ ہر چند وہ ان راتوں میں لڑی بھی مگر لڑتے ہوئے اس پر چھا رہی تھی اسے زیر کر رہی تھی اس کے قابو میں نہیں تھی اور اچھی کتنی لگ رہی تھی۔ اسے اس کی ایک ایک ادا یاد آنے لگی۔



... پوری رات ... کا ... ایک چٹان ...

کم از کم بھی پانچ سو سے کم باراتی تو نہ بنتے جبکہ ہر ملنے والے کے گھر سے صرف دو افراد لیتیں تب۔

''نہیں نہیں اشرف صاحب......! میں اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی چوروں کی طرح ڈر کر نہیں کروں گی۔ اگر شیخ صاحب کو پتا تھا کہ وہ لڑکا کچھ بھی کر سکتا ہے تو ہمیں بتا دیتے۔ ہم اپنی شادی پوری تیاری کے ساتھ کرتے اور بچی کو رخصت کرا کر لے جاتے۔ لوگوں کو کیسے سمجھائیں گے......؟'' انہوں نے بلبلا کر صاف چٹ انکار کر دیا تھا۔

اشرف علی کو اس ردِ عمل کی توقع تھی۔ وہ بڑے صبر و ضبط سے بیوی کی بات سن رہے تھے مگر جیسے ہی صادقہ بیگم نے لوگوں کو موضوع بنایا ایک دم بھتے سے اکھڑ گئے۔

''لوگوں کو تو آپ رہنے دیں صادقہ......! آج تک لوگوں کو کوئی مطمئن نہیں کر سکا اور یہ آپ کے بس کی بھی بات نہیں۔ لوگ باتیں بنائیں گے، بہت اچھا ہو جائے گا تب بھی اور بہت برا ہو جائے گا تب بھی۔ آپ پرسکون اور ٹھنڈے دماغ سے صورتِ حال کا جائزہ لیں۔ انسانیت کے معیار پر کھڑی ہو کر خود کو شیخ صاحب کی جگہ رکھ کر سوچیں۔'' اشرف علی بڑے تحمل و ضبط سے بات کر رہے تھے۔

''آپ یہ نہیں سوچ رہے کہ اگر وہ لڑکا اتنا خطرناک ہے تو میرا بچہ بھی خطرے میں گھر گیا ہے۔ بلکہ وہی تو اب اس شیطان کی آنکھ میں کنکر بن کر چبھے گا۔ یہ کیا ہو گیا اشرف صاحب......! میرا تو دماغ کام نہیں کر رہا۔'' صادقہ بیگم نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

''صادقہ......! بالکل وقت نہیں ہے رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں۔ تحریم ہماری بہو بن چکی ہے۔ اسے ہمارے گھر پہنچنے میں صرف رسومات اور مہمانوں کی کمی کا سامنا ہے اور کوئی رکاوٹ نہیں۔ میں شیخ صاحب کو فل ٹینشن میں چھوڑ کر یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔'' اشرف علی نے حتمی انداز میں بات کی۔

''جب فیصلہ کر ہی چکے ہیں تو مجھ سے مشورہ کیوں کر رہے ہیں......؟'' صادقہ بیگم کا لہجہ خفا خفا سا تھا۔

''تمام صورتِ حال بتائے بغیر بھی تو بات آگے نہیں بڑھ سکتی تھی یہ سب آپ کے علم میں لانا بھی تو بہت ضروری تھا۔''

صادقہ بیگم خاموش بیٹھی اپنا دل سنبھالتی رہیں۔

''شیخ صاحب میرے فیصلے کا شدت سے انتظار کر رہے ہوں گے صادقہ......! آپ [بڑی] اماں اور چھوٹی اماں کو جا کر رخصتی کے لیے تیار کریں اور کوشش کریں کہ وہ موقع کی نزاکت کو سمجھیں اور دانیال کو یہاں میرے پاس بھیج دیں۔'' اشرف علی کے انداز میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ [بے] بسی سے اشرف علی کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ہم اپنے بچے کا ولیمہ دھوم دھام سے کریں گے۔ ابھی دو بچیوں کی رخصتی باقی ہے۔ [ان شاء] اللہ وہ آپ اپنی خوشی سے جیسے دل چاہے کیجئے گا۔ میں اگر انکار کروں گا تو شیخ صاحب [بے] ہوش ہو جائیں گے، اصرار نہیں کریں گے مگر میں ان کی حالت دیکھ رہا تھا۔ وہ لمبا ٹینشن [برد]اشت نہیں کر سکیں گے۔ آپ اس پہلو سے ہمدردانہ سوچیں۔'' اشرف علی نے بھی ہمیشہ کی طرح صادقہ [کو] تسلی دینا ضروری خیال کیا کہ وہ ان کے جذبات و احساسات سمجھ رہے تھے۔

''بہتر......! میں جاتی ہوں باہر مطلع کرتی ہوں۔ مشورے کی تو ضرورت نہیں، فیصلہ تو ہو چکا۔'' صادقہ بیگم نے اداس لہجے میں کہا۔

''دانیال کو میرے پاس بھیج دیجئے، رات کافی ہو چکی ہے۔'' اشرف علی نے رسٹ [واچ] پر نظر ڈالی اور چہرہ دونوں ہاتھوں سے یوں صاف کرنے لگے جیسے دھول مٹی صاف کر رہے [ہوں]۔

صادقہ بیگم باہر چلی گئیں۔



باہر آ کر وہ سب سے پہلے دانیال کے پاس آئیں۔

''بیٹے......! وہ تمہارے ابا جان بلا رہے ہیں۔'' انہوں نے بہت دھیمی آواز میں کہا۔

دانیال ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔

''کہاں ہیں ابا جان......!'' اس نے حیرت سے ماں کا چہرہ دیکھا۔ چہرے پر ایسا کچھ [تھا] کہ وہ متفکر سا نظر آنے لگا۔

''اندر ڈرائنگ روم میں۔'' وہ یہ کہہ کر اس کے سامنے سے فوراً ہٹ گئیں مبادا وہ سوال [جو]اب کرنے لگے۔

دانیال حیران پریشان سا ادھر ادھر نظر دوڑاتا اندر کی طرف چل پڑا اور صادقہ بیگم اپنی [جگہ] آ گئیں مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہاں تحریم بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ''ماؤں'' سے دعا کہ خبر [کی] بات کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں تھا۔ چند لمحے سوچنے کے بعد وہ ثریا بیگم کے قریب ہوئیں اور

"اماں...... ! آپ بڑی اماں کے ساتھ ذرا اس طرف آ جائیں۔" انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے لان کے Pool والے حصے کی طرف آنے کو کہا۔

ثریا دادی تو بیٹی کے دھواں دھواں چہرے پر نظر ڈال کر حواس باختہ سی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"خیر تو ہے بیٹی...... !" انہوں نے صادقہ بیگم کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ان کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔

"جی اماں...... ! الحمدللہ...... ! خیریت ہے۔ پریشانی والی کوئی بات نہیں۔ آپ بڑی اماں کو اٹھایئے اور میرے ساتھ آیئے دونوں۔" صادقہ بیگم نے خود بھی پرسکون ہونے کی کوشش کی اور ماں کو بھی تسلی دی۔

ثریا دادی نے بڑی دادی کو اشارے سے اپنے ساتھ آنے کو کہا جو ابرو تانے نظریں جھکائے یوں بیٹھی تھیں جیسے ماں بیٹی کی کھسر پھسر ان کے خلاف ہو رہی ہو۔ جیسے ہی ثریا دادی نے اشارہ کیا، سب کچھ بھول بھال اٹھ کھڑی ہوئیں کہ انہیں بھی اہم راز میں شریک ہو کر عزت افزائی کا موقع ملا۔ قریب آ کر ٹٹولتی نظروں سے صادقہ بیگم اور ثریا دادی کو دیکھا۔ دونوں کوئی جواب دیئے بغیر Pool کی طرف چل پڑیں۔ بڑی دادی ان کے ہم قدم ہونے کے لیے لڑ کھڑا کر دوڑیں۔

"ارے...... ! مار کیا بھاگی جا رہی ہو...... ؟ کہاں جا رہی ہو...... ؟" وہ ان کے قریب پہنچ کر کھوج کرنے لگیں۔ ساتھ چہروں سے کچھ اخذ کرنے کی کوشش بھی۔

"آہستہ اماں...... ! ایک ضروری بات کرنا ہے۔" صادقہ بیگم نے اپنے تفکر حتی المقدور چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس وقت تک وہ پول کے قریب پہنچ چکی تھیں۔

"خیر تو ہے ناں بیٹی...... !" گل بانو دادی کی تشویش اپنی جگہ برقرار تھی۔

"ہاں اماں...... ! خیر تو ہے، شکر ہے پروردگار کا۔ بات یہ ہے کہ شیخ صاحب کی طبیعت پھر بگڑ گئی ہے۔ ان کو کوئی ٹینشن ہے۔ وہ اپنی طبیعت سے بہت پریشان ہو رہے ہیں۔" صادقہ بیگم نے اصل بات سے پہلے احتیاطاً تمہید باندھی۔

"اللہ کرم کرے گا، اچھے ہو جائیں گے۔" گل بانو دادی نے اپنے حساب سے تسلی آمیز کلمات صادقہ بیگم کی پریشانی کو مدنظر رکھ کر کہے۔

"وہ تو ٹھیک ہے اماں...... ! وہ...... بات یہ ہے کہ شیخ صاحب پرانے دل کے مریض ٹینشن بالکل ہی برداشت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے تحریم کی رخصتی آج ہی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

صادقہ بیگم نے دبے دبے لہجے میں دھماکہ کر ڈالا۔

"اوئی...... ! خیر سے اچھے ہو جائیں گے، اب اتنی بھی ناامیدی کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان کے آنے کا وقت بھی لکھا ہے اور جانے کا بھی۔ ارے...... ! اکلوتا بچہ ہے، ماں بہنوں کو ہزار ارمان ہوتے ہیں۔ اگر انہیں اتنی ہی جلدی ہے تو رخصتی ہفتہ بعد رکھ لیں۔ کنوارا بچہ ہے، دلہن بھی لا رہا ہے، ڈھولکی بھی رکھوانی ہے۔ اس طرح سے رخصتی نہیں ہو گی۔ تم بیٹے والی ہو، اپنا زور دکھاؤ۔" گل بانو دادی نے تو صاف انکار کر دیا۔ جبکہ چھوٹی دادی یعنی ثریا بیگم حیرت سے لب بستہ کھڑی تھیں۔

"آپ اشرف علی کو قائل کر سکتی ہیں تو کر لیں۔ وہ تو شیخ صاحب کا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"کیا ہو گیا ہے اشرف علی کو...... ؟ ارے...... ! بچے کی پہلی شادی ہے، دولہا جو ٹھہرا ہے۔ شادی کیا روز ہوتی ہے...... ؟" گل بانو دادی اپنی جگہ ڈٹی ہوئی تھیں۔ رسموں کو مذہبی قانون کا درجہ دینے والی انہیں تو یہ صورت حال ہضم ہی نہیں ہو سکتی تھی۔

"تم اشرف علی پر زور ڈال کر تو دیکھو۔ دنیا کا سامنا بھی کرنا ہے۔ کتنے لوگوں کو خفا کرو گی...... ؟ سب یہی کہیں گے ناں کہ ہمیں شادی میں نہیں پوچھا۔" ثریا بیگم نے گلا صاف کر کے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی۔

"اماں...... ! ولیمہ تو ہم کریں گے۔ سب کو بلائیں گے۔ شیخ صاحب کی بیماری کا بتا کر سمجھائیں گے کہ ہمیں جلدی میں یہ سب کرنا پڑا۔"

"بھلے رخصت کرا لو مگر دولہا دلہن کی منہ دکھائی نہیں کرے گا جب تک ہی کو تین دن ابٹن نہ لگے اور ڈھولکی نہ بجے۔ دلہن کو بچیوں کے ساتھ سلاؤ۔" گل بانو دادی کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ رسموں کی ادائیگی کا اتنا نادر موقع ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔

❤❤❤

"اماں...... ! یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ میں تو آپ کو یہ بتا رہی ہوں کہ مردانے میں نکاح کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ اب آپ خاموش رہیے گا۔ کچھ بولنے کی ضرورت نہیں۔ دلہن کی طرف کے لوگ بھی آس پاس ہی بیٹھے ہیں۔" صادقہ بیگم نے انہیں باخبر کرنے کا مقصد بتایا۔

''ہم اب کیا بولیں بیوی ...... !داماد کے آگے ہم بھی بولے ہیں ......؟ مگر یہ شیخ صاحب نے اچھا نہیں کیا۔ ان کی اکلوتی اور کنواری بچی ہے۔ انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے تھا۔ ان کے ملنے جلنے والے بھی تو باتیں بنائیں گے کہ شیخ صاحب نے چپ چپاتے بیٹی کی شادی کر دی اور انہیں بلایا نہیں۔'' گل بانو دادی نے ہارے ہوئے انداز میں کہا۔

''اے ہٹاؤ ...... ! یہ بڑے لوگ ہیں۔ انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔ اے دولت تجھے سلام ...... !'' ثریا بیگم نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ وہ ابھی تک صدمے کی کیفیت سے باہر نہیں آئی تھیں۔

''اچھا اماں ...... ! میں اندر جاتی ہوں اشرف علی دانیال سے بات کر رہے تھے۔ دیکھوں کیا بات بنی ......؟ اور ہاں ...... ! آپ طاہرہ بھابی کو کسی طریقے سے بتا دیں۔ وہ دُور بیٹھی برابر ہمیں دیکھ رہی ہیں کہ پتا نہیں مائیں اور بیٹی جانے کیا کھسر پھسر کر رہی ہیں۔'' صادقہ بیگم نے وہاں سے ہٹتے ہوئے بطورِ خاص ثریا بیگم سے کہا۔

جواب میں ثریا بیگم نے گہری سانس کھینچی جو شاید دیر سے رُکی ہوئی تھی۔



''ابا جان ...... ! زندگی میں لوگوں سے بہت مرتبہ بھول چوک ہو جاتی ہے۔ انہیں کی بھول کی سزا نہیں ملتی تو وہ اس بھول یا غلطی کو بھول جاتے ہیں اور پھر کہیں غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ میں نے ایک بڑی غلطی کی اور مجھے فوراً ہی سزا مل گئی۔ آپ کے فیصلے پر اوکے کیا، اپنی غلطی تسلیم کی اس کے بعد میری کوئی بات ہی نہیں۔ آپ جو کریں گے، نہ میں احتجاج کروں گا نہ ہی مزاحمت کہ جو میں نہیں چاہ رہا تھا یا اس کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھا، وہ ہو ہی گیا۔ اب ان باتوں میں کیا رکھا ہے کہ رُخصتی اب ہو یا تب ہو ......؟ آپ جو بہتر سمجھتے ہیں کریں۔'' دانیال اگرچہ سب سورت حال جان کر اندر سے بہت ڈسٹرب ہوا تھا مگر اس نے بڑے سنجیدہ انداز میں اس سچویشن کو فیس کرنے کا فوری فیصلہ کر لیا۔ باپ کے سامنے ندامت کے بوجھ سے ویسے ہی گردن جھکی ہوئی تھی۔ باپ کو کس دلیل سے قائل کرتا، بہتر تھا جو ہو رہا تھا اسے ہونے دیا جاتا۔

''مجھے تم سے یہی اُمید تھی مگر ایک لفظ سزا پر مجھے اعتراض ہے۔ تمہارا یہ جملہ سن کر مجھے دُکھ ہوا۔ خدانخواستہ تمہیں کوئی عیب والی یا معذور بیوی نہیں ملی۔ ایسی لڑکی سے تمہاری شادی ہو چکی جس کے طلبگار سینکڑوں گھرانے ہو سکتے ہیں۔ اگر میں اپنی عمر و تجربے کی آنکھ سے ان لوگوں کو نہ پرکھتا تو اتنا اہم قدم ہرگز نہ اٹھاتا۔ معاشرے میں عزت اور ساکھ انسان کی تمام عمر کی محنت کا حاصل ہوتی ہے۔'' اشرف علی اب بہت شفقت و نرمی سے کہہ رہے تھے۔

صادقہ بیگم کو اپنی کھوج و تجسس کا جواب دروازے کے قریب پہنچتے ہی مل گیا۔ نہ جانے کیوں وہ دانیال کا سامنا کرنے کی ہمت نہ کر پائیں اور وہیں سے پلٹ گئی تھیں۔ انہوں نے دانیال کا جواب سن لیا تھا۔

اب آخری مرحلہ اشرف علی کا شیخ صاحب کا اپنا جواب دینا تھا جس کے لئے وہ اس وقت سولی پر ٹنگے ہوئے تھے۔



خان صاحب کی بیگم روبینہ اور تحریم کی خالہ دُردانہ کو شیخ صاحب نے اندر بلا کر ساری صورتِ حال سے آگاہ کر دیا تھا اور ان کو دم بخود حالت میں چھوڑ کر یہ کہہ کر باہر چلے گئے تھے کہ آپ دونوں تحریم کو اندر بلوا کر اس پروگرام میں تبدیلی کی وجہ بتا دیں اور اسے حوصلہ دیں اور سمجھائیں کہ جب انسان انسانیت کی سطح پر بہت نیچے آ کر درندوں اور چوپایوں کے مقام کو چھو رہا ہو تو بہادری کا مظاہرہ کرنے کے بجائے احتیاط و عقل سے کام لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ مقابلہ ہم پلہ قوتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اندھیرے اور روشنی کا کوئی مقابلہ نہیں ہوتا۔

شیخ صاحب کے جانے کے بعد تک دونوں اسی طرح دم سادھے بیٹھی رہیں۔ پھر خان صاحب کی بیگم نے ہی خود کو پہلے سنبھالا اور دُردانہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

''میں تحریم کو بلا کر لاتی ہوں۔ آپ خالہ ہیں اس سے بات کریں۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ باپ سے زیادہ اپنی بیٹی کے لئے بہتری و بھلائی کوئی اور نہیں چاہ سکتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے ...... ! لوگ کیا کہیں گے ......؟'' دُردانہ نے بوجھل آواز میں بالآخر اپنی زبان کھولی اور سوالیہ انداز میں بیگم خان کی طرف دیکھا۔

''یہ بڑی ٹریجڈی ہے کہ ہم لوگوں کو نادیدہ لوگ کمانڈ کرتے ہیں۔ کسی قدم پر آزادی کا احساس ہی نہیں ملتا۔ مگر شیخ صاحب فیصلہ کر چکے۔ لوگ کچھ بھی کہیں۔ خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو گیا تو لوگ افسوس کا اظہار کر کے لنچ یا ڈنر کر کے اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے، اپنی خوشیوں میں مگن ہو جائیں گے۔'' وہ اُٹھ کر باہر نکلتے ہوئے بولیں۔

دُردانہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ مرحومہ بہن کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی۔ چھوٹی چھوٹی خوشیوں پر جشن سا منانے والی زندہ دل بہن۔ اس کی بیٹی کی اتنی خاموشی سے رُخصتی۔ وہ صدمے سے نڈھال سی ہو گئی تھیں۔

"یہ بھائی صاحب نے کیا کیا.....؟ چند دن بعد ہی رکھ لیتے۔ پتا نہیں کتنے لوگوں کو جواب تو انہیں دینا پڑے گا۔" وہ مختلف خیالات میں اُلجھی ہوئی تھیں کہ تحریم مسز خان کے ساتھ حیران اور اُلجھی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ میٹنگ کے لئے انہوں نے تحریم کا بیڈروم ہی انتخاب کیا تھا بلکہ شیخ صاحب انہیں لے کر اسی بیڈروم میں آئے تھے۔

تحریم نے بڑی بے صبری کے انداز میں سوالیہ نظروں سے خالہ کی طرف دیکھا۔

دردانہ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور بڑے جذبے سے اسے گلے سے لگا لیا۔ آنکھوں میں چھلکنے والے آنسوؤں کو بمشکل روکا۔

"خیریت ہے ناں خالہ.....! میں کچھ عجیب سا فیل کر رہی ہوں۔" تحریم نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں.....! سب خیریت ہے، شکر ہے، کوئی گھبرانے والی بات نہیں ہے۔" دردانہ نے اسے صوفے پر بٹھاتے ہوئے تسلی دی۔

"پھر.....؟" تحریم ہنوز اُلجھی ہوئی نظروں سے دردانہ اور مسز خان کو باری باری دیکھ رہی تھی۔

"پھر کچھ نہیں.....! تم بہت لکی ہو، قسط وار شادی سے بچ گئیں۔ لڑکیاں نکاح کے ایک اذیت ناک انتظار سے دوچار ہو جاتی ہیں اور بھائی صاحب بڑے مہربان باپ ہیں۔ وہ اپنی بچی کو معمولی سی اذیت دینا بھی پسند نہیں کرتے۔" دردانہ نے خود کو کنٹرول کر کے بڑے خوشگوار اور دلچسپ انداز میں بات شروع کی۔

"جی.....؟" تحریم جیسے کچھ سمجھ کر بھی نہیں سمجھی۔

"کچھ نہیں بیٹا.....! شیخ صاحب کی طبیعت کچھ اچھی نہیں۔ گرجہ نے ان کو بہت ٹینشن میں ڈال دیا ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ تمہاری رخصتی ہو جائے، تم دانیال کے اختیار میں چلی جاؤ تو وہ ریلیکس ہو جائیں گے اور ان کی طبیعت ٹینشن ختم ہو جانے سے خود بخود سنبھل جائے گی۔" مسز خان نے بڑی متانت سے تحریم کو حقیقت سے آگاہ کیا۔

"آنٹی.....! رخصتی.....؟ میں.....؟" وہ حیرت سے پتھر بنی جا رہی تھی۔

"مطلب یہ کہ بیٹا.....! تمہیں ہم آج ہی رخصت کر رہے ہیں۔" مسز خان نے اب بالکل صاف انداز میں بتایا۔

"پاپا کو کیا ہوا ہے.....؟ اگر ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو میں ان کو اکیلا چھوڑ کر کیسے جا

سکتی ہوں.....؟" اب تحریم کا دھیان باپ کی طرف گیا تو وہ پریشانی سے لرزتی ہوئی بولی۔

"پاپا تمہارے اس گھر سے رخصت ہو جانے کے بعد بہت مطمئن ہو جائیں گے۔ گرجہ انہیں دھمکیاں دے رہا ہے۔ جب تک تم رخصت نہیں ہوتیں وہ انہیں تنگ کرتا رہے گا اور یہ ٹینشن ان کے لئے بہت خطرناک ہو سکتی ہے۔ خدانخواستہ۔" دردانہ نے اسے بڑی محبت سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"پاپا اس وقت کہاں ہیں.....؟" اس کا ذہن باپ میں ہی اٹک کر رہ گیا تھا اور کسی طرف دھیان نہیں جا رہا تھا۔

"وہ باہر مہمانوں کو انٹرٹین کر رہے ہیں۔ انہوں نے خود تمہاری رخصتی کا فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلے کے بعد بہت پرسکون نظر آ رہے ہیں۔" مسز خان نے کہا۔

"اوہ.....!" تحریم نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

"مائی گاڈ.....! آنٹی.....! میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔"

"آج کی رات دانیال کے ساتھ گزار دو گی، صبح کو باپ کو خوش باش دیکھو گی تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔" دردانہ نے مسکرا کر ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگائی۔

تحریم کے انداز میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ وہ اسی طرح سر جھکائے بیٹھی تھی۔

محفل کے تمام شرکاء اس دلچسپ سچویشن کو انجوائے کر رہے تھے بلکہ پہلے سے زیادہ خوش نظر آ رہے تھے۔ ہاتھ میں بندھی گھڑیوں کی طرف دیکھنا بند کر دیا تھا۔

شیخ صاحب نے بیس لاکھ کا چیک دانیال کو دیا اور کہا۔

"بیٹا.....! میں تو سلامی میں آپ کو کار کی چابی دینے کا پروگرام بنا رہا تھا مگر اب اس ایمرجنسی میں یہ چیک اس لئے دے رہا ہوں کہ آپ اس رقم سے اپنی پسند کی کار خرید لیں۔"

دانیال حاضرین محفل میں گھرا ہوا تھا، بوکھلا کر رہ گیا اور شپٹا کر بولا۔

"رہنے دیں انکل.....! اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"ارے بیٹا.....! یہ تو سلامی ہے۔ پرانی رسم ہے، سب حسب حیثیت اپنے داماد کو تحفہ دیتے ہیں۔" بڑی دادی بلبلا کر بولیں مبادا وہ اصرار کر کے چیک واپس ہی نہ کر دے۔ اللہ اللہ کر کے تو ایک رسم ہو رہی تھی۔

دانیال نے بے بسی سے ماں کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرانے لگیں۔

"ٹھیک ہے انکل.....!" اس نے لفافہ تھام کر شرمساری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

اس ہجوم میں حیا نہیں تھی۔ وہ تنہا اپنی جگہ بیٹھی دور سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ذہن ماؤف سا ہو چکا تھا کہ ساری حیرانیاں اسی کے حصے میں رہ گئی ہیں۔

حرا پر جوش انداز میں بھاگتی ہوئی آئی۔

"آپی...... آپی! شیخ صاحب نے دانیال بھائی کو پورے تیس لاکھ سلامی میں دیے ہیں کہ اپنی پسند سے کار خرید لینا۔ ہمیں تو پتا ہی نہیں چلتا کہ کتنے کا چیک ہے، وہ تو دلہن کی خالہ نے چھوٹی دادی کو بتایا ہے۔" وہ بہت پر جوش نظر آ رہی تھی۔

"اچھا......؟ کوئی بات نہیں...... امیر کروڑ بھی دے سکتے ہیں، تم اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو......؟" اس نے امڈنے والی تلخی کو بمشکل کنٹرول کیا۔

"آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں اکیلی......؟ اُدھر آ جائیں ناں......!" حرا جاتے جاتے پلٹی۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں......!" حیا نے سرد انداز میں کہا۔ حرا کو اس کا شکستہ انداز دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی تھی۔

"ہمارے ہاں تو ایک لاکھ کا پورا جہیز ہی مل پاتا۔ یہیں لاکھوں کی سلامی میں بڑی کشش ہے۔ دولت ہے ہی ایسی شے، ضمیر کی آوازوں کو شور میں ڈھال دیتی ہے۔" اس نے کرب کی شدت سے آنکھیں بند کر لیں۔

تھوڑی دیر بعد ہی مہمانوں نے رخصت ہونا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی باراتی بھی پَر تولنے لگے۔

حیا کرسی سے اٹھ کر نور بانو کے پاس آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی پہنچی۔

"امی...... میں گھر جاؤں گی۔ پھپھو کے ہاں بہت ہنگامہ ہوگا۔ میرے سر میں بہت درد ہے۔ میں جلدی سونا چاہتی ہوں۔"

"مگر طاہرہ اور بچیاں تو شاید صادقہ کی طرف ہی جا رہی ہیں۔" نور بانو نے الجھ کر فکر مندی سے اس کی طرف دیکھا۔

"ابو تو لازمی جائیں گے۔ آپ پھپھو سے کہہ کر مجھے اور ابو کو گھر ڈراپ کرا دیں پلیز......!" اس نے نظریں چرا کر کہا۔ نور بانو کو نہ تو امی کہنے کو دل چاہ رہا تھا اور نہ ہی بہو کے رشتے سے کوئی بات کرنے کا، مگر ماحول ایسا تھا کہ مجبوری تھی۔

"ٹھیک ہے...... میں صادقہ سے بات کرتی ہوں۔ تم پریشان مت ہو اور ہاں...... اسد

سے بات ہوگئی تھی......؟" انہیں بہو سے باتیں کرتے کرتے بیٹے کا دھیان آیا۔

"جی......!" اس نے پھر نظریں چرا کر سرد انداز میں جواب دیا۔

دانیال اور تحریم ساتھ کھڑے تھے۔ دائیں بائیں ثنا اور سعدیہ تھیں۔ سب مگن ہو چکے تھے۔ اس نے خود کو بالکل اکیلا محسوس کیا۔ جانے کیوں دل بھر آ رہا تھا۔ مگر یہ محفل تھی، ضبط لازم تھا۔

آہستہ آہستہ ہجوم چھٹ گیا اور تحریم کی رخصتی عمل میں آئی۔ سب گیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سب سے آخر میں حیا تھی۔ دائیں بائیں کوئی نہیں تھا۔ بالکل اکیلی اور تنہا۔ اپنے کردہ گناہوں کو یاد کرتی، اپنے نصیب کا ماتم کرتی۔

♥♥♥

سرمد کی بمشکل آنکھ لگی تھی کہ فون کی گھنٹی سے پھر کھل گئی۔ موبائل تو اس کا آف تھا۔ پی ٹی سی ایل لائن تو آن تھی۔ اس نے کسلمندی سے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو......!" اس کی آواز میں نیند کا تاثر واضح تھا۔

"ارے......! تم موبائل آف کر کے سو گئے......؟ یہ فون ہیلا اپ کر کے بھول گئے......؟" دوسری طرف ہنی غصے سے غرا رہی تھی۔

"موبائل اس لئے بند کیا تھا کہ سونا چاہتا تھا۔ صرف تمہارا فون ہی تو نہیں آتا، اور فون بھی آ جاتے ہیں۔" سرمد اس کی غراہٹ سن کر ایک دم الرٹ ہو گیا۔

"لمبا مت کھینچو سرمد......! مجھ سے صاف صاف بات کرو۔ میرے بستر پر لگائے بیٹھے ہیں، تم مجھ سے دور ہو رہے ہو۔ تم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ یہ نکاح فارمل کرنے کی کاروائی ہے اور تم ہمیشہ کے لئے میرے ہو۔ میں تمہاری تبدیلی کو محسوس کر رہی ہوں، سو گڑ رہی ہوں۔ بتاؤ کیا چاہ رہے ہو......؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہنی......! بس تمہارا وہم ہے، کامپلیکس ہے۔" سرمد نے جان چھڑانے والے انداز میں بات کی۔

"کامپلیکس......؟ تم مجھے یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ میں تمہاری بیوی کے سامنے خود کو بہت کم فیل کر رہی ہوں......؟ کیا ہے اس لڑکی میں......؟ غربت کی پیداوار، گھر لیں لوگوں کی ہوئی، اس نے قرضہ لیا ہوگا تو اس کی شادی ہوئی ہوگی۔ شکل و صورت ذرا سی اچھی تھی تو تمہاری ماں کو پسند آ گئی۔ میں اس کے سامنے کامپلیکسڈ ہوں گی......؟ ہنہ!" وہ بڑے زہریلے انداز میں بولی۔

''میں اگر تمہارا ہاتھ نہ پکڑتی تو ایک سگریٹ کے پیکٹ کے لئے باپ کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے ہوتے۔ تمہارے گھر والے آج تمہیں سلامی دیتے ہیں تو میری وجہ سے۔'' ہنی چیخ چیخ پاگل ہو رہی تھی۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے......؟ میں نے تم سے ایسا کیا کہا ہے......؟'' سرمد نے اب خود کو سنبھال کر بڑے سکون سے پوچھا۔

''تم بدل گئے، صرف چار دن میں۔ اگر وہ لڑکی تمہاری زندگی میں نہ آئی ہوتی تو تم میرے پاس سے آج جا ہی نہ سکتے تھے۔ خواہ میں غصے میں تمہیں دس مرتبہ جانے کو کہتی۔ یوں لگا تم بہانہ ڈھونڈ رہے تھے میرے پاس سے جانے کا۔''

''اب میں تمہاری Feelings پر تو پابندی نہیں لگا سکتا۔''

''تم میرے چوزے ہو، جسے میں نے پال کر مرغا بنایا ہے۔''

''اتنی بڑی بڑی باتیں مت کرو ہنی......! تم نے یہ سب کچھ مفت میں نہیں دیا ہے اور جو کچھ دیا بھی ہے تو وہ حبا کے جانے سے اپنی حیثیت کھو رہا ہے۔ ایک کبھی نہ ختم ہونے والی ذلت میری شہ رگ کو چھو رہی ہے۔ جا کر اپنے نام نہاد شوہر سے پوچھو کیوں آگ لگائی ہے اس نے ہماری زندگی میں......؟ حبا مجھے چھوڑنے کی وجہ دُنیا کو بتائے گی۔ میرے گھر والے چھان بین کریں گے۔ میں کتنا عرصہ ان سے جھوٹ بولوں گا......؟''

''یہ تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا۔'' ہنی اس کی بات کاٹ کر پھاڑ کھانے کو دوڑی۔

''مجھے تمہارے شوہر کے کمینے پن کا اندازہ نہیں تھا۔ وہ دس سال سے اونٹ کی طرح کینہ پال رہا تھا، ذرا موقع ملا اور فائدہ اُٹھا لیا۔ جا کر اسے کنٹرول کرو۔ میرا دماغ خراب مت کرو۔ میں نے کچھ نہیں کیا، میں تو یوں بھی ایک انوسنٹ رَن کا مجرم ہوں۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا......؟ پلیز......! مجھے سونے دو۔ صبح بات کریں گے۔ گھر میں اور لوگ بھی ہیں کوئی ایکسٹینشن پر ہماری بات چیت سن سکتا ہے۔ او کے......! بائے......!'' یہ کہہ کر سرمد نے فون ہیلڈ اپ کر دیا اور اب بالکل پرسکون ہو گیا کہ اب کوئی فون کی گھنٹی ڈسٹرب نہیں کرے گی۔

♥♥♥

طاہرہ بیگم کا درحقیقت پہلے صادق کے ہاں ہی رُکنے کا پروگرام تھا۔ وہ پوری تیاری سے بیگ بنا کر لے کر گئی تھیں۔ مگر حبا کی وجہ سے وہ گھر واپس آ گئیں کہ گھر میں اکیلی ہو گی اور طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ حبا کی خاموشی کو وہ اس کی طبیعت کی خرابی ہی سمجھ رہی تھیں ورنہ دور سے آتے والی بیٹی ماں سے کچھ تو باتیں کرتی ہے۔

آتے ہی انہوں نے صادق حسین کا بستر ٹھیک کیا۔ حبا کپڑے بدلنے چلی گئی تھی۔ پھر حبا کے لئے بیڈ پر خاص طور پر خوبصورت سی چادر بچھائی کہ اب نئی مہمان تھی۔ صادق حسین نے ایک کپ چائے تیار کرنے کو کہا تھا۔ اس کے بعد وہ چائے تیار کرنے کچن میں چلی گئیں۔

حبا کپڑے بدل کر ڈرائنگ روم میں کارپٹ پر آ کر لیٹ گئی تھی۔ طاہرہ بیگم، صادق حسین کو چائے دے کر آئیں تو حبا کہیں دکھائی نہ دی۔ اسے تلاش کرتی ڈرائنگ روم تک آ گئیں اور اسے نیچے لیٹا ہوا دیکھ کر بڑی حیرت سے بولیں۔

''یہاں کیوں لیٹ گئیں بیٹا......! وہ بستر لگا ہے تمہارا، چادر بھی دوسری بچھا دی ہے۔''

''بس امی......! میں یہیں ٹھیک ہوں۔ آپ نے چادر کیوں بچھائی......؟ میں خود بچھا لیتی۔ جائیں آپ سو جائیں، صبح سویرے کی اُٹھی ہوئی ہوں گی۔'' اس نے اتنا کہہ کر پھر بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔

طاہرہ بیگم چند لمحے اس کی طرف دیکھتی رہیں پھر سمجھ گئیں کہ اصرار فضول ہے۔ خاموشی سے پلٹ گئیں۔

''کوئی سر درد کی گولی دوں......؟'' وہ جاتے جاتے پھر پلٹیں۔

''میں خود لے لوں گی امی......! پلیز......! آپ آرام کریں۔'' اس نے اب ذرا جھنجلا کر کہا۔

طاہرہ بیگم پھر خاموشی سے آگے بڑھ گئیں۔

♥♥♥

''تم نے کیا بیوی بیوی کی رٹ لگائی ہوئی ہے......؟ جوئے میں ہاری ہوئی عورت کسی کی بیوی نہیں ہوتی اُلو کے پٹھے......!'' ہنی کو احساسِ شکست اور غصے کی شدت کی وجہ سے نیند نہ آئی تو وہ رات ڈیڑھ بجے اکرم ہارون کے اپارٹمنٹ میں پہنچ گئی۔ ہنی نے تو خود کو میک اَپ کیا ہوا تھا۔ اکرم ہارون تو وہی نظر آتا تھا جو اس کی حقیقی اور اصلی عمر تھی۔ لٹکا ہوا ماسک، بھاری بھرکم ڈھلکے ہوئے، بالوں کی وجہ سے چوڑی پیشانی، چٹے سفید بال، مکمل بوڑھا آدمی، شراب نے جس کے قوی و اعصاب مضمحل کر کے رکھ دیئے تھے۔ یوں بھی وہ ہنی سے عمر میں دس بارہ سال بڑا تھا۔

''جوئے میں ہاری ہوئی عورت جوئے میں جیتی بھی تو جا سکتی ہے......'' وہ ہاری ہار نے کے لئے نہیں کھیلا، بدقسمتی سے ہار جاتا ہے۔ کیوں نہیں کھیلا وہ دوبارہ میرے ساتھ......؟ ایک

بار کھیلتا تو سہی، سالے کو تلاش کر دیتا اور تمہیں بھی واپس لے لیتا۔'' اکرم ہارون نے مخمور آنکھوں سے ہنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مرضی اس کی، تم نے کیا اس کے ساتھ پانچ سال کا ایگریمنٹ کیا تھا کہ وہ تمہارے ہی ساتھ کھیلتا......؟ مجھے جیتنے کے بعد وہ کبھی جوا کھیلا ہی نہیں۔ اسے ضرورت ہی نہیں تھی۔ جتنا وہ جوئے میں جیتتا تھا اس سے زیادہ وہ انکم ٹیکس بچاتا ہے۔ تمہارا مجھ سے کوئی واسطہ، تعلق نہیں ہے۔ بہتر ہے تم اس اپنی قبر میں خاموش بیٹھے رہو۔''

''نہیں بیٹھوں گا۔ اس نے میرے ساتھ دھاندلی کی ہے۔'' اکرم ہارون نے گلاس اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔

''مجھے آنکھیں دکھاتے ہو......؟ مجھے......؟ جس کی زندگی تم نے برباد کر کے رکھ دی بلکہ اپنی بیٹی کی بھی...... جائز بیٹی کی...... کیا دیا ہے تم نے مجھے اس ایک بیٹی کے سوا......؟'' ہنی ہذیانی انداز میں چیخی۔

''عیش کر رہی ہے عیش، میری دولت پر۔ پوچھتی ہے کیا دیا......؟'' اکرم ہارون نے ایش ٹرے اٹھا کر ہنی کو دے ماری۔ وہ حاضر دماغی سے کام نہ لیتی تو زخمی ہو جاتی۔

''ہاں...... ! توڑو...... سب کچھ توڑ دو...... اسے کیوں نہیں توڑتے......؟'' ہنی نے لپک کر سامنے رکھی شراب کی بوتل اٹھائی اور دیوار سے دے ماری۔

''میری اتنی قیمتی بوتل توڑ دی......؟ میں تیرا سر توڑ دوں گا۔'' اکرم ہارون اس وقت مکمل مدہوش نہیں تھا، بڑی پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔

''صرف یہی نہیں...... یہ بھی توڑوں گی۔'' اس نے سامنے بنی الماری کا پٹ کھول کر بوتلیں نکال نکال کر توڑنا شروع کیں۔

اکرم ہارون تو ''آب حیات'' کی بربادی پر غصے سے پاگل ہو گیا۔ فوراً ایک طرف بڑھا۔

''میں تجھے جان سے مار دوں گا...... نہیں چھوڑوں گا۔'' ہنی اس کے سب رازوں سے واقف تھی۔ اسے پتا تھا وہ ریوالور نکالنے جا رہا ہے۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور دراز کھول کر ریوالور نکال لیا۔ اکرم ہارون غصے کی شدت سے ہانپ رہا تھا۔

''جان سے مارے گی مجھے......؟ پھر مرے کیسے کرے گی......؟ جیل میں چکی پیسے گی......؟'' وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے طنزیہ کہہ رہا تھا۔

''وہیں رک جاؤ...... ! اور مجھے جانے دو...... ! میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر۔'' وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

''کیسے جانے دوں......؟ مدت بعد خود سے چل کر آئی ہے۔'' وہ برابر آگے بڑھ رہا تھا۔

''میں کہتی ہوں رک جاؤ ورنہ فائر کر دوں گی۔'' ہنی اب الٹی چلتی ہوئی دیوار سے لگ چکی تھی۔ کسی اور طرف نکلنے کا راستہ نہ تھا۔

''تیری ایسی کی تیسی...... ! میں تیرا گلا دبا دوں گا۔ میری ہزاروں روپے کی بوتلیں توڑی ہیں تو نے۔'' وہ اس پر عقاب کی طرح جھپٹا۔ ہنی نے فائر کر دیا۔

اکرم ہارون لڑکھڑایا اور گر گیا۔ گولی اس کے سینے میں لگی تھی۔ موت اس کا مقدر تھی۔ سلیپنگ ڈریس کی شرٹ خون سے رنگین ہو رہی تھی۔

اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں دیکھ کر ہنی ایک دم بدحواس ہو گئی۔ ادھر ادھر دیکھا، ساڑھی کا آنچل سنبھالا پھر ایک دم ریوالور کا خیال آیا۔ بدحواسی میں اکرم ہارون کے اوپر ہی پھینک دیا اور سرپٹ وہاں سے بھاگی۔

♥♥♥

صادقہ بیگم کے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔ بہو گھر میں آ گئی تھی۔ ربیعہ، ہما کے خوشی سے تمتماتے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ خوشی سے پاگل ہو رہی ہیں۔

صادقہ بیگم نے سب سے پہلے ربیعہ کے جہیز کے لئے خریدی ہوئی بھاری بھرکم ایلیٹ کی بیڈ شیٹ نکالی اور دونوں بیٹیوں سے کہا اوپر والیاں کے بیڈ پر بچھائیں اور کمرہ ٹھیک کریں۔ حرا، ہما بھی ان کے ساتھ تھیں۔

لڑکیوں کو تو جیسے ایڈونچر مل گیا تھا، خواب انجوائے کر رہی تھیں۔ بڑی دادی، چھوٹی دادی دونوں تحریم کے دائیں بائیں ڈرائنگ روم کے خوبصورت صوفے پر یوں بیٹھی تھیں جیسے اگر کوئی تحریم کے قریب آیا تو اس کی خیر نہیں۔ ایک مرتبہ تو تحریم نے بھی باقاعدہ سر اٹھا کر دونوں نانی ساسوں کا جائزہ لیا تھا۔

''صادقہ...... ! دلہن کو ساتھ سلاؤ گی یا بچیوں کے کمرے میں......؟'' بڑی دادی نے الٹا نوالہ نگلتے ہوئے بیٹی سے پوچھا۔ وہ صادقہ بیگم کی تیاریوں سے بے خبر تھیں۔

''ہائے...... ! کیسی ظالم ہیں اماں......!'' ظاہرہ بیگم نے شرارت سے عورا ہونے کے کان گی...

میں سرگوشی کی۔ حور بانو قل قل کرتی ہنس پڑیں۔
"اماں تو ہیں ہی ظالم سماج۔" عائشہ نے بھی دبی زبان میں شرارتاً کہا۔ تحریم کے چہرے پر کچھ نہ سمجھنے والی اُلجھن تھی۔

"اماں ...... دُلہن اپنے گھر آ گئی ہے اور اپنے اصلی کمرے میں ہی سوئے گی۔ آپ بیچاری کو کیوں اِدھر اُدھر کر رہی ہیں۔" عائشہ نے انجان سی بن کر پوچھا۔

"ارے ...... ! بچی کو کل سے اُبٹن لگائیں گے، ابھی کیسے اس کے کمرے میں سلا دیں ......؟" بڑی دادی نے بھنوئیں تان کر عائشہ کی طرف دیکھا۔

"ہاں تو کیا ہوا ......؟ ارے اس کے کمرے میں سونے دیں اور لگاتی رہیں ایک مہینے تک اُبٹن۔ بلکہ جب تک پہلا بچہ نہ ہو تب تک لگاتی رہیں۔" حور بانو اپنی مخصوص ہنسی کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔

"آپ کے پاس بیٹھی ہے، سونگھ کر بھی دیکھ لیں اور آنکھیں کھول کر بھی، کیسی صاف ستھری، چمکتی دمکتی مہکتی دُلہن۔ اس کو تو اللہ نے اُبٹن لگا کر بھیج دیا ہے۔" صادقہ بیگم نے پیار سے بہو کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں بس ...... ! ماشاءاللہ سے بہت خوبصورت ہے۔ اُبٹن سے اور زیادہ روپ آئے گا۔"

"ارے ...... ! خواہ مخواہ بولے جا رہی ہو۔ میری تمہاری اس زمانے کے لوگ نہ سنیں گے نہ مانیں گے۔ اپنی ہی کریں گے۔" چھوٹی دادی نے ہمیشہ کی طرح جلد بات کو سمجھ لیا اور ٹوکا۔

"ارے ...... ایک ہی بچہ ہے میرا۔ ایک ارمان بھی پورا نہ کروں ......؟" بڑی دادی تو بھل بھل رو پڑی تھیں۔

تحریم تو انہیں روتا دیکھ کر بری طرح پریشان ہو گئی اور بے ساختہ بولی۔

"پلیز نانی جان ...... ! آپ روئیں نہیں، میں لگا لیتی ہوں اُبٹن۔ نو پرابلم ...... لائیں مجھے دیں کہاں ہے اُبٹن ......؟"

تحریم کی بات پر زبردست قہقہوں کا طوفان اُٹھا تھا۔ تحریم شرمندہ سی ہو کر چوری چوری تمام خواتین کو دیکھنے لگی۔

"ارے ...... اتنی سیدھی بچی ہے۔" بڑی دادی تو تحریم کی سادگی پر فدا ہو گئیں۔ جھٹ چہرہ ہاتھ میں لے کر پیشانی چوم لی۔

"اماں ...... تہجد کا وقت ہو چلا ہے۔ آپ نماز کی تیاری کر لیں اور نماز پڑھ کر آرام کریں ورنہ کل دن بھر تھکاوٹ رہے گی۔" عائشہ نے شریر مسکراہٹ دبا کر بظاہر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ باقی سب بھی اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لئے اِدھر اُدھر چہرے موڑنے لگیں۔

"اے ہاں ...... ! تو بتاؤ، دو بج گئے۔ تم بھی آرام سے بیٹھی ہو، بتایا نہیں کہ دو بج گئے ہیں۔" بڑی دادی نے ثریا دادی کو گھورا۔

"اے ...... ! تو کیا چوکیدار ہوں تمہاری یا تمہاری گھڑیال ہوں ......؟ ٹھیکہ لیا ہے تمہیں وقت بتانے کا ......؟ خود بھی دھیان رکھا کرو، میں تو اُٹھ ہی رہی تھی۔" ثریا دادی نے برا مان کر جواب دیا اور فوراً ہی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ارے ...... ! ٹھیکہ تو تم نے میری جان جلانے کا لیا ہے ...... تیس برس سے اوپر ......"

"بس بس اماں ...... ! ذرا نئی دُلہن کا خیال کریں۔ بیچاری پریشان ہو جائے گی۔ آپ کے دامادوں سے تو خیر سے سب ہمدردی جتاتے ہیں اور بہادری کے تمغے دیتے ہیں کہ ماشاءاللہ دو دو ساسیں رکھتے ہیں۔ یہ بچی تو بیچاری ویسے ہی ساسوں میں گھر گئی ہے۔" حور بانو ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ تحریم کے چہرے پر بھی مسکراہٹ جھلکی۔

"ہوا بنایا ہوا ہے مار ساسوں کو۔ کیا قوم جنات میں سے ہوتی ہیں ساسیں، آج کی بہو کل کی ساس۔ رہتی دُنیا تک ساس بھی ہے اور بہو بھی۔" بڑی دادی باہر جاتے ہوئے ناراضگی سے بڑبڑا رہی تھیں۔ ثریا دادی تحریم کے سر پر ہاتھ پھیر کر پہلے نکل چکی تھیں۔

"میں دیکھ کر آتی ہوں بچیوں نے کمرہ ٹھیک کر دیا۔ بیٹھے بیٹھے بچی تھک گئی ہوگی۔" صادقہ بیگم نے کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"دانیال نظر نہیں آیا۔ پانچ منٹ بھی نہیں بیٹھا۔ پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا ......؟" عائشہ کو دانیال کا خیال آیا۔

دانیال کا نام سنتے ہی تحریم کے احساسات میں طوفان برپا ہو گیا۔ بے سمت اُڑان بھرتے پرندوں کی طرح زندگی گزرے گی۔

"ہمارے پاس ایک دوسرے کو دینے کے لئے کچھ بھی تو نہیں ہے۔ پھر ہم کیا پائیں گے [illegible] لگی۔" اس کی آنکھوں میں پانی اتر آیا۔

دونوں دادیوں کے جاتے ہی عائشہ اور حور بانو بیٹھ چکی تھیں اور بڑی پرشوق نظروں سے تحریم کو

دیکھ رہی تھیں۔



حیا کروٹیں بدل بدل کر عاجز آ گئی مگر نیند کا نام و نشان نہ تھا۔

دانیال اور تحریم کی شب زفاف تھی۔ آج وہ ایک اور لڑکی کو دھوکہ دے گا۔

"کیا مرد عورت کو دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتے......؟" وہ اذیت ناک خیالات میں گھری ہوئی تھی۔

"مگر مردوں میں تو میرے چار پھوپھا اور میرا اپنا باپ بھی شامل ہے۔ شاید کچھ عورتوں کے مقدر میں ہی دھوکہ کھانا لکھا ہوتا ہے۔ میرے دادا نے دوسری شادی کی ہوئی تو بڑی دادی نے سوچا ہوگا ان کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ جبکہ چھوٹی دادی کو لگتا ہوگا کسی نے انہیں بڑی سچائی سے چاہا ہے۔ شاید اسی خوشی اور یقین کی وجہ سے ان میں اتنا اسٹیمنا ہے اس لئے کہ چاہے جانے کا سرور اور محبت کا یقین تو بھرپور توانائی ہے۔ بڑی دادی اپنی نظروں میں شکست خوردہ اور ٹھکرائی ہوئی عورت ہیں اس لئے وہ جھکی ہوئی اور چڑچڑی ہیں۔" وہ آنکھوں پر بازو رکھے تجزیہ کر رہی تھی۔

"اور میں......؟ میں نے دو مردوں سے دھوکہ کھایا ہے۔ میں تو جوانی ہی میں بوڑھی ہو جاؤں گی۔ سرمد سے ٹکرا تو گئی ہوں مگر زندگی کی تلخیوں سے مقابلہ کرنے کی اس جسم میں طاقت ہی کہاں رہے گی......؟ ماں کے ساتھ کاج بٹن بناتے ہی وقت گزرے گا۔" وہ اوندھی ہو گئی۔ اب ضبط کا یارا نہ تھا، پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ دل کھول کر رونے کا مزہ آ رہا تھا کہ ساری دنیا سو چکی تھی۔ وہ کھل کر اپنے نصیب کا ماتم کر سکتی تھی کہ دنیا کے سامنے کرتی تو پاگل کہلاتی۔ دنیا تو اسے خوش نصیب ترین لڑکی کا سرٹیفکیٹ ایشو کر چکی تھی۔



دانیال ٹیرس پر ٹہل رہا تھا۔ ماں کے کئی بار بلانے پر وہ نیچے اپنے بیڈ روم میں آیا تھا۔ تحریم بیڈ کے بجائے چیئر پر بیٹھی تھی۔ اس کے انداز نشست میں اتنا اعتماد تھا کہ دانیال کی پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا۔ اس نے خود کو کنٹرول کر کے بڑی شائستگی اور وقار سے سلام کیا۔

جواب میں خاموشی ملی۔ اس نے تحریم کی طرف دیکھا۔ وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

دانیال کی نظر میں نئے اور خوبصورت رشتے کا عکس اترنے لگا۔ وہ اوپر ٹہل کر خود کو سمجھا رہا تھا کہ ایک بے قصور لڑکی کی اذیتوں سے بچانے کے لئے اسے کیا کردار ادا کرنا ہے اور انسانیت کو شرمساری سے بچانا ہے۔

"آپ وہاں کیوں بیٹھی ہیں مہمانوں کی طرح......؟" اس نے بالآخر اسے مخاطب کیا۔

"کیا اس چیئر پر صرف مہمان بیٹھتے ہیں......؟ آپ بھی نہیں بیٹھے......؟" اس نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

"دلہن جب بیڈ روم میں آ جاتی ہے تو چیئر پر نہیں بیٹھتی، ادھر بیٹھتی ہے۔" اس نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر چہ یہ بیڈ آپ کے شایان شان تو نہیں۔" وہ قریب آ کر مزید گویا ہوا۔

"اب تو جو آپ کی شان ہے وہی میری ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے مسئلہ یہ ہے کہ پتا نہیں آپ اس وقت مجھے دیکھ رہے ہیں یا مجھ میں حیا کو......؟" تحریم یہ کہہ کر کرسی سے اٹھ کر ڈریسنگ مرر کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور دوپٹے سے پنیں نکالنے لگی۔ ساتھ ہی دانیال کے چہرے کے تاثرات بھی دیکھ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے ہم ٹین ایجرز کی فیلنگس سے نکل کر پریکٹیکل لائف میں آ چکے ہیں۔" حیا کا نام اس کے منہ سے اچانک سن کر وہ ایک لمحے کے لئے چکرایا تھا۔

"حیا اب اپنے شوہر کی امانت ہے، پرائی ہے، کسی کی ملکیت ہے۔ اب اگر میں اس کے بارے میں سوچتا بھی ہوں تو احساس ندامت مجھے گھیر لیتا ہے۔ جیسے میں بہت بڑا اخلاقی جرم کر رہا ہوں۔ یہ ٹھیک ہے میں نے زندگی اس کے ساتھ گزارنے کی تمنا کی تھی اور انسان کی ہر تمنا پوری نہیں ہوتی۔ یہ بھی بہت اچھا ہوا کہ ہمیں ایک کرنے کا فیصلہ ہمارے بڑوں نے کیا اور بہت خوشی سے کیا۔ کم از کم آپ مجھے کبھی یہ طعنہ تو نہیں دیں گی کہ میں نے آپ کو بتانے کی کوشش نہیں کی۔"

دانیال اور قریب آیا۔ تحریم کو گھبراہٹ ہونے لگی۔ بالآخر ایک نازک سی لڑکی تھی۔

"ارینج میرج میں شاید ایسا ہی ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ اجنبیت کے پردے سرکتے ہیں اور رک جاتے ہیں۔"

"تحریم......! آپ کو یہ سن کر بہت حیرت ہوگی کہ میں اس وقت بالکل بھی اداس یا پریشان نہیں ہوں بلکہ مطمئن ہوں کہ میری بیوی میری زندگی میں آنے والے سب اہم واقعات سے باخبر ہے۔

میں ہمیشہ سے بہت دیانتداری سے زندگی گزارنے کا خواہش مند رہا ہوں۔ حیا کے

لئے میں اس طرح سوچتا تھا کہ مجبوری بن گئی ہے، کوئی مسئلہ نہیں۔ دونوں گھرانوں میں اتفاق و پیار بھی بہت تھا۔ مجھے کبھی فیل نہیں ہوا اگر حبا کے لئے بات کروں گا تو کوئی طوفان اٹھے گا۔ اماں جان حبا اور اس کی دوسری بہنوں سے بہت پیار کرتی ہیں۔ اس طرف میرا ذہن ہی نہیں گیا کہ حبا اپنی بہنوں سے چھوٹی سہی مگر ہے تو جوان۔ اس کا بھی کوئی اچھا رشتہ آسکتا ہے۔

جب حادثہ ہوا وہ کسی اور کے نام لگی تو تھوڑی سی Shocked ہوا۔ مگر اب وہ کسی کی ہو چکی۔ میں اس کو سوچنا بھی نہیں چاہتا۔ کسی کی بیوی کی یادوں سے دل بہلانا بھی تو کرپشن ہے۔ ہم سیلف کنٹرول بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ تحریم......! اچھے ماں باپ، اچھے ماحول، اعلیٰ تعلیم، بہترین اساتذہ کی محنت کے بعد بھی اگر ہم خود کو لوٹ کھسوٹ سے نہیں بچا سکتے تو پھر زندگی میں سب کچھ فضول ہے۔" دانیال بہت سنجیدگی اور اعتماد سے بات کر رہا تھا۔

تحریم حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کو اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے نظریں جھکا لیں۔

"لیکن سنا تو یہی ہے کہ دل پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔" تحریم نے دھیمے زیر لب کہا۔

"لیکن ایک پریکٹیکل بندہ جب Honesty is the best polleey پر عملدرآمد کرتا ہے تو اپنی پرسنالٹی کو مین کر سکتا ہے۔" دانیال نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اگر یہ اتنا آسان ہوتا تو لوگ دل سے ہار کیوں مانتے......؟" تحریم نے آہستگی سے اپنے شانے سے اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔

"یہ سب فیلنگس کی ہے۔ زندگی بہت محنت مانگتی ہے۔" دانیال نے دونوں ہاتھ تحریم کے شانوں پر رکھ دیئے۔

"شاید انسانیت کے ناطے میرا دل رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" تحریم اور دلفریب مسکرا دی۔

"میں نے تو شوہر ہونے کے ناطے آپ کا دل ہمیشہ کے لئے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ گردن جھکا کر دیکھیں اب وہاں نہیں ہے۔" دانیال کے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ تھی جس کو جھیلنے کے لئے تحریم ذہنی طور پر تیار نہیں تھی۔

"ایک دوسرے کی عزت نفس کا احساس کرتے ہوئے ایمانداری سے زندگی گزار دیں گے تو ایک دن ہمارے درمیان بھی محبت کا بندھن بھی بندھ جائے گا۔"

اس نے تحریم کو کھینچ کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

(اس مرحلے تک آنے کے لئے شوہر کو کتنا سمجھایا تھا)۔

"میری ساری حماقتوں میں اس پیاری سی لڑکی کا کیا قصور ہے۔ شکر ہے اللہ نے جج صاحب کو زندگی دی ورنہ پولیز کی تو مجھے چوک پر پھانسی لگوا دیتی۔"

"میں بے ضمیر نہیں ہوں تحریم......! آپ کے اطمینان کے لئے اتنا ہی کافی ہونا چاہئے۔"

"ہاں......! مرد ہوتے ہی ایسے ہیں، وقت سے بدل جاتے ہیں۔" تحریم اس کی گرم جوشی کی تاب نہ لا رہی تھی، جلدی سے بات بنا کر آگے بڑھنے کی کوشش کی۔

"اب اگر میں یہ پوچھوں گا کہ کتنے مردوں کا تجربہ ہے، تم میرا ریکارڈ توڑنے کے لئے ادھر کچھ تلاش کرنے لگو گی۔" دانیال اب آپ سے تم پر آ گیا تھا۔

"چلیں محترمہ......! ادھر بیٹھیں، آپ کو بتاتے ہیں کہ شوہر کیا ہوتا ہے، کس بلا کو کہتے ہیں۔" وہ اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا اور تحریم کی ہتھیلیوں میں پسینہ اتر رہا تھا۔

"ہماری اب تک کی زندگی میں آج تک بہت کچھ اچانک ہوا ہے۔ ہم اپنے پہلے بچے کا نام اچانک علی رکھیں گے۔" وہ کوشش کر رہا تھا کہ تحریم دل کھول کر مسکرا دے۔



جانے کب آنکھ لگی تھی۔ صبح پانچ بجے خود بخود کھل گئی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی فون پہلے آپ دیکھا۔ کسلمندی سے ہاتھ بڑھا کر ریسیور ٹھیک سے رکھا اور اپنا سیل اٹھایا اور سوئچ آن کرنے لگا۔ ابھی سیل پر نظریں جمائے ہوئے تھا کہ پی ٹی سی ایل فون رنگ ہوا۔

"لگتا ہے واقعی ساری رات نہیں سوئی۔" اسے یقین تھا کہ منی ہی کا فون ہے۔

"پتا نہیں کب سے ٹرائی کر رہی ہوگی۔" اس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے سوچا۔

"ہیلو......!" اس نے محتاط اور ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"ہیلو......! یار......! اویس بات کر رہا ہوں۔ کیا فون پہلے آپ تھا یا خراب ہے......؟ کب سے ٹرائی کر رہا ہوں۔" اس کے بزنس پارٹنر اویس صابری کا فون تھا۔

"خیریت......؟" اسے واقعی سخت حیرت ہوئی کہ صبح فجر کے وقت اسے آخر کیا کام پڑ گیا۔

"خیریت نہیں ہے۔ وہ تمہاری بزنس پارٹنر کیا نام ہے اس کا سیدہ......" اویس حافظے پر زور ڈالنے لگا اور توقف کیا۔

''ہنی ..... کیا ہو .....؟'' سرمد درحقیقت پریشان ہو گیا۔

(مائی گاڈ ..... وہ تو بہت اموشنل ہے۔ کہیں خودکشی تو نہیں کر لی۔ شاید وہ مجھ سے واقعی ہی محبت کرتی ہو)۔ وہ سوچنے لگا۔

''یار ..... اس نے اپنے ہزبینڈ کا مرڈر کر دیا ہے۔'' اویس نے دھماکہ کیا تھا۔

''او نو ..... کب کی بات ہے ..... رات دو بجے تو میری اس سے بات ہوئی تھی۔'' سرمد کو خبر پر یقین نہ آیا۔

''تم کس بیس پر یہ بات کر رہے ہو .....؟ کس نے بتایا .....؟'' وہ بستر سے اٹھ گیا تھا اور کھڑا ہو کر بات کر رہا تھا۔

''کس نے بتایا ہے .....؟ اس نے خود مجھے بتایا ہے۔'' اویس نے اسے مزید حیران کیا۔

''خود .....؟ وہ مرڈر کر کے تمہارے پاس پہنچی تھی .....؟'' سرمد اب ذرا جھنجلایا۔

''اس نے اریسٹ ہونے سے چند منٹ پہلے مجھے فون کیا تھا۔ کہہ رہی تھی تمہیں بتا دوں۔ تم فون بند کئے سو رہے تھے اور یہ بھی کہہ رہی تھی اس مرڈر کے ذمہ دار تم ہو۔ وہ تمہیں نہیں چھوڑے گی۔ جلد باہر آ جائے گی۔'' اویس اب ذرا متفکرانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

''لاحول ولا قوۃ ..... میں ذمہ دار ہوں .....؟ میں تو اپنے گھر میں سو رہا تھا۔'' سرمد بہت پریشان ہو کر کہہ رہا تھا۔

''اچھا ..... یہ بتاؤ اس نے خود گرفتاری دی ہے یا .....؟''

''خود گرفتاری کیوں دیتی .....؟ وہ تو اکرم ہارون کے ڈرائیور نے اسے یعنی ہنی کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ وہ سرونٹ کوارٹر میں تھا بلکہ سرونٹ کوارٹر کے واش روم میں تھا۔ فائر کی آواز سن کر وہ آیا تو ہنی بھاگ چکی تھی۔ وہ پیچھے بھاگا تھا مگر وہ گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر پارکنگ لاٹ میں غائب ہو گئی تھی۔ اس نے پولیس کو بیان دیا ہے کہ وہ اس لئے فوراً آ گیا تھا کہ شاید صاحب زندہ ہوں اور ان کی جان بچائی جا سکتی ہو اور انہیں فوراً ہاسپٹل لے جانے کی ضرورت ہو۔ اس نے ابھی تک صاحب کو دیکھا نہیں تھا بس اتنا دیکھا تھا وہ نیچے گرتے ہوئے تھے اور خون بہہ رہا تھا۔ پھر جب اس نے اکرم ہارون کو مردہ پایا تو پولیس کو فون کر دیا تھا۔ جس ریوالور سے مرڈر ہوا تھا وہ اکرم ہارون کے پاس ہی پڑا تھا۔ ڈرائیور بھی ابھی انڈر اریسٹ ہے۔''

''مائی گاڈ .....!'' سرمد کو جیسے چکر آ گیا۔ اس نے سر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

''یار ..... تم اپنا خیال کرو۔ کہیں وہ تمہیں بھی نہ پھنسوا دے۔ خدانخواستہ ابھی تو کئی کتنوں کے نام اخبار میں آئیں گے۔ میں تمہاری طرف سے بہت فکرمند ہوں۔'' اویس صابری ہمدردی سے کہہ رہا تھا۔

''میں وہاں موجود ہی نہیں تھا تو مجھے کیوں پھنسوائے گی .....؟ اکرم ہارون کا اپارٹمنٹ تو لبِ عسکری ون میں ہے ناں .....؟'' وہ منتشر ذہن کے ساتھ بات کر رہا تھا۔

''ہوں ..... وہیں ہے۔ ٹھیک ..... پھر بات ہو گی تم سے ..... او کے .....!''

اویس صابری نے فون بند کر دیا تھا۔ سرمد ابھی تک ریسیور کان سے لگائے کھڑا تھا۔ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت تھی۔

''یہ ہنی نے کیا کیا .....؟ ہر وقت پلیژر و انجوائے منٹ کی تمنا کرنے والی نے اپنی زندگی کو ہمیشہ کے لئے عذاب میں ڈال دیا۔ کیوں کی اس نے اتنی بڑی حماقت .....؟ اب اکرم ہارون کسی قابل ہی کہاں تھا .....؟ وہ تو ویسے ہی مرا ہوا پڑا رہتا تھا۔ پھر مجھ پر کیوں الزام لگا رہی ہے کہ اس مرڈر کا ذمہ داری میں ہوں .....؟'' اس نے کلاک کی طرف دیکھا۔ ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے آیا۔ وہ اپنے P.A کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

کال ریسیو ہوتے ہی اس نے بغیر کسی فارمیلٹی کے اسے کراچی کی قریب ترین فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرانے کو کہا اور مزید کوئی بات کئے ریسیور رکھ دیا۔

اب بہت کم وقت تھا۔ اس نے ڈرائیور کو موبائل پر کال کر کے گاڑی بالکل ریڈی رکھنے کا کہا اور جلدی جلدی دو تین سوٹ اور وارڈ روب سے نکال کر چھوٹے سے سوٹ کیس میں رکھے۔ دراز سے A.T.M اور ویزہ کارڈ نکال کر والٹ میں رکھے ہزار کے نوٹ کا ایک بنڈل نکال کر کپڑوں کے درمیان چھپا کر رکھا اور اس وقت پہننے کے لئے کپڑے نکالے اور واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ سیل اس کے ہاتھ میں تھا۔ زندگی چند لمحوں میں عجیب و غریب سی ہو گئی تھی۔ اس کی حالت بالکل ایسی ہو گئی تھی جیسے جس کا چند حرمتہ اٹھا بھاگا جا رہا ہو۔ ان میں سے ایک وہ خود بھی ہو۔

❤❤❤

''اے بیٹی ..... دلہن سو رہی ہے ابھی .....؟'' بڑی دادی نے بڑے پیار بھرے لہجے میں پوچھا اور غور سے اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

''ہاں نہیں نانی جان ..... لیلا ..... جرا اور ارہا تو ابھی سو رہی ہیں۔ ہم چاروں تو رات جاگتے

ہی سوئے تھے۔ حبا تو ممانی جان کے ساتھ رات کو چلی گئی تھی۔

"ارے....! وہ تو مجھے پتا ہے۔ دلہن تمہارے ساتھ سوئی تھی ناں....؟"

"جی....؟" ربیعہ نے ہونق سی ہو کر بڑی دادی کی صورت تکی۔

"دلہن....؟ تحریم بھابی کی بات کر رہی ہیں ناں....؟" اس نے سوچا شاید اس نے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

"ارے....! تو دوسری دلہن کون ہے ادھر....؟ اب اپنی بیٹیوں کو تو دلہن نہیں کہوں گی۔ حور بانو بھی میری بہو نہیں ہیں۔" بڑی دادی نے اب چڑ کر جواب دیا۔

"کیا ہو گیا بھئی....! کیا باتیں کر رہی ہو تائی سے....؟" صادقہ بیگم ناشتے کے لیے نگ کو ہدایات دے کر کچن سے باہر آتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"کچھ نہیں اماں جان....! وہ تائی جان بھابی کا پوچھ رہی ہیں کہ وہ کہاں سوئی تھیں....؟" ربیعہ اس سے قبل مزید بولتی صادقہ بیگم سارا قصہ سمجھ گئیں۔ لمحہ بھر کو گھبرائیں پھر فوراً سنبھل کر مسکرائیں۔

"ارے....! تم اوپر جاؤ۔ دیکھو تحریم کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ میرا خیال ہے وہ اٹھ چکی ہوگی۔ اماں....! آپ تو صبح سے اٹھی ہوئی ہیں۔ ناشتہ کر لیں میں اماں کو بلاتی ہوں۔ باقی لوگ کرتے رہیں گے۔ چلیں آ جائیں، ادھر تخت پر آ جائیں۔" صادقہ بیگم نے اور طرح کا شور ڈال دیا۔ جیسے پھیلا ہوا دھواں ہاتھ سے ہٹا رہی ہوں۔ ساتھ ہی ربیعہ کو گھورا کہ ہٹو ادھر سے۔

"ارے....! میں دلہن کا پوچھ رہی تھی۔"

"وہ تو آرام سے کرے گی ناشتہ، آپ دونوں کر لیں۔ اندھیرے کی اٹھی ہوتی ہیں۔" وہ خاصا اماں کو پکارتی دوبارہ کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ انہیں پتا تھا کہ حقیقت جاننے کے بعد بڑی اماں کے ری ایکشن کو سنبھالنا ایک مرحلہ ہوگا۔

"ارے....! ثریا بیگم....! کدھر ہو....؟ آ جاؤ....! ناشتہ کر لو....!" بڑی دادی اب ثریا دادی کو باآواز بلند پکار رہی تھیں۔

❤❤❤

حبا رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے دیر تک پڑی سوئی تھی۔ ورنہ اس گھر میں دیر سے اٹھنے کی عادت کسی کی بھی نہیں تھی۔ طاہرہ بیگم کو کیا خبر کہ وہ کب سوئی تھی اور اب تک کیوں نہیں اٹھی؟ وہ دو تین مرتبہ آ کر اسے ٹائم بتا چکی تھیں کہ دل میں بہت سی باتیں تھیں جو وہ اس سے کرنا

چاہتی تھیں۔ دونوں دادیاں بھی نہیں تھیں۔ وہ دونوں سکون سے اپنی باتیں کر سکتی تھیں۔ حبا کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر طاہرہ بیگم کی وقفے وقفے سے آمد کے بعد اس کی نیند خود بخود ہوا ہو گئی۔ وہ مضمحل سا چہرہ لے کر باہر آئی اور بڑی سستی سے واش بیسن کی طرف بڑھی۔ اسی وقت کال بیل بجی۔ طاہرہ بیگم اندر کسی کمرے میں تھیں۔ حبا نے بیزار کن انداز میں دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ یہ پوچھنا بھی محال لگا کہ کون ہے؟ بس دروازہ کھول دیا۔ لیکن یوں اچھل کر پیچھے ہٹی جیسے کسی عفریت کو دیکھ لیا ہو۔ سامنے سرمد کھڑا تھا۔

اسے یوں لگا ابھی تک سو رہی ہے اور خواب میں سرمد کو دیکھ رہی ہے۔

"السلام علیکم....! اندر آنے کو نہیں کہو گی....؟ یہیں سے واپس چلا جاؤں....؟" سرمد نے جیسے زبردستی مسکرا کر بات کی۔

"حبا....! کون ہے بیٹا....! الو آپا کا بیٹا گوشت لے کر تو نہیں آیا....؟ صبح اسے پیسے دیے تھے۔ کیا خبر بانو آپا دوپہر یہاں پہنچ جائیں۔" طاہرہ بیگم بولتی ہوئی باہر آ گئیں اور سرمد کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر بھونچکا سی رہ گئی تھیں۔

"السلام علیکم آنٹی....!" سرمد نے وہیں کھڑے کھڑے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بیٹا....! ارے سرمد....! واقعی تم ہو....؟ بیٹا....! وہاں کیوں کھڑے ہو....؟ اندر کیوں نہیں آتے....؟" طاہرہ بیگم تو داماد کو اچانک سامنے پا کر اپنے حواسوں میں نہ رہیں۔

حبا خجل سی حیران سی ایک طرف ہٹ گئی جیسے سرمد کو آنے کا راستہ دے رہی ہو۔ سرمد اپنا سوٹ کیس اٹھا کر اندر چلا آیا۔

"اللہ....! میں خوشی سے پاگل ہو رہی ہوں۔ یقین نہیں آ رہا آنکھوں پر۔" وہ ادھر ادھر داماد کو شایان شان جگہ پر بٹھانے کو نظر دوڑاتے ہوئے بولیں۔

"کیوں....؟ میرے آنے سے آپ اتنی حیران کیوں ہو رہی ہیں....؟ سسرال میں آیا ہوں۔ پھر آج کل ہماری بیگم بھی یہاں ہوتی ہیں۔" وہ بڑے خوشگوار موڈ میں بات کر رہا تھا۔ حبا نے اب چونک کر سرمد کی طرف دیکھا۔

"یہ سرمد نہیں تھا۔ نہ ہی سرمد کا انداز و لہجہ۔ وہ تو اپنے لہجے سے کسی کو اپنائیت کا احساس دینا گناہ سمجھتا تھا۔"

"یہاں بیٹھو بیٹا....!" طاہرہ بیگم نے صوفے کے غلاف میں لپٹی پرانی صاف ستھری کرسی

ہی سوئے تھے۔ حبا تو ممانی جان کے ساتھ رات کو چلی گئی تھی۔

"ارے.....! وہ تو مجھے پتا ہے۔ دلہن تمہارے ساتھ سوئی تھی ناں"

"جی.....؟" ربیعہ نے ہونق سی ہو کر بڑی دادی کی صورت تکی۔

"دلہن.....؟ تحریم بھابی کی بات کر رہی ہیں ناں.....؟" اس نے سوچا شاید اس نے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

"ارے.....! تو دوسری دلہن کون ہے ادھر.....؟ اب اپنی بیٹیوں کو تو دلہن نہیں کہوں گی۔ حور بانو بھی میری بہو نہیں ہیں۔" بڑی دادی نے اب چڑ کر جواب دیا۔

"کیا ہو گیا بھئی.....! کیا باتیں کر رہی ہو نانی سے.....؟" صادقہ بیگم ناشتے کے لیے کک کو ہدایات دے کر کچن سے باہر آتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"کچھ نہیں اماں جان.....! وہ نانی جان بھابی کا پوچھ رہی ہیں کہ وہ کہاں سوئی تھیں.....؟" ربیعہ اس سے قبل مزید بولتی صادقہ بیگم سارا قصہ سمجھ گئیں۔ لمحہ بھر کو گھبرائیں پھر فوراً سنبھل کر مسکرائیں۔

"ارے.....! تم اوپر جاؤ۔ دیکھو تحریم کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ میرا خیال ہے وہ اٹھ چکی ہو گی۔ اماں.....! آپ تو صبح سے اٹھی ہوئی ہیں۔ ناشتہ کر لیں میں اماں کو بلاتی ہوں۔ باقی لوگ کرتے رہیں گے۔ چلیں آ جائیں، ادھر ٹیبل پر آ جائیں۔" صادقہ بیگم نے اور طرح کا شور ڈال دیا۔ جیسے پھیلا ہوا دھواں ہاتھ سے ہٹا رہی ہوں۔ ساتھ ہی ربیعہ کو گھورا کہ ہٹو ادھر سے۔

"ارے.....! میں دلہن کا پوچھ رہی تھی۔"

"وہ تو آرام سے کرے گی ناشتہ۔ آپ دونوں کر لیں۔ اندھیرے کی اٹھی ہوئی ہیں۔" وہ نانی اماں کو پکارتی دوبارہ کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ انہیں پتا تھا کہ حقیقت جاننے کے بعد بڑی اماں کے ری ایکشن کو سنبھالنا ایک مرحلہ ہو گا۔

"ارے.....! ثریا بیگم.....! کدھر ہو.....؟ آ جاؤ.....! ناشتہ کر لو.....!" بڑی دادی اب ثریا دادی کو باآواز بلند پکار رہی تھیں۔



حبا رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے دیر تک پڑی سوئی تھی۔ ورنہ اس گھر میں دیر سے اٹھنے کی عادت کسی کی بھی نہیں تھی۔ طاہرہ بیگم کو کیا خبر کہ وہ کب سوئی تھی اور اب تک کیوں نہیں اٹھی؟ وہ دو تین مرتبہ آ کر اسے ٹائم بتا چکی تھیں کہ دل میں بہت سی باتیں تھیں جو وہ اس سے کرنا

چاہتی تھیں۔ دونوں دادیاں بھی نہیں تھیں۔ وہ دونوں سکون سے اپنی باتیں کر سکتی تھیں۔ حبا کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر طاہرہ بیگم کی وقفے وقفے سے آمد کے بعد اس کی نیند خود بخود ہوا ہو گئی۔ وہ ستا سا چہرہ لے کر باہر آئی اور بڑی سستی سے واش بیسن کی طرف بڑھی۔ اسی وقت کال بیل بجی۔ طاہرہ بیگم اندر کسی کمرے میں تھیں۔ حبا نے بیزار کن انداز میں دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ پوچھنا بھی محال لگا کہ کون ہے؟ بس دروازہ کھول دیا۔ لیکن یوں اچھل کر پیچھے ہٹی جیسے کسی عفریت کو دیکھ لیا ہو۔ سامنے سرمد کھڑا تھا۔

اسے یوں لگا ابھی تک سو رہی ہے اور خواب میں سرمد کو دیکھ رہی ہے۔

"السلام علیکم.....! اندر آنے کو نہیں کہو گی.....؟ یہیں سے واپس چلا جاؤں.....؟" سرمد نے جیسے زبردستی مسکرا کر بات کی۔

"حبا.....! کون ہے بیٹا.....! انو آپا کا بیٹا گوشت لے کر تو نہیں آیا.....؟ صبح اسے پیسے دیے تھے۔ کیا خبر بانو آپا دوپہر یہاں پہنچ جائیں۔" طاہرہ بیگم بولتی ہوئی باہر آ گئیں اور سرمد کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر بھونچکا سی رہ گئی تھیں۔

"السلام علیکم آنٹی.....!" سرمد نے وہیں کھڑے کھڑے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بیٹا.....! ارے سرمد.....! واقعی تم ہو.....؟ بیٹا.....! وہاں کیوں کھڑے ہو.....؟ اندر کیوں نہیں آتے.....؟" طاہرہ بیگم تو داماد کو اچانک سامنے پا کر اپنے حواسوں میں نہ رہیں۔

حبا خجل سی حیران سی ایک طرف ہٹ گئی جیسے سرمد کو آنے کا راستہ دے رہی ہو۔ سرمد اپنا سوٹ کیس اٹھا کر اندر چلا آیا۔

"اللہ.....! میں خوشی سے پاگل ہو رہی ہوں۔ یقین نہیں آ رہا آنکھوں پر۔" وہ ادھر ادھر داماد کو شایان شان جگہ پر بٹھانے کو نظر دوڑاتے ہوئے بولیں۔

"کیوں.....؟ میرے آنے سے آپ اتنی حیران کیوں ہو رہی ہیں.....؟ سسرال میں آئے ہیں۔ پھر آج کل ہماری بیگم بھی یہاں ہوتی ہیں۔" وہ بڑے خوشگوار موڈ میں بات کر رہا تھا۔

حبا نے اب چونک کر سرمد کی طرف دیکھا۔

"یہ سرمد نہیں تھا۔ نہ ہی سرمد کا انداز و لہجہ۔ وہ تو اپنے لہجے سے کسی کو اپنائیت کا احساس دینا گناہ سمجھتا تھا۔"

"یہاں بیٹھو بیٹا.....!" طاہرہ بیگم نے سفید غلاف میں لپٹی پرانی صاف ستھری کرسی

داماد کی پیش کش کی اور پنکھا چلا دیا اور ذرا شرمساری مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوئیں۔

''اب گھر میں اے۔سی لگوانا کوئی مشکل تو نہیں مگر ہر مہینے بڑے بڑے بل کون دے.....؟''

''ارے..... انٹی کیسی باتیں کر رہی ہیں آنٹی آپ.....! موسم اچھا ہے۔میں انجوائے کر رہا ہوں۔'' اس نے حیا کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے خاص یورپین اسٹائل میں لاپرواہی سے کہا۔ مگر اس کا دھیان اس طرف گیا کہ اے۔سی نہ ہونے پر طاہرہ بیگم شرمندگی کا اظہار کر رہی ہیں۔

حیا ابھی تک خاموش کھڑی تھی اور حیرت کے سمندر سے نکل نہیں پا رہی تھی۔

''بیٹا.....! چائے پانی کا پوچھو.....! ایسے کیوں کھڑی ہو.....؟ بلکہ ناشتے کا پوچھو.....!''

''تھینکس آنٹی.....!'' اس نے ہاتھ اٹھا کر طاہرہ بیگم کو خاموش کیا۔

''ناشتہ میں پلین میں کر چکا ہوں۔پیاس محسوس ہوئی تو حیا سے کہہ دوں گا پانی تو پلا ہی دے گی۔'' اس نے چور نظروں سے حیا کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں کہا۔

''اتنی دور سے پانی پینے آئے ہیں.....؟'' حیا نے بھی تلخی ضبط کر کے ذومعنی پوچھا۔

''واقعی.....! کچھ ایسا ہی ہے۔تمہاری شاید طبیعت ٹھیک نہیں۔ Face سے کچھ فیل تو ہو رہا ہے۔امی سے فون پر بات ہوئی تھی تو وہ بتا رہی تھیں۔انہی سے پتا چلا کہ تم یہاں ہو۔کیا Really تم بیمار ہو.....؟''

طاہرہ بیگم میاں بیوی کو بات کرنے کا موقع دے کر جان بوجھ کر وہاں سے ہٹ گئیں اور دوبارہ..... چلی گئیں۔اب ان کی چال میں خوشی کی کیفیت آشکار تھی۔ایک دم روح میں برق دوڑ گئی تھی۔

''ہاں.....! بیمار ہوں۔روح میں کینسر ہے اور کینسر کا علاج کبھی کبھی کامیاب ہوتا ہے۔'' حیا نے بہت آہستہ سے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

''ایک انجان سی فون کال پر سارا فیوچر پلان کر لیا.....؟ میری کوئی بات نہیں ہے.....؟'' سرمد نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بہت آہستہ آواز میں پوچھا۔

''میرے سیل پر اس کا نمبر آیا تھا جو میں نے Save کر لیا تھا۔میں آپ اس کی اس سے بات کرا سکتی ہوں۔اس کے ایڈریس لے کر اس کے پاس لے جا سکتی ہوں۔ایک جھوٹ کو

چھپانے کے لیے سو جھوٹ مت بولیں اور کسی کی میرے ساتھ کوئی دشمنی ہے جو وہ..... کر کے عذاب میں ڈالے گا۔جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں اس وجہ سے میں بہت پریشان ہوں کہ اس بڑھی گھوڑی کے شوہر کا فون تھا۔بات کراؤں اس سے آپ کی.....؟'' حیا نے بات وہیں کر اندر جانے کے لیے قدم بڑھائے۔وہ اپنا موبائل اٹھانے جا رہی تھی۔

اسی لمحے طاہرہ بیگم پھر باہر آ گئیں۔

سرمد نے ایک نظر گھر پر دوڑائی اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''آنٹی.....! میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ریسٹ کرنا چاہتا ہوں۔''

''ارے بیٹا.....! ضرور.....! اِدھر آ جاؤ میں یہ کمرہ ٹھیک کر چکی ہوں۔جب تک دل چاہے آرام کرو۔ایک گلاس پینی تو پی لو بیٹا.....!'' داماد کی خاطر مدارت تو اس گھر میں کسی قانون کی طرح لازم تھی اور اس نے ابھی تک ایک گلاس پانی بھی نہیں پیا تھا۔

''تھینکس آنٹی.....! پلیز.....! آپ ایزی فیل کریں۔فارمیلٹی کی کوئی ضرورت نہیں۔'' اس نے پھر ہاتھ اٹھا کر بے تکلفی سے جواب دیا۔

''حیا.....! جاؤ سرمد کو اندر لے جاؤ۔'' انہوں نے گم سم کھڑی حیا کو ٹوکا۔

''جی امی.....! آئیے.....!'' اس نے سرمد سے کہا۔سرمد آگے بڑھا تو وہ اس کے پیچھے چل پڑی۔اندر سے بری طرح کھول رہی تھی، اُلجھ رہی تھی۔

''آخر یہ یہاں کیوں آئے ہیں.....؟'' اس کا ذہن اسی جگہ اٹکا ہوا تھا۔

کمرے میں دو مسہریاں لگی ہوئی تھیں جو زیادہ تر دونوں دامادوں کے استعمال میں رہتی تھیں۔صاف ستھری، بے شکن چادریں تھیں، اُجلے نرم تکیے۔سرمد اندر داخل ہو کر حیا کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔اس کے قدم سست پڑ رہے تھے جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی۔سرمد نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔حیا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی کہ آخر وہ کرنے کیا آیا ہے۔

دروازہ بند کر کے وہ مسہری پر بیٹھ گیا اور اشارے سے حیا کو فین چلانے کے لیے کہا۔ پنکھا چلانے کے دوران بھی اس کی طرف سے نظریں نہ ہٹا سکی۔سرمد نے اب غور سے حیا کی طرف دیکھا۔

''جب سے تم بات کرانے کا کہہ رہی تھیں اب اس سے کبھی بات نہیں ہو سکی۔اس لیے وقت اور انرجی ضائع نہ کرو۔اس کی ایک ایک چیز اب پولیس کسٹڈی میں ہے۔اس کے سیل پر آنے والی کال تم بھی لوٹ کی جا رہی ہوں گی۔'' اس نے سنجیدگی اور دھیمی آواز میں بات کی۔

حیا پھر چونک پڑی۔

''کیا مطلب......؟''

''اس کا رات مرڈر ہو گیا ہے۔ وہ اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔'' سرمد نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

''کس نے کیا ہے اس کا مرڈر......؟'' خوف و صدمے سے اس کا دل بیٹھنے لگا۔

''کہیں سرمد مرڈر کر کے یہاں چھپنے تو نہیں آیا......؟ اتنا پراوڈ انسان صادق حسین کے گھر میں اتنی سادگی اور اپنائیت کے ساتھ......؟ اسے تو ویسے ہی کچھ کھٹک سی تھی۔ 48 گھنٹوں میں انسان اتنا بھی نہیں بدلتا۔ یہ تو وہ سرمد لگ ہی نہیں رہا تھا جسے وہ لاہور میں چھوڑ کر آئی تھی۔'' اس نے اب غصے کے بجائے خوفزدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''مم...... مرڈر...... آپ...... آپ نے تو کہیں......؟'' بولتے ہوئے اس کے حلق میں کچھ اٹکنے لگا۔

''ایبسولوٹلی نانسنس......! میں تمہیں اس طرح کا بندہ دکھائی دیتا ہوں......؟ میں بہت اچھی طرح جینا چاہتا ہوں۔ تم میرے فون اٹینڈ نہیں کر رہی تھیں تو بہت ڈسٹرب ہو رہا تھا۔ سو چا جا کر دیکھتا ہوں مسئلہ کیا ہے......؟''

''جبکہ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہی نہیں ہے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر پھٹ پڑی۔

''اتنا بڑا ڈیسیشن......؟ کوئی Base تو ہو گی......؟ ہماری ارینج میرج ہے، ایک دوسری کو سمجھنے میں ٹائم تو لگتا ہے ناں......؟ ٹیک اٹ ایزی......!''

''کوئی ایزی ویزی نہیں، آپ کو یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اب میں لاہور نہیں جاؤں گی۔'' اس نے بمشکل اپنی آواز کنٹرول کی ورنہ وہ بری طرح چلانا چاہتی تھی۔

''لوگ تم سے وجہ پوچھیں گے، کیا بتاؤ گی......؟'' سرمد نے بڑے سکون سے سوال کیا۔

''جو وجہ ہے وہی بتاؤں گی۔ گھڑ کر کہانیاں تو نہیں سناؤں گی......؟'' وہ بہت ضبط کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اس نے وہی جواب دیا جس کا سرمد کو اندیشہ تھا۔ وہ تو چوک پر اس کا پتلا جلا رہی تھی۔

''اتنا تو تمہیں بھی اندازہ ہو گا کہ مجھ جیسے انڈیپنڈنٹ بندے کی شادی زبردستی تو نہیں کی جا سکتی۔ ہر بندے کی طرح نیچرلی میں بھی فیملی لائف گزارنا چاہتا ہوں۔''

''خفیہ عیاشیوں کے ساتھ...... مت جھوٹ بولیں، مت بے وقوف بنائیں مجھے۔ اب آپ مجھے اپنے فیور میں نہیں کر سکتے اور میں راتوں کو جاگنے کے لئے لاہور نہیں جا سکتی۔ بس......! بہتر ہے بات یہیں ختم کر دی جائے۔ آپ نے میرے ساتھ دھوکا نہیں کیا، میرے پورے خاندان کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ مجھے تو حیرت ہے آپ کس منہ سے میرے پاس چلے آئے......؟'' حیا نے بل بھر کر اس کی طرف دیکھا۔

''تم میری بیوی ہو، میں تمہارے پاس جب چاہے آ سکتا ہوں...... اور......''

''نہیں......! میرا اب آپ سے کوئی رشتہ نہیں۔'' اس نے بات کاٹ کر شدید غصے سے سرمد کو گھورا۔

''کہنے سے کیا ہوتا ہے......؟ اتنا آسان نہیں ہے کوئی رشتہ توڑنا۔ حیا......! میں بہت ڈسٹرب ہوں، تمہارے پاس ایزی فیل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ جب تک کسی شخص کی شادی نہیں ہوتی وہ بیوی اور دوسری عورتوں کے درمیان فرق کو نہیں جان سکتا۔ جب تم نہیں تھیں تو ایک کر شل ورت سب کچھ فیل ہوتی تھی۔ میں پیشہ ور جواری نہیں ہوں حیا......! اور اب تو مدت سے جوا نہیں کھیلا۔ دن رات محنت کر کے میں نے اپنا بینک بیلنس بنایا ہے۔ جوئے میں ساری محنت ہارنے کا حوصلہ نہیں ہے۔'' سرمد کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ ابھی ماں باپ اور دُنیا کے سامنے بھرم قائم تھا۔ اسے ہر صورت حیا کو ساتھ رکھنا تھا۔

''لیکن ذہنیت تو کریمنل ہے ناں......؟ ایسے انسان کا کیا بھروسہ......؟'' حیا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''حیا......! میں نے بڑی محنت سے یہ اسٹیٹس مین ٹین کیا ہے۔ میں خودکشی تو کر سکتا ہوں، یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتا۔'' سرمد نے بڑے مضبوط لہجے میں بات کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''سبحان اللہ......! بس......! بزدل لوگوں کے پاس صرف یہی ایک آخری راستہ ہوتا ہے۔ زندگی اللہ کی امانت ہے۔ آپ مدت سے اسے Miss Use کر رہے ہیں اور ابھی بھی اینٹھ کر چلا رہے ہیں، واہ......!''

''اگر تم نے میری بات سمجھنے کی کوشش نہیں کی تو مزید کچھ برا ہو جائے گا، اچھا نہیں ہو گا۔''

''دھمکیاں دے کر مجھے لے جائیں گے......؟'' وہ استہزائیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

''کسی بھی طرح......!'' سرمد کا انداز حتمی تھا۔

"چلیں۔ اچھا میں اپنا منہ بند رکھنے کا وعدہ کرتی ہوں۔ پھر تو میں آزاد ہو سکتی ہوں..........؟" حبا نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جیسے حقیقت تک اترنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"تب بھی نہیں..........! میں تمہیں سچ سچ ایک بات بتاؤں..........!" سرمد نے کہا اور رک گیا۔

"چلئے بتا دیجئے۔ اللہ کرے وہ مجھے سچ لگے۔" حبا سینے پہ ہاتھ باندھے بہت مضبوط اور بااعتماد نظر آ رہی تھی۔

"یہ اتنا بڑا بگاڑ مرد وغیرہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ اگر میری تمہارے لئے کوئی Feeling نہ ہوتیں تو شاید یہ سب نہ ہوتا۔" وہ سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب..........؟" وہ واقعی کچھ نہیں سمجھی بلکہ حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

"مطلب یہ کہ میں تمہاری وجہ سے ہی کو وہ کچھ نہیں دے پا رہا تھا جس کی وہ عادی ہو چکی۔ میں اس کی کمپنی کو انجوائے نہیں کر پا رہا تھا۔ مجھے شادی سے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ تمہاری پرسنالٹی اتنی اٹریکٹو اور اسٹرونگ ہوگی۔ فلٹر کیا ہوا پانی کا گلاس سامنے ہو، ساتھ ہی آلودہ پانی کا گلاس رکھا ہو تو بندہ صاف پانی کی طرف ہی ہاتھ بڑھائے گا۔ ہی میری کاروباری مجبوری تھی۔ اس کا شوہر ذرگر تھا۔ ہی ایک بہت گرم جوش عورت تھی۔ شوہر اسے جذباتی خوشی نہیں دے پاتا تھا۔ اچھی اور پارسا عورتوں میں سیلف کنٹرول ہوتا ہے مگر ہی کی طرح آزاد خیال عورتیں پھر دوسرے راستے تلاش کرتی ہیں۔ اس نے مجھے اس وقت کیچر کیا جب میں صرف بائیس سال کا تھا اور زندگی کو ہر طرح سے انجوائے کرنا چاہتا تھا۔" وہ مجرموں کے انداز میں بول رہا تھا۔

"سوری سرمد..........! میں آپ کی کمپنی میں بھی خوش نہیں رہ سکتی۔ راتوں کو جاگ کر انتظار نہیں کر سکتی۔ پھر مجھے اعتبار نہیں جو مرد کسی کی بیوی جوئے میں جیت سکتا ہے وہ اپنی بیوی بھی تو جوئے میں ہار سکتا ہے..........پھر.........."

"اسٹاپ حبا..........! نو مور پلیز..........! تھینک گاڈ کہ تم ایک موڈیسٹی لڑکی ہو (باحیا لڑکی ہو) اور تم اتنی کمزور بھی نہیں ہو کہ کوئی تمہیں جوئے میں ہار جائے اور تم یہ فیصلہ خاموشی سے قبول کر لو کوئی مضبوط بہانہ ڈھونڈ و اس بندھن کو توڑنے کا۔ میں نے تمہیں ایک ہفتے میں جان لیا۔ تو کیا تم خود کو نہیں جانتیں..........؟" سرمد بولتے بولتے بہت قریب چلا آیا۔

حبا نے چونک کر سرمد کی طرف دیکھا۔

(ایک ہفتے میں جان گیا یہ مجھے..........؟)

"مجھے تم اچھی لگیں..........ابھی اچھی لگ رہی ہو..........کچھ دنوں میں محبت بھی ہو جائے گی۔ ایک موقع تو تمہیں دینا چاہئے، اجڑنے اور اجاڑنے سے پہلے..........تم تو Pearl (سچا موتی) ہو حبا..........! دس سال سے شیشے کے ٹکڑوں سے بہل رہا تھا۔"

"ایک بات ایمانداری سے کہوں کہ غلط لائن پر چلنے والے بندے کو اتفاق سے کوئی اچھی عورت مل جائے تو وہ اسے اپنا خزانہ سمجھتا ہے۔ غلط بندوں کو اچھی عورتیں ملتی ہی کہاں ہیں..........؟"

"حبا..........! ایک موقع تمہیں دینا ہوگا۔" سرمد نے اپنا ہاتھ آہستگی سے اس کے شانے پر رکھ دیا۔

"میں تو تمہیں کھونے کے خوف سے پاگل ہو رہا ہوں۔" اس نے دوسرا ہاتھ بھی حبا کے دوسرے شانے پر رکھ دیا۔

"میں نے آج تک کسی لڑکی سے محبت نہیں کی۔ ہی نے کوئی راستہ ہی نہیں بچنے دیا۔ وہ مجھے اپنی پراپرٹی کی طرح Use کر رہی تھی۔ سنا ہے بہت سے لوگ شادی سے پہلے محبت کرتے ہیں۔ اگر محبت کا نتیجہ شادی نہ ہو تو تنہائیوں میں آنسو بہاتے ہیں۔ مجھ پر ابھی تک ایسا کوئی الزام نہیں۔" وہ اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا اور حبا کے جسم میں سنسناہٹ ہونے لگی۔

"پھر بھی اتنا کچھ کر کے بھی بے صوتی تو تم ہوئے سرمد..........! محبت کے نام پر دھوکہ دیا دکھایا۔" اس نے گنہگار کی طرح نظریں چرا کر سوچا۔

"میں کہاں کی اچھی اور پارسا ہوں سرمد..........! تم سے دکھ ملا تو کسی اور کو یاد کرنے بیٹھ گئی۔ یہ بھی تو بے ایمانی ہوتی ہے۔ پارسائی کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان اپنی سوچ کو بھی قابو میں رکھے۔ تھوڑا سا مراد ہوئی تو کسی کے سکھ پر کڑھنے لگی۔"

"میری تقدیر میں لکھا ہوا ساتھی یہ تھا۔ سارے نفع نقصان اسی کے ساتھ ہونا چاہئیں۔ ہم خوابوں میں کھو سنز لڑکیاں، ضمیر سے زیادہ دل کی باتیں کیوں سنتی ہیں..........؟ کوئی محرم ہمارا ہے تو مجرم رکھتا ہی ہوں گے۔"

"کیا سوچ رہی ہو حبا..........! کیوں خاموش ہو..........؟ میں بہت ٹینس ہو رہا ہوں۔"

"کچھ نہیں..........! میں سوچ رہی ہوں اگر ہی کا فون آیا تو میں زمین آسمان ایک کر دوں گی۔" حبا کے لہجے میں نرمی اور شگفتگی تھی۔

"تم ڈاؤٹ کر سکتی ہو..........مگر یہ وقت ہی نہیں آئے گا۔ Chapter Closed"

سرمد نے اسے اپنے بازوؤں میں قید کرلیا۔



تحریم نہا دھو کر تیار ہو چکی تھی۔ دانیال تو صبح سات بجے سے کمرے سے غائب تھا۔ ربیعہ اسے تیار ہونے کا کہہ گئی تھی کہ ناشتہ سب ساتھ کریں گے۔ وہ اپنی ہتھیلیوں کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی کہ دانیال بے آواز کمرے میں داخل ہوا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دانیال سفید لان کے کرتے اور کاٹن کے چوڑی دار پاجامے میں بہت فریش دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے تحریم کو غور سے اپنی ہتھیلیاں دیکھتا پا کر شرارت سے کھنکار کر گلا صاف کیا۔ تحریم گڑبڑا سی گئی۔

"نام میرا ہی لکھا ہے تیرے ہاتھوں کی ان لکیروں میں۔"

وہ گنگناتا ہوا آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر بال بنانے لگا۔

"پیرٹ گرین شلوار قمیص دوپٹے میں تحریم بہت نکھری ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو......؟ انسان اگر اپنی تقدیر کا لکھا پڑھنے میں قادر ہو جائے تو دنیا سے ملال و دکھ کا نام ہی مٹ جائے۔ سب کچھ اوپن، نہ تجسس نہ کوشش، نہ انتظار۔ انڈیکس بنا کر چوبیس گھنٹے شیڈول کر لئے جائیں۔"

تمناؤں کو مزاحمت کے تیر نہ ملیں تو خوبصورت شاعری کیسے ہو؟ سوچ کو راستے کیسے ملیں؟

"تحریم......! مجھ پر شک نہ کرنا۔ میں کل بھی دیانتداری سے زندگی گزارنا چاہتا تھا اور آج بھی یہی چاہتا ہوں۔ میں ایک کھلی کتاب کی طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ میرا سابقہ معاشقہ ضرور ہے۔ خفیہ معاشقہ کوئی نہیں۔" وہ برش رکھ کر اس کے قریب آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تو سوئٹزرلینڈ نہیں جائیں گے رونے کے لئے......؟ میرا مشورہ یاد نہیں......؟" تحریم بے ساختہ ہنسی کو روکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں......! تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔ رونا آیا تو تمہارے سامنے ہی روؤں گا۔ پیٹھ پیچھے نہیں روؤں گا۔ جھوٹ میں پرپوز کیا تھا، تم تو سچ مچ گلے پڑ گئیں۔"

"اسی لئے کہتے ہیں کھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ سزا ملتی ہے۔" تحریم یہ کہہ کر اس کی کسی متوقع شوخی سے بچنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھنے لگی مگر اٹھ نہ سکی۔ وہ دانیال کی گرفت میں تھی۔

اختتام